ATE

Cl. No r. No

Late Fine Ordinary Book 25 Paise per day Text Book Re. 1 - per day Over Night Book Re. 1 - per day

رجسٹرڈ ایل نمبر
۵۳۱۲

ٹیلیفون ۳۵۲۵
رہائش ۶۴۸۹۸

زندگی آمیز اور زندگی آموز ادب کا نمایندہ

نقوش

شمارہ - ۱۰۹
اپریل، مئی ۱۹۶۸ء

بیسویں سالگرہ

خطوط نمبر

(۲۲۵۳ غیر مطبوعہ خطوط)

مدیر: محمد طفیل

ادارہ فروغِ اردو، لاہور

قیمت موجودہ شمارہ
(تینوں حصے)

عکسی خطوط

طلوع ... ... محمد طفیل

مکتوب نگار	تعداد	صفحہ	مکتوب الیہ
۱ ۔ قائد اعظم		۱	حکیم عبدالجمیل خاں
۲ ۔ ڈاکٹر اقبال		۲۱	گرامی
۳ ۔ غالب	۱۱	۱	قاضی عبدالجمیل خاں جنون بریلوی
۴ ۔ جنون شاگرد غالب	۱۲	۲۱	اسداللہ خاں غالب
۵ ۔ سر سید احمد خان	۲	۳۴	سید ممتاز علی
۶ ۔ مولانا حالی	۱	۴۱	نواب وقار الملک
۷ ۔ مولانا شبلی نعمانی	۱	۴۳	سید ممتاز علی، نواب وقار الملک
۸ ۔ داغ دہلوی	۱	۴۴	نواب وقار الملک
۹ ۔ امیر مینائی	۱	۴۶	دل شاہجہان پوری
۱۰ ۔ مولانا گرامی	۱	۴۷	نواب فخر یار جنگ
۱۱ ۔ مولانا محمد علی جوہر	۱	۴۸	نواب وقار الملک
۱۲ ۔ مولانا شوکت علی	۱	۵۲	نواب وقار الملک
۱۳ ۔ محمد طیب عرب	۱	۵۳	حکیم اجمل خاں
۱۴ ۔ نواب وقار الملک	۱	۵۴	مشتاق فاطمہ
۱۵ ۔ نواب محسن الملک	۱	۵۵	نواب وقار الملک
۱۶ ۔ مولانا ابوالکلام آزاد	۱	۵۵	انسر جمال
۱۷ ۔ ڈاکٹر انصاری	۱	۵۶	حکیم عبدالجمیل خاں
۱۸ ۔ سید علی بلگرامی	۱	۵۷	نواب وقار الملک
۱۹ ۔ سید حسین بلگرامی	۱	۵۷	نواب وقار الملک
۲۰ ۔ عزیز لکھنوی	۱	۵۸	منیر آغا اشہر
۲۱ ۔ رام بابو سکسینہ	۱	۵۹	مولانا صفی لکھنوی
۲۲ ۔ ریاض خیرآبادی	۱	۶۰	مولانا نعیم الحق آزاد
۲۳ ۔ سید سلیمان ندوی	۱	۶۱	ڈاکٹر سید عبداللہ
۲۴ ۔ سر عبدالقادر	۱	۶۲	نواب وقار الملک

محمد طفیل ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر نے نقوش پریس لاہور سے چھپوا کر ایبک روڈ لاہور سے شائع کیا

حصّہ اوّل

مرتب ــــــــــــ محمد طفیل

مکتوب نگار	تعداد	صفحہ	مکتوب الیہ
۱ - قائدِ اعظم	۶	۱۸	حاتم علوی، راجندر پرشاد، ایم کے گھوش،
۲ - علامہ اقبال	۸	۲۳	مولانا گرامی
۳ - قدیم خطوط اور عرضیاں	۶۱	۳۳	تحریر: غلام مصطفےٰ خاں
۴ - اسد اللہ خان غالب	۱۸	۶۵	قاضی عبد الجمیل جنون بریلوی، نجف علی
۵ - جنون شاگردِ غالب	۱۳	۷۶	اسد اللہ خاں غالب
۶ - سر سید احمد خاں	۱۲۸	۹۱	سید ممتاز علی، محسن الملک، مولوی عنایت الرسول، سید محمد امام جامع مسجد اکبر آبادی
۷ - بنام سر سید احمد خاں	۱۱	۱۵۰	قیصر بیگ چغتائی، محمد قائد علی خاں، محمد الٰہی بخش، محمد عمر لبیات، کریم بخش، شیخ کفایت اللہ، سید امیر حسن شاہ، محمد عبد السلام، عزیز الدین ڈپٹی کلکٹر، محمد مطیع اللہ۔
۸ - نواب وقار الملک مولوی مشتاق حسین	۶۴	۱۵۷	مشتاق فاطمہ، والدہ مکرمہ، عزیزہ فاطمہ، نواب افتخار الملک احسان الحق، سید محمود، افسر الملک بہادر، مولانا ایچ ایم خاں۔
۹ - نواب علاؤ الدین علائی	۱۴	۱۸۳	میر امام الدین، صدر الدین آزردہ، مرزا غالب، نواب مرزا، تحصیلدار جہانگیر آباد۔
۱۰ - مولانا شبلی نعمانی	۱۵	۱۹۵	سید ممتاز علی، نواب وقار الملک
۱۱ - نواب محسن الملک مہدی علی	۲۰	۲۰۱	سید محمود، نواب وقار الملک
۱۲ - عبد الحلیم شرر	۵۱	۲۱۴	ام محسنہ، ام فاطمہ، صدیق حسن، حکیم محمد سراج الحق
۱۳ - مرزا یگانہ چنگیزی	۲۳	۲۴۹	حیدر بیگ، دوارکا داس شعلہ، محمد ابن حیدر، آغا جان
۱۴ - شاہ دلگیر (ایڈیٹر نقاد)	۳۴	۲۵۸	قمر زمانی
۱۵ - قمر زمانی بیگم	۱۵	۲۹۱	شاہ دلگیر (ایڈیٹر نقاد)
۱۶ - مولانا عبید اللہ سندھی	۱	۳۱۰	ڈاکٹر جوشنت رام
۱۷ - مولانا حالی	۱	۳۱۴	نواب وقار الملک
۱۸ - داغ دہلوی	۴	۳۱۵	" "
۱۹ - مولانا محمد علی جوہر	۱	۳۱۷	" "
۲۰ - اکبر الٰہ آبادی	۱	۳۱۱	آرزو لکھنوی
۲۱ - مولوی عبد الحق	۱	۳۱۸	سید ممتاز علی
۲۲ - عماد الملک سید علی بلگرامی	۱	۳۱۹	نواب وقار الملک
۲۳ - سید حسین بلگرامی	۲	۳۱۹	" "
۲۴ - سید ممتاز علی	۲	۳۲۰	سر سید احمد خاں
۲۵ - مولانا حسرت موہانی	۱	۳۲۱	حاجی نور محمد احمد

لہ کچھ مکتوب الیہ کے نام فہرست میں درج ہیں، خطوط پر نہیں۔ مجبوری یہ تھی کہ بروقت نہ ملے (ادارہ)

	مکتوب نگار	تعداد	صفحہ	مکتوب الیہ
۶۲	حکیم برہم	۱	۴۲۵	مولوی محمد نعیم الحق آزاد
۶۳	مولانا حالی	۱	۴۲۸	محمد علی مہمان
۶۴	نسیم میسوری	۱	۴۲۹	محمد عمر علی خاں
۶۵	نواب سائل دہلوی	۲	۴۳۱	محمد علی علوی
۶۶	تحصیل تلمیذ داغ	۱	۴۳۴	محمد باقر زیدی
۶۷	ڈاکٹر اقبال	۲	۴۳۶	ڈاکٹر حبیب النسا، محمد السلام برادری سلیم
۶۸	مولوی عبدالحق	۲	۴۳۰	سلیم تمنائی
۶۹	شاہد احمد صدیقی	۱	۴۳۹	سلیم تمنائی
۷۰	[illegible]		۴۴۱	دل شاہجہانپوری
۷۱	رام بابو سکسینہ	۱	۴۴۱	مولانا صفی لکھنوی
۷۲	محمد علی شوق	۱	۴۴۲	″ ″
۷۳	حافظ فرمان علی	۱	۴۴۲	″ ″
۷۴	سید مہدی حسن		۴۴۳	
۷۵	برجموہن دتاتریہ کیفی	۲	۴۴۳	″
۷۶	ڈاکٹر عبدالحق	۱	۴۴۵	″ ″
۷۷	رضا علی وحشت	۱	۴۴۴	″ ″
۷۸	حامد علی خاں بیرسٹر	۱	۴۴۶	″ ″
۷۹	جگر مرادآبادی	۱	۴۴۷	″
۸۰	اثر لکھنوی		۴۴۷	″ ″
۸۱	نیاز فتحپوری	۳	۴۴۷	″ ″
۸۲	اسرار لکھنوی	۱	۴۴۸	″ ″
۸۳	محمد اسلم جیراج پوری	۲	۴۴۹	پروفیسر محمد عظیم آبادی
۸۴	[illegible]	۱	۴۵۷	″ ″
۸۵	قاضی عبدالغفار	۱	۴۵۷	″ ″ ″
۸۶	مولوی عبدالحق	۱	۴۵۶	″ ″ ″
۸۷	نصیر حسین خیال	۱	۴۵۸	″ ″ ″
۸۸	مولانا گرامی	۱	۴۵۹	نواب فخر یار جنگ
۸۹	خواجہ کمال الدین	۱	۴۶۰	″ ″ ″
۹۰	عبدالمجید سالک	۲	۴۶۱	نواب مشتاق احمد خاں
۹۱	محمد امین زبیری	۱	۴۶۳	″ ″ ″
۹۲	نجیب لاہوری	۲	۴۶۳	″ ″ ″
۹۳	مولوی عبدالحق	۳	۴۶۳	″ ″ ″
۹۴	ہاشمی فریدآبادی	۶	۴۶۴	″ ″ ″
۹۵	شاہد احمد دہلوی	۱	۴۶۷	″ ″ ″
۹۶	محمد حمید اللہ	۱	۴۶۷	″ ″ ″
۹۷	سر عبدالقادر	۱	۴۶۸	″ ″ ″
۹۸	حاجی لق لق	۱	۴۶۸	″ ″ ″
۹۹	نظر حیدرآبادی	۱	۴۶۹	″ ″ ″
۱۰۰	علی اختر حیدرآبادی	۱	۴۶۹	″ ″ ″

حصۂ دوم

بنام مولانا عبدالباری فرنگی محلی

(۳)

راجہ شمشیر بہادر راشک، سید ریاض احمد ریاض، مرزا محمد عسکری، محمد یوسف نفیس، دل شاہجہانپوری، مولوی حامد علی، اصغر مرزاپوری، قاضی ظہور الدین ظہیر، محمد ابن شیدا، سید تراب علی جمیل، مولوی مظہر علی نور، مسعود حسن مسعود، مولوی حفیظ الدین عنصر، عبد الوحید وحید، قاضی علی احمد صابری، ریاض الحسن سحر، مولوی عبد الغفور رشتر، محمد ابراہیم ناصر الفاروقی، جماعت علی الفت، افتخار علی جگر بسوانی، پنڈت پیارے لال ... راجہ نرسنگھ راج عالی، تصدق حسن صدق بانسی، محمد اسمٰعیل عالی، مجید العالم یاس، غلام حسین آفاق، ظہور الحسن ناظم

	مکتوب نگار	تعداد	صفحہ	مکتوب الیہ
				مولانا حبیب الرحمن شروانی، مولوی مقبول حسین، چودھری نبی جان، مولانا ابو اشرف مجددی، محمد یوسف خان رام پور، مس اسمعیل حجاب، کسری منہاس۔
۱۵۳	مولانا صفی لکھنوی	۸	۳۸۰	کسری منہاس، وتانزیہ کیفی
۱۵۴	دل شاہجہانپوری	۶	۳۹۳	کسری منہاس
۱۵۵	نوح ناروی	۱	۳۹۸	〃 〃
۱۵۶	شاکر حسین نکہت سہسوانی	۲	۳۹۹	〃 〃
۱۵۷	سید مبارک حسین امداد	۲	۴۰۱	〃 〃
۱۵۸	سید حسن امام	۳	۴۰۳	〃 〃
۱۵۹	احسن مارہروی	۴	۴۰۶	〃 〃
۱۶۰	اثر لکھنوی	۲	۴۱۰	〃 〃
۱۶۱	عرش ملسیانی	۳	۴۱۱	〃 〃
۱۶۲	سید مسعود حسن رضوی	۲	۴۱۳	〃 〃
۱۶۳	سید مبارک حسین مبارک عظیم آبادی	۲	۴۱۶	سید وصی احمد بلگرامی
۱۶۴	سید سلیمان ندوی	۴	۴۱۸	ڈاکٹر سید عبداللہ
۱۶۵	مولانا عبدالحق	۴۸	۴۲۰	〃 〃
۱۶۶	حسرت موہانی	۸	۴۳۹	شفقت کاظمی
۱۶۷	عبدالمجید سالک	۳۵	۴۴۲	شفقت کاظمی، چراغ حسن حسرت
۱۶۸	سید وصی احمد بلگرامی	۲	۴۵۸	سید مبارک حسین عظیم آبادی، نور محمد انجم
۱۶۹	سید حامد حسن قادری	۱۳	۴۶۴	امتیاز علی عرشی، ظہیر الدین علوی، ظہیر احمد صدیقی، ضیا احمد بدایونی، اثر رامپوری، شیخ محمد اسمعیل پانی پتی، محسن اثر۔
۱۷۰	محمد امین زبیری	۴	۴۷۵	ڈاکٹر وحید قریشی، مختار الدین آرزو، نصیر الدین ہاشمی
۱۷۱	شعیب قریشی	۴	۴۸۰	مولانا محمد عرفان
۱۷۲	پروفیسر محمد شفیع	۱۲	۴۸۳	مختار الدین آرزو، ڈاکٹر وحید قریشی
۱۷۳	ڈاکٹر غلام یزدانی	۶	۴۹۰	نصیر الدین ہاشمی، سجاد مرزا
۱۷۴	دل شاہجہانپوری	۸	۴۹۴	دل محمد فضا، ضیا احمد بدایونی
۱۷۵	اثر لکھنوی	۴	۵۰۰	ڈاکٹر احراز نقوی
۱۷۶	نوح ناروی	۱۲	۵۰۶	احسن مارہروی، نواب میر حسن علی خاں، دل شاہجہانپوری، میر فہیم علی خاں، ضیا احمد بدایونی۔
۱۷۷	بیگم پطرس	۳	۴۱۴	شیر احمد شاہ بخاری
۱۷۸	شوکت تھانوی	۱۵	۵۱۸	مولانا عبدالماجد دریابادی
۱۷۹	شاد عارفی	۷	۵۲۹	جاوید کمال، خلیل الرحمن اعظمی، حماد صاحب، نشتر بریلوی، ارشاد خاں۔
۱۸۰	میراجی	۱۹	۵۴۴	الطاف گوہر، قیوم نظر
۱۸۱	آرزو لکھنوی	۳	۵۶۲	محمد علی خاں اثر
۱۸۲	جلیل مانکپوری	۱	۵۶۵	〃 〃
۱۸۳	آرزو لکھنوی	۱	۵۶۶	〃 〃
۱۸۴	صفی لکھنوی	۱	۵۶۶	〃 〃
۱۸۵	مولانا ابوالاعلیٰ مودودی	۱	۵۶۸	نامعلوم

	مکتوب نگار	تعداد	صفحہ	مکتوب الیہ
۱۸۶	— پیر مہر علی شاہ	۱	۵۷۰	محمد علی شاہ میکش اکبر آبادی
۱۸۷	— احسن مارہروی	۱	۵۷۱	″ ″ ″
۱۸۸	— جگر مراد آبادی	.	۵۷۱	″ ″ ″
۱۸۹	— جوش ملیح آبادی	۱	۵۷۲	″ ″ ″
۱۹۰	— رشید احمد صدیقی	۱	۵۷۳	″ ″ ″
۱۹۱	— سید ممتاز علی سہا مجددی	۱	۵۷۴	علامہ محمد حسین محوی صدیقی لکھنوی
۱۹۲	— ظفر الملک علوی	۱	۵۷۶	″ ″ ″
۱۹۳	— علامہ سید سلیمان ندوی	۱	۵۷۷	″ ″ ″
۱۹۴	— وصل بلگرامی	۱	۵۷۸	″ ″ ″
۱۹۵	— ناطق لکھنوی	۱	۵۷۸	مرزا کاظم حسین محشر
۱۹۶	— پروفیسر آغا شاعر لکھنوی	۱	۵۷۹	لائق لکھنوی
۱۹۷	— صفی لکھنوی	۱	۵۸۱	″
۱۹۸	— مولوی عبد الحق	۱	۵۸۲	سید ضیاء الحسن بھوپالی
۱۹۹	— حکیم متولی محمد جعفر زبیری	۳	۵۸۳	″
۲۰۰	— محمد امین زبیری	۲	۵۸۳	محمد یوسف بھوپالی
۲۰۱	— مولانا یعقوب بخش راغب	۳	۵۸۵	نجم الحسن رضوی خیر آبادی
۲۰۲	— محی الدین قادری زور	۳	۵۸۶	نادم سیتا پوری
۲۰۳	— شیخ ممتاز حسین جونپوری	۲	۵۸۸	آغا شاعر لکھنوی
۲۰۴	— پروفیسر شیخ مہدی حسن ناصری	۲	۵۸۹	
۲۰۵	— عشرت لکھنوی	۱	۵۹۰	نادم سیتا پوری
۲۰۶	— دیا شراش نسیم	۱	۵۹۰	″
۲۰۷	— تمکین کاظمی	۱	۵۹۱	
۲۰۸	— شفتہ لکھنوی	۱	۵۹۱	″ ″
۲۰۹	— قاضی عبد الغفار	۱	۵۹۲	″ ″
۲۱۰	— صفی لکھنوی	۱	۵۹۲	کسریٰ منہاس
۲۱۱	— خواجہ حسن نظامی	۱	۵۹۴	عبد العزیز کمال
۲۱۲	— سید سلیمان ندوی	۱	۵۹۴	″ ″
۲۱۳	— اسلم جیراج پوری	۱	۵۹۵	″ ″
۲۱۴	— عبد الماجد دریا بادی	۳	۵۹۵	″ ″
۲۱۵	— غلام رسول مہر	۱	۵۹۷	″ ″

حصہ سوم

طلوع ——— محمد طفیل

	مکتوب نگار	تعداد	صفحہ	مکتوب الیہ
۱	— عبد الستار صدیقی	۱۰۶	۹	امتیاز علی عرشی، تمکین کاظمی، مالک رام
۲	— امتیاز علی عرشی	۱۰۷	۷۷	عشرت رحمانی، امانت علی خاں، مسعود عالم ندوی، ایڈیٹر آجکل، محمد منیر فاروقی، صالحہ عرشی، اکبر علی خاں، حامد حسین جیلانی، اسحاق نبی خاں، شان الحق حقی، پنڈت کیفی، نند دیو، عزیز شاہ والی، مولانا عبد القادر، سید برکات احمد، اصغر علی، آصف فیضی، غلام حسینی، ذوالفقار، اسما سعیدی، سید صفدر علی، نادم سیتاپوری، سلمان اشرفی، ایڈیٹر روزنامہ نظم، شعیب عظیم، لطیف حسن ادیب، ڈاکٹر صفدر آہ، ذاکر علی خاں، مظہر محمود شیرانی، احترام الدین شاغل، گیان چند جین، مسعود حسن رضوی، عبد الرزاق قریشی، سرفراز عثمانی، افتخار حسین، ذکیہ جیلانی، عبد الرزاق ارشد، لطیف حسن ادیب، ایڈیٹر ہماری زبان، اقتدا حسن، سید رضا امام، آل احمد سرور

	مکتوب نگار	تعداد	صفحہ	مکتوب الیہ
۳	مالک رام	۴۰	۱۶۷	غلام رسول مہر، رشید حسن خاں، الٰہی بخش یوسفی، نبی احمد خاں، خواجہ احمد، فضل امام، نثار احمد فاروقی، محمد عتیق صدیقی، بیکش اکبرآبادی، آنسہ اشرف رفیعی، عبدالباری آسی، مختارالدین آرزو۔ مختارالدین آرزو، دل شاہجہانپوری، نصیر حسین [illegible]
۴	مولانا عبدالماجد دریابادی	۱۷	۲۱۱	غلام رسول مہر، مختارالدین آرزو، ضیاء بدایونی، بیکش بدایونی، مسعود حسن رضوی، دل شاہجہانپوری
۵	شیخ محمد اکرام	۱۴	۲۰	ڈاکٹر سید عبداللہ
۶	سید مسعود حسن رضوی	۲۹	۲۲۸	امتیاز علی عرشی، مولوی ضیاء احمد بدایونی
۷	افقر موہانی	۶۱	۲۵۴	اصغر گونڈوی، اثر لکھنوی، نسیم [illegible]، علامہ بیخود، صفی لکھنوی، سیماب اکبرآبادی، پرنس سلطان بہادر، صبا وارثی، زہیر پنجابی۔
۸	رشید احمد صدیقی	۱۴	۳۰۴	امتیاز علی عرشی، طاہر فاروقی، ظہیر احمد صدیقی بدایونی۔
۹	ڈاکٹر محمد زبیر صدیقی	۴	۳۱۰	مختارالدین آرزو
۱۰	حمید احمد خاں	۱	۳۱۳	محمد طاہر فاروقی، مختارالدین آرزو
۱۱	ڈاکٹر عابد حسین	۲	۳۲۰	ڈاکٹر سید عبداللہ، ڈاکٹر غلام یزدانی
۱۲	سعید احمد اکبرآبادی	۵	۳۲۱	مختارالدین آرزو
۱۳	ڈاکٹر ذاکر حسین	۳	۳۲۶	ڈاکٹر سید عبداللہ، ڈاکٹر غلام یزدانی، سید مبارک علی شاہ
۱۴	غلام السیدین	۳	۳۲۸	مولانا تاجور نجیب آبادی، صالحہ عابد حسین، ڈاکٹر عابد حسین
۱۵	جوش ملیح آبادی	۲۹	۳۳۲	تمکین کاظمی، سید مبارک علی شاہ جیلانی، [illegible] محمد صادق، دل شاہجہانپوری۔
۱۶	حفیظ جالندھری	۳۲	۳۴۷	عزیز ملک
۱۷	حامد علی خاں	۴	۳۶۹	شیخ محمد اسمٰعیل پانی پتی
۱۸	قاضی عبدالودود	۱	۳۷۳	پروفیسر محمد مسعود عظیم آبادی
۱۹	ہمتا العمادی	۳	۳۷۵	〃 〃 〃
۲۰	ڈاکٹر ذاکر حسین	۱۱	۳۷۹	〃 〃 〃
۲۱	محمد علی	۱	۳۸۳	〃 〃 〃
۲۲	قاضی عبدالودود	۱۱	۳۸۴	شاہ مقبول احمد شعیبی
۲۳	جوش ملسیانی	۱۴	۳۹۷	دل شاہجہانپوری، آغا محمد صادق
۲۴	فراق گورکھپوری	۱	۴۰۵	واجدہ تبسم
۲۵	عصمت چغتائی	۹	۴۰۶	〃
۲۶	سجاد ظہیر	۲	۴۱۵	〃
۲۷	جاں نثار اختر	۴	۴۱۸	〃
۲۸	احمد ندیم قاسمی	۳	۴۲۲	〃
۲۹	شاہد احمد دہلوی	۲	۴۲۵	〃
۳۰	اشفاق احمد	۳	۴۲۶	〃
۳۱	وشوامتر عادل	۱	۴۳۰	〃
۳۲	ہاجرہ مسرور	۱	۴۳۰	〃
۳۳	عبدالماجد دریابادی	۱۳	۴۳۲	نادم سیتاپوری
۳۴	مالک رام	۳	۴۴۴	〃
۳۵	سید مسعود حسن رضوی	۴	۴۴۶	〃
۳۶	جوش ملیح آبادی	۳	۴۴۹	سجاد ظہیر، ڈاکٹر صفدر آہ، نادم سیتاپوری
۳۷	غلام رسول مہر	۱	۴۵۱	نادم سیتاپوری

مکاتیب نگار	تعداد	صفحہ	مکتوب الیہ
۳۸ — فراق گورکھپوری	۱	۴۵۱	دم بیناپوری
۳۹ — آل احمد سرور	۱	۴۵۲	〃 〃
۴۰ — عرشی رامپوری	۱	۴۵۲	〃 〃
۴۱ — سید احتشام حسین	۱	۴۵۳	〃 〃
۴۲ — سبط حسن	۱	۴۵۴	〃 〃
۴۳ — ڈاکٹر حکم چند نیّر	۱	۴۵۴	〃 〃
۴۴ — رشید احمد صدیقی	۲	۴۵۷	ڈاکٹر گوپی چند نارنگ
۴۵ — مالک رام	۲	۴۵۹	〃 〃 〃
۴۶ — راجندر سنگھ بیدی	۱	۴۶۰	〃 〃 〃
۴۷ — خواجہ احمد فاروقی	۱	۴۶۰	〃 〃 〃
۴۸ — ڈاکٹر گیان چند	۲	۴۶۱	〃 〃 〃
۴۹ — ڈاکٹر مختار الدین آرزو	۱	۴۶۴	〃 〃 〃
۵۰ — نثار احمد فاروقی	۱	۴۶۶	〃 〃 〃
۵۱ — محمد طفیل	۲	۴۶۹	〃 〃 〃
۵۲ — عبد الرحمٰن چغتائی	۲	۴۷۰	غلام حسین مصطفیٰ
۵۳ — سعادت حسن منٹو	۵	۴۷۱	〃 〃
۵۴ — غلام رسول مہر	۲۰	۴۷۵	امتیاز علی عرشی، مختار الدین آرزو
۵۵ — فیض احمد فیض	۱	۵۰۱	خدیجہ مستور
۵۶ — چراغ حسن حسرت	۱	۵۰۲	
۵۷ — قرۃ العین حیدر	۲	۵۰۲	〃
۵۸ — خدیجہ مستور	۱	۵۰۳	ہاجرہ مسرور
۵۹ — اختر شیرانی	۱	۵۰۶	اختر انصاری دہلوی
۶۰ — قاضی عبد الغفار	۱	۵۰۶	
۶۱ — اثر لکھنوی	۱	۵۰۶	〃
۶۲ — شاہد لطیف	۲	۵۰۷	〃
۶۳ — مولانا صلاح الدین احمد	۱	۵۰۹	〃
۶۴ — اختر حسین رائے پوری	۱	۵۱۰	〃
۶۵ — سیّد احتشام حسین	۱	۵۱۰	〃
۶۶ — ڈاکٹر عندلیب شادانی	۱	۵۱۱	〃
۶۷ — ممتاز شیریں	۱	۵۱۳	〃
۶۸ — ابراہیم جلیس	۱	۵۱۴	〃
۶۹ — کرشن چندر	۳	۵۱۵	ممتاز شیریں
۷۰ — اختر حسین رائے پوری	۱	۵۱۷	〃
۷۱ — قدرت اللہ شہاب	۲	۵۱۷	〃
۷۲ — آل احمد سرور	۱	۵۱۹	〃
۷۳ — عزیز احمد	۱	۵۲۰	〃
۷۴ — عبد القادر سروری	۱	۵۲۲	〃
۷۵ — احمد علی	۱	۵۲۳	〃
۷۶ — حیات اللہ انصاری	۱	۵۲۴	〃
۷۷ — اختر انصاری	۱	۵۲۵	〃
۷۸ — خواجہ احمد عباس	۱	۵۲۶	〃

مکتوب نگار	تعداد	صفحہ	مکتوب الیہ
۷۹ ۔ اوپندر ناتھ اشک	۱	۵۲۷	ممتاز شیریں
۸۰ ۔ غلام عباس	۱	۵۲۷	//
۸۱ ۔ بلونت سنگھ	۱	۵۲۸	//
۸۲ ۔ اخگر	۱	۵۲۸	//
۸۳ ۔ جگر مراد آبادی	۱	۵۳۱	قتیل شفائی
۸۴ ۔ تاجور نجیب آبادی	۱	۵۳۱	//
۸۵ ۔ سیماب اکبر آبادی	۱	۵۳۲	//
۸۶ ۔ تلوک چند محروم	۱	۵۳۳	//
۸۷ ۔ عبد الرحمن چغتائی	۳	۵۳۳	//
۸۸ ۔ فیض احمد فیض	۱	۵۳۵	//
۸۹ ۔ احمد ندیم قاسمی	۲	۵۳۵	//
۹۰ ۔ ن۔م راشد	۱	۵۳۷	//
۹۱ ۔ ساحر لدھیانوی	۱	۵۳۸	//
۹۲ ۔ راجہ مہدی علی خاں	۱	۵۳۸	مسرت قتیل
۹۳ ۔ کرشن چندر	۲	۵۳۹	اختر جمال
۹۴ ۔ شاہد احمد دہلوی	۱	۵۴۰	//
۹۵ ۔ ایم۔ اسلم	۱	۵۴۱	//
۹۶ ۔ حجاب امتیاز علی	۱	۵۴۳	محمود الحسن صدیقی
۹۷ ۔ ادیب سہارنپوری	۱	۵۴۴	احسن علی خاں
۹۸ ۔ تسنیم سلیم چھتاری	۱	۵۴۶	مظہر ممتاز
۹۹ ۔ رضیہ سجاد ظہیر	۱	۵۴۷	حمید اختر
۱۰۰ ۔ زینت ساجدہ	۱	۵۴۸	مظہر ممتاز
۱۰۱ ۔ احسن مارہروی	۱	۵۵۰	مسعود حسن رضوی
۱۰۲ ۔ احمق پھپھوندوی	۱	۵۵۱	// //
۱۰۳ ۔ حیات اللہ انصاری	۱	۵۵۱	// //
۱۰۴ ۔ مرزا محمد عسکری	۲	۵۵۲	// //
۱۰۵ ۔ محمد علی ردولوی	۲	۵۵۲	// //
۱۰۶ ۔ علی عباس حسینی	۲	۵۵۳	مسعود حسن رضوی
۱۰۷ ۔ حکیم احمد شجاع	۱	۵۵۴	(نواب صاحب)
۱۰۸ ۔ صلاح الدین احمد	۱	۵۵۶	جگن ناتھ آزاد
۱۰۹ ۔ حمید نظامی	۱	۵۵۷	تاجور نجیب آبادی
۱۱۰ ۔ شورش کاشمیری	۱	۵۵۷	//
۱۱۱ ۔ یگانہ چنگیزی	۲	۵۵۸	میکش اکبر آبادی
۱۱۲ ۔ عظیم بیگ چغتائی	۱	۵۵۹	//
۱۱۳ ۔ عبد الماجد دریابادی	۱	۵۵۹	//
۱۱۴ ۔ جوش ملیح آبادی	۲	۵۶۰	//
۱۱۵ ۔ برجموہن دتاتریہ کیفی	۳	۵۶۱	معین الدین
۱۱۶ ۔ خلیفہ عبد الحکیم	۳	۵۶۳	//
۱۱۷ ۔ بیگم مہدی افادی	۲	۵۶۴	//

طلوع

جنگ ہوئی۔ اپنی اپنی پڑ گئی۔

یہ دعا تو سب کی تھی کہ ملک دشمن سے محفوظ رہے۔ اس کے ساتھ، ہر ایک کی کچھ فکریں اور بھی تھیں جو سانس روکے دے رہی تھیں۔ مثلاً والدین کی فکر، بچوں کی فکر، جائیداد کی فکر!

فکریں تو میری بھی بہت تھیں۔ مگر ان میں نمایاں فکر، اُس دستاویزی سرمائے کی تھی جو میری تحویل میں تھا۔

وہ سرمایہ کیا تھا؟ بوسیدہ اور گلے سڑے کاغذ کے پرزے!

مگر اُن پرزوں میں غالب کے خطوط تھے، اقبال کے خطوط تھے، سرسید کے خطوط تھے، ابوالکلام کے خطوط تھے، شبلی کے خطوط تھے، مہدی افادی کے خطوط تھے —— نام کہاں تک گنواؤں!

جنگ تیز سے تیز تر ہوتی گئی۔

توپوں کی دھمک اور شعلوں کی لپک میں، جب میں نے سوچا تھا کہ یہ خطوط کہیں ضائع نہ ہو جائیں تو میرا دل ڈوبنے لگا تھا۔ مگر انہی دنوں جب یہ بات دھیان میں آئی تھی کہ میرے بچوں کا کیا ہوگا تو میں بڑے حوصلے میں تھا۔

اللہ کا ہزار ہزار شکر کہ وہ گھڑی، نہ آنا تھی، نہ آئی۔ آئی بلا ٹلی۔ یہ تو ملک کے بقا کی بات تھی اور سن تھا ۱۹۶۵ء، جہاں تک خطوط کا معاملہ ہے اُس کے متعلق آج ۱۹۶۸ء میں سوچتا ہوں کہ میں بھی کیسا انسان ہوں کہ جسے بچوں سے زیادہ خطوط عزیز تھے۔ یہ سوچ کر کبھی غمگین ہو جاتا ہوں اور کبھی خوش!

محمد طفیل

اِس شمارے میں

میں باتوں کی وضاحت نہیں، مختصر بیان قبول کر لیجئے۔

یہ خطوط جس بے ترتیب طریقے سے لکھے ہوئے تھے، اس میں سمجھنا دشوار۔ یہ خطوط جس شکستہ تحریر میں لکھے ہوئے تھے۔ اس میں پڑھنا دشوار، بلکہ مشکل ہی مشکل!

خطوط پرانے ہیں بے حد پرانے۔ کوئی سو سال پرانا، کوئی پچاس برس پرانا، کچھ کو دیمک چاٹ چکی ہے۔ کچھ کی پانی اڑ چکی ہے۔ بعض دن پر دھبے پڑے ہوئے ہیں، جن کی پر پانی گرا ہوا ہے۔ سو لیے یہ ٹکڑے، ان کو پڑھنا ایک بار نظر آیا۔

خطوط کی موجودہ صورت، میری دس بارہ برس کی ریاضت کا نتیجہ!

ان دشواریوں اور پریشانیوں کو دیکھا جائے تو دل کچھ اور باتوں کو چاہے گا۔ جو اہلِ درد ہیں۔ ان سے کیا کہوں اور کیوں کہوں۔

۱۔ یہ خطوط ان خطوط سے مختلف ہیں جو پہلے قائد نمبر میں چھاپ چکا ہوں۔ مگر اس نمبر کا اُس نمبر سے یہ تعلق تو ہے کہ یہ کڑی اُسی خاندان سے ہے۔

۲۔ مضامین اس فہرست سے نہیں لکھوائے گئے۔ کیونکہ وہ پہلے نمبر میں آ چکے تھے۔ جو اپنی جگہ مکمل تھے۔ موجودہ کوشش تو صرف لکھے نوابوں والی ہوتی۔

۳۔ بسم اللہ قائد اعظم کے خطوط سے ہوتی ہے۔ جو مجھے سید شریف الدین پیرزادہ (وزیر خارجہ) نے مرحمت فرمائے اور یہ کہا کہ یہ وہ غیر مطبوعہ خطوط ہیں جو مجھے اپنی کتاب کی ترتیب کے بعد ملے ان میں اپنے قائد کا کردار روشن ہے جو کہ ان کا طرۂ امتیاز تھا۔ وہ اپنے ساتھیوں کی کوتاہیوں کو برداشت نہیں کرتے اور جب کانگریس کے صدر راجندر پرشاد انہیں کوئی مشورہ دیتے ہیں تو وہ دو ٹوک انداز میں کہتے ہیں مجھے آپ کے مشورے کی ضرورت نہیں۔ مجھے خوب معلوم ہے کہ مجھے کیا کرنا چاہیئے۔

۴۔ اقبال دلی تھا، سچا تھا، شاعر تھا۔ یہ سوچنا آپ کا کام ہے۔ مجھے تو صرف یہ عرض کرنا ہے کہ ان خطوط سے اقبال کی زندگی کے بہت سے گوشے سامنے آئیں گے۔ مثلاً وہ شعروں پر داد دیتے بھی ہیں، داد وصول بھی کرتے ہیں۔ گرامی سے مشورہ لیتے ہیں۔ انہیں مشورہ دیتے بھی ہیں۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ میرا یہ شعر سو شعروں پر بھاری ہے۔ وہ اپنے مشفق سے بیٹے کی چھیڑ چھاڑ بھی روا رکھتے ہیں اور قناعت کی اُس منزل پر بھی ہیں جہاں سرکار انگلشیہ کے خطاب کو بھی اپنے لیے وجہِ افتخار نہیں سمجھتے۔ دل آتنا کہ ان کی دوسری بیوی کی وفات پر حد درجہ پریشان بھی تھا۔

۵۔ قائد اعظم اور اقبال کے خطوط کے بعد پرچے کی باقاعدہ ابتداء قدیم خطوط اور غیر مطبوعہ سے ہوتی ہے۔ جو تقریباً سوا سو سال پرانی ہیں۔ پرانے ہیں۔ مگر ہیں تاریخی میں ان کے پیش کرنے کی وجہ دو ہیں۔ ایک یہ کہ کچھ تاریخی نوعیت کے معاملات کا علم ہو

جائے دوسرے اُس زمانے کی خطوط نویسی کا انداز معلوم ہو جائے۔

۶۔ غالب پر اتنا کام ہوا ہے کہ کوئی حد نہیں۔ اس کے باوجود ہم نے غالب کے غیر مطبوعہ خطوط ڈھونڈھ نکالے ہیں۔ ان کے ذریعے غالب کا ایک نیا مکتوب الیہ ملا اور اسی طرح غالب کا ایک نیا مکتوب نگار!

۷۔ قاضی عبدالجمیل جنون بریلوی، غالب کے شاگرد تھے۔ ایسے شاگرد، جن کا کلام (غالباً) خود غالب نے اپنے قلم سے لکھنا پسند کیا۔ اصلاح بھی دی۔ جنون کا کلام تذکروں میں بجز چند شعروں کے زیادہ نہیں ملتا۔ زیرِ نظر شمارہ میں اچھا خاصا محفوظ ہو گیا

۸۔ علاؤ الدین علائی کے خطوط میں مرزا غالب کے بارے میں ——— کچھ نئی باتوں کا علم ہوتا ہے۔ اسی طرح خود علائی کے حالات سے بھی پردے اُٹھتے ہیں۔

۹۔ سر سید احمد خان پر بڑا کام ہوا ہے۔ علی گڑھ والوں نے بھی کیا۔ شیخ محمد اسمٰعیل پانی پتی نے بھی کیا۔ اس کے باوجود سر سید کے ۱۲۸ غیر مطبوعہ خطوط پیش کر رہے ہیں۔ پھر اس غلط فہمی کا بھی، ان خطوط سے ازالہ ہو گا کہ جو ان دنوں پھیلائی جا رہی ہے کہ "حیاتِ جاوید" مولانا حالی کی لکھی ہوئی نہیں ہے بلکہ منشی سراج الدین کی لکھی ہوئی ہے۔ ملاحظہ ہو خط نمبر ۹۲ ۔

۱۰۔ نواب وقار الملک کا کیا طنطنہ تھا۔ بڑے بڑے پانی بھرتے تھے۔ پھر مسلمانانِ ہند کے جتنے بے لوث خدمت گزار وہ تھے کم ہوں گے مگر ان خطوط کے ذریعے یہ جان کر دکھ ہوا کہ اُن کی گھریلو زندگی اذیت ناک تھی۔

۱۱۔ مولانا عبدالحلیم شرر کو مورخِ اسلام کہا جاتا ہے۔ مگر اس مورخِ اسلام کو مالی آسودگی نہ ملی۔ وہ اپنے گھر والوں کو خط لکھتے ہیں۔ جیسے بھی ہو گزارہ کرو۔ میں کچھ نہیں بھیج سکتا۔

۱۲۔ یگانہ چنگیزی اُردو غزل کی آبرو تھے مگر زمانے نے اُن کے ساتھ جیسا سلوک کیا وہ بڑا دردناک ہے۔ یگانہ کے خطوط ہم سب کے "حسنِ سلوک" کا نوحہ ہیں۔

۱۳۔ آپ بیتی نمبر کی ترتیب کے وقت ہم نے مرزا داغ دہلوی کے خود نوشت حالات کی جستجو کی تھی۔ جو نہیں ملے تھے۔ ایک خط میں جو صفحہ ۱۲۴ پر درج ہے۔ وہ مشکل بھی حل ہو گئی۔

۱۴۔ شاہ دلگیر اور قمر زمانی کی خط و کتابت ایک تاریخی مذاق ہے۔ چونکہ ادبی حلقوں میں اس کی اہمیت تھی۔ اس لئے اُسے بھی پیش کر دیا گیا ہے۔ اس لطیفے کا تو آپ کو علم ہی ہو گا کہ قمر زمانی کے روپ میں نیاز فتحپوری تھے۔ نیاز کی "محبوبانہ تفریح" نے غریب شاہ دلگیر پر کیا کیا ظلم نہ ڈھائے

۱۵۔ صفحہ ۳۳۳ تک جتنے خطوط درج ہیں۔ وہ سب ہمیں کراچی میوزیم سے ملے اور اقبال کے خطوط اقبال اکیڈمی کراچی سے۔ اس کیلئے ہم ہر دو اداروں کے شکر گزار ہیں۔

یوں تو اس جلد میں جو کچھ ہے۔ وہ سب اہم ہے مگر اُس کی لفظ بہ لفظ صراحت کیسے ممکن ہے۔ بعض اہم خطوط پر ضروری حواشی ہیں اور بعض اہم خطوط پر تفصیلی نوٹ، کچھ خطوط پر حواشی کی ضرورت بھی محسوس ہو گی مگر وہ لکھے نہ جا سکے۔ ابھی آپ اس سرمائے کو تو محفوظ کریں باقی کام بھی ہو جائے گا۔

(محمد نقوش)

قائداعظم

LEGISLATIVE ASSEMBLY

Little Gibbs Road,

Malabar Hill, Bombay,

24th July, 1938.

My dear Hakim Mahomed Jamil Khan,

Many thanks for your letter and the invitation to lunch on Saturday at 1/30 P.M. on the 31st July at your residence in Delhi. I accept it with pleasure, and am looking forward to meet you.

Yours sincerely,

M.A. Jinnah

Hakim Mahomed Jamal Khan,
Sharif Manzil,
Ballimaran, Delhi.

Rajendra Prasad's letter to Mr. Jinnah
5th October, 1939.

....

In the resolution of the Working Committee of the All-India Muslim League passed recently in Delhi reference has been made to Provincial Governments. It is stated that Provincial Autonomy in several Provinces has resulted in the domination of the Hindus over the Muslim minorities whose life and liberty, property and honour are in danger, and even their religious rights and culture are being assailed and annihilated every day under the Congress Governments in various Provinces. Pandit Jawaharlal Nehru has also informed me that you mentioned this letter to him in the course of a recent conversation

We feel that these charges are wholly unfounded and are based on misapprehension and one-sided reports that might have reached you and the League. The Governments concerned have inquired into the matter whenever such charges have been made and have denied them On a previous occasion we expressed our willingness to have any specific instances investigated by impartial authority. We feel strongly, and I am sure, you will agree with us, that such charges, when seriously made, should be inquired into and either substantiated or disproved. We would like this course to be adopted in regard to any specific instances that are put forward. If you agree we could request the highest judicial authority in India, Sir M. Gwyer Chief Justice of the Federal Court, to inquire into this matter. In the event of his not being available, some other person of a similar status and judicial position might be approached

"I shall gladly place this matter before the Working Committee of the Congress and get them to pass a formal resolution to this effect.

"I am leaving for Wardha today and shall be obliged to you if you will send an early reply. I shall be in Wardha for about a week.

....

Mr. Jinnah's reply to Rajendra Prasad - 6th October 1939

... .

"I am in receipt of your letter dated October 5, 1939. I beg to inform you that I have already placed the whole case before the Viceroy and the Governor-General and have requested him to take up the matter without delay as he and the Governors of the Provinces have been expressly authorised under the Constitution and are entrusted with the responsibility to protect the rights and the interests of the minorities

"The matter is now under His Excellency's consideration and he is the proper authority to take such action and adopt such measures as would meet our requirements and would restore complete sense of security and satisfaction amongst the Mussalmans in those Provinces where the Congress Ministries are in charge of the administration.

"In the circumstances, I do not wish to discuss further the various statements made in your letter as it is unnecessary to do so, but I must say that some of them are wholly inaccurate.

....

MOUNT PLEASANT ROAD, MALABAR Hill,
1st October 1941.

Dear Mr. Khuhro,

I am in receipt of your letter of the 24th September enclosing the press cuttings, and while I agree with you as regards your criticism of Mr. Gandhi and the Congress High command in allowing K. B Allahbux to continue as a member of the so-called National Defence Council. I do not know what I can do in the matter. It is entirely in the hands of the Musalmans of Sind. You say, "The Hindu minority is combined and well organized and by dividing the Muslim majority they are playing the game most successfully". Well, that we know, and that is the very reason why I have been urging upon you and other leaders of the Muslim League organisation to organise our people so as to prevent Muslim majority being divided. But you people are so impatient of the result. You want quick results I again, therefore, emphatically want you and other leaders of the Muslim League to organise our people so that you can resist the state of things in Sind, which you are facing.

As regards your observations regarding Pakistan, I am afraid they are far too loose and I am glad that you also say that that is a separate issue altogether and I shall certainly welcome a discussion with you and other Muslim League leaders when we meet.

I hope that you will come in a very strong contingency at the meeting of the Council of the All India Muslim League which is going to take place at Delhi in the last week of October.

We can also discuss the question of my going to Karachi there, if necessary.

With kind regards,

Yours sincerely,

Sd. M.A. Jinnah.

Khan Bahadur M.A. Khuhro,
Larkana, Sind.

Mount Pleasant Road,
Malabar Hill,
10th June, 1942.

Dear Mr. Khuhro,

Many thanks for your letter of the 5th of June and I am glad that you had a very successful tour in Sukkhur and Jacobabad Districts. I will write to our friend Jaffar Khan Jamali for his great help and our appreciation for what he has done for the League. I have met him more than once and also at Allahabad I saw him. I know he is a very staunch Leaguer.

With regard to Mr. Rashdi's account regarding the proceeding of the meeting of the Provincial League Council, I should like to know fuller details and I am glad that you are sending me a copy of your statement.

Hoping you are well with kind regards.

Yours sincerely,
M. A. Jinnah.

M. A. Khuhro, Esq.
Larkana, (Sind).

MOUNT PLEASANT ROAD, Malabar Hill.
13th July, 1942.

Dear Mr. Khuhro.

Many thanks for your letter of the 6th of July and enclosing the notes of the meeting of the Provincial Muslim League Council held in May last. Please keep me in touch with you from time to time.

As regards Mr. Rashdi, he came to see me here a few days ago and I told him that apart from the reports which I have received against him from various quarters, what I gathered from his writings in his own paper was enough to create apprehensions in the mind of those who have been watching developments that have taken place in Sind. I advised him that if he cannot see eye to eye with the majority - and there are new responsible men at the held of Muslim League his proper course would be to persuade them and not be aggressive and create a division and that he should really devote most of his time in making his paper really a first class paper and leave the affairs of the Muslim League in the hands of the office bearers and the executive. I hope that he will follow my advice and not created any trouble. But of course you are the best judges as to how you should deal with him and what you should do in the matter.

As regards my coming to Sind, or calling a meeting of the Working Committee or the Council at Karachi, I shall certainly consider your suggestion and see what I can do in the matter. But you know it is not very easy to get the people to go to Karachi as it is not a very central place. I can quite appreciate your desire to get us all there. No doubt it will give a considerable impetus to those of you who are carrying the burden and working for our cause. So I fully appreciate your point of view, but you must also understand the difficulties.

With kind regards,

Yours sincerely,
M. A. Jinnah.

Khan Bahadur M. A. Khuhro
124, Muslim Colony,
Britter Road, Karachi.

Mount Pleasant Road
Malabar Hill, Bombay
1st August, 1943.

Dear Mr. Alavi,

I am in receipt of your letter of July 23 and thank you for it. I have not been able to attend to it earlier, as on my return from Simla I was very tired, I have received all your communications and telegrams, for which I thank you.

There is one point which you have not quite understood, and it is that I was not allowed to consider whether we would accept the inclusion of Unionist Muslims in our Muslim quota. The Viceroy insisted on including a Unionist Muslim, and I was required to say Yes Or No. That was the position. There was no room for any tactical move, as you imagine, and that is further made very clear by him in the correspondence between him and me, which has been realeased. If you had carefully read my statement which I issued after the failure of the Conference on the 14th of July, you would have found that it is clearly stated there that finally we broke because the viceroy insisted on the inclusion of Malik Khizar Hayat Khan's nominee.

There is a letter which you sent to Miss Jinnah, but it is addressed to one Mr. John, and I am therefore returning it to you.

Hoping you are well and with kind regards,

Yours sincerely,
M. A. Jinnah.

Hatim Alavi, Esq.,
Alavi Manzil, Karachi.

مسٹر جناح

۵ اکتوبر ۱۹۳۹ء

آل انڈیا مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی نے دہلی میں جو قرارداد حال ہی میں منظور کی ہے۔ اس میں صوبائی حکومتوں کے متعلق حوالہ دیا گیا ہے کہا گیا ہے کہ صوبائی خودمختاری سے جن صوبوں میں ہندوؤں کو مسلم اقلیت پر غلبہ حاصل ہو گیا ہے۔ اور ان کی زندگی، آزادی، املاک اور عزت کو خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔ یہاں تک کہ ان کے مذہبی حقوق اور کلچر پر مختلف صوبوں میں کانگریسی حکومتوں نے زد پہنچائی ہے اور ان پر حملے ہو رہے ہیں اور انہیں مٹایا جا رہا ہے۔ پنڈت جواہر لال نہرو نے مجھے یہ اطلاع بھی دی تھی کہ اس کا تذکرہ آپ نے ان کے ساتھ اپنی حالیہ گفت و شنید میں کیا ہے۔

ہم لوگ محسوس کرتے ہیں کہ یہ الزامات یکسر بے بنیاد ہیں اور ملک میں اور ایک طرح سے تردید ہو چکی ہیں۔ جو آپ تک اور لیگ تک پہنچی ہیں متعلقہ حکومتوں میں جب بھی اس قسم کے الزامات عاید کئے گئے ہیں ان کی تحقیقات کرائی ہے اور ان کی تردید کی ہے۔ اس سے پہلے ایک ایسے ہی موقع پر ہم اپنی رضامندی کا اظہار کر چکے ہیں کہ مخصوص واقعات کی تحقیقات غیر جانبدارانہ طور پر کرائی جاسکے۔ ہم شدت کے ساتھ محسوس کرتے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ آپ ہمارے ساتھ اتفاق رائے کریں گے کہ ایسے الزامات کو سنجیدگی سے لگائے جائیں تو ان کی تحقیقات ہونی چاہیے اور ان کی تصدیق یا تردید کی جانی چاہیے۔ اسی طریق کار پر ہماری دانست میں ہر قسم کے مخصوص واقعات کے ضمن میں عمل درآمد ہونا چاہیے۔ آپ منظور کریں، تو ہم فیڈرل کورٹ کے چیف جسٹس سر ماریس گوائر سے، جو ہندوستان میں سب سے بڑے قانونی حاکم ہیں، درخواست کریں کہ وہ اس معاملے کی تحقیقات کریں۔ ایسی صورت میں کہ ان تک دسترس نہ ہو سکے، کسی ایسے شخص تک رسائی حاصل کی جائے۔ جو ان کا ہم مرتبہ اور ان کی سی قانونی حیثیت کا مالک ہو۔

میں بخوشی اس معاملے کو کانگریس ورکنگ کمیٹی کے سامنے رکھواؤں گا، اور ان سے اس مقصد کی ایک قرارداد منظور کراؤں گا۔

میں آج واردھا روانہ ہو رہا ہوں اور ممنون ہوں گا اگر آپ جلد جواب ارسال فرمائیں۔ میں واردھا میں کوئی ہفتہ بھر قیام کروں گا۔

راجندر پرشاد

ترجمہ:- یوسف جمال انصاری

(۲)

بنام راجندر پرشاد

۶ر اکتوبر ۱۹۳۹ء

آپ کا خط مورخہ ۵ر اکتوبر ۱۹۳۹ء موصول ہوا۔ میں آپ کو مطلع کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے سارا معاملہ پہلے ہی وائسرائے کو، زیرِ جنرل کو پیش کر دیا ہے، اور درخواست کی ہے کہ برطانیہ وہ اس معاملے میں عملی اقدام کریں، اس لیے کہ وہ اور صوبائی گورنر صاحبان آئین کے ماتحت خاص طور پر اقلیتوں کے حقوق اور مفادات کے تحفظ کے ذمہ دار ہیں۔

یہ معاملہ اب ہز ایکسی لنسی کے زیرِ غور ہے اور وہی قانوناً مجاز ہیں کہ ایسے عملی اقدام کریں۔ جو ہماری شکایات کے متعلق ہوں، اور جن سے کانگریسی حکومتوں کے زیرِ نگرانی صوبوں میں رہنے والے مسلمانوں کو مکمل طور پر حفاظت اور اطمینان کا احساس ہو سکے۔

میں نہیں چاہتا کہ ان حالات میں آپ کے خط کے مندرجات پر مزید بحث کروں، کیونکہ ایسا کرنا غیر ضروری ہے، تاہم مجھے کہنا پڑتا ہے کہ ان میں سے چند قطعاً غلط ہیں۔

ایم اے جناح

(۳)

بنام خان بہادر ایم اے کھوڑو

ماؤنٹ پیزنٹ روڈ۔ مالابار ہل

یکم اکتوبر ۱۹۴۱ء

ڈیئر مسٹر کھوڑو!

آپ کا ۲۴ر ستمبر کا خط موصول ہوا۔ جس میں پریس کے تراشے ملفوف ہیں۔ خان بہادر اللہ بخش کو نام نہاد نیشنل ڈیفنس کونسل کے ممبر کی حیثیت سے کام کیے جانے کی اجازت دینے پر مسٹر گاندھی اور کانگریس ہائی کمانڈ پر آپ کی تنقید سے مجھے اتفاق ہے۔ لیکن میں نہیں سمجھ سکتا کہ میں اس سلسلے میں کیا کر سکتا ہوں۔ یہ قطعی طور پر مسلمانانِ سندھ کے اختیار میں ہے۔ آپ نے کہا ہے کہ "ہندو اقلیت متحد اور پوری طرح منظم ہے، اور مسلم اکثریت میں پھوٹ ڈال کر وہ اپنا کھیل بڑی کامیابی کے ساتھ کھیل رہی ہیں" درست۔ یہ ہم پر بھی ظاہر ہے۔ اور یہی سبب ہے کہ میں آپ پر اور مسلم لیگ کی تنظیم کے دوسرے لیڈروں پر زور ڈالتا رہا ہوں کہ اپنے عوام کو منظم کیجئے۔ اور مسلم اکثریت کو تقسیم ہونے سے بچائیے، لیکن آپ لوگ نتیجہ برآمد ہونے میں بے صبری سے کام لیتے ہیں۔ آپ چاہتے ہیں کہ نتائج جلد برآمد ہوں۔ میں دوبارہ آپ سے اور مسلم لیگ کے دوسرے لیڈروں سے اپنی پُرزور خواہش کا اظہار کرتا ہوں کہ اپنے عوام کی تنظیم کیجئے۔ تاکہ سندھ میں جو صورتِ حال آپ کو پیش آ رہی ہے، آپ اس کا مقابلہ کر سکیں۔

مجھے افسوس ہے کہ پاکستان کے متعلق آپ کے خیالات نہایت مبہم ہیں۔ تاہم میں خوش ہوں کہ آپ نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ قطعی طور پر ایک جداگانہ نوعیت کا مسئلہ ہے۔ میں یقیناً آپ سے اور دوسرے مسلم لیگی لیڈروں سے تبادلۂ خیالات کرنا پسند کروں گا۔ اُمید ہے کہ آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے اجلاس میں جو اکتوبر کے آخری ہفتے میں دہلی میں منعقد ہو رہا ہے۔ آپ کثیر تعداد

میں شرکت کریں گے۔ ضرورت ہوا تو میرے کراچی جانے کا سوال بھی وہاں بحث میں لایا جا سکتا ہے۔

نیک خواہشات کے ساتھ

آپ کا مخلص

ایم اے جناح

خان بہادر، ایم اے کھوڑو، لاڑکانہ (سندھ)

(۴)

ماؤنٹ پلیزنٹ روڈ

مالابار ہل۔

۱۰ جون ۱۹۴۳ء

ڈیئر مسٹر کھوڑو!

آپ کے خط مورخہ ۵ جون کا بہت بہت شکریہ۔ مجھے خوشی ہوئی ہے کہ سکھر اور حیدرآباد کے ضلعوں میں آپ کا دورہ نہایت کامیاب رہا ہے، میں اپنے اور آپ کے دوست جعفر خاں جمالی کو خط لکھوں گا اور ان کی گراں قدر امداد اور لیگ کے لیے خدمات پر اظہارِ تحسین کروں گا، میں ان سے ایک سے زائد مرتبہ مل چکا ہوں۔ الٰہ آباد میں بھی میری ان سے ملاقات ہوئی تھی، میں جانتا ہوں کہ وہ بڑے پکے لیگی ہیں۔

جہاں تک صوبائی مسلم لیگ کے اجلاس کی کارروائی کے متعلق مسٹر راشدی کے بیان کا تعلق ہے۔ میں اس کی مکمل تفصیلات جاننا چاہتا ہوں مجھے خوشی ہے کہ آپ اپنے بیان کی ایک نقل مجھے بھیج رہے ہیں۔

اُمید ہے کہ آپ بخیر ہوں گے۔

نیک خواہشات کے ساتھ

آپ کا مخلص

ایم اے جناح

جناب ایم اے کھوڑو، لاڑکانہ (سندھ)

(۵)

ماؤنٹ پلیزنٹ روڈ

مالابار ہل۔

۱۳ جولائی ۱۹۴۳ء

ڈیئر مسٹر کھوڑو!

آپ کے ۶ جولائی کے خط اور صوبائی مسلم لیگ کونسل منعقدہ ماہِ مئی کے اجلاس کی ملفوفہ مختصر یادداشت کا بہت بہت شکریہ۔ براہِ مہربانی مجھے وقتاً فوقتاً یاد کرتے رہا کیجیے۔ مسٹر راشدی کے بارے میں یہ ہے کہ چند روز ہوئے وہ مجھ سے ملنے آئے اور میں نے انہیں بتایا کہ ان کے خلاف مختلف حلقوں سے جو رپورٹیں موصول ہوتی ہیں، ان سے قطع نظر ان کے اخبار میں ان کی جو تحریریں شائع ہوئی ہیں بیسیوں

سیال میں وہ ان لوگوں کے ذہن میں تشویش پیدا کرنے کے لیے کافی ہیں۔ جو سندھ میں پیدا ہونے والی صورتِ حال کا مطالعہ کرتے رہے ہیں۔ میں نے ان کو مشورہ دیا کہ اگر وہ اکثریت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر نہیں دیکھ سکتے۔ اور مسلم لیگ کے نظم و نسق کی ذمہ داری اب تمہارے ہاتھوں میں ہے، تو ان کے لیے مناسب طریق کار یہ ہوگا کہ رضا و رغبت سے ان لوگوں کو متاثر کریں نہ کہ جارحیت پر اتر کر تفریق پیدا کریں، اور اپنا بیشتر وقت اپنے اخبار کو ایک اعلیٰ درجے کا اخبار بنانے میں صرف کریں، اور مسلم لیگ کے معاملات عہدہ داروں اور انتظامیہ کے ہاتھوں میں چھوڑ دیں۔ مجھے امید ہے کہ وہ میرے مشورے پر عمل کریں گے، اور کسی قسم کی گڑبڑ پیدا نہ کریں گے۔ لیکن آپ لوگ خود بہتر فیصلہ کر سکتے ہیں کہ ان کے ساتھ کس طرح پیش آنا چاہیے۔ اور اس مسئلے میں کیا کرنا چاہیے۔

میرے سندھ آنے اور ورکنگ کمیٹی یا کونسل کا اجلاس کراچی میں بلانے کے متعلق یہ ہے کہ میں یقیناً آپ کی تجویز پر غور کروں گا، اور سوچوں گا کہ میں اس سلسلے میں کیا کر سکتا ہوں، لیکن آپ جان سکتے ہیں کہ لوگوں کا کراچی پہنچنا چنداں آسان نہیں ہے، کیونکہ وہ کوئی مرکزی مقام نہیں ہے۔ میں آپ کی اس خواہش کو سمجھ سکتا ہوں کہ آپ ہم سب کو وہاں بلانا چاہتے ہیں۔ اس سے آپ میں سے اُن لوگوں میں خاطر خواہ تحریک پیدا ہوگی۔ جو ہمارے مقصد کے لیے جد و جہد کر رہے ہیں۔ چنانچہ میں آپ کے نقطۂ نظر کو پسند کرتا ہوں، لیکن آپ کو بھی مشکلات کا اندازہ لگانا چاہیے۔

نیک خواہشات کے ساتھ

آپ کا مخلص

ایم اے جناح

خان بہادر ایم اے کھوڑو۔ ۱۲۴ اسلم کالونی

بریٹو روڈ کراچی

(۶)

بنام حاتم علوی

ماؤنٹ پلیزنٹ روڈ، مالابار ہل، بمبئی

یکم اگست ۱۹۴۲ء

ڈیئر مسٹر علوی۔

آپ کا خط مورخہ ۲۱ جولائی موصول ہوا، جس کے لیے شکریہ قبول کیجئے۔ میں اس پر توجہ نہیں کر سکا، کیونکہ شملے سے واپسی پر میں بہت تھکا ہوا تھا۔ آپ کے تمام مراسلات اور تار وصول ہوئے، جن کا شکریہ!

ایک نکتہ آپ پوری طرح نہیں سمجھ سکے ہیں، اور وہ یہ ہے کہ مجھے اس پر غور کرنے کا موقع نہیں دیا گیا کہ مسلمانوں کے کوٹے میں یونینسٹ مسلمانوں کا شمول ہمیں منظور ہے کہ نہیں۔ وائسرائے کو اصرار تھا کہ ایک یونینسٹ ممبر کو ضرور شامل کیا جائے۔ اور مجھے ہاں یا نہ میں جواب دینا تھا۔ یہ صورتِ حال تھی کہ سیاسی جوڑ توڑ کی کوئی گنجائش نہ تھی، جیسا کہ آپ خود خیال کر سکتے ہیں، اور اس بات کی مزید وضاحت انہوں نے اس خط و کتابت میں کر دی ہے، جو میرے ان کے درمیان ہوئی ہے، اور جو سامنے آ چکی ہے۔ اگر آپ نے میرا وہ بیان بغور پڑھا ہوتا، جو کانفرنس کے ناکام ہو جانے کے بعد ۱۴ جولائی کو دیا گیا تھا، تو آپ کو معلوم ہو جاتا کہ اس میں صاف طور پر بتا دیا گیا ہے کہ اس ناکامی کا سبب یہ ہے کہ وائسرائے کو ملک سر خضر حیات خان کے نامزد امیدوار کی شمولیت پر اصرار تھا—— ایک خط آپ نے مس جناح کو بھیجا ہے، لیکن اس پر کسی مسٹر جان کا پتہ درج ہے۔ اس لئے میں اسے آپ کو واپس بھیج رہا ہوں۔ امید ہے کہ آپ بخیر ہوں گے۔ نیک خواہشات کے ساتھ

آپ کا مخلص

ایم اے جناح

جناب حاتم علوی

علوی منزل کراچی

ڈیر مولانا گرامی
السلام علیکم

[illegible] الحمد للہ [illegible] خیریت ہے۔
[illegible] زمانہ قریب ہے [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

والسلام
آپ کا [illegible] محمد اقبال

اقبال

بنام شیخ غلام قادر گرامی

ڈیئر مولینا گرامی[1] !

السلام علیکم ——— آپ کا خط اسی روز پہونچا، جس روز میں دہلی جارہا تھا۔ اشعار نے خوب مزا دیا۔ کیا خوب کہا ہے ؎

ذوقِ وارفتگی رخ کلہان دہلی

ہر شعر اور ہر مصرع لاجواب۔ کاش آپ بھی دہلی تشریف لاتے تو دو چار روز جو میں وہاں رہا خوب کٹ جاتے۔ مہاراجہ صاحب بہادر سے ملاقات ہوئی۔ میں نے انہیں کے دولت خانے میں قیام کیا اور دل کو ان کے شکریوں سے مملو واپس لایا۔ ملازمت کے متعلق انہوں نے مجھ سے گفتگو کی تھی مگر کوئی خاص بات نہ تھی۔ عام گفتگو تھی جس سے میں ان کا عندیہ معلوم نہ کرسکا۔ بہرحال مجھے بیتابی نہیں۔ مقدر کا قائل جو شخص ہو اس کی طبیعت مطمئن رہتی ہے۔ مجھ کو جہاں ہوں، اپنے فرائض مفوضہ کی ادائیگی سے کام ہے خواہ لاہور میں ہوں خواہ لندن میں ہوں۔ کسی خاص جگہ ملازمت کرنے کی خواہش بھی دل میں پیدا نہیں کرتا۔ کیونکہ سراپا تن بہ تقدیر ہوں۔ والسلام۔

آپ کا مخلص

محمدؐ اقبال

مولینا اکبر الہ آبادی کا کیا خوب شعر ہے ؎

گفت ہاشم بے سبب زانگلش مرا اکراہ نیست
ہر کتابے را کہ بکشادیم بسم اللہ نیست

ہاشم ان کے لڑکے کا نام ہے۔

---

[1] اس خط پر تاریخ درج نہیں مگر یہ ۱۹۰۸ء اور ۱۹۱۱ء کے درمیان کا ہے۔

(۲)

لاہور
۳ ستمبر ۱۹۱۲ء

مخدومی جناب مولینا مولوی گرامی صاحب

آپ کا تخلص گرامی کی جگہ "نومی" ہونا چاہیے کیونکہ آپ سوتے بہت ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ زمان لنکا کے بادشاہ کی طرح آپ چھ ماہ سوتے ہیں اور چھ ماہ جاگتے ہیں۔

حیدر آباد کی شاہی میں تبدیلی ہوئی۔ وزارت بدل گئی مگر آپ ابھی اونگھ رہے ہیں۔ برائے خدا کبھی اپنی خیریت سے مطلع کیا کرو۔ آپ کے بہت سے لاہوری دوست استفسارِ حال کرتے ہیں تو مجھے یہی جواب دینا پڑتا ہے کہ مولانا گرامی آرام میں ہیں۔ اکثر تو یہ کہتے ہیں کہ ان کو خط نہ دو کیونکہ ان کے جگانے کے لیے شورِ محشر کی ضرورت ہے، خطوں سے کیا ہوتا ہے۔

کب تک لاہور آنے کا قصد ہے؟ بیگم اقبال سلام قبول کریں۔ نیز ان سے یہ درخواست ہے کہ مولوی گرامی یعنی "شیخ نامی" سے جس طرح بن پڑے خط لکھوائیں۔ والسلام

آپ کا خادم
محمد اقبال از لاہور

(۳)

لاہور
۱۸ دسمبر ۱۹۱۶ء

شاعرِ خاص حضورِ نظام جناب مولینا گرامی

میں بڑے دنوں کی تعطیلوں میں کہیں باہر نہ جاؤں گا۔ علاوہ اس کے شیخ عبدالقادر بھی اسی خیال سے لاہور میں قیام کریں گے کہ شاید مولانا گرامی لاہور آنکلیں۔ مالیر کوٹلے کے نواب ذوالفقار علی خاں بھی آپ سے ملنے کے بہت شائق ہیں۔ غرض کہ یہ دعوت صرف اقبال کی طرف سے نہ سمجھئے بلکہ اقبال و ذوالفقار و قادر کی طرف سے تصور کیجئے۔ بھلا جس کو اقبال و ذوالفقار خود دعوت دیں وہ کیوں کر انکار کر سکتا ہے کہ تمام زمانہ ان دو چیزوں کی تلاش میں سرگرداں ہے۔ اگر اکیلے سفر محال ہو تو میں یہاں سے اپنے ملازم علی بخش کو بھیج دوں، وہ آپ کو ہوشیار پور سے ساتھ لے آئے گا۔ کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ سردی بھی ایسی شدید نہیں کہ مانع سفر ہو۔ غرض یہ کہ ضرور تشریف لائیے۔

مندرجہ ذیل زمین میں غزل بھی لکھتے لائیے۔ زیادہ کیا عرض کروں۔ انکار نہ ہو ورنہ ہمارا آپ کا کوئی یارانہ نہیں۔

خوش آں کہ رخت خرد را بشعلۂ می سوخت
مثالِ لالہ متاعے ز آتشے اندوخت
تو ہم ز ساغرِ مے چہرہ را گلستاں کن
بہار خرقہ فروشی بہ صوفیاں آموخت
مسنج قدرِ سرودم از نوائے بے اثرم
ز برقِ نغمہ تواں حاصلِ سکندر سوخت

۱۸ر دسمبر سنہ ۱۶ء — محمد اقبال انار کلی لاہور

(۴)

ڈیر گرامی!

کئی دنوں سے آپ کا کوئی خط نہیں ملا۔ خیریت تو ہے؟ امید کہ اب آپ کے گھر کے لوگ بہ فضل خیریت سے ہونگے کل آپ کے ایک عزیز نے مجھ سے ایک عجیب و غریب بات کہی۔ خط میں لکھنے کی نہیں۔ ملاقات ہوگی تو عرض کروں گا۔ اشارہ دیتا ہوں کہ وہ بات آپ سے تعلق رکھتی ہے۔ آپ لاہور آنے کا قصد کب تک ہے؟ کیا حیدرآباد سے کوئی خط آیا اور کچھ حالات وہاں کے معلوم ہوئے؟ مہاراجہ کا خط آیا تھا۔ وہ علیل تھے مگر اس خط میں کوئی اور تذکرہ نہ تھا۔

مثنوی کا دوسرا حصہ قریب الاختتام ہے۔ تقریظ موعودہ لکھیئے۔ وقت پر اطلاع کر دی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ آپ کی تقریظ کے لئے اس کی اشاعت کو روکنا پڑے۔ کیا اچھا شعر کسی استاد کا ہے

مغاں کہ دانۂ انگور آب می سازند
ستارہ می شکنند آفتاب می سازند

۲۱ مئی سنہ ۱۷ء — مخلص محمد اقبال لاہور

(۵)

لاہور

۳ر جولائی سنہ ۱۷ء

ڈیر مولینا گرامی — السلام علیکم

مجھے آپ بھی کہیں گے کہ اس نے خطوں کا تانتا باندھ دیا۔ میں نے پچھلے خط میں لکھا تھا کہ اس فکر میں ہوں کہ حضرت بیدل کے متعلق ایک ایسا شعر لکھا جائے جو معانی کے اعتبار سے ایک سو شعر کے برابر ہو۔ آج صبح آنکھ کھلتے ہی وہ شعر ذہن میں آیا۔ ابھی اسے خراد کی ضرورت ہے عرض کرتا ہوں:

گریۂ شب ہائے آں بالانشیں
ہمچو شبنم ریخت بر عرش بریں

اس شعر کو بہ نظر غور ملاحظہ فرمایا ہے۔ "بالانشیں" "ریختن" کے لیے ضروری معلوم ہوتا ہے مگر کسی قدر کھٹکتا بھی ہے۔

اب آپ جانیں اور آپ کا کام۔ میں نے مضمون پیدا کر دیا۔ باقی خیریت ہے۔ میرے خطوط کے جواب دیجیے اور یہ بھی لکھیے کہ لاہور آنے کا کب تک قصد ہے؟ والسلام

مخلص محمد اقبال لاہور

(۶)

ڈیر مولینا گرامی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

والا نامہ ابھی ملا ہے۔ الحمد للہ کہ خیریت ہے۔

مصرع "ایں سر خلیل است" لنج حاضر ہے۔ حضرت یہ کیا کوئی بات ہے۔ آپ کا کمال ہے مگر آپ نے جو مصرعے لکھے ہیں ان سے تاب کو تسلیم نہیں ہوئی۔ غضب کچھ اور مانگتا ہے اور معلوم نہیں کیا۔ چند اشعار خان نیاز الدین خاں صاحب کے خط میں تھے۔ غزل پوری کر کے ارسال فرمائیے۔ پھر آپ ہی کو دفعہ داد دوں گا۔

"با سوختگاں قند مکرر نتواں گفت" خوب مصرع ہے۔ اقبال بھی غزل ضرور لکھے گا مگر گرامی کی لطافت و صلابت کہاں سے لائے گا۔ باقی خدا کے فضل و کرم سے خیریت ہے۔ عجیب و غریب مضامین خیال میں آتے ہیں مگر ان کی تکمیل کے لیے فرصت اور وقت کہاں سے آئے گا؟

گزشتہ شب سے بارش ہو رہی ہے۔ سردی پھر عود کر آئی ہے۔ والسلام

۱۶ ؍ فروری ۱۹۱۹ء مخلص محمد اقبال لاہور

(۷)

لاہور

۷ ؍ جنوری ۱۹۲۳ء

ڈیر مولینا گرامی۔ السلام علیکم

کئی روز ہوئے خط لکھا تھا جس کا جواب آپ کے ذمہ ہے۔ خدا کرے آپ بخیریت ہوں۔

آپ نے سن لیا ہو گا کہ اس سال اقبال خلاف توقع خطاب یافتہ ہو گیا۔ اس اعزاز کی اطلاع میں آپ کو خود دیتا مگر جس دنیا کے ہم اور آپ رہنے والے ہیں وہاں اس قسم کے واقعات احساس انسانی سے بہت نیچے ہیں ؎

نہ من بر مرکب ختلی سوارم نہ از وابستگان شہریارم

مرا اے ہمنفس دولت ہمیں بس
چو کاوم سینہ را لعلے برآرم

خبر خیریت لکھیے۔ گھر میں میری طرف سے آداب۔ آپ لاہور کب تک آئیں گے؟

مخلص محمد اقبال لاہور

(۸)

۲۵ راکتوبر ۲۴ء

ڈیر مولانا گرامی - السلام علیکم

آپ کا والا نامہ لاہور سے ہوتا ہوا لدھیانہ میں ملا۔ جو مصرع آپ نے تجویز فرمایا ہے، اس کے متعلق پھر عرض کرونگا فی الحال یہ رنج دہ خبر آپ کو دینا ہے کہ میری لدھیانے والی بیوی ۱۲ اکتوبر کو یہاں لدھیانے میں انتقال کر گئی۔ ان کو نمونیا ہو گیا تھا اور انسانی علم طب کی کوئی تدبیر ان کی زندگی نہ بچا سکی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مرحومہ گذشتہ دس بارہ سال میری زندگی میں شریک رہیں اور اس مدت میں انہوں نے جو میری خدمت گزاری کی۔ کم کسی بیوی نے اپنے شوہر کی کی ہوگی خدا تعالیٰ ان کو اس کا اجر جزیل عطا فرمائے۔ میں ۱۹ اکتوبر سے لدھیانہ میں ہوں۔ آج شام لاہور واپس جاؤں گا۔ آپ سے التماس ہے کہ کوئی عمدہ مادۂ تاریخ نکالیے جس کو ان کے مزار پر کندہ کرایا جائے۔ میں خود بھی فکر کروں گا۔ چونکہ آپ بزرگ ہیں اس واسطے تبرکاً آپ سے مادۂ تاریخ وفات کی درخواست کرتا ہوں۔ سنہ ۱۳۴۳ ہجری ہے۔

امید کہ مزاج بخیر ہوگا۔ والسلام

مخلص محمد اقبال

عکسی خطوط کے صفحات زائد ہیں، صفحہ ۲۸ کے بعد صفحہ ۲۹ سلسلہ وار

صاحبِ طرز

خطوط نگار

(۱) غالب (۲) شبلی (۳) ابوالکلام
(۴) مہدی افادی (۵) محمد علی ردولوی











فرزانهٔ ستوده شیوه روشن روش برگزیدهٔ رب جلیل حضرت مولوی سید جمیل

ما را این نوردی نبید و اسم بی مسمی یعنی غالب بی برگ و نوا را یاد آورده اند

همانا دودمان خوبی را چشم و چراغند و گلزار نکوئی را صبح و نسیم

دلکش نامهٔ مهرپیوند در گهرریزه به غزلی چند به ورود خویشتن نه

در بر هر گره دل کشود که شادمان رانند از آن راه به نهانخانهٔ ضمیر در نمایند

خویشتن‌بینی تنگ ز اصلاح مهر افزود چندانکه دیده بدان سواد روشن

نازیبا صورتی بنظر در نیامد گر بلکی که اینچنین الفاظ را سرگذشتی فرو

ریزاد و کلکی که برین نقوش خط کشد سرشی تربیه باد هنجار

روش خود از پیروزها در رو نیست آری خامه در بیان هر کسی خرامی

دیگر دارد آموزش را درین پرده راه نیست و اگر گویند هست

هرآینه میتوانیم گفت که نیست مگر به همنشینی و همزبانی آموزگار

بسر بردن روزگار در تیره کردن گفتار چون صحبت میسر نشد و

گفته آمدم، هرچه بهر نمط گفته اند نه غلط گفته اند، می باید حلقه بر
در دل زد و همت از مبداء فیاض دریوزه کرد، به کثرت مشق و
فراوانی ورزش و پیروی راهروان راه دانی گشت بینش ها گرامی
خواهد نمود و اندیشه را دستگاه و گفتار را سرمایه خواهد افزود
دانش و کنشی پارسی ده پله گر باشد. آزاد اسد الله نگاشته شنبه
بیست و هشتم صفر سنه ۱۲۸۱ هجری

(۲)

[illegible]

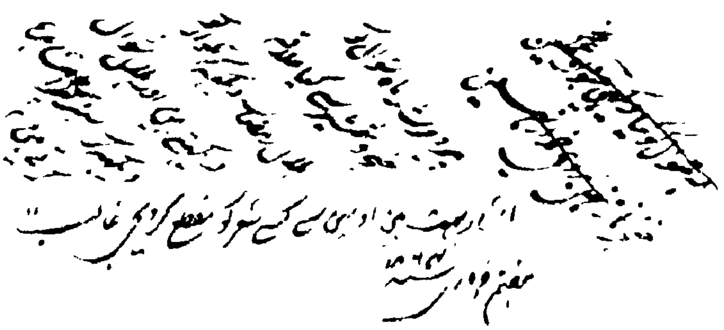
جب مطلب صورت التحریر پر ٹھہرا تو کیا کہوں ابھی آپ کے خط میں مطلب جواب لکھنے کے قابل ہے

[illegible]

(۳)

جناب مخدوم مکرم کو میری بندگی تفقد نامہ مرقومہ ۱۲ ستمبر میں نے پایا حضرت
کی سلامت حال پر خدا کا شکر بجا لایا کوئی محکمہ تخفیف میں آئی کوئی گماشو
شدہ گشت ہے انکا عہدہ آپکو مبارک آپکا کام نئی نئی سلامت
از وہ جو اپنے ابن الحال کا اس محکمہ میں وکیل ہونیکا آپکو کھٹکا ہے
البتہ بجا ہے جب آپ ظاہر کر چکے ہیں تو اب اوسکا اندیشہ کیا ہے حاکم
سمجھ لیگا وہ وکیل ہیں محکمہ منصفی میں نہ رہینگے محکمہ صدر امین و
سشن جج میں کام کرینگے میں نہ تندرست ہوں نہ رنجور ہوں زندہ ہستو
ہوں دیکھیے اب بلاتے ہیں اور جب تک جیتا رہوں اور کیا دیکھنا ہیں
والسلام بہ الوف الاحترام نجات کا طالب غالب ۱۲ یکشنبہ ۲۹ ستمبر سنہ ۱۸۶۱ عیسوی

(۴)



۵

بل بنا شوخی لو ہر نگاہ ناز کی
ایک برچھی سی جگر کے پار ہے

رنج کچھ جھینی سی [illegible] پار ہے

دل کا ہاتھا چیر کر نکل گیا

کس نگاہ یار اس تاب دار ہے

وقت آخر تو نہ ابی بیمار کا

عشق [illegible] کی بیمار ہے

دل لگا کر ولی کہیں ملتا نہیں

سو جگہ جو عشق کی ہزار ہی

ذوق شوق و تصویر [illegible] کا

[illegible] سب سمجھ ہزار ہی

دیکھنی ایک جگہ سی پاری

[illegible] و بیگاری

حال کچھ کہتا نہیں اور شوخ کا — وصل کیا جو ہے نہیں ہے — یک نظر میں سیکڑوں جو بیٹھیں خون — گلشن ہی ہی حسن سہہ نہیں — مجھ کو واجب ہے عنایات تم جیسے

لے گئی جانی پر بہت اصرار ہے — عشق زر دوری میں بیگاری — چشم ہاں کی یہی ہمار ہے — گل کی پہلو میں ہنسکر نشار ہے — ٹوٹ گئی مرے جنون بیمار ہے

بولنے میں اب کبھی ملتا نہیں

حضرت غزل سراسر موزوں و ذوق انگیز ہے ایک شعر میں ایک لفظ بنا دیا گیا ایک شعر کا پہلا مصرع بدل دیا گیا موم خاں کے اس مصرع میں تردد کیا معنی

تم نے دشمن کو مبارکباد کیا ہے معنے از نہیں ہے بلکہ معنے مثل و مانند ہے یعنے جوں تو دشمن اگر حقیقت دہد ہر آن چہ عبارت و حق کے

وعدے سے ہو دل شاد کیا ہے دشمن کو مبارکباد کیا یعنے اگر تم نے کہا ہے تو مبارک ہو کل ہم آئینگے یا تمہیں بلائینگے ہم ایسے وعدے کیا خوش

ہونے [illegible] تم جیسے دشمن کے مبارکباد دینے سے کیا ہوتا ہے غالب ۱۹ مارچ سنہ ۶۴

ان سے ذکر کیا مگر معلوم ہوا کہ مولوی عبدالغفور شہباز کے سامان کے ساتھ ضائع ہوگیا یا کم از کم عسیر الحصول ہے۔ اب آپ کیلیے پھر مزید تحقیق کرتا ہوں۔ (۲) حضرت امیر خسرو کے حالات عام و متعارف کتابوں سے تو آپ نے فراہم کر ہی لیے ہوں گے۔ باقی مخصوص کتابیں تو جہاں تک فقیر کے علم میں ہے کسی ایسی کتاب کا وجود ہی نہیں ہے۔ مشہور ہے کہ خواجہ حسن سنجری نے ایک کتاب مجالس خسروی لکھی تھی، اور اس میں حضرت امیر کے تمام حالات و سوانح جمع کیے تھے، نیز مخصوص اُن مجالس کا حال جو حضرت نظام الدین کی صحبت و اردات سے تعلق رکھتے ہیں۔ ایک زمانے میں میں نے بڑی تلاش کی لیکن بالکل ناکامی رہی۔ اصل یہ ہے کہ اس قسم کے بزرگوں کی سوانح نویسی کیلیے رجال و تراجم پر بالکل اعتماد نہ کرنا چاہیے بلکہ تمام تر محنت ان کی تصنیفات کے مطالعہ و کاوش میں کرنی چاہیے۔ ضمناً ان سے ایسے ایسے سراغ مل جاتے ہیں کہ پوری لائف مرتب ہو جاتی ہے۔ سب سے پہلے آپ یہ کیجیے کہ کلیات نظم و نثر مکمل بہم پہنچائیے اور اس کا بالاستیعاب مطالعہ من اولہٖ الی آخرہٖ کر ڈالیے۔ امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔ الہلال جولائی سے جاری ہو جائے گا۔ تاخیر جواب کے لیے بکر خواستگار معافی۔ ورسوانح نذیر احمد مرحوم کی عدم تبصرہ نویسی پہ متاسف۔ انشاء اللہ برابر اردو میں الہلال ہوں۔

۲۲ جون ۱۹۱۵ء از کلکتہ

بنام مالک رام (۳)

کلکتہ ۱۰/ $\frac{۸}{۳۹}$

عزیزی۔ خط پہنچا۔ ابھی تک میری شکایت دور نہیں ہوئی ہے، معالجہ جاری ہے۔

مصر کی جو بول چال آپ نے سُنی ہے اسے دارجہ کہتے ہیں۔ نجد کے علاوہ تمام عربی ممالک میں بول چال کی زبان یہی بگڑی ہوئی زبان ہے۔ حروف کی تخریب ہر جگہ یکساں نہیں کہیں ق کی جگہ گ بولتے ہیں کہیں الف مثلاً قالوا کو کہیں گالو کہیں آلو۔ علاوہ بریں طرح طرح کی تحقیقات اور تحریفات رائج ہوگئی ہیں۔ مثلاً "ایُّ شئٍ" کی جگہ "اَیش"، "قد رای شئٍ" کی جگہ "قدّ یش" جو اب "گدّ یش" ہوگیا ہے۔ اس اعتبار سے حجاز کی دارجہ سب سے زیادہ ردّی ہے۔

یہ بگڑی ہوئی زبان بول چال کے ذریعہ بہت جلد سیکھ لی جاسکتی ہے، لیکن غیر ضروری ہے۔ یورپ کے بعض اورینٹلسٹ نے اسے منضبط کرنے کی کوشش کی ہے اور لغت ترتیب دیے ہیں۔ مصر میں لوگوں نے اسے اسٹیج پر لانا چاہا تھا، و متعدد ڈرامے تیار بھی کیے، مگر کامیابی نہیں ہوئی۔ تاہم اسٹیج اور ڈراما کی کامکالمہ اب یہ رنگ پکڑ رہا ہے۔ والسلام علیکم

ابوالکلام

بنام مالک رام (۴)

عزیزی! آپ عربی کی مندرجہ ذیل کتابیں ترتیب سے دیکھیے:

(۱) مجانی الادب — اس کی ۸ جلدیں ہیں۔ اس کا مطالعہ بہ تدریج و بہ ترتیب کیا جائے۔

(۲) علم الادب (مطبوعہ بیروت) — اس کی دو جلدیں ہیں۔ بیان و معانی میں کفایت کرے گی۔

(۳) ادب الکاتب (ابن قتیبہ)
(۴) فقہ اللغۃ (ثعالبی)
(۵) کلیلہ و دمنہ

والسلام علیکم   ابوالکلام

(۵)

بنام مولوی عبدالرزاق کانپوری

حضرت مجمع الفضائل مولانا صاحب مدفیوضہ

السلام علیکم، مزاج شریف، والا نامہ ورود ہوا۔ شرف افتخار ہمراہ لایا۔ خادم آپ کی اس عنایت بے غایت کا حد درجہ شکور و ممنون ہوا کہ اس نالایق پر نظر مشفقانہ فرمائی اور جواب عریضہ سے افتخار اور عزت افزائی بخشی ؎

یہ فقط آپ کی عنایت ہے   ورنہ میں کیا مری بضاعت کیا

فی الواقع آپ کی ذات بابرکات مغتنمات روزگار سے ہے۔ اللہ جل شانہ آپ کو عمر نوحی سال سلامت رکھے اور مکروہات زمانہ سے محفوظ ع

خاموشی از ثنائے تو حد ثنائے تست

آپ نے جس اہم کام کا بیڑا اٹھایا ہے فی الواقع نہایت ہی مشکل ہے۔ بارہا عرض کرتا ہوں کہ یہ آپ ہی کی ہمت تھی کہ اس پرخطر میدان میں بلا دریغ قدم رکھا۔ انشاء اللہ آپ کامیاب ہوں گے اور عنقریب آپ کی بے بہا تصنیف سے ملک مستفیض ہوگا۔

حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی لائف میں نے تھوڑے عرصہ سے شروع کر دی ہے لیکن جیسا کہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے۔ واقع میں ایک بہت بڑے سرمایہ کی ضرورت ہے اور وقت کثیر درکار ہے لیکن السعی منی والاتمام من اللہ کا مقولہ ہر وقت پیش نظر ہے۔ اور اگر اللہ کی مرضی ہوئی تو ایسے کام میں کامیاب ہوں گا اور ضرور ہوں گا۔

اعظم گڑھ میں مولانا شبلی نعمانی کا عمدہ کتب خانہ ہے۔ گزشتہ کانفرنس میں (جو کلکتہ میں جلسہ ہوا تھا) مولانا شبلی صاحب سے نیاز حاصل ہوا تو میں نے عرض کیا کہ آپ کے مفید کتب خانے سے خادم بھی مستفیض ہونا چاہتا ہے۔ مولانا موصوف نے فرمایا کہ میں فہرست بھیجوں گا۔ شاید فرصت نہیں ہوئی اس لیے ارسال نہیں کی۔ کل بھی میں نے شبلی صاحب کے یہاں عریضہ لکھا ہے۔ چونکہ آج کل رائل ہیروز آف اسلام سے صلاح الدین ایوبی کی لائف لکھنے میں کم فرصت ہے۔ پٹنہ کی بابت جو کچھ آں جناب نے تحریر کیا ہے بجا ہے۔ ۱۱ رجب المرجب کو میں پٹنہ جاؤں گا۔ کیونکہ ندوۃ العلماء کا سالانہ جلسہ ہے۔ اس لیے وہاں کے کتب خانے کی بھی سیر ہو جائے گی۔ اگر تصنیفات غزالی مل گئیں تو دیکھ لی جائیں گی، انشاء اللہ تعالیٰ

ابھی صرف احیاء العلوم وغیرہ پر ایک تفصیلی ریویو کیا گیا ہے اور جو کتابیں دست یاب ہوئیں ان سے امام صاحب کے حالات قلم بند کیے ہیں۔ مصر وغیرہ سے کتابوں کے لیے خطوط لکھے ہیں طبقات الشافعیہ تو موجود ہے۔ آپ دعا کیجیے۔

تمدنِ عرب، الفاروق، دربارِ اکبری، ترجمہ قرآن نظم وغیرہ میں قبل منگا چکا ہوں۔ سبحان اللہ یہی کتابیں تو ہمارے لیے سرمایۂ ناز ہیں۔ اللّٰھم زِد فزد۔

دیگر یہ تحریر فرمائیے کہ آج کل سائنس کی جو کتابیں انگریزی میں لکھی جاتی ہیں ان کے ترجمے اُردو میں بھی ہوتے ہیں۔ اگر یہ ٹھیک ہے تو کہاں ہوتے ہیں؟ تحریر کیجیے گا۔

خادم العلماء
غلام محی الدین آزاد کان اللہ لہٗ

سید سلیمان ندوی

بنام سید وحید احمد قیصر ندوی

(۱)

دارالمصنفین اعظم گڑھ ۔ مورخہ ۱۰ فروری ۴۴ء

عزیزم سلمہٗ السلام علیکم

آپ کے خیالات معلوم ہوئے، ابھی آپ طالب علم ہیں آپ دو سال تک پورے انہماک سے تعلیم میں مصروف رہیں۔ پہلے طلب علم میں کمال پیدا کیجیے تو دنیا خود آپ کے پاؤں چومے گی۔ یہ شعر اکثر پڑھا کیجیے:

"کسب کمال کن کہ عزیز جہاں شوی"

والسلام

(مولانا) سید سلیمان ندوی

(۲)

۷۸۶

دارالمصنفین اعظم گڑھ

عزیز کرم، دعا

السلام علیکم۔ تمہارا خط ملا، خوشی ہوئی کہ تم نے میری فہمائش[1] کو گوشِ قبول سے سنا اور عمل کا خیال کیا۔ یہی آئندہ کی کامیابی کی راہ ہے۔ کسی دعوت کی کامیابی کی سب سے پہلی کنجی خود داعی کی شخصیت میں ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جس دعوت کو لے کر کوئی اٹھے وہ اس پر خود عامل ہو۔ نظری داعی نہ ہو، بلکہ عملی داعی ہو۔ آپ کلمہ اور نماز پر خود عامل ہیں اور مختلف اوقات میں مختلف مسجدوں میں جا کر اس پر مختصر اور سادہ تقریریں کریں اور بے تکلف احباب اور ملنے جلنے والوں سے اسی تحریک دعوت پر گفتگو کرتے رہیں۔ یہ جوش و انہماک خود لوگوں کو متوجہ کرے گا۔ آپ نے قرآن میں بار بار پڑھا ہے وما علی الرسول الا البلاغ اس کا تجربہ کیجیے داعی کا کام دعوت کا پہنچا دینا ہے۔ منوا دینا نہیں ہے، خوب سمجھ لیجیے، شرط یہ ہے کہ آپ محض اخلاص باللہ اور شغف بالمسلمین کے جذبہ سے کام کریں اپنی تعریف اور دوسروں کی خود غرضی

---

[1] حضرۃ الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے داڑھی منڈوانے پر فہمائش فرمائی تھی۔

کے لئے نہ کریں۔
دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی خدمت کو قبول فرمائیں۔ والسلام

سید سلیمان
۱۴ر رمضان المبارک ۱۳۶۲ھ

(۳)
۶۸۶

دارالمصنفین اعظم گڑھ

عزیز مکرم! دعائے خیر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ کا خط مورخہ ۱۹ر شعبان ملا۔ میں سفر میں تھا۔ شکریہ کہ آپ نے یاد کیا اور یاد رکھا۔ انگریزی پڑھنے میں بحیثیت زبان تو کوئی حرج نہیں مگر تجربہ شاہد ہے کہ اس چکر میں جو پڑا ہے پھر وہ اس سے نکل نہ سکا اور ساتھ ہی اس گرداب میں دین و ایمان کو بھی ڈبو بیٹھا۔ میں تو اس کی رائے کبھی نہ دوں گا۔ آپ کے والد نے جس دن آپ کو عربی تعلیم کے لئے حوالہ کیا تھا تو ان کا مقصد یہی ہوگا کہ وہ آپ کو دین کی خدمت کے لئے اللہ تعالیٰ کے نذر کر رہے تھے۔ ظاہر ہے کہ عربی تعلیم کے بعد کسی بڑی نوکری کی امید تو وہ کر نہیں سکتے تھے۔ اب جب آپ نے بفضلہ تعالیٰ تکمیل کر لی تو آپ کی نیت کیوں بدل گئی کہ اب وہ دیدہ و دانستہ آپ کو باطل کے نذر کرنا چاہتے ہیں اور گذشتہ حسن نیت کے ثواب کو بلکہ عمل کو ضائع کرتے ہیں۔ باقی رہی روزی تو وہ تو انشاء اللہ تعالیٰ موعود ہے وہ تو ملے گی۔ خواہ کم ہو یا زیادہ۔ حرص دنیا کا تقاضا یہ ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ کا طالب ہوتا ہے حالانکہ اگر زیادہ مقدر نہیں تو سب کچھ کرنے سے بھی نہیں ملے گا۔ کیا ہزاروں بی۔ اے اور ایم۔ اے ٹھوکریں نہیں کھاتے پھرتے لیکن کوئی مولوی کبھی بیکار محض نہ ملے گا۔ خصوصاً اگر اس نے کچھ بھی تعلیم حاصل کر لیا ہے۔ آپ چاہیں تو رمضان بعد آکر یہاں دیکھیں اور میں آپ کو دیکھوں کہ آپ سے کیا کام لیا جا سکتا ہے تاکہ آپ کو اس میں لگایا جائے۔

تعلیم کے بعد ضرورت تربیت کی ہوتی ہے اس کے بغیر آدمی کندۂ ناتراش ہوتا ہے۔

رمضان المبارک میں آپ وہاں لوگوں کو ترجمۂ قرآن کریم سنایئے، آپ کر سکتے ہیں۔ والسلام

سید سلیمان ۲۴ر شعبان ۱۳۶۲ھ

(۴)
۶۸۶

دیسنہ، ضلع پٹنہ

عزیزم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ میں تین مہینہ سے باہر ہوں۔ اب اعظم گڑھ اور وہاں سے بھوپال

۱؎ لکھنؤ میں ۱۹۴۲ء ندوۃ العلماء سے فاضل میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد میں نے وہیں سے میٹرک کا امتحان پاس کیا تھا اور اب میں کالج میں داخل ہونا چاہتا تھا۔

جا رہا ہوں۔ آپ جولائی کے اوائل میں خط لکھیں۔ اللہ تعالیٰ کچھ مناسب بندوبست فرمادیں، بشرطیکہ آپ مستعد اور تیار اور کسب کمال کے لئے مشکلات پر عبور کا عزم بفضلہ تعالیٰ رکھتے ہوں۔

اپنے والد صاحب محترم کو سلام کہدیں۔ والسلام

۱۱ر جون ۱۹۴۰ء سید سلیمان

(۵)

۰۸۶

دارالمصنفین

برادرم مولوی وحید احمد صاحب زاد سعدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ میں یہاں چند روز پہلے آیا ہوں، یہاں کے انتظامات کو دیکھا تھا۔ آپ اب یکم جولائی تک یہاں[1] جلد چلے آئیں، میں چند سے ابھی باہر رہوں گا۔ یہاں کتب خانہ میں بیٹھ کر آپ کو کم از کم چند ماہ صرف مختلف کتابوں کے مطالعہ میں صرف کرنے ہوں گے۔ میری غیر حاضری میں مولانا عبدالسلام[3] صاحب اور مولوی شاہ معین الدین[4] صاحب آپ کی تعلیم و تربیت کریں گے، اور بذریعہ خط بھی مجھ سے صلاح و مشورہ چاہیں گے۔ اب آپ عزیمت کے ساتھ آجائیے اور یہاں آکر مولانا مسعود علی[5] صاحب سے ملئے۔ وہ آپ کا سارا انتظام کر دیں گے۔ انتظامی نگرانی ان کی رہے گی اور ان کی اطاعت ہر حال میں ضروری ہے۔ آپ کو ہر دست لاحق ماہوار وظیفہ ملے گا۔

باقی ہدایات خطوط[6] سے ملتے رہیں گے۔ والسلام

۱۹ر جون ۱۹۴۰ء سید سلیمان

(۶)

۰۸۷

بھوپال

عزیزی دعائے خیر!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ کا آنا مبارک۔ خدا کرے کہ آپ کا ادبی مقصد پورا ہو اور آپ کی آمد دارالمصنفین

---

[1] جناب سید شاہ رشید احمد صاحب منعمی مدظلہ

[2] مجھے سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دارالمصنفین اعظم گڈھ کا رفیق نو کر لیا گیا تھا، وہاں میں نے سید صاحب کی تصنیف و تالیف کی تربیت حاصل کرتا رہا

[3] مولانا عبدالسلام ندوی مرحوم مصنف شعرالہند، اقبال کامل وغیرہ۔

[4] مولوی شاہ معین الدین احمد ندوی ایڈیٹر معارف مصنف تاریخ اسلام وغیرہ۔

[5] ناظم دارالمصنفین۔

[6] حضرت سید صاحب مرحوم ریاست بھوپال کے امیر جامعہ اور قاضی القضاۃ کے عہدے پر تشریف لے گئے تھے۔ وہ مجھے برابر خطوط سے ہدایات دیتے رہتے تھے۔ [7] دارالمصنفین۔

(۶)

کہار کے حوالہ کرے

ہے آپکے پاس پہنچنے میں دیر

میں بوڑھا اور ناتوان گویا نیم جان رہ گیا

ایک کم ستّر برس دنیا میں رہا کوئی کام

دنیا کا نکیا افسوس ہزار افسوس نجات کا طالب غالب

سہ شنبہ ۲۸ جون ۱۸۶۴ء



کے لئے مفید اضافہ ہو۔

ابھی کم از کم دو سال آپ کو صرف مطالعۂ کتب میں بسر کرنا چاہیئے۔ ابن خلدون دیکھیں۔ پھر شاہ ولی اللہ صاحب اور ابن تیمیہ اور ابن قیم کی کل کتابیں پڑھ ڈالیں۔ امام رازی کی تفسیر اور تفسیر ابن جریر طبری کا مطالعہ کیا کریں، اسلوب تحریر کے لئے حضرۃ الاستاذ رحمۃ اللہ تعالےٰ[1] کی کتابوں کا مطالعہ مفید ہوگا۔ خصوصاً الفاروق، سیرۃ النعمان اور شعر العجم، الکلام اور علم الکلام بھی پڑھ سکتے ہیں۔ بشرطیکہ ان کے مسائل سے اپنے عقیدہ کی پختگی میں فرق نہ آئے، ان کتابوں سے معلوم ہوگا کہ علمی مسائل کس طرح آسانی اور ترتیب لفظی کے ساتھ بیان کئے جاتے ہیں۔

ادب اگر مزہ دے تو جاحظ کی کتابیں دیکھیں۔

مولانا عبدالسلام صاحب سے سوال کیجئے، کوئی کتاب جیسے فوز الکبیر یا حجۃ اللہ البالغہ یا حماسہ ان سے شروع کرکے یا عربی عبارت لکھ کر ان کو دکھایئے۔

یہ سن کر خوشی ہوئی کہ آپ کا دل مطالعہ میں خوب لگتا ہے۔

مطالعہ کا اوّل اصول یہ ہے کہ عبارت سے صرفاً و نحواً و لغتہً و کلاماً صحیح مطلب اخذ کریں اور پھر لفظ کو چھوڑ کر اصل مسئلہ کو سمجھیں اگر کوئی لغت آجائے تو مراجعت لغت میں سہل انگاری نہ کریں، ضرور مراجعت کریں اور لفظ کے اصل معنی کو سمجھیں۔

امید ہے کہ مولوی وحید الزمان[2] صاحب بھی آگئے ہوں گے۔

جماعت کی پابندی اور سحر خیزی کی عادت کریں۔ صبح کی نماز میں خود پہلے اٹھیں، نہ کہ کسی کے اٹھانے کے منتظر رہیں۔ قرآن پاک کی تلاوت کریں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ فضل فرمائیں۔ اخلاص ہر کامیابی کی کلید ہے۔ — والسلام

۷ شعبان ۱۳۴۰ھ — سید سلیمان

(۷)

۷۸۶

دارالمصنفین۔

برادرم سلمہ اللہ تعالےٰ،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ خط ملا، خوشی ہوئی کہ سلسلۂ مطالعہ ذوق و شوق سے جاری ہے۔ آپ خط میں لکھتے ہیں یاد آوری کا تہ دل سے ممنون ہوں، یاد آوری کا استعمال اُس موقع پر کیا جاتا ہے جب کوئی غیر متوقع طور پر یاد کرے جیسے آپ کے رہبان

---

[1] حضرت علامہ شبلی نعمانی مرحوم۔ [2] میرے ساتھ ہی یہ بھی بحیثیت رفیق دارالمصنفین کے اعظم گڈھ آئے تھے۔ بچھراؤں ضلع مرادآباد کے رہنے والے تھے۔

یہ رشتہ نہیں، انشاپردازی بڑی یہ ہے کہ کوئی لفظ کس موقع پر لکھا جائے۔

حجۃ اللہ البالغہ سے پہلے شاہ صاحب کی بدور البازغہ دیکھئے، اُس میں بھی بعض ابواب حروف مقطعات وغیرہ محض ذوقی ہیں، بدور البازغہ حجۃ اللہ البالغہ کا مقدمہ ہے۔ سیرۃ نبوی کی جلدیں ضرور پڑھ لیں، یہ سینکڑوں کتابوں کا خلاصہ ہے اور نہ صرف سیرت ہے بلکہ علم کلام ہے۔

مولوی عبدالسلام صاحب سے بعد رمضان ملاقات ہوئی مگر آپ کے استاد قدیم مولوی ناظم[1] صاحب بھی تو ہیں، ایک مہینہ ان سے فائدہ اٹھائیے۔

واقعۂ قتل[2] کی خبر سے تکلیف ہوئی، اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے۔ والسلام

۲۴ جولائی ۱۹۴۶ء — سید سلیمان

(۸)

۔۔۔

بھوپال۔

برادرم مولوی وحید احمد صاحب ندوی، زادکم اللہ تعالیٰ علماً وعملاً۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ، آپ کا خط مورخہ ۵ رمضان المبارک مل گیا تھا۔ یہ سن کر خوشی ہوئی کہ آپ مطالعہ میں دلچسپی کے ساتھ مصروف ہیں اللھم زدفزد۔ اب اسی طرح مصروف رہیے انشاء اللہ تعالیٰ آپ پر راہیں کھلیں گی۔ روزہ کی مدت بعضوں کو زیادہ محسوس ہوتی ہے لیکن ثواب بھی ونھی النفس عن الھویٰ اور وضوح المکابرہ کے حصول پر اسی مرتبہ کے ساتھ ہے۔ پریشانی کی کوئی بات نہیں، آپ بارہ مطالعہ میں مصروف رہیں میں چند روز کے لیے انشاء اللہ تعالیٰ آؤں گا اور آپ لوگوں سے ملوں گا۔

میرا آنا وسط شوال میں ہوگا ۲۰ شوال تک۔

ابھی تو آپ آئے ہیں، گھر کی عید[3] میں کیا رکھا ہے، بہرحال اگر قلب کو اطمینان غربت کی عید میں میسر نہ ہو تو چلے جائیے مگر جلد واپس آ جائیے۔

عزیز من! علم کا نتیجہ عمل ہے، ظاہر و باطن دونوں میں شریعت کے مطابق انقلاب چاہیے، قصر لحیہ ہمارے استاذ مرحوم کو سخت ناپسند تھا، جماعت کی پابندی بھی ضرور ہی اختیار کی جائے، بڑی برکات کی چیز ہے، وقت میں وسعت اور برکت ملتی ہے۔

---

[1] مولانا محمد ناظم ندوی پرنسپل جامعہ عباسیہ بہاولپور مغربی پاکستان۔ [2] بندول ضلع اعظم گڈھ کے ایک رئیس محمد احمد مرحوم جو مولانا عبدالسلام ندوی کے رشتہ دار تھے۔ انھیں ان کے بعض زمیندار دشمنوں نے اعظم گڈھ اور بندول کے راستے میں قتل کر دیا جبکہ وہ اعظم گڈھ کچہری سے ایک مقدمہ کی پیروی کے بعد یکہ سے بندول واپس جا رہے تھے۔ [3] رانچی صوبہ بہار۔

مولوی وحید الرحمان صاحب کو سلام کہہ دیجئے۔ والسلام

۲۳ رمضان ۱۳۶۵ھ سید سلیمان

(۹)

۴۸۶

بھوپال

عزیزی سلمکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ کسی مضمون کے لئے مواد ملنے کی صورت یہ ہوتی ہے کہ آدمی مطالعہ کرتا رہتا ہے، اس میں کسی خاص قسم کی بات جب متعدد پاتا ہے تو اس کو نوٹ کرتا جاتا ہے۔ پھر مزید تلاش سے اس قسم کے واقعات ملتے ہیں، ایک موضوع پر مضمون تیار ہو جاتا ہے۔

میرے وہ شذرات[ل] اب شائع نہیں ہوں گے، وقت گذر چکا، اب دوسری فضا ہے!

آپ جنوری میں چند روز کے لئے مکان جانا چاہتے ہیں تو جب آئیں گے ادھر آنا نہ ہوگا۔

اس فتنہ میں مسلمانوں کے بہادرانہ مقابلہ کے جو محقق واقعات آپ کو اثنائے سفر معلوم ہوں ان کو باحتیاط نوٹ کرتے رکھیے گا۔ میں اس قسم کے واقعات کو جمع کرنا چاہتا ہوں۔ والسلام

۳۰ دسمبر ۱۹۴۶ء سید سلیمان

(۱۰)

۴۸۶

بھوپال،

برادرم مولوی وحید احمد صاحب دام توفیقکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ، آپ کا خط ملا، پڑھ کر خوشی ہوئی، ظاہر و باطن دونوں کا چولی دامن کا ساتھ ہے آپ کے احوال و کیفیات کے صلاح سے دل مسرور ہوا۔ اللھم زد فزد۔ میں اپنے دوستوں کے حق اور دار المصنفین کے لئے ہمیشہ دعا گو رہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے دین کی خدمت کے لئے قبول کرے۔

امید ہے کہ آپ کا مطالعہ جاری ہوگا! والسلام

۱۶ شوال ۱۳۶۵ھ دعاگو، سید سلیمان

ل - ۱۹۴۶ء میں صوبہ بہار میں جو قتل عام ہوا تھا اس کے متعلق حضرۃ الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ نے معارف کے لیے ایک اداریہ سپرد قلم کیا تھا۔ اتنا سخت اور اتنا جذباتی اداریہ حضرۃ الاستاذ نے اس سے پہلے کبھی نہیں لکھا تھا۔ بعض وجوہ کی بنا پر حضرت والا نے اس اداریہ کی اشاعت روک دی۔ یہ اسی کی طرف اشارہ ہے۔

(۱۱)

بھوپال۔

عزیزی۔

السلام علیکم ورحمۃ۔ سیرۃ النبی[1] کا مقابلہ شدہ نسخہ سید اسلم صاحب کے حوالے کر دیجیے وہ مجھے بھیج دیں گے۔ زیبرٹ۔
الجغرافیہ عند العرب[2] کا ترجمہ مسلسل کیجیے گا اور جب ترجمہ ہو جائے تو میرے پاس بھجوا دیجیے گا۔
صوبہ بہار کے حالات خراب ہو رہے ہیں، تاہم جو زور استقامت کا عالم ہے۔ اپنے والد صاحب کو سلام کہہ دیجیے۔
کل انشاء اللہ تعالیٰ چند روز کے لیے دہلی جا رہا[3] ہوں۔ ۲۰ تک واپسی ہوگی۔
یہ کارڈ اسلم[4] صاحب کو بھی دکھا دیجیے گا۔ پشت پر ان کو لکھا ہے۔ والسلام

سید سلیمان

برادرم۔ السلام علیکم

آج سہارنپور سے خط آیا، عزیزہ سلمہا کی خیریت معلوم ہوئی بحمد اللہ اب اچھی ہیں۔ کل میں دہلی جا رہا ہوں، بارچوتھی بھی جاؤں گا اور کچھ عجب نہیں کہ والدہ سلمان بھی ساتھ آ سکیں، سلمان تو ہی جائیں گے۔ رجسٹری کا کوئی پتہ پوچھنے یہاں نہیں آیا۔ آپ نمبر اور چکوں کے پتے اور تعداد رقم لکھیے وہاں جمع کرا دیجیے۔ مولوی مسعود علی صاحب کے نام چک بھیجی ہے رسید سے مطلع کیجیے۔

عبد الحکیم چھپنے نام سیرت عائشہ جدید طبع کا ایک نسخہ بھجوا دیجیے۔ اسی طرح ایک سیرت علی الصحابہ عربی کے پانچ نسخے مجھے بھجوا دیجیے۔

۱۴ نومبر ۱۹۴۶ء — سید سلیمان

(۱۲)

۶۱۶

بھوپال

عزیزی! السلام علیکم

مضمون زکریا رازی[5] پہنچا، دیکھا۔ اس پر ایک مضمون معارف کی ابتدائی جلد میں مولوی سعید انصاری صاحب کا

---

[1] سیرۃ النبی جلد اول طبع ہو رہی تھی کہ بروقت ... اور ... مآخذ سے مقابلہ کرنے کی ذمہ داری حضرت الاستاذ نے مجھے سونپی تھی۔ [2] حضرت سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عربی مضمون جو عرب جغرافیہ ... نامی فرانسیسی ... کا ترجمہ میں نے مکمل کر لیا تھا۔ کتاب کی صورت میں میرے پاس محفوظ ہے۔ [3] جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کی ... [4] سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے برادر نسبتی۔ [5] چیچک کے علاج کے وجہ سے مشہور حکیم فلسفی زکریا رازی پر میں نے ایک طویل مقالہ لکھا تھا جو بعد میں شائع ہوا۔

چھپ چکا ہے، آپ اس کو دیکھ لیں اور پھر دیکھیں کہ آپ کا مضمون محض اس کا اعادہ ہے یا اضافہ ہے؛ اگر اعادہ ہے تو بیکار ہے اور اگر اضافہ ہے تو تمہید میں بڑھا دیجیے کہ اس پر مضمون گو معارف کے فلاں نمبر میں چھپ چکا ہے جس کو اتنے سال ہوئے اب اس درمیان میں بعض نئی معلومات سامنے آئی ہیں اس لئے نئے سرے سے اب بھی اس پر لکھنے کی ضرورت ہے۔

جغرافیہ کا آخری حصہ نا تمام ہے[1] وہ شاید مطبوعہ نہ ہو قلمی ہو، اس کو بھی مکمل کیجئے۔ والسلام

۲ر اکتوبر ۱۹۴۷ء — سید سلیمان

(۱۳)

۷۸۶

بھوپال

عزیزی مولوی وحید احمد صاحب وفقکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ، آپ کا کارڈ ملا، الجغرافیہ عند العرب[2] کا ترجمہ آپ نے کر لیا اچھا کیا وہ عربی مضمون نا تمام ہے محتاج تکمیل ہے، ابھی اپنے ہی پاس رہنے دیجئے۔ کیا آپ کو جغرافیہ سے دلچسپی پیدا ہوئی؟

امید ہے کہ آپ کتابوں کے مطالعہ میں مصروف ہوں گے، اب اگر کسی موضوع پر لکھنے کو جی چاہے تو اس سے معلومات فراہم کیجیے اور پھر مجھ سے دریافت کیجئے۔ قرآن پاک کی تلاوت پر مداومت کیجئے، اور معنی پر غور کیجئے اور اس کے حل کرنے میں تفاسیر وغیرہ سے مدد لیجئے۔

اپنے حالات و خیالات سے مطلع کرتے رہئے۔ والسلام

۱۹ر دسمبر ۱۹۴۷ء — سید سلیمان

(۱۴)

۷۸۶

بھوپال

برادرم وفقکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ، آپ کا خط ملا، آپ اسی طرح اپنے کاموں میں مصروف رہیں۔ جغرافیہ والے مضمون کی اصل اور

---

[1] جناب مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی مدظلہ کی عنایت سے حضرت الاستاذ کا غیر مطبوعہ مضمون مجھے مل گیا تھا جس کا ترجمہ میں نے مکمل کر دیا تھا۔

[2] اس کتاب کا مکمل ترجمہ "عرب اور جغرافیہ" کے نام سے میں نے کر دیا ہے۔ اس کتاب کی ایک نقل نظر ثانی کے بعد میں نے حضرت الاستاذ کی خدمت میں بھوپال روانہ کی تھی۔ اصل مضمون کتابی شکل میں میرے پاس محفوظ ہے جس پر میں نے ابھی حال ہی میں نظر ثانی کی ہے۔ اللہ نے چاہا تو یہ کتاب عنقریب شائع ہو گی۔

ترجمہ رجسٹرڈ میرے پاس بھیج دیں، پہلے میں دیکھ لوں۔ عبدالقدوس صاحب ہاشمی کا البلاغ[1] میرے پاس آتا ہے۔
الحمدللہ خیریت ہے۔ والسلام

۶ مئی ۱۹۲۷ء سید سلیمان

(۱۵)

۴۸۶

بھوپال

عزیزم وفقکم اللہ تعالےٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ، کارڈ ملا، مضمون بھی آ گئے، دونوں حصے ملے، آپ کو معلوم ہوگا کہ میں ڈھائی ماہ سے مرض چشم میں مبتلا ہوں، بمشکل ضروری کام کرتا ہوں، اب تخفیف و افاقہ ہے، مگر جیسی کہ مرض کا منشا ہے اس لئے آپ کے ترجمہ کو پورا پڑھ سکا نہیں ہے، جا بجا سے نظر ڈالی تو عبارت سے عدم روانی کا نقص نظر آیا، ترجمہ ایسا چاہیے جس سے اقتباس ہی میں ذوق نہ آئے، جو سطریں آپ کی سمجھ میں نہیں آئیں ان کا ترجمہ کر لیا جائے گا[2]۔

خوشی ہوئی کہ آپ کچھ نہ کچھ کام کر رہے ہیں، زکوٰۃ بارانی کا حال اپ سے لکھا تھا اور مولوی عبدالسلام کا پہلے ہی لکھ چکے تھے، بہر حال دونوں میں فرق ترجمہ کا دیکھنا تھا کہ آپ نے کیا لکھا تھا اور کیسا لکھا تھا، ابھی تو یہ سب مشق کی خاطر آپ کو کرنا پڑے گا اس سے ملول نہ ہوجایئے کہ محنت ضائع گئی، محنت نہیں ضائع کی کام آئی۔

آج یہاں ۷ اگست کو انیسواں روزہ ہے، تراویح روزانہ پڑھتا ہوں، اسی میں بہ دقت سے چوبیس دن پاؤ سنے دارالمصنفین میں حافظ حبیب اللہ صاحب[3] پڑھتے ہوں گے۔

برادرم اکرم کو سلام کے بعد کہہ دیجئے کہ سب لوگوں کو زکام و بخار سے ایک ایک دو دو روز بیمار ہے۔ سید حسین مع اہل و عیال ۲۷ جولائی کو آئے تھے بفضل ان کو بھی ہوگیا اب سب اچھے ہیں، سید حسین مع اہل و عیال آج شام کے اکسپریس سے سہارنپور واپس جا رہے ہیں۔

ہم لوگ اوائل اکتوبر کے جہاز سے انگلستان جائیں گے[4] انشاء اللہ، رفقاء کو سلام کہہ دیجئے۔

۱۹ رمضان المبارک ۱۳۴۶ھ سید سلیمان

---

[1] "البلاغ" نام کا ہفتہ وار اخبار جناب عبدالقدوس ہاشمی ندوی کی ادارت میں حیدرآباد دکن سے نکل رہا تھا، میں عرب اور ... دارالمصنفین اسی اخبار میں قسط وار چھپوانا چاہتا تھا۔ [2] بعد میں دوبارہ میں نے تمام کی پوری کر دی تھی۔ [3] رفیق دارالمصنفین مصنف اہل کتاب صحابہ وغیرہ۔ مجھ سے ایک سال پہلے دارالمصنفین کے رفیق مقرر کئے گئے تھے۔

[4] براہ ارادۂ حج

(۱۶)

۸۹ء

بھوپال

برادرم، دعائے خیر

السلام علیکم و رحمۃ اللہ، الحمد للہ تعالیٰ مع الخیر ہوں، آپ کا خط پا کر آپ کی خیریت سن کر خوشی ہوئی، اللہ تعالیٰ سے
حصول رزق کے ساتھ علم و دین کی خدمت کی توفیق بخشیں۔ آپ کو مجھ سے بچنے کی کوئی وجہ نہ تھی میں اپنے سب عزیزوں کا
خیر خواہ ہوں اور ان کا بھلا چاہتا ہوں۔[۱]

ہاں دار المصنفین میں مجھے آپ کی اور آپ کو میری رفاقت حاصل نہ ہو سکی یہ حالات کا اقتضا تھا۔

ڈاکٹر اسحاق[۲] صاحب اور عندلیب شادانی[۳] صاحب کو میرا سلام پہنچا دیجئے۔ یہ معلوم نہ ہو سکا کہ آپ کیا کر رہے ہیں۔

سلمان[۴] سلمہ جلالین شریف اور مشکوٰۃ شریف پڑھتے ہیں۔

معلوم نہیں یونیورسٹی میں ظفر الہدیٰ[۵] ہیں یا نہیں، کیا اُن سے آپ کی ملاقات نہیں ہوتی؟ والسلام۔

۱۴ فروری ۱۹۴۹ء سید سلیمان

(۱۷)

۸۶ء

بھوپال۔

عزیز محترم، دام توفیقکم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ ... آپ نے کئی خط آئے اور یہ بھی صحیح ہے کہ میں نے جواب دیا ہے۔ بات یہ ہے کہ میں دار المصنفین کے
انتظامی معاملات میں دخل دینا نہیں چاہتا جس کے ... ان کا کام ہے وہ جس طرح چاہیں چلائیں۔ آپ کے مستقبل کے لئے میری نیک دعائیں ہیں۔[۶] میں
اس وقت خود بھی بعض ایسے افکار میں مبتلا ہوں جن کا تعلق مستقبل سے ہے، اس لئے بالفعل کسی مشورے سے قاصر ہوں۔ ہندوستان کی صورت حال
نے بے حد مضطرب کر رکھا ہے۔ دیکھئے چھوڑا جا سکتا ہے اور تو کوئی دوسرا امر ابھی طے نہیں، گو میں ترک وطن سے خوش نہیں مگر نہیں جانتا کہ کیا پیش آئیگا۔ والسلام

۱۰ اپریل ۱۹۴۸ء سید سلیمان

---

[۱] ہم نے یہ خط ڈھاکہ سے لکھا تھا۔ [۲] ڈاکٹر محمد اسحٰق ایم۔ اے۔ پی ایچ ڈی، ڈھاکہ یونیورسٹی۔ انہوں نے دار المصنفین اعظم گڑھ
اور ندوۃ العلماء لکھنؤ کی لائبریری میں حضرۃ الاستاذ کی زیر نگرانی علم حدیث پر ریسرچ کر کے پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری لی تھی۔
[۳] ڈاکٹر عندلیب شادانی، صدر شعبۂ اردو و فارسی ڈھاکہ یونیورسٹی۔ [۴] سید سلمان ندوی حضرۃ الاستاذ کے سب سے چھوٹے
صاحبزادے۔ انہوں نے پچھلے سال کراچی یونیورسٹی سے ایم اے پاس کیا ہے۔ [۵] پروفیسر ظفر الہدیٰ حضرت علامہ شبلی نعمانی
مرحوم کے صاحبزادے حامد نعمانی کے داماد ہیں۔ اور دونوں ڈھاکہ یونیورسٹی کے شعبۂ اردو میں پڑھاتے ہیں۔ [۶] اپریل ۱۹۴۸ء میں جب
میں ملازمت کے لئے مشرقی پاکستان جا رہا تھا، اس وقت میں نے یہ عریضہ حضرۃ الاستاذ کی خدمت میں روانہ کیا تھا اور اُن سے دعا کی درخواست
کی تھی۔ [۷] حضرۃ الاستاذ کا وطن دیسنہ بہار شریف ضلع پٹنہ تھا۔ آخر کار حضرۃ الاستاذ کو ترک وطن کر کے کراچی کو وطن بنانا پڑا تھا۔

جگر مرادآبادی

بنام مولوی اظہار الحسن صاحب وکیل غازی آباد

گونڈہ ۔ ۲۴ جنوری ۴۶ء

عزیز گرامی قدر سلمہ اللہ تعالیٰ

آپ کا خط اور تار بیک وقت (تھوڑے سے وقفہ کے ساتھ) آج ۲۴ جنوری کو ملے۔ ۲۶ کو مشاعرہ بہرائچ میں شریک ہونا ہے۔ اس کے بعد بریلی پھر بھوپال، لکھنؤ، کپورتھلہ یا بمبئی۔ "سلسلہ علالت" زندگی کے ساتھ وابستہ ہو چکا ہے۔ اپنی خوش قسمتی اور زمانے کی بدقسمتی کے سبب اس فن کا شاعر واقع نہیں ہوا ہوں کہ جب چاہے جس بحر میں جی چاہے کہہ سکوں۔ طبیعت کی یکسوئی محال ہو کر رہ گئی ہے۔ کیفیت شعری اگر کسی وقت پیدا ہوئی بھی تو جلد غائب ہو جاتی ہے۔ "کاریگری" کا نہ کبھی عادی رہا اور ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ کبھی ہوں گا۔ طرحی مشاعروں کے متعلق میں صرف اسی قدر کوشش کرتا ہوں کہ طبیعت کو طرح کی جانب متوجہ رکھوں۔ یکایک اتفاقاً ایسا وقت بھی آجاتا ہے کہ صحیح معنوں میں کیفیت شعری پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر پوری کوشش کے باوجود ایسی کیفیت پیدا نہ ہو سکی تو کم از کم میرا ضمیر مطمئن ہو جاتا ہے۔ میں ابتداً طرحی مشاعروں کا مخالف تھا۔ لیکن اب میری رائے وہ نہیں رہ گئی ہے۔ طرح نہ ہونے کے سبب بھی اکثر حضرات آسانی پسند بن گئے ہیں۔ بازاری اور سطحی جذبات محض اور حسین الفاظ کے ساتھ ادا کرنے کے عادی۔ وقت غور اور تعمق خیالی سے سروکار نہیں رہ گیا ہے۔ اس لیے اور بھی کوشش کرتا رہتا ہوں کہ تا امکان طرحی مشاعروں میں "طبع پر نشتر" طبع آزمائی کروں۔ لیکن جو واقعہ ہے اور واقعہ کے ساتھ مجبوریاں لاحق ہوتی رہتی ہیں انھیں بیان کر چکا ہوں۔ لکھنؤ، بھوپال، کپورتھلہ تینوں مقامات کے مشاعرے طرحی ہیں۔ پھر میرا ایک معیار بھی ہے اور معیار سے گر کر نہیں کہہ سکتا۔ علاوہ اس کے کہ میرا مذاق معمولی قسم کے اشعار کو خود ہی قبول نہیں کر سکتا، وقت بھی بہت کم رہ گیا ہے۔ بہرحال کوشش کروں گا اور تا امکان پوری کوشش کروں گا۔

آپ نے میرے ایک مخلص و دیرینہ مرحوم دوست کی یاد دلا دی۔ دیر تک اُن کی صورت سامنے رہی اور وہ زمانہ تقریباً فلم کی طرح سامنے سے گزرتا چلا گیا۔ اب تک متاثر ہوں۔ آپ کے خط سے معلوم ہو کر صحیح معنوں میں مسرت ہوئی کہ آپ میرے عزیز و مخلص مرحوم دوست کی یادگار ہیں۔ اس لیے بغیر کسی پس و پیش کے فوراً شرکت مشاعرہ کے لیے

آمادہ ہوگیا۔ اپنی طرف سے اب کوئی شرط پیش نہیں کرتا۔ آپ کو اپنی جگہ خود بھی کافی احساس ہونا چاہیے اور یقیناً ہ۔
بہ ایچ سے ۲۷ کو واپس ہوکر ۲۸ کی صبح کو لکھنؤ پہنچوں گا۔ غالباً ۲۹ کو روانہ ہوکر ۳۰ تک غازی آباد پہنچوں گا۔
"مین لائن" پر واقع نہیں ہوا بلکہ چھوٹی لائن O.T.R کا ایک اسٹیشن ہے۔ سفر اختیار کرنے میں اکثر و بیشتر ای
دقتیں واقع ہوجایا کرتی ہیں۔ "برتھ" کا "ریزرو" کرنا ایک علیحدہ مرحلہ ہے۔ بہرحال ۳۰ کو لکھنؤ سے آنے
ہر ٹرین پر مجھے دیکھ لیجیے تو بہتر ہوگا۔
امید کہ بفضلِ تعالیٰ آپ مع متعلقین بہ خیر و عافیت ہوں گے۔ نیاز طالب۔ جگر مرادآبادی

بنام میکش اکبرآبادی

(۲)

گونڈہ۔ ۳۰ ستمبر ۵۸ء

حبیبی و صدیقی و مخلصی۔ سلام مسنون الاسلام و اشتیاق دیدار! جہاں بے شمار انسان ایسے ہیں
رہ کر اور ہمیشہ ملتے رہنے کے باوجود کبھی نہیں ملتے، یا بہت کم، وہیں معدودے چند افراد اس طرح کے بھی ہیں
رہ کر اور بہت کم مل کر بھی ہمیشہ ملتے رہتے ہیں۔ بحمد اللہ کہ میں اس دوسری صنف کا انسان ہوں۔
کاہل ہمیشہ سے تھا۔ اب کہ ایک زمانے سے دائم المریض ہوں، کاہلی کو معراجِ ترقی تک پہنچنے کا موقع مل گ
فطرت کی ستم ظریفی یہ کہ جس حد تک ہنگاموں سے گھبراتا ہوں اور کاہلی کا پورا پورا حق ادا کرنا چاہتا ہوں اسی حد
مصروف و منہمک بھی رکھا جاتا ہوں۔ حافظے پر بہت ناز تھا اب وہ بھی جواب دے چکا ہے کسی ضرورت کے خیال سے
کمرے سے دوسرے کمرے تک پہنچتے پہنچتے ضرورت ہی کو بھول جانا روزمرہ ہوگیا ہے۔
آپ ہمیشہ یاد آتے رہتے ہیں اور یاد آتے رہیں گے۔ اب کہ حالات نازک و صعب ہوتے جاتے ہیں، ا
کی یاد اور زیادہ محبوب ہوتی جاتی ہے اور آپ جانتے ہی ہیں کہ محبوبیت اپنی خصوصیات کیا کیا رکھتی ہے۔ پہلے
کیف اور ایک لطیف اشتیاق حاصل ہوجاتا تھا، اب ایک درد کہ جو خوشگوار کم ہوتا ہے اور اذیت آفریں زیاد
میرے ایک بہت ہی مخلص و مکرم دوست جناب جمیل صاحب ایس۔ پی آگرہ پہنچ گئے ہیں، ان کے چھوٹے
حضرت عزیز گونڈہ میں رہتے ہیں اور میرے ہم سایہ ہیں، ان سے بھی عزیزانہ تعلقات ہیں، موصوف اپنے بھائی صاح
کی خدمت میں گونڈہ جا رہے ہیں، یہ انھیں کا کرم ہے کہ زحمت نگارش برداشت کر رہا ہوں اور تکلیف تو دے رہا
جمیل صاحب ادبی مذاق رکھتے ہیں بہت سخن فہم اور بلند۔ میں خود بُرا ہوں مگر بُرے انسانوں سے میرا دل کبھی نہیں م
جمیل صاحب سے صحیح معنوں میں تعلقِ خاطر رکھتا ہوں۔ یہی ان کے اچھے انسان ہونے کا ثبوت بھی ہے۔ بہرحال آ
اُن سے ضرور ملیے یا وہ خود ملیں گے۔ بہرحال میں چاہتا ہوں کہ اس قحط الرجال میں خوش مذاق اور اچھے انسا
ایک دوسرے سے بے تعلق نہ رہیں۔ آپ یقیناً اُن سے مل کر کمال حد تک مسرور ہوں گے۔ اسی طرح مجھے یقین
کہ جناب جمیل بھی۔

آگرہ پہنچنے کو بہت جی چاہتا ہے، میرے لیے اب تو پہلے سے بھی کہیں زیادہ مجبوریاں وارد ہو گئی ہیں۔ میں نے جمیل صاحب کو بھی اپنی مجبوریوں سے مطلع کر دیا ہے۔ اور اسی لیے یقین سا ہو چلا ہے کہ شاید آگرہ پہنچ سکوں۔ "خاکِ آگرہ" ویسے بھی مجھے کس قدر عزیز ہے اور ہو سکتی ہے۔ آپ کو اس کا اندازہ ہوگا۔

جگر مراد آبادی

بنام مولوی ضیاء احمد صاحب بدایونی (۳)

گونڈہ ۱۲ فروری ۵۴ء

حضرت مخدوم محترم زاد الطافکم۔ یقین فرمائیے کہ آپ کی ذاتِ گرامی کے ساتھ جو نسبت و تعلق مجھے حاصل ہے اس پر فخر و ناز کرتا ہوں۔ ایک زمانے سے دائم المریض ہوں۔ اب نئی نئی شکایات پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ امراض و افکار نے مرتبہ کمال کو اتنا بلند کر دیا ہے کہ جو اس تک نگاہیں شاید وہاں تک پہنچ سکیں۔ دل و دماغ ویسے ہی غیر حاضر رہنے لگے ہیں۔ جب کسی تقریب کے سلسلے میں کہیں جانا ہوتا ہے پھر تو ایک سرے بدحواس ہو جاتا ہوں۔ مزاجاً کاہل تو واقع ہوا ہی ہوں، لیکن ہنگامہ پسندی ذہن اس کے باوجود شدید طور پر مصروف و منہمک زندگی بسر کرنے کے لیے مجبور۔

علی گڑھ دو مرتبہ جانا ہوا لیکن حادثاتی سے محروم رہا۔ میں کس حد تک شرمندہ و محجوب ہوں اس کا اندازہ آسان نہیں۔ لیکن یقین کرتا ہوں کہ آپ کی محبت، آپ کا خلوص اور آپ کی شفقت میری مجبوریوں پر نظر کرکے مجھے ضرور معاف کر دے گی۔ میں غالباً فروری کے آخری ہفتہ میں دہلی سے واپس ہوتے ہوئے علی گڑھ محض اس لیے قیام کرنے کا عزم کر چکا ہوں کہ تھوڑی بہت تلافی کر سکوں۔ امید ہے کہ مزاجِ گرامی بعافیت ہوگا۔ مجنی ظفر صاحب سے سرراہ ایک مرتبہ اور مشاعرہ کے موقع پر بھی ایک مرتبہ ملاقات ہو گئی تھی جسے ملاقات تو نہ کہنا چاہیے۔ تاہم اس کا کچھ حصہ میری جانب سے سلام پیش فرما دیجیے۔

احقر جگر مراد آبادی عفی عنہ

بنام مولوی ضیاء احمد صاحب بدایونی (۴)

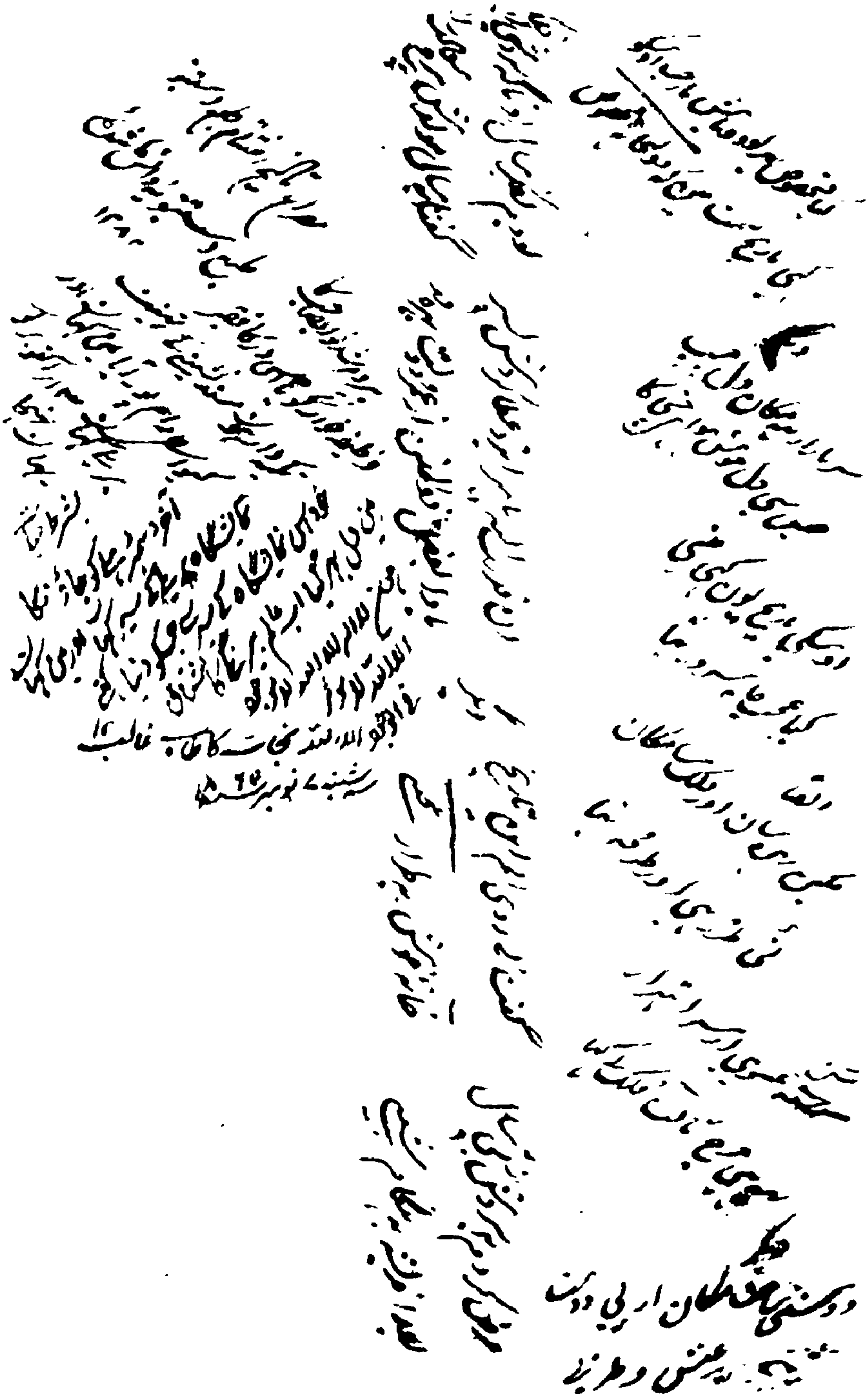
محترم و مکرم زاد لطفہٗ

سلام مسنون الاسلام قبول فرمائیں۔ میں جب سے واپس گونڈہ پہنچا ہوں طبیعت برابر ناساز رہی اور ہنوز اس قابل نہیں کہ بارِ فکر برداشت کر سکے۔ منتظر تھا کہ طبیعت ذرا بہ اصلاح ہو جائے تو کسی قدر کاوش و تفصیل کے ساتھ "نقد و نظر" کا حق ادا کر دوں لیکن اندیشہ ہے کہ یہ موقع بھی ہاتھ سے نکل گیا تو آپ کو ہمیشہ کے لیے شکایت پیدا ہو جائے گی۔ بہ حال قلم برداشتہ جو کچھ ممکن ہو سکا حاضر کرتا ہوں۔ امید ہے مزاجِ گرامی بخیر و عافیت ہوگا۔ جگر

بنام حضرت رضی احمد صاحب بدایونی (۵)

برادرِ مکرم جناب رضی

السلام علیکم۔ سخت علالت کے بعد اب کسی قدر رو بہ اصلاح ہوں تفصیلی حالات عزیزی آثار سلمہٗ سے معلوم



ہوں گے۔

آپ سے ملنے کو بے حد جی چاہتا ہے۔ یہ صرف الفاظ ہی نہیں بلکہ اپنے حقیقت و صداقت بھی رکھتے ہیں۔ سردار بن میں یہ چند سطریں لکھ رہا ہوں۔ ورنہ بہت کچھ لکھتا۔ آزر کو میں بے حد عزیز سمجھتا ہوں۔ اُن کا ایک ضروری کام ہے یعنی علی گڑھ میگزین کی ایڈیٹری کا معاملہ درپیش ہے۔ ازراہ تعلقات قدیمانہ و مخلصانہ اُن کی اعانت کیجیے یعنی یہ کہ اپنے برادرِ عزیز جناب ضیا صاحب سے بہ نفسِ نفیس سفارش کر دیجیے۔ یہی خط جناب ضیا کو بھی دکھا دیجیے۔ مجھ سے اس وقت زیادہ لکھا نہیں جاتا۔ ورنہ علیحدہ انھیں بھی لکھتا۔

والسلام مع الاکرام
مخلص جگر عفی عنہٗ

بنام طاہر فاروقی صاحب اسلامیہ کالج پشاور (۶)

گونڈہ

جگر نواز! زاد الطافکم۔ سلام مسنون الاسلام قبول فرمایئے۔ امید کہ مزاج گرامی بفضلہٖ تعالیٰ مع الخیر ہوگا۔ اس وقت ایک خاص الخاص ضرورت کی بنا پر تکلیف و زحمت دے رہا ہوں۔ یقیناً کسی نہ کسی یقین و اعتماد کے ساتھ۔ مجھے یقین ہے کہ آپ میری گذارش اور یہی گذارش اور میرے یقین و اعتماد کو رائگاں نہیں دیکھ سکیں گے۔ حامل رقعہ ہٰذا عزیز گرامی قدر سید مبشر حسین سلمہ اللہ تعالیٰ خود حاضر ہو کر تفصیلاً ضرورت پیش کر دیں گے۔ میں ان کے متعلق صرف اسی قدر عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ یہ حضرت اکبر الٰہ آبادی مرحوم کے قریبی عزیز ہیں اور میرے بہت ہی مخلص اور شریف النفس اور محسن دوست سید بشیر حسین صاحب انکم ٹیکس آفیسر الٰہ آباد کے صاحبزادے ہیں۔ آپ کے علم میں ہے کہ دوسروں کی نسبت سے شاعر زیادہ تر شدید الاحساس ہوا کرتا ہے۔ اس سے زیادہ مجھے کچھ عرض کرنا نہیں۔

یقیناً آپ نے محسوس کیا ہوگا کہ میں آپ کا صحیح معنوں میں معترف ہوں لیکن میری محبت اور میرا اعتراف اکثر و بیشتر ہنگامہ آرا نہیں ہوتا۔ میں اکثر اپنے احباب کو اپنے متعلق ایک جملہ لکھا کرتا ہوں۔ اس وقت بھی جی چاہا کہ پیش کروں "فطرۃً کاہل، عادۃً مریض، ضرورۃً مصروف"۔ اس اجمال کی تفصیل کی ضرورت نہیں۔ آپ اس میں بہت کچھ درد بھی محسوس کریں گے۔ آگرہ پہنچنے کے لیے اکثر طبیعت بیقرار ہو جایا کرتی ہے لیکن "اے بسا آرزو کہ خاک شدہ"۔

احقر جگر مراد آبادی عفی عنہٗ

بنام شہناز ہاشمی (۷)

گونڈہ

۳ جنوری ۱۹۵۳ء

عزیز بیٹی! سلامت رہو، خوش رہو!

میں ایک زمانے سے دائم المریض سا ہو گیا ہوں۔ دو چار دن تک کے لیے ایسا محسوس ہوتا رہتا ہے جیسے

بالکل ہی صحت مند ہو گیا ہوں اور پھر دس پندرہ دن وہی عالم۔ دماغ و دل یکسر غیر حاضر رہنے لگے۔ کسی کام میں جی نہیں لگتا۔ یہ آثار بُرے سہی، لیکن ہیں، اور موت تو ایک ایسی صداقت ہے جس سے گریز ممکن نہیں، اور اگر ممکن بھی ہو تو آخر ایک نعمت سے گریز کے معنی کفرانِ نعمت نہیں تو اور کیا ہو سکتے ہیں۔ تم جانتی ہو میں تمھیں کتنا عزیز رکھتا ہوں لیکن میں اظہارِ خلوص و محبت کو قطعاً پسند نہیں کرتا۔

تم نے جس مشاعرہ کے متعلق لکھا تھا اس کا تو زمانہ گذر چکا۔ گمان غالب ہے کہ ۳۱ جنوری کے مشاعرہ میں شریک ہوں گا۔ یہ مشاعرہ نمائش سے متعلق ہے۔ یقیناً تمھیں اس کا علم ہو چکا ہوگا۔

میرا قیام تو حسبِ دستور رشید صاحب (مخدوم و محترم) ہی کے مکان پر رہے گا۔ لیکن تم ان کے مکان سے قریب ہو، اس لیے اکثر و بیشتر آنا جانا ہوگا، اور دیر تک مختلف موضوعات پر باتیں ہوا کریں گی۔ اب تو ماشاء اللہ تم گریجویٹ ہو گئی ہو، لیکن پیاری بیٹی! یاد رکھو، علم ایک بحرِ بیکراں ہے جو صرف کتابوں تک محدود نہیں ؎

کونین کی ہوس میں ہے انسان ذلیل و خوار
کونین اپنے سینے کے اندر لیے ہوئے

کتاب سے صرف کتاب بن سکتی ہے، زندگی نہیں بن سکتی۔

بات کہاں سے کہاں پہنچی۔ اس وقت رات کے ۱۱ بج رہے ہیں طبیعت مضمحل ہوتی چلی جا رہی ہے۔ اچھا خدا حافظ اپنی امی جان یا میری محترمہ بھاوج صاحبہ کی خدمت میں میری طرف سے سلام و اشتیاق۔ اور اپنے دونوں بھائیوں کو بہت سی دعائیں۔ غالباً تمھارے "آپا" بھی ۳۱ جنوری تک دہلی سے علی گڑھ آ جائیں۔

برادر مکرم و محترم ہاشمی صاحب کو خط لکھو تو میری جانب سے سلام پیش کر دینا اور یہ بھی لکھ دینا کہ مشاعرہ نمائش میں ان کی شرکت ضروری ہے۔ صرف جگر کے لیے۔

دعاگو

جگر مراد آبادی عفی عنہ

شوکت علی خاں فانی

<u>بنام عشرت علی خاں</u>

M. SHAUKAT ALI KHAN "FANI" — HING-KI-MANDI
B.A. LL.B. Vakil,
HIGH COURT.

Agra, ۹ اپریل 1927

عزیزم عشرت علیخاں طول عمرہ

بعد دعا معلوم ہو کہ تمہارے پہلے خط کا کوئی جواب اس لئے نہیں دیا گیا کہ بحالات موجودہ اوس کا کوئی جواب نہ تھا۔ دوسرے خط کے جواب میں سوائے اس کے اور کیا لکھ سکتا ہوں کہ ہرگز اب کچھ نہیں ہو سکتا اور یہ کہ آئندہ کیا ہو اوس کے متعلق صرف اس قدر کہنا چاہتا ہوں کہ محض اپنی ہمت باندھو اور خدا کی کارساز اور مددگار ذات پر بھروسہ کامل اور مستقل ہونا چاہیئے۔ باقی تمام اندیشے اور سارے اطمینان فضول ہیں۔ ہوش و حواس قائم رکھنے کی کوشش کرنا چاہیئے گھبراہٹ پریشانی اور ناامیدی سے گریز کرنا چاہیئے۔ ہر شخص کے سامنے خواہ وہ کوئی ہو اپنی حالت کا مرثیہ پڑھنا اور اوس سے یہ توقع کرنا کہ وہ کوئی مدد دے سکے گا بیکار اور نامناسب ہے۔ زمانہ بدلتا رہتا ہے چنانچہ زمانہ بدل گیا اب موجودہ حالت ہے اوسی کی موجب جو کچھ مناسب ہو کرنا چاہیئے۔ کسی کو برا سمجھنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ اچھا جاننے سے کوئی عقدہ حل ہو سکتا ہے۔ ہمت سے کام لے کر اپنی کشتی آپ کھینا چاہیئے خواہ وہ کسی طرح سے ہو۔ یہ سب باتیں میں تم سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں اور اب بھی کہتا ہوں آئندہ تمہیں اختیار ہے خواہ عمل کرو یا نہ کرو۔ زیادہ کیا لکھوں۔

شوکت علیخاں

(۲)

عزیزم عشرت علیخان طول عمرہٗ

بعد دعا معلوم ہو کہ خط پہنچا۔ حالات معلوم ہوئے۔ یہاں کسی شخص سے واقف نہیں ہوں بھائی عبدالکریم خانصاحب اور بھائی عبدالغنی خانصاحب خصوصاً زیادہ واقف ہیں۔ نام میں نے بھی سنا ہے اس کے آگے مجھے مطلق واقفیت نہیں ہے۔ جہاں تم سب لوگوں کی رائے ہوئی میری بھی رائے وہی ہے خدا مبارک کرے۔

بھائی عبدالغنی خانصاحب کے متعلق کیا کہوں اون کی باتیں ہمیشہ عجیب و غریب رہیں اور رہیں گے۔ میرا خیال ہے کہ

شاید اگر میں آج ایک کمیشن پر باہر چلا گیا تو بعد بقر عید! بقر عید تک آگرہ واپس آؤں گا اور اگر نہ گیا تو نہ گیا۔
یہ سمجھ میں نہ آیا کہ روپ رام کی ڈگری میں جو میرے خلاف تھی مکان کی آراضی نہیں دلائی گئی اور جو تمھارے خلاف ہوئی اوس میں دلائی گئی ہے کیا تم نے اس کے متعلق کوئی عذر نہیں کیا تھا۔ اگر کیا تھا تو کیا خاص وجہ ہو سکتی ہے کہ ایک ڈگری میں دلائی جائے اور دوسری ڈگری میں نہ دلائی جاوے۔ صاف و مفصل لکھو۔ نیز یہ بھی لکھو کہ کس قدر روپیہ کی ڈگری ہوئی ہے۔ زیادہ دعا

۳۰ اپریل ۲۹ء   شوکت علیخان

(۳)

عزیزم عاشرت علیخاں طول عمرہ

بعد دعا معلوم ہو کہ تمہارا خط مدت سے نہیں آیا۔ محمد صبغت یہاں بھیجا تھا کل مجھے ملا۔ زاہد ایک عرصہ سے واپس حیدرآباد آئے ہوئے ہیں مگر چونکہ وہ جاگیردار کالج میں رہتے ہیں اور کبھی کبھی میرے پاس بھی آجاتے ہیں اس لئے اون سے ملاقات صرف اوس وقت ہو سکتی ہے جب وہ خود آئیں۔ اس مرتبہ حیدرآباد آئے ایک مہینے پر وہ میرے مکان پر آج تک کسی دوسرے شخص کے ہاتھ تمہارا خط اور تصویر نظر بھی آئی ہے مگر کچھ نہ دیا وہ اپنے پاس ڈال رکھا کل ایک صاحب کے بدست وہ خط میرے پاس بھیج دیا۔ خیر تمہارا خط پڑھ کر تمہاری پریشانیوں کا حال معلوم ہوا۔ میں اپنی پریشانیاں تم کو کیا لکھوں اور تم کیا سمجھ سکو گے۔ شاید اتنا ہی سمجھ لینا کافی ہوگا کہ جو تمہارا خط میری پریشانیاں اور مصائب کے بیان کے ساتھ ہو چکا ہے تو تمہاری تکلیف سے جو کچھ تکلیف پہونچتی ہے وہ تو پہونچتی ہی ہے مگر سب سے زیادہ اس بات پر مجھ کو رونا آتا ہے کہ میں ایسی حالت میں تمہاری امداد نہ کر سکا۔ خود میری حالت اب مختصراً یہ ہے کہ اگر پروردگار عالم نے عزت و آبرو کے ساتھ صحیح و سلامت پھر یہ یوں کبھی پہونچا دیا تو یہ سمجھنا چاہیے کہ دوبارہ زندگی عطا فرمائی اور حد سے زیادہ اپنا فضل و کرم فرمایا۔ ممکن ہے میرے ان حالات سے تم کچھ کچھ میری حالت کا اندازہ کر سکو۔ خدا تم پر اور مجھ پر اپنا فضل کرے۔ زیادہ کیا لکھوں۔ برخورداروں کو دعا۔

شوکت علیخاں   ۱۲/۱/۲۹

(۴)

حیدرآباد دکن ملے پلی ۲۰۴
مورخہ ۱۸ مئی سنہ ۲۹ء

عزیزم سلمہ اللہ تعالیٰ

ایک خط تمہارے دوسرے خط کے جواب میں بھیج چکا ہوں پہونچا ہوگا۔ اگرچہ اس خط میں مجھے کوئی خاص بات یا مزید حالات لکھنا مقصود نہیں مگر پھر بھی چونکہ بہت مضطرب ہوں جی چاہا کہ پھر بعض کچھ لکھوں۔
ملازمت ختم ہو کر ذریعۂ آمدنی و معاشش بند ہو چکا تھا کہ میرے گھر میں بیمار ہوئیں اور آٹھ ماہ اور کچھ دن بیمار رہ کر رخصت

ہوگئیں۔ ایک سہارا جو سر کشن پرشاد کا دم تھا کہ باایں ہمہ میرے قیام حیدر آباد کا بظاہر کوئی سبب ہو سکتا تھا یہ سبب بھی جاتا رہا یعنی ۱۲ مئی سنہ [illegible] کو موصوف کا انتقال ہو گیا اب معقول تو معقول کوئی نامعقول وجہ بھی یہاں کے قیام کی باقی نہیں رہی نامعقول اس لیے کہتا ہوں کہ سال ڈیڑھ سال سے وہ بھی میری کوئی امداد کرنے سے معذور ہو گئے تھے۔ خدا کی مرضی تھی وہ ہوئی۔ اب تو یہ چاہیے تھا کہ میں حیدر آباد فوراً چھوڑ دیتا مگر کیا کروں ہاتھ پاؤں بندے ہوئے ہیں۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کیونکہ ایک ایک لمحہ کا قیام سخت تکلیف دہ ہونے کے علاوہ نہایت ذلت و رسوائی کا باعث ہے۔ یہاں کے لوگ منہ پر نہیں تو دل میں کہتے ہیں اور بعض تو منہ پر بھی کہنے لگے ہیں کہ اب یہاں قیام کیوں ہے اور اب کیونکر بسر ہو رہی ہے تمھیں بتاؤ کہ کیا کروں۔

شوکت علی خاں

(۵)

عزیزم عشرت علیخاں طول عمرہٗ

تمہارا خط مورخہ ۲۳ جولائی سنہ [illegible] کل ۲۷ کو ملا۔ تمہاری عدیم الفرصتی اور پریشانی کا حال معلوم ہو کر سخت افسوس ہوا خدا اب ہم لوگوں پر رحم فرمائے آمین۔

عبدالمجید خاں کو میری طرف سے پوچھنا ان سے کہنا کہ میں جس حال میں ہوں اُسے دیکھتے ہوئے جواب نہ پہونچنے کی تمھیں کوئی شکایت نہ ہونا چاہیے۔

میں یہاں سے چلے جانے کا قصد مصمم کر چکا ہوں خدا اس قصد کو پورا کرے۔ اب کوئی اور چارہ کار باقی نہیں ہے۔ کہاں جاؤں گا یہ میں کچھ طے نہیں کر سکا۔ بہر صورت کہیں بھی چلا جاؤں مگر انشاءاللہ اب یہاں سے ضرور چلا جاؤں گا ———

بہ سان حاں کو سلام کہنا۔ بچوں اور بچیوں کو دعا۔

شوکت علی خاں

۲۸ جولائی سنہ [illegible]

حکیم حبیب الرحمٰن

بنگال کے نامور بنگالی ادیب، شاعر، قومی خادم اور اردو دوست شمس العلماء مولانا حکیم حبیب الرحمٰن خان اخوندزادہ کے مکتوب بنام حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی تھانوی سابق صدر شعبۂ اسلامیات ڈھاکہ یونیورسٹی حال پرنسپل دارالعلوم الاسلامیہ اشرف آباد ٹنڈو الہ یار حیدرآباد سندھ۔ (ترتیب: حبیب ندوی)

بنام مولانا ظفر احمد عثمانی تھانوی

حکیم حبیب الرحمٰن روڈ ڈھاکہ

۴ شعبان المعظم ۱۳۶۳ھ

مخدوما۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

مزاج گرامی۔ مدتوں کے بعد تحریر یاد خدمت ہو رہا ہوں، معلوم ہے کہ اب بہت عدیم الفرصت ہیں اس لئے کم سے کم الفاظ میں مافی الضمیر پیش کرتا ہوں۔

ڈھاکہ یونیورسٹی میں دینیات کے شعبہ کے صدر کی جگہ خالی ہے۔ مولانا [illegible] شمس العلماء [illegible] رحمۃ اللہ علیہ کے بعد یہ جگہ مستقلاً پُر نہیں ہوئی۔ کام چلانے کے لئے عارضی طور پر ہوگا۔ مجھ کہے لیتے ہیں اب ارباب حل و عقد کا فیصلہ ہے کہ کسی کو دو سو کے لئے مشاہرہ ۲۵۰ (ڈھائی سو) رکھا جائے۔

آپ کے مشاغل ایسے حد درجہ علمی ہیں مگر بنگال اور خاص کر یونیورسٹی کی دینی ضرورت کا خیال فرمایئے، بنا برایں عرض ہے کہ اس عہدہ کو آپ قبول کرلیں۔ شاید خداوند پاک اس سے یونیورسٹی کے سات سو مسلمان طلباء کو علم اسلام کی طرف متوجہ فرمائے۔ یہ کوئی سہل بات نہیں بلکہ بہ ذہن کے دفینہ کی خوشتر تدبیر صرف مجسم علم و عمل سامنے رکھ دینا ہے۔ آپ کے تشریف لانے سے اگر ایک بھی کافر ہونے والا پکا مسلمان ہوگیا تو اس کی جزا مجھ سے زیادہ آپ کو معلوم ہے۔

---

۱ سابق صدر شعبۂ اسلامیات ڈھاکہ یونیورسٹی۔

۲ ڈھاکہ یونیورسٹی۔

سال بھر میں تعطیل بھی بہت زیادہ ہے اور ہفتہ بھر میں ۱۸ گھنٹے سے زیادہ تعلیمی گھنٹے نہیں ہیں اس لئے آپ کے دوسرے مشاغل میں بھی حرج کا زیادہ اندیشہ نہیں ہے۔

۷ اکتوبر کو یونیورسٹی بند ہو جائے گی۔ عید کے بعد تشریف آوری ہوگی اور کچھ دریافت فرمانا ہو تو بندہ حاضر ہے۔ والسلام

نیازمند

حکیم، حبیب الرحمٰن

(۲)

۲ اکتوبر ۴۹ء

حضرت مولانا المحترم — السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جواب گرامی نامہ معروض خدمت ہے۔

الف :- آپ سے متعلق صرف دینیات میں صحاح ستہ، ہدایہ، کشاف، بیضاوی، مدارک، موطا اور اصول حدیث و تفسیر کی تعلیم ہوگی

ب :- مطبوعہ نصاب انگریزی میں ہے۔ جو حصہ آپ سے متعلق ہے وہ نشان زدہ ہے اور الگ بھیجا جا رہا ہے۔

ج :- یونیورسٹی میں پنشن کا قاعدہ نہیں ہے۔ پراویڈنٹ فنڈ ہے جس کا قاعدہ یہ ہے کہ سال بھر میں ایک ماہ کی تنخواہ آپ یونیورسٹی کو دیں گے۔ یونیورسٹی اس مقدار کو اپنے پاس سے ڈبل (مضاعف) کرے گی۔ اور آپ جب رخصت ہوں گے تو یہ رقم مع سود کے مل جائے گی۔ آپ کو اختیار ہے کہ سرے سے آپ اس فنڈ میں روپیہ ہی نہ دیں یا دیں اور سود نہ لیں۔ یہ بالکل اختیاری امر ہے۔

د :- ڈھاکہ کی آب و ہوا معتدل ہے۔ کوئی متعدی بیماری نہیں ہے۔ بنگال میں یہ جگہ آب و ہوا وہ ہر حیثیت سے اچھی ہے

ہ :- یونیورسٹی کے صدر دینیات کو عامۂ مسلمین اچھی نگاہ سے دیکھتے ہیں کہ حضرت المرحوم مولانا ناظر حسن اور مولانا منور علی محدث رامپوری جیسے عالم ان جگہوں پر رہے ہیں۔ سرکاری مولوی اور غیر سرکاری مولوی تو حضرت! اپنے طرز عمل پر موقوف ہے اس میں نہ یونیورسٹی کا قصور ہے اور نہ عامۃ الناس کا۔ مسبوق الذکر حضرات کبھی سرکاری مولوی نہیں سمجھے گئے اور حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب مغفور اس جگہ پر تنے سے پہلے ہی سرکاری مولوی سمجھے جاتے تھے تاہم ان کا بھی بلحاظ دینیات بڑا اثر اور اقتدار تھا اور سارا ڈھاکہ بلکہ بنگال ان کو مقتدا جانتا اور مانتا تھا اگرچہ اس کی وجہ اور بڑی وجہ حضرت[1] قبلہ کی خلافت تھی۔

و :- صدر دینیات کا کام سوائے تعلیم کے کچھ نہیں۔

ز :- ہم اہلِ ڈھاکہ[2] سمجھتے ہیں کہ صاف اور آسان — اور اس کا تجربہ تو آپ کو بارہا ہو چکا ہے۔

---

[1] حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ۔

[2] مولانا عثمانی نے حکیم صاحب مرحوم سے بنگال طالب علموں کے بارے میں دریافت کیا تھا کہ کیا وہ اردو سمجھتے ہیں۔ اس کے جواب میں حکیم صاحب نے تحریر فرمایا تھا کہ ہاں سمجھتے ہیں۔

ج :- یونیورسٹی کو گورنمنٹ چار لاکھ سالانہ دیتی ہے۔ سود سے کوئی علاقہ نہیں ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔

ھ :- لباس پوشاک کی قید نہیں ہے بشرطیکہ یونیورسٹی چاہتی ہے کہ صدر دینیات علماء کے لباس میں ہوں۔ کوٹ پتلون نہ پہنیں اور ہیٹ نہ لگائیں اور اگر وہ ایسا کرنے لگیں تو یونیورسٹی کو روکنے کی قوت بھی نہیں ہے۔

ی :- مکان شہر میں لینا ہوگا۔ شہر اور احاطہ یونیورسٹی متصل ہے۔ کیونکہ یونیورسٹی کے مکانات باپردہ نہیں ہیں۔ اور اگر آپ چاہیں تو یونیورسٹی بھی مکان دے سکتی ہے مگر میں اس کو مناسب نہیں سمجھتا۔ … روپیہ میں بہت عمدہ مکان مل سکتا ہے۔ اور اس سے کم پر بھی۔

یونیورسٹی میں سال بھر میں ۶۰، ۶۱ دن کی تعطیل ہے۔ اس میں بڑی تعطیل … ایک پوجا کی تعطیل جو تقریباً ۴۰ یوم کی ہوتی ہے اور دوسری دسمبر میں ۹، ۱۰ دن کی۔ قاعدہ مشترکہ ہے کہ صدر دینیات کو ہفتہ میں زیادہ سے زیادہ ۱۰ گھنٹہ پڑھانا ہوتا ہے۔ اتوار کو بند ہوتا ہے اور صدر دینیات کے ذمے جمعہ کے دن کوئی سبق نہیں … ہے … کے لئے عملاً جمعہ کو بھی تعطیل ہے۔

مجھے امید ہے کہ کوئی امر اور دریافت طلب باقی … اگر آپ تشریف لائیں تو آپ کو ۲ نومبر کو آجانا چاہئے۔

امید ہے کہ مزاج عالی بخیر ہوگا۔

میری صاف بیانی کو معاف فرمائیے گا اور ساتھ ہی … سے جو تکلیف ہوئی ہوگی اس کی بھی معافی چاہتا ہوں۔ کثیر الاشتغال ہوں اس لئے بھی ہاتھ روک کر لکھنا دشوار ہے۔

والسلام نیازمند

(حکیم) حبیب الرحمٰن

(۳)

۹ رمضان المبارک، دوشنبہ

حضرت والا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بہت نادم ہوں کہ آپ نے یاد دہانی فرمائی۔ بات یہ ہے کہ میں رمضان سے قبل بیمار[1] ہو گیا حتیٰ کہ ۳ روزے بھی قضا ہوئے اور ادھر ۹ اکتوبر سے یونیورسٹی بھی بند ہو گئی۔ صدر شعبہ دینیات بھی … اس طرح مجھے نادم ہونا پڑا۔ صدر صاحب[2] سے آج پھر بالتفصیل باتیں ہوئیں۔

یونیورسٹی ۲۰ نومبر کو کھلتی ہے تو ابھی آپ کو تشریف لانے کی ضرورت نہیں کیونکہ گذشتہ میٹنگ میں یہ فیصلہ ہوا کہ پہلے اخبارات میں اشتہار دئیے جائیں … آپ خاطر جمع فرمائیے۔ یہ سب ضابطہ کی کارروائی ہے یعنی آپ کو درخواست دینی نہیں ہوگی۔ غرضیکہ میں سمجھتا ہوں کہ … تک آپ تشریف لا سکیں گے، یعنی ہماری بدقسمتی

---

[1] مبتلائے بخار

[2] ڈاکٹر معظم حسین صدر شعبہ اسلامیات ڈھاکہ یونیورسٹی۔

سے شرفِ نیازمندی میں پھر بُعد ہو گیا۔

صاحبزادہ[1] کے متعلق آپ کی تشریف آوری کے بعد سب مل کر سعی کریں گے۔ خدا چاہے گا تو کوئی صورت نکل سکتی ہے گورنمنٹ میں کچھ ہونا ممکن ہے۔

آنجناب اگر مشفقی مولوی شمس الحق[2] صاحب کے مدرسہ میں قیام کرنا پسند فرماتے ہیں تو اس میں کسی کو عذر نہیں لیکن وہاں تو شاید جمعیت خاطر میں فرق ہوگا۔ اگرچہ اس طرح یہ نیازمند تا قریب ہوگا کہ گھر بیٹھے ہر وقت زیارت ہو سکے گی۔

سال بھر میں گرمی کی چھٹی اور پوجا کی چھٹی بڑی تعطیل ہے۔ ہر سال دو بار جا کر اعلیٰ حضرت[3] کی زیارت کر سکتے ہیں جلدی ہو تو ڈھاکہ سے دہلی تک ہوائی جہاز سے جانا ممکن ہے اور کبھی ڈھاکہ سے بھی جہاز مل جاتا ہے۔

مجھے معذرت کرنے دیجئے کہ واقعی میری حماقت سے آپ کو تکلیف ہوئی مگر یقین فرمائیں کہ بہت حد تک معذوری بھی تھی۔ الحمد للہ اب اچھا ہوں اگرچہ پہلے سے کمزور ہو گیا ہوں۔

والسلام

نیازمند

حکیم حبیب الرحمٰن

(۴)

حکیم حبیب الرحمٰن روڈ

۲۰ رمضان المبارک

حضرت محترم مولانا المکرم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اس شوخی و گستاخی کی معافی چاہتا ہوں کہ ابھی ایک خط ارسال کر چکا ہوں کہ پھر [illegible] سرائی کے لئے آمادہ ہو گیا۔ اور پھر رمضان المبارک میں جبکہ اعمال [illegible] کے لئے وقت ہی نہیں ملتا۔ مگر چونکہ اس دن خط لکھنے کے بعد [illegible] لیا ہے۔ اب [illegible] ناخواستہ قلم کے ذریعہ ظاہر [illegible] دن [illegible] دماغ میں مبتلا رہوں گا اس لئے مجبوراً لکھنا پڑا۔

بات صرف اتنی ہے کہ کتب مراجعہ احادیث میں جو ابواب ہیں ان کو [illegible] زمانہ کے اقتضاء سے نئی صورتیں نکل آئی ہیں اور نئے سوالات بھی پیدا ہو گئے ہیں [illegible]

---

[1] مولانا محمد احمد عثمانی تھانوی ان دنوں دہلی [illegible] فتح پوری میں ملازم تھے۔ مولانا عثمانی ان کو بھی ساتھ لانا چاہتے تھے [illegible] دنوں گورنمنٹ کالج کراچی میں لیکچرر ہیں ابھی حال میں قومی تعمیر نو کے سلسلے سے ان کی خدمات [illegible]

[2] مولانا شمس الحق فریدپوری [illegible] پرنسپل جامعہ قرآنیہ لال باغ، ڈھاکہ۔ انہوں نے ان دنوں بڑا کٹرہ [illegible] بازار [illegible] سے ایک مدرسہ قائم کیا تھا جو حکیم حبیب الرحمٰن مرحوم کے گھر کے سامنے تھا۔

[3] حضرت مولانا حکیم الامت اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ۔

قیاساً ایسا سمجھتا ہوں کہ کچھ نئے ابواب کی ضرورت ہے۔ مثلاً حضرت نے ابوداؤد کی حدیث سے بیعت مروجہ (اصلاح نفس) پر استدلال فرمایا ہے، حالانکہ یہ مفہوم جو حضرت کے بیان سے سمجھ میں آیا ہے۔ ترجمۃ الباب سے سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ شاید میں نے مثال دینے میں غلطی کی ہو۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ حضرت کے رسائل کو ایک بار اس نیت سے کوئی پڑھ کر نشان لگا جائے تو بہت سے نئے ابواب پیدا ہو جائیں گے۔ اور اسی طرح ہمارے اکابر کے حدیث کی تقریریں بھی اگر سامنے رکھ لیں تو مجھے یقین کامل ہے کہ کچھ نئے ابواب کا اضافہ ہو جائیگا اور اس طرح ایک بڑی ضرورت کا حل نکل آئے گا۔

خدا جانے میں اپنا مطلب ادا کر سکا یا نہیں!

حضرت خیال فرمائیے کہ گو میں سب کچھ دیوبندی ہوں، مگر زبان میرا نہیں۔ اس لئے میری تحریر کی خامیوں پر نگاہ رہے تو اچھا ہے۔ والسلام

نیاز مند

شکیب، حبیب الرحمٰن

(۵)

۲۶ نومبر ۱۹۵۰ء

حضرت محترم۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

میں ذیابیطس کے ساتھ بیمار پڑ رہا ہوں، اس لئے کام کاج کا بھی حرج ہو رہا ہے اور بہت سے ضروری خطوں کے جواب میں بھی غفلت ہو رہی ہے۔

صدر شعبہ اسلامیات نے جناب کو تار دیا ہے۔ اگر خداوند قدوس نے یہاں کے مسلمانوں کو مسلمان رکھنا پسند فرمایا تو انشاء اللہ جناب یکم جنوری تک آ جائیں گے۔ بہت سی باتیں ایسی ہیں کہ تحریر میں نہیں آ سکتیں۔ تو دو لفظ پر روشنی تو پڑ سکتی تھی لیکن پھر بھی بہت سے گوشے اندھیرے میں رہ جاتے ہیں۔ اس لئے ادھر جب کبھی آپ کو خط لکھتا ہوں محترم مولوی شمس الحق صاحب کو دکھا لیتا ہوں اور بعد مشورہ لکھتا ہوں کہ وہ آپ کے معتمد علیہ بھی ہیں اور میں بھی ان پر اعتماد کرتا ہوں۔ اب جناب ایک تکلیف اور فرمائیے، ایک عبارت اپنے قلم سے صدر شعبۂ اسلامیات کو مخاطب کر کے لکھیئے جس میں نمبروار حسب ذیل امور کی صراحت کر دیں۔ اسی پرچہ تحریر پر چکنا مہ ثبت ہوگا یہ تحریر میرے نام جلد از جلد بھجوا دیجئے۔

۱ عمر:- یہ خانہ خالی چھوڑ دیجئے، یہ میرے اور مولوی صاحب موصوف کے ذمہ ہے

۲ تحصیل کمال:- کہاں کہاں تحصیل فرمائی؟ کب فارغ ہوئے؟

۳ شغل تدریس:- کہاں کہاں اور کب تک شغل درس رہا، کس حیثیت سے؟

۴ تصانیف:- بلقید فن و زبان

۵ علمی رشتہ:- اساتذہ کی خدمت

۶ مطالبہ:- اقلاً ۳۰۰ ماہوار

(۸)

نامه فرستادند وان رحم جا ملزار بدین

حسن ادا مرہم نہادند وسپاس دیگر آن که

سررشتهٔ کار را داشتند از کف نرفت و

به فرمانده سازگاری روی داد بار خوش است

اگر هم بدین روش گاه گاه به نامه یاد آورند

در آن کوشند که مهر روز افزون و هرستی

دیرین گرد از من و گرویدا رنجوری من پرسیده اند

فارغ باشند که از رنج آزاد و از دوا فارغم

رنجوری رفته و ناتوانی باقیست چون بہ جہت

میگذرد دانم که این نیز نپاید والا جاه نواب

مہر ضیاء الدین خان بہادر و رفیع جایگاہ غیاث الدولہ

رضی الدین حسن خان بهادر و اقبال نشان میرزا زین العابدین خان بهادر سلام میرسانند و در گزارش

راز اند نشنه سه شنبه پنجم ماه روزه و نهم ستمبر سنه

چونکہ فنڈ میں گنجائش ہے اس لئے اڑھائی سو کی جگہ ۳۰۰ کیا گیا ہے۔ کوشش ہوگی کہ اس پر کمیٹی کو راضی کیا جائے ورنہ ممکن ہو، سابقہ ۲۵۰ تو موجود ہے۔

اب خداوند تعالےٰ آپ کو خیریت سے لائیں تو بالمشافہ عرض کروں گا، مختصراً یہ عرض ہے کہ میں ترجمۃ الباب یا ابواب کی تبویب کو شرعی نہیں سمجھتا، ضرورت ایسی تبویب پیدا کرتی ہے۔

یونیورسٹی سالانہ ۵۰۰ روپیہ صرف عربی کتابوں کے لئے دیتی ہے، آپ اپنی ضرورت کی کتابیں تجویز فرمائیں تاکہ پہلے سے منگوا لی جا[ئیں] مگر یہ ضرور ارقام فرمائیں۔

دعائے خیر کا طالب ہوں — والسلام — نیازمند

(حکیم) حبیب الرحمٰن

(۶)

، دسمبر ۳۶ء

حضرت السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

نوازش نامہ ملا اور بروقت ملا۔ ۱۲/۷ کو ڈھاکہ یونیورسٹی کی میٹنگ میں یہ فیصلہ ہوا کہ مولانا کو ۳۰۰ روپیہ پانچ سال کے لئے دیا جائے اور آجکل میں حسب دستور و منشائے قانون ایک اشتہار دیا جائے، جو درخواستیں آئیں گی سب پر جنوری کے پہلے ہفتہ میں غور ہوگا اور انشاء اللہ آپ دوسرے ہفتہ تک تشریف لے آئیں گے۔

سرکاری کاموں میں کامیابی ایک عجیب و غریب لوہ کی ہے۔ اللہ پاک نے اب تک کامیاب فرمایا ہے تو جو کچھ رہا ہے امید ہے اس میں بھی ضرور کامیابی ہوگی۔

روئداد کی مولوی شمس الحق صاحب کو خبر نہیں ہو سکا کہ ان کو بار بار بلانا مجھ پر بار ہوتا ہے اور میں عید کے دوسرے دن سے ذی فراش ہوں۔ دونوں پاؤں کے پنجوں کو وجع المفاصل نے پکڑ لیا تھا۔ اب اچھا ہو رہا ہوں انشاء اللہ لیکن اس قابل نہیں کہ مطب تک جاؤں۔ ساتھ بے حد کمزور ہو گیا ہوں۔

مولوی نامیوں کی عیادت کم کرتے ہیں۔ آجائیں گے تو ان سے کہہ دوں گا اور مجھے یقین ہے کہ ان کو بھی مسرت قلبی ہوگی۔ میں نے ان کو اس لئے نہیں بلایا کہ بیچارے کمزور اور مصروف شخص ہیں بار بار بلانے سے حرج ہوتا ہے۔

مولانا میرے لئے دعا فرمائیے۔ ان دنوں بوجہ علالت سارے معمولات ترک ہیں۔ سخت خلجان دماغی و قلبی میں مبتلا ہوں۔ اس ابتلا سے اللہ پاک نجات دیں۔ اور اپنی عمر کی غفلت اس لئے بری ہے کہ تلافی نہیں ہو سکتی۔

آپ کے خط کو میں نے جی بھر کے نہیں پڑھا، اور رشید صاحب کو بھیج دیا کہ جلسہ کا وقت قریب تھا۔ اب آج ان سے منگوا کر دوبارہ پڑھوں گا اور مستفید ہوں گا۔ — والسلام — نیازمند

(حکیم) حبیب الرحمٰن

(۷)

۱۵ دسمبر ۶۹ء

حضرت والا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

کل نوازش نامہ سے سرفراز ہوا۔ الحمد للہ آپ کی دعائی برکت سے اچھا ہو رہا ہوں۔ پرسوں ذرا عرصہ بعد نکلا بھی تھا۔
ڈاکٹر سید معظم حسین صاحب کو رسالہ فہرست لے دی تھی۔ انہوں نے فرمایا کہ آگے کتابیں موجود ہیں اور جو نہیں ہیں منگوالی جائیں گی جو ہیں اول مرتبہ آنے کا اور آخیر مرتبہ جانے کا کرایہ یونیورسٹی دے گی اور اس پانچ سال کے اندر جب جب آپ آئیں سے، جائیں گے اپنے خرچ سے۔

وسط جنوری میں میٹنگ ہے، پاس ہوتے ہی آپ کو سرکاری ذریعہ سے تار یا خط جائے گا اور وہی تقرر نامہ ہوگا۔
مولوی شمس الحق صاحب اکثر بیمار رہتے ہیں اگرادہ ان کو ہم نے اچھا ہی دیکھا ہے۔ میں نے ان کی شکایت نہیں کی تھی بلکہ اس طبقہ سے متعلق بیان واقعہ ہے اور حقیقت یہ ناکارہ خانقاہی نہیں ہے تو اس قابل نہیں سمجھتا ہے کہ لوگ کسی مقصد کے پیش نظر اس کے یہاں آئیں جائیں۔ میں بلا پروائے لومۃ لائم جس کو حق سمجھتا ہوں کرتا ہوں اور اس پر مسلمانی تمام ہے اور نہ کسی کی شکایت سے رنجیدہ ہوتا ہوں اور میری تحریر سے حسبت یا شکایت کا شائبہ ہوتا ہے اگر ایسا نکلتا ہوگا تو انشاء اللہ میں ان سے معافی چاہوں گا، مگر اس طبقہ کی اس عادت کی اصلاح کی ضرورت ہے اور ان سے پہلے بھی تک کے ساتھ قائم ہوں۔

جی ہاں خاتہ عمر بہ حساب قمری بہ روایت بات یہ ہے کہ یہ فقر آپ کا صرف ۵ برس کے بعد ہے۔ یونیورسٹی ۵۵ سال میں قابل رخصت سمجھتی ہے۔ لیکن تو اگر درست ہوں تو ۶ تک مہلت ملتی ہے کون جانتا ہے کہ کل کیا ضرورت پیش آئے گی یہ ساری پیش بندی اس کی ہے۔ مولانا! اب بطرف اپنے بارے میں ایک اشارہ کرتا ہوں میں بھی ہوں۔ یہ حزب البحر پڑھتا ہوں۔ شاہ سید سلیمان صاحب پھلواری مولانا محمد اسحاق مرحوم اور حضرت حاجی محمد شیخ مرحوم کی طرف سے مجاز ہوں مگر زکوٰۃ میں نے سید صاحب کے طریقے سے دیا ہے۔ اب سے اس بیماری میں حزب البحر لو بیا زمانہ علالت نہ پڑھ سکا اور بہ اتفاق کئی برس سے کے بعد ہوا ہے اب کے لئے اس کی قضا کی کیا صورت ہے؟ آیا آئندہ صفر میں اعتکاف کر کے پھر سے شروع کروں، آج رحمتہ کے بعد پڑھتا تھا، کیا ایک ادا اور ایک قضا کے لئے ۲۰۲ بار پڑھوں یا بالکل ہی چھوڑ دوں۔ غور فرما کر جواب دیجئے اور چونکہ یہ جواب طلب بات میری ذات کے لئے ہے اس لئے ٹکٹ بھی رکھ دیا ہے۔ برا نہ مانیئے گا۔

والسلام نیاز مند
حکیم حبیب الرحمٰن

بنام مولانا محمد نعیم الحق آزاد

میرے جد حضرت شیخ الشیوخ صوفی مولانا علامہ مولوی محمد نعیم الحق صاحب آزاد مرحوم ہندوستان کے ان مشاہیر ادبا میں ہیں کہ جنہوں نے قوم و وطن کی خدمت میں ادب کی بھی خدمت بہت کی مگر بعد کے نامساعد مالی حالات اور دیگر ہند و مسلم کشیدگی نے ان کی ادبی خدمات کو پروان نہ چڑھنے دیا۔ یہ سارے خطوط اور ان کا عکس اردو ادب کے فروغ اور اس کی عدیم المثال تحقیق زبان کے سلسلہ میں ان کو موصول ہوئے اُن کا زمانہ داغ و امیر کا ہے۔ (محمد آصف الحق)

غالب[1]

پیر و مرشد۔ کیا حکم ہوتا ہے۔ احمق ہوں کہ چپ رہوں یا جو از روئے کشف مجھ پر کھلا ہوا ہے وہ لکھوں۔ اول رجب میں نوازش نامہ آپ نے کب بھیجا۔ آخر میرے پاس پہنچ ہی گیا۔ یہ جواب بھیجا۔ اگر روانہ ہوا ہوتا تو وہ بھی پہنچ گیا ہوتا۔ بہ حال محبت کی گرمی منگائی ہے۔ یہ تمہ محض آرائش عنوان نامہ ہے۔ عمرت دراز باد کہ ایں ہم غنیمت است پڑھا ہوں گا۔ اجڑنے میں اور اہل شہر کے آباد ہونے میں یہاں۔ اوس صورت پہ نہیں ہے جیسی اور کہیں ہے۔ اور جگہ سیاست ہی کے محلے نذر بیات ریاست ہی یہاں قہر الٰہی ہے منشائے تباہی ہے۔ خاص میرے پنشن کے باب میں گورنمنٹ سے رپورٹ طلب ہوئی ہے۔ اپنے روزگار حیران میں کہ یہ بھی ایک بات عجب ہوئی ہے۔ رپورٹ کی روانگی کی دیر ہے۔ چند روز ادھر ہی قسمت کا پھیر ہے۔ دلی علاقہ لفٹنٹ گورنری سے انقطاع پا گئی اور احاطہ پنجاب کے تحت حکومت آگئی۔ رپورٹ یہاں سے لاہور اور لاہور سے کلکتہ جائے گی اور اس طرح پھیر کھا کر نوید حکم منظوری آئے گی۔ فعل لازم کو جب متعدی کیا چاہیے تو پہلے مضارع میں سے مصدر بنا لینا چاہیے گشتن مصدر اصلی گردد مضارع گردیدن مصدر مضارع گرداندن و گردانیدن۔ مصدر متعدی موافق اس قاعدہ کے گردن کا متعدد کناندن و کنانیدن ہے نہ کراندن۔ کراندن تو کرانی کی فارسی ہے۔ جیسے پلٹنے کی فارسی چلیدن اور یہ منوتی طبع ظرافت ہے۔ نہ اس میں حقیقت نہ مطابقت ہے۔ راندن غلط اور کنانیدن صحیح و گشتن کو گشتاندن اور رستن کو رستاندن نہ کہیں گے بلکہ گردیدن و رستانیدن۔ بناکر

---

[1] یہ خطوط ہمیں جناب محمد آصف الحق صاحب شمیم نے مرحمت فرمائے ہیں۔ ان میں بعض بڑے قیمتی خطوط ہیں۔ لیکن ان میں نہ ایک مطبوعہ ہیں مثلاً غالب کا یہ خط، اسی طرح امیر مینائی کے بھی دو تین خطوط (ادارہ)

دریا خان کمیں کے بلغار کے کلام میں گردن کا متعدی شاید کہیں نہ آیا ہو اگر آیا ہوگا تو کیا نیا آیا ہوگا۔ گرادن ٹکسال باہر ہے۔ ۱۱۔ تذکیر و تانیث کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ دہی بعض کہتے ہیں۔ دہی اچھا بعض کہتے ہیں دہی اچھی۔ قلم کو کوئی کہتا ہے۔ قلم ٹوٹ گیا ہے کوئی کہتا ہے قلم ٹوٹ گئی ہے۔ فقیر دہی کو مذکر بولتا ہے اور قلم کو بھی مذکر جانتا ہے۔ علی ہذا القیاس شنگرف بھی مذبذب ہے کوئی کہتا ہے بڑا اچھا ہے۔ قلم اچھی ہے۔ فقیر قلم کو اچھا کہے گا وغیرہ شنگرف کو کوئی مذکر اور کوئی مونث کہتا ہے۔ میں تو شنگرف کو مونث کہوں گا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اہل زبان کے نزدیک گردن کا متعدی گرانا ٹھیک ہے اور شنگرف مونث ۱۲۔ خداوند آپ بندہ پرور ہے۔ بقول ... کاوہ بہ کاوہ ... میں یہ نہیں لکھ سکتا کہ میں نے اس عرصہ میں کئی خط بھیجے اور آپ نے ایک کا جواب نہیں لکھا ہاں یہ عرض کرتا ہوں کہ آج صبح کو آپ کا خط آیا اور پڑھا۔ ادھر جواب لکھا۔ سچ یوں ہے کہ ڈاک میں اکثر خطوط تلف ہوتے ہیں۔ بیرنگ پر ضائع ہونے کا گمان کم ہے اس دستور کا پابند اور راہی میں ہوتا ہوں۔ ہر خط بیرنگ بھیجتا ہوں۔ آپ بھی جب کبھی بعرض محال خط لکھیے تو بیرنگ بھیجیے۔ زیادہ حد ادب۔

مرسلہ اشتیاق۔ غالب نگاشتہ چہار شنبہ سوم شعبان ونہم مارچ سال حال ۱۲۔

(۲)

بندہ پرور آج میں نے وہ انگوٹھی بوصفی روانہ کر دی اور صبح کو آپ کا کاہنہ مسودہ اور میرے محسن کا رقعہ آپ کے نام کا مجھ کو دے گیا۔

اس عنایت کی شکر میں کیا خدمت بجا لاؤں۔ بارے ایک رباعی[1] بھیجتا ہوں اس کو آپ پڑھ کر اور بعد اس کے راجہ صاحب کی خدمت میں بھجوا دیجیے۔

اُمید بفتح ہمزہ و تخفیف میم دونوں طرح مستعمل ہے۔ ایسا نہ ہو کہ جناب ممدوح اس کو زحاف سمجھیں۔ پہلے اور دوسرے مصرع میں بتخفیف میم ہے اور تیسرے مصرع کا میم مشدد ہے ——— غالب

فصیح الملک نواب مرزا داغ دہلوی

(بنام مولانا مولوی محمد نعیم الحق صاحب آزاد مرحوم شیخپوری بلیا دی دیولی بھارت)

مہربان من۔ تمہارا خط ملا۔ میں بفضلہ خیریت سے ہوں۔ تمہارے حسب تحریر اپنی کیفیت لکھ کر بھیجا۔ مہتاب داغ مہینے سوا مہینے میں چھپ کر تیار ہو جائے گا۔ اس کا انتخاب بھی واصل تذکرہ کرنا۔ اس کی رسید جلدی بھجواؤ۔ بکمال عدیم الفرصت ہوں اس واسطے جواب میں تاخیر ہوئی۔ زیادہ خیریت ہے۔

---

[1] افسوس اور صد افسوس کہ وہ رباعی کل سے پرانے مسودوں میں تلاش کر رہا ہوں، مگر دستیاب نہ ہوئی۔ کوشش جاری ہے۔ گریہ حضرت غالب کے خط کی صحیح نقل ہے جو کہ بعینہٖ ارسال ہے۔

میری پیدائش خاص شہر دہلی چاندنی چوک کی ہے بیرون کابلی دروازہ ہے۔ تاریخ ولادت دوازدہم ماہ ذی الحجہ ۱۲۴۶ھ مطابق ۲۵ مئی ۱۸۳۱ء موافق ۱۰ جیٹھ سمبت ۱۸۸۸ بکرمی ہے۔ نام نواب مرزا خاں خطاب عطائے شاہ دہلی سے۔ والد کا نام نواب شمس الدین احمد خاں انار اللہ برہانہ ہے۔ میرے خاندان آبائی کا سلسلہ حضرت خواجہ احمد یسوی ترک علیہ الرحمہ تک پہنچتا ہے۔ جب میری تسمیہ خوانی ہوئی تو مولوی آخوند یار محمد ولایتی جو آخوند شیر محمد کے خواہر زادہ تھے، ان سے قرآن شریف پڑھا۔ اور چھ برس کے سن میں کلام مجید ختم کیا۔ جب استاد کا انتقال ہو گیا تو مولوی میر احمد حسین خلف میر غلام حسین شکیبا اور مولوی فخر الدین اور مولوی غیاث الدین صاحب غیاث اللغات اور مولوی سعید الدین خاں خلف اکبر مولوی محمد رشید الدین سے فارسی کی تکمیل کی اور خط نستعلیق کی مشق مرزا عباد اللہ بیگ خوشنویس شاگرد رشید میر امیر پنجہ کش سے حاصل کی جگہ گاہ گاہ خود میر صاحب مغفور سے بھی اصلاح لیتا رہا۔ بعدہٗ فن سپاہگری کی طرف طبیعت مائل ہوئی۔ بندوق کا لگانا، تلوار کا لگانا۔ مرزا محمد سلطان فتح الملک شاہ ولیعہد بہادر گورگانی نور اللہ مرقدہٗ سے حاصل کیا۔ گھوڑے کی سواری بھکن خاں، بُندو خاں، چابک سواران شاہی سے حاصل کی۔ فن کُھیتی بھی مرزا عباد اللہ بیگ سے حاصل کیا۔ اور فن بنکیتی علی مدد مرزا ستی بیگ شاگرد میر حامد علی مرحوم سے حاصل کیا۔ بارہ برس کے سن تک یہ سب ہنر حاصل ہو گئے تھے بعدہٗ شعر و سخن کی طرف طبیعت راغب ہوئی خاقانی ہند سلطان الشعراء علامہ صوفی اجل شیخ ابراہیم ذوق نور اللہ مرقدہٗ کا شاگرد ہوا۔ غدر سے دو سال پیشتر استاد ذوق کا انتقال ہوا۔ ان کے سامنے ایک دیوان مکمل ہو گیا تھا وہ غدر میں تلف ہوا۔ کچھ کچھ شعر اس تصنیف کے جو یاد تھے وہ جستہ جستہ گلزار داغ میں لکھے گئے۔ ورنہ گلزار داغ و آفتاب داغ و فریاد داغ یہ سب کتابیں بمقام رام پور تصنیف کی گئیں۔

بعد غدر کے نواب فردوس مکاں محمد یوسف علی خاں بہادر والی رام پور نے مجھے بہ توقیر بلایا اور نہایت مہربانی فرمائی۔ من بعد خلد آشیاں نواب کلب علی خاں بہادر نے اپنے پاس ملازم اس طرح با عزاز و اکرام رکھا کہ محسود ہو گیا۔ چونکہ نواب خلد آشیاں کا مولد دہلی تھا بچپن سے ان سے ملاقات تھی۔ اکثر بھائی کہہ کر خطاب فرمایا کرتے تھے۔ اور کام کارخانوں کا اور ... مصاحبت کا میرے متعلق تھا۔ جب نواب کلب علی خاں بہادر نے رحلت کی تو میں رام پور میں تھا۔ حکیم محمود خاں مرحوم سے ملنے کو دہلی آیا تھا۔ ان کے بعد رئیس ریاست کارخانہ نواب عرش آشیاں محمد مشتاق علی خاں بہادر کے زمانے میں پایا جو ... پاس کارخانوں کا کام تھا اور علاوہ حساب و کتاب کے لاکھوں روپیہ کی تحویل تھی۔ جو نہ سب حساب و تحویل جا رہے ... بحالت بیماری رخصت لے کر دہلی آیا اور پھر بہ سبب مخالفت و ناموافقت آب و ہوا مستعفی ہو گیا پھر دکن کا ارادہ کیا ... اقبال یاور تھا حیدرآباد پہنچ کر مورد الطاف سلطان دکن دام اقبالہٗ و خلد اللہ ملکہٗ ایسا ہوا کہ یوم ورود حیدرآباد ... کی تنخواہ چڑھی ہوئی ملی اور شرف استادی سلطان دکن حاصل کیا۔ دکن میں پہنچ کر تیسرا دیوان موسوم بہ مہتاب داغ مرتب چھپ کر تیار ہوا۔

فقط راقم

داغ دہلوی

۱۹ ستمبر ۱۸۹۶ء

امیر احمد امیر مینائی

بنام خالیلے استاد احقر العباد - بندہ عجز نہاد محمد نصیر الحق صاحب آزاد مرحوم شیخ پوری -

مجی! غزلیں آپکی بیماری اور بیماروں کی پرستاری کی حالت میں دیکھیں۔ ماشاءاللہ طبیعت بہت ہی اچھی ہے۔ خدا عمر میں برکت دے۔ شک مرحوم نے کس کتاب میں تاریخ [illegible] کا ذکر کیا ہے۔ اس کتاب کا نام و نشان ضرور لکھئے اور اگر آپ کے پاس ہو تو چند روز کو مستعار مجھے دے دیجئے۔ میرے [illegible] میں نے ذکر ہی کیا ہے۔ سن بھی سال کہیں نہیں مل سکتا فارسی میں بہت تلاش کیا۔ کوئی سند قابل اعتبار [illegible] ہے۔ اردو میں [illegible] اگر سن بمعنی سال کوئی لکھے تو [illegible] بہ تحقیق اس کی جگہ سال لکھنے [illegible] -

ولایتی کاغذ پر امیر اللغات کے حصہ اوّل کی قیمت [illegible] امید کہ غزلوں اور خط کی رسید سے مطلع کیجیے۔

داغ کی کامیابی دکن مجھے [illegible] ان کے خطوط [illegible] رہتے ہیں۔

امیر فقیر - ۱۴ نومبر ۱۸۹۹ء

از ریاست رامپور

(۲)

مجی! تسلیم مسنون۔ مہربانی نامہ مع دو غزل اصلاح طلب کے آیا۔ مسرور کیا۔ غزلیں دیکھ کر بھیجی جاتی ہیں۔ یہ بات دریافت ہونے سے بہت ہی خوشی ہوا کہ آپ تذکرہ شعرائے مرحوم [illegible] رہے ہیں۔ خداوند تعالیٰ اس کو [illegible] خوبی کے ساتھ اختتام کو پہنچائے۔ اس ریاست میں ایک تاریخ لکھی جا رہی ہے [illegible] میرا حال بھی طلب کیا گیا ہے۔ حسب فرمائش آپ کے اس سے نقل کرا کے عنقریب بھیجوں گا۔ فرصت ہوتی نہیں [illegible] اگر موقع ملے گا اور مواقع ہوں گے تو ذکر کرنے میں دریغ نہ ہوگا۔ فقط -

امیر فقیر

۰ [illegible] ۱۸۹۹ء

(۳)

۲۴ جنوری ۱۸۹۹ء محبِ دلنواز۔ سلام شوق

محبت نامہ آیا۔ تاریخیں دیکھیں۔ زیر تعلیقات کی [illegible] ہی ہے۔ بارک اللہ فی عمرکم۔ میر کسی قدر

لے ریاست رامپور میں نواب بہادر کلب علی خاں صاحب کے استاد جناب امیر احمد صاحب مینائی مرحوم تھے کہ جن سے میرے جد بوقت بلا اصلاح لیتے اور استفادہ کرتے۔ مگر میرے جد نے ایک مسئلہ پر جو کہ قاعدہ ادب اردو مصنف شاعری سے متعلق تھا۔ اعتراض کیا۔ اس کے جواب میں یہ خط دہلی سے بھیجا گیا۔

ذکر ایک دوست نے ایک تذکرہ میں لکھا ہے۔ میں نے دفتر میں کہہ دیا ہے۔ اس کی نقل آپ کو پہنچے گی۔ لکھنے والے نے بطور خود تعلّی عبارت میں لکھا ہے۔ آپ اپنی الگ عبارت میں لکھئے گا۔ مطالب اس سے مل جائیں گے۔ جدید کلام اسی کو سمجھئے جو پیام یار میں چھپتا ہے۔ نئی غزلیں گلدستوں سے بچنے کہاں پاتی ہیں۔ جہاں غزل کہتا ہوں وہی طرح ہو جاتی ہے۔ رباعیاں مدت سے کہنے کا اتفاق نہیں۔ مرآۃ الغیب دیوان مطبوعہ سے کوئی رباعی لے لیجئے۔

منشی مظفر علی صاحب اسیر مرحوم نے ۷۶ برس تین مہینے تیرہ دن کی عمر پائی۔ ۱۷ ربیع الاول ۱۲۹۹ھ کو رحلت فرمائی۔ صاحب اُن کا امیر تھا۔ تصنیفات کی تعداد لکھ دینا تو آسان ہے۔ مگر سب کے نام لکھنے کی فرصت کہاں۔ میں نے حسب فرمائش ریاست ایک تذکرہ لکھا تھا۔ انتخاب یادگار اُس کا نام ہے۔ افسوس ہے کہ میرے پاس کوئی نسخہ نہیں رہا۔ ورنہ اس سے آپ کو بہت مدد ملتی۔ ایک شخص کے پاس ہے۔ وہ قیمت بہت مانگتے ہیں۔ اگر آپ خریداری کریں تو گفتگو کی جائے۔ بے شک یہ تذکرہ آپ کو کام بہت دے گا۔ کلام آپ کا دیکھ لیا۔ مصحفی مرحوم کے اُستاد کا نام خوب تحقیق کو تو نہیں پہنچا۔ مگر غالباً آتش ہی کے شاگرد تھے۔ مجھ سے آپ میرے تلامذہ کی تعداد کیا دریافت فرماتے ہیں۔ میں نے کبھی اُن کے اسما ضبط نہیں کیے۔ ایک زمانہ میں میرے فرزند اکبر محمد احمد قمر نے کچھ نام لکھے تھے۔ یاد پڑتا ہے کہ سو سے زیادہ تھے۔ اُس کے بعد سیکڑوں اور ہوئے اور ہوتے جاتے ہیں۔ اور زندگی باقی ہے تو ہوتے جائیں گے۔ اُن سب کی فہرست تیار ہونا محال ہے۔ پہلے سے التزام کیا جاتا تو البتہ ممکن تھا۔ میرے نزدیک مناسب یہ ہے کہ چند نامی شاگرد مثل ریاض، داغ وفدا، خلیل، جلیل وعابد و سرشار مؤلف فسانہ آزاد وغیرہ کے نام اور پتے لکھ دیجئے اور باعتبار تعداد کے یہ لکھئے کہ بے شمار ہیں۔ اُمرا میں اوّل درجے نواب خلد آشیاں اور موجودہ میں نواب صفدر علی خاں اور احمد حسین خاں تعلقدار پریاواں ہیں۔ آخر میں اتنا لکھنا ضرور ہے کہ آپ اپنے تذکرے سے دو چار ورق مرتب شدہ نقل کرا کے بھیجئے تاکہ معلوم ہو کہ آپ نے کن کن طبقات کو لیا ہے اور کس رنگ پر لکھا ہے۔ جب تک حسن تالیف معلوم نہ ہو۔ مدد دینے کا شوق پیدا نہیں ہو سکتا۔

امیر فقیر

۲۴ جنوری ۱۸۹۲ء

۱۴۰

مجمع [illegible] سلام مسنون۔ [illegible] کے بھیجنے کی اجازت [illegible] اور اس کے دیکھنے کا اقرار کیونکر [illegible]
آلام و امراض سے ایک غزل بھی دیکھ لینا دشوار رہتا ہے۔ مجھے مجبور اور معذور سمجھ کر معاف فرمائیے۔ آپ کی غزل [illegible]
اصلاح کے لیے میں رکھی ہوئی۔ مجھے اب [illegible] کے دیکھنے کی فرصت نہیں ملی۔ جب [illegible] سے بھیجنے کا وقت آئے [illegible]
بھیج دی جائے گی۔ [illegible] نواب [illegible]
[illegible] عدد لیے جائیں۔ پہلے میرا خیال تھا کہ آنے میں [illegible] اور [illegible] سب میں [illegible]
اور بابِ مجہول دونوں کے [illegible] عدد قرار دیئے گئے ہیں۔ اگر آپ کو صنعت [illegible] میں یہ ترتیب [illegible] تو آپ [illegible]
اور جلال نے اس میں ۱۰ عدد نہیں لیے ہیں۔ بلکہ ۲۰ عدد لیے ہیں۔ البتہ بولی میں ری، نہیں لکھی ہے (واؤ) کا اضافہ [illegible]

چنانچہ دیوان میں بھی بشیری کے چھپ دیا ہے اور افادہ تاریخ میں بھی اس سے بحث کی ہے۔ مگر میں اس کو پسند نہیں کرتا۔
نیاز مند ممتاز علی آہ تسلیم عرض کرتا ہے۔

امیر منزل - دفتر امیر اللغات
رام پور اسٹیٹ ۱۲ اپریل ۱۹۰۵ء

حکیم برہم

عرض تسلیم۔ آپ کے قطعات ریاض الاخبار میں درج ہوئے ہیں اور سب حال کا موقع لطف ہیں۔ دو تاریخیں درج نہیں ہوئیں۔ ایک تو اس لیے کہ داغ دہلوی والی تاریخ کئی شاعروں کے نام سے اخباروں میں نکل چکی ہے۔ دوسری اب بند ہوگئی یا فتنۃ الاخبار میں یہ سلسلہ قائم رکھا ہے۔ اس کے فتنہ میں درج نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ فتنہ کو ماتم کدہ نہیں بنانا۔ اور آپ لوگ جتنا داغ کو بڑھا رہے ہیں۔

میں اس کے خلاف ہوں۔ ایک صاحب تذکرہ لکھ رہے ہیں اور جناب آسی کو بھی ... سے حالات مجھ سے مانگے ہیں۔ وہ درج تذکرہ کریں گے۔ اس لیے آپ بہت جلد حالات لکھ کر بھیج دیں۔ تاخیر نہ ہو۔ فتنہ کے لیے نظم دینا آنا چاہیے۔

خادم حکیم برہم ۱۲ اپریل ۱۹۰۵ء

جواب کا طالب

تاریخ فتنہ — از تصنیف کردہ مولوی محمد نذیر صاحب آزاد دہلوی

۱۔ نکلیے فتنہ کی یاروں کو خبر بھی ہے!
یہی حسینوں کا دل ہے یہی ستمگر بھی ہے

۲۔ پری وشوں سے رکھا گل سمجھ کے محرم راز
یہ پردہ دار بھی ہے اور پردہ در بھی ہے

۳۔ یہ فتنہ وہ ہے جو چھپتا نہیں ہے محرم میں
ہزار تہ میں ہے پر موتی جلوہ گر بھی ہے

۴۔ کسی کے دست نگاریں کا ہے یہ دزد حنا
کسی کا چور کسی کا یہ نامہ بر بھی ہے

۵۔ یہی تو ہے کفِ رنگیں یہی ہے رنگِ حنا
یہی ہے چاندنی چھٹکی یہی قمر بھی ہے

۶۔ کبھی حسینوں کا رنگِ شباب بھی ہے یہی
کبھی حسینوں کی اک شوخیٔ نظر ہی ہے

۷۔ یہ عطرِ فتنہ و فتنہ نہ کیوں قیامت ہوں
اک ان میں فتنہ نما صاحبِ نظر بھی ہے

۸۔ ریاضؔ ہی سے بہت اور اک بڑھے بسملؔ
نہ نہ رکیوں بڑھے اب دل بھی ہے جگر بھی ہے

۹۔ یہی ہے جان بھی یہ ہی یہی ہے روح مری
اسی کا لطف تو آزاد میرے سر بھی ہے

۱۹۱

۱۰۔ غضب کا سن ہے کوئی دیکھ لے ملا کے نگہ

۱۹۱۲

چھپا ہوا انہیں فتنوں میں فتنہ گر بھی ہے

سنہ ۱۹۰۳ء

متفرق خطوط

عطیہ سلیم تمنائی

دکن دیس میں اُردو نے سب سے پہلے ادبی روپ اختیار کیا تھا۔ صوفیوں، بہمنی اور عادل شاہی بادشاہوں کے ہاتھوں یہ زبان گھر گھر پہنچی — ودس البلاد میسور بھلا اس سے کب محروم رہتا۔ خواجہ سید شاہ صدرالدین قادری، حضرت سید شاہ محی الدین پاشا قادری جیسے صوفی بزرگوں نے اس کی یہاں شمع جلائی۔ فتح علی سلطان ٹیپو ان اردو کے دیوں کے لیے تیل ثابت ہوئے اور اب روشنی دوچند ہوئی اور یہاں سے باقاعدہ میسور میں اردو ادب کی تاریخی کڑیاں ہمیں مل جاتی ہیں۔ دربار کی زبان فارسی ضرور رہی مگر عوام نے دکنی اردو ہی کو اپنایا۔ مشائخین عظام سے شادی بیاہ کی غیر اسلامی رسمیں ختم کرنے کے لیے رسالے لکھوائے جس میں اردو نظمیں بھی شامل تاکہ وہ اس خوشی کے موقع پر پڑھی یا گائی جائیں۔ جہاد فتح المجاہدین جیسی کتاب زین العابدین شوستری سے لکھوائی۔ نثر فارسی میں ہے مگر اکثر ابیات اردو زبان میں ہیں۔

لالہ مہتاب رائے جنت کی صاف ستھری زبان اور شگفتہ کلام دستیاب ہوا ہے۔ حسن علی عزت کی علم موسیقی سے متعلق کتاب بھی مشہور ہوئی۔ نشاط حیدری اور تذکرۃ البلاد والحکام (فارسی) کے مصنف نے سلطان ٹیپو کی شہادت پر اردو میں مرثیہ لکھا۔ بحر تجنیس اللغات اور بحر فطرت جیسی منظوم ونثری اُردو کتابیں اسی کتب خانے میں لکھی گئیں۔ جس کی تفصیل میں نے اپنے مضمون "میسور میں اردو" مطبوعہ "سب رس" حیدرآباد میں دی ہے۔

قاضی غلام احمد اور اختر شیرانی نے اُردو میں فقہ کی کتابیں بھی لکھیں۔ غرض حیدر علی اور سلطان ٹیپو کا زمانہ ادبی حیثیت سے بڑا اچھا اور زرخیز رہا۔

مہاراجاؤں کے زمانے میں بھی کئی مشہور ادیب اور صاحب دیوان شاعر پیدا ہوئے۔ بیسیوں اخبار اور رسالے شائع ہوئے۔ پریس و رسائل کی آسانیوں نے شمالی ہند کے اساتذہ سے بھی خط و کتابت کی آسانیاں بہم پہنچادیں۔ حیدرآباد دکن میں شمال سے کئی اچھے ادیب و شاعر آکر بس گئے۔ خصوصاً حضرت داغ دہلوی کا طوطی بول رہا تھا۔ امیر مینائی کا ستارہ بھی بامِ عروج پر تھا۔ حضرت داغ کے میسوری شاگردوں[1] میں رسکش، تحصیل، برق، بلوی، اور محمد انور مشہور تھے۔ امیر مینائی کے ممتاز شاگرد ممتاز تھے۔ حضرت افقی کو حضرت جلیل مانکپوری سے شرفِ تلمذ حاصل تھا۔

حضرت داغ کے انتقال پر ان کے اکثر شاگردوں نے آپ کے داماد نواب سراج الدین احمد خان متخلص سائل سے رجوع کیا۔ اس سلسلے میں ملوی کا نام لیا جاسکتا ہے۔

سر سید، حالی اور شبلی کے تعلقات بھی میسور کے کئی بزرگوں سے تھے۔ اکثر آپس میں خط و کتابت بھی ہوتی رہی اور ملاقاتیں بھی۔

حضرت اقبال اپنی تقاریر کے سلسلے میں سنہ ۱۹۲۹ء جنوری جب مدراس آئے اور وہاں سے میسور اور حیدرآباد بھی تشریف لے گئے۔ اس سفر کا اثر یہاں کے نوجوانوں پر اچھا اور گہرا پڑا۔ تاریخی و تحقیقی ادب کی طرف ان کا دماغ منتقل ہوا۔ حضرت اقبال کو کئی حضرات نے خطوط لکھے۔ جن کے جواب میں حضرت

---

[1] میں نے اپنے مضمون بعنوان "داغ کے میسوری شاگرد" میں ساری تفصیل پیش کی ہے۔

(۹)

قبلهٔ حاجات دل غالب خسته جان [illegible] دل [illegible] دیروز شامگاه از بزم [illegible] به غمکدهٔ خویش

رسیدم و شب آرمیده بودن [illegible] خفتم نه [illegible] [illegible] [illegible] بامدادان تا از خواب برجستم

کام و زبان و دهن را تلخ یافتم و چشم [illegible] [illegible] سر را [illegible] [illegible] عرق شیر با شربت نیلوفر

آرزو میدیدم و بعد از دو ساعت شیرهٔ کاسنی و مغز تخم کدو نیز با شربت نیلوفر نوشیدم دیگر [illegible] چشم

[illegible] [illegible] [illegible] افزودم [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] با شربت [illegible]

نوشیده ام [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] و درد چشم [illegible] قدری کمتر از آنست [illegible] بعد

[illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] آمد [illegible] [illegible] [illegible] اسد [illegible]

اقبالؔ نے کبھی کوتاہی کی اور نہ ہی دیر۔ محمد جمیلؔ مرحوم، حضرت ابوحامد، محترمہ پروفیسر حبیب النساء، حضرت مولانا عبدالسلام متخلص سلیم کے نام بھی خطوط ملتے ہیں۔ بابائے اردو مولوی عبدالحق کے کئی مفید اور اہم خطوط آغا محمد خاں، ڈاکٹر حبیب انصار، منظور احمد اور راقم کے نام ہیں۔ اس کے علاوہ حضرت نفیسؔ کے نام جلیلؔ مانک پوری کے علاوہ شمال کے کئی اساتذۂ فن کے خطوط ہم ملتے ہیں۔ ان کے جو خطوط عزیزی قیس عیانی نے ہندوپاک کے معیاری رسائل میں طبع کرا دیئے ہیں۔

آج اکثر نوجوانوں کی ہندوپاک کے مشہور ادبا و شعرا سے مراسلت جاری ہے، اور یہ خطوط اس قابل ہیں کہ ان کو سنبھال کر رکھا جائے یا انہیں چھاپ دیا جائے۔ خصوصاً حضرت رشید احمد صدیقی کے خطوط۔

راقم کے کتب خانے میں بیسیوں نادر مخطوطات ہیں۔ ان میں کتابوں کے علاوہ خطوط بھی ہیں، جو اکثر فارسی میں ہیں اور کچھ عربی میں۔ ان میں نواب حیدر علی خاں، سلطان ٹیپو، منشی غلام حسین عاصی، منجم دربار سلطانی، مہاراجہ چامراج ودیر اور علمائے عرب کے خطوط سلطان ٹیپو کے نام اہم ہیں۔ یہاں پر صرف اردو خطوط پیش کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔

خطوط آئینہ ہیں اور ہم ان میں بہت حد تک لکھنے والے کے چہرے مہرے کو ہی نہیں دیکھ سکتے بلکہ اس کے دل و دماغ تک بھی پہنچ سکتے ہیں۔ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا۔ ملاحظہ ہو۔

۱۔ حضرت حالی

حضرت الطاف حسین حالی کو آپ جانتے ہیں لیکن جوہر مجلس محمد علی متخلص مہمان کا نام اکثروں کے لیے نیا ہے۔ مہمانؔ (ولادت ۱۸۴۲ء وفات ۱۸۹۶ء) نے بنگلور میں جنم لیا۔ سرکار میں بڑے عہدے پائے۔ شاعر تھے۔ ہدیۂ مہمان ان کی تصنیف ہے۔

مہاراجہ چامراج ودیر بہادر نے ۱۷ اکتوبر ۱۸۹۳ء میں خلعت شاہی اور جوہر مالا کے ساتھ جوہر مجلس کے خطاب سے بھی نوازا تھا اور مہاراجہ بہادر نے اپنے ہندوستان کے سفر میں اپنے ساتھ رکھا۔ ۱۰ جنوری ۱۸۹۴ء میں علی گڑھ پہنچے اور سرسید کے مہمان خاص رہے اور وہاں سے ۲۵ جنوری کو دلی تشریف لے گئے اور مولانا الطاف حسین حالی اور مولوی ذکاء اللہ صاحب سے ملاقات ہوئی۔ مہمانؔ جب لوٹے تو مولانا حالی نے ۱۲ مارچ ۱۸۹۴ء کو آپ کے نام ایک خط تحریر فرمایا۔ جو مہمانؔ کے خط کے جواب میں تھا۔

جناب سید صاحب مخدوم و مطاع و کرم و محترم دام مجدکم

تسلیم بعد تحیت و تکریم، مشرف نامہ شرف صدور لایا۔ کلمات شفقت آیات بزرگانہ جو اس میں مندرج ہیں ان کا شکریہ تہ دل سے ادا کرتا ہوں۔ نہایت افسوس اور شرمندگی ہے کہ آپ یہاں ایسے وقت تشریف لائے جبکہ بارش ہو رہی تھی اور میں اس سے پہلے بہت بیمار رہ چکا تھا۔ کہیں آنے جانے کا موقع بالکل نہ تھا۔ اس وجہ سے آپ کی خدمت میں جہاں مہاراجہ صاحب فروکش تھے، حاضر نہ ہو سکا اور کسی قسم کی مدارات اور خدمت گزاری نہ کر سکا۔ آپ کے ساتھ سوار ہو کر ایک دو جگہ جانا کوئی ایسی بات نہیں ہے، جس کی نسبت آپ ممنونیت کا اظہار فرماتے ہیں بلکہ ہم لوگوں کو حد سے زیادہ ممنون ہونا چاہیے کہ آپ نے باوجود محض ناواقفیت کے حالتِ سفر میں بارش اور کیچڑ وغیرہ کی دقتیں برداشت فرما کر ہم جیسے ناچیز اور بے مقدار لوگوں کے مکان پر قدم رنجہ فرمایا۔ افسوس

جبکہ آپ نے دلی کو اس وقت دیکھا جبکہ یہاں کوئی شخص ملنے کے قابل نہ رہا۔ علم و فضل اور ہنر و کمال کا بالکل خاتمہ ہو گیا ورنہ بیس بائیس برس پہلے تک بھی یہاں کچھ لوگ ایسے موجود تھے۔ جن کا نظیر تمام ہندوستان نہ تھا۔ اب یہاں مقبروں اور مزاروں کے سوا اور کوئی شے دیکھنے کے قابل نہ رہی۔

نیاز مند کا حال یہ ہے کہ سولہ سترہ برس سے کھانسی اور نزلہ کے مرض میں مبتلا ہے۔ ہمیشہ موسم سرما میں کھانسی وغیرہ کی شدت رہتی تھی۔ اور اب کے سال بھی موسم مذکور میں بہت شدت ہوئی تھی۔ مگر اس سال یہ نئی بات ہوئی کہ گرمی کے شروع ہوتے ہی پھر نزلہ کی شدت ہوئی۔ چنانچہ اب تک اسی میں مبتلا ہوں اور مسہل لے رہا ہوں۔ دو ایک مسہل کل ہونے والا ہے۔ اس کے بعد ایک مہینے کے لیے پانی پت جاؤں گا بلکہ شعبان اور رمضان سارا وہیں گزرے گا آپ اگر کبھی اس عرصہ میں عنایت نامہ ارسال فرمائیں تو بمقام پانی پت ضلع کرنال محلہ انصاریاں میں خاکسار کے نام ارسال فرمائیں، اور رجب کے آخر تک امید ہے کہ دہلی ہی میں رہنا ہوگا۔ امراض کی شکایت کے سبب کوئی نئی چیز لکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ اگر کبھی کوئی نئی شے خاکسار کی ناچیز تالیفات میں سے چھپے گی تو ضرور بالضرور بلا طلب خدمت عالی میں ارسال ہوگی۔ زیادہ حد نیاز۔ خاکسار الطاف حسین حالی عفی عنہ از دہلی کوچہ پنڈت

۳۱ مارچ [illegible]ء

ایک اخبار میں یہ دیکھا ہے کہ مہاراجہ صاحب بہادر میسور نے کئی ہزار روپے ماہوار کے وظیفے اپنی ریاست کے مسلمان طالب علموں کی تعلیم و تقویت کے لیے مقرر فرمائے ہیں۔ اگرچہ مسلمانوں کی ایسی حالت نہایت افسوس کے قابل ہے جس پر غیر قوم کے سرداروں کو بھی رحم آنے لگا ہے۔ لیکن مہاراجہ صاحب کی کمال عالی ہمتی اور رعایا پروری اور بے تعصبی اس سے ثابت ہوتی ہے۔

۲۔ نسیم میسوری

میاں دلدار تنویر مصنفہ نواب عبد اللہ خاں متخلص بہ شغیر لکھنوی کا خاص قلمی نسخہ زور مرحوم نے ادبیات اردو کے کتب خانے میں دکھایا تھا۔ اس میں جن میسوری شعرا کا ذکر کیا ہے۔ ان میں اہم ہنگی نواب، نواب محمد حسین علی سلطان متخلص نسیم (ولادت [illegible]ء وفات [illegible]ء) ہیں۔ نسیم جیسے خوب صورت لوگ کے مقابلے ان کی قدرے کم خوبصورت تصویر کے ساتھ حالات رقم کرتے ہیں:

"نسیم تخلص۔ محمد حسین علی سلطان نام۔ ان کے دادا ٹیپو سلطان کے ہمشیر زادے تھے اور بابا ان کے بنگی نواب تھے ... خوش اخلاق۔ نیک صفات۔ نعت شریف اکثر کہتے ہیں، چنانچہ اخلاص دل کے باعث عالم رویا میں زیارت حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے ہیں کئی زبانیں جانتے ہیں اور ان میں شعر کہتے ہیں۔ مختلف لوگوں سے شعر و سخن میں مشورہ رکھا ہے۔ اردو میں میر شمس الدین فیض مرحوم حیدر آبادی کے شاگرد ہیں۔"

نسیم نے محمد عمر علی خاں والیٔ ریاست باسودہ خاص بہ وحشی[1] کی فرمائش اور درخواست پر ان کے فرزند کی شادی پر ایک غزل سہرا کی ردیف میں

---

[1] صاحب دیوان ہیں۔ نعت سے رغبت اچھے غزل گو شاعر کی حیثیت سے مشہور ہیں۔ نواب صاحب کو وحشی و نسیم سے دلی عقیدت تھی چنانچہ میں نے ۱۲ مارچ ۱۹۴۰ء کے میسور اخبار میں نواب صاحب کی ایک نظم چھپی ہوئی دیکھی جس کا ایک شعر ہے: خداوند اکرے صدقے اپنے حضرت کے ۔۔ کہ ہم ہوں باغ ہو وحشی نسیم بنگلوری
آگے چل کر لکھتے ہیں سہ جس جا پہ نہ ہو نسیم وحشی ۔۔ سرسبز وہ بوستاں نہیں ہے (تذکرہ محمد علی خاں میانہ۔ قلمی)

رقم کر کے مندرجہ ذیل خط کے ساتھ روانہ کی تھی :-

خط

ہے گلگوں چلا ساقی کدھر ہے — کہ ہر نخلِ تمنا پُر ثمر ہے

سبحان اللہ بحمدہٖ، آج علی الصبح کیا مبارک خواب دیکھا جس کے خیال میں جشنِ جمشیدی ایک دورِ ساغر بھی نہ تھا۔ ڈاک کا ہرکارہ نصرت الاخبار دن لایا۔ میں نے تعبیر پائی۔ یعنی کیفیت جشنِ شادی نوشاہ محمد عبید الرحمٰن خاں صاحب بہادر صاحبزادۂ بلند اقبال معالی مقام نواب محمد عمر علی خاں صاحب بہادر کی باسودہ نتائج ایمائے شعر و سخن بندہ نظر آئی۔ اس کی خوشی و انبساط کا حال، بے چارہ قلم چہ بنگارد۔

میں نے فرمائشیں حسبِ حوصلہ بجا لائیں۔ الامر فوق الادب بلکہ ایک مثنوی طرہ ہے۔ لیکن حیران ہوں کہ الٹی لکھے وار عبارت کیا لکھوں۔ نقطوں سے مجبور ہوں۔ مقفیٰ یا مسجع لکھوں تو سراسر آمد۔ رعایت قافیہ میں بھرتی کے الفاظ آجاتے ہیں۔ زبان کا مزا نہیں آتا۔ خیر نثر مرجز سہی۔ یہ بھی نظم کا بھائی ہے۔ ہم منشی نہ شاعر نہ مولوی۔ نثر عاری لکھنے سے کیا عار ہے۔ اگر ہم سے کچھ قصور بھی ہو جائے۔ ہم دہلی اور لکھنؤ والے تو نہیں محبت دلی حاضر ہے۔ جو دل میں آیا قلم سے نکلا۔ چشم بد دور۔ چشم و دید خود نواب صاحب نے وہ رنگین عبارت لکھی ہے کہ نسیم رعنا کا رنگ اڑ گیا۔ صاحب نصرت الاخبار نے جھوٹ نہ لکھنے کے التزام کے ساتھ سماں مضمون کا کلام ایسا باندھا کہ بلبل کا دم بند ہو گیا۔ ہم قیاسی تشبیہ کیا دیں۔ بنگلور کے لال باغ کا نظارہ نواب صاحب نے لیا ہے۔ کہیں نہیں اس کا ثانی آج کل ہند میں ہیں۔

ہنگام شادی مسند آبادی روئے زمین بسوادِ بعینہٖ باغ موصوف کے سرو و شمشاد و صنوبر کے قسم کے دو رویہ لب جو ہوں گے جس قدر انسان سے ممکن ہے پھول پھل جڑی بوٹی ہیں، کیاریوں میں موقع پر لگائے گئے ہوں گے، ہر رنگ و ہر قسم کے پھولوں کے تختے الگ الگ قرینے سے رہیں گے اور ہر روش پر سبزے کی جدولیں ہوں گی۔ بادِ بہاری ہر سمت رواں ہو گی۔ نکہتِ گل دل و دماغ تر و تازہ کرتی ہو گی۔ کہیں آب رواں، کہیں فوارے ہوں گے۔ رقاصانِ پری دلکش مطربانِ خوشنوا راگ رنگ میں مشغول ہوں گے۔ اہلِ محفل خوشی سے جامے میں نہیں سماتے ہوں گے۔ دورِ شرابِ صالحین مسلسل ہو گا۔ چشم بد دور نوشاہ باخلعت شاہانہ جلوہ افروز ہوں گے۔ نواب صاحب مبارک بادیاں بہ خوشی و فرحت لیتے ہوں گے۔ ہم کم یاد آوری کا گلہ کیا کریں۔ اگر ہم ہوتے ہمارے یہ ارمان نکل جاتے۔ نوشاہ جوان صالح پر بصد دل نقدِ جان نثار کرتے، تصدق ہوتے۔ گھوڑا تھامتے۔ براتیوں کے ساتھ ساتھ چلتے۔ ہر ہر قدم پر دعائیں دیتے۔ مبارک باد کہتے۔ میرے مصغیر نواب مرزا فیروز حسین خاں صاحب بہادر صبا بھی من حال و قال ہر دو مبتلائے فراق بہ مصداق اس بیت کے ہے :-

چوں بیک شمع دو پروانہ تولا دارند — حالِ آں ہر دو بیک سوزش و سازش باشد

جناب نواب صاحب، آداب!

سالِ تاریخِ عروسی چہ خوش آمد ز نسیم — جلوۂ شادی نوشاہ مبارک باشد
۱۲۹۳

جب روئے سخن سراپا مسرت بخدمت نواب محمد حافظ قلی خاں صاحب بہادر والی محمد گڑھ ہے۔ اگرچہ شکل صورت پرستان

---

[1] سلطان ٹیپو کا لگایا ہوا۔

جمال مبارک ہم نے نہیں دیکھا۔ لیکن بہ رنگ معنیٔ آشنایان محو سابقہ اتحاد عالم ارواح ہوں

مصاحبت چہ ضرور است آشنائی را — جنوز یاد من مخوکہ ست غریبی است

اور دوست کے دوست بڑے پیارے ہوتے ہیں۔

از عیس بساز و برگ و رنگی زبان بست — یک سجدہ بہ دو قبلہ ہم از انفراد ماست

داماد جواں صالح شیرین قلم خسرو ملک علم زنغنہ مبارک باد بالبنون والعطا۔

سنتے ہیں کہ نواب صاحب امسال کا ارادہ زیارت بیت اللہ شریف ہے۔

بہ سفر رفتنت مبارک باد — بہ سلامت روی و باز آئی

بندہ بھی ہم رکاب ہوجاتا۔ کچھ ایسے مہربان رہ گئے ہیں مجبور ہے۔ امید کہ نواب صاحب جو مستانی سرکار سے ہوئے اس خاکسار

کو جو اردو اخبار آئے ہیں ان میں مطلع ہوں گا

یہ کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

مورخہ ۵ ماہ اکتوبر سنہ ۱۸۸۵ء

والراقم محمد حسین علی ملتان تیمر تشریف، بمقام بنگلور

۳۔ نواب سراج الدین احمد خان سائل دہلوی

نواب سراج الدین احمد خان متخلص سائل داماد استاد داغ دہلوی کے مشہور شاگردوں میں محمد علوی نلولی معلوم ہوتا ہے۔

محمد علی علوی ریاست میسور سے متناہیہ قریب تھے جن کے مکارم اخلاق انتقال ہو گیا احوال مولف نے بزرگان قوم سے سنا ہے۔ آپ کے

اجداد سلطانی عملداری میں مراتب شایان سے سرفراز تھے فی زمانہ آپ رفاہ الحال میں ہیں باتیں ہیں۔

محمد باقر متخلص برق تلمیذ حضرت داغ دہلوی کے عزیز چھوٹے بھائی تھے۔ داغ سے اصلاح لیا کرتے تھے۔ سنہ ۱۹۰۸ء میں حضرت داغ سے ملنے حیدرآباد

گئے۔ علم طب حیدرآباد میں پڑھی۔ افسر الاطبا یونانی میر محمد حسین نے جناب سند عطا کی تھی۔ استاد داغ نے یہ تحریر کی:

مشفقی و مکرمی حاجی حکیم محمد علوی صاحب علو کہ ہم دس بارہ برس سے خوب جانتے ہیں شرافت، نجابت خاندان سے علاوہ بہت نیک

اقبال ہیں۔ انہوں نے اچھے اچھے استادوں سے اکتساب علم کیا ہے۔ علم طب میں کامل مہارت رکھتے ہیں۔ علاج بہت دانشگی سے کرتے ہیں خلق و مروت

بدرجۂ ذاتی ہے۔ بے شک قابل آدمی ہیں ماہرین شعر سے ہیں اچھا کہتے ہیں اور مجھ سے اصلاح لیتے ہیں۔ ۱۲ ذالحجہ ۱۳۰۹ (۱۹۰۵)

داغ کے وصال کے بعد سائل سے اصلاح لی۔ ان کی اصلاحیں اور خطوط راقم کے کتب خانے میں ہیں۔ دونوں چیزیں دلچسپ ہیں ملاحظہ ہو۔

۱۔ خان محمد علی خاں میانہ اور تذکرہ ساقی و مخطوطات اسے لے تاریخ السوانح مولف قرمر زا جیب بہادر حیدرآباد ——— ۱۳۱۲ / ۱۹۰۴

ک۔ سرکار خداداد و سلطان ٹیپو نے اپنی سلطنت کا نام سرکار خداداد رکھا تھا۔

(۱)

عزیزی حاجی صاحب سلامت!

تسلیم۔ آپ کا محبت نامہ مجھے وصول ہوا، غزلیں دیکھیں، بہت دل خوش ہوا، ماشاءاللہ آپ تو عمدہ شاعر ہیں۔ میں ناچیز استادی کے لائق ہرگز نہیں ہوں۔ یہ آپ کا حسن ظن ہے یا نیک طینت، لوگ میرے حق میں مبالغہ سے کام لیتے ہیں۔ میں نے اس خیال سے آپ کی غزلوں میں تصرف کیا کہ آپ مجھے مغرور و متکبر نہ خیال کریں۔ اگر میرے تصرف کو کسی اعتبار کی نظر سے دیکھیں اور اپنا واسطہ بھی مناسب سمجھیں کہ آپ ہمیشہ اپنے کلام میں مجھ سے صلاح مشورہ لیں گے تو چند شرائط آپ کو قبول فرمانی ہوں گی جو درج ذیل ہیں۔ یہ امور و شرائط میری ذاتی مخترعات سے نہیں بلکہ سیکھا و سادے نے اپنے زمانہ آخر میں ان باتوں کو جائز کیا تھا جس کا میں پابند ہوں اور وہ یہ ہیں:

اول یہ کہ رقم شیرینی حسب حیثیت بھیجنی چاہیے کہ نیاز بزرگان و اساتذہ سلف کے دے کر یہاں تقسیم کی جائے۔

دوسری رقم نذرانہ شاگردی بھیجئے اور ان دونوں رقموں کے لیے مقدار خاص نہیں ہے۔ جو آپ کی حیثیت ہو اور بار خاطر نہ ہو۔

تیسرے یہ کہ شعر ایسا کہا کیجیے جس کے معنی و مفہوم آپ کے ذہن تک محدود نہ ہوں بلکہ دوسرا بھی اسے فوراً یا کسی قدر تامل سے سمجھ لے۔

چوتھے جب اصلاح کو آپ کلام بھیجیں تو اصناف کلام میں اکیس[۲۱] شعر کی تعداد سے زیادہ نہ ہو۔ غزل ہو تو ایک، قصیدہ ہو تو ایک، قطعہ ہو تو ایک باستثنا رباعیات کے کہ ان کی تعداد پانچ چھ تک ہو تو مضائقہ نہیں، اس میں دوسرے لوگوں کی حق تلفی کا خیال ہے۔

پانچویں یہ کہ خط میں جواب کے ٹکٹ بھیجنے ہوں گے ورنہ جواب بصیغہ بیرنگ جائے گا۔ اگرچہ یہ بات فی الجملہ رکیک سی ہے لیکن تتبع اور تقلید کو کیا کروں!

چھٹے مفصلہ ذیل اساتذہ کے کلام زیر مطالعہ رکھیے اور یہ اگر دیوان نہ ہوں تو بہم پہنچائیے۔ دیوان آتش، دواوین داغ، مثنوی خانہ عشق امیر مینائی مرحوم کا دیوان۔ دیوان ظہیر، کلیات مومن۔ ان سے شعر کہنا اور سمجھنا آتا ہے۔

اگر آپ حمد و نعت ہی کہنا چاہتے ہیں تو کہیے، لیکن آپ کو شعر کہنا جب آئے گا اور شعر میں لطف جب آئے گا۔ جب آپ عاشقانہ طرز کلام کو اچھی طرح کہہ کر اٹھا لیں گے، رنگ اسی وقت پیدا ہوگا۔ میرا مدعا یہ نہیں کہ آپ حمد و نعت نہ کہیں۔ باقی خیریت

والسلام: آثم ابوالمعظم سراج الدین احمد خاں سائل

۱۷ اپریل ۱۹۱۱ء

(۲)

عزیز گرامی قدر علوی صاحب

السلام علیکم۔ یہ غزل بھی درست کر کے حاضر کرتا ہوں۔ شعر میں معنی کے لطف اور بندش کا مزا ہونا چاہیے۔ اور اس پر آپ

بھی ذرا غور کیا کرو۔ یہ غزل اور اس کے پہلے کی غزل اور پہلے کی غزلوں سے نہایت کمزور تھی۔ آپ ہر غزل کی اصلاح کے بعد دیکھیں۔ یہ افسوس کرنا چاہیے کہ پورا شعر یا مصرع کیوں کٹ گیا۔ جب تک اس چال کو مضبوطانہ کیا جائیگا ترقی محال۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں نے اپنا طریق عمل اسی خیال پر رکھا ہے جو آپ کو بتا دیا۔ فقط والسلام۔

۴ جنوری ۱۹۱۳ء آثم ابوالمظفر سراج الدین احمد خاں سائل

(۳)

عزیزی علوی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔

السلام علیکم۔ یہ غزل پرسوں دیکھی ہوئی رکھی ہے۔ لیکن روانہ کرنے کی نوبت نہیں آئی۔ قصور یہ ہے چند دوست مہمان آئے ہیں جن کی مدارات و تواضع نے میرے اوقات کی پابندی سے مجھے معذور کر دیا۔ ایسا ہونا بھی چاہیے تھا۔ اس لیے کہ میرے پاؤں کے نیچے ان لوگوں نے اپنی آنکھیں بچھائی ہیں جب میں لکھنؤ گیا تھا۔ یہ خط نماز فجر کے بعد لکھ رہا ہوں۔ ابھی طلوع آفتاب نہیں ہوا۔ اور وہ لوگ آرام کر رہے ہیں۔ غرض جس قدر بھی ان کی راحتوں کا بدلہ دوں خدا کے فضل سے میں نے چاہے بھی بہت کچھ کر لیے ہیں۔ اب اس کا بدلہ بھی سہی۔ حاذق الملک بہادر کو خدا زندہ رکھے۔ وہ بڑے ہی [illegible] قدر شناس ہیں ہمیشہ دواؤں کی اور دل سے میری خبر گیری رکھتے ہیں ورنہ میں کہاں اور شکر سخن کہاں۔ والسلام۔

۱۰ جنوری ۱۹۱۳ء آثم ابوالمظفر سراج الدین احمد خاں سائل

(۴)

عزیزی علوی صاحب! السلام علیکم۔

الحمد للہ تعالیٰ میں اچھا ہوں لیکن چین سے نہیں۔ بچوں کو تپ کی شکایت ہے۔ اس انتشار پر طرہ یہ کہ حاذق الملک حکیم اجمل خاں صاحب علیل ہو کر بغرض تبدیل و تغیر آب و ہوا غالباً چلے گئے ہیں۔ جو یہاں سے آٹھ میل کے فاصلے پر ہے۔ ان کو بھی دیکھے بغیر چین نہیں آتا۔ روزانہ ان کو بھی دیکھنے جاتا ہوں۔ پھر بچوں کی تیمارداشت بھی مجھی کو کرنی پڑتی ہے۔ خدا کا شکر ہے۔ جاڑے کی شدت مجھے بمقابلہ گرمی کے زیادہ تکلیف دیتی ہے۔ آپ کی یہ فرمائش کہ اصلاح کی وجہ سے آگاہ کیا جائے ذرا ٹیڑھی بات ہے۔ اتنا وقت مجھے نصیب کہاں کہ تفصیل دوں۔ الحمد للہ سویرے صبح کی نماز کے بعد سے اس وقت تک تین غزلیں دیکھ چکا ہوں۔ تین اور باقی ہیں۔ دس بجے ریل پر جانا ہے۔ حکیم صاحب کو دیکھنے کی غرض سے۔ چار بجے واپس آجاؤں گا جب تک وہ وہاں رہیں گے۔ روزانہ یہی صورت رہے گی بلکہ گاہ گاہ وہاں رہنا بھی پڑے گا۔ ایک ایک غزل دو دو روز میں مع اصلاح موجودگی میں بتائی جاسکتی ہے۔ کبھی آپ یہاں آئیے ہفتہ عشرہ رہیے، دو چار دس پانچ غزلوں کی اصلاح آپ کو سنا دوں گا۔ ان کی اصلاح کا فائدہ پہنچا دے گی۔ مقام قیام کی فکر عبث ہے۔ سائل کا غریب خانہ حاضر ہے۔

آثم ابوالمظفر سراج الدین احمد خاں سائل

۱۴ جنوری ۱۹۱۳ء

(۵)

عزیزی علوی صاحب ۔ السلام علیکم ۔

کثرتِ فکرِ سخن نے دوستوں کے خطوں کی جواب نگاری سے معذور کر رکھا تھا ۔ اس پانچ چھ ہفتہ کی مدت میں ایک ہزار شعر لکھنے کی نوبت آئی ہے۔ جنگ ترکی سے متعلق بڑی بڑی تین نظمیں کہنی پڑی ہیں۔ مشاعرے پے در پے حکیم صاحب کے ہیلسہ ہوئے اُن کے متعلق فکر رہی۔ طبیہ کانفرنس کا کام اور دو نظموں کا سرانجام میرے سپرد ہی تھا۔ بیگم صاحب بھوپال کا اردو اور اولی کے قیام کا قصیدہ منجانب طبیہ انجمن میرے ذمہ تھا۔ ان جھگڑوں سے نجات پا کر ڈاک کی جانب متوجہ ہوں۔ یہاں ابتلا موجب تاخیر جواب ہوئی کئی سو خط میز پر دھرے ہیں۔ ان میں ممکن ہے کہ آپ کا خط اور غزل بھی ہو۔ خط جس وقت نظر پڑے گا جواب لکھا جائے گا۔ یہ زمین مجھے نہایت پسند آئی۔ کبھی وقت ملے گا تو میں بھی فکر کروں گا۔ تمہاری غزل تو بے نظیر بن گئی ہے۔ میری نظمیں یہاں انجمن ہلال احمر کی شاخ نے طبع کرائی ہیں۔ اور فروخت ہو رہی ہیں۔ اگر وہاں لوگ لینا یا دیکھنا چاہیں تو مجھے لکھو۔ میں کچھ نسخے روانہ کرادوں۔ خمسہ کی قیمت ۱/ ہے اور ترجیع کی قیمت ۲/ ہے۔ یہ نظموں کا نفع مجروحین عساکر عثمانی کو نذر کر دیا گیا ہے۔ کئی ہزار تعداد میں اب تک فروخت ہو چکی ہیں اور سلسلہ ہنوز جاری ہے۔

۲۰ مارچ سنہ — آثم المعظم سراج الدین احمد خان سائل

۲۔ تحصیل تلمیذ حضرت داغ

منشی شیخ محمد کبیر صدیقی متخلص بہ تحصیل تلمیذ داغ دہلوی صاحبِ دیوان شاعر تھے۔ تحفہ تحصیل آگرہ میں چھپا تھا۔ آپ کا ایک خط آپ کے ہم عصر استاد بھائی محمد باقر برق تلمیذ حضرت داغ دہلوی کے نام ملاحظہ ہو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کرمفرمائے تحصیل جناب برق صاحب سلمہ اللہ الجلیل

تسلیم و نیاز و بندگی ہے۔ والطاف نامہ گرامی ڈاک سے ابھی ہاتھ آیا۔ مجھے ہاتھ ابھی جواب لکھ رہا ہوں۔ جناب من دیوان کا نام تبدیل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ دونوں مجلے حقیقت میں ایک ہی ہیں۔ ضیائے برق نہ سہی جلوہ طور ہی سہی۔ خدا کے فضل سے اس میں کوئی قباحت تو نہیں ہے۔ فقط آپ کے تخلص کے لحاظ سے یہ التماس کی گئی ہے۔ خدا مبارک و سازگار کرے اور طور کی سی شہرت جلوہ طور کو عطا فرمائے۔ آمین

التماس عجز اساس

جناب افتخار مآب نے ایک مدت کے بعد میری تصنیف کو ملاحظہ کرنے کا شوق ظاہر فرمایا۔ حضرت کو بھولے سے اس امر کا خیال آیا ہے۔ بندہ اس یاد آوری کا تہ دل سے مشکور ہے مگر افسوس ہے میرا دیوان آپ کے دروازے پر پہونچ کر بھی میری بدنصیبی سے درجہ قبولیت کو نہ پہنچا۔ آپ نے اس کو واپس کرنے سے میرے پاس واپس آگیا۔ اس میں میرا قصور بھی تھا وہ یہ کہ ایک روپیہ قیمت لگا کر

عملاً ارسال کر دیا تھا۔ چونکہ یہ تعلیم میں نے استاد مغفور سے پائی تھی۔ استاد نے اپنا دیوان "مہتاب داغ" ۵ روپیہ میں بذریعہ وی پی میرے نام بھیج دیا تھا۔ انھیں حضرت کا طریقہ میں نے بھی اختیار کیا۔ اس طریقے سے آپ فارغ ہو کر کتاب چھپوا دیں گے مجھے کیا خبر تھی۔ یہ بھی اس لیے کہ میرا گزر توکل پر ہے۔ نہ کوئی ملک ہے نہ مال۔ اس پر میری آمدنی کا اندازہ آپ خود کر سکتے ہیں۔

حاجت مشاطہ نیست روئے دل آرام را

پانچ سو نسخے آگرہ میں چھپے۔ دو سو روپیہ سے زائد روپیہ لاگت کا ہوا۔ یہ خرچ میری مقدرت سے بڑھ کر تھا۔ پھر بھی ہمت کر کے میں نے مطبع کو دو سو روپیہ ادا کر دیا۔ آگرہ سے ترکیرہ کو کتابیں آئیں تو ۱۲ روپیہ ریل کا کرایہ دیا۔ اس کے بعد خدا کا فضل ایسا ہوا کہ احباب نے کچھ بولی کی۔ ایک کتاب کا دو دو روپیہ دیا اور کانپور کے نشر(؟) نے ایک ایک کتاب کا ۵ روپیہ دیا۔ بنگلور رودگنا میں ایک جناب امیر حسین صاحب سپرنٹنڈنٹ سنٹرل جیل دوسری کتاب ایک جناب عبدالکریم صاحب فارسٹ اسسٹنٹ (FOREST ASST.) کی خدمت میں۔ ان دونوں بزرگوں نے دس دس روپیہ مرحمت فرما کر عنایت فرمایا۔ اس صورت سے کوئی پچاس نسخے ختم ہو گئے۔ اس کا مبلغ ایک سو تیس روپیہ وصول ہوا۔ اتنے ہی بھیجے، پچاس کتابیں میں نے غربا کو مفت دے دیے۔ سے

کوئی دیتا ہے تو لے لے تنبیل — کوئی لیتا ہے تو دے دے تعجیل

جلدی میں تاریخ ابھی جو کہی ہے وہ حاضر ہے۔

چھپ گیا آج برق کا دیوان — زندگانی قلم ہے کوشش برق
کیوں نہ اس کے سخن پہ دل تڑپے — تابش لوح تاب آتش برق
دل حاسد میں کیوں نہ آگ لگے — شعلہ ساعقہ ہے آتش برق
وقف اس نے کیا ہے گنج سخن — وقف وصف ہے یہ بخشش برق
حضرت داغ سے جو لی اصلاح — واہ کیا کہنا اور دانش برق
کہہ دیا بر تو ڑ کر تعجیل — کر ادا سال احق خواہش برق

۱۳۲۰ھ
۱۹۰۲ء

کل کے پوسٹ میں دیوان ارسال خدمت کیا جائے گا۔

العاصی محمد کبیر تعجیل۔ منتظم ہفتہ وری محررہ ۱۴؍ مئی

بندہ نے آگرہ کی کتابت کا شیفتہ ہو کر دیوان آگرہ میں چھپوایا۔ اس کا سبب لاگت زائد ہوئی۔ اس دیوان کے چھپنے کے بعد اور چند غزلیں جو کہی ہیں ان کو اسی مطبع شوکت الاسلام میں چھپا کر بطور ضمیمہ اسی دیوان کے اخیر لگا دوں گا۔ دو ماہ ہوئے کہ شعر کہنے سے میں نے توبہ کی ہے۔ جس غزل پر میری شاعری ختم ہوئی ہے وہی آخری غزل ہے۔ وہ غزل اگر ایڈورڈ گزٹ میں درج ہوئی ہو تو آپ دیکھ لیں۔ تاریخ یہ ہے

زندہ ہمیشہ نام سخن ور سخن سے ہے　　دیوان طبع ہو کے ہوا یادگار برق
تحصیل ہے یہ مصرع سن بزبان صف　　اب تا ابد جہاں میں رہا یادگار برق

۱۳۲۰ھ

۴۔ حضرتِ اقبالؒ

ڈاکٹر اقبال کی ۱۹۲۹ء میں میسور میں آمد، روضہ سلطانی کی زیارت۔ اور مراقبہ ایک خاص اہمیت کے حامل حالات ہیں۔ جاوید
اس سفر کا پتہ ہے۔ ۱۲ مارچ ۱۹۲۹ء کے "انقلاب" کے خاص نمبر میں جو نظم سلطان شہید کے نام سے چھپی اس کا آخری شعر ہے۔

دو جہاں خوار اگر مردانہ زیست
ہمچو مرداں جاں سپردن زندگیست

سلطان کے پیغام کی صورت میں سرنگا پٹم میں ہی ہوا تھا۔ محمد جمیل مرحوم بنگلوری کے نام اقبال نامے میں سات خطوط ہیں۔ یہ سارے خط
تھے: بہتر تو یہ ہوتا یہ انگریزی ہی میں چھپتے۔" اقبالؒ نے ایک خط میں لکھا تھا:۔

"سلطان شہید پر میری نظم اس کتاب کا حصہ ہوگی جسے میں اپنی زندگی کا ماحصل بنانا چاہتا ہوں۔ لیکن میں سمجھتا ہوں اس کے لیے آپ کو کافی انتظار کرنا پڑے گا۔ میں نے اس کا ایک حصہ کچھ عرصہ ہوا مرتب کیا تھا۔ پھر ضروری مشاغل کی بنا پر اس کو نامکمل چھوڑ دینا پڑا۔"

ایک دوسرے خط میں سلطان ٹیپو کے روزنامچہ کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:۔

"اس روزنامچے سے اُمید ہے کہ سلطان سے متعلق مجوزہ نظم میں مجھے سلطان شہید کے صحیح صحیح حالات پیش کرنے میں بہت امداد ملے گی۔"

جاوید نامہ کی اہمیت روشن و تابناک ہے اور خاص طور پر جاوید نامہ کا وہ حصہ جو سلطان شہید سے متعلق ہے۔ بہترین ہے۔ اقبال جیسے
کی سلطان ٹیپو شہید جیسے صوفی منش سلطان کے روضہ پر حاضری اور مراقبہ کی یہ کرامات ہیں۔

محمد جمیل مرحوم کے علاوہ ڈاکٹر اقبالؒ نے ڈاکٹر حبیب النساء بیگم پروفیسر اردو، میسور کے نام ایک انگریزی خط لکھا تھا جس زمانے میں
عثمانیہ حیدرآباد میں اردو ایم کے لیے ایک مقالہ بعنوان "اقبال کی تصانیف میں تصوف کا عنصر" پروفیسر ڈاکٹر سجاد کی زیر نگرانی لکھ رہی تھیں۔ مقدمہ
کو۔ ان کی کتاب "ایران میں فلسفہ الٰہیات کا ارتقا" کے لیے لکھا تھا۔ جس کے جواب میں آپ نے تحریر فرمایا:۔

"محترمہ!

مجھے یہ کہتے ہوئے انتہائی افسوس ہو رہا ہے کہ آپ نے جس کتاب کا ذکر میرے خط میں کیا ہے وہ میرے پاس نہیں ہے یہ تیس سال پہلے لکھی گئی تھی۔ مجھے ڈر ہے کہ اب تک یہ کتاب کافی قدیم اور دوبارہ چھپ نہیں رہی ہے بہتر ہے اس کے پبلشر میسرز لوزاک اینڈ کمپنی اورنٹیل بک سیلرز مقابل برٹش میوزیم لندن کے پتہ دیکھئے اور دریافت کیجئے کہ آیا ایک نسخہ روانہ کر سکتے ہیں؟

اس کا اردو ترجمہ کچھ مہینے پہلے حیدرآباد میں شائع ہو چکا ہے۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ مترجم کا نام و پتہ نہیں معلوم۔

یکم جولائی ۱۹۳۲ء

آپ کا اقبال

(۲)

مولوی سید عبدالسلام ہزاروی متخلص بہ سلیم میور سنٹرل کالج میں استاد عربی و فارسی تھے۔ عربی میں قصائد اور فارسی میں نسیم سلیم ان کی مشہور منظوم کتاب ہے۔ "نامہ بسوئے اقبال" کے عنوان سے ان کی اقبال سے متعلق ایک فارسی نظم بھی اس کتاب کی زینت ہے۔ سلیم مرحوم نے اقبال کی خدمت میں عربی قصائد روانہ کئے تھے۔ ڈاکٹر موصوف نے پسندیدگی کا اظہار خط کی صورت میں کیا۔

(۳)

مخدوم و مکرم جناب مولانا سلیم

لاہور ۱۵ نومبر ۱۹۳۲ء

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ نے مجھ ناچیز کے متعلق جن اچھے خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔ میں ان کے لیے آپ کا بے حد ممنون ہوں۔ خدا تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آپ کے عربی قصائد بہت دلکش ہیں۔

اللہ کرے حسن رقم اور زیادہ

مخلص محمد اقبال بیرسٹر لاہور

۵۔ بابائے اُردو مولوی عبدالحق

بابائے اردو برصغیر ہند کی ساری اردو دنیا کے محسن تھے۔ اردو صرف دلی اور لکھنؤ کی نازک ناری نہ رہ کر سارے ہند و پاک کی دوشیزہ بن گئی۔ قدیم اردو کی جو خدمت آپ نے کی وہ اپنی مثال آپ ہے۔ اس مثال کے سبب دکن میں دوسروں نے بھی مثالیں قائم کیں۔ ان میں حضرت زور مرحوم کا نام سرفہرست ہے۔

ے سلیم مرحوم نے مکہ معظمہ میں بھی عربی استاد کی حیثیت سے نیک نام پایا تھا۔ ذیل میں تبرکاً حضرت عبیداللہ سندھی کی تحریر پیش کر رہا ہوں:-

"میں مکہ معظمہ میں ایک سال تک ابوالمکارم عبدالسلام ہزاروی ابن صدر القضات جناب مولانا محمد علی صاحب مرحوم کی صحبتوں سے مستفید ہوتا رہا۔ مولانا میرے ایک معزز بھائی ہیں۔ مجھے اس شہادت کے دینے میں کوئی تامل نہیں کہ مولانا علوم شرعیہ و ادبیہ کے کامل ہیں۔ میں نے ان کی عربی تقریر سنی ہے جو فن خطابت میں پوری مہارت کا ثبوت ہو سکتی ہے۔ وہ نیک سیرت ہیں۔ اسلامی ہدایات کے شائق ہیں۔ استغنائی قوت کے مالک ہیں۔ اگر میرے ان چند الفاظ کے لکھنے سے انہیں میدان عمل کی منزلیں طے کرنے میں کسی قدر مدد ملی تو میرے لیے یقیناً باعث مسرت ہوگا۔ واللہ الموفق۔

۲۶ ذی الحجہ ۱۳۴۶ھ — عبیداللہ سندھی

مکہ معظمہ باب العمرہ — سابق ناظم نظارۃ المعارف دہلی۔

(۱۰)

تو صاحب یہ پندرہ بیتیں ہی تقسیم اس طرح رکھنا کہ پہلی ایک سیدھی سطر میں
صاحب احتشام کا نام مع اجزائے خطاب کے بخط نستعلیق لکھا جاوے اور پھر تیرہ میں
پانچ پانچ بیتیں تین بار لکھی جاویں اور آخر کو یہ سطر جو میں نے اپنے نام کے
خطاب و تخلص لکھ دی ہے جس طرح کہ ہے اس طرح لکھی جاوے کاغذ البتہ بڑا
ہوگا اور تقسیم اچھی طرح کیا جاوے دیکھا ان کو تم شعر دو ان اور پندرہ شعر تو مرقد
بہت اچھی ہوگی یہ ایک نمونہ ہے مگر نمونہ اچھا ہے تم کسی شخص سے اسکی
نقل کرواؤ اور کاتب خوشنویس یعنی ازلا عبادالله بیگ سے لکھواؤ اب
آپ اسکو جلد تیار کر لیجیے اور !

کچھ اسکے سوا ہے میں ملا ... والسلام

مولوی صاحب نے بیسوں نہیں سیکڑوں خطوط لکھے ہوں گے۔ ان کے خطوط میں کام اور متعلقہ باتیں زیادہ ہوتی تھیں۔ اس سے ہمت ۔۔۔ اور بڑھاوا ملتا تھا۔

مولوی صاحب ریاست میسور تشریف لائے تھے یہاں سے کئی اہم مخطوطات حاصل کر کے اپنے ساتھ لے گئے۔ اس سلسلہ میں محسن الملک محمد عباس سیٹھ نے ان کی مدد کی تھی۔ ان دونوں کے تعلقات سے متعلق راقم نے ۱۹۶۶ء کے قومی زبان کے بابائے اردو نمبر میں روشنی ڈالی ہے۔

حکیم امانی صاحب کا بابائے اردو سے تعلق یا نسبت بالکل گھریلو اور باپ بیٹوں کا سا تھا۔ ان کے نام جتنے خطوط ہیں وہ کتابی صورت میں ۔۔۔ چکے ہیں۔ راقم کے نام جو خط ہے اس کا سیاق پس منظر میں نے ۱۹۶۶ء کے قومی زبان کے بابائے اردو نمبر میں دے دیا ہے۔ یہاں صرف خط پیش کر رہا ۔۔۔

۱۳ر دسمبر ۱۹۵۸ء

مکرمی تسلیم!

آپ کے خط سے یہ معلوم کر کے مجھے بہت خوشی ہوئی کہ آپ اس ماہ کے آخر میں ایک ادبی نمائش کا انعقاد کر رہے ہیں۔ آپ کی انجمن نہایت مفید کام کر رہی ہے۔ میرے دل میں اس کی بہت قدر ہے۔ کاش دوسرے مقامات پر بھی اس قسم کی انجمنیں قائم ہوں اور جو کام آپ کر رہے ہیں اس سے سبق حاصل کریں۔ آپ کی ادبی نمائش کا بہت اچھا اثر ہو گا اور زبان کے حق میں بہت مفید ہو گی۔ اس میں جہاں تک ممکن ہو میسور کے اردو ادب کو خاص طور پر پیش کیا جائے۔ آپ کو مخطوطات اور مطبوعات کی صورت میں کافی سامان مل جائے گا۔ عام طور پر لوگ ابھی پورے طور پر واقف نہیں کہ میسور نے اردو زبان کی کیا خدمت کی ہے۔ اس نمائش میں اس کے اظہار کی پوری کوشش کرنی چاہیے۔ مجاہدِ اعظم سلطان ٹیپو کی فوجی اردو اصطلاحات اور اشعار ضرور پیش کیے جائیں۔

اس قسم کی نمائشیں ادبی ذوق اور علمی معلومات کے لیے بہت مدد ہوتی ہیں۔ میں اس کی کامیابی اور تفصیلی حالات سننے کا منتظر رہوں گا —— آپ نے جو اشیاء طلب کی ہیں۔ ان کے بھیجنے کا انتظام کر رہا ہوں۔

عبدالحق

میسور کی دو ادبی انجمنیں "انجمن اشاعتِ اردو" میسور اور "مجلس اردو" بنگلور کافی مشہور ہیں۔ مجلس ادب نے "جنوبی ہند کا بہترین ادب" شائع کیا تھا جس میں کنڑی، تمل، تلگو، ملیالم اور میسور کے اہل ادیبوں اور شاعروں کے شاہ پارے شائع کیے گئے تھے۔ اس سلسلہ میں بابائے اردو نے صدر مجلس ادب صاحب محمد منظور احمد کے نام ایک خط لکھا تھا۔

(۲)

مورخہ ۳ر اکتوبر ۱۹۵۵ء

مکرمی!

"جنوبی ہند کا بہترین ادب" کے دو نسخے موصول ہوئے اس پر قومی زبان میں تبصرہ شائع کیا جائے گا یا دونوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ آپ نے یہ کتاب شائع کر کے اردو زبان کی قابلِ قدر خدمت کی ہے۔ جنوبی ہند خصوصاً میسور ریاست میں اس قسم کے ادبی کام ہر اعتبار سے لائقِ تحسین ہیں۔ میں آپ کو اور آپ کے ارکانِ مجلس کو مبارک باد دیتا ہوں۔

خیر طلب عبدالحق

۵۔ حضرت رشید احمد صدیقی

اردو ادب میں آپ سا طنز و مزاح نگار شاید ہی پیدا ہو۔ آج آپ پر ریسرچ کیا جاتا ہے۔ رشید صاحب کس اخبار … ماہ کے رشید نمبر کے خیال کو ایند گیتہ … الہ … ریسرچ کو۔ اللہ کرے صاحب نقوش رشید صاحب کی نامقبولی قبول کر لے نقوش کا رشید نمبر نکال دے اور دنیا جہاں کی دعا لے۔

رشید صاحب کے مضامین جہاں دلچسپ اور فکر انگیز ہیں وہاں ان کی باتیں اور خطوط بھی انہیں خوبیوں کے مالک ہیں۔

دہلی یا حضرت سید ظہیر الدین علوی مرحوم اور ڈاکٹر مسعود حسین خاں صاحب نے علی گڑھ میں تعارف کرایا تھا۔ فرمایا: آپ بارے اہل علم تملق آپ تو بڑے باعلم آدمی ہیں۔

تیسری ملاقات اس وقت ہوئی جب کہ جامعہ اردو علی گڑھ کا تقسیم اسناد کا سالانہ اجلاس جناب … کنزرو کی صدارت میں ہو رہا تھا۔ … میں ہی خصوصی مہمان تھے۔ نائب چیئرمین بھائی نثار قریشی نے جب رشید صاحب سے کہا کہ راقم بھی جامعہ سے تو بزرگانہ شفقت و تپاک سے مل کر ملایا۔ آپ کے خلوص کی انتہا ہو گئی۔ ظاہر ہے انسان اپنی تعریف سے خوش اور شکایات سے خفا اور رنجیدہ ہوتا ہے۔ یہ کمزوری شاید مجھ میں بھی ہے۔ لہٰذا … نے سمجھایا۔ لیکن اصل میں رشید صاحب کی بزرگی اور شفقت قبول رہی تھی۔ اور یہ بزرگوں کے لیے نعمت غیر مترقبہ اور عظیم ترین دولت ہے۔

راقم نے فاروقیہ ہائی سکول میسور کے اردو میگزین کے لیے پیغام کی درخواست طلباء و طالبات کی جانب سے کی تھی۔ آپ نے بڑا دلچسپ خط ارسال روانہ کیا۔

مکرمی! تسلیم۔

نوازش نامہ مورخہ ۲۵ دسمبر صادر ہوا۔ آپ نے اپنا تعارف کرانے میں بڑی تفصیل سے کام لیا جس کی ایسی ضرورت نہ تھی آپ نے ایشیا[1] میں جس مضمون کا ذکر کیا ہے۔ وہ تو میری نظر سے نہیں گزرا۔ لیکن زیر نظر محبت نامہ میں جو باتیں جس محبت و مہربانی سے لکھی ہیں۔ غالباً ایشیا میں اس سے بھی زیادہ مبالغہ سے لکھا ہوگا۔ اس سے خوش بھی ہوں شرمندہ بھی۔ شرمندہ اس لیے کہ ویسا ہوں نہیں۔ جیسا آپ اپنے کرم سے سمجھتے ہیں۔ آپ کا شکریہ بھی ادا کرتا ہوں۔ گو قاعدہ یہ ہے کہ دوستوں کا شکریہ نہیں ادا کیا کرتے۔ ان کو دعائیں دیتے ہیں۔ آپ کے لیے دونوں ہیں۔ عبد الستار صاحب کو سلام پہنچا دیجیے۔ ان کے بیوی بچوں کو دعائیں امید ہے وہ خوش و خرم ہوں گے۔ اپنے سے بھی دوسروں سے بھی۔

آپ نے اپنے اردو میگزین کے لیے پیغام طلب فرمایا ہے۔ پیغام دینے کا اپنے کو اہل نہیں سمجھتا۔ اس طرح کے مشغلے بڑے لوگوں کو زیب دیتے ہیں۔ گو ان میں سے بہتوں کا پیغام پڑھ کر بڑا بننے یا کہلانے کا شوق۔ یہ جان نہیں تو نیم جان ضرور ہو جاتا ہے۔ یہ عقل کی بات نہیں بے وقوفوں کی مانند خانہ پری کرتے ہیں۔

اردو کا مسئلہ پیغام دینے کا نہیں چیلنج قبول کرنے کا ہے اور میں اسے نہایت درجہ نیک فال اور امید افزا سمجھتا ہوں کہ آپ ملک کے

---

[1] ہفتہ وار "ایشیا" دہلی میں رشید صاحب سے متعلق میرا ایک مضمون چھپا تھا۔

اس دورِ دراز گزشتہ میں اور بہت سے ذرائع اور وسائل سے محروم رہ کر اردو کا دیا جلائے رکھنے اور اس کو آندھیوں کے صدمے سے بچانے کا حوصلہ رکھتے ہیں۔ قوم اور ملک کے لیے نوجوان یوں ہی کیا کم قیمت ہوتے ہیں چہ جائیکہ آپ ایسے نوجوان جو ایک اعلیٰ مقصد کی حمایت کرنے پر آمادہ ہیں۔ میں ایسے نوجوانوں پر فخر کرتا ہوں۔

مشکل یہ ہے کہ اردو کی صفات اور اس کی گراں بہا خدمات ہی اس کی فردِ قراردادِ جرم کی سب سے زیادہ سنگین دفعات ہیں۔ مجھ کس کا واسطہ دلا کر دوسروں سے اس کی تائید کی درخواست کروں! البتہ ایک عمر معلمی کرنے اور نوجوانوں کے ساتھ رہنے سے یہ بات دل میں راسخ ہو گئی ہے کہ بات کتنی ہی معمولی ہو اگر وہ مفید اور معقول ہے تو اسے گوش گزار ضرور کر دینا چاہیے۔ اچھے ذہنوں میں وہ جگہ لے لیتی ہے اور جڑ پکڑ لیتی ہے۔ چاہے اس کے برگ و بار لانے میں کتنی ہی دیر کیوں نہ لگ جائے۔ اپنے اس تجربہ یا عقیدے پر نظر رکھتے ہوئے عرض کروں گا کہ اردو ہندوستان میں اور ہندوستانیوں کی ایک قابلِ فخر جدید زبان ہے اس لیے اس کے بنانے اور بڑھانے میں ملک کے ہر طبقے کا ہمیشہ اثر، اپنی اپنی ضرورت اور اپنی اپنی اعلیٰ صلاحیتوں کے مطابق بغیر کسی جبر یا لالچ کے شعوری یا غیر شعوری طور پر سرگرم کار رہا ہے۔ اردو نے بحیثیت زبان اور بحیثیت تہذیب ہندوستان کی جو ہمہ گیر خدمت انجام دی ہے، اس کی ساتھی زبانیں انجام نہیں دے پائیں۔ لیکن جس طرح اقوام کی تقدیریں بنتی بگڑتی رہتی ہیں۔ زبانوں کی تقدیر بھی بدلتی رہتی ہے۔ حالات کچھ اس طرح سے پیدا ہو گئے ہیں جو اردو کے لیے سازگار نہیں ہیں اس سے اردو کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچ چکا ہے۔ کیوں اور کیسے؟ اس کو سب جانتے ہیں۔ ایسی حالت میں اس کے سوا چارہ نہیں کہ اردو کو عزیز اور عزت سے رکھنے والے اس کے تحفظ و ترقی کے لیے اپنی بہترین تعمیری صلاحیتیں بروئے کار لائیں اس سے اور کوئی فائدہ ہو یا نہ ہو یہ کیا کم ہے کہ ہم کو اپنی اعلیٰ اخلاقی صلاحیتوں پر بھروسہ کرنا آ جائے گا اور اس کی مدد سے ہم جلد یا بدیر اپنے مقاصد کے حصول میں کامیاب ہوں گے۔ دو چیزوں سے ہرگز گریز کرنا چاہیے، ایک جھگڑنا، دوسرے مایوس ہونا۔ جھگڑنے اور مایوس ہونے سے وقت اور قوت دونوں ضائع ہوتے ہیں۔ ان نعمتوں کو ضائع کر دیا جائے گا تو اچھے اور بڑے کام کیوں کر انجام دیے جائیں۔

نوجوان سب کچھ کر سکتے ہیں۔ ایک بات نہیں کر پاتے، انتظار اور تحمل۔ نوجوان جو ٹھہرے! حالانکہ میرا خیال یہ ہے کہ نوجوان ایسا کریں تو وہ دنیا بھی تسخیر کر جائیں۔ بوڑھوں میں تحمل اور انتظار خود بخود پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس لیے وہ کچھ نہیں کر سکتے۔ یہ صفات نوجوانوں ہی کو زیب دیتی ہیں اور حصولِ مقصد میں انہیں کے وسیلے برگ و بار لاتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اردو کو اس کا جائز حق دلانے میں ہم اب تک ناکامیاب رہے ہیں۔ اس میں ہمارا کوئی قصور نہیں، مخالف قوتوں کی غلبہ زائی سے یہ سب کچھ ہوا۔ با ایں ہمہ مایوس اور بیزار نہ ہونا چاہیے۔ اس لیے کہ اس سے اردو کو نقصان پہنچے گا۔ اور اس سے اردو کی مخالفت اور زور پکڑے گی۔ ہم کو اس پر ایمان رکھنا چاہیے کہ اچھے مقاصد کے حصول میں جو قربانی دی جاتی ہے وہ رائیگاں نہیں جاتی۔ جلد یا بدیر بارآور یا کامیاب ہوتی ہے۔ یہ ضرور ہے کہ دیر تک کامیابی کا در بند رہنے سے مقاصد کو نقصان پہنچتا ہے۔ جیسا کہ اردو کو پہنچ چکا ہے۔ پھر بھی اپنے کو حق پر سمجھ کر کوشش کیے جانا چاہیے۔ آپ اور آپ کے رفقا ہر اعتبار سے تہنیت کے مستحق ہیں کہ اتنا مشکل کام خندہ پیشانی سے کرنے پر آمادہ ہو گئے ہیں۔ خدا نے چاہا تو ضرور کامیاب ہوں گے۔ اس پر ایمان رکھیے کہ پیوستہ رہ شجر سے امیدِ بہار رکھ۔

ہم سے بہت پہلے اقبال کہہ گئے ہیں۔

مخلص: رشید احمد صدیقی

بنام صفی لکھنوی

محبِ دلنواز[1]   سلام مسنون و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

نامۂ محبت طراز مورخہ ۲ ستمبر کل موصول ہوا اور تذکرہ یادگار بھی پہونچ کر باعث مسرت ہوا۔ آپ کی عنایت و محبت اور اس تکلیف فرمائی کا میں تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میری طبیعت ان دنوں بہت ناساز رہی اور بہت سے احباب بھی دق و ملول ہیں۔ آپ کا پارسل آیا ہوا رکھا ہے۔ ہنوز کھولنے کی نوبت نہیں آئی ذرا طبیعت کو سکون ہولے تو اسے کھلوا کر دیکھوں اور پسند آنے پر جب تذکرہ حاجت ہو پھر آپ کو لکھوں۔ بنظر رفع نگرانی یہ چند سطریں اس وقت لکھی ہیں آپ اپنی خیریت سے خبر طلب کو ہمیشہ مسرور کیا کیجئے۔

احقر فقیر

رام پور ۱۹ دسمبر [۱۸۹۵ء]

جناب مکرمی حافظ صاحب کی خدمت سراپا برکت میں میرا سلام نیاز اختصام اور دعائے صحت کا شکریہ عرض کیجیے اور تفصیل کی نسبت میری امراض کی حالت ظاہر کر دیجیے۔

(۲)

کیمپ فرید پور۔ ضلع بریلی

مورخہ ۲۴ نومبر   کرم بندہ تسلیم۔

محبت نامہ موصول ہوا۔ میں محجوب ہوں کہ آپ میری وجہ سے ایسے الفاظ اپنی نسبت تحریر فرمائیں۔ مجھے سخت ندامت ہے۔ آپ کا اظہار ندامت آپ کے حسن اخلاق کی دلیل ہے۔ میں آج کل دورہ پر ہوں اور ۱۵ جنوری تک بریلی واپس جاؤں گا۔ اغلب ہے کہ فروری میں میں لکھنؤ حاضر ہوں۔ پیشتر سے اطلاع دوں گا۔ اور در دولت پر حاضر ہوں گا۔ آپ کو تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں ہے معیار کے پرچوں کی ضرورت تھی۔ اگر بآسانی مل جائیں تو میں ممنون ہوں گا نیز اساتذہ اردو (مثلاً میر، سودا، مصحفی، انشاء، آتش، ناسخ، جرأت وغیرہ) کی تصاویر کی تلاش درپیش ہے اگر آپ کے علم میں ہوں یا جو صاحب میری امداد کر سکتے ہوں ان کے نام و پتہ سے مجھے مطلع کیا جائے باعث شکریہ ہوگا۔

آپ کی محبت کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ آپ کی ذات مغتنمات سے ہے اور جتنا ہم لوگ ناز کریں اتنا تھوڑا ہے۔

نیاز مند رام بابو سکسینہ ۔ ڈپٹی کلکٹر۔

[1] یہ خط دل شاہجہانپوری کے نام ہے۔

(۳)

موتی مسجد ـ رام پور اسٹیٹ ـ یو ـ پی
۱۰ فروری ۱۹۱۹ء

مکرم بندہ حضرت مولانا زاد عنایتکم ـ سلام شوق ـ میں اس لطف کو یاد کر رہا ہوں ـ جو کچھ دیر آپ سے ملنے کا حاصل ہوا تھا ـ مجھے تمنا رہی کہ دولت خانے پر حاضر ہوں ـ لیکن اسی دن میں نواب گنج گیا اور پھر گونڈے کو گیا ـ کسی طرح لکھنؤ پھر نہ آ سکا ـ بہ راہ راست رام پور آیا ـ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے ـ

میں اچھا ہوں ـ

یہ بھی امید ہے کہ کبھی کبھی خط سے یاد فرماتے رہیئے ـ وہ کہ ملاقات صرف خط سے ہو سکتی ہے ـ اور آپ کو وہ فقرہ یاد ہی ہوگا جو میں نے چلتے وقت عرض کیا تھا ـ یہ اسی ضرورت سے تھا کہ دل سے میل رہے نہ کہ ... ...

کسی تعطیل میں تشریف لائیے ـ دو چار روز لطف رہے ـ میں تو جب لکھنؤ کو جاتا ہوں ـ اس قدر کاموں میں گھرا ہوا جاتا ہوں کہ اطمینان سے رہنے کی مہلت ہی نہیں ملتی ـ

آپ کا نیاز مند خیر طلب
احمد علی ـ شوق ـ قدوائی

(۴)

مدرسہ سلیمانیہ ——— پٹنہ
۱۳ فروری ۱۹۱۳ء

جناب مولانا خدا آپ کو خوش رکھے

آداب عرض کرتا ہوں ـ میں کن الفاظ میں آپ کی عنایت کا شکریہ ادا کروں اور کس عبارت میں آپ کے قطعات تاریخ کی مدح کروں متحیر ہوں ـ خاموشی از ثنائے تو حد ثنائے تست ـ

جزاک اللہ فی الدارین خیرا ـ واقعی اوستاد اوستاد ہی ہے

اللہ بس باقی ہوس ـ

میں بھی اپنے قیام کے زمانہ میں اس کا دل سے متمنی تھا کہ آپ کی زیارت اور آپ کے کلام سے استفادہ کروں ـ مگر کیا کہوں ہمارے حضرت حکیم منے آغا صاحب نے باوجود تقاضائے شدید اس کا موقع نہ دیا اور مجھے بہلاوا ہی دیتے رہے ـ خیر پھر کبھی انشاء اللہ مستفید ہوں گا ـ

آپ کے صاحبزادے کی خبر علالت نے سخت صدمہ دیا خدا شفائے کامل وصحت عاجل عطا فرمائے ـ

والسلام
دعا گو
سلطان علی

(۵)

معدن لطف و داد اکمل افراد جناب میر لیق صاحب صفی زاد لطفہ،

بعد سلام مع الاکرام شوق انضمام آنکہ کل وقت رخصت دوست مرثیہ میں یہ عرض کرنا بھول گیا خستگی میں کہ اب تین ہی مجالس مع آج کے باقی رہ گئیں اور بغیر آپ ایسے ماہر فن کی شرکت کے مزا ہی بالکل نہ آئے گا چنانچہ امید آپ کی عنایت سے ہے کہ گیارہ بجے حسب تحریر رقعہ مطبوعہ ضرور ضرور تشریف فرما ہو جئے گا اور جناب عزیز دارم صاحب بھی ہمیشہ آئیے گا۔ اگر کوئی قومی امر مانع نہ ہوا اور دونوں صاحبوں کو میرا سلام بھی پہونچا دیجئے گا اور آج پر ہی موقوف نہیں۔ مجھے تا امید آپ کی محبت قدر سے یہ بھی کہ دسوں مجلسوں میں بھی شغف خدمت ہوتا مگر اب تین باقی مجلسوں میں تو قدم رنجہ فرمائیے اور یہی ان دونوں صاحبوں سے فرما دیجئے کہ میری طرف سے اور اگر انصاف اور دقت نظر سے ملاحظہ فرمائیے گا تو یہ زحمت آپ کو آپ کی لیاقت و مرتبہ کمال نے دی ... آپ ایسے ہوتے تو اس قدر مخصوص آپ کو تکلیف بذریعہ تحریر خاص دی جاتی امید کہ ضرور عنایت فرمائیے گا اور لحاظ وقت بھی ضرور ... ہے

السید مہدی حسن ... عفی عنہ

(۶)

۱۷ علی پور روڈ - دہلی
مورخہ ۸ ستمبر ۴۲ء

مخدوم مہربان ... زاد لطفہ

تسلیم۔ تذکرہ خمخانۂ جاوید کی ترتیب کے دوران میں ایک صاحب سید صغیر حسین تخلص صغیر لکھنوی کے چند اشعار اور بہت مختصر حالات تذکرے میں پائے گئے۔ وہاں ان کو آپ کا تلمیذ لکھا ہے۔ یہ آپ کی اصلاح کا فیضان ہے یا صغیر صاحب کی سخن سنجی کا ذوق سلیم چند اشعار جو ہیں مجھے بہت پسند آئے۔ بہر حال میں چاہتا ہوں کہ ان کا مزید اور تازہ کلام اور پورے حالات درج تذکرہ ہوں۔ اس لیے تکلیف دیتا ہوں کہ ان کے پورے پتہ سے مطلع فرمایا جائے۔ تاکہ ان سے خط و کتابت کی جائے۔ مناسب سمجھیں تو آپ بھی ان کو لکھ دیں کہ اس معاملہ میں تکلف اور توقف سے کام نہ لیں۔ رقیمہ نیاز ...

برجموہن دتاتریہ کیفی

(۷)

۱۷ علی پور روڈ - دہلی
۲۰ ستمبر ۴۲ء

جناب مکرم!

تسلیم۔ عنایت نامہ کا شکریہ۔ جناب ذکی کے صاحبزادے کے سانحہ کا سن کر سخت قلق ہوا۔ خداوند کریم آپ کو اور تمام پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

کلام صغیر کے بہم پہنچانے کا وعدہ جو آپ نے فرمایا اس عنایت کے لیے نہایت ممنون ہوں۔ امید ہے آپ

کو اس کا خیال رہے گا۔

پنڈت اقبال کشن صاحب درسوری پہاڑ پر گئے ہوئے ہیں۔ آپ کا سلام ان کو لکھ دیا ہے۔

زیادہ نیاز

نیاز کیش

برجموہن دتاتریہ۔ کیفی

(۸)

دریا گنج، دہلی

مورخہ ۲۰ ستمبر سنہ ۴۰ء

میرے مکرم و محترم

تسلیم والانامہ کا بہت بہت شکریہ۔

صاحبزادی کی بے وقت رحلت کا معلوم کر کے سخت افسوس اور رنج ہوا۔ اللہ تعالےٰ آپ کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ اچھے لوگوں پر مکروہاتِ دنیا ستم ڈھایا ہی کرتے ہیں۔ یہ امتحان ہیں جو مشیت انسان کے صبر و توکل کی جانچ کو لیا کرتی ہے۔

رپورٹ اور استفسار یہ خدمتِ والا میں پہنچ گیا ہوگا۔ اس کے سلسلے میں اگر آپ کچھ وقت دے سکیں تو اردو کی بڑی خوش نصیبی ہوگی۔

زیادہ نیاز۔

اخلاص کیش

برجموہن دتاتریہ۔ کیفی

(۹)

۵-۲۲ بلاک

ماڈل ٹاؤن۔ (پنجاب)

جناب مکرم و محترم بندہ

تسلیم۔ پچھلی دفعہ لکھنؤ میں حاضری کے وقت تذکرہ خمخانہ جاوید میں جناب کے حالات اور کلام فصاحت نظام کے اندراج کے متعلق عرض کیا تھا تو آپ نے فرمایا تھا کہ کلام طباعت کے لیے مرتب ہو رہا ہے اب گزارش ہے کہ تذکرہ پریس میں اس نوبت پر پہنچ گیا ہے کہ میں جناب کو ذیل کے امور کی نسبت تکلیف دوں۔

۱۔ حالاتِ ذاتی و خاندانی و ادبی وغیرہ معہ فہرست تلامذہ۔

۲۔ انتخابِ کلام بہ غرضِ اندراج تذکرہ۔

اگر کچھ چیزیں چھپ گئی ہیں اور کچھ نہیں تو از راہ کرم مطبوعہ چیزوں کے ملنے کے پتے سے آگاہی بخشیں تاکہ وہاں سے بذریعہ وی۔ پی منگوالی جائیں۔ جو نظمیں یا غزلیات یکجائی یا متفرق صورت میں ابھی چھپی نہیں ان میں سے حسب مرضی جو کچھ عنایت ہوگا۔ ادب کا سرمایہ ہوگا۔ کس طرح عرض کروں کہ اگر نقل میں زحمت ہو تو بیاضیں راقم کو عنایت فرمائیں تذکرے کی ضرورت پوری کر کے نہایت احتیاط سے واپس کر دی جائیں گی۔ مختصر یہ کہ تذکرے کی کتابت و طباعت جہاں تک پہنچی ہے وہیں رکی رہے گی جب تک آپ کی طرف سے گزارش مذکورہ صدر کی پذیرائی نہ ہو۔

کاتب نے صحت کی ردیف تو درج کر دی ہے۔ زیادہ کیا عرض کروں امید ہے کہ آپ مع الخیر ہوں گے اور ظریف بھی خیریت سے ہوں گے اور پرچہ التماس جناب کی خدمت میں کیا گیا تھا وہ ظریف صاحب کی خدمت میں بھیجی ہے۔ اس پر زور دینے کی ضرورت نہیں کہ خلاص سے بہت دور نہیں۔

زیادہ کیا عرض کروں مرحوم ملا جان صاحب کی حیثیت اور اردو ادب کی خدمت مجھ پر گراں ہے ورنہ میرے یہ دن ایک بعد ایک بدھ گئے ہیں!

نیاز کیش

عبد الحق ناظم [illegible]

(۱۰)

اورنگ آباد۔ دکن

۱۸ اکتوبر سنہ ۔۔

مخدومی و مکرمی تسلیم

میں اس وقت حیدرآباد جا رہا ہوں اور وہاں راستے میں آپ کی خدمت میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ یہ محض حسن اتفاق ہے کہ اورنگ آباد اسٹیشن پر آپ کے بھائی صاحب سے ملاقات ہوگئی وہ بھی اسی ٹرین سے حیدرآباد تشریف لیے جا رہے ہیں۔ انھوں نے حتمی وعدہ کیا ہے کہ واپسی میں ضرور اورنگ آباد بھی ٹھہریں گے اور کالج کے جلسے میں بھی شریک ہوں گے جو ۲۵ ۲۶ اکتوبر کو ہونے والا ہے۔ جناب کو یاد ہوگا کہ میں نے گزشتہ سال بھی آپ کی خدمت میں دعوت بھیجی تھی مگر آپ کسی وجہ سے تشریف نہ لا سکے اور وعدہ فرما چکے تھے۔ اس لیے یہاں آنے میں مجبوری تھی۔ اب میں پہلے سے اطلاع کرتا ہوں کہ اس سال آپ اپنی تشریف آوری سے ہمیں ضرور ممنون فرمائیں۔ یہاں بہت سے اصحاب آپ سے ملنے اور آپ کا کلام سننے کے مشتاق ہیں۔ اگر آپ اس موقع پر کوئی نئی نظم پڑھنے کی زحمت فرمائیں تو یہ بہت بڑا احسان ہوگا۔ چونکہ بھائی صاحب بھی جلسے سے پہلے ہوں گے اس سے [illegible] اور بڑا لطف [illegible]۔ انھوں نے بھی آپ کی خدمت میں لکھنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ امید ہے کہ آپ میری اس التجا کو ضرور قبول فرمائیں گے۔

براہ کرم جواب سے ضرور عنایت فرمائیے۔ اخراجات سفر یہاں سے جناب کی خدمت میں بھیج دیے جائیں گے۔

تابعدار

عبد الحق سیکرٹری انجمن ترقی اردو و پرنسپل اورنگ آباد کالج

(۱۱)

۵۔ والعلے

۷، ولسلی سکنڈ لین کلکتہ

۹ مئی سنہ ۔۔

مکرمی محترمی تسلیم

عطیہ کرامی نامہ یادگار رہا۔ بوساطت جناب مرزا منتظم صاحب موصول ہو کر باعث صد افتخار و ہزار انبساط ہوا۔ مجھے بے حد مسرت ہے کہ جناب اپنے اس حقیر بندہ دوران کو نہیں بھولے ہیں۔ میں تو ہمیشہ آپ کو یاد کرتا ہوں کیونکہ آپ کی بدولت فن سخن اب تک ہندوستان میں

زندہ ہے۔ یادگارِ حامد کا شائع ہو جانا ایک بڑی ادبی خدمت تھی جو آپ نے انجام دی۔ جزاک اللہ۔

نیاز کیش

رضا علی وحشت

(۱۲)

۲۱ دسمبر ۱۹۳۱ء

انڈین پریس الہ آباد ——— مکرم و معظم دامت معالیکم۔ دست بستہ تسلیم۔

کل زبید احمد صاحب نے ایک بحث کے سلسلے میں مجھ سے بیان کیا کہ آپ کے اس مطلع پر کسی نے آپ کے سامنے اعتراض کیا

دنیا کا ورق بینشِ اربابِ نظر میں ‎ ‎ اک تاش کا پتہ ہے کفِ شعبدہ گر میں

اعتراض یہ تھا کہ دنیا کا ورق نہیں کہتے اور تشبیہ تاش کے پتہ سے نہایت مبتذل ہے۔ کیونکہ تاش کا پتہ بہت مبتذل لفظ ہے۔ اس کے بعد انہوں نے کچھ اصلاح دی۔ اعتراض کو آپ نے مان لیا اور اصلاح کو بہت پسند کیا۔ لیکن وہ اصلاح انہوں نے نہیں بیان کی شاید کسی عدالت میں یہ واقعہ ہوا تھا۔

میں نے میر انیس صاحب کے کلام میں دنیا کا ورق بھی ان کو دکھا دیا اور یہ بھی کہا کہ اگر تاش کا پتہ مبتذل لفظ ہے تو چونکہ دنیا کو مبتذل ثابت کرنا شاعر کا مقصود ہے۔ لہٰذا ایسے الفاظ تشبیہ میں لانا ضروری تھے کہ جو مبتذل ہوں ورنہ بلاغت کے خلاف ہو جاتا اگر تشبیہ کسی دوسری چیز سے دی جاتی کہ جس کے الفاظ مبتذل نہ ہوں گے تو بلاغت غائب ہو جائے گی کیونکہ بلاغت کی تعریف یہی ہے کہ کلام مقتضائے حال کے موافق ہو اس کی کئی مثالیں بھی دیں۔ انھوں نے کہا کہ آپ جو چاہے بحث کریں لیکن صفی صاحب نے اس کو مان لیا ہے میں آپ کی بات مانوں یا صفی صاحب کی لہٰذا گزارش ہے کہ براہِ عنایت اس واقعہ کا مفصل حال تحریر کیجئے اور اس اصلاح کو بھی لکھئے تاکہ میں بھی غور کر دوں۔

عریضہ

حامد علی

(حامد علی خاں بیرسٹر)

(۱۳)

جنابِ محترم۔ زید کرمہٗ

السلام علیکم۔ میں حاضر ہوا تھا مع ایک اپنے بہت ہی عزیز دوست جناب حکیم سید ابرالحق صاحب کے۔ آپ تشریف فرما نہ تھے غالباً یہ عرض کرنے کی ضرورت نہیں کہ مجھے آپ کی خدمت میں نہ صرف نیاز حاصل ہے بلکہ بجائے خود حقوقِ محبت و یگانگت بھی رکھتا ہوں، مجھے توقع ہے کہ جناب میری استدعا کو ہرگز رائگاں نہ جانے دیں گے۔

میری حالت جو کچھ ہے اگرچہ صاف اور نمایاں ہے لیکن بہت کم حضرات ہیں جو حقیقتاً مجھ سے واقف ہیں۔ سر ستیوں کے ساتھ جزو تنزل پذیر ہے اور ساتھ ہی موت بھی قریب سے قریب تر ہوتی چلی جا رہی ہے۔ میں مشاعروں سے بیزار ہو چکا ہوں لیکن یہ مشاعرہ میرے وطن کا مشاعرہ ہے۔ گویا خود میرا مشاعرہ ہے۔ اور میں کبھی اپنے مشاعروں میں شریک نہیں ہوا اس لئے ظاہر ہے کہ مجھے کس حد تک

اس مشاعرے سے تعلق ہو سکتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ جناب بھی تکلیف شرکت فرما کر نہ صرف اس مشاعرے کو زینت بخشیں بلکہ مجھے بندۂ کرم بنالیں۔

میں یہاں سے کل مرادآباد چلا جاؤں گا۔ بہرحال میری عدم موجودگی کو عدم موجودگی تصور نہ فرمایئے۔ میں آپ کی اس عملی عنایت و کرم کو کبھی نہ بھولوں گا۔

آپ کا مخلص

جگر عفی اللہ عنہ

(۱۴)

۱۲۴/۲ سی۔ جی۔ ایچ روڈ

خضر پور۔ کلکتہ

آرزو نواز دام اشفاقکم

تسلیم۔ میں بخیریت ہوں۔ خدا کرے آپ بھی ہمہ وجوہ خیریت سے ہوں۔ میں خضر پور کلکتہ سے ایک علمی ادبی رسالہ جاری کرنے والا ہوں امید ہے کہ جنوری میں پہلا نمبر شائع ہو جائے گا۔ یہ رسالہ باتصویر بھی ہوگا۔ اس کا اصل مقصد ادب اردو کی اصلاح حال ہے بخصوص صاف زبان۔ آپ شعر یا نظم کی کمی ہدایت قبول نیاز کوئی اخلاقی نظم یا جس طرح کی ہو جلد سے جلد عنایت فرمائیں کہ مجھے اس رسالہ میں ادنیٰ لوگوں کا کلام چھاپنا منظور نہیں جو رسالہ کے معیار کو قائم نہ رکھ سکیں اور مجھے جواب دہ ہونا پڑے۔

میرا ایک مضمون قرأت شعری کے متعلق عالمگیر کے خاص نمبر میں شائع ہونے والا ہے۔ اسے ضرور ملاحظہ فرمایئے بلکہ اس کے متعلق میری خواہش ہے کہ آپ اپنی رائے کا اظہار بھی ضرور فرمائیں۔ بھائیوں کو سلام و دعا۔

۱۰ نومبر ۱۹۳۶ء

ناچیز آرزو

(۱۵)

دفتر نگار۔ ۱۰ جولائی ۱۹۳۶ء

مکرمی۔ تسلیم

ایک درخواست لے کر حاضر ہو رہا ہوں۔ وہ یہ کہ میں جناب کے مجموعۂ غزلیات میں سے کم از کم ۱۰۰ اور زیادہ از زیادہ ۲۰۰ اشعار کا انتخاب چاہتا ہوں لیکن آپ کا کیا ہوا اور آپ کے دستخط سے مزین۔

کیا میری یہ استدعا شرف قبول ہوگی!

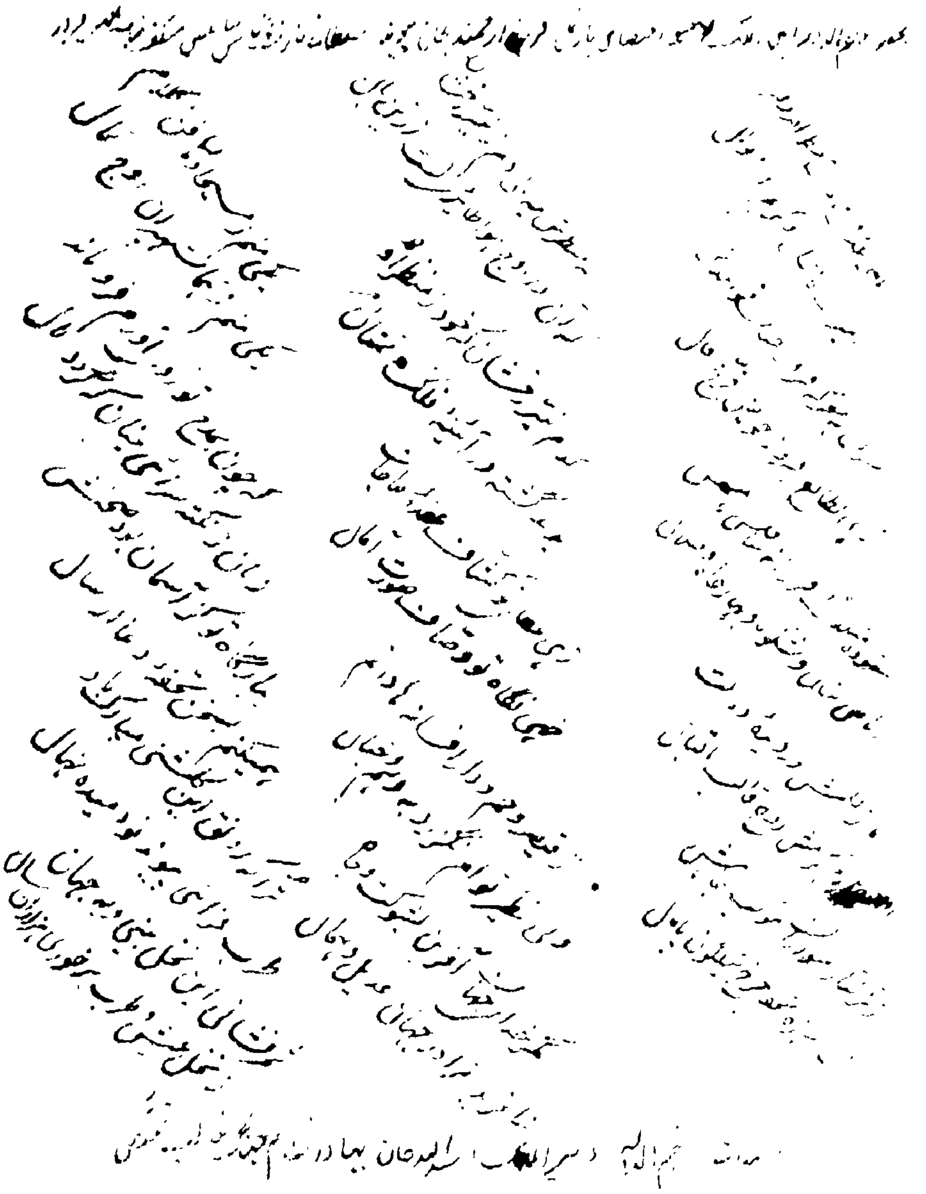
جواب کا منتظر ہوں۔

نیاز فتح پوری

(۱۶)

۱۲ جولائی۔ دفتر نگار۔ لکھنؤ

مکرمی۔ تسلیم۔ گرامی نامہ پہنچا۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ میں کوئی معمولی گداگر نہیں ہوں کہ آپ کا انکار سن کر چل کر جاؤں گا۔ نگار کا سالنامہ اس وقت تک مکمل ہو ہی نہیں سکتا جب تک آپ کی شرکت اس میں نمایاں نہ ہو جائے۔



مانا کہ کلام منتشر ہے۔ مرتب نہیں ہوا۔ لیکن سو دو سو اشعار تو آپ کو اپنے زبانی یاد ہوں گے جنہیں آپ ہر وقت قلمبند کرا سکتے ہیں۔ بہرحال یہ التجا تو آپ کو سننی پڑے گی، خواہ آپ کو تھوڑی سی تکلیف ہی کیوں نہ اٹھانی پڑے۔

نیاز

(۱۷)

۵ اگست لکھنؤ ۔　　　　مکرمی تسلیم

مولانا امید سے مجھے آپ کی معذوریت کا حال معلوم ہوا۔ لیکن میری خود غرضی شاید آپ کی معذوریت سے زیادہ بڑھی ہوئی ہے اور میری سمجھ میں نہیں آتا کہ بغیر آپ کے کلام کے میں نگار کے سالنامہ کو کیونکر مکمل کر سکوں گا۔

بہرحال جس طرح ممکن ہو کم از کم ۱۰۰ اشعار ضرور انتخاب فرما دیجئے۔ زیادہ سے زیادہ ایک دن کا کام ہے۔ میں نے مولانا امید سے درخواست کی ہے کہ وہ میری طرف سے آپ کو مجبور کریں اور اگر نقل و انتخاب میں ان کی مدد کی ضرورت ہو تو وہ نگار کی طرف سے عطا دیں مختصر حالات بھی مرحمت فرمائیے اور تصویر بھی۔

نیاز فتح پوری

(۱۸)

۱۱- اسٹینلی روڈ - الہ آباد

۱۳ اگست سنہ

مخدومی و محترمی - تسلیم

مجھے سخت ندامت ہے کہ دوران قیام لکھنؤ میں حاضر خدمت نہ ہو سکا۔ نئے مکان کی مرمت اور دیگر مکروہات میں مبتلا رہا۔

نیاز صاحب مدیر رسالہ نگار کا اصرار ہے کہ آپ سے اپنے منتخب اشعار ان کو مرحمت فرمانے کی استدعا کروں۔ میں ان سے بالکل متفق الرائے ہوں کہ جو مجموعہ وہ شائع کر رہے ہیں اس میں آپ کا کلام شامل نہ ہو تو اس کی قدر و قیمت بہت کچھ کم ہو جائے گی۔ یہ ظاہر ہے کہ آپ کے کثیر ذخیرے سے سو شعر لینا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ گویا بہتے دریا سے ایک چلو بھر لیا۔ اتنے سے شعروں سے تو آپ کے طرز کا بھی اندازہ ہونا مشکل ہے۔ مگر سو کی تعداد انہوں نے آپ کی زحمت بچانے کے خیال سے مقرر کی ہے۔ تین چار سو شعر بھی ہوں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ نیاز صاحب اس پر بھی خوشی سے آمادہ ہیں کہ آپ اشعار پر نشان لگا دیں اور وہ کسی کو بھیج کر انہیں نقل کروا لیں۔

مجھے امید ہے کہ میری سفارش کو شرفِ قبول بخشا جائے گا۔

زیادہ حد ادب

مسعود حسن اثر

نوٹ ۔ مولانا صفی لکھنوی کے نام کے اصل خطوط کسریٰ منہاس کے پاس محفوظ ہیں۔

مولانا اسلم جیراجپوری

نام پروفیسر محمد مسلم عظیم آبادی

مخدومی۔ وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ

۲۱ جنوری کو صبح کی ڈاک سے منی آرڈر اور شام کی ڈاک سے پیکٹ موصول ہوا۔ کام بڑا اور وقت نہایت کم۔ یہ لوگ شہر سے دو میل کے فاصلہ پر ملن آپ کی ضرورت پر نظر کرکے کوشش کی گئی ہے۔ دو کاتبوں کو دونوں رسالے دے دیئے گئے ہیں۔ ۱۰، ۱۵، ۲۰، ۳۱ جنوری تک کا ہے۔ ابھی کسی مطبع سے گفت و شنید نہیں ہوئی۔ یہ بھی مشکل معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ایک مطبع اپنے اس مدت قلیل ایک ماہ سے اس میں چھاپ دے۔ اس لیے غالباً دو مطبعوں میں دینا عجلت کی وجہ سے کاتبوں کی اجرت بھی زیادہ ہوئی جو پہلے ہی کل گزشتہ دی گئی ہے۔

پیکٹ پہونچنے کے بعد ہی چونکہ رسالے کاتبوں کے حوالے کردیئے گئے اس لیے تبصرہ لکھنے کا نہ موقع ملا نہ اس عجلت میں ممکن تھا۔

آپ کی تقطیع ۲۲×۱۸/۴ تھی جو ہماری سمجھ میں کسی طرح مناسب نہ معلوم ہوئی کیونکہ اس تقطیع پر دو کالم کی چیزیں اچھی معلوم ہوتی ہیں۔ اور یہ رسالے صرف دو دو جز پر ختم ہو جاتے جو چھوٹے چھوٹے کتابچے تو بہت ہوتے لیکن مجلہ کچھ نہ ہوتا۔ اس لیے تقطیع ۲۲×۱۸/۸ رکھی گئی ہے۔ اس میں ۱۰ سطری سطر ہونے پر غالباً ہر ایک رسالہ کا حجم چار جزو کا ہو جائے گا اور پسندیدہ معلوم ہوگا۔

بقیہ حالات اچھے ہیں اللہ کا شکر ہے۔ میں نے سال گذشتہ شادی کرلی۔ اب یہاں مع اہل و عیال کے ہوں۔ مولانا سواتی صاحب مع بال بچوں کے بخیریت ہیں اور ان کی افزائش میں مصروف ہیں۔ آپ کے جانے کے بعد دو لڑکیاں ہو چکی ہیں اور مستقبل قریب میں پھر اسی صیغہ کی گردان ہونے والی ہے۔ آپ کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔

مکتبہ سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ آپ کی کتابیں بدستور رکھی ہوئی ہیں بالکل فروخت نہیں ہوئیں آپ ان کو اپنے خرچ سے جب چاہیں طلب کرسکتے ہیں۔

مولوی سید محمد صاحب ایک مدت سے روپوش تھے۔ لیکن شکر ہے کہ اس غیبت کبریٰ کے بعد اب ان کا ظہور ہوا ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ کانپور میں ہیں۔ ایک خط لکھا اسی ہفتہ میں آیا ہے لیکن اب بھی اپنا پتہ نہیں لکھا ہے۔

جامعہ کی حالت نہ امید افزا ہے نہ جانکنی کی ہے۔ اللہ مالک ہے جو پہلے بھی تھا۔ میں اس وقت تاریخ نجد مرتب کر رہا ہوں جو اردو میں اب تک نہیں لکھی گئی ہے اور اسی میں منہمک ہوں۔ آپ کے اس مجاہدانہ کام نے اس کے سلسلہ کو بہت درہم برہم کردیا۔ یہ شکایتاً نہیں کہتا بلکہ ایک واقعہ لکھتا ہوں۔ امید ہے کہ تیار ہو جانے پر جب آپ دیکھیں گے تو انشاء اللہ پسند کریں گے۔

بچوں کو دعا۔ فقط۔ نیاز مند محمد اسلم۔ جامعہ ملیہ قرولباغ دہلی ۲۵ جنوری سنہ ۲۶ء

کل میں نے ایک خط مرکنٹائل پریس میں بھیجا تھا اس وقت ان کا جواب آگیا وہ بھی خدمت میں بھیج دیتا ہوں تاکہ آپ صرف کا کچھ اندازہ کر سکیں جو انھوں نے ہزار کا لکھا ہے۔ اس لیے اس میں سے بجز لکھائی کے سب چیزیں نصف کر دیجئے کیونکہ آپ صرف پانسو چھپوانا چاہتے ہیں۔ ٹائیٹل کا خرچ اس میں شامل نہیں ہے۔

دوسرے رسالہ کی بابت انشاءاللہ آرمی پریس سے کل یا پرسوں بات چیت کروں گا۔ خود جامعہ پریس اب کام کرنے لگا ہے۔ ممکن ہوا تو ایک رسالہ کا بھی سامان ہو جائے گا۔

اسلم

(۲)

جامعہ ملیہ دہلی۔ مخدومی۔ السلام علیکم

کل میں نے آپ کو ایک کارڈ لکھا لیکن اس وقت اہلیہ کے درد گوش کی پریشانی میں جو سختی کے ساتھ ہو رہا تھا نہ معلوم کیا لکھا۔ اس لیے آج پھر لکھنا مناسب معلوم ہوا۔ رسالہ اول یعنے پارسی علوم ۶۰ صفحوں پر ختم ہوا ہے اور رسالہ دوم یعنے معتقدات ۴۶ صفحوں پر۔ ٹائٹل پیج اس کے علاوہ ہے اور فہرست اگر دی جائے تو مزید برآں۔

جامعہ میں پریس چلنے لگا ہے۔ اور اس تقطیع کے آٹھ صفحہ کی کاپی ایک پتھر پر جم سکتی ہے۔ شہر میں مشین والے پانسو کی اجرت ۸/ لیتے ہیں یہی جامعہ پریس نے کہا اس لیے یہیں چھپوانا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ غرض اب کام معمولی رفتار سے ہے تو آپ اطمینان سے ہدایت دیجئے۔ اس کے مطابق چھپنے کا۔ معمولی دیسی کاغذ سفید جس پر جامعہ رسالہ چھپتا ہے ۲۲×۱۸ پاؤنڈ کا ہے قیمت ۳/ پاؤنڈ ہے۔ اسی حساب سے ۱۸×۲۲ بھی ملتا ہے۔ اگر گلیز لیا جائے گا تو اس سے کچھ زیادہ دام دینا پڑے گا۔ لکھائی رسالہ دوم کی اچھی ہو گئی ہے لیکن اول کی میرے حسب منشا نہیں ہے۔ عجلت کی وجہ سے کسی قدر خراب لکھا گیا ہے۔ لیکن لوگ کہتے ہیں کہ چھپنے پر اچھا آئے گا۔ دونوں کی لکھائی کی اجرت کم و بیش چالیس روپے ہے اور یہی یہاں کی معمولی شرح ہے۔

لکھائی اور کاغذ کے لیے روپیہ بھیج دیں چھپائی وغیرہ کے متعلق پھر لکھوں گا۔ محمد اسلم جے راجپوری ۳۱ جنوری ۲۶ء

(۳)

مخدومی دام لطفہ

السلام علیکم۔ کل کارڈ ملا۔ حسب تحریر دونوں کتابوں کی کتابت کے بل خدمت میں مرسل ہیں۔ کاتب روزانہ تقاضا کرتے ہیں۔ اس لیے ان کی اجرت چکا دینی ضروری ہے۔

عجلت میں چھپائی کا کام کرانے سے سب سے بڑی جو خرابی واقع ہوتی ہے وہ لکھائی پر پڑتی ہے۔ چنانچہ اسی عجلت میں پہلے رسالہ کی لکھائی کچھ میرے حسب منشا نہیں ہوئی ہے۔ دوسرا رسالہ تو خیر اچھا لکھا گیا ہے۔

اب آپ جو کچھ حکم دیں گے اس کی تعمیل کی جائے گی۔

میری اہلیہ کی حالت سابق بدستور ہے۔ درد گوش آٹھ روز سے چلا آتا ہے اور کسی دن رات کو سونے نہیں دیتا۔ اللہ رحم فرمائے۔

والسلام۔ خیر ختام نیازمند اسلم جامعہ ملیہ دہلی ۴ فروری ۲۶ء

(۴)

مخدومی۔ السلام علیکم۔

آپ کے دونوں رسالے تصحیح شدہ تیار رکھے ہوئے ہیں۔ اگر ابھی ان کی طباعت کا بندوبست آپ نے کر لیا ہے تو منگا لیجئے۔ اور جو یہاں چھپوانا چاہیں تو لکھیئے۔ چونکہ ان کی لکھائی عجلت سے ہوئی ہے اور یہاں ہوائیں تیز چل رہی ہیں اس لیے امکان ہے کہ باوجود احتیاط کے بھی وہ خراب ہو جائیں۔ لہٰذا عجلت کی ضرورت ہے۔

دونوں رسالوں کی اُجرت کاتبوں کو دے دی گئی۔ جن کی رسید میں بھیجتا ہوں۔ مبلغ [illegible] باقی رہا جو رسالہ جامعہ کے کاتب کو دیا گیا کیونکہ وہ بار بار تقاضا کے لیے کاتبوں کے پاس دوڑائے گئے تھے۔ اب اگر کچھ لکھانا ہو تو یعنی فہرست وغیرہ تو اس کی اُجرت مزید دینی پڑے گی۔ منتظر ہوں جیسا حکم ہو اس کی تعمیل کی جائے۔ نیاز مند محمد اسلم جامعہ ملیہ دہلی مورخہ ۱ نومبر ۲۵ء

۵

جامعہ ملیہ دہلی ۱۳ مارچ ۲۶ء مخدومی السلام علیکم۔

بسم اللہ کیا۔ جامعہ پریس میں حسب ہدایت تاریخ علوم کی چھپائی عنقریب شروع کر دی جائے گی اور پروف خدمت میں بھجوا دیے جائیں گے۔ کاغذ کے لیے اہل نظر کی رائے یہ ہے کہ سولہ پاؤنڈ کا ہونا چاہیئے وہ جامعہ رسالہ جیسا ہوگا۔

معتقدات کا حصہ جدید جو آپ نے بھیجا ہے، لکھنے کے لیے کاتب کو دے دیا گیا ہے۔ یہ رسالہ ۶۰ صفحوں کا تھا اب اس اضافہ سے ۹۶ صفحوں کا ہو جائے گا۔ منصور والا مضمون انشاء اللہ جامعہ میں درج کر دوں گا۔

میرے یہاں سب خیریت ہے مولوی سورتی صاحب بھی مع اہل و عیال کے بخیر ہیں۔ ذاکر حسین خاں مع اصحاب یعنی عابد و مجیب صاحب کے جرمنی سے آ کر جامعہ میں جمع ہو گئے ہیں۔ اب غالباً رسالہ جامعہ کی ادارت سے مجھ کو سبکدوشی حاصل ہو جائے گی۔ اور اپنی جلد عابد کو لگا دوں گا۔ امید ہے کہ آپ مع بال بچوں کے بعافیت ہوں گے۔ فقط۔ تاریخ نجد تیار ہے گو اس سے ایک ہی ہزار چھپوایا ہے جو دہلی کے لیے بھی مشکل سے کفایت کرے گی۔ اس لیے دوسرا ایڈیشن جلد نکالنا پڑے گا۔ کیا آپ خود یا [illegible] صاحب اس کتاب کو پڑھنے کے بعد میری کچھ امداد کر سکیں گے یعنی یورپین مصنفین نے جو کچھ نجد و اہل نجد کی بابت لکھا ہے اس کا ذخیرہ بھیج سکیں گے۔ جواب ضرور لکھیئے کا منتظر ہوں۔ فقط اسلم۔

(۶)

جامعہ ملیہ دہلی ۱۲ مئی ۲۶ء مخدومی۔ السلام علیکم

والا نامہ ملا تھا۔ تعزیت نامہ کا شکریہ۔ آپ کی کتاب تاریخ علوم تقریباً چھپ چکی ہے صرف دو کاپیاں اور رہ گئی ہیں۔ اس کے لیے ٹائٹل پیج وغیرہ کا مضمون بھی دیکھئے ورنہ پرانا ٹائٹل پیج جو لکھا ہوا ہے اس کی اجازت دے دیجئے کہ چھاپ دیا جائے۔

یہ کتاب نہ ابھی جامعہ کی نہ ابھی تصحیح ہوئی نہ ایسی چھپی۔ بہ عجلت کی خرابیاں اس پر زیادہ ظاہر ہیں۔ لیکن مجھے امید ہے کہ اس کے خلاف معتقدات عمدہ ابھی چھپے گی۔ اس کی لکھائی بھی اچھی ہے۔ کل ۱۲ مئی کو میں نے اس کی ۱۲ کاپیاں آٹھ صفحے یعنی صفحہ ا سے لغایت صفحہ ۹۶ تک پوری کتاب مع اصل کے مطبع ملیہ کے حوالہ کر دی ہے۔ اس کی رسید میرے پاس موجود ہے۔ ٹائٹل پیج بھی دے دیا ہے۔ اور تاکید کر دی ہے کہ ان سب کا

پروف آپ کو بھیجیں۔ غالباً ہفتہ عشرہ میں یا اگر آپ جلدی کریں گے تو جلد بھیجیں گے۔

آپ نے مبلغ پچاس روپے آغاز مارچ میں جو بھیجے تھے۔ اس میں سے مبلغ ۹ روپے بقیہ مضمون معتقدات عجم کے دو جزو کی لکھائی کی بابت میں کاتب صاحب کو دیئے گئے جس کی رسید میرے پاس موجود ہے اور بقیہ ۴۱ روپے کل مینجر صاحب مطبع ملیہ کو بابت چھپائی و کاغذ پارسی علوم و معتقدات عجم علیٰ الحساب دے دیئے گئے ہیں۔ رسید میرے پاس موجود ہے۔

چونکہ کم جون سے بڑی تعطیل ہونے والی ہے اس لیے میں نے یہ تمام چیزیں آپ کی کسی مطبع کے حوالہ کر دیں تاکہ آپ براہ راست ان کے ساتھ معاملت رکھیں کیونکہ میں مطبع بند ہو جانے کے بعد مکان کو جانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔

مولانا سواتی صاحب حج کو تشریف لے گئے۔ اپنے اہل و عیال کو دہلی میں چھوڑ گئے ہیں۔ امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔ فقط اسلم

(۷)

مخدومی دام کرمہٗ السلام علیکم

آپ کا ایک کارڈ بلا تاریخ اپنی کتابوں کے متعلق عرصہ ہوا مجھے ملا تھا۔ میں نے مطبع ملیہ سے جو اس وقت بالکل غیر مستقیم حالت میں ہے اور قرول باغ سے شہر میں تبدیل ہو گیا ہے۔ دریافت کیا۔ معلوم ہوا ہے کہ رسالہ پارسی علوم مکمل چھپا ہوا تیار رکھا ہوا ہے۔ صرف ٹائٹل پیج نہیں ہے جو آپ کی ہدایت کے موافق روک لیا گیا تھا۔ لہٰذا اگر جلد اس کا ٹائٹل پیج بنا کر بھیج دیں تو وہ مکمل کر کے خدمت میں بھیج دیا جائے۔

رسالہ معتقدات عجم ۹۶ صفحوں میں سے ۴۸ صفحے بافسوس کی تعداد میں چھپا رکھا ہے۔ بقیہ نصف کی کاپیاں مکمل لکھائی نقل مکانی میں گم ہو گئیں اس کی چونکہ رسید مینجر مطبع کے ہاتھ کی میرے پاس موجود ہے اس لیے وہ مطبع کے صرف سے ان بقیہ کاپیوں کے دوبارہ لکھوانے پر نہ صرف مجبور بلکہ آمادہ ہیں۔ اس لیے آپ معتقدات عجم کے آخر کا مسودہ بھیج دیجئے۔ لیکن اب درست کر کے بھیجئے تاکہ کاپیوں اور پروفوں میں اصلاح کی ضرورت نہ پڑے کیونکہ مطبع والوں کو آپ سے یہ شکایت ہے۔ امید ہے کہ وہ کاپیاں اسی کاتب سے لکھوائی جائیں گی جس سے پہلے لکھوائی گئی تھیں۔ مولانا سواتی بخیریت ہیں اور ان کے بچے آرام سے ہیں آپ کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔ میں بھی آپ کی دعا سے بعافیت ہوں فقط۔

اسلم جامعہ ملیہ۔ دہلی۔

(۸)

۳۰ مارچ ۳۲ء

مخدومی دام لطفہٗ ـ السلام علیکم

کل تار ملا۔ اسی وقت ناظم صاحب مطبع ملیہ کے حوالہ کیا گیا۔ آج انھوں نے معتقدات کے تین جزو کے مطبوعہ فرموں کے حسب فرمائش تین سٹ خدمت میں بذریعہ رجسٹری روانہ کر دیئے ہیں۔

اس سے پہلے ماہ گزشتہ میں میں نے آپ کو لکھا تھا کہ معتقدات کے صرف تین جزو چھپے ہیں اور بقیہ تین جزو کی لکھی لکھائی کاپیاں مع اصل مسودہ گم ہو گئیں۔ آپ اگر اصل بھیج دیں تو دوبارہ لکھوا کر چھپوا دیا جائے۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔ میں مع بچوں کے بعافیت ہوں۔ مولوی سواتی صاحب بھی مع اہل و عیال کے خوش ہیں۔ فقط۔

نیاز مند اسلم جے راجپوری جامعہ ملیہ۔ ۲۵ رمضان المبارک

(۹)

مخدومی دام لطفہٗ السلام علیکم۔

والا نامہ عرصہ ہوا صادر ہوا تھا۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ خوش عقیدہ معتقدات والا ۲۲۔ ہم تک یتقریر چھا ہوا موجود ہے گر چھپا نہیں ہیں نے تاکید کردی ہے امید ہے کہ جلد چھپ جائے گا۔

پارسی علوم کا سرورق مطبع میں دے دیا گیا ہے کہ لکھوا کر جلد چھپوا دیں تاکہ وہ رسالہ تو مکمل ہو جائے۔

مولانا سواتی صاحب اچھے ہیں سلام کا جواب دیتے ہیں تعطیلوں میں وہ یہاں نہ رہیں گے۔ نہ میں رہوں گا فقط۔

صدائے خاموش صاحب کی نظم انشاء اللہ شائع کی جائے گی۔

نیاز مند اسلم جیراجپوری جامعہ ملیہ۔ دہلی مورخہ ۱۱ اپریل ۳۲ء

(۱۰)

مخدومی۔ السلام علیکم

کیا وجہ ہوئی کہ آپ نے اب تک معتقدات اور پارسی علوم کے ٹائٹل پیج کے مسودات نہ بھیجے باوجود اس قدر تاکید کے۔ دونوں رسالے چھپ کر تیار رکھے ہیں صرف ٹائٹل پیج رہ گئے۔ اگر آ گیا ہوتا تو چھپ گیا ہوتا۔ لہٰذا فوراً بلا تاخیر روانہ کیجئے۔ ورنہ پتہ لکھیے کہ کس پتہ سے یہ دونوں رسالے بھیجے جائیں؟ ٹائٹل وہیں چھپوا لیجئے گا۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔ ... اور ... مولوی سواتی مع اہل و عیال کے اچھے ہیں۔ فقط۔ جواب میں تاخیر نہ فرمائیے گا۔ محمد اسلم۔ جامعہ ملیہ قرول باغ دہلی۔ مورخہ ۲۹ جنوری ۳۲ء

(۱۱)

مخدومی دام لطفکم۔ السلام علیکم۔ لفافہ موصول ہوا۔ آج کی ڈاک سے معتقدات کے کل فرمے صرا سے مع ۹ ٹائٹل پیج آپ کے نام روانہ کر دیئے گئے ہیں موصول ہونے پر رسید سے مطلع فرمائیے گا۔

پارسی علوم کا ٹائٹل بھی عنقریب چھپ جائے گا۔ فوراً لکھیے کہ وہ کہاں بھیجا جائے۔ کیونکہ مطبع کے مینجر صاحب فالتو چیزوں کو اب رکھنا گوارا نہیں کرتے۔ اپریل تک معتقدات کے فرموں کی حفاظت کے لیے بھی تیار نہیں۔ اس لیے اس کا جس قدر مسودہ آپ کو بھیجا ہو ایک ہی ساتھ اور جلد بھیجئے تاخیر نہ کیجئے تاکہ آپ کا کام جلد ختم ہو جائے۔

آپ کی دو رقمیں جو آئی تھیں ان کا حساب میں آپ کو بھیج چکا ہوں۔ ادھر جو کچھ لکھانا پڑا ہے اس کی لکھائی خود مطبع نے ادا کی ہے کیونکہ اسی نے آپ کی کاپیاں ضائع کی تھیں۔ میرے پاس کاپیوں کی رسید موجود تھی۔

چھپائی کے لیے اسم روپیہ آپ کا مطبع میں جمع ہے جب حساب ہوگا تو وہ رقم مجرا ہوگی۔

میں اب اچھا ہوں صرف کان بہتا ہے۔ مولانا سواتی مع متعلقین بخیریت ہیں۔ آپ کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔ فقط

محمد اسلم۔ جامعہ ملیہ۔ دہلی۔ ۴ فروری ۳۲ء

(۱۲)

مخدومی - السلام علیکم

پرسوں بیمہ موصول ہوا۔ بیمہ کی وجہ سے خیال ہوا کہ شاید کوئی رقم ہو لیکن رقم نہ تھی، اور ابھی ہونا بھی نہیں چاہیے تھا۔ اب یہ مسودہ رکھ رہا ہوں تاکہ آخری قسط آجائے اس وقت سب کو لکھوا کر چھپوا دونگا۔ کل مجھے معلوم ہوا کہ معتقدات عجم جس قدر چھپ چکی ہے اس کی سلائی بھی ہو چکی ہے حالانکہ میں نے منع کر دیا تھا۔ پرسوں سے زکام اور زکام کی وجہ سے مسلسل حرارت میں مبتلا ہوں اس وجہ سے گھر سے بھی نہ نکل سکا۔ اس وقت بھی ہوں۔
تعجب ہے کہ آپ مسودہ کی نقل اپنے پاس نہیں رکھتے۔ کیونکہ یہ اصول کے خلاف ہے۔ ممکن ہے میں حفاظت کروں لیکن کاتب سے ضائع ہو یا کوئی حادثہ پیش آجائے۔ غرض مصنف کو نقل رکھ لینا ضروری ہے۔ فقط دعا کا طالب

اسلم جیراجپوری - جامعہ ملیہ - قرول باغ - دہلی - مورخہ ۱۳ فروری ۲۸ء

(۱۳)

۹ اپریل ۲۸ء مخدومی دام لطفکم - السلام علیکم -

بقیہ مسودہ معتقدات عجم، صفحہ ۳۴ پرسوں موصول ہوا۔ میں بخیریت ہوں۔ لیکن امسال حج کا ارادہ رکھتا ہوں۔ دعا کیجئے اللہ تعالیٰ پورا کرا دے۔ اس وجہ سے تعمیل ارشاد اور مقدمہ نگاری و تصحیح کاپی و پروف سے معذور ہوں۔ سارا مسودہ آج مجیب صاحب مالک مطبع جامعہ ملیہ کے حوالہ کر دیا ہے۔ رسید ان سے لے لی ہے اور تاکید کر دی ہے کہ وہ سلسلہ وار آپ کے خطوط کا جواب دیا کریں۔ اور یہ مسودہ اسی کاتب سے لکھایا جائے جس نے مقدمہ لکھی ہے اور کل کاپیاں تیار ہو جانے کے بعد آپ کی خدمت میں بھیج دی جائیں۔ پروف کی تصحیح یہیں ہوگی۔ چھپ جانے کے بعد پروف آپ کی خدمت بھیجے جائیں تاکہ مقدمہ نگار صاحب اس کو پیش نظر رکھیں۔ انشاء اللہ ان سب باتوں کی وہ تعمیل کریں گے۔

معتقدات کے مسودہ سے ایک مضمون جامعہ میں لیا گیا ہے۔ میں نے عابد صاحب سے کہہ دیا ہے کہ اور مضامین بھی آپ لینا چاہیں تو مصنف کی اجازت سے۔ پارسی علوم کا ایک نسخہ میں نے مطبع سے منگا لیا تھا اسے عابد صاحب کے حوالہ کر جاؤں گا وہ ریویو لکھ دیں گے۔ اس کی دو کاپیاں جو نمبر میں داخل کی جاتی ہیں داخل کی گئی ہیں اس لیے آپ داخل نہ کریں۔

آپ کا ۱۵ روپیہ مطبع میں جمع ہے جس کی رسید میرے پاس ہے۔ رفتہ رفتہ تھوڑا تھوڑا مجیب صاحب کے نام سے بھیجئے۔ آخری حساب تک انشاء اللہ میں آجاؤں گا۔ اس وقت بل دیکھ لوں گا۔ اس وقت کے لیے ۵۰ روپیہ بھیج دیں تو مناسب ہے۔ مولانا سواتی صاحب مع اہل و عیال کے بخیر ہیں۔ اور آپ کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب گروکل کانگڑی کے جلسہ میں گئے ہوئے ہیں۔ آئیں گے تو ان کو سلام پہونچا دوں گا۔

فقط - نیازمند اسلم - جامعہ ملیہ - دہلی

(۱۴)

جامعہ ملیہ دہلی ۱۵ اگست ۲۹ء مخدومی دام لطفہ ۔

السلام علیکم - کل کارڈ ملا - وطن میں بھی ایک والانامہ موصول ہوا تھا، لیکن میں پورے جولائی بھر آشوب چشم میں مبتلا رہا علاوہ اس کے آپ کی کتاب کی حالت سے بے خبر تھا اس وجہ سے کچھ جواب نہ دے سکا

کتاب معتقدات کا وہ حصہ جو پارسی علوم کے ساتھ آیا تھا مکمل چھپ چکا تھا۔ اس کے فرمے بھی آپ کے پاس جا چکے تھے اور وہ دو سال سے تیار رکھا ہوا ہے اگر آپ منگاتے تو وہ پارسی علوم کے ساتھ بھیجا جا سکتا تھا لیکن اس کتاب کا بقیہ حصہ آپ نے پچھلے سال بھیجا۔ وہ لکھوایا گیا اور اس کاتب کو تلاش کر کے جس سے پہلے چھ جزو لکھائے گئے تھے۔ مدت کے بعد اس نے لکھ کر دیا جس کی تصحیح خود آپ نے کی۔ وہ کاپیاں اب تک نہ چھپ سکیں اور پڑی ہوئی ہیں اور کل شام کو ۲ بجے جامعہ پریس بند کر دیا گیا۔

اب اگر آپ فرمائیں تو مطبوعہ اور غیر مطبوعہ دونوں حصے خدمت میں بھیج دیے جائیں یا غیر مطبوعہ کاپیاں کسی مطبع میں چھپوا کر بھیجے جائیں بہر صورت جو آپ لکھیں گے اس کی تعمیل ہو گی۔ مطبع کے ساتھ حساب دینے کے لیے جو رقم رہ گئی ہے آج تک آپ نے ان دونوں رسائل کے متعلق بھیجی ہے۔ ان کو لکھیے اور ایک نسخہ پارسی علوم کا بھیج دیجیے تاکہ حساب کر لیا جائے یہاں پارسی علوم کا کوئی نسخہ بھیجنے کو نہیں ہے۔

میں نزلہ اور زکام میں سخت گرفتار ہوں۔ دعا فرمایئے اللہ عافیت دے۔ مولانا سورتی صاحب نے بنارس میں کسی مدرسہ میں ملازمت کر لی ہے یکم اگست سے وہاں تشریف لے گئے ہیں۔ فقط۔ آپ کا خیر طلب اسلم

(۱۵)

مخدومی دام لطفکم السلام علیکم

آپ کے ۲۰ اگست کے والا نامہ کا جواب آج لکھنے بیٹھا ہوں کیونکہ جامعہ پریس بند ہو جانے کے بعد تمام معاملہ حامد علی خاں صاحب کے حوالہ ہوا کہ اس کی جملہ چیزوں کی جانچ کر لیں۔ وہ لاہور گئے ہوئے تھے، پرسوں آئے ہیں۔ کل میں نے جا کر مطبع میں آپ کی کتاب معتقدات کی حالت دیکھ لی۔ اس لیے آج جواب لکھنے کے قابل ہوا۔

معتقدات کے ۹۶ صفحے پہلے چھپ چکے تھے ادھر ۵۶ صفحے اور چھپے ہیں یعنی اب وہ کتاب صفحہ ۱ سے صفحہ ۱۵۲ تک چھپ چکی ہے بقیہ ۴۸ صفحے یا ۶ کاپیاں ہیں۔ یہ کاپیاں اچھی حالت میں ہیں اور یہاں اگر آپ حکم دیں چھپوائی جا سکتی ہیں۔ معتقدات کی طباعت اور کاغذ کی مد میں اب تک کوئی پیسہ آپ کی طرف سے موصول نہیں ہوا اس لیے اس وقت مجھے الحساب مبلغ ایک سو روپیہ بیسے ناہ سے بھیج دیں تاکہ میں حامد علی خاں کے حوالہ کر دوں اور وہ بقیہ اجزا چھپوا کر کتاب آپ کی خدمت میں بھیج دیں۔ جو کچھ بقیہ نکلے گا اس کا بل خدمت میں پہونچے گا۔ والا نامہ کے ساتھ جو حساب منسلک تھا اس میں ایک رقم دس یا گیارہ روپے کی رہ گئی ہے جو معتقدات کی لکھائی میں مارچ ۱۹۲۶ء میں دی گئی تھی جب صرف چار جز کی لکھائی ہے پونے دو جزو اور محمد اسحاق نے لکھے ہیں اور دونوں کتابوں کے ٹائٹل بھی جو شاید کام میں نہ آسکے۔ محمد اسحاق کے ہاتھ کی ۹ روپے کی رسید میرے پاس محفوظ ہے جس کو بھیجتا ہوں اور دونوں ٹائٹل کی لکھائی کی رسید اس وقت نہ مل سکی۔ اس لیے میرے پاس جو رقم نو سے روپے کی پہنچی تھی اس میں سے ۴۹ روپے پارسی علوم اور معتقدات کے ۹۶ صفحے اور ان دونوں کے ٹائٹل کی لکھائی میں صرف ہوئے اور بقیہ ۴۱ روپے پارسی علوم کی چھپائی کی مد میں دے دیے گئے جس کی رسید میرے پاس محفوظ ہے۔ اس حساب سے پارسی علوم کے پچھلے بل میں بھی ساڑھے گیارہ روپیہ آپ کے ذمہ واجب الادا ہیں۔

چونکہ حامد علی خان صاحب کے پاس کوئی اس قسم کی رقم نہیں ہے جس سے وہ آپ کی کتاب کے لیے کاغذ خریدیں یا اس کی طباعت کرائیں اور معتقدات کے کاغذ اور چھپائی میں تقریباً سو روپیہ کے قریب مطبع کا خرچ ہو چکا ہے۔ اس لیے یہ رقم فوراً آپ کو بھیج دینی چاہیے تاکہ آپ کا کام جلد ہو جائے۔

اُمید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔ میں آرام سے ہوں۔

مولانا سواتی کی اہلیہ بیمار تھیں وہ بنارس سے اس کی تیمار داری کے لیے ٹونک گئے ہیں۔ اب وہ اچھی ہیں۔ سُنا ہے کہ امروز فردا میں مولانا صاحب موصوف دہلی سے ہوتے ہوئے بنارس تشریف لے جائیں گے۔ شاید ملاقات ہو جائے۔

اس طرف قرولباغ میں ہیضہ کی شکایت ہوگئی تھی۔ جامعہ کالج ایک مہینہ کے لیے بند بھی کر دیا گیا لیکن اہلِ جامعہ نے صرف ٹیکہ لگوانے پر اکتفا کیا۔ اب الحمد للہ خیریت ہے اور صرف برائے نام شکایت ہے کبھی کبھی کوئی واردات ہو جاتی ہے۔ فقط

مورخہ ۹ ستمبر ۲۹ء — محمد اسلم۔ جامعہ ملیہ۔ قرولباغ دہلی۔

(۱۶)

مکتبہ جامعہ ملیہ اسلامیہ علی گڑھ — مخدومی۔ السلام علیکم

پارسی علوم کی کل کاپیاں مطبع جامعہ میں چھاپ دی گئی ہیں اور ان سب کا پروف ایک ساتھ خدمت میں بھیجا جا رہا ہے۔ دیکھ کر فوراً واپس بھیجیے تاکہ چھپائی ہو جائے۔

چونکہ تاریخ نجد کا شوق آپ نے اپنے ایک خط میں ظاہر کیا تھا اور وہ تیار ہو گئی ہے اس لیے اس کی ایک کاپی بذریعہ وی پی کے مکتبہ بھیجی۔ اسے اسی کے ساتھ پروف بھیجنا مناسب معلوم ہوا۔ امید ہے کہ آپ ضرور وصول کر لیں گے۔ آپ کا کارڈ ملا تھا۔ یہ ۲۴ پاؤنڈ کا کیا ذکر؟ میں نے تو لکھا تھا کہ ۱۶ پاؤنڈ کا کاغذ ۱۸×۲۲ کے لیے ویسا ہی ہوگا جیسا کہ جامعہ کے لیے ۲۰ پاؤنڈ کا اور ۱۶۔ پاؤنڈ کا کاغذ خریدا جا رہا ہے۔

مہربانی فرما کر یہ بھی لکھیے کہ کتاب کے ٹائٹل پر شائع کنندہ اور مقامِ اشاعت کیا درج کیا جائے۔ جواب میں تاخیر نہ ہو۔ ورنہ سخت حرج ہوگا۔ امید کہ آپ بخیریت ہوں گے۔ ذاکر صاحب سوم کا جواب دیتے ہیں۔ فقط۔

محمد اسلم جامعہ ملیہ قرولباغ دہلی۔ ۱۶، اپریل ۳۰ء

(۱۷)

جامعہ ملیہ دہلی ۲۵ رمضان ۳۰ء یوم جمعہ

مخدومی۔ السلام علیکم۔

پروف ایک عرصہ کے بعد واپس ملے۔ اس میں شک نہیں کہ کتابت بہت ناقص ہے۔ اور یہ عجلت میں کرائی گئی تھی جبکہ آپ نے دونوں رسائل کی تیاری کے لیے صرف پندرہ روز دیئے تھے۔ ورنہ کتابت، تصحیح اور چھپائی سب کچھ عمدہ ہو سکتی تھی۔ مطبع اب دوبارہ پروف بھیجنے کے لیے نہ دے گا کیونکہ پہلے ہی بہت دیر ہو چکی ہے۔ میں صرف یہ کروں گا کہ جس وقت پتھر بن چکے ہوں اس وقت پہلا فرما آپ کے تصحیح کردہ پروف سے ملا لیا کروں گا۔ اس رسالہ کا ٹائٹل اور معتقدات مجوس کا اشتہار جو اس کے چوتھے صفحہ پر ہوگا آپ پہلے بھیج چکے ہیں جو لکھ کر غالباً پتھر پر جمایا جا چکا ہے۔ اب یہ جدید ٹائٹل آ گیا۔ بہرصورت اب یہی لکھ کر جمایا جائے گا۔

دوسرا رسالہ اس سے بہت بہتر لکھا گیا ہے۔ اور پورا تیار ہے۔ وہ کل ۹۵ صفحات کا ہے۔ اس کا ٹائٹل پیج بھی لکھا جا چکا ہے۔ اب اس پر جو کچھ اشتہار وغیرہ چھپوانا چاہیں لکھ کر بھیجیے۔ کاغذ ۱۶ پونڈ کا تلاش کیا جا رہا ہے۔ میری اہلیہ آج ایک ہفتہ سے چیچک میں مبتلا ہو گئی ہیں۔ سخت پریشانی ہے

دعا کیجیے اللہ تعالیٰ شفا دے۔ تاریخ نجد جہاں تک میرا خیال ہے اسی سال مجھے دوبارہ چھپوانی پڑے گی کیونکہ میں نے اس کی ایک ہی ہزار کاپی چھپوائی اور مانگ زیادہ ہے۔ اس لیے اس کے بارہ میں جو کچھ مشورہ یا امداد آپ کو یا مولانا خاموش صاحب کو دینا ہو جلد دے دیں۔ والسلام ۔ محمد اسلم

(۱۸)

الٰہ آباد ۲۶ر سنہ ۳۱ء عزیز محترم السلام علیکم

خیریت مزاج ؟ گرامی نامہ صادر ہوا۔ مشکور ہوا۔ نیوں شاعر کا مرثیہ بھی پہنچا۔ دوسرا شاید یہ بھی قبول فرمائیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ مہینہ میں شائع کیا جائے گا۔

یہ سن کر فقیر کو بڑی مسرت ہوئی کہ ترتیب میلاد میں آپ مشغول ہیں۔ بے شک بے سروپا روایتیں نکال دی جائیں۔ لیکن فقیر کے خیال میں ایک بات آئی ہے شاید آپ پسند کریں۔ عوام کو صحیح روایات کی پروا نہیں ہوتی بلکہ ایسی عبارتیں یا طرز بیان جس سے رسول اللہ صلعم کی محبت ان کے دل میں گھر کر جائے۔ یہ تو یقینی ہے کہ آپ صرف صحیح روایات لکھیں گے لیکن انداز بیان وہی اختیار فرمائیے جس نے میلاد مولوی نذیر احمد کو مقبول عام بنا دیا غور فرمائیے گا تو ممکن ہے کہ فقیر کا یہ خیال صحیح نکلے۔

ڈیڑھ سو بہاری شعرائے عہد قدیم کے نام جمع کر چکا ہوں۔ اگر چہ ان کے حالات بہم پہنچ سکیں تو کہیے کہ اس فہرست سے کچھ نام آپ کے پاس بھی بھیج دوں۔ آپ کی کتاب کو اب تک ریویو کے لیے نکالا تھا بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ ریویو کر چکا تھا۔ اتفاق سے جگہ باقی نہ رہی۔ اس لیے آگے کے لیے اٹھا رکھا۔ آپ کو عجلت تو نہیں ہے ؟ جناب کے والد بزرگوار مرحوم مغفور کا قطعہ بھی کسی میں شائع کروں گا اس لیے کہ واجد علی شاہ مرحوم کے جس مضمون کی نسبت فقیر نے عرض کیا تھا وہ اب کے شائع نہ ہو سکا۔ یقین ہے کہ آپ اس کا خیال نہ فرمائیں گے۔ دیوانِ راسخ کے دیکھنے کو آنکھیں ترس گئیں۔ خدا کرے جلد آپ کو موقع ملے کہ وہ مرتب ہو کر یہاں آ جائے۔ یہ تو آپ جانتے ہیں کہ راسخ مرحوم کے کچھ حالات بھی دستیاب ہوئے ؟ والسلام

بندہ حقیر فقیر حسیر (مرحوم مدیر ادیب الٰہ آباد)

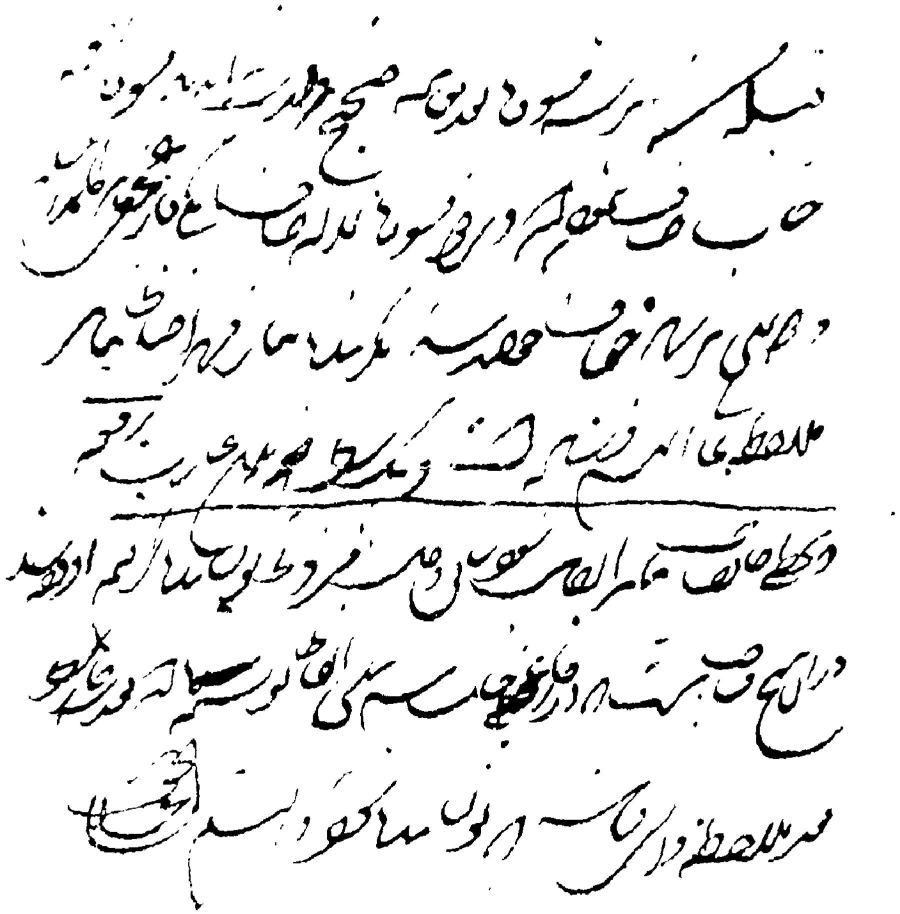
(۱۹)

دی ہمدرد مورنی گیٹ دہلی ۔ ۲۱ مارچ سنہ ۱۹ء

مکرمی ۔ السلام علیکم۔ اخبار قوم میں آپ کا ایک مضمون ایڈیٹر کے متعلق جو اشتہار چھپا تھا وہ میری نظر سے گزرا۔ چنانچہ اڈیٹر قوم کے نام آپ کا خط مجھے مل گیا ہے۔ میں عنقریب دلی سے روزانہ اخبار جاری کرنے والا ہوں جس کا نام غالباً ہمدم ہوگا صورت یہ ہے کہ ڈاکٹر انصاری اور حکیم اجمل خاں صاحب وغیرہ نے ایک کمپنی قائم کی ہے جس کی زیر نگرانی یہ اخبار جاری کیا جائے گا۔ اگر آپ اس کام میں شریک ہوں اور بحیثیت سب اڈیٹر آنا پسند کریں تو بہ واپسی ڈاک اطلاع دیجئے۔ تنخواہ فی الحال ۱۰۰/- ادا کی جا سکے گی لیکن ایک دو مہینہ کے بعد اضافہ ممکن ہے۔ آپ خود اندازہ کر سکتے ہیں کہ ابتدائی حالت میں نہایت ہی احتیاط کی ضرورت ہے۔ خصوصاً اس لیے کہ ۸ صفحات کا اخبار ہوگا اور اس کے لیے دو تین سب اڈیٹر رکھنے پڑیں گے۔ ڈیڑھ پیسہ میں فروخت کیا جائے گا آپ جانتے ہیں کہ ابتدا میں بہت زیادہ نقصان اٹھانا پڑے گا جو محض اس امید پر برداشت کیا جائے گا کہ آئندہ اشاعت میں ترقی ہوگی۔ آپ بہ واپسی ڈاک جواب دیجئے اس لیے کہ شروع اپریل میں دفتر کھل جائے گا اور آپ کے فوراً ہی آنے کی ضرورت ہوگی۔

نیاز مند (قاضی) عبدالغفار

(۱۱)



(۲۰)

اورنگ آباد دکن ۱۰ مارچ سنہ ۳۰ء

کرمی و معظمی تسلیم

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ ممنون فرمایا۔ آپ ضرور اپنا مضمون روانہ فرمائیں۔ ہم لوگ یہاں اسے دیکھ کر اپنی رائے عرض کریں گے۔ یقین ہے کہ اس سے ہمیں بہت کچھ مدد ملے گی۔ رسالہ جامعہ پر اپریل کے نمبر میں ریویو شائع ہوگا۔ جس پر آپ بلا تکلف رائے زنی فرما سکتے ہیں۔ اس سے مقصد تحقیق ہے نہ کہ کیچڑ اچھالنا۔ یہ خط میں جلدی میں صرف آپ کے خط کی رسید میں لکھ رہا ہوں۔ اردو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا ہے۔ عبدالحق

(۲۱)

میعت آباد حیدرآباد دکن ۷ مئی سنہ ۳۰ء

مکرم۔ یکم مئی کا خط آپ کا مجھے آج ملا۔ شکر خدا کہ آپ غلامی سے چھوٹے اور خدا مجھے بھی آپ کی طرح جلد آزاد کر دے۔

مجھے مئی اور جون میں فرصت ہے۔ عنقریب کلکتہ جاؤں گا۔ وہاں بھی ایک اخبار روزنامہ کی اسکیم پیش نظر ہے۔ اگر وہ چلنے کے قابل ہوئی تو میں صلاح دوں گا کہ اس میں شریک ہو جیے۔ میں ۱۰ مئی انشاء اللہ کلکتہ پہنچ جاؤں گا اور اس کے بعد ہی آپ کو خبر کروں گا۔ اس حالت میں آپ کو صلاح و مشورہ کی غرض سے ایک دو دن کے لیے کلکتہ آنا ہوگا۔

جواب حیدرآباد نہ بھیجیے۔ کوئی ضرورت ہو تو اس پتہ پر کلکتہ خط لکھیے:

خیال معرفت عبداللطیف محمد زکریا اسکوائر ۱۱۱ امرتا ب سٹریٹ۔ کلکتہ

خدا کرے آپ کا سفر ظفر ہو۔ آپ لاہور، علی گڑھ اور لکھنؤ کو فتح کرتے ہوئے بہت جلد قلعہ صادق پور میں برامن و عیش آرام کریں۔

والسلام مع الاکرام۔ خیال

بنام نواب مشتاق احمد خان

فخر منزل، ۱۰۸ - نئی ماڈل ٹاؤن لاہور

۱۴ دسمبر ۱۹۶۲ء - مکرمی طفیل صاحب! السلام علیکم

حسب وعدہ آپ کے مکاتیب نمبر کے لیے چند خطوط پیش خدمت ہیں۔ میرے دادا مرحوم نواب فخر یار جنگ (سابق وزیر مالیات حکومت آصفیہ سلطانیہ حیدرآباد) کے ہندوستان اور پاکستان کے بیشتر علما، فضلا اور اکابر سے گہرے مراسم اور دوستانہ تعلقات تھے اور ان سے خط و کتابت رہتی تھی۔ والد مرحوم ان خطوط کو محفوظ رکھتے تھے۔ چنانچہ ان کے ذخیرہ میں حضور نظام میر عثمان علی خان، علامہ اقبال، سر سکندر حیات خان، مولانا غلام قادر گرامی، مولانا شبیر احمد عثمانی شیخ الاسلام، مولانا حبیب الرحمن خان شروانی، بابائے اردو مولوی عبدالحق، خواجہ کمال الدین، سر عبدالقادر، ڈاکٹر ضیاء الدین احمد، مولانا اشرف علی تھانوی، مفتی اعظم فلسطین اور اسلامی ممالک کے دوسرے اکابر کے خطوط تھے۔ سقوط حیدرآباد کے وقت یہ سب خطوط میری تحویل میں تھے۔ افسوس ہے کہ حیدرآباد پر بھارتی یلغار کے وقت یہ ذخیرہ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے یہ ان ہی دنوں بہت ضائع ہو گیا۔ صرف دو تین خطوط کسی طرح بچ گئے۔ وہ آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں۔ ایک خط مولانا گرامی کا ہے جو مولانا نے ۱۹۰۸ء میں ہوشیارپور سے والد مرحوم کو مددگار محاسب (اکاؤنٹنٹ جنرل) کے عہدہ پر ترقی پانے پر لکھا تھا جو مولانا مرحوم کے اسلوب تحریر کا اچھا نمونہ ہے۔ دوسرا خواجہ کمال الدین صاحب کا، ایک دو سطری خط مہاراجہ کشن پرشاد کا بھی ہے۔ افسوس ہے کہ ان کے علاوہ مجھے کوئی مکتوب دستیاب نہیں ہو سکا۔

اس ہیچمدان کے نام بھی چند بزرگوں کے خطوط ہیں۔ وہ سب اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں۔ یہ خطوط بھی پیش خدمت ہیں اگر ان میں سے کسی کو آپ اپنے نمبر میں شریک فرمانا چاہیں تو کوشش کر سکتے ہیں۔

مخلص نیازمند - مشتاق احمد خاں

بنام نواب فخر یار جنگ سابق وزیر مالیات حیدرآباد

ہوشیارپور

ادیب نکتہ دانش طرازی
ادب آموز فخر الدین رازی

خان صاحب بہادر تسلیم!

میاں محمد شفیع کی نسبت آپ کی خدمت میں ایک خط پہنچا ہوگا۔ اس تحریر دلپذیر کے بعد اس خط کا عدم وجود برابر ہے وہ پہلا خط

ایک انسان نے لکھا تھا وہ انسان کامل فردالملک واجب التعظیم بالغ نظر نقدس مآب استادالملک ملا تشبیہ ضرب المثل پنجاب کے رانگین جناب مولی الٰہی بخش صاحب وکیل چیف کورٹ پنجاب ہیں۔ اور یہ دوسرا خط خدمت گرامی میں گرامی بھیجتا ہے ——— اظہر من الشمس ہے کہ پہلے خط کا بھیجنے والا بجائے خود ایک آفتاب ہے اور دوسرے خط کا لکھنے والا ایک ذرہ ——— مدعائے تمہید یہ ہے کہ بلفظ ذرہ خورشید میاں محمد شفیع صاحب عالی دماغ ہیں۔ اپنے فرائض منصبی سے باخبر ہیں۔ بیدار مغز ہیں۔ لائق ہیں۔ آداب دانشمندی سے آگاہ ہیں۔ محکمہ انسپکٹر جنرل جیلخانہ جات پنجاب میں اکونٹنٹ ہیں۔ میاں میراں بخش صاحب مرحوم اکونٹنٹ لاہور کے فرزند ارجمند ہیں۔ گرامی کے دوست ہیں۔ گرامی سفارش کرتا ہے کہ ایسے لائق نوجوان باخبر اور مخلص کو حیدرآباد میں بلانا چاہیے۔

خانصاحب کو حیدرآباد میں آپ اپنے محکمہ مالیہ میں اپنے ماتحت اپنی مددگاری پہ لے سکتے ہیں۔ گرامی کو یقین کامل ہے کہ آپ کے اس انتخاب پر حیدرآبادی ——— بھائی متفق الرائے یہ خیال ظاہر کریں گے کہ خاک پنجاب کیا مردم خیز زمین ہے اور کیا کیا جوہر فرد وہاں پیدا ہوتے ہیں۔ صدر محاسب سرکار عالی کی مدد کے وہ شعر پنجاب کے بالغ نظروں نے گوہر گوش بنا لیے۔

خان صاحب نیاز الدین خاں بہادر دانشمند ہوشیارپور میں تشریف لائے تھے۔ ان کی نگاہ مشکل پسند نے بھی گرامی کے ان چار مصرعوں کو پسند کیا صلہ ان شعروں کا یہی ہے کہ خان صاحب محمد شفیع کو حیدرآباد میں بلا لیجیے، کہ وہ شعر لکھتا ہوں

زہے باخبر صدر محاسب نکتہ داں آمد
رئیس اعظم پنجاب فخرالدین خان آمد
گرامی آرزو دارے اگر در حساب آرد
توان گفتن کہ ایں کامل عیار امتحان آمد

والسلام گرامی

(۲)

عزیز منزل لاہور ۲۲ فروری ۱۹۲۵ء

مکرم نواب صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ خدا کے فضل سے تیسرا بیرونٹ بھی مشرف باسلام ہوا۔ اعلان عام سے ایک خانگی روک ہے جو انشاء اللہ دور ہو جائے گی۔ نہ معلوم آپ کو اسلامک ریویو پہنچتا ہے یا نہیں۔ میں فروری کا رسالہ بھیجتا ہوں۔ اس کے فوٹو میں لارڈ کریوں نظر آئے گا۔ میں یہ خط ایک تکلیف کے لیے بھیجتا ہوں۔ آپ کی رقم زکوٰۃ سے کچھ حصہ مشن کے لیے لینا چاہتا ہوں۔ وہاں کا کام بڑھ گیا ہے اور مجھے دو مشنری فوراً بھیجنے ہیں۔ مشن کے فنڈ میں گنجائش نہیں۔ میرے دل میں یہ آیا کہ میں چند مہربانوں کو لکھوں۔ زکوٰۃ انہوں نے دینی ہی ہے۔ وہ اس طرح بھیج دیں۔ امید ہے کہ آپ توجہ کریں گے۔ اگر کوئی اور دوست بھی اس مبلغ فنڈ میں شریک ہو سکیں، تو شریک کریں۔ نئی تصنیف بھیجتا ہوں۔ جو الگ ملفوف ہے۔ والسلام۔

خادم

خواجہ کمال الدین

بنام نواب مشتاق احمد خاں

مسلم ٹاؤن لاہور۔
۲۶ جولائی سنہ

مکرم و محترم۔ السلام علیکم۔

ایک نوجوان محمد جمیل حاضر ہوتے ہیں۔ مدت ہوئی انہوں نے آپ کے ہاں ملازمت کے لیے درخواست دی تھی، انٹرویو بھی ہو گیا تھا۔ لیکن چونکہ ان اسامیوں کے پُر کرنے میں "یونٹ" کی کوئی رکاوٹ حائل ہو گئی تھی، اس لیے کچھ فیصلہ نہ ہو سکا۔ معلوم ہوا ہے کہ اب ان تقرریات کی منظوری ہو چکی ہے۔ اور آدمی رکھے جانے والے ہیں۔ میری گزارش یہ ہے کہ جہاں تک میں اس نوجوان کے اوصاف تعلیمی اور تجربہ سے واقف ہوں میری رائے یہ ہے کہ یہ آپ کے محکمے کے لیے موزوں رہیں گے۔

مزید کچھ دریافت کرنا منظور ہو تو ان سے استفسار فرمائیے اور جہاں تک ہو سکے ان کی پرورش کا بندوبست فرمائیے۔ میں بے حد شکر گزار ہوں گا

عبدالمجید سالک

(۲)

مسلم ٹاؤن لاہور۔ ۱۲ جنوری

مکرم و معظم حضرت مشتاق زاد الطافکم

السلام علیکم۔ میرے نہایت عزیز دوست اور اخبار "تعمیر" راولپنڈی کے ایڈیٹر جناب محمد فاضل صاحب حاضر خدمت ہوتے ہیں۔ ان کو پی۔ ٹی۔ سی صاحب سے ایک کام ہے۔ میں ان کی خدمت میں بار نہیں رکھتا۔ اگر آپ از راہ کرم فاضل صاحب کی گزارش ہمدردانہ توجہ سے سن کر شریف صاحب سے کوئی تحریک فرما سکیں تو میں بے حد شکر گزار ہوں گا۔ امید ہے کہ آپ فاضل صاحب کی امداد کرنے اور ان کو مشورہ دینے میں ہرگز پہلو تہی نہ فرمائیں گے۔

نیاز مند عبدالمجید سالک

(۳)

نگار ہوٹل کراچی۔ ۵ مئی

جناب مکرمی نواب صاحب۔ السلام علیکم

گرامی نامہ شرف صدور لایا۔ آپ کی نوازش و مرحمت کے لیے بے حد شکر گزار ہوں۔ اس وقت مجید لاہوری صاحب اور ڈاکٹر فقیر محمد صاحب میرے پاس ہی تشریف رکھتے ہیں۔ چونکہ بعض مجبوریاں ہیں جن کی وجہ سے ابھی تعمیل ارشاد دشوار ہے۔ اس لیے فی الحال اس دعوت طعام کو ملتوی کر دیا جائے۔ انشاء اللہ پھر کسی دن امتثال امر کیا جائے گا۔

ایک دفعہ پھر آپ کی نوازش اور قدر افزائی کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ مجید صاحب اور ڈاکٹر صاحب کی طرف سے مضمون واحد ہے۔ سالک

(۴)

خداداد کالونی ۳۶ کراچی۔

محترم مکرم تسلیم —— آپ نے ترمل گڑھ کی تاریخ کو قابل اعتنا سمجھا مگر میں نے ڈاکٹر ضیاء الدین مرحوم کی لائف میں ایک حد تک مواد

پیش کردیا ہے۔ کتاب شائع ہوگی۔ ۵۰۴ صفحات، یقیناً نواب فخر یار جنگ بہادر کو خوشی ہوگی اور آپ بھی اظہار مسرت کریں گے۔ قیمت صہ روپیہ چند نسخے بھیجئے گا؟

لاہور، کراچی، راولپنڈی اور کہاں کہاں اولڈ بوائز ایسوسی ایشن اور کلب قائم ہیں نئے علی گڑھ بھی بن رہے ہیں مگر علی گڑھ مرحوم کی تاریخ کی طرف توجہ نہیں جو صرف چار پانچ ہزار کا کام تھا اور تنہا ایک شخص کر سکتا تھا۔

دل چاہتا ہے کہ جو مسودہ اور مواد ہے اس کو آپ کے کلب کے ٹینس کورٹ میں رکھ کر آگ لگا دوں میں خود حاضر خدمت ہوتا مگر اس فاصلہ کا طے کرنا بھی تو جوانوں کا کام ہے۔ ۸۰ سال کا بوڑھا بیمار تو مر مر کے سوا مشکل سے طے کر سکتا ہے۔ بہرحال خط ہی ذریعہ ملاقات اور مراسلہ کلام بھی ہے۔

آپ کا مخلص: محمد امین زبیری

(۵)

مخدوم محترم۔ تسلیم

آپ نے غایت مہربانی سے تشریف لانے کی زحمت گوارا کی اور اتفاق کہ میں حاضر نہ تھا۔ مجھے آپ سے بہت کچھ گزارش کرنا تھا اور اب اس عریضہ کے ذریعہ کرتا ہوں۔

میں علی گڑھ تحریک پر جس قدر کام کر چکا ہوں اس سے آپ واقف ہیں۔ آخری کام یہ تھا کہ ۱۹۴۷ء تک اس کی تاریخ لکھ دوں کیوں کہ اب دوسرا علی گڑھ بن رہا ہے۔ ایم اے او کالج کی جلد بالکل مکمل ہے۔ مسلم یونیورسٹی کی جلد پر کچھ کام کرنا ہے۔

میں نے ایک صاحب کے کہنے سے وہ مختصر تاریخ بھی شائع کر دی اور اس عالم مہاجرت و پریشان حالی میں چار سو روپیہ خرچ کر کے طبع کرایا۔ ان صاحب نے کہا تھا کہ اسکولوں میں خریداری ہو جائے گی اور یہ ان کا اشارہ ابرو تھا مگر پھر انہوں نے مطلق توجہ نہ کی اور یوں ہی نصف کے قریب مفت تقسیم ہوگئی۔ اس بڑی تاریخ کے لیے عالی جناب ہز ایکسلنسی غلام محمد صاحب نے انتظام اشاعت کا وعدہ فرمایا مگر وہ دوسرے دن انگلستان جا رہے تھے۔ واپسی پر ملاقات بھی میسر نہ ہوئی اور نہ امید اور نہ اب حوصلہ۔

اگر آپ کے نزدیک اس تاریخ کی اشاعت ضروری ہو تو میری خواہش ہے کہ آپ کا علی گڑھ اولڈ بوائز کلب اہتمام کرے کتاب بھی اسی کی ملکیت ہو۔ پہلی جلد کی آمدنی سے دوسری جلد کی اشاعت ہو اور پھر اسی فنڈ سے ایک مستقل سلسلہ علی گڑھ لٹریچر کا قائم ہو جائے اور اب اگر علی گڑھ کی یاد پاکستان میں باقی رہ سکتی ہے تو یہی ایک ذریعہ ہے ورنہ اب دوسری نسل میں علی گڑھ اولڈ بوائز کا سلسلہ تو ختم ہے۔

اب آپ کو اگر یہ تجویز مناسب معلوم ہو تو چند با اثر اصحاب سے چندہ کی درخواست کی جائے ایک صورت یہ بھی ہے کہ بہاول پور اور خیر پور نے کالج اور یونیورسٹی کو بڑے بڑے عطیات دیئے ہیں وہاں سے کوشش کی جائے خیر پور میں تو مرزا ممتاز حسین صاحب قزلباش ہی سب کچھ ہیں۔

میرا تخمینہ مصارف مع فوٹو تصاویر بانیان کالج و خاص خاص عمارات چار ہزار روپیہ ہے اب حق تالیف اور تصحیح و پروف کا معاوضہ جو آپ کے نزدیک مناسب ہو۔

میں نے دونوں جلدوں کے مضامین کی فہرست، خیر پور، بہاولپور کے عطیات کی یادداشت اور خاص خاص اولڈ بوائز کے ناموں کی فہرست جناب مسعود الحسن صاحب کو دے دی ہے آپ ملاحظہ فرما لیجئے۔

یہ سن کر آپ خوش ہوں گے اور بہت خوش کہ ڈاکٹر ضیاء الدین مرحوم کی لائف مارچ تک آپ کے ہاتھوں میں ہوگی۔ مرحوم کے ایک دوست طبع کر رہے ہیں۔ تقریباً ۵۰۰ صفحات ہیں۔ لائف کیا ہے ایک ادارہ کی تاریخ اور علی گڑھ کی تصویر اور میری ہشت سالہ شاگردی کی یادگار۔ اس لائف میں دوست تعلقات کا بیان بھی ہے اور اس میں چند پرائیویٹ خطوں کی نقلیں بھی شامل ہیں۔ جن میں حضور نظام کے بھی تین خط ہیں بہت عجیب۔

آج کے اخبار جنگ میں جس پر ۱۲ فروری کی تاریخ ہے، ایک خبر بعنوان مسلمانان برصغیر کی سیاسی جدوجہد کی تاریخ شائع ہوئی ہے۔ اس میں مل کر میں شامل ہے اور مسلم لیگ کی سیاسی تاریخ بھی۔ اس کے لیے گورنمنٹ پر اعلیٰ قائم کر لی۔ میں پہلے ہی بہت کچھ یہ کام کر چکا ہوں۔

آپ سے کیسے ملاقات ہو۔ اگر کلب میں تشریف لاتے رہیں تو آسان ہے۔

مجھے ایک عرصہ سے درد کا عارضہ تھا۔ کراچی آنے سے پہلے موسم سرما میں تکلیف نہ تھی اور بہار آ کر موسم میں۔ اور کوئی وقت نہیں۔ ۱۰ سے ۵ بجے تک سکون رہتا ہے۔

مخلص۔ محمد امین زبیری راحل ہوٹل ملیر روڈ

(۶)

اپنے محترم و مکرم مشتاق احمد کی خدمت میں۔۔۔ سلام کے بعد۔

آپ کا خط کیا ملا گویا کوئی کھوئی ہوئی محبوب شے مل گئی۔ کتنی محفلیں، کتنی نشستیں یاد آئیں، کتنے موقعے، کتنی گپیں، تصور میں تصویریں بن کر جھلکنے لگیں۔ ابھی چار دن ہوئے کہ آپ کے کلفٹن والے مکان پر سردار امیر اعظم سے ملنے گیا اور کراچی میں خلیل الرحمان جنگ والے بھی وہیں گئے کہ میں نے ان سے کہا کہ اس مکان سے جو روایات وابستہ ہیں خدا کرے کہ آپ انہیں برقرار رکھ سکیں۔ صاحب بہادر تو نقشہ ہی بدلا ہوا تھا بہ حال —— ہر کہ آمد ۔۔۔

یقین کیجیے کہ مجھے بھی اس کا قلق تھا کہ جاتے ہوئے شرف نیاز حاصل نہ کر سکا۔

مجھے جیب کترنے کا اتنا فن نہیں جتنا اس رمضانی کی دعوت کا صدمہ ہے۔ اس نے سمجھا کہ رقم ہوتی ہے مگر نکلا ایک سو روپے پانچ روپے۔ زود قلم کی بجائے آپ کو "زود نویس" کہنا چاہیے تھا۔ لیکن اس سے تو تلافی ہوگی۔ وہ جو آپ نے "لاہوری" ہونے کے سلسلے میں لکھا ہے اس کے متعلق یہی کہہ سکتا ہوں

میں بڑا کافر تو ۔۔۔

چونکہ آپ "لاہوری" ہونے کی کوشش کر رہے ہیں اس لیے میں عرض کرتا ہوں ۔ ہر جا ساکت صاحب تمہاری من میری طرف انہوں نے پوچھا کہ دیکھتے ہو کہ مرغی کا اردو ترجمہ ہے۔ بیگم صاحبہ کو سلام۔ پتہ لکھ لیا ہے اور تازہ پرچہ بھجوا رہا ہوں۔ لاہور آیا تو حاضر ہوں گا ان شاء اللہ۔

آپ کا نیازمند مجید لاہوری

(۷)

محترم مشتاق صاحب کی خدمت میں ہدیہ سلام و نیاز

میں نے ... گرلز سکول کے سلسلہ میں فون پر آپ سے ذکر کیا تھا اسی سلسلہ میں یہ حاضر ہیں ازراہ کرم ان سے تعاون فرمائیے۔

آپ کا مجید لاہوری

ہماری دختر آمنہ آپ کی کوٹھی تلاش کرتی ہوئی واپس آ گئی۔ آج سکول کے سیکرٹری پرویز صاحب آپ کے پاس آ رہے ہیں۔

مجید لاہوری

(۸)

اردو روڈ کراچی۔

۲۴ مارچ ۵۲ء
شفیقی و محترمی۔ السلام علیکم

براہ کرم پنجشنبہ ۲۶ مارچ بوقت ۵ بجے شام میرے ساتھ چائے نوش فرمائیں گے تو مجھے بڑی مسرت ہوگی۔

مخلص عبدالحق۔

(۹)

اردو روڈ کراچی

۴ دسمبر سنہ ۵۳ء
شفیق مکرم زاد لطفکم۔ السلام علیکم

آپ کو سعید حسن صاحب (امروہی) کا خط ملا ہوگا۔ ان کا فرزند سراج الحسن بی اے لاہور میں ہے اور اب تک بیکار ہے۔ سعید حسن کے خط آچکے ہیں، ان کی درخواست ہے کہ آپ مشتاق احمد خاں صاحب سے سفارش کرکے کسی کام پر لگا دیں۔ مجھے بھی سفارش کے لیے لکھا ہے۔ لہٰذا میں بھی عرض کرتا ہوں کہ آپ ضرور سفارش فرمادیں۔ سعید حسن بہت بیمار ہے۔ فالج نے اسے اپاہج بنادیا ہے۔ اور بصارت بھی جاتی رہی ہے۔ قابل رحم ہے۔

امید ہے آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔ نیازمند عبدالحق

(۱۰)

اردو روڈ۔ کراچی

۲۷ مارچ سنہ ۵۴ء
شفیق و کرمی۔ تسلیم!

حامل رقعہ صغیر احمد صاحب اورینٹ ایئرویز میں پائلٹ ٹریننگ پر مامور ہیں اور اپنی خدمت بڑی خوبی اور مستعدی سے انجام دے رہے ہیں وہ آپ کی خدمت میں اپنے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں۔ ان کا معروضہ بالکل معقول اور مبنی بر انصاف ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ ازراہ کرم ان کو موقع دیں گے کہ وہ اپنی روداد آپ کی خدمت میں پیش کرسکیں۔ عبدالحق

(۱۱)

برادرم مشتاق احمد خاں صاحب سلمہم

میں ایک مدت سے لاہور آیا ہوا ہوں۔ افسوس ہے آپ سے ملاقات نہ ہوئی۔ خط لکھنے کی ضرورت یہ داعی ہوئی کہ حامل رقعہ مشتاق علی بیگ سلمہم میرے بھانجے، بھوپال کے رہنے والے ہیں، تعلیم کا سلسلہ جاری نہ رکھ سکے تھے لہٰذا پاکستان میں کوئی مستقل کام انہیں نہیں ملا۔ بہت دن سے بیروزگاری میں مبتلا ہیں۔ آپ کے ورکشاپ کے دفتر میں نوکریاں خالی ہوتی رہتی ہیں اور سُنا ہے کہ اس وقت بھی تقرر طلب ہیں۔ اگر آپ ازراہ ہمدردی انہیں کسی مناسب کام پر مقرر کرا سکیں تو میں نہایت ممنون اور یہ آپ کے ہمیشہ احسان مند رہیں گے۔

۷ دسمبر سنہ ۵۵ء

بندہ پناہ گزیں سید ہاشمی (فریدآبادی)
مقیم ماڈل ٹاؤن۔ بی۔ ۱۱۸

(۱۲)

کراچی۔ پی۔ ای۔ سی۔ ایچ سوسائٹی ۲/۱۹۱۔ ایچ۔
۱۴ مئی ۵۸ء

عزیز کرم نواب مشتاق احمد خان صاحب سلمہ۔ امید ہے آپ اور جملہ متعلقین سب خدا کے فضل سے بخیریت ہوں گے۔ میرا اس مہینے میں حیدرآباد آنے کا ارادہ تھا لیکن یہاں تالیف لغت کا کام اب کافی پھیل گیا اور پھیل رہا ہے۔ بعض اور بھی وجوہ پیش آئے کہ آنا نہ ہو سکا کراچی میں رہتے رہتے لاہور کے مقابلے میں بہت گھبرا گیا ہوں۔ بہرحال زندگی ہے تو آپ کے ہاں احباب اہل شہر سے پھر لطف صحبت حاصل ہو گا۔ سب حضرات برابر یاد آتے رہتے ہیں۔ بڑی خوشی اس بات کی ہے کہ آپ صاحبوں نے حلقہ کا سلسلہ جاری رکھا۔ یہ خاصا دلچسپ اور کچھ نہ کچھ فائدہ مند سلسلہ ہے اور اب تو آپ جیسے باذوق حضرات کی وضعداری کا یہی تقاضا ہے کہ اسے جاری رکھا جائے۔

حیدرآباد کی پنشنوں کے متعلق ایک وفد میں شیخ منظور قادر صاحب سے مجھے بھی ملاقات کا موقع ملا۔ وہ اجراء کے حق میں ہیں اور حیدرآباد کے محروم پنشن یابوں کی تائید کر رہے ہیں اور اس بارے میں آپ کی ملاقات کا حال سن کر خاص طور سے باخبر کرنے کا بھی دخل ہے۔ معلوم ہوا کہ ہندوستان کی حکومت بھی ادائے پنشن کے لیے غیر رسمی طور پر آمادگی ظاہر کر رہی ہے۔ اب خدا ان معاملے کے مراحل کوئی جلد طے کرا دے گا۔ اکثر سن رسیدہ صاحبان سخت پریشانی میں ہیں۔

اور سب شکر ہے خیریت ہے۔ اپنی بیگم صاحبہ کو میرا سلام کہیے اور سب دوستوں سے ملاقات ہوتی رہتی ہے اور وہی اکثر کرم فرماتے ہیں۔

والسلام والدعا   خاکسار سید عابد علی

(۱۳)

بلاک ۲ ۱۹۱ ایچ۔ پی۔ ای۔ سی۔ ایچ۔ کراچی
۴ اگست ۵۸ء ۔ شام

عزیز کرم نواب مشتاق احمد خان صاحب سلمہ۔ الحمدللہ تعالیٰ۔ دو دن کی ڈاک سے آپ کا خط ملا۔ یاد آوری کا شکریہ۔ میرا پچھلا خط جواب طلب نہ تھا۔ آپ کے یہاں آنے اور رہنے کی تلاش میں رہنے کا حال جب سنا اور ملاقات کا خود بھی مشتاق ہو گیا تھا۔ شوق کی ایک منزل وہ بھی تو بتائی جاتی ہے جس میں مجنوں قیس عامری اپنا بیچارہ لکھا۔

عباسی صاحب کراچی آئے اور ازراہ کرم دو تین دفعہ مجھے آ کر ملے حلقہ کے بارے میں باتیں اور بعض تجویزیں زیر بحث رہیں جن کا وہ آپ سے ضرور تذکرہ اور مشورہ کریں گے۔ حلقہ بہرحال جاری رہنا ہے۔ یہیں کراچی میں حق الامکان زیادہ جینا نہیں چاہتا لیکن آدمی کے ارادے سب حکم الٰہی کے تابع ہیں اور یوں تو اگر حیدرآباد کی پنشنوں کا معاملہ سب تو تہ طے ہو جائے تو پھر انشاء اللہ میں یقیناً لاہور واپس آ کر جو کچھ علمی خدمت گھر پر رہ کر ہو سکتی ہے، بہ حد استطاعت انجام دیتا رہوں گا۔

اس سلسلے میں مجھے خیال آیا کہ آپ کے ماموں صاحب حکیم احمد خان صاحب نے بھی اپریل میں لکھا کہ انجمن ترقی ادب کی طرف سے وہ انگریزی کتابیں ترجمہ کرنے کے متعلق دریافت کیا تھا اور میری شرائط وغیرہ کے بارے میں لکھا تھا کہ بورڈ میں پیش کر کے فیصلے سے اطلاع دی جائے گی۔

اس بات کو کافی زمانہ ہو چکا ہے۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو بذریعہ ٹیلی فون ہی ان کو یاد دہانی کر دیں۔ کیونکہ اگر وہی کام مجھے مل جائے تو میں ...
کے کام اور مقام کو جلد سمجھ لینے پر آمادہ ہو جاؤں گا ـــــ یہ محض برسبیل تذکرہ آپ کو لکھ دیا ہے ورنہ فرمائش یا آپ کو بلاوجہ زحمت دینی منظور نہیں ...
کو میری طرف سے بہت بہت دعا سلام کہہ دیجئے۔ میری طبیعت دو تین دن خراب رہی۔ شکر ہے اب بالکل اچھا اور حسب معمول کام پر جاتا ہوں۔
مکرمی مشتاق یا محمان برابر توار کو کرم فرماتے ہیں۔ اور بحمد للہ سب خیریت ہے۔ فقط۔ خاکسار۔ سید ہاشمی

(۱۴)

۱۱۸۔ بی۔ ماڈل ٹاؤن۔ لاہور

۲۵ ستمبر ۱۹۵۹ء۔ عصر ـــــ گرامی قدر عزیز مکرم نواب زادہ مشتاق احمد خاں سلمہٗ۔ ۲۵ ستمبر کا خط ملا۔ میں کئی روز دن بستہ ...
ہے اب اچھا اور لکھنے پڑھنے کے قابل ہو گیا ہوں۔ اگرچہ ہنوز کافی کمزوری باقی ہے۔

افسوس ہوا کہ آپ آئے اور میں ملنے کی مسرت حاصل نہ کر سکا۔ خیر زندگی بخیر آئندہ سہی۔
آپ سے ایک فرمائش کرنے کا بھی خیال آیا کہ اگر ہو سکے تو علی گڑھ کے طلبہ قدیم، راولپنڈی کی انجمن سے اُس کے ارکان کی فہرست لے کر
دیجئے۔ غالباً مطبوعہ یا ٹائپ کی نقل مل جائے گی۔ رسالہ تہذیب الاخلاق کا پہلا شمارہ تیار ہو رہا ہے اور ۲ / ۳ اکتوبر تک انشاء اللہ شائع ہو جائے گا۔
راولپنڈی کے حضرات کو بھی ہم نمونہ بھجوانا چاہتے ہیں۔ مگر فہرست جلد ملنی چاہیئے۔ آپ کی مزاج پرسی کا پھر شکریہ ادا کرتا ہوں۔
والسلام والدعا۔ خاکسار سید ہاشمی

(۱۵)

۱۱۸۔ بی۔ ماڈل ٹاؤن، لاہور، ۲۵ دسمبر ۱۹۵۹ء

عزیز مکرم نواب مشتاق احمد خاں۔ السلام علیکم

عزیزہ محمودہ بیگم سلمہا کی عروسی کی اطلاع آپ کے دعوت نامے سے پڑھ کر نہایت خوشی ہوئی۔ اللہ تعالےٰ مسعود و مبارک فرمائے۔ میری طرف
سے اپنی بیگم صاحبہ کو بھی ضرور سلام دعا اور مبارک باد پہنچا دیجئے۔ مجھ سے لاہور شہر کی تقریبات ہی میں شرکت مشکل سے ہوتی ہے تو ملے میل سے
نہ ہو گا۔ آپ لوگ سوئمل طلب فرماتے ہیں۔ یاد آوری کا شکریہ۔ حاضر نہ ہو سکنے کا اعتذار پیش کرتا ہوں۔ خاکسار سید ہاشمی

(۱۶)

خطوط ھاشمیہ۔ ۱۱۸۔ بی۔ ماڈل ٹاؤن لاہور

عزیز مکرم ـ حیدرآباد پر مجوزہ کتاب کی مطبوعہ تجویز شکریہ کے ساتھ واپس کرتا ہوں۔ اس اہتمام کے ساتھ کتاب مرتب ہو جائے تو
یقیناً بہت مفید اور مقبول ہو گی۔

میرا اس میں کوئی حصہ نہیں شاید عبدالقدوس ہاشمی صاحب کا نام دیکھ کر آپ کو گمان ہوا۔ حقیقت میں فرصت اور صحت دونوں میں کوتاہی سے
شرکت کر بھی نہیں سکتا۔

رانا صاحب کا آج عارف والہ سے خط آیا۔ لکھا ہے آپ آ سکیں تو ضرور ساتھ لاؤ۔ خاص خاص احباب حلقہ کے اخراجات سفر کے ...

یہ روپیہ بھی بھیج دیا ہے۔ ایک دو دن کے لیے آپ ارادہ کریں تو ضرور مطلع فرمائیں کہ ساتھ چلنے کی تدبیر کی جائے۔

۱۴ اپریل　　　　خاکسار سید ہاشمی

(۱۷)

بسمہ تعالیٰ

حسنِ نیت کی جبیں پر یوں عمل جب آتا ہے سج
یوں کلاہِ فخر نیکوں کی ہوا کرتی ہے کج
ہاشمی اتفاق ہوا [illegible] کے لیے
مصرعہ: مبارک آپ کو مشتاق احمد خاں یہ حج

۱۹۶۱

عزیزِ گرامی مرتبت سلمہ — [illegible] سفرِ حجاز سے [illegible] آپ کو اور بیگم صاحبہ کو ہدیۂ تہنیت پیش کرتا ہوں۔ والسلام۔　　تمہ طلب

۲۰ جولائی ۶۲ء　　　　خاکسار سید ہاشمی ۱۸۔ بی ماڈل ٹاؤن

(۱۸)

ساقی، کراچی۔ ۲۴ جون ۵۶ء

حضرت محترم و مکرم۔ سلام مسنون۔

حسبِ دستور ساقی کا افسانہ نمبر ۱۹۵۶ء میں خاص اہتمام سے شائع ہونے والا ہے۔ اگر ادارہ نیشنل ریڈرز کا اشتہار اس خاص نمبر میں شائع کرایا جائے تو امید ہے کہ پبلسٹی کے نقطۂ نظر سے بہت کارآمد رہے گا۔ اس لیے آپ سے مؤدبانہ درخواست ہے کہ اس سلسلے میں پبلسٹی منیجر صاحب کو ہدایت فرما کر ساقی کو مرہونِ منت فرمائیں۔ زیادہ حدِ ادب۔

نیازمند شاہد احمد

(۱۹)

بورڈ تعلیماتِ اسلامی۔ مجلس دستور ساز پاکستان، کراچی۔

چہار شنبہ ۸ / ۱۱

مخدوم و محترم زاد لطفکم۔ سلام مسنون عرض کرتا ہوں۔ [illegible] اوقات کے باعث آج کل مکرر حاضرِ خدمت نہ ہو سکا۔ اور ابتدائی زمانہ ہونے اور گزشتہ انجام دادہ کاموں سے واقفیت کی خواہش نے بھی بے حد مصروف رکھا۔ انشاء اللہ قریب میں حاضرِ خدمت ہو سکوں گا۔

۱۔ اگر میری ڈاک اوپر لکھے ہوئے پتے پر روانہ فرما دی جائے تو بڑی نوازش ہو۔
۲۔ اطلاعات حیدرآباد کا کام بھی شروع کر رہا ہوں کیا اخباری تراشے یہاں بھی مرحمت ہو سکیں گے؟
۳۔ محمد ذاکر صاحب مددگار معتمد مجلس دستوریہ کے دفتر کے ٹیلیفون پر مجھے بھی مخاطب کیا جا سکتا ہے؟

(۱۲)

مخدوم مکرم و معظم صاحب کو بعد تحصیل حیثیت عبودیت بعد ادائے مراسم تسلیم کے السلام عرض کیا جاتا ہے کہ آپ کے ارادت محررہ ذریعۂ فوز و سعادت ہے دو عنایت نامے آپکے دو وقت مختلف میں پہنچے پہلے خط کے حاشیہ اور پشت پر اشعار لکھے ہوئے ہیں سیاہی کے پھیلنے سے حروف اچھی طرح پڑھے نہیں جاتے اگرچہ بینائی میری اچھی ہے اور میں عینک کا محتاج نہیں لیکن باایں ہمہ اوسکے پڑھنے میں بہت تکلف پڑتا ہے علاوہ اوسکے جگہ اصلاح کرنے کی نہیں چنانچہ اوس خط کو آپکی خدمت میں واپس بھیجتا ہوں تاکہ آپ یہہ نہ کہیں کہ میرا خط بے پڑھے پھینک دیا ہوگا اور مقصد میرا اندیشہ ترک نہ ہو جائے آپ خود دیکھ لیں کہ اوسمیں اصلاح کی جگہ نہیں اب اصلاح کے جو غزل بھیجیے اوسمیں ان دو مصرعوں میں فاصلہ زیادہ چھوڑیئے اب کے خط میں جو کاغذ اشعار کا ہے حروف اوسکے روشن ہیں مگر بین السطور مفقود و اصلاح کی جگہ معدوم آپکے خاطر سے رنج کتابت اٹھاتا ہوں اور ان دونوں غزلوں کو ایک ورق پر بعد اصلاح لکھتا جاتا ہوں مسودہ تو آپکے پاس ہوگا اوس سے مقابلہ کر کر معلوم کر لیجئے کہ کس کس شعر پر اصلاح ہے اور کیا اصلاح ہے اور کون سے بیت موقوف مشاعرہ یہاں شہر میں کہیں نہیں ہوتا قلعہ میں شاہزادگان تیموریہ جمع ہو کر کچھ غزل خوانی کر لیتے ہیں وہاں کے مصرع طرح کو کیا بھیجیں اور اوس پر غزل لکھ کر کہاں پڑھیگا میں گاہ اوس محفل میں جاتا ہوں اور کبھی نہیں جاتا اور یہہ صحبت خود چند روزہ اسکو دوام کہاں کیا معلوم ہے اب کی ہو اب کی نہ ہو تو آیندہ نہ ہو والسلام مع الاکرام اسد اللہ

[illegible]

طاقت نہ دیا فرقت جاناں میں جواب
بار غم نار ہیں ہے ہم تنہا اٹھایئے

گر ہم نے اپنی کو غضب کیا ہے برا کیوں کہیں
ہی کبھی ہم میرے پاس نہ آئے کبھی

[illegible]

اُمید کہ جناب والا ان گستاخیوں کو نظر انداز فرمائیں گے۔ نیاز مند : محمد حمید اللہ

(۲۰)

۳ ٹمپل روڈ لاہور۔ ۱۴ اکتوبر ۱۹۴۹ء

عزیز م خان مشتاق احمد خان صاحب سلمہ ربہٗ

السلام علیکم۔ میرے نام جو دعوتی رقعہ آپ کی دختر نیک اختر کی شادی میں حاضری کے لیے کرمی جناب نواب فخر یار جنگ بہادر [illegible] سے آیا۔ اس کے ساتھ ایک دوسرا رقعہ آپ کی بیگم صاحبہ کی طرف سے میری اہلیہ صاحبہ کے نام آیا۔ انہیں اس خبر سے بے حد مسرت ہوئی [illegible] کے لیے بعد دعا اور پیار کے دعا کرتی ہیں کہ خدا اسے ہر طرح کی خوشی اور آرام نصیب کرے اور یہ شادی دولہا دلہن کے لیے اور سب [illegible] کے لیے برکت کا سبب ہو۔ اگر میں آرہا ہوتا تو وہ بھی غالباً ساتھ دیتیں اور اس خوشی کی تقریب سعید میں شریک ہوتیں مگر جیسا کہ میں نے نواب صاحب [illegible] خدمت میں تحریر کیا ہے۔ میں ابھی اتنے لمبے سفر کے قابل نہیں۔ وہ بھی اس لیے تنہا سفر نہیں کر سکتیں۔ وہ اس وقت کسی ضروری کام میں مصروف تھیں [illegible] جواب اور شکریہ جلد بھیجنا چاہتی ہیں، اس لیے انہوں نے مجھے کہا کہ میں ان کی طرف سے آپ کی بیگم صاحبہ کو دلی مبارک باد اور دعا بھیجوں اور آپ سب [illegible] ان کی طرف سے مبارک باد اور دعا قبول کریں۔

آپ کا خیر طلب - عبدالقادر

(۲۱)

دفتر "زمیندار" لاہور

۱۱ جولائی ۱۹۵۰ء

مکرمی و معظمی خان صاحب قبلہ

السلام علیکم۔ مضمون نگاری کرتا ہوں تو پتھروں کو موم کر دوں۔ خدائے تعالیٰ نے میرے قلم میں اتنا زور دیا ہے۔ لیکن آپ [illegible] جن کا دل پہلے ہی موم ہے اور جو پہلے ہی اخلاق حسنہ کا مجسمہ ہیں؟

میرا دنیا میں ایک ہی کام رکا ہوا ہے اور وہ کام ہے میرے بیٹے کا باعزت روزگار۔ آپ کو یاد ہوگا کہ میں نے ایک دفعہ آپ کو نواب [illegible] [illegible] کی روح کا واسطہ دیا تھا اور عرض کیا تھا کہ جس طرح نواب صاحب قبلہ اپنی اولاد کی طرف سے مطمئن و شاد کام اس دنیا سے جنت کو [illegible] اسی طرح آپ میرے ایک ہی بیٹے کی زندگی سدھار دیں۔ تاکہ میں بھی مطمئن و شاد کام اس جہان سے سفر کروں۔

خدا نے آج آپ کے قلم میں بھی پیارا زور دیا ہے، کہ اس سے سوختہ بختوں کا نصیبہ جاگ اٹھتا ہے۔ ملک فیروز خان نون آئے ہوئے تھے ان سے بھی اپنے بیٹے کی آمدورفت اسسٹنٹ ورکس منیجری کے متعلق بات کر سکتا تھا۔ نواب مظفر علی خاں قزلباش سے بھی التماس کر سکتا ہوں۔ لیکن نے کہا نہیں۔ جب تک خان مشتاق احمد خاں صاحب مجھ پر خاص مہربان ہیں اور یہ کام بھی انہی کے ہاتھ میں ہے۔ تو بس اور کا احسان کیوں

بس۔ زیادہ سلام!

نیاز مند : حاجی لق لق - جائنٹ ایڈیٹر "زمیندار" لاہور

عبدالرشید راولپنڈی کے لیے درخواست لے کر حاضر ہوتے ہیں۔

(۲۲)

مخدومی و معظمی۔ تسلیم۔ والد محترم کے غیر متوقع اور اچانک انتقال پر جناب والا کا تعزیت نامہ ملا۔ ان حالات میں آپ کی یاد [illegible]

میری بڑی دعائیں بمعہ اہل خانہ شکریہ کے

" ابھی کچھ لوگ باقی ہیں جہاں میں "

کس طرح عرض کروں کہ اس زندگی میں ارباب ٹرسٹ کی عدم توجہی کا کتنا دخل ہے۔ شدت جذبات میں الفاظ نہیں ملتے۔ کبھی حاضر خدمت ہوں گا تو تفصیلات عرض کروں گا۔ مرحوم بیماری کے دوران اکثر آپ کو اور آپ کے خاندان کو یاد فرماتے تھے۔ بہرحال مقدر کا لکھا پورا ہو کر رہا ہے لیکن اس حادثے نے میرے دل و دماغ کو متزلزل کر کے رکھ دیا ہے۔ خدا ملنے کیا ہوتا ہے —— ابھی ان دنوں ذہنی حالات میں پریشان تھا کہ ایک اور مصیبت نے گھیر لیا۔ اس کی تفصیل جناب کو اس خط کے ساتھ منسلک درخواست میں نظر آئے گی۔ میں نے آپ کو بہت زحمت دی ہے اور اس وقت بھی جناب کی مشفقانہ شفقتوں پر یقین رکھتے ہوئے پھر تکلیف دینے کی جرأت کر رہا ہوں۔ اگر آپ اسے گرلز سیکرٹری صاحب سے اس درخواست کے بارے میں فرما دیں گے تو میں ایک بڑی مصیبت سے نجات پا جاؤں گا۔ ورنہ ملازمت سے فکر کا رہا ہوا ہوں۔ ترقی کی نذر ہو رہا ہوں۔ محترم صاحب کا اعتبار ہے کہ پہلے سے اپیل کے تصفیے تک کلکٹر کراچی کو مزید کاروائی سے روک دیں۔ میں پھر اس زحمت دہی کی معافی چاہتا ہوں اور فوری توجہ کی درخواست کرتا ہوں۔

امید کہ آپ مع الخیر ہوں گے۔ محترمہ علوی صاحبہ کی خدمت میں میری طرف سے بہت بہت دعائیں عرض کر دیجیے۔

نیاز مند۔ نظر حیدرآبادی۔

(۴۴)

جناب مخدوم و محترم تسلیمات۔ نظر کی کاروبار کے سلسلے میں ان دنوں بہت ہی زیر بار ہو جاتے ہیں۔ اس وقت میں اس قابل نہیں ہوں کہ ان کی مدد کر سکوں۔ زحمت ہے ابھی اس مسئلے کا تصفیہ قطعی بھی نہیں ہوا ہے۔

ہرچند کہ اب حیدرآباد بار میں ایسے قرض دینے کے لیے ابھی تک رواج نہیں ہے لیکن پیار اور ترس سے کوئی مدد کریں تو امید ہے کہ آپ توجہ فرمائیں گے۔ ادائی کا میں ضامن ہوں۔

جاڑا کیا آتا ہے مجھ پر ایک مصیبت آتی ہے۔ ۔۔۔ کی تکلیف سب ایک ساتھ ہو رہے ہیں۔ اس لیے حاضری کی سعادت حاصل نہ ہو سکا۔

مزاج گرامی کی خیریت کا طالب۔ نیاز مند۔ علی اختر

بنام ڈاکٹر سلیم واحد سلیم

از منٹگمری ۲۴ اگست ۱۹۵۲ء۔ مکرمی سلیم صاحب زید الطافکم۔ السلام علیکم۔ مزاج اقدس
آپ کے دونوں والا نامے موجب فخر و مباہات ہوئے۔ بیش از بیش شکریہ۔ مکرر بالتعمیل ارشاد میں بے جا کوتاہی سے میں محنت مادم
ہوں۔ از راہ نوازش مطلع فرمائیے گا کہ میں اپنے حالات زندگی فارسی میں لکھوں یا اردو میں؟ نیز فرمائیے گا کہ آپ تذکرہ فارسی میں
مرتب فرما رہے ہیں یا اردو میں؟ دعا کیجیے کہ اللہ تعالے آپ کی اس سعی کو مشکور فرمائے۔ آمین والسلام۔
راقم نیاز آگیں عنقاؔ

(۲)

عزیز کرم۔ بعد دعا ہائے ترقی اقبال
محبت نامہ شما مؤرخہ ششم روز قبلاً نوشتہ بودید، نظر افروز شد۔ من بہ خواندن این احوال خیلے خورسند ہستم کہ آقائے شما حالا
باشما خوشنود ہستند۔ این امر موجب سعادت دارین می باشد۔
متاسفانہ می نویسم کہ سلام خورشید از اخبار "پنجابیت" بہ جریدہ نو کہ حکومت اجرا کردن می خواہد منتقل شدہ اند۔ "پنجابیت"
بند شدہ است۔ لہٰذا افسانہ کہ شما فرستادہ بودید پس می فرستم کہ حالا چاپ شدن این ممکن نیست۔ اگر حالات و کیفیت در ادارۂ نو
مناسب و موافق باشد۔ خورشید شما را اطلاع خواہند داد
معاوضہ در دیدۂ افسانچہ سالفہ بعد چند روز بہ شما می رسد مطمئن باشید۔ امیدوارم کہ از حالات و مشاغل شما ہموارہ مرا مطلع نمایید
کہ موجب تسکین و تسلی شود۔ خورشید سلام شوق رسانند۔ سالک ۲۴۔ دسمبر ۱۹۵۲ء

(۳)

برادر بجاں برابر بعافیت باشند
بعد از سلام شوق و دعا ہائے فراواں۔ مکتوب شما رسید۔ دریں ایام گرفتاریہائے لیادی دارم۔ زیرا مہر صاحب بہ تمثل
رفتہ اند و تا در سہ ماہ در آنجا خواہند ماند علاوہ بریں "سرمتی" ادب اردو ایم اے ہستم ہزار ہا پرچہ ہائے امیدواران امتحان
پیش من رسیدہ۔ در معائنہ و موازنہ مشغول ہستم۔
ایں خبر خیلے فرحت افزی باشد کہ عروسی شما بتاریخ شانزدہم جون مقرر شدہ است۔ و دختر و خاندان اش نزد مشا

پسندیده هستند۔

ایزدِ پاک این تعلق را برائے زوجین و فریقین موجبِ صد برکات سازد و حیاتِ عائلی شما خیلے خوشگوار می ماند۔

غزل شما رسید۔ انشاءاللہ در انقلاب چاپ شود۔

عبدالسلام خورشید سلامِ صمیمانہ تقدیم می کنند۔ سالک ۱۲ دسمبر

(۴)

عزیزِ محترم بعافیت باشند

مکتوب شما رسیده باعثِ مسرت شد۔ ایزدِ پاک را شکر گویم کہ ناخوشی شما تمام شد و تپ شما را گذاشت۔

بلے۔ معلوم ہست کہ ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم در کشمیر ناظمِ صیغۂ معارف مقرر شده اند۔ حکومتِ کشمیر این خیلے خوب کار کرد شخص دیگر کہ برائے این عہده پیش نشان بود۔ خیلے ناموزوں و بے توفیق و بیہوده دوست بود۔ خلیفہ صاحب بہ دانائی و تدبّر بسر می برند و انشاءاللہ کامیاب شوند

شنفتہ بودم کہ افسانۂ شما کہ برائے "پنچایت" فرستاده بودید برائے اختصار پس گردانیده اند۔ شما آں را مختصر کرده من بفرستید انشاءاللہ چاپ شود۔

لاکن افسانہ کہ برائے جنگ نوشتہ بودید۔ چناں کہ اظہار شده کرده بودم از دفترِ جنگ واپس رسیده است ایشاں این افسانہ را قبول نکردند این افسانہ نزدِ من محفوظ ست

عبدالسلام خورشید برائے یک ماه و برائے سبب دفوزیک؟ پشاور رفتہ بودند و عبدالقدیر بجائے ایشاں کار می کردند۔ دیروز خورشید ایں جا واپس رسیده اند۔ و عثمانی هار حسبِ سابق بہ تعویل گرفتند۔

دریں مکتوب شما می نویسید کہ یک غزل نو می فرستم لاکن شامل مکتوب ہیچ غزل نہ یافتم۔ غالباً فراموش کردید۔ دیگر احترامات و دعاہائے سالک ۲۱ دسمبر

(۵)

عزیزِ مکرم۔ مکتوب شما یک ہفتہ پیش ازیں رسیده بود۔ از خبر ناخوشی شما خیلے تشویش بودم و دعائے صحت بجائے شما کردم لاکن گرفتاریہائے گوناگوں مہلتے نداد کہ شما را کاغذ نویسم۔ شدتِ تابستان ایں طور ہوش و حواس را گم کرده است کہ مکاتبتِ احباب ہموارہ در معرضِ التوا می افتد و مکتوب ہائے قابلِ جواب جمع می شوند۔ امروز کہ بوقتِ صبح ہوائے خنک و ترشّح کم کم راحتِ جان ہر دواں بوده است۔ ایں مکتوب می نویسم۔

از سلام خورشید پرسیدم۔ گفتند کہ معاوضہ افسانہ کہ در پنچایت چاپ شده بود، امروز فردا بخدمتِ آقائے سلیم ارسال خواہم داشت۔ اگر رسیده است دگرنہ، مرا اطلاع دهید، می دانم انشاءاللہ در دو سہ روز می رسد

برادر جان۔ این اظہارِ تشکر و ممنونیت برائے کہ قطعاً حاجتے ندارد۔ شما فرزند و برادر زاده دوستانِ من ہستید و مزید براں

خلوص و سعادتے کہ از شما دیدم۔ مرا ابداً بشما وابستہ کردہ است۔ ایزدِ پاک شما را از صحتِ جسمانی و مسرتِ روحانی مالا مال دارد۔ بزودی بنویسند۔ آیا صحت شما چہ طور است۔ شما دکتور ہستید تدابیرِ حفظ ما تقدم در زمانِ ملیریا بہ شما آموختن لقمان را حکمت آموختن و آفتاب را شمع نمودن می باشد۔ صاف داشتنِ اُمعاد مداومت کینین ہیچگہ ملیریا را بر شما موقع تسلط نخواہد داد رجا می دارم کہ حالا طبیعت شما رو بہ افاقہ و اعتدال می باشد و از خدائے پاک شبانہ روز ہمیں دعا می خواہم۔

دوشنبہ ۱۰

سالک

(۶)

عقب ریڈیو سٹیشن کراچی۔ ۳۰ مارچ

برادرِ عزیز و کرم لطف شما زیاد باد۔

مرقومۂ محبت رسیدہ بود، لاکن یک گرفتاری مہمہ داشتم۔ نتوانستم پاسخ آں مرقومہ بزودی ارسال کنم۔ حالا کہ فارغ ہستم۔ ایں مکتوب می نویسم۔ رجا دارم کہ اگر قانون عسکری موقوف شود بسلسلہ تقریب کتخدائی عزیزاں در ماہ اعز اپریل بہ لاہور عازم شوم در روزے چند اقامت کنم۔ انشاء اللہ از زیارت آں عزیز کرم بہرہ ور شوم۔

اگر کتاب شما کہ مشتمل بر احوالِ شعرائے فارسی مرتب فرمودہ اید، شائع شود امیدوارم کہ یک نسخہ بہ من ارزانی دارید منتظر ہستم از احوالات کہ از عزیزاں لاہور معلوم می شود۔ اظہار می شود کہ قانون عسکری اغلباً برائے ہفتۂ چند مزید جاری می ماند۔ ایزدِ پاک اہالی لاہور را از ابتلائے بے امنی بزودی نجات دہد۔

دعاگوے شما سالک

(۷)

عقب ریڈیو پاکستان۔ مقابل مسجد زکریا کراچی۔ ۲۰ جون

دوست صادق و رفیق شفیق آقائے سلیم لطف شما زیاد باد

گرامی نامۂ شما چند روز قبل صادر شدہ بود۔ لاکن بوجہ گرفتاریہا پاسخ آں نامہ محبت در معرض تعویق افتاد۔ من بندہ خودم در کراچی خورم نیستم۔ زیرا کہ مدۃ العمر در گوشۂ کاشانہ بودہ ام و قیام دیارِ اجنبی علی الخصوص در زمانِ پیری موافق طبعِ من نمی باشد۔ لاکن مجبوریہائے معاشی انسان کہ آوارۂ وطن می سازد۔ خیر۔ مرضیِ مولا از ہمہ اولیٰ

انشاء اللہ بعد چند روز مختصر احوالِ زندگی و عکس و چندیک غزل فارسی ارسال خدمت آں عزیز می کنم۔ امیدوارم کہ مسودہ تذکرہ سخنوران فارسی قبل از اشاعت برائے معائنہ من ارزانی خواہید داشت۔ تا از رائے ناقص خویش مطلع کنم۔ شاید کہ ایں طور حزم و احتیاط بسلسلۂ ترتیبِ آں کتاب مفید باشد۔

فرمے برائے ماحل ہم بفرستیم انشاء اللہ

رجا دارم کہ گاہے گاہے از توجہات خویش من بندہ را متشکر خواہید داشت کہ در غریب الوطنی نامہ ہائے احباب نصف ملاقات می باشد۔ خدا حافظ

سالک

(۸)

۹۔ نگار ہوٹل کراچی ۲۲ جولائی

دوست مخلص آقای سلیم لطف شما زیاد باد

نامۂ گرامی بسید یک موج نسیم خنکی را از خاک پاک لاہور آورد و بسیار خوش وقت شدم۔ بتقریب عیدالفطر برای ہفت ہشت روزہ بہ لاہور رفتہ بودم۔ لاکن نتوانستم پیش شما ہا حضور ... زیرا گرفتاری ہای زیاد داشتم۔ متاسفانہ باز آمدم۔ اکنون امید دارم کہ پس از یک دو ماہ مستقلاً بہ لاہور خواہم رسید کہ از صحبت دوستان ندیم بہرہ بردارم و بزم ارباب دانش را بہ زندہ کنم

برادر عزیز۔ کراچی یک شہر تجارتی است۔ مردمان کثیر ہستند نہ آدمیان۔ آب و ہوا ... ضعف جسم و گرفتاری ہای مزمن ضعیف روح حالا شاد شدہ این جا آمدم و بر سر یک روز ہم این شہر را خوش نکردہ مجبوراً مقیم ہستم ولی خواہم کہ اگر پر و بال میسر شود۔ پرواز کردہ بہ لاہور رسم

بی شہر خود و شہر یار خود باشم

فقط یاد دوستان صمیم مثل شما است کہ سرمایۂ حیات است۔ دیگر ہیچ۔ خدا حافظ   سالک

(۹)

عقب ریڈیو سٹیشن کراچی ۲۰ اگست ۱۹۵۲ء

دوست محترم آقای سلیم۔ محبت شما زیاد باد

دو قطعہ نامہ ہای گرامی شما شرف صدور آوردہ اند۔ و والای آن کہ مرا خیلی خوشنود و ممنون کردند۔ ہمراہ این عریضہ بسبیل امتثال امر احوال زندگی چند بیت اشعار و عکس خود تقدیم می نمایم۔ امید دارم کہ شرف قبول یافتہ بصدیق ... تامل کند۔

این خبر بہت اثر کہ شما شنیدید کہ من بندہ رئیس ادارہ مجلۂ فارسی شدہ ام۔ قطعاً غلط و بے بنیاد است۔ در حقیقت ربطِ بعیدے ہم ندارد کسے نمی داند کہ در کراچی کار سفوضہ من بہ چہ نوع می باشد۔ ہمہ خیال آرائی می کنند۔ کسے می گوید کہ فلان سوانح قائد اعظم می نویسد و کسے افواہ می راند کہ ترجمۂ دستور پاکستان می کند۔ و حالا این تصنیف تازہ شہرہ گرفتہ است کہ ریاست مجلۂ فارسی بہ من تفویض شدہ است۔ این ہمہ خرافات لایعنی است۔

بہ آقای صلاح الدین احمد بگوئید کہ در این روز ہا قصد لاہور رفتن دارم۔ البتہ بہ ماہ اکتوبر اگر ہیچ وجہ مانع نباشد برای روزے چند لاہور می آیم۔ حالا مرخصی می خواہم۔ و از یزدان پاک سلامتی شما را خواستگارم   سالک

(۱۰)

سیالکوٹ۔ ۱۴ ستمبر ۱۹۵۸ء

مکرمی ڈاکٹر صاحب۔ سلام مسنون!

گرامی نامہ ملا۔ یاد آوری کے لیے شکریہ۔ تین دن سے آپ کا خط سامنے رکھا ہے۔ میرے خیال میں میرا براہ راست لکھنا مفید

نہ ہوگا۔ جب تک میاں صاحب خود مجھ سے مشورہ طلب نہ فرمائیں۔ حقیقت میں یہ بھی مجھے فقط آپ کے ذریعے معلوم ہوا ہے کہ ان کو ایڈیٹر کی ضرورت ہے۔ مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ میاں صاحب کے پاس اپنی درخواست بھیج دیں اور اس میں میرے متعلق لکھ دیجیے کہ میں آپ کو اچھی طرح سے جانتا ہوں مجھ سے غالباً وہ اس معاملے میں مشورہ لیں گے۔ پھر میں جو کچھ آپ نے تحریر فرمایا ہے۔ اس سے چار باتیں زیادہ ہی لکھ دوں گا۔

خلیفہ صاحب کے تعلقات بھی میاں صاحب سے ہیں اگر خلیفہ صاحب اس میں کچھ دلچسپی لیں تو کامیابی کے امکانات زیادہ روشن ہو جائیں۔

سردست آپ چند باتوں کے متعلق مجھے مطلع فرمائیے :۔

۱۔ سابق ایڈیٹر مظہر انصاری صاحب خود تنگ ہوگئے ہیں یا انھیں الگ کر دیا گیا ہے۔

۲۔ میاں صاحب آج کل لاہور میں ہیں یا مری میں۔

۳۔ کون کون صاحب اس ادارت کے لیے امیدوار ہیں۔

امید ہے آپ بخیریت ہوں گے۔ میں ممکن ہے ستمبر کے مہینے دو ایک دن کے لیے لاہور آؤں۔ انشاء اللہ آپ کو اطلاع دے دوں گا۔ پھر مفصل باتیں ہوں گی۔

آپ کا مخلص صہبائی

نوٹ :۔ اب میں گرین وڈ سٹریٹ میں نہیں رہتا ہوں بلکہ محلہ پورن نگر میں آگیا ہوں۔ یہ مکان نسبتاً بہت بہتر ہے

(۱۱)

۴۸۔ ایف ماڈل ٹاؤن لاہور ۹ فروری ۱۹۶۸ء

مخدوم و مکرم جناب ڈاکٹر صاحب، تسلیم و نیاز۔ میرے ایک عزیز نے جو ماڈل ٹاؤن ہی میں رہتے ہیں نسخۂ حمیدیہ میں غالب کے یہ چند اشعار پڑھے اور ان سے بہت متاثر ہوئے ہیں۔

گدائے طاقتِ تقریر ہے زباں تجھ سے ‏ ‏ ‏ کہ خامشی کو ہے پیرایۂ بیاں تجھ سے

فسردگی میں ہے فریادِ بے دلاں تجھ سے ‏ ‏ ‏ چراغِ صبح و گلِ موسمِ خزاں تجھ سے

نیاز پردۂ اظہارِ خود پرستی ہے ‏ ‏ ‏ جبینِ سجدہ نشاں تجھ سے آستاں تجھ سے

اسد بہ موسمِ گل در طلسمِ کنجِ قفس ‏ ‏ ‏ خرام تجھ سے، صبا تجھ سے، گلستاں تجھ سے

یہ شعر غالب کے مروجہ دیوان میں نہیں ہیں۔ اب ان عزیز کی خواہش ہی نہیں بلکہ اصرار ہے کہ میں اسی رنگ اور اسی زمین میں ان کو سات آٹھ شعر اور لکھ دوں۔ میری کیفیت یہ ہے کہ تمام عمر ایک مصرع تک موزوں نہیں کر سکا۔ غالب کے رنگ میں شعر لکھنے کی ہمت کیوں کر کر سکتا ہوں۔ سالک صاحب کو تکلیف دیتا، لیکن وہ کراچی چلے گئے ہیں۔ اب آپ کو زحمت دے رہا ہوں کہ از راہِ کرم اپنی اولین فرصت میں یہ درخواست قبول کیجیے اور سات آٹھ اشعار موزوں فرما کر بھیج دیجیے۔ ممنون ہوں گا۔ غالب کا بلیغ اور پُرشکوہ انداز نبھانا اور معنی آفرینی کرنا آپ کے لیے مشکل نہیں۔ جو شخص زبانِ حافظ و خیام میں بے تکلف داد

دے سکتا ہے اس کے لیے اردو تو بچوں کا کھیل ہے۔

آپ کئی روز سے نظر نہیں آئے۔ یاران ہمدم و دوستان باصفا کو یوں بھول جانا خدا جانے کس مذہب میں اور کس ملت میں جائز ہے۔

نیاز مند عاشق حسین بٹالوی

(۱۳)

۸۵-ایف ماڈل ٹاؤن لاہور۔ ۲ مارچ [illegible]

حضرت ڈاکٹر صاحب اتوار کو پچھلے پہر آپ کی راہ دیکھتے رہے۔ گذشتہ ہفتے میں جا بجا کے متعدد قہوہ خانوں میں بھی جھانک کر دیکھا۔ آپ کہیں نظر نہ آئے۔ پھر ایک آدمی آیا اور تفصیل کر کے ساتھ ماڈل ٹاؤن کا رخ لیا کہ آخری جائے پناہ یہی ہے۔

اگر وہ اشعار ہو گئے ہوں تو عنایت فرمائیے۔ اگر نہیں تو ارشاد ہو اب کیا ارادہ ہے۔ میری عزیزہ جن کی یہ فرمائش ہے بار بار مجھ سے پوچھ رہی ہیں۔ میں ہر بار یہ کہہ کر ان کی تسلی کر دیتا ہوں کہ یاد کا ... دو دو تین دن گزار رہے ہیں۔ گھبراؤ نہیں۔

باقی کیا عرض کروں۔ اللہ بس باقی ہوس۔ مخلص عاشق حسین بٹالوی

(۱۴)

۸۲-ایف ماڈل ٹاؤن لاہور۔ ۲۹ [illegible] [illegible]

حضرت ڈاکٹر سلام و احد صاحب۔ جب بھی آپ یاد آتے ہیں ساحری صاحب مجروح کا یہ شعر یاد آجاتا ہے۔

مرنے کی اے دل اور ہی تدبیر کر کہ میں

شایان دست و بازوئے قاتل نہیں رہا

خدا جانے آپ کی یاد کو اس شعر سے کیا نسبت ہے اس کی صحیح تشخیص تو آپ جیسا طبیب حاذق اور مسیحائے زماں ہی کر سکتا ہے — میرے ایک دوست ریاض قریشی صاحب سیشن جج کی بیوی کا پچھلے دنوں انتقال ہو گیا ہے۔ ان کی خواہش ہے کہ مرحومہ کی قبر پر کتبے کے لیے کوئی نہایت موزوں فارسی قطعہ یا رباعی لکھ دوں۔ سب کی آپ ہی کی طرف نگاہیں اٹھتی ہیں

ع خدا رکھے تمہیں تم ہو نظر پڑتی ہے سب لوگ کی

اس لیے براہ کرم یہ تکلیف گوارا فرمایئے گا اور دو چار روز میں فارسی کا ایک نہایت اچھا قطعہ لکھ کر مجھے پاس بھیج دیجیے گا۔ ریاض صاحب لکھتے ہیں کہ قطعہ کا مضمون یہ ہونا چاہیے کہ خدا مرحومہ کے مرقد پر انوار رحمت کی بارش کرے اور اسے بہشت بریں میں مقامات بلند عطا کرے۔

باقی کیا عرض کروں۔ زندہ ہوں اور ستم ہائے روزگار کا شکار ہوں، اگرچہ شاکی نہیں۔ آپ یاران ہمدم و نیازمندان با اخلاص کو یوں بھلا دینا کیوں کر گوارا کرتے ہیں۔

مخلص

عاشق حسین بٹالوی

عطیہ خدا بخش لائبریری پٹنہ

بنام شادؔ عظیم آبادی

(۱)

لاہور ۲۵ر اگست ۱۹۲۴ء

مخدومی، تسلیم

آپ کا والا نامہ مجھے ابھی ملا ہے۔ اس غائبانہ عقیدت کی وجہ سے جو آپ سے ہے یہ معلوم کرکے بڑی مسرت ہوئی کہ آپ اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے ہمہ وجوہ خیر و عافیت سے ہیں اور باوجود پیرانہ سالی کے آپ کی ادبی مصروفیتیں کم نہیں ہوئیں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کی تصانیف تمام ملک کے لئے مفید ہوں گی اور دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ آپ کو ان کی تکمیل کے لئے دیر تک سلامت رکھے۔ جس تمدنی نظام نے آپ کو پیدا کیا وہ تو اب رخصت ہو رہا ہے بلکہ ہو چکا ہے لیکن آپ کی ہمہ گیر دماغی قابلیت اور اس کے گراں بہا نتائج اس ملک کو ہمیشہ یاد دلاتے رہیں گے کہ موجودہ نظام تمدن پرانے نظام کا نعم البدل نہیں ہے۔ کاش عظیم آباد قریب ہوتا اور مجھے آپ کی صحبت سے مستفیض ہونے کا موقع ملتا۔ شیخ عبدالقادر صاحب مع الخیر ہیں اور خدا کے فضل و کرم سے بہت سے بال بچے ہیں۔ تھوڑے عرصے کے لئے ہائی کورٹ لاہور کے جج بھی ہو گئے تھے مگر اب پھر پریکٹس کرتے ہیں۔ آج کل لاہور سے باہر ہیں انشاء اللہ جب ان سے ملاقات ہوگی آپ کا سلام ان تک پہونچا دوں گا اور مجھے یقین ہے کہ آپ کی خیریت سن کر وہ بھی میری طرح بے انتہا مسرور ہوں گے۔

امید کہ جناب کا مزاج اچھا ہوگا۔

مخلص محمد اقبال لاہور

بنام مالک اخبار دارالسلطنت

(۱)

۱۱۔ کولو ٹولہ اسٹریٹ۔ کلکتہ

جنابِ مکرم

افسوس ہے کہ کثرتِ کار اور ہجوم احباب سے اتنی فرصت نہیں ملتی کہ خود حاضر خدمت ہوں۔ قیام پریس کی نسبت ضروری معلومات بہم پہنچ چکی ہیں اور صرف ایک گھنٹہ کا کام رہ گیا ہے۔ میں اس کو بھی ابھی طے کر دیتا مگر ہجوم احباب ایک گھنٹہ کی فرصت نہیں دیتا۔ اس لئے آج شام کو ڈھاکہ روانہ ہوں گا اور پہلی جنوری کو یقیناً واپس آجاؤں گا۔ پہلی سے ۱۵ تک کافی وقت ہے اور انشاء اللہ تب جلد قیام پریس کی صورت ہو جائے گی۔

لیکن ایک نہایت ضروری معاملہ ہے جو اس وقت اس خط کے لکھنے پر مجبور کر رہا ہے۔ اگر ضرورت میں تقاضی نہ ہوتیں تو میری خودداری اس خط کو لکھنے سے سخت مانع آتی

میں چاہتا ہوں کہ آپ ایک ماہ کی تنخواہ متعلق اخبار مجھے اس وقت پیشگی دے دیں بشرطیکہ پیشگی دینے میں کوئی امر مانع نہ ہو۔ ڈھاکہ سے واپسی پر اخبار جاری ہو جائے گا۔ اور انشاء اللہ چند ماہ میں رقم وضع ہو جائے گی۔

میں سمجھتا ہوں کہ آپ کو اس میں عذر نہ ہوگا بالخصوص اس حالت میں کہ یہ پیشگی رقم اس وقت میرے لئے ایک نہایت کارآمد اور بیحد مفید رقم ہوگی۔

اس کے اظہار کی چنداں ضرورت نہیں کہ اگر آپ کی مدد سے اس توجہ کا ممنون ہوں اور ممنون رہوں گا۔

ابوالکلام آزاد

بنام جناب شاہ غلام حسنین صاحب پھلواری شریف

(۱)

دفتر اخبار منادی دہلی ۵؍ مارچ ۱۹۴۷ء

برادر محترم مولانا سید غلام حسنین صاحب۔ سلام علیکم

بھائی حسین میاں صاحب کی وفات حسرت آیات کی خبر سے میرے گھر میں ایک ماتم برپا ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو صبر دے۔ میں بھی ان کے پاس جانے کے لئے کمر بندھے تیار بیٹھا ہوں

شریک ماتم

حسن نظامی

۲

از درگاہ شریف دہلی ۷۸۶ یکم محرم ۱۳۷۱ھ ۴؍ اکتوبر ۱۹۵۱ء

پیارے بھائی شاہ غلام حسنین صاحب کی خدمت میں مسنون یکم اکتوبر کا خط آج ۴ کو ملا۔ ہجری سال کا آج پہلا دن ہے۔ اور آپ کے خط کو نئے سال کا تحفہ تصور کر کے دل پر رکھے بیٹھا ہوں

میں یکم اکتوبر کو صبح پٹنہ سے روانہ ہوا اور ریل سے مرغوب بلکہ خطرناک رفیقوں کی ہم نشینی برداشت کرتا ہوا ۲؍ اکتوبر کی صبح ۸ بجے دہلی پہنچا۔ ڈاکٹر سید محمود کا اطلاع نامہ وقت پر نہیں پہنچا اس لئے ریل پر کوئی موجود نہیں تھا اور میں بہت مشکل سے گھر میں آیا۔ اللہ تعالےٰ آپ سب کو عزت و سلامتی اور اطمینان و شادمانی عطا فرمائے۔ مولانا سید عز الدین میاں صاحب اور مولانا حفیظ اللہ صاحب کو سلام پہنچا دیجیے۔ بفضلہ میری صحت بہت اچھی ہے۔ کل میری سالگرہ ہے۔ حیدرآباد کے ایک شاعر مرید نے لکھا ہے :-

(۱۳)

[illegible]

بڑا ہے اسد اس جفا پر بتوں سے وفا کے مرے شیر شاباش رحمت خدا کے جیسے سنا ہے عرض کیا
ہم چھیڑ جس بزرگ کا یہ مقطع ہے روسیہ بقول اوسکے خدا کی رحمت اور اگر میرا ہو تو مجھ پر لعنت
اسد اور شیر اور بت اور جفا اور رحمت اور وفا یہ میری طرز گفتار نہیں ہے ہاں ایک شعر ہے
تو اسد کا لفظ یہ ہے وہ شعر میرا کیونکر سمجھا گیا واقعی [illegible] شعر [illegible] تک [illegible] لکھا گیا
میرا نہیں ہے والسلام غالب مرسلہ جمعہ ۲۴ صیام و ۲۹ ماہ اپریل سال حال

خوش بختے کہ سہ ربع صدی شد عمر پیر ما
بجا آرم بہر نوع شکر احسان الٰہی را
دعا کہ زمن مرا از جملہ جہاں این ست
ناسوتی، خدایا زندگی او کم از کم یک صدی مارا

میں نے اس شاعر مرید کو ملک الشعرا کا خطاب دیا ہے۔

مخلص حسن نظامی

(۱)

۱۵ فروری ۱۹۶۷ء   بسم اللہ

برادر محترم وعلیکم السلام

آپ کا ایک فتویٰ دربارہ طلاق کسی رسالہ میں حال میں نظر سے گزرا تھا۔ وہ اس درجہ پسند آیا کہ رسالہ سے وہ ورق کاٹ کر اپنے فقہی لفافے میں محفوظ کر لیا۔ ماشاء اللہ و جزاک اللہ۔

مکتوب گرامی بھی اُسی پایہ کا نکلا۔ میرے خیالات کا ہو بہو عکس و نقش۔ ان شاء اللہ پورا مکتوب مع صدق کے تائیدی نوٹ کے نکل جائے گا۔ البتہ ہر پرچہ بہت قبل سے تیار کرنا ہوتا ہے اس لئے فوری اشاعت ممکن نہیں ہوتی تاخیر ہو ہی جاتی ہے۔ نمبر ۶ مرتب ہو کر کل جا چکا۔ اب یہ کہیں نمبر ۱۰ میں ہی نکل سکے گا۔

گھر میں علیل بہت زیادہ رہنے لگی ہیں۔ بیچ بیچ میں حالت خطرناک ہو جایا کرتی ہے۔ دعاؤں کا مستدعی ہوں۔

والسلام   دعاگو و دعا خواہ

عبدالماجد

(۱)

دلکشا، پٹنہ۔ ۲۳ مارچ ۱۹۴۷ء

محترم و عزیز غلام حسنین۔ سلام علیکم

مجھے گذشتہ شب کو معلوم ہوا کہ پیارے حسنین میاں نے اس دنیا سے ہجرت کی۔ اس حادثہ جانکاہ کا واقعہ لوگوں نے جن کو خبر تھی قصداً پوشیدہ رکھا تاکہ مجھ کو صدمہ نہ ہو۔ صدمہ عظیم ہونا تو فطری تھا خواہ خبر فوراً ہوتی یا دیر میں۔ کیسا لائق گویا اور مفید شخص چلا گیا۔ مرنا تو مجھ کو چاہئے تھا اور اس کی روز دعا ہے لیکن خدا کی مرضی اور مصلحت کون سمجھ سکتا ہے۔ متعلقین کا کیا حال ہے؟ میری دعا اور صبر کا پیغام پہونچا دو۔

عبدالعزیز

(حیدرآباد دکن)

بنام حضرت شاہ عبدالقادر اسلام پوری

۱

جامع الفضائل والمناقب مکرمی جناب شاہ صاحب زدلمجدۂ المواہب

از خادم درویشاں محمد سلیمان قادری چشتی ہدیہ سلام مسنون پذیرا فرمائید!

اما بعد

آپ کی کتاب "انوارِ ولایت" میں نے از اول تا آخر پڑھی، بجز اس کے اور کیا کہوں کہ "جزاک اللہ وجزاک اللہ ثم جزاک اللہ"۔ آپ نے میری تمام تر پر احسان کیا جو ایسے سادگی و خوبی سے اس تذکرہ کو مکمل فرمایا حشو و زوائد سے بالکل پاک ہے۔ خاندانی نقلی و رفعت وغیرہ ایسی چیز دوسرے خاندان کی دل شکنی کا باعث ہو اس سے بالکل معرا۔ خاندان منعمیہ سراپا نعمت کی نشانیوں کو جس طرح سے آپ نے یکجا کیا ہے، اس سے پہلے میری نظر سے نہیں گذرا۔

صفحہ ۴۵ میں جو حضرت مخدومی حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہ کی زبان مبارک سے جو واقعہ منقول ہے وہ حضرت موصوف کی زبان مبارک سے خود میں نے بھی سنا تھا اور میرے حضرت ماموں صاحب قبلہ یعنی جناب مولانا شاہ صفۃ اللہ صاحب قدس سرہ العزیز اس پر اضافہ کر کے یوں فرماتے تھے کہ "اگر ایک نعرہ وہ اور کرتے تو ان کی روح پرواز کر جاتی اور پھر جسم کی طرف عود نہیں کرتی" اور فرماتے تھے کہ اس وقت تمام مسجد نبوی میں اس نعرہ کا اثر نہایت ہی پُر زور تعدی کے ساتھ پھیلا ہوا تھا۔ رحمۃ اللہ علیہم ونور قلوبنا بفیوضاتہم۔ ع

تہی غمخانہا کہ رندان رفتند

میرے مخدوم! میرا جی یہ چاہتا ہے کہ ہم تمام پیرزادے اور مشائخ اپنے بزرگوں کے احوال کو الف لیلہ کی کہانی اور داستان امیر حمزہ نہ بنائیں، بلکہ سچائی اور سادگی کے ساتھ قلمبند کر کے قوم میں پیش کریں۔ جس سے اخلاقی حالت ہماری درست ہو۔ کیونکہ حضرت جنید نے فرمایا ہے: "التصوفُ هوالخُلق" تو گویا جو لوگ تصوف کا دامن پکڑے ہوئے ہیں ان پر خُلق عظیم کی اشاعت واجبات سے ہے۔ فقط والسلام

آپ کا نیاز مند قدیم محمد سلیمان قادری چشتی کان اللہ عنہ از پھلواری ضلع پٹنہ

کاتب حروف خاکسار آئین تسلیم عرض کرتا ہے

بشرط ملاقات جناب مولوی محمد رفیق صاحب و جناب حکیم[1] ابوالحسن صاحب کو میری جانب سے تسلیم فرما دیں گے۔

(1. مولانا سید سلیمان ندوی مرحوم کے والد ماجد۔ غلام حسنین) (یہ مکتوب جناب شاہ ابوالبرکات صاحب موجودہ سجادہ نشین اسلامپور نے مجھے ۲۰ رصفر ۱۳۸۵ھ کو اپنے ہاتھ سے اسلامپور میں ہی عنایت فرمایا۔ غلام حسنین سلیمانی غفرلہ)

بنام شاہ حسین میاں پھلواری شریف (۱)

مکرم و معظم حضرت شاہ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

باطل شکن کا ایک نسخہ کل وصول ہوا۔ شکریہ۔ وہابیوں کے عقائد پر اچھی تنقید ہے۔ مختصر ہے مگر مؤثر ہے بعض نکات نادر ہیں، جوابات میں جہاد کا رنگ ہے۔ جس کی نام باطل شکن اسی اعتبار سے موزوں ہے۔

اس سے قبل ایک خط اور خط کے ساتھ کتابوں کا پارسل روانہ کیا تھا۔ وصول ہوا ہوگا۔ اتفاق سے ایک بات جو آپ نے پچھلے خط میں دریافت فرمائی تھی۔ لکھنے سے رہ گئی، بعد کو خیال آیا، اس لئے اب لکھتا ہوں۔

میلاد شریف کا معاملہ یہ ہے کہ یہاں مہدویوں کی اچھی خاصی جماعت ہے جس میں نواب بہادر یار جنگ بھی شامل ہیں۔ یہ جماعت حضرت سید محمد جونپوریؒ کو مہدی مانتی ہے۔ اور گرچہ شاید صریحاً ان کو نبی نہیں کہتی تاہم عقیدۃً ان کو رسول اللہ صلعم کے ہم پلہ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر مانتی ہے۔ اور اپنے طرز پر تاویلات کرتی ہے۔ قادیانیوں سے ملتے جلتے عقائد ہیں۔ البتہ عقائد کی عام اشاعت نہیں کی جاتی، بلکہ ایک حد تک عقائد مخفی رکھے جاتے ہیں۔

البتہ جس طرح قادیانی من حیث الجماعت مسلمانوں کے خلاف سیاسی سازشیں کرتے رہے ہیں اور کرتے ہیں اس جماعت کا یہ عمل نہیں ہے۔ اور چونکہ نواب بہادر یار جنگ مسلمانوں کی سیاسیات میں شامل ہو گئے ہیں۔ اور نمایاں حصہ رہے ہیں مسلمانوں نے بھی تفریق کو نظر انداز کر دیا، اور ان کو اپنا سرگروہ بنا لیا۔ مولوی ابوالحسن سید علی صاحب کا بھی یہی حال ہے۔ وہ بھی مہدوی ہیں۔ مگر مسلمانوں میں لیڈر مانے جاتے ہیں۔ اور ہر دلعزیز ہیں۔

جب سے قادیانیوں کا بھانڈہ پھوٹا۔ دہ دینیات، اسلامیات اور سیاسیات میں بہت نامور ہو گئے۔ لیکن افسوس ہے کہ مسلمانوں کے علی الرغم نواب بہادر یار جنگ قادیانیوں سے میل جول بڑھا رہے ہیں۔ بلکہ واقف لوگ ساز باز کا شبہ کرتے ہیں۔ اس سے مسلمانوں میں بددلی پیدا ہو رہی ہے۔ توجہ بھی دلائی گئی۔ مگر کچھ اثر نہ ہوا۔ خدا کرے آئندہ سمجھ آ جائے میں تو سیاسیات سے الگ تھلگ رہتا ہوں۔ تاہم میرا جو علم تھا، آپ کو لکھ دیا۔ لیکن یہ بات آپ ہی تک رہے۔ باہر نہ جائے بات کہاں سے کہاں پہنچی۔ میلاد شریف کا قصہ یہ ہے کہ یہاں ایک سرکاری جنتری شائع ہوتی ہے۔ جس میں تعطیلات بھی درج رہتی ہیں۔ تعطیلات کے سلسلہ میں دوازدہم شریف۔ یازدہم شریف۔ فاتحہ۔ عرس۔ یہ اصطلاحات استعمال ہوتی ہیں۔ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ کی تعطیل میں لفظ "ولادت" استعمال ہوتا ہے۔ تاکہ میلاد مبارک سے امتیاز رہے۔ لیکن اپنے اثرات اور مسلمانوں کی عدم توجہی سے فائدہ اٹھا کر اسی جماعت نے سرکاری جنتری میں حضرت سید محمد جونپوری کی تعطیل میں لفظ "میلاد شریف" درج کرا لیا۔ حالانکہ کم از کم حیدرآباد میں لفظ میلاد شریف رسول اللہ کے واسطے مخصوص رکھتے ہیں۔ حتیٰ کہ حضرت علیؓ کے واسطے لفظ ولادت استعمال کرتے ہیں کہ اصطلاحات میں بھی فرق مراتب

ملحوظ رہے۔ اول خائگی طور سے مہدوی جماعت کو اس فرق پر توجہ دلائی گئی۔ لیکن جب وہ انسی نہ ہوئی تو حکم ہو گیا کہ سرکاری جنتری میں لفظ "میلاد شریف" درج نہ ہوگا۔ مہدوی اپنے طور پر لکھیں تو وہ جانیں۔

علیٰ ہذا جو نظم رسول اللہ کی توصیف میں لکھی جاتی ہے، وہ نعت کہلاتی ہے لیکن مہدوی لوگ سید محمد جونپوری کی منظوم توصیف کو بھی نعت کہتے ہیں حالانکہ مسلمانوں کی اصطلاح میں ایسی نظمیں منقبت کہلاتی ہیں۔ یہاں بھی فرق مراتب مقصود ہے۔

چونکہ آپ نے دریافت فرمایا تھا۔ بنظر خصوص میلاد شریف کی بحث کے اندر وان قصدا اپنے علم کی حد تک لکھ دیا۔ ورنہ مجھے اپنے ہی کاموں سے فرصت نہیں تھی، میں سب سے الگ رہتا ہوں۔ بایں ہمہ اداب ہے۔ آپ بھی میرے حوالے سے اس کا تذکرہ نہ فرمائیں۔ سنا ہے مہدوی جماعت کوشش کر رہی ہے کہ کچھ نوٹ سے میلاد شریف کے متعلق اپنے موافق حاصل کرے۔ مگر بے سود۔ سوال مقامی رواج اور سرکاری اندراج کا ہے، سو وہ صاف ہے۔ والسلام

۴۰/۲/۲۲ الیاس برنی

(۱)

۲۵۔ وکٹوریہ روڈ۔ کلکتہ سیر ایچ۔ ایم۔ (آئی) — ۵۱/۱۵۷

۱۰ اپریل ۱۹۵۱ء

مکرمی

السلام علیکم۔ آپ کا عنایت نامہ مجھے مل گیا ہے۔ اپنی جانب سے اور ممبران بزم اکبر کی جانب سے آپ کی نا یاب دلچسپی کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں جو لطائف آپ نے تحریر فرمائے ہیں وہ اکبر مرحوم کی سوانح میں درج کئے جائیں گے جس کی ایک کاپی انشاء اللہ آپ کو بزم کی جانب سے ہدیتاً ارسال کی جائے گی۔ اسی طرح کلیات کی کاپیاں جوں جوں چھپتی جائیں گی آپ کی خدمت میں ہدیتاً پیش کر دی جائیں گی۔

اگر حضرت اکبر کے کوئی اور لطائف یا خطوط بھی آپ کے پاس محفوظ ہوں یا معلوم ہوں تو وہ بھی تکلیف فرما کر ارسال فرمائیے گا نہایت مہربانی ہوگی۔

آپ کی کرمفرمائی کا دوبارہ شکریہ۔

نیاز مند

نذیر احمد خاں

(سابق وزیر صنعت پاکستان)

بہ خدمت

جناب غلام حسنین صاحب شوق سلیمانی

خانقاہ سلیمانیہ۔ پھلواری شریف

ضلع پٹنہ صوبہ بہار

بنام عبدالماجد دریابادی

بمبئی ۔ ۵ دسمبر ۳۲ء

برادرم ماجد میاں السلام علیکم

آپ کا خط سہارنپور سے ملا۔ شاید یہ میں سمجھوں کہ محمد علی کے مرنے کے بعد سے اسلام بھی مر گیا اور اس کے ساتھ ساتھ ماجد میاں بھی[1]۔ لیکن ایسا نہیں ہے اسلام زندہ ہے اور آپ بھی۔ مجھے بتائیے کہ آپ کی حیات و زیست سے مجھے کیا فائدہ؟ ہم سب اس وقت جس دور سے گزر رہے ہیں اسے آپ خود کما حقہ جانتے ہیں۔ چاروں طرف ہجوم ابتلا و آلام ہے۔ مجھ ضعیف و ناتواں سے جو کچھ ہو سکتا ہے اس میں دریغ نہیں کرتا۔ تنہا ہوں اور خدا کا بھروسہ ہے۔ آپ کا ہونا میرے کس کام کا! جب آپ میرا ہاتھ نہ بٹا سکتے ہوں۔ پیری و مریدی کرنا نہیں اور نہ میں تھانہ بھون[2] جانا چاہتا ہوں۔ پھر آپ بتائیے میں کیا کروں۔ آپ سنٹرل خلافت کمیٹی کے ممبر ہیں۔ لیکن اس کے اجلاسوں میں شرکت نہیں کرتے نہ ہمیں مشورہ دیتے ہیں اور نہ ہمارے ساتھ کام ہی کرتے ہیں۔ محمد علی مر گیا اور جس کام کی داغ بیل پڑ چکی ہے اس کا کام ماجد ہی کو کرنا ہے اور تا حرکت یک تار نفس لست کرنا ہو گا۔ از برائے خدا اٹھئے اور ہمارے کام میں شریک ہو کر اپنے مشوروں اور قابلیت سے ہماری مدد کیجئے۔ خلافت کانفرنس کی تاریخیں ۱۵ اور ۱۶ دسمبر ہیں۔ میں لکھنؤ ۱۳ دسمبر کو پہنچ رہا ہوں، آپ وہاں آئیے اور ضرور آئیے مجھے دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ میں اس مرتبہ آپ کی شرکت کے متعلق کوئی عذر نہیں سنوں گا۔ آپ آئیں اور ضرور آئیں اپنے سو کام چھوڑ کر آئیں ورنہ مجھے شکایت ہو گی۔ میں زبانی آپ سے ذرا سختی سے گفتگو کروں گا۔ آپ اسلام کے لئے جہاد کے میدان سے گریز کرتے ہیں۔ آج الحاد و بے دینی کا زور ہے اور ہر مسلمان کو اپنے اپنے دائرہ میں رہ کر اس کے حق الوسع خدمت کرنا ہے۔ میں اور کیا لکھوں آپ سب سمجھتے ہیں۔

آپ کا پریشان بھائی
شوکت علی ۔ خادم کعبہ

---

[1] میں عملی عالم میں ہدوڑ دھوپ اور اس خبر کی تفصیل کی اہمیت یوں ہی نہیں رکھتا تھا۔ پھر مولانا محمد علی رح کی وفات کے بعد تو رہی سہی سکت بھی ان معاملات میں جواب دے چکی تھی اور یہی میں نے مولانا شوکت علی کو ان کے پیہم تقاضوں کے جواب میں لکھ بھیجا تھا۔ یہ عتاب نامہ اسی کے جواب میں ہے۔

[2] میری آمد و رفت اب کئی سال سے حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کی خدمت میں ہو رہی تھی اور ان کا دل سے معتقد و گرویدہ ہو چکا تھا۔ قصبہ تھانہ بھون (ضلع مظفر نگر، متصل سہارنپور) حضرت حکیم الامت کا وطن و مستقر تھا۔

(عبدالماجد)

اصغر گونڈوی

اردو مرکز لاہور
۱۱ر اگست سنہ ۳۶ء

مکرمی! السلام علیکم۔

مصروفیت واپسی پاسی مشغولیتیں رہیں کہ حسب وعدہ آپ کو خط نہیں لکھ سکا۔ مرکز کی جانب سے مطبوعہ معروضات بھی ارسال ہیں لیکن اس کے علاوہ کچھ اور عرض ہے:

اردو مرکز کے متعلق میں نے زبان سے کچھ عرض کر دیا تھا اور اتنے دنوں کے تجربے کے بعد بھی میں یہی سمجھ سکا ہوں کہ تجارتی اغراض کے ماتحت اردو کی خدمت مقصود ہے اس وقت جتنے لوگ مرکز میں مستقل طور پر کام کر رہے ہیں ان کے علاوہ یہاں کے مقامی لوگ بھی کچھ اجرت پر اور کچھ آنریری طور پر اس خدمت کو انجام دے رہے ہیں۔

میری ذاتی خواہش یہ ہے کہ کچھ آپ بھی کام کریں۔ مسائل چونکہ وسیع سے وسیع تر ہیں، اس لئے آپ اپنے مذاق اور پسند کے موافق کوئی کام تجویز فرمائیں۔ آپ کی ادبی قابلیت و شہرت یہاں کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ کوئی کام تجویز فرمائیں تو میں یہاں اجرت کے متعلق گفتگو کروں۔ اس لئے کہ کام کی نوعیت کے اعتبار سے اس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اجرت کا مسئلہ مطمئن رہیے کہ صیغۂ راز ہی میں رہے گا۔ اور آپ کا اسم گرامی اراکین اردو مرکز کی فہرست میں درج ہوگا۔

میری ایک خواہش اور ہے وہ یہ کہ اگر کوئی صاحب آپ کے علم میں ایسے ہوں جو یہاں آ سکیں۔ ان کا مجھے پتہ دیجئے۔ وسیع النظری کے ساتھ لکھنے پڑھنے کا صحیح مذاق رکھتے ہوں۔ صحیح مذاق سے میری غرض ادب لطیف نہیں بلکہ سنجیدہ طور پر نظم و نثر کے حصہ پر تنقید و تبصرہ کر سکتے ہوں۔ تنخواہ صد سے لے کر ۱۵۰ تک دی جا سکتی ہے۔ اگر ان کو کام کا شوق ہوگا تو اس کے علاوہ اجرت سے بھی وہ بہت کچھ پیدا کر سکیں گے۔ لیکن ان کے ادبی مذاق پر آپ کو اطمینان ہونا چاہیئے۔

"معارف" میں مولوی عبدالسلام صاحب نے "نشاط روح" پر ریویو کیا ہے۔ معائب و محاسن کے ذکر پر غالباً ان کو یہی اندیشہ رہتا ہے کہ ان کے قلم کی جنبش لوح محفوظ تک پہونچتی ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ دو سطریں کسی کی قسمت بن جائیں۔ ایک فقرہ اور بہت پرلطف ہے۔

"محاسن کا ذکر دیباچہ نگاروں نے کر دیا ہے۔ معائب لکھنؤ کے ادبی مرقعوں نے دکھلا دیئے ہیں۔ لیکن ان دو زبانوں سے ہٹ کر بھی کچھ "نشاط روح" پر بحث ہو سکتی تھی۔ جس کے لئے فرصت درکار ہے"۔

معائب و محاسن کو چھوڑ کر اگر کوئی نفی محض کی شکل کی تحریر ہو سکتی ہے تو اس کے لئے ان کا موجودہ مضمون کافی ہے فرصت و اطمینان کی ضرورت کیا ہے۔

خیر، آمد سخن میں یہ چند سطریں قلم سے نکل گئیں ورنہ "نشاط روح" پر جو کچھ رائے زنی ہو رہی ہے، مجھے صرف اس کا

تماشائی ہی رہنا چاہیے اور بس۔

نیاز آگیں
احقر اصغر
مہتمم اُردو مرکز۔ انارکلی۔ لاہور

(۲)

ہندوستانی اکیڈمی۔ الٰہ آباد
۲۱ نومبر ۲۶ء

مجی و مکرمی السلام علیکم۔

نامۂ محبت صادر ہوا۔ تعجب ہے کہ اب تک آپ کو بھی میرے حالات ہی نہیں معلوم ہوئے!

آپ کو یہ تو یاد ہی ہو گا کہ ہندوستانی اکیڈمی میں ایک اردو اور ایک ہندی رسالہ نکلنے والا تھا۔ اس کے لئے اشتہار دیا [illegible] تھا۔ سیکڑوں درخواستیں آگئی تھیں۔ مجھے بھی بعض احباب نے مشورہ دیا کہ

اک نامہ تو بھی پیشکش صبیح کلاہ کر

چنانچہ میں نے بھی درخواست دے دی تھی۔ اب بیچ کے واقعات کو چھوڑئیے۔ مختصر یہ کہ میرا تقرر اس جگہ پر ہو [illegible] پریس سے اب میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔ تنخواہ ڈیڑھ سو مقرر ہوئی۔ دس روپیہ سالانہ ترقی۔ ڈھائی سو تک۔ کیفی صاحب [illegible] پر ہیں۔ ان کا اس انتظام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

میرا تقرر تو خیر [illegible] ہو گیا۔ لیکن رسالے کے لیے مضامین کا مسئلہ نہایت اہم نظر آرہا ہے۔ مضمون [illegible] پر ایک [illegible] بخشش قدر پر موقوف ہے۔ لیکن اس طرح کی چیزیں اکیڈمی کے ایک سہ ماہی رسالہ میں نکلیں تو [illegible] محنت کرنا پسند نہیں کرتے اور صرف [illegible] ایسے [illegible] یہ رخ دینا چاہتے ہیں [illegible] اعلیٰ درجہ کے مضامین آرہے ہیں۔ بڑے بڑے پروفیسر ہیں جو اپنے مطالعہ کے نتائج شوق سے بھیج رہے [illegible] کی جا رہی ہیں۔ مگر کوئی صاحب [illegible] نہیں [illegible] اور تو اور [illegible] والے حضرات بھی بالکل خاموش [illegible] دینا گوارا نہیں [illegible] مضمون بھیجنا تو درکنار [illegible] بھی ہوں [illegible] کوشش بھی کیا کروں اور کیا ہو گا [illegible] جسے مضمون کہا جا سکتا ہے۔ آپ سے [illegible] مگر آپ کی مصروفیتوں کو دیکھ کر نہ کچھ کہا جاتا ہے اور نہ [illegible] رسالے کا میٹر دسمبر میں پریس میں دیا جائے گا۔ یوں تو پانچ چھ مضامین موجود ہیں۔ مگر ان میں سے بمشکل دو ہی تین مضمون [illegible] وجہ سے کہ ان سے بہتر کوئی اور مضمون سامنے نہیں ہے۔)

مجھے یاد پڑتا ہے کہ آپ نے ایک سلسلہ مضامین سہیل[1] میں شروع کیا تھا۔ شاید ہندوؤں سے [illegible]

---

[1] رسالہ سہیل۔ یہ رسالہ رشید احمد صاحب صدیقی کی ادارت میں علی گڈھ میں نکلتا تھا۔

ٹھیک ٹھیک عنوان یاد نہیں مگر کچھ اس طرح کا مفہوم تھا، غرضکہ یہ یا اور کوئی علمی اور ادبی عنوان تحریر فرما کر ایک مضمون تو شروع کر ہی دیجیے۔ ممکن ہے رسالے کی اشاعت میں مذکورہ حالات کی بنا پر کچھ التواء ہو جائے اس وقت یہ مضمون عام میں لایا جا سکے گا ورنہ پھر آئندہ اشاعت میں۔

"تلاش حق"[1] پر ریویو کے سلسلہ [illegible] سے جو لیا، مہاتما گاندھی کی ذات میرے خیال میں ایسی ہے کہ موافقت و مخالفت کی بڑا دار اس رسالہ کے لئے نقصان ہوگی۔ اور اگر کتاب کے [illegible] سے [illegible] کی جائے تو پھر صرف ترجمہ کے [illegible] سے بحث رہ جاتی ہے اور وہ بالکل فضول ہے۔ بہرصورت ریویو کے لئے کچھ آپ بھی سوچیے اور میں بھی سوچوں گا۔ کوئی کتاب اگر [illegible] پائی تو وہ منگوا کر آپ کی خدمت میں بھیج دی جائے گی۔ لیکن رسالہ کے مضامین [illegible] تو میں اس قدر پریشان ہوں کہ کچھ عرض نہیں کر سکتا۔ صرف آپ سے اس وقت شرف تلمذ حاصل ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ آپ کو [illegible] کرنا تکلف ہے۔ تاہم یہی چاہتا ہے کہ بار بار یہی عرض کئے جاؤں کہ [illegible] مضمون دیجئے اور [illegible]۔

والسلام

اصغر [illegible]

منشی افتخار عالم مارہروی

۲۹ اکتوبر ۱۹۱۶ء
یکم محرم ۱۳۳۵ھ

[illegible]

معلوم ہوتا ہے کہ [illegible] درمافت کیا تھا مگر اب تک جواب نہیں آیا۔ غالباً دورے میں ہوں گے [illegible] آباد دورے گئے ہیں۔ مولوی سید سلیمان ندوی آج کل [illegible] اول تو خود اپنی طرز معاشرت میں ایک دلچسپ [illegible] کا کیا کہنا!

آپ نے کچھ سنا عرف عام میں نیشنل کانگریس [illegible] سے بہت بدعقیدہ ہو گیا ہوں۔ اس کے اگر تمام نہیں تو اکثر [illegible]۔

---

[1] گاندھی جی کی خودنوشت سوانح کا اردو ترجمہ از ڈاکٹر سید عابد حسین۔

(عبدالماجد)

«زود پشیماں»[1] جلد بھیجئے۔ میں اس کو شوق سے پڑھوں گا۔ اور کیوں صاحب! ڈراما سے پہلے جو کچھ آپ لکھ چکے ہیں وہ۔ واجد علی شاہ کی کتاب کے متعلق میں نے خواجہ عشرت کو خط بھیجا ہے، جو کچھ وہ لکھیں گے اس سے آپ کو بھی مطلع کروں گا میں نے کتاب سے جو ٹکڑا نقل کر کے بھیجا ہے وہ نسبتاً متانت سے گرا ہوا نہیں ہے۔ مگر کتاب کے بعض حصے تامل سے پڑھے جاتے ہیں۔ وہ فحش کے درجہ تک تو البتہ نہیں ہیں، مگر اس کے لگ بھگ ضرور ہیں۔ بہرحال اس کا فیصلہ کہ کتاب طبع ہو یا نہو، دسمبر تک ہوگا۔

سید اکبر حسین الٰہ آباد سے ہجرت کر کے لکھنؤ آ گئے۔ انہوں نے اپنے شوق سے ہجرت کی ہوگی۔ میں بھی ہجرت کرنے والا ہوں، میری ہجرت وہ بھی خدا کی، اپنے جد کی سی ہوگی، بعض ابنائے وطن ناحق ناروا مجھے ستاتے ہیں اور باز نہیں آتے۔ ہجرت کا ارادہ مصمم ہے مگر جائے ہجرت، نامعلوم۔ میری بیوی چاہتی ہیں کہ میں بوریا بستر باندھ کر آمد ان کے مائیکہ چلا جاؤں۔ میں اپنے اصلی وطن بلگرام جانا چاہتا ہوں، بعض احباب علی گڈھ کا نام لیتے ہیں، بعض حیدرآباد کا۔ آپ فوراً لکھنؤ کا نام لے دیجئے۔ چونکہ بعض حالات زیر تصفیہ ہیں اور جب تک ان کا تصفیہ نہوگا ہجرت نہیں کر سکتا، اس لئے انتخاب مقام کا بھی اچھا موقع ہے۔

یہ میرا بڑا پرانا خیال ہے، ایک بیاض ایسی تیار کی جائے جس میں ہندوستان کے مشاہیر کی خاص دستخطی تحریریں ہوں۔ ان تحریروں کے حاصل کرنے کی بہت سی سبیلیں ذہن میں آئیں، لیکن سہل تر صرف یہ ترکیب سمجھ میں آئی ہے۔ ایک سادہ کتاب اپنے ساتھ رکھوں اور مثلاً میں لکھنؤ آؤں اور آپ سے ملاقات کروں تو کسی خاص وقت میں وہ کتاب پیش کروں اور درخواست کروں کہ آپ اپنے قلم سے جو کچھ بھی مناسب سمجھیں ایک صفحہ پر لکھ دیجئے۔ ممکن ہے کہ فی الحال اس مجموعہ قدر کی نگاہوں سے نہ دیکھا جائے، لیکن ایک زمانہ گزر جانے کے بعد یہ بیاض ایک بڑی قیمتی چیز ہوگی۔ فرمائیے آپ کی کیا رائے ہے؟ سرسید زندہ تھے، جب اس مجموعہ کا خیال پیدا ہوا تھا، لیکن آپ دیکھتے ہیں وہ چل دیئے اور ان کے بعد کتنے اور قابل قابل لوگ اٹھ گئے۔ اگر میں اب بھی آمادہ نہوا تو انا للہ و انا الیہ راجعون۔ تحریر المعاصرین یا تحریر المشاہیر اس قسم کے نام سمجھ میں آتے ہیں۔ کوئی اچھا نام تجویز کیجئے۔

والسلام

افتخار

(۲)

۲۷ر نومبر سنہ ۲۱ء

افتخار نواز!

کارڈ مورخہ ۱۸ر نومبر موصول ہو کر باعث شکرگزاری ہوا۔ حضرت امیر خسروؒ کے ہندی کلام کی ابتدائی تلاش میں اول اول مجھے قوال ملے۔ مگر اس دلچسپ گروہ سے بہت ہی معمولی امداد ملنے کی توقع ہے۔ گنتی کی چند چیزیں ہیں جو ان لوگوں کے فضا کے ذہن

---

[1] سنہ ۱۹۱۵ء میں یعنی عمر کے تیئسویں سال میں ایک ڈراما اسی نام سے میں نے اپنے نام کے اخفاء کے ساتھ شائع کیا تھا۔ (عبدالماجد)

سے موسیقی کی بسم اللہ بن کر نکلتی ہیں۔ زمانے کے امتداد نے قوالوں کے حافظے پر بھی اثر ڈالا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہی ایک قول یا ٹھمری یاد ہا یا اور کچھ دو چار مختلف صورتوں کے مختلف قوالوں سے اگر آپ سنتے ہیں تو کچھ نہ کچھ اختلافات ضرور پاتے ہیں۔

آپ نے مجھے بڑی اچھی بات سنائی کہ مولانا محمد حسین الہ آبادی کا قوال اب آپ کا قوال ہے اور اس کو امیر خسرو کا ہندی کلام بھی یاد ہے۔ کیا براہ کرم آپ اتنی تکلیف گوارا کر سکتے ہیں کہ امیر خسرو کی جتنی ہندی چیزیں اس کو یاد ہوں نقل کر کے بھیج دیں۔

اس تلاش کے سلسلہ میں ایک چیز اور بھی دیکھنے کے قابل ہے وہ ہندوستان کے صوفیوں کے کشکول ہیں۔ میں نے اپنے خاندان کے دو ایک کشکول اسی خیال سے دیکھے اور مجھے اس میں تھوڑی بہت کامیابی بھی ہوئی۔

• حضرت امیر خسرو کے ہندی اور فارسی کلام کی تاثیر کا موازنہ "تاج خسروی" کا ایک عنوان ہے۔ سرسری طور پر یادداشت کے لیے دو چار ہم مضمون اشعار کا موازنہ کیا گیا ہے، باقی کچھ ہندی دوہے کے ساتھ معلوم ہوتی ہے۔

حضرت امیر خسرو کی سوانح عمری کو تو میں لکھ نہیں سکتا، البتہ ان کے کلام پر تبصرہ میرے خیال میں امیر خسرو کے سوا کوئی دوسرا شخص نہیں کر سکتا۔ ان کے کلام میں اس قدر جواہر پارے بھرے پڑے ہیں کہ جب تک امیر خسرو کی ہمہ دانی کی عینک نہ لگائی جاتی، نظر نہیں آ سکتے۔

کوئی صاحب اگر خفا نہ ہوں تو میں یہ کہنے کی جرأت کر سکتا ہوں کہ مولانا شبلی نے صرف قدما کے خیالات کو نہایت اختصار کے ساتھ اپنی اردو میں قلمبند فرما دیا ہے۔ مولانا نے پرانے تذکرہ نویسوں کی اتنی تقلید کی ہے کہ جو غلط تاریخی واقعات تذکروں میں بلا تحقیقات درج تھے، وہی اپنے بیان خسرو میں درج کر دیئے ہیں۔ مثلاً تذکروں میں ہے کہ مغلوں نے امیر خسرو کو بلخ میں قید کر دیا تھا۔ حالانکہ خود امیر خسرو ایک جگہ اپنے آپ کو تبریز میں اسیر بتاتے ہیں اور فرماتے ہیں ؎

خسرو خستہ کہ ماندہ است بہ تبریز اسیر
آہ گر زو خبرے سوئے خراسان نرود

اس قسم کی چند تاریخی غلطیاں اور بھی معلوم ہوتی ہیں، مگر "خطائے بزرگاں گرفتن خطاست"۔

خدا کرے آپ کی دعا میرے حق میں پھولے پھلے، لیکن اپنی لاعلمی اور جہالت سے میں ڈرتا ہوں کہ کہیں "تاج خسروی" ناکامیاب کتاب ثابت نہ ہو۔

آپ نے یہ نہ لکھا کہ آپ کس علمی مشغلہ میں مصروف ہیں؟ امیر خسرو کے ہندی کلام کے ساتھ اپنے قوال کا نام اور وطن اور عمر بھی ضرور لکھیئے گا اور جن بزرگوں کی صحبت میں وہ رہا ہو ان کی طرف بھی مختصر اشارہ ضرور ہو۔ والسلام

افتخار عالم

منشی دھنپت رائے

ہیوٹ روڈ لکھنؤ۔ ۳ اکتوبر ۲۸ء ——— جناب مخزم بندہ تسلیم۔ یاد آوری کا ممنون ہوں۔ آپ نے

(۱۴)

سبحان اللہ سر آغاز فصل میں ایسے ثمرہائے بہشتی رسیدہ کا پہنچنا
نوید ہزار گونہ میمنت و شادمانی ہے یہ ثمر رب النوع اثمار
ہے اسکی تعریف کیا کروں کلام اس باب میں کیا جاتا
مجھکو ہم میں یارا اور ادا کا آپکو خیال آیا پروردگار
آپکو باینہمہ داد پروری و کرم گستری دیا اور [illegible] بھی
جمعہ کے دن ۸ جون کو دوپہر کے وقت کہار پہنچا اور
اوقت خط کا جواب لیکر اور آم کے دام تو کر دیکر روانہ
ہو گیا یہاں سے اسکو حسب الحکم کچھ نہیں دلوایا گیا خاطر
عاطر جمع رہے نجات کا طالب۔ غالب

جو کمان ہستی کی تنقید نہ فرمائی کسی دوسرے شخص پر یہ کام چھوڑ دیا، یہ آپ نے میرے ساتھ ظلم کیا۔ اس کی تنقید آپ ہی کر سکتے ہیں جو اسپرٹ کے رازدان ہیں۔ دوسرے طرز اور کیریکٹر وغیرہ ہی تک رہ جائیں گے، اس پر فلسفیانہ نگاہ ڈالنے کی ضرورت ہے۔ اس وقت فرصت نہ تھی نہ سہی، آئندہ سہی۔

آپ نے جس ڈراما کا ذکر فرمایا ہے وہ عرصہ سے میرے ذہن میں ہے۔ مشکل یہ ہے کہ جس قسم کا ڈراما آج کل اسٹیج پر مقبول ہوتا ہے۔ وہ میں نہیں لکھ سکتا۔ وہ تک بندیاں اور قافیہ بندیاں اور گیت وغیرہ پھر سب سے بڑھ کر کمپنیوں کی خوشامد ایک بھی میرے قابو کی بات نہیں۔

اس کے ہمراہ اپنی چند ناچیز کہانیوں کا ایک مجموعہ موسومہ بہ خاک پروانہ ارسالِ خدمت کرتا ہوں۔ قبول فرمائیں۔ ہاں بازارِ حسن بھی دارالاشاعت سے ہی ملے گی۔

احقر

دھنپت رائے (پریم چند)

عبدالسلام ندوی

مجی تسلیم! جوازِ اسٹرائک پر ایک فتویٰ لکھ رہا ہوں، ۵۰ صفحے کامیابی کے ساتھ ہو گئے ہیں۔ آپ سے انگریزی ماخذ کے متعلق حسب ذیل امداد کی توقع ہے:

(۱) یورپ میں تعلیمی اسٹرائکوں کی تعداد؛

(۲) تحقیقات کے ذریعہ رفع شکایات کا طریقہ، اخراج اساتذہ۔

(۳) ماہرینِ تعلیم یورپ کی جواز و عدمِ اسٹرائک پر رائے۔

آمادگی و عدمِ آمادگی اس پتہ ذیل سے مطلع فرمایئے۔ معلومات حاصلہ کلکتہ سے اوائل جولائی میں منگاؤں گا، نام کتاب، نام مصنف، حوالہ صفحہ بھی ضروری ہیں۔ والسلام

آپ کا مخلص عبدالسلام

علاؤ الدین پٹی۔ ڈاک خانہ طبریا گنج ——— ضلع اعظم گڈھ

۲۰ جون ۱۹۱۴ء

(۲)

مجی تسلیم! طلاق کے متعلق میں نے آپ سے جو معلومات و اعداد و شمار مانگے ہیں، وہ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا مطبوعہ کیمبرج میں لفظ ڈائیورس کے تحت ہی ملیں گے۔ اس امر کا فیصلہ کہ کونسی باتیں دلچسپ اور ضروری ہیں، آپ سے بہتر کون کر سکتا ہے۔ مجھے طلاق پہ ایک مضمون لکھنا ہے۔ والسلام۔

عبدالسلام از بمبئی ۲۲ جولائی ۱۹۱۳ء

(۳)

مکرمی - السلام علیکم

میں اقبال پر ایک نہایت جامع اور مفصل کتاب لکھنا چاہتا ہوں اور اسی غرض سے اقبال کے کلام کے علاوہ ان تمام تصنیفات و مضامین اور لٹریچر کو پڑھنا چاہتا ہوں جو اقبال کے متعلق اُردو اور انگریزی میں فراہم ہو گیا ہے۔

اب تک اس سلسلہ میں میں نے حسب ذیل مضامین اور رسالوں کا مطالعہ کر لیا ہے۔

(۱) روحِ اقبال (۲) جوہرِ اقبال (۳) پیغامِ حق ۲ نمبر (۴) شاعرِ اقبال (۵) اقبال کا مطالعہ (۶) اقبال اور اس کا پیغام (۷) اقبال اور رسالت (۸) اقبال کی شاعری (۹) اقبال اور اکبر کی پیشین گوئیاں (۱۰) علی گڑھ میگزین اقبال نمبر (۱۱) سب رس اقبال نمبر (۱۲) رسالہ اردو اقبال نمبر (۱۳) پیامِ اقبال (۱۴) مکاتیب شاد و اقبال۔

ان کے علاوہ کچھ مضامین ہیں جو اقبال کے متعلق معارف میں شائع ہوئے ہیں۔ اقبال کے کلام کے تمام مجموعے بھی یہاں موجود ہیں، اور میں سب سے اخیر میں بہ نظرِ تنقید ان کو پڑھوں گا۔ ان کے علاوہ اقبال پر چند کتابیں انگریزی میں بھی لکھی گئی ہیں جن میں بعض یہاں ہیں اور بعض نہیں ہیں۔ اب اس تفصیل کے عرض کر دینے کے بعد آپ سے حسب ذیل گزارش ہے۔

(۱) اردو میں متذکرہ بالا مضامین و رسائل کے علاوہ اقبال پر اور کیا لکھا گیا ہے؟

(۲) انگریزی میں اقبال پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں۔ ان کے کیا نام ہیں اور وہ کہاں سے مل سکتی ہیں؟

(۳) اقبال نے نثر میں کون کون سی کتابیں لکھی ہیں؟ چند کتابوں کے نام معلوم ہیں۔ مثلاً فلسفۂ ایران جس سے ان کو پی ایچ ڈی کی ڈگری ملی ——— ید بیضا پر ایک نظر۔ تشکیل جدید الٰہیاتِ اسلامیہ۔ خطباتِ مدراس غالباً یہ تمام کتابیں انگریزی میں ہیں اور ان میں بعض کے ترجمے بھی کئے گئے ہیں۔ یہ کتابیں اور ان کے ترجمے کہاں سے ملیں گے۔؟

(۴) ان میں سے جو کتابیں آپ کے پاس ہوں، یک مشت یا بدفعات عنایت فرمائیے۔

آپ سے اور بھی بہت سی باتیں مشورہ طلب بلکہ اعانت طلب ہیں، لیکن سردست آپ کے وقت و دماغ پر زیادہ بار ڈالنا مناسب نہیں سمجھا۔ والسلام

عبدالسلام ندوی

شبلی منزل - اعظم گڑھ - ۵ اکتوبر ۱۹۴۳ء

(۴)

مکرمی السلام علیکم - میں اس وقت ڈاکٹر اقبال پر لکھ رہا ہوں اور عنقریب یہ کام ختم ہونے والا ہے۔ اس کے بعد اگر آپ میرے لئے کوئی دوسرا کام تجویز فرمائیں تو آپ کی عنایت ہوگی۔

حیاتِ رازی، تو میں اپنی بساط کے موافق مکمل کر چکا ہوں اور وہ یہاں محفوظ ہے۔ آپ لوگوں کے دیکھنے کے بعد اگر ترمیم و اضافہ کی ضرورت پیش آئی تو آپ لوگوں کے مشورے کی تعمیل کروں گا۔ حیاتِ اقبال بھی آپ لوگوں کی نظرِ التفات

کی محتاج ہے بلکہ میری اور تصنیفات بھی۔

اس وقت ریاحی شکایت اور دوسرے حالات سے شکستہ خاطر ہوں اور آپ کی دعا کا محتاج۔

والسلام عبدالسلام ندوی

شبلی منزل۔ اعظم گڑھ ۳۰ جنوری ۱۹۴۳ء

صاحبزادہ آفتاب احمد خاں

نائس چانسلر آفس، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

۷ جنوری ۱۹۲۴ء

عنایت نامہ مورخہ ۲۴ ماہ حال آج پہونچا۔ بہ دل ممنون ہوا۔ اختلافِ رائے جبکہ ذاتیات کی بنا پر نہو، نہایت محمود چیز ہے۔ اور مجھ کو کبھی اس کی شکایت نہیں ہوتی۔ میں نہایت مشکور ہوں کہ آپ نے مسلم یونیورسٹی کی فلاح کا خیال کیا اور اپنے وقت اور توجہ کا کچھ حصہ اس کے متعلق صرف کیا۔ آپ نے جن امور کی نسبت لکھا ہے وہ اس فہرست میں شامل ہیں جو اصلاحات کے متعلق میرے ذہن میں ہیں لیکن اور بہت سی باتیں ان سے بھی زیادہ سنگین اور قابلِ توجہ ہیں۔ دعا کیجئے خالقِ اکبر مجھ کو توفیق اور ہمت اور قابلیت دے کہ میں اس اہم ذمہ داری کو پورا کر سکوں۔

آپ نے سب سے اوّل نماز کے متعلق لکھا ہے۔ یکم جنوری سے میں نے اس عہدہ کا چارج لیا ہے۔ چنانچہ اس روز ساڑھے پانچ بجے صبح یونیورسٹی کی بڑی مسجد میں گیا۔ مؤذن صاحب اس وقت تک نہیں آئے تھے۔ چنانچہ میں نے خود اذان دی۔ کچھ عرصہ بعد مؤذن صاحب اور امام صاحب تشریف لائے۔ جماعت میں سات اصحاب تھے، جن میں صرف ایک طالب علم تھے۔ تیسرے روز میں منٹو سرکل کی مسجد میں صبح کے وقت گیا۔ وہاں صرف مؤذن صاحب کو موجود پایا۔ اور جبکہ امام صاحب یا کوئی اور صاحب تشریف نہیں لائے تو میں نے خود نماز پڑھائی[1]۔ وقتاً فوقتاً میں مختلف مسجدوں میں جا کر نماز میں شریک ہوتا ہوں اور ایسا ہی آئندہ کرنے کا ارادہ ہے۔ خدا پورا کرے

یہ واقعات میں نے اس غرض سے لکھے ہیں تاکہ آپ کو معلوم ہو کہ میں اس حقیقت سے واقف ہوں کہ مذہب کا وہ جزو جس کا تعلق عمل سے ہے وہ عملی مثال ہی سے بتایا اور سکھایا جاتا ہے۔ چنانچہ اوّل میں خود عمل کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ اس کے بعد اسٹاف کے اراکین کو اس طرح مائل کروں گا۔ اس کے بعد مجھ کو امید کرنا چاہیے کہ طلبہ پر کچھ اثر ہو۔

اسٹاف کے متعلق اور کورٹ میں اسٹاف کی تعداد کے متعلق[2] جو کچھ آپ نے لکھا ہے درست ہے، لیکن اس کی اصلاح کا مسئلہ

---

[1] علی گڑھ کے وائس چانسلر کے لئے اس زمانہ میں مسجد میں شریک جماعت ہونا ہی ایک عجیب غریب امر تھا چہ جائیکہ اذان دینا یا نماز پڑھانا۔ اور پھر مسجد میں شروع جنوری میں ۵ بجے صبح تڑکے پہونچ جانا، جبکہ طلوعِ فجر بھی پوری طرح نہیں ہوتا ہے، یقیناً ایک مجاہدہ تھا۔

[2] یونیورسٹی کورٹ اس وقت اسٹاف کے ممبروں سے بھری ہوئی تھی۔ (عبدالماجد)

آسان یا صاف نہیں نہایت پیچیدہ اور مشکل ہے۔ اس کا تعلق ایسے اسباب اور حالات سے ہے جن کی جڑیں دور تک پھیلی ہوئی ہیں۔ اس لئے اصلاح کے لئے احتیاط اور وقت درکار ہے۔ مرض کا یہ وہ پہلو ہے جس کے علاج میں صبر اور بُردباری کی ضرورت ہے۔

اندرونی مشکلات کو بیرونی خطروں نے اور زیادہ نازک اور سخت کر دیا ہے، خاص کر آپ کے دوستوں کے "فتح مکہ"[1] کی نسبت جو منصوبے اور ارادے ہیں وہ بے اثر نہیں ہیں اور اس مسئلہ کو انہوں نے اور پیچیدہ کر دیا ہے۔ اس سب عرض کرنے سے مراد یہ ہے کہ جہاں تک میری خواہش کا تعلق ہے میں ایک دن میں ان سب امور کی اصلاح کے لئے تیار ہوں۔ لیکن مریض کی جو حالت ہے اور جس قسم کے ماحول میں وہ ہے اس کے لحاظ سے صبر اور احتیاط ازبس ضروری ہیں ورنہ جان کا خطرہ ہے میں انشاء اللہ ایڈریس[2] کی کاپیاں (اردو اور انگریزی) آپ کی خدمت میں بھجوا دوں گا۔

فقط، آفتاب احمد

(۲)

مسلم یونیورسٹی علی گڑھ
۲۷ فروری ۲۴ء

مکرمی تسلیم۔ عنایت نامہ پہنچا، ممنون ہوا۔ خدا وہ دن لائے کہ ہماری یونیورسٹی میں تمام علمی شعبے ہوں اور ان میں طب یونانی بھی ہو۔ لیکن موجودہ حالت میں میری رائے میں سب سے مقدم ضرورت یہ ہے کہ جو شعبے اس وقت ہیں وہ زندہ اور عمدہ حالت میں ہوں، میری تمام کوشش اس مقصد کے حصول میں صرف ہو رہی ہے۔ مثلاً اسلامک اسٹڈیز کا شعبہ اس وقت ہے۔ لیکن عملاً اس وقت تک کچھ نہیں ہوا۔ میں کوشش کر رہا ہوں کہ کچھ کام ہو۔ آپ سے بھی استدعا ہے کہ اس مضمون کے متعلق آپ مشورہ دیں کہ اسلامک اسٹڈیز (علوم اسلام) میں کیا کیا مضامین داخل ہوں؟ اور اس کا طریقہ تعلیم کیا ہو؟ میں مولانا سید سلیمان صاحب ندوی کو بھی لکھنے والا ہوں۔

یہ امر بھی قابلِ غور ہے کہ کیا مدرسۂ طبیہ دہلی کے ہوتے ہوئے فی الحال سعی اور اہتمام کی ضرورت ہے۔ جہاں تک مجھ کو علم ہے جناب والا حکیم صاحب کی کوششوں سے مدرسہ طبیہ میں بہت کچھ ہو رہا ہے۔ الغرض اس وقت اس شعبہ کے متعلق عملاً کچھ کرنا دشوار ہے البتہ انشاء اللہ امید ہے کہ ایسا وقت آئے گا جبکہ یہ تمام مضامین مسلم یونیورسٹی میں اعلیٰ درجہ پر ہوں گے[3]

فقط، آفتاب احمد

---

[1] اشارہ ہے مولانا محمد علی کے ایک مشہور فقرہ کی طرف۔ مولانا کو ۱۹۲۰ء میں ترک موالات کے سلسلہ میں جب یونیورسٹی کے حدود کو چھوڑنا پڑا تو یہ کہتے ہوئے نکلے تھے کہ "ہمارے رسول کو بھی مکہ معظمہ سے ہجرت کرنی پڑی تھی لیکن بالآخر مکہ فتح ہوا اور آپ ہی کے قبضہ میں آ کر رہا۔"

[2] صاحبزادہ صاحب اس سال کانفرنس کے صدر منتخب ہوئے تھے اور ایک بڑا پاکیزہ خطبہ اس میں پڑھا تھا۔

[3] میں نے تجویز پیش کی تھی کہ یونیورسٹی میں ایک شعبۂ طب یونانی کا بھی کھلنا چاہیے۔ علی گڑھ کے موجودہ طبیہ کالج کا اس وقت کوئی خواب بھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ حکیم صاحب سے مراد حاذق الملک (بعد کے مسیح الملک) حکیم حافظ محمد اجمل خاں دہلوی مرحوم و مغفور بانی مدرسۂ طبیہ دہلی ہیں۔ (عبد الماجد)


خوش نظر و باوقار
نمبر
۹۵۰۰۰ رنگدار مرسرائزڈ پاپلین
۹۹۷۱ رنگدار مرسرائزڈ پاپلین
نرگسی اکو رنگدار مرسرائزڈ ڈریس
نیلم
کالونی ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ
کالونی کے پارچات • خوش نظر و باوقار

منشور	ابوسعید قریشی	۴/۲۵ روپے
جناب	محمد طفیل	۳/- ″
صاحب	″	۵/- ″
آپ	″	۵/- ″
محترم	″	۴/- ″
جادۂ شبانہ	اختر انصاری دہلوی	۳/۵۰ ″
شعلۂ طور	جگر مرادآبادی	۱۰/- ″
ایمن	سلطان رفعت	۵/- ″
قول و قرار	سید عبدالحمید عدم	۲/۵۰ ″
باغ و بہار	″	۲/۵۰ ″
نوکِ زباں	″	۲/۵۰ ″
پیچ و خم	″	۳/- ″
یہ مینا	سید عابد علی عابد	۵/- ″
حیرتِ بہارستان	انتخاب کلام امیر مینائی	۳/۵۰ ″
بارِ خاطر	شوکت تھانوی	۴/- ″
قاضی جی (تین حصوں میں)	″	۲/۵۰ ″ (فی حصہ)
سسرال	″	۳/- ″
خدانخواستہ	″	۳/- ″
مولانا	″	۴/۲۵ ″
کچھ یادیں کچھ باتیں	″	۳/- ″
شیلو ہنر	″	۷/- ″
جوڑ توڑ	″	۵/۷۵ ″
کتیا	″	۴/۵۰ ″
غزالہ	″	۷/- ″
کھی کھی	″	۵/- ″
سانچ کو آنچ	″	۴/- ″
بھابی	″	۵/۵۰ ″
کارٹون	″	۴/- ″
غالب کے ڈرامے	″	۳/۵۰ ″
سایہ دولت	″	۳/- ″
قاعدہ بے قاعدہ	″	۲/- ″
مضامین شوکت	″	۲/۵۰ ″
چٹانیں اور رومان	خاطر غزنوی	۲/۲۵ ″

(۱۵)

جناب عالی یہ چند فقرے کہ آپ کے نام کا آیا ہے
میں اس وقت حاضر نہ ہو سکا خلاصہ یہ ہے اسکو
ملاحظہ کر کے جب اسکا جواب مجکو دیجیے گا تو
میں فقیر کو روانہ کرونگا کل شادی آباد کے
فرزند ارجمند کے اور بزرگان دلی کے رقعہ
لکھے جاتے ہیں صمصام الدولہ کی طرف سے صمصام الدولہ
امیر ہیں اور امرا باہم دگر طریقہ فرد تن کا
مسلوک رکھتے ہیں ہنیں تشریف لکھیے اور
ہمکو ممنون کیجیے گا اب میں رقعہ کی عبارت
میں کیا الفاظ صرف کروں تشریف تشریف
اور قدوم میمنت لزوم کو دیوان خاص سے
مباعدت ملحقی اور ہمرادی صمصام الدولہ

[illegible]

(۱۶)

M.M.1965.11

قبلہ و کعبہ جو حکم حضور کا [illegible] دو تین دن میں
دریافت ہوا حضرت دستخط تو کاغذات پر
لکھ چکا اب کیا مولانا محمد کو بات
جو دیکھا تو نسخے کئی اور دوسری بات ہے
سلطانہا یا سلطانہ کی کیا صورت چاہیے
سلطنہا یا سلطنہ جو شعر و رنگ
میں عرض ہو اور جواب ارشاد ہو

والسلام

(۱۷)

نہ بہائے یہ نہ سمجھو سلطان بمعنی مصدر آتا ہے سلطنت وہ اگرچہ من حیث القیاس
صحیح ہے لیکن ملک الی باہر ہے خلد اللہ ملکہ و سلطانہ لکھتے ہیں منشیان
ایران و روم و ہند سب یوں ہی لکھتے آئے ہیں ضمان بھی بمعنی ضامن اور
بھی بمعنی ضمانت سلطان بھی بمعنی بادشاہ اور بھی بمعنی سلطنت اسمیں
کچھ تامل نہ کرو کسکے مجال ہے جو اسپر منہ ہلا سکے لیکن ملکہ و سلطانہ
علامت تذکیر ہے اگر ملکہا و سلطانہا بنجائے تو بہتر ہے ورنہ
خیر یوں ہی رہنے دو ہمکو کوئی پوچھیگا تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ برعایت
شکوہ سلطنت بمعنی تانیث کی رعایت نہ کی اور سچ تو یوں ہے کہ اگر
کاتب سنگھر ہو تو ہاں ہمزہ کا نقطہ مٹا دینا اور الف بنا دینا
دشوار نہیں ہے بن سکے تو بنوا دو اور سلطانہ کو مذاکیر اصطلاح مت
بدلنا یہہ بلغاء عرب و عجم کا قرار داد ہے بعد اس کے سب تقریر کے یہ
عرض ہے کہ پرسوں پنجشنبہ کو عرضی لکھی ہوئی میرے پاس آ جائے ۱۲
غالب ۱۲

(۱۸)

کچھ روز قوّتِ بینائی ...

لیک ہو بانے تحت بجاری ۱۲

شنوائی بفتحۂ نون ... بسکون نون ... کلام ... عبارت بولی ہے ۱۲

گر غیاں رونق ہے یہ شعر یہ معنے دیتا ہے کہ اگر تم اسمیں آیا

نہیں تو اسکو کیوں ویران کرتے ہو کیا آدمی جہاں جا کر رہا

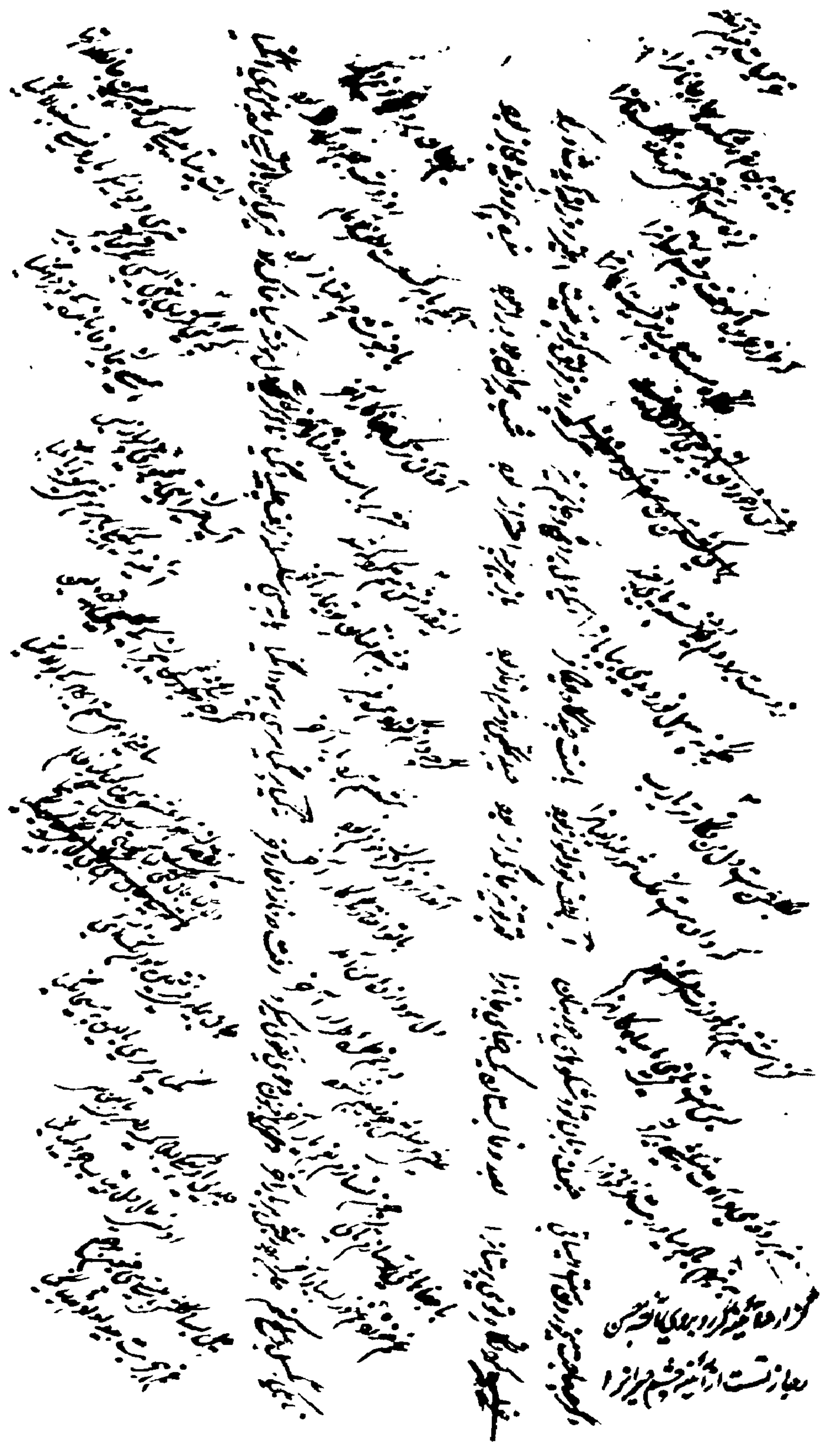
جاتا ہے کیا یہی نہیں اوس گہر کو ویران کر لیتا ہے یہ مثل

استفسار د استفہام کا ہے یعنے تمنے جو خانۂ دل کو

اوجاڑ دیا کیا تم اوسمیں نہیں آیا جاہتے ہمکنار مرادف

ہم آغوش مسلّم لیکن مستعمل نہیں ہے ہمکنار بولتے

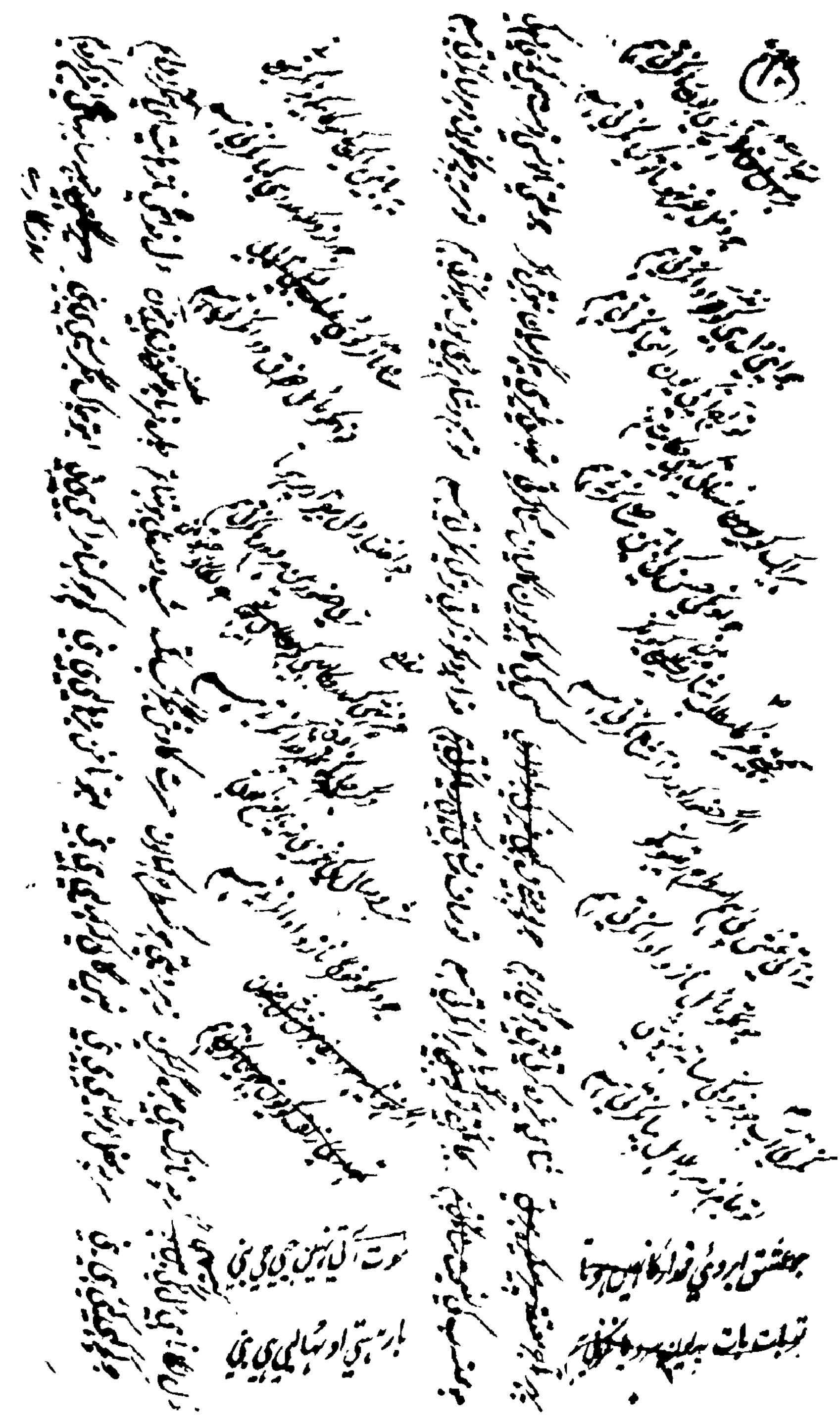
یعنی ... مقصود ... غالب ۱۲



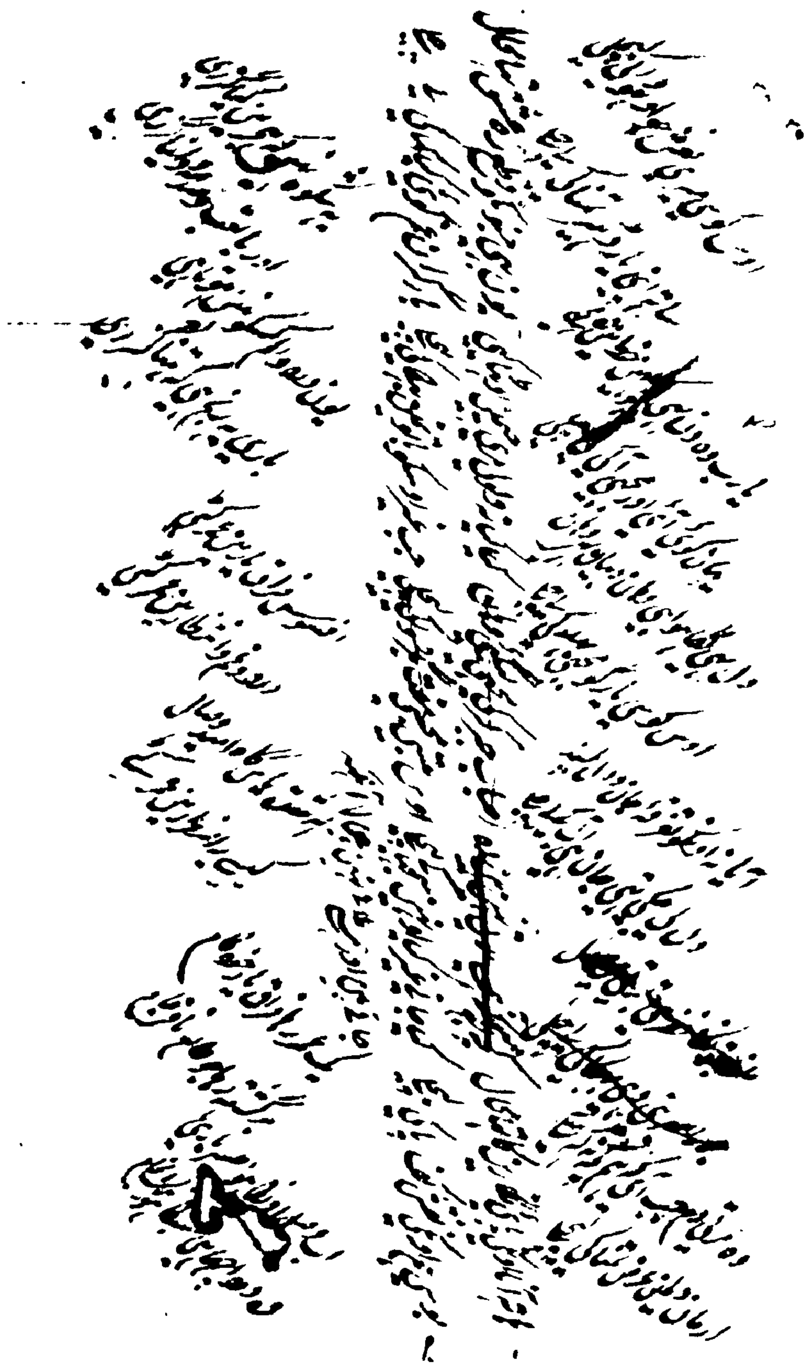
(۲)

[illegible]

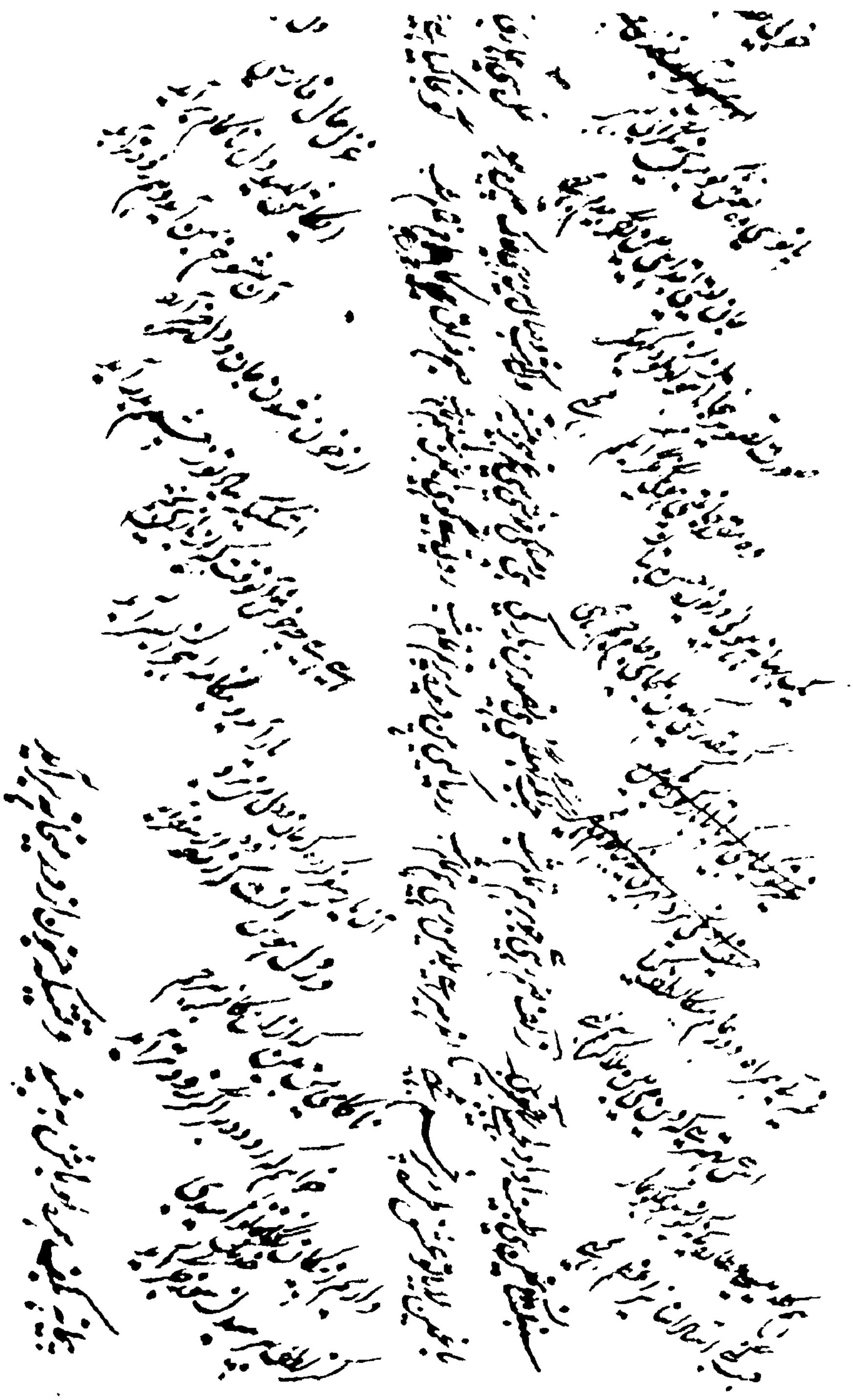
(۲)



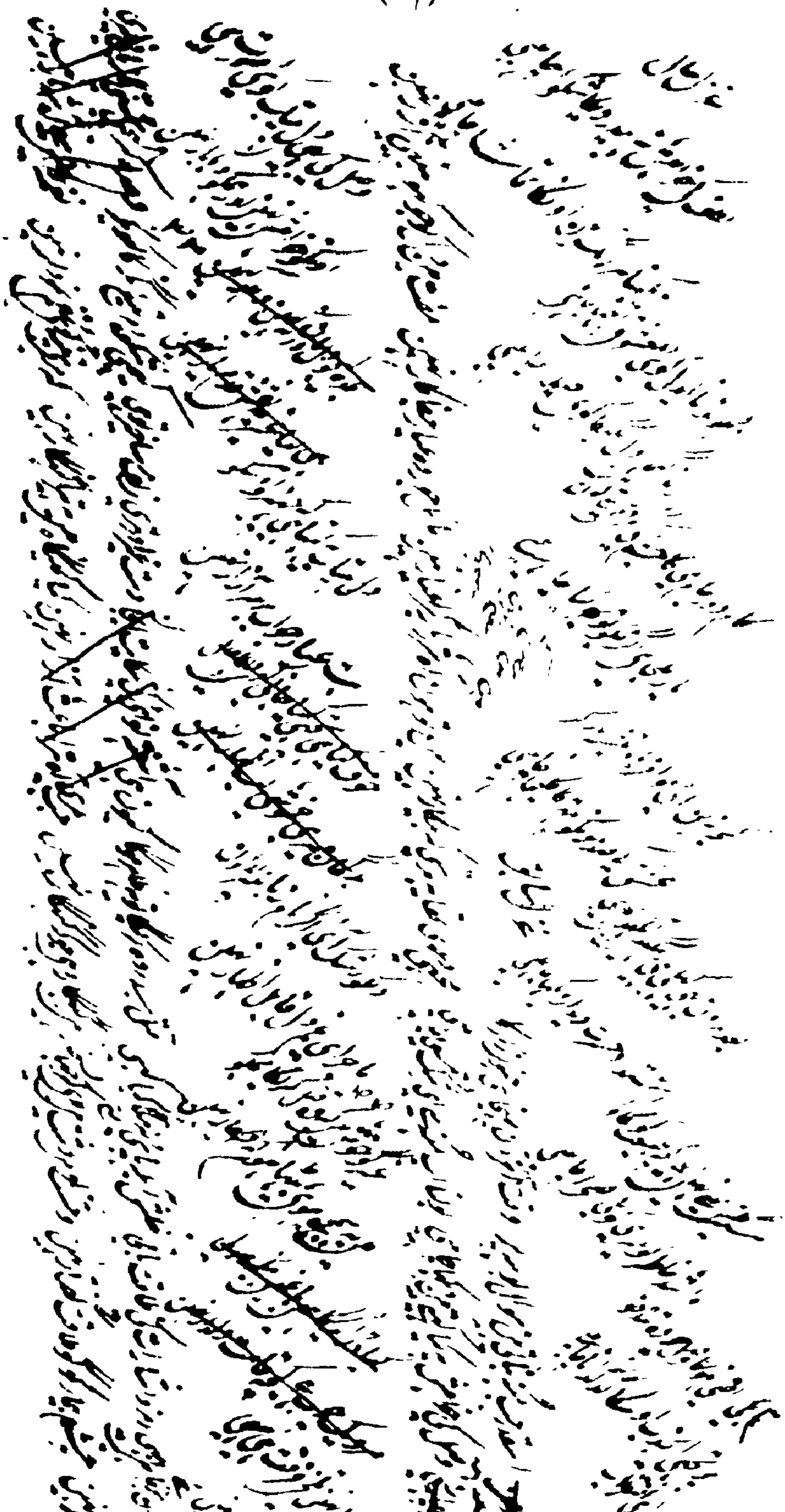
(۴)



(۵)



(۶)



(طه)

[illegible]

[illegible]

کچھ بس نہیں ہمارا یہاں دل کی جا میں علم نہیں ہے سو بار بگاڑی گر اودھو انجنک کبھی بھی اثر نہ کیا تھا اور بسی بیداد ہی نوبت جان کیونکر رہوں [illegible]

ہاں یک دل حسرت آزما ہے جسکو کہیں سلامت بیگانگی ہے تو کہتی ہی انکی یار کیا ہے دل آدمی کو غفلت عبث ہے یعنی وہ جنون جو مر گیا ہے [illegible]

[illegible]

لوگ اُن کی بزم ناز میں کیوں نہ آئیں بیٹھے ہیں کب سے یہیں ہیں وہ حال دل زار کیا کہیں غیروں کو میرے سامنے جھک جھک کے یوں سلام کیا دور ہے یہ جو ہر ایک نگہ لطف ہو ادھر

نام خدا جوان ہو نیا انتظام ہے باتیں بنائیں ہیں یہ انہیں ہر لیت کام ہے حضرت کی امتیاز کو میرا سلام ہے ہم خاک پر پڑے ہیں وہ عالی مقام ہے

بادست ترک [illegible] بصورت ہوش میں آ [illegible] میں لگ پڑا کیا ہائے کب آتی ہو ابھی سام تم [illegible] رات سر [illegible] گھر [illegible]

کالے بادل دیکھ کر [illegible] کیوں ابھی سے [illegible] گورا گورا [illegible] کالی کالی [illegible] صاف کہتا ہے [illegible]

[illegible]

تمت کا فاضل جنون آزاد

ناگفته در سال شادی از زبانم یا لطفی

در کنار یار آمد شاید مقصود گفت

دیگر

این محال کشش نگیری ای دل ز دور

بیت بیت اللطف مهجور السرور

یه لطف تحویل لطف سنا گیا بیت اللطف

مگر مرا ناگه فتد دردی گذار

هرکسی از دعوی تقوی زینهار

سر تراشش کرد ابلیس در دی درآئی

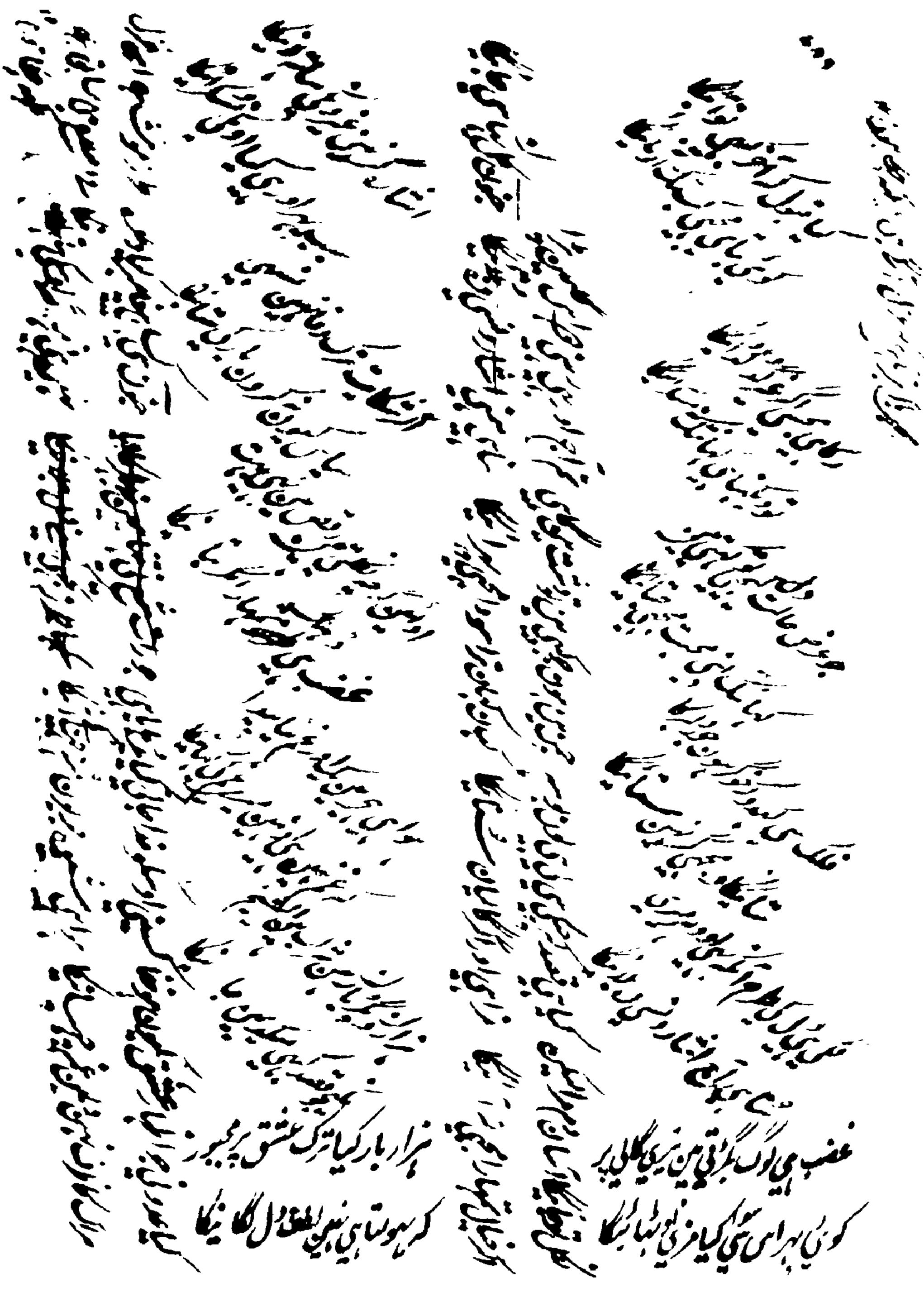
ده چه دولت خانه

دیگر

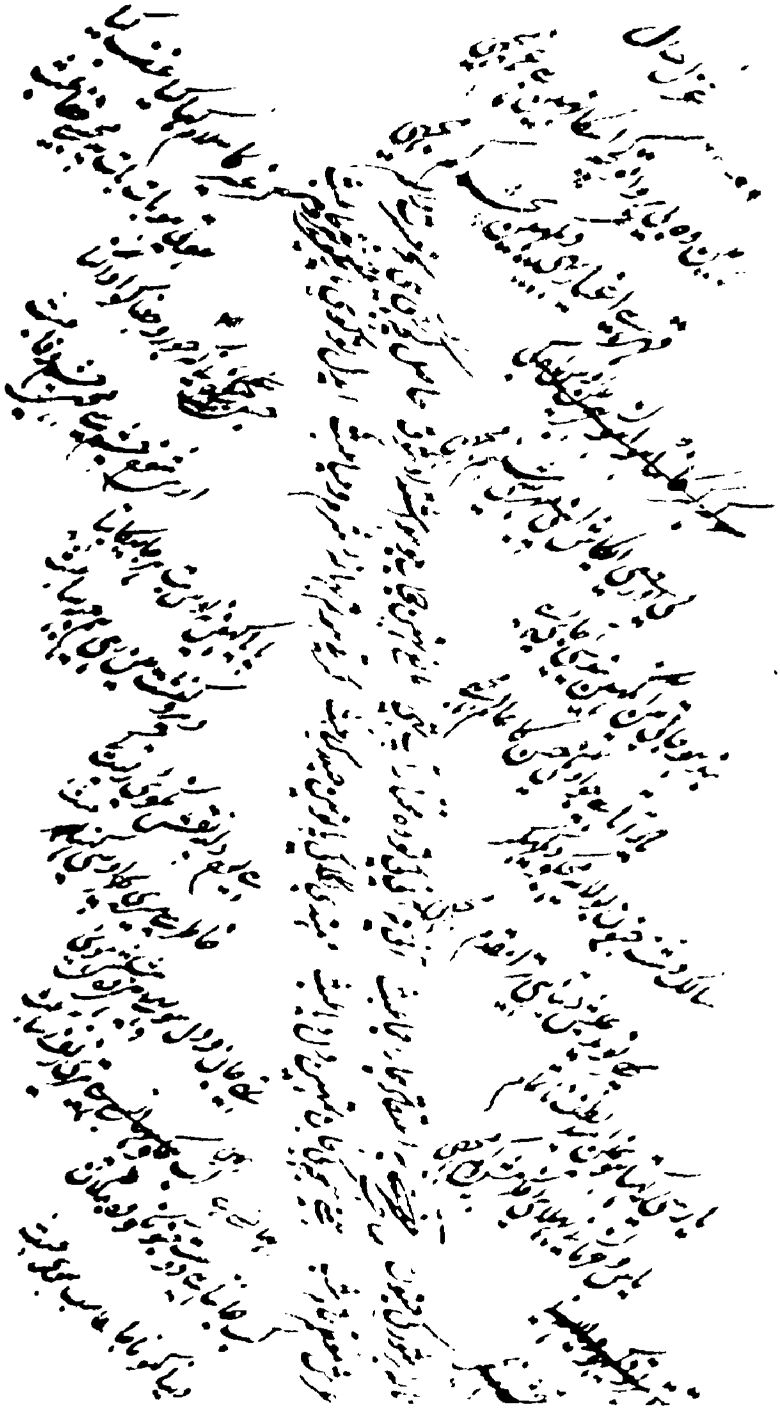
نبایا دهن که ما از مکان آب

زبان

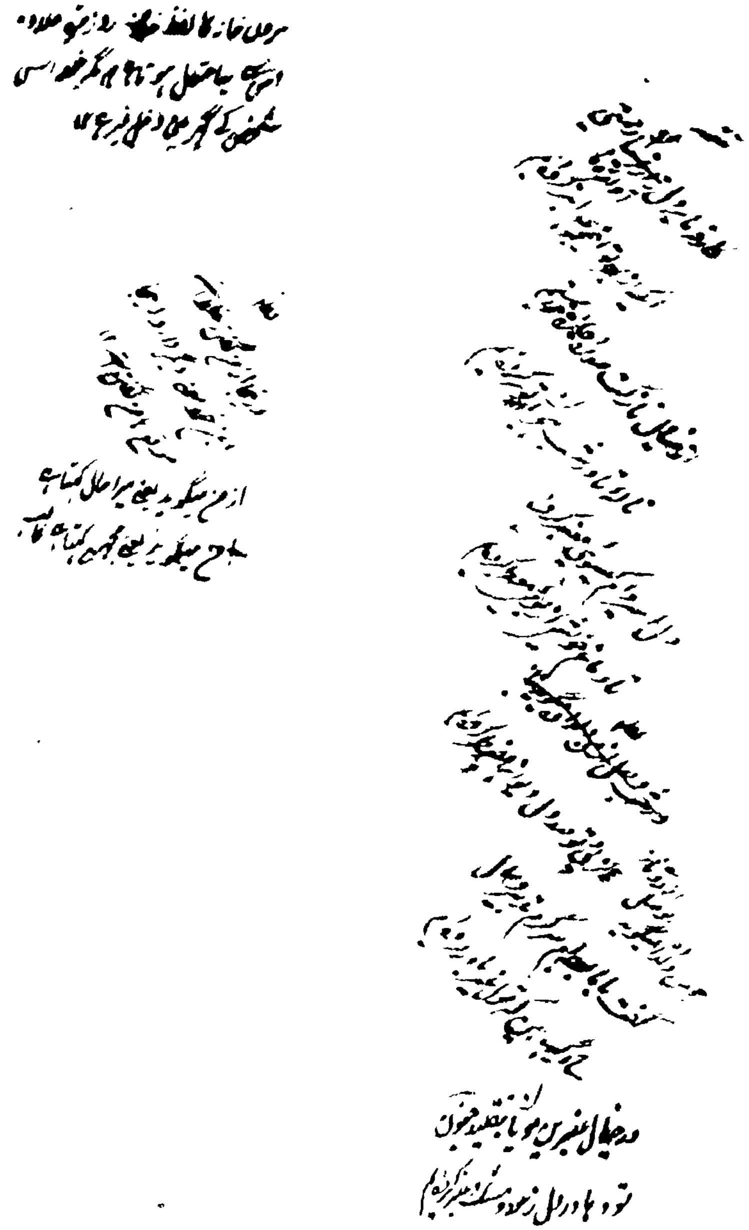
(۱۱)


غضب ہے اگر بگڑتی ہیں تیری بگڑی پر
کوئی بہر اس سے کیا مرتی ہو لٹا بیٹھا
ہزار بار کیا ترک عشق پر مجبور
کہ ہوتا ہی نہیں دل لگا بیٹھا

(۱۲)



(۱۲)



مخدومی و مکرمی مولوی محمد ممتاز علی صاحب

آپکا محبت نامہ پہونچا آپکی خیر و عافیت سے خوشی ہوئی خانہ نشینی میں کچھ کام ہو سکتا

تصنیف جو اگر ہو سکے تو اس سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے مگر کتاب اشاعت خالی

از فایدہ مگر نہ ہو گا ـ تمہاری قسم کی نسبت جو کام ابھی ہو سکے وہ کرنا ہے

پس اب خیال کرو اگر خانہ نشینی اختیار کی ہے تو نہیں معلوم کہ کیا کام اختیار کیا ہے

اندرونی [illegible] سے کچھ نہیں کیا [illegible] پر ریویو ہی ناتمام ہے

اوسکے مسودہ خدا جانے کہاں رکھ دئیے ہیں خود نسیان [illegible]

سید محمود کی طبیعت بفضل الٰہی اچھی ہے مولوی [illegible] سید احمد

(۱۲)

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

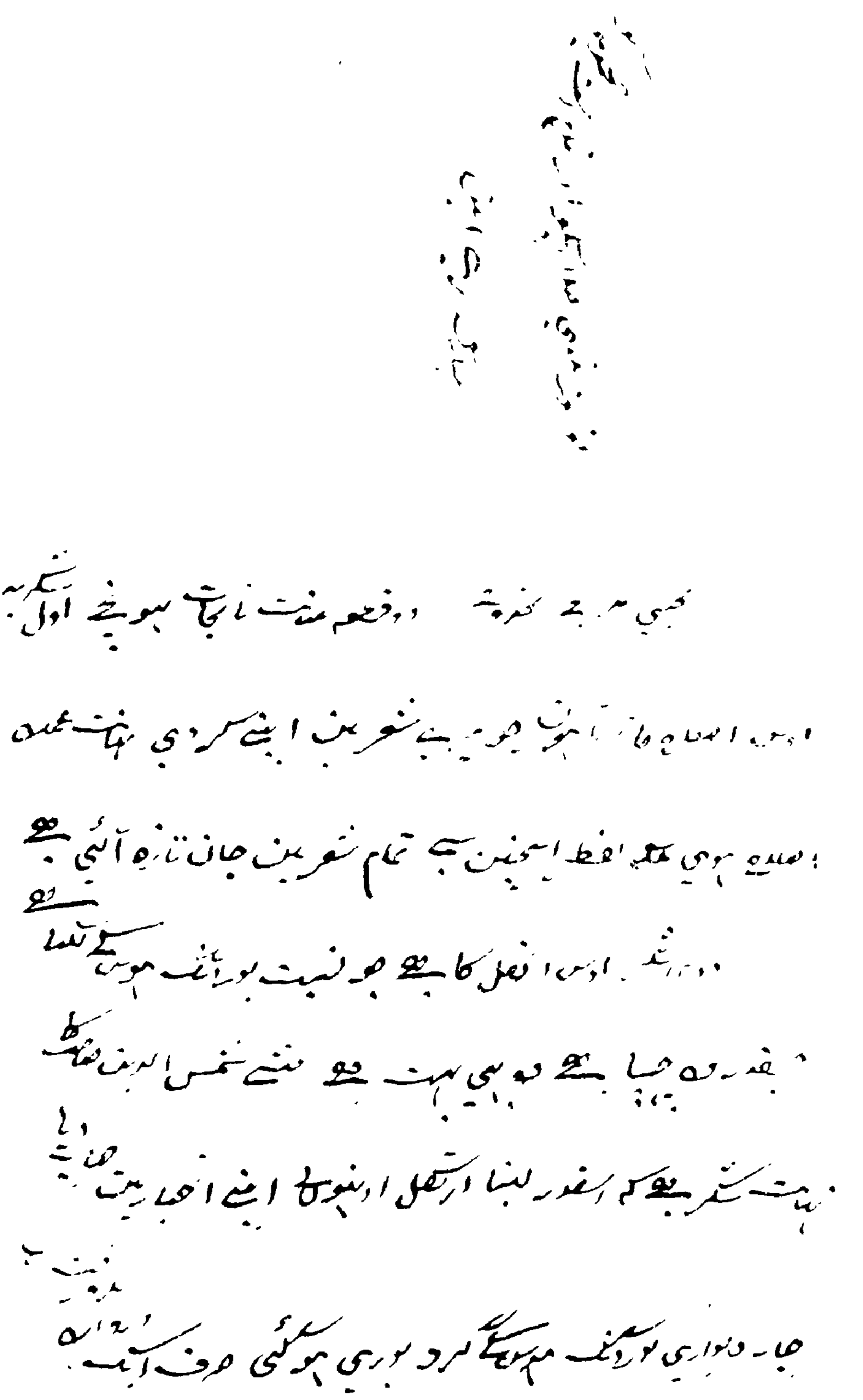
[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

(۲)



حسب معمول بستر پر لیٹا جا رہا تھا اور یہی آرزو تھی کہ اسی وقت عزرائیل آ جائے ... ابھی میں [illegible]

[illegible]

نو ... [illegible]

[illegible] — ... [illegible]

[illegible]

[illegible]

... ایسے دلی دوستوں کو اور ہمیشہ اسلام کے دلی خیر خواہوں کو مسلم

اب ... اوسکے حالات کا علم رہنا ضرور ہے یہ وہ وجہ ہے جس سے

... ہم کو بھی معلوم ہونا ضرور تھا

(نبی) قصص ... حضرت ہود عاد و ثمود صالح حضرت

نشانات ... کیا ہے نفس ... پر خدا ... رکھی (شخصیں)

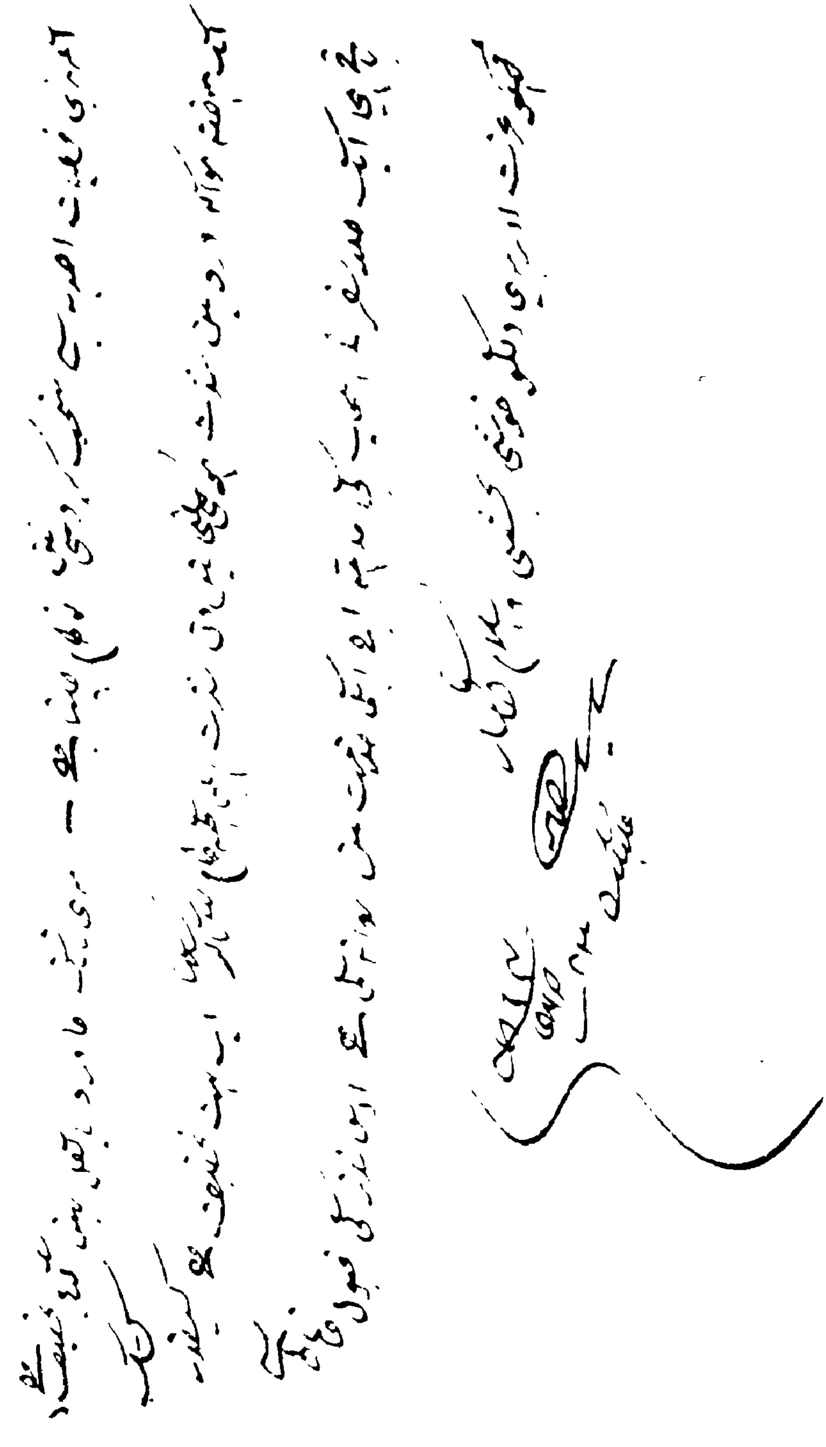
(میں) (سکتے) ... واقفیت ... سکتے

ان ... کی ... ہے ... بالکل

(مسودہ) (اصل) اور ... ایک اور واقف ہے ... ہو گئی

اردو فضلیات احادیث کا کام ہو گیا ہے ... نہیں ہوتا خدا کا

(محمد علی) (صاحب) منشی ذوالفقار علی خان مرحوم نے ... عنایت فرمایا ... اب ...



(۴)

مخدومی و مکرمی مولوی [illegible] صاحب — آپکا عنایت نامہ پہونچا — تفسیر کا کام ابھی

شروع نہیں ہوا ہے تمام و کمال ترجمہ [illegible] کے بعد شروع کرونگا جو تفسیر میں [illegible]

اپنی پسندیدگی [illegible] بہت مزید افزائی کا ہے — حیدرآباد کی [illegible] اپنی [illegible] سبب تعلق

میں [illegible] سال گذشتہ کی [illegible] آیا [illegible]

یہ اضافہ ہوتا اور کی منظوری [illegible] ابھی نہیں معلوم ہوا [illegible] اونکی منظوری ہوئی

دیکر بھیجے — قرآن مجید اور اوسکی [illegible] نقل [illegible]

تصانیف احمدیہ [illegible] رسالہ طعام اہل کتاب [illegible]

اسکے بعد خطبات احمدیہ بھی شروع ہوگی — [illegible]

میں بیمار ہوگیا تھا ابھی تک [illegible] الا فقر

[illegible]

[illegible]

[illegible]

علیگڑھ مدرسۃ العلوم

۱۰ اگست سنہ ۹۶ء

والا جناب۔ عنایت نامہ مع دو جلد تجویز تعلیم مذہبی کے پہنچا۔
اور میں نے کمال اطمینان کی حالت میں اسکو پڑھا۔ سرکاری مدرسوں
یا کالجوں میں تعلیم مذہبی شامل کرنے کا اس سے بہتر کوئی طریقہ
میرے خیال میں نہیں آتا جو آپ نے تجویز فرمایا ہے اور جہانتک کہ
میں خیال کر سکتا ہوں گورنمنٹ کو اسکے منظور کرنے میں کچھ عذر نہ ہوگا
گورنمنٹ کو میرے نزدیک جب سے کہ نیشنل کانگریس کا غلغلہ ہندوستان
میں ہوا ہے ہندوستانیوں کو مذہبی تعلیم دئے جانے کا زیادہ خیال
ہو گیا ہے اگر میرا یہ خیال صحیح ہے تو گورنمنٹ ایسی تجویز کو نہایت
غنیمت سمجھیگی اور اسکو خوشی سے منظور کریگی لیکن جیسا کہ
آپ نے خود آخر میں لکھا ہے مسلمانوں سے بہت ہی کم توقع ہے
کہ وہ یہ دردسر گوارا فرمادیں اور مذہبی تعلیم کے انتظام کو
یا کمیشن منظور کریں اور پھر ایک کمیٹی اپنے [illegible] [illegible]

دوا کرسکا — رہی یہ بات کہ اس قدر قلیل وقت میں
جو مذہبی تعلیم دی جائیگی آیا وہ خرابیوں کا انسداد کر سکیگی
یا نہیں جو انگریزی تعلیم سے متصور ہیں اسکی مجھکو ہرگز امید نہیں
لیکن بہرحال اگر آپ کی حسن سعی سے یہ تدبیر چل نکلے
تو نہ ہونے سے ہونا بہتر ہے اور تعلیم مذہبی کے ساتھ نماز
روزہ کی پابندی کا انتظام کرنا بھی نہایت ضرور ہے
بلکہ اگر میرا خیال غلط نہ ہو تو صرف پانچ وقت کی نماز کا التزام
اُس محدود مذہبی تعلیم سے زیادہ مفید ہے اور محمڈن کالج
میں اب تک جو کچھ مذہب کے متعلق کوئی عمدہ انتظام کیا ہے
وہ صرف یہی ہے کہ وہاں کے طالب علموں کو نماز کی پابندی پر
مجبور کیا جاتا ہے — امید ہے کہ آپ مع متعلقین کے بخیریت
ہونگے زیادہ نیاز خاکسار نیازمند
الطاف حسین حالی

۱۶ اکتوبر

جناب مخدوم و مکرم

بعد سلام و محبت

اس غرض سے کہ گورنمنٹ ـ ندوۃ العلما کی مقاصد سے کافی طور سے
واقف ہو سکے ـ ایک یادداشت طیار کی گئی ہے ـ اسکا انگریزی
ترجمہ مسٹر ـ ارنلڈ کے دستخط سے گورنمنٹ کے پاس بھیجا جائیگا
اصلی اسکا مسودہ آپکی خدمت میں ارسال ہے۔ آپکی دانست میں جہانتک
کوئی امر نا مناسب ہو اسکی اصلاح فرما دیجیے ـ یا اگر آپکی رائے میں اسکا بھیجنا
بالکل ترمیم کے قابل ہو تو آپکو تبدیلی کا بھی اختیار ہے والسلام

محمد علی ناظم ندوۃ العلما

بقلم شبلی نعمانی

از دفتر ندوۃ العلما

ہو المستعان

نواب صاحب عالی جناب

تسلیم

یہ تو میں جانتا ہوں کہ جب سلطنت کا کام ہو تو فرصت کہاں

مگر کیا کروں کہ آپ دریائے فیض اور میں تشنۂ مراد اگرچہ آپ کی

تشریف آوری میں میرا فخر و آبرو ہے ہرج کار سرکار اور صحبت کا

کیا علاج مجھکو حاضر ہونا ضرور اور عرض مطالب ضرور تر متصور ہیں

کیا کروں حیدرآباد داغ کا آنا اور جانا اور پھر آنا نہایت

دشواری ہو رہی ہے جو مجبوری واپس لیگئی تھی مبادا کہ خالی قیام میں رہنا

زیادہ تر کچھ ڈر رہا ہوں اندیشہ شدا اس سبب سے ہوں کہ ہنوز نا بلد ہوں

اہل بلدہ کی طبائع سے یاد آوری اور خلاف عادت سامی ہو کر

مشرف ہو۔ آپکا خلوص منشا یہ کہ کشاں کشاں لے آیا بہت پیار سے

اب بھی محروم ہوں گو عند اللہ کا بھی اسقدر منتظر عرض کرتا ہوں مرا ارادہ پھر حیدر

اور الہ آباد میری ہجرت کثیر بابت ملامت ہوں وضعداری زیادہ

ہم ہر جگہ سرکار عالی وفادار کا امیدوار ہوں کہ حضور بھی اگر دل

رنگ تو اگر جگہ سے مقرر ہوتا تھا جو بعض مرکلہ میرے احباب دوری

جو زمانہ قبل ہمراہ آپ کے وحید کی دستگیری دائمی ہو ہی ہے آفتاب ہنگامی

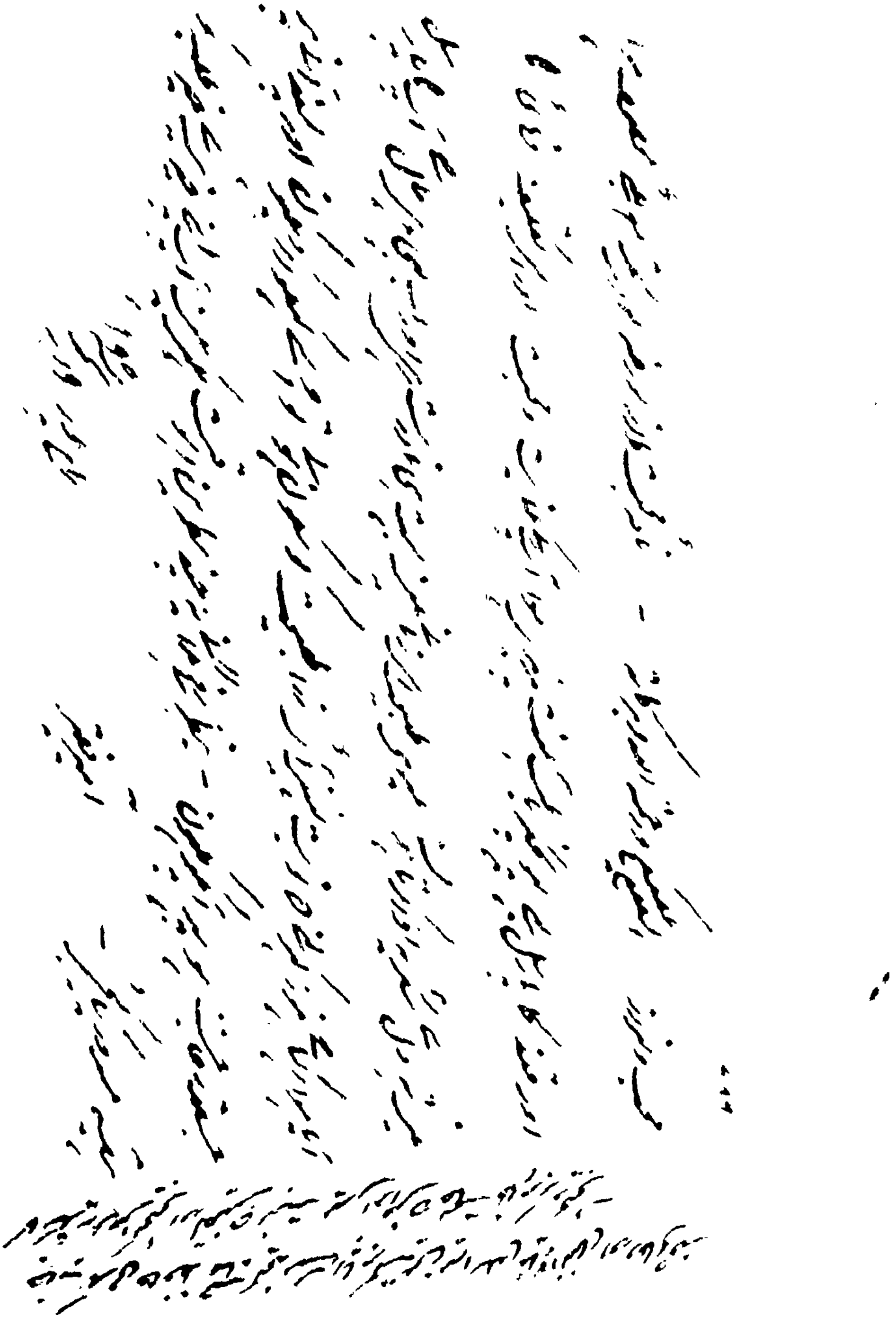
امید ہو پر ہر دلبستگی درگاہ سپرد ہم تو بابا یہ خوش ہو تو دل جسا کم دل بعقد

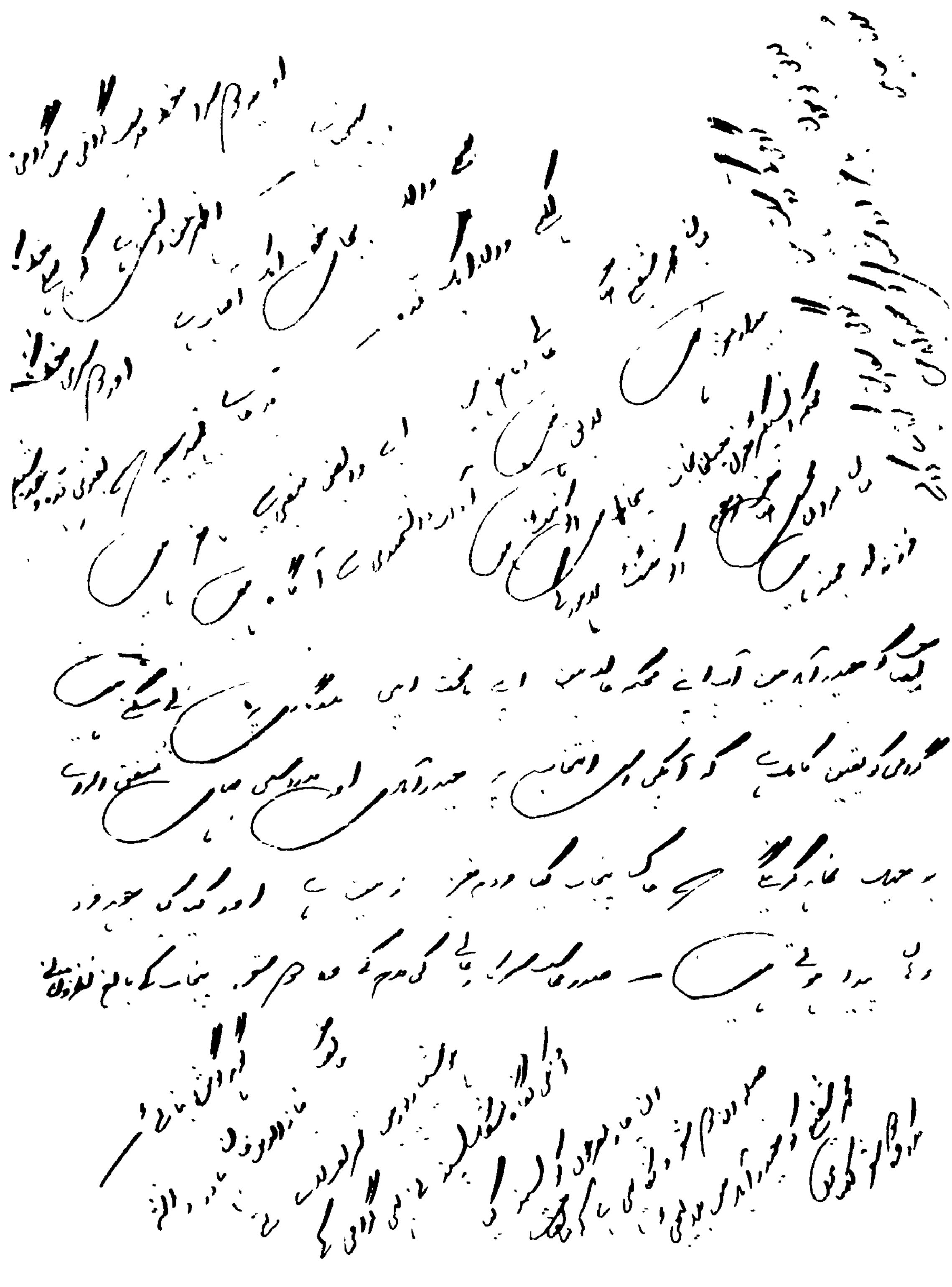
زیادہ زیادہ حسرت کا فرانہ ملاکام ہے۔

ملتمس

داغ دہلوی

۱۵ شعبان ۱۳





خان صاحب - تسلیم عنایت نامے اور تار ملے - بیحد
ممنون ہوں - خط نے قلب پر آپ کی محبت
بھری تحریر کا بہت اثر ہوا اور میں خود علیگڑھ
آکر اس کا شکریہ ادا کروں گا -
میں آج ہی جلد آپ کو تار دوں گا کہ سرکار نامدار کا [illegible]
[illegible]
[illegible] اور میں بھی شریک ہوں - [illegible]

بہت ممکن ہے کہ آئندہ واقعات پر

حکام سے گفتگو ہو۔ اگر صاحب ہو جانا ہے تو اتوار تک

آنے میں التوا کیا جائے۔ اور جو نہایت اعلیٰ کمیشن

سامنے تھا اور میں شہادت دینے کو تیار تھا۔ اس عرصہ میں

شہادت بھی پوری ہو چکی ہوگی جس سے معلوم ہوگا کہ

کن کن امور پر زیادہ زور دیا جاتا ہے۔

لیکن اگر صلح ہو تو میں کل صبح ہی علیگڑھ پہنچ جاؤں

گا۔ اور تار دیا گیا ہے اس کا جواب آج شام تک ملے

اگر ضرورت معلوم ہوئی اور آپ نے یا مولوی صاحب

پریسیڈنٹ کمیشن ہو اس نے تار دیا تو فقیر بھی ہوں

نہایت ہی [illegible] ہوا [illegible] ہوتا۔

نہایت خوشی [illegible] آج شام [illegible] تھا مگر [illegible] ہے۔ [illegible] ایک [illegible]

ہوا تھا جس میں [illegible] خدمت [illegible] ہوتی ہے۔ میں نہیں سمجھتا تھا کہ اس قدر

محنت [illegible] بیٹھے ہیں [illegible] ہوں۔ اس فیصلہ پر تو [illegible] آرام

ہے [illegible] پرنسپل صاحب [illegible] دفعہ سے ایسی [illegible] معلوم ہوتا

اتنی جلدی میں [illegible] ہو سکے گا اور [illegible] اس وقت آ [illegible] سکیں گے

[illegible] ہے [illegible] ہے اور [illegible] کمیشن

[illegible] میں [illegible] انگلینڈ [illegible] ہو [illegible] ہے۔

[illegible] آپ [illegible] اور [illegible] وقت۔ اس [illegible] آپ اس قدر پریشان رکھا ہے

[illegible] کا کام بہت کم ہو گیا۔ [illegible] دیر [illegible] چھپنے کو دیا گیا

[illegible] ہفتہ میں انگریزی کا [illegible] اور [illegible] ہو جائے گا۔ اور [illegible]

[illegible] انگریزی کا [illegible] قیمت [illegible] روپیہ [illegible]

اور [illegible] صاحب کے [illegible] میں ۵۰۰ کا [illegible]

رہتا ہے کہ کانسٹیٹیوشن کو جو مشترکہ کمیٹیوں [illegible] ۔ سر [illegible] آج

[illegible] ۔ اسمبلی میں صرف [illegible] روداد میں [illegible]

[illegible] کانسٹیٹیوشن کے متعلق [illegible] ۔ [illegible]

[illegible] ۔ اور [illegible]

[illegible] اور [illegible]

[illegible]

[illegible]

اور [illegible] آپ کی توقع پر [illegible] خدا آپ کی عمر [illegible]

[illegible] آمین

آپ کا عزیز نیازمند

محمد علی

اللہ اکبر

Tele Address Khilafat

Telephone No. 41706

Khilafat House

LOVE LANE

BOMBAY 10

KHILAFAT

مورخہ [illegible]

[illegible]

برادرم السلام علیکم

حامل ہٰذا احسن احمد میرے سکریٹری حبیب احمد صدیقی کا بھائی ہے طبیہ کالج میں

داخل ہونا چاہتا ہے درخواست دیدی ہے امید ہے کہ آپ اس کی طرف خاص توجہ

کر سکیں گے اور [illegible] نظر رکھتے ہوئے داخلہ و زمانہ تعلیم میں سہولت پیدا

کرنے میں [illegible] کر سکیں گے۔ [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

شوکت علی

خادم [illegible]

بسم الله الرحمن الرحيم

سيدي عمر الله ناديك واسبغ على محبيك اياديك وقهر معاديك
وشفى الله المرضى بنفسك المبارك ولا اراك مكروها طول عمرك
الطويل في من يحبه وتلقى عليه انظارك آمين

بعد ما يجب اهداءه من السلام وتقبيل تلك الايدي العظام
نعرض على سماح مولانا اننا لا نزال نتابع الدعاء له ولابنه
واخيه نسئل الله الاجابة ولا يخفى سعادتكم ان الدكتور
رشيد الدين قد سافر منا بهذا المريض لحالات صدرت منه
فوجه النواب عافاه الله توبيخا حوجب ان يضرب تلك
الليلة تلغرافا الى الكشمير ثم اصبح مسافرا وهذا ثالثة يوم انا صب مسافر
هذا انما اشرت الى بعض القصة وتفصيلها قد اتاك من
اراكين الدولة هذا والسلام على كافة من لديكم من محمد طيب

۲۲ محرم سنه ۱۳۱۹

۱

۱۴ رجب چہارشنبہ

عزیزہ من سعادت

آج میں گلبرگہ میں ہوں جو شام آیا ہوں دن بھر رہوں گا
رات کو یہاں سے روانہ ہو کر کل شام کو انشاء اللہ
حیدرآباد پہونچوں گا — سالار محمد علی صاحب [illegible] صاحب گلبرگہ
حیدرآباد کا عہدہ [illegible] سے [illegible] سے [illegible] لیا
رہ جانا ہوا [illegible] جب حیدرآباد سے تار [illegible] کا [illegible]

والسلام
خاکسار
مشتاق حسین

EDUCATION MINISTER
INDIA

دہلی ۹ ستمبر ۴۷ء

عزیزی تمہارا خط ملا تم نے جو حالات لکھے ہیں ان سے مجھے خوشی ہوئی لیکن میں سمجھتا ہوں اگر تمہارے خاندان کے بزرگ پاکستان جا رہے ہیں تو تمہیں ان سے الگ نہیں ہونا چاہیے۔ تم لاہور یا کراچی میں اپنی تعلیم بہتر طریقے سے جاری رکھ سکو گی۔ والسلام

ابوالکلام

Tibbia College Hospital
Delhi
18/1/1926.

Dr. Keane,

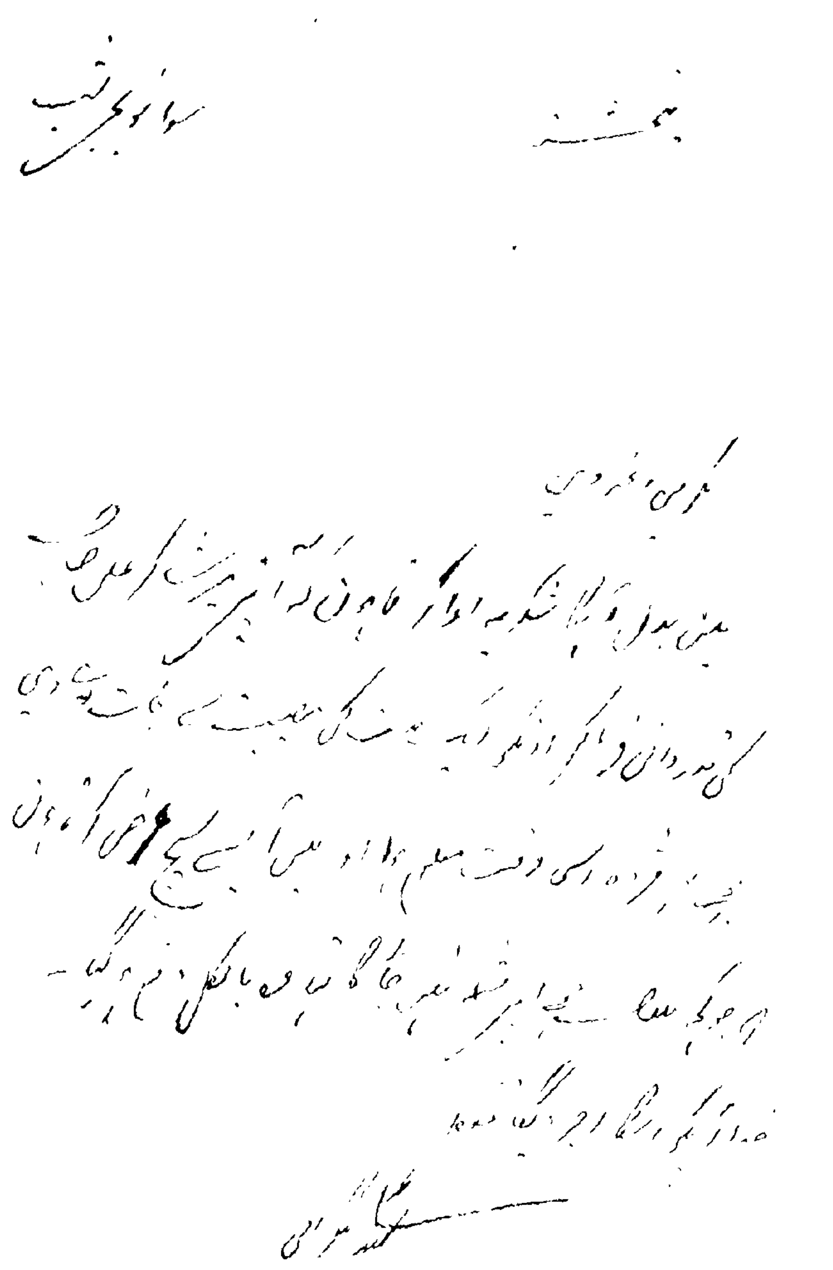
Zamarrat Bi, is a patient whom Hakim Ajmal Khan sahib is very ch interested, as she is connected as an retainer of his family. On his advice I am writing this to you & request to kindly examine this poor woman & s know what is the nature of the ouble she has got & what is your advice an operation is advised would you be ble to take her in the hospital & do the edful. She is a very very poor patient.

With kind regards

Yours sincerely
M. A. Ansari

Honorary Secretary's Office,
M. A.-O. COLLEGE,
Aligarh, 9 مئی 190

[illegible]



مخدوم بندہ

مینے [illegible] صاحب کے [illegible] سید علی [illegible]

کی [illegible] وقت [illegible] اور البتہ [illegible]

اوس کے [illegible] صاحب سے عرض [illegible]

[illegible] ہو ۔ مینے خود [illegible] مناسب نہ سمجھا اور نہ مناسب

سمجھتا ہوں ۔ [illegible] اور اعلیٰحضرت [illegible]

[illegible] صاحب سمجھیں گے [illegible] فرمائیں گے ۔ [illegible] اگر [illegible]

حکم فرماویں [illegible] تو بھی [illegible]

اگر صاحب [illegible] ہو تو [illegible]

[illegible] لکھنے میں ۔

[illegible]

مشفق مکرم والا نامہ پہونچا اس میں آپ نے بخوبی پوچھا

بہت ممکن ہے میں حسب ذیل اعتراضات ہوں

(۱) حسن رخ سے کہ نہ بیچے زلف کس کی سنواریگا؟

(۲) بجھو کر کاجل بنا رہے شمس رسالت کا جل بھی کوئی؟ اسلام کا کاجل (معاذ اللہ) تمثیل

کے بعض اسلام کی زلف اسلام کو نسبت صبغۃ اللہ سے ہے تو ضمیر کا مرجع

مشکوک و مشتبہ ہوگیا

(۳) اسی طرح خاص شب نبی میں صرف معرفت ہی کا کاجل بعثت نبوی ہوئی

یہ مراد موجود کیسے ہیں بعثت نبوی سے پہلے ہوگا۔ یا اسلام کا کاجل بنا کر

مشرکین کی آنکھوں میں لگا دیا گیا اور کاجل بنا کر معرفت ہی کو بنا کر

مشرکین اس کے بعد سب دعائیں نجوم کی طرح چمکتی ہیں اور شگوفے معلوم کا

تمام انسان خرق العادت ہیں۔ اس مضمون کو اس عبارت میں ادا کرنا چاہیے

تھا — آشفتہ سے خفا ہونا ہی نہیں۔ آپ اور ملو معلوم ہے کہ

زیادہ سے زیادہ اپنے وطن کے لئے آشفتہ یہاں نہیں ہیں ورنہ

لکھوا دیتا جو کہ عالم معمول میں اس لئے ان کا نام ہے ایجاد تو ورنہ کا

خوف اگر ہو تو کسی دوسرے نام سے چھپوا دیجئے آپکا مشکور ہوں

ہوگا جو میرے لئے ہے

عزیز

کیمپ زیدپور
ضلع بنکی
مورخہ ۲۲ نومبر

مکرم بندہ تسلیم

محبت نامہ موصول ہوا۔ میں محجوب ہوں کہ آپ میری وجہ سے
ایسے الفاظ اپنی نسبت تحریر فرماتے ہیں۔ مجھے سخت ندامت ہے۔
آپکا اظہار ندامت آپکے حسن اخلاق کی دلیل ہے۔ میں آجکل
دورہ پر ہوں اور ۱۵ جنوری تک میری واپسی ہو جاوے گی۔ اغلب ہے
کہ فروری میں میں لکھنؤ حاضر ہوں۔ تب آپ سے الہ آباد دوں گا
اور در دولت پر حاضر ہوں گا۔ آپکو لکھنے کی ضرورت نہیں ہے
مہیا کرنے پر چیزوں کی ضرورت تھی۔ اگر عارضیاً مل جاویں تو میں ممنون ہوں
مشہور اساتذہ اردو (مثلاً میر۔ سودا۔ مصحفی۔ ذوق۔ آتش۔ ناسخ۔ حسن
وغیرہ) کی تصاویر کی تلاش درپیش ہے اگر آپکے علم میں ہوں یا جو صاحب
میری امداد کر سکتے ہوں تو انکا نام پتہ مجھے مطلع کیا جاوے۔
باعث شکر گزاری ہوگا۔
آپکی محبت کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ آپکی قدر [illegible]
دور رہنا ہم لوگ ناگزیر ہیں افسانہ گزرا ہے۔

نیاز مند
رام بابو سکسینہ
(ڈپٹی کلکٹر)

میرے پیارے آزاد — ریاض خود کو خوش نصیب صرف آپ کی وجہ سے سمجھتا ہے

خدا کرے ایسا ہی ہو — آپ میری تعریف میں اگر میرا یہ شعر پڑھ دیں گے تو مجھے ندامت ہوگی

وہ عروسِ خوابِ خواہش خلد [illegible] جنتی ہے —

جنت میں مجھے پہنچا کر دینی خدمت انجام دی ہے — اب [illegible] دنیا بھی جا دیکھیں

آپ نے خط میں تحریر فرمایا کہ عالی جناب کنور کرشن چند جی پرتاب نرائن [illegible] کی

اسم گرامی پر [illegible] مترجم دیوان کا [illegible] نیز [illegible] جناب [illegible]

کہ ممدوح کا اسم گرامی مہاراجہ [illegible] ہے — ممدوح کا اسم گرامی بالفعل اس وقت خاص میں [illegible]

چاہیے — یقین نہیں زیادہ دن تکلیف دنیا میں جانا — اسکو کہ خدا جا رکھے ریاست ہزار ہا روپے کی

پرورش فرماتی ہے — بہر حال [illegible] کہ آپ میرا [illegible] حضرت [illegible] اور بھی ممدوح

کو [illegible] خود [illegible] کریں — ریاض سے [illegible] کی بابت [illegible] امید ہے کہ [illegible]

راقم

[illegible] ریاض [illegible]

[illegible] دفتر ترجمہ — خیرآباد [illegible] — ۱۵ فروری [illegible]

دار المصنفین اعظم گڑھ

نمبر ۶۰۸ مورخہ سنہ ۱۹۳۹ء

مکرم السلام علیکم

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۱۶ جون کا جواب ۲۳ جولائی کو دیا
ہرچند یہ بھی اخلاق سے دور ہے، مگر چند سال سے یہ عجیب شیوہ ہے کہ
زمانہ ایسے گرمیوں کے کسی کو ۲۵ مئی کے بعد جو خطوط مدینہ کی
رعنائیوں سے خالی ہوں، چنانچہ ہم لوگ ۱۵ جولائی تک رہیں گے اور
اسی اثنا میں عنایت نامہ آیا۔
مشرقی صاحب کے تذکرہ پر تبصرہ میں نے لکھا تھا، جو زمیندار میں
چھپا تھا، اور آخر میں مولانا قاسمی صاحب چند رسالوں کے ساتھ اس
مضمون کو بھی چھپا رہے ہیں، ان سے طلب فرمائیے۔ میرے پاس نہیں
یہ صاحب سرسید سے بھی آگے ہیں، اور ان کے تذکرہ کا فلسفہ
ایسی جہالت کی بنیاد پر قائم ہے، جس کا ڈھانا ہر سمجھدار مسلمان کا
فرض ہے، باقی مسلمانوں کی عسکری تنظیم کے نقطہ سے ہم خلاف
نہیں، سطح ذہنی ساکن ہے، نہ اسی حرکت سے اگر نہ پیدا ہو کوئی
تو کوئی تنظیمی قوت جو غیر انتدادی عسکریت پر مبنی ہو، بھی
ضروری ہے۔

والسلام
سید سلیمان
۲۳ جولائی سنہ ۱۹۳۹ء

شملہ

[illegible]

[illegible]

[illegible] صاحب [illegible]

السلام علیکم - آپ کا [illegible] صدر [illegible] تقریر [illegible]

کہ اخبار میں [illegible] کسی قدر اختصار [illegible]

[illegible] مگر اخبار [illegible] چھپی [illegible] ۲۶ [illegible]

[illegible] عنقریب [illegible] ہو جائیں گی -

مجھے [illegible] کہ آپ [illegible] دونوں [illegible] دیکھے -

[illegible] عرض کرتا ہوں - اور [illegible]

مگر [illegible]

[illegible] - اگر [illegible]

[illegible] - [illegible] اس قدر [illegible] ہیں -

[illegible]

[illegible]

میں زمینداری رکھتے ہیں ۔ [illegible] جگہ اُن سے جو [illegible]

ہوتے ہیں ۔ وہ جب تک ان سب کو خیر باد نہ کہیں ۔ وہ ملک میں کوئی

سعی نہ کر سکتے ۔ اور اس قدر [illegible] نہیں کر سکتے ہیں ۔

بہت بااثر ہیں ۔ [illegible] کی نسبت آپ خود جانتے ہیں ۔ [illegible]

بہت بوڑھے ہیں ۔

نورالدین بے صاحب کا حال ہے کہ مجلس انجمن [illegible] کا ذکر آپ نے

مسٹر [illegible] سے جو [illegible] ہو کر [illegible] گیا ہے ۔ [illegible]

نے بہت [illegible] افسوس ظاہر کیا ۔ اور کہا کہ ہم ہرگز [illegible]

سے یہ توقع نہیں رکھتے ۔ کہ وہ [illegible] کی مخالفت کی [illegible]

کا کام ہے کچھ اثر ہونا دور ۔ اور کہ [illegible] اور [illegible]

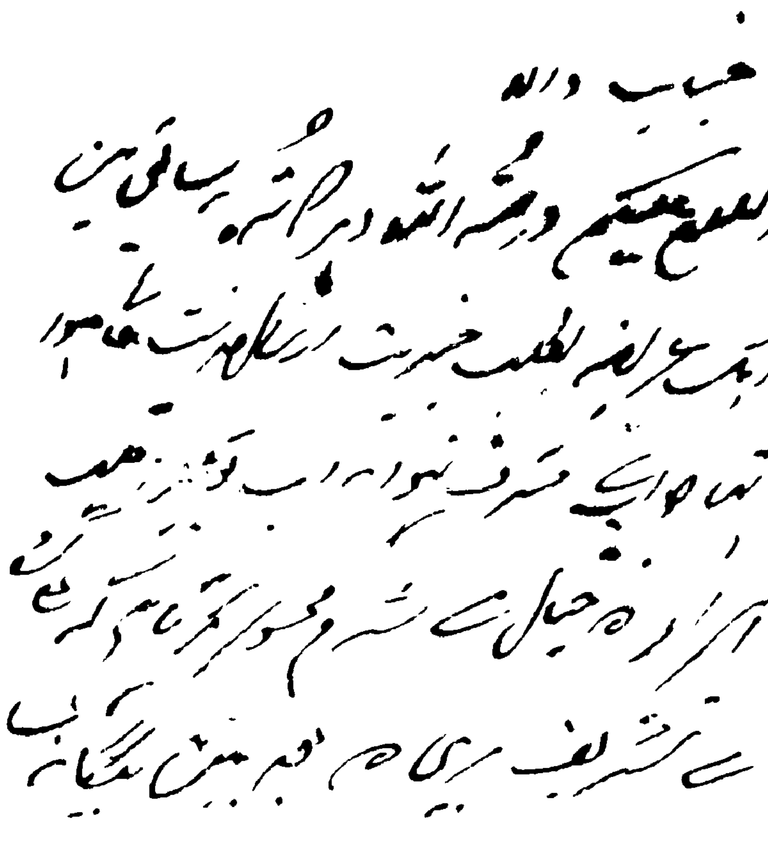
کو نورالدین بے [illegible] کو [illegible] ہیں ۔ [illegible]

بہتر ہونا چاہیے ۔ [illegible] انجمن [illegible] کر دیا ہے

[illegible] لکھا گیا ہے ۔

زیادہ حد ادب

بندہ عبدالقادر



حبیب والا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] ۱۹۱۳ء

اورنگ آباد دکن
۳ جون ۳۲ء

مولوی محمد تقی صاحب سلمہ اللہ — تسلیم

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ جس کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔
حقیقت یہ ہے کہ مجھے بہت ملال ہے۔ میں اپنے قصور کا
اعتراف کرتا ہوں [illegible] اس پر نادم ہوں۔ [illegible] اب
اردو آپ کی خدمت میں بطور خادم رہے گا۔
آپ نے اردو زبان کی جو خدمت کی ہے [illegible]
پابندہ دیا ایک عظیم کا کام لغت میں [illegible] امید ہے کہ آپ
میرے اس خط کو معاف [illegible] فرما دیں گے۔
میں آپ کی خدمت میں [illegible]

ہو سکتی ہوں۔ بلکہ آپ بنظر تنقید و اصلاح ملاحظہ
فرمائیں اور بعد تامل دل کھول کر اس پر نکتہ چینی کیجئے۔
مجھے اور خود احباب کی صحبت میں بہت مسئلہ سمجھائیں
یہاں مدعا یہ ہے کہ طبع کے پہلے اس لغت کے دیکھنے
جو تنقید یں وصول ہوں گی انہیں ایک مجلس میں
تنقید کے لئے پیش کروں گا اور اس کے بعد طبع کرایا
کیا جائے۔ آپ کو جو الفاظ قابل اعتراض معلوم ہوں
ان کو الگ درج کیجئے اور کوئی بہتر لفظ آپ بتا سکیں
تو اسے لکھ دیجئے میں بہت ممنون ہوں گا۔ اور
جس کسی کو آپ اس قابل خیال فرمائیں تو اس سے بھی
مشورہ کیجئے یا چند صاحبوں کو آپ جو دیکھیں ان کو
لکھیے کہ مسئلہ سمجھایا جائے گا۔ مجھے اس امر کا
افسوس ہے کہ جن جن صاحبوں نے پہلے سے استفادہ کی

انھوں نے بہت کم اس طرف توجہ کی۔ مجھے
امید ہے کہ جناب ضرور اسے بنظر استحسان
ملاحظہ فرمائیں گے۔

آپ سے ملنے کو بہت جی چاہتا ہے
اگر موقع ہو تو ضرور حاضر ہوں گا۔

خادم

عبدالحق

NMJ966.97/73

[illegible]

[illegible]

بجواب عنایت نامہ کہ برخوردار عزیز تر از جان
مولوی مشتاق احمد سلمہ کی تعلیم کے متعلق مذکورہ صدر
خدمات کا بجا لانا تہ دل سے منظور ہے ۔
میں اپنے فرائض ایمانداری اور توجہ اور دلدہی سے
انشاء اللہ تعالیٰ بجا لاؤں گا ۔
لہٰذا اپنی رضامندی کی یہ تحریری اطلاع دیتا ہوں ۔

بصد آداب

Abdurrahman

کمترین
غلام غلامان
عبدالرحمٰن بجنوری (سیوہاروی) بیرسٹر ایٹ لا
بقلم خود

قبلہ و کعبہ من   بعد لوازم عبودیت اینکہ ۔ کتاب تہافۃ الفلاسفہ

مع عنایت رسالہ ہائے دیں ۔ بہت جلد واپس کردوں گا ان شاء اللہ ۔

اور الف ، لام کے وہ معنی ہیں جو مولوی صاحبان سمجھا کرتے ہیں ۔

بہت دنوں سے حضور نے رسالہ مشکوٰۃ الانوار نقل کی تھی ۔ وہ بہت غلط تھی

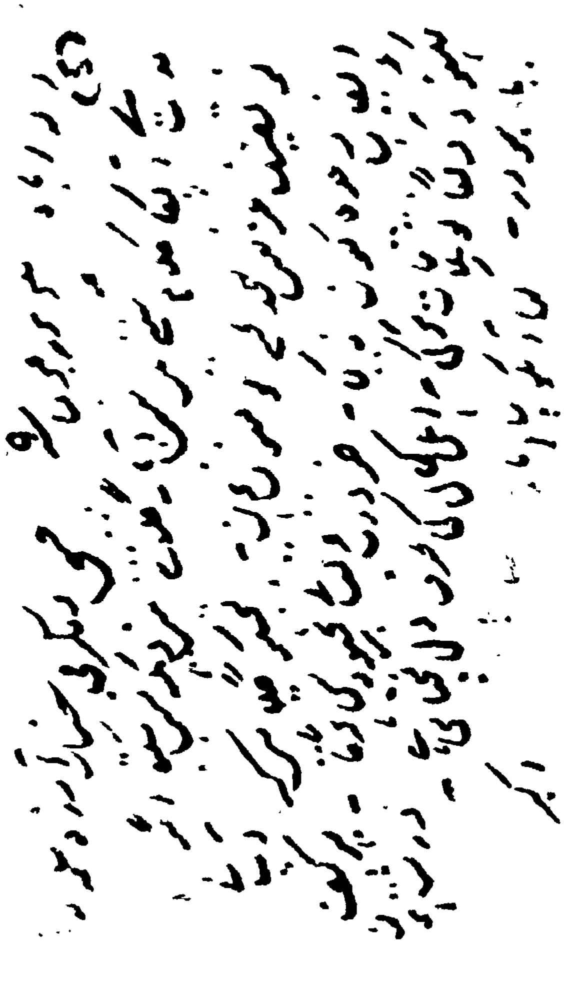
اوسکی تصحیح حتی المقدور کر لی گئی ہے ۔ اگر اب تک حضور کو اور کہیں سے

نہ ملی ہو تو میں بھیجوں ۔ والسلام مع الاکرام

بہتر ہو کہ حضور ایک رسالہ بشارات پر بھی لکھ دیں ۔

حضور کا خادم

ممتاز علی



رام پور اسٹیٹ - یو - پی - کوٹھی شیش محل [illegible] انڈر سکریٹری — [illegible] سنہ ۱۹۱۹ء

کرم فرمائے من حضرت [illegible] صاحب [illegible] تسلیم [illegible] آپکا [illegible] ہوا ۔ خدا
آپکو [illegible] میں آپکے [illegible] منتظر ہوں
[illegible] آپ [illegible] میں [illegible] نہیں [illegible]
[illegible] کا کام [illegible] کی [illegible] اور [illegible]
[illegible] اور [illegible] مصحفی صاحب [illegible]
[illegible] مصحفی صاحب نے [illegible]
[illegible] مولوی [illegible]
[illegible] مصحفی صاحب [illegible] آپکا [illegible]
[illegible] باتوں [illegible]
[illegible] اس میں مصحفی صاحب نے [illegible]
[illegible] مصحفی صاحب نے [illegible] ارشاد [illegible] دونوں [illegible]
[illegible] مصحفی صاحب نے قابل داد [illegible]
[illegible] آپ میں [illegible] مصحفی صاحب کو
[illegible] آپ [illegible] نہیں [illegible] اگر [illegible] ہوتا ۔
[illegible] آپ [illegible] نہیں ۔ [illegible]
[illegible] اور [illegible] مجھے [illegible]
[illegible] ارشاد [illegible] واللہ ہے [illegible]
[illegible] نہیں [illegible] ارشاد [illegible]
[illegible] اور [illegible]
[illegible] مصحفی صاحب [illegible]
[illegible] میں [illegible]

آپکا [illegible] —— احمد علی شوق ـ قدوائی

۴۸۶/۹۲

حامد حسن قادری

ناظم آباد۔ نمبر ۳ میدان
~~جہانگیر روڈ~~
کراچی-۱۸

۲ر جون ۵۶ء

جناب مکرم شیخ محمد اسماعیل صاحب پانی پتی   السلام علیکم

نقوش کا دو رجون میں آپ کا مضمون پڑھا۔ بہت خوب لکھا ہے
میری معلومات میں اس سے بڑا اضافہ ہوا۔ پہلے اس مضمون کا ترجمہ آغاز میں
داستان امیر حمزہ کا ذکر اردو ایڈیشن میں (جو آج کل چھپ رہا ہے) اس کا
نام لیا۔ اور آپ کا حوالہ بھی شکریہ کے ساتھ دیا۔

لیکن مہربانی فرما کر میں ترجمہ قرآن مجید کا نمونہ میں رکوع ۱۴
لکھ دیں سورۃ بقرہ رکھا ہے اور صحیح لکھا ہے۔ آپ نے ذرا اس سہو پر نظر
نہ ڈالی ہو۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ پارہ کا رکوع کا شمار الگ ہوتا ہے اور
سورت کا الگ۔ مثلاً ولو اننا میں پارہ کا رکوع ۳ درج ہے۔ میں نے
سورۂ انعام کا رکوع ۱۴ لکھا ہے۔ قرآن مجید میں اس طرح پارہ اور رکوع کا اختتام
اس طرح ظاہر کیا گیا ہے — ع ۱۵/۲ ۔ یعنی سورۂ انعام کا رکوع۔ پارہ ۸ کا
نمونہ داستان کا صفحہ ۵۶ پر اس طرح حوالہ لکھا ہے: —

پارۂ ہشتم ولو اننا سورہ انعام رکوع ۱۴

اگر سورۂ انعام نہ لکھا ہوتا اور پارہ کا رکوع ۱۴ لکھا جاتا تو صحیح بات کہ رکوع
سمجھ جاتا۔ اب سورت کا رکوع ہوا۔

آپ سے کبھی ملاقات نہیں ہوئی۔ اخبار میں لکھئے۔ اگر اجازت ہو

تو کبھی خود ملنے کی کوشش کروں گا۔   والسلام

احقر حامد حسن قادری

۲۴ میسن روڈ لاہور
یکم جولائی ۱۹۵۱ء

مکرمی السلام علیکم۔ عنایت نامہ کا بہت
بہت شکریہ۔ اگر ممکن ہو سکے تو آپ کتاب ذیل کے
ابتدائی بیس ورق کی نقل مجھکو ارسال فرماویں۔ کتاب کا
نام حال نامہ بایزید انصاری ہے اور مصنف کا نام علی محمد بن
ابی بکر قندھاری۔ قلمی نسخہ سبحان اللہ خاں کی مخطوطات میں
شامل ہے اور مسلم یونیورسٹی کے کتاب خانہ میں موجود ہے۔
براہ کرم مطلع فرماویں کہ یہ نقل کتنے پیسے پا کر بھیج سکیں گے۔

مجھکو یہ سن کر خوشی ہوئی کہ آپ نے التتمۃ کو کئی
مرتبہ پڑھا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کتاب کا نیا ایڈیشن جو
مصر میں چھپا زیادہ بہتر ہے۔ انہوں نے جلد اول کے ساتھ میری تحقیق
و تصحیحات بھی برابر میں طبع کیں مگر غالباً کاغذ کی گرانی کی وجہ سے
دوسری اور تیسری جلد میں یہ نہ کر سکے۔

ضمیمہ اورینٹل کالج میگزین ابھی تک میری ادارت میں شائع ہوتا ہے۔
شیرانی مرحوم کے شاید دو تین خط میرے پاس ہوں۔
شاید آپ کو یہ معلوم ہو کہ لائیڈن انسائیکلوپیڈیا آف اسلام
میری زیر ادارت اردو میں منتقل ہو رہا ہے۔ والسلام محمد شفیع

پاکستان ٹائمز [illegible]

۲۱ جون ۵۲ء

سیدی و مولائی! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

ابھی آپ کا کارڈ ملا۔ اگرچہ یہ بھی ملتا تو بھی میں یہ خط ضرور لکھتا۔ ہاں

... البتہ یہ تو بعد میں عرض کروں گا پہلے آپ کے صحیفہ گرامی کا جواب عرض کر دوں۔

... کہنا تو درست ہے مگر بزرگوں سے صدمات ہیں والی بات اسلئے درست نہیں ہے کہ ابھی بھی آخر دریا بادی

... دوسری بات یہ ہے کہ آپ کے پاس میں پہنچ جاتا تو بیڑہ پار ہو جاتا اور انکے پاس پہنچ کر دریا برد ہو کر رہ گیا۔

... کا فاصلہ واقعی کم ہے۔ مگر پاؤں میں مہندی نہ سہی بیڑی ضرور تھی۔ ہوائی جہاز سب ساتھ تھے

... ساتھ سفر انگریزی کا Suffer ہوتا ہے۔ یہی حال ... کا ہے کہ ... ہو کر جب ...

... لکھنؤ نکلتا ہے ... بڑے مزے فرماتی ہیں کہ ۳۰۔ وہ گلیاں یاد آتی ہیں جوانی جن میں کھوئی ہے؟

... لکھنؤ کیلئے رخت سفر باندھتا ہوں وہ بھی اس ڈر سے ساتھ ہو جاتی ہیں کہ کہیں یہ نامراد وہ جوانی پھر نہ

... اب آپ ہی فرمائیے کہ اس پورے قافلہ کو لیکر میں کیا دریاباد آتا۔ آپ سے کونسا باپ مارے کا بیر ہے

... پر یلغار کرتا۔ اس عتاب سے تو خیر یہ تکلیف دہ مذاق ہو سکتا ہے مگر زیادہ معذرت ...

... عرض کر دوں جو مجھ سے یہ خط لکھوانے والی تھی۔ لکھنؤ میں عزیز محترم حکیم عبد القوی صاحب نے ازراہ کرم تحفتاً

... عنایت فرمایا۔ میں نے اسکے مطالعے میں وہی بے صبری دکھائی جو روزہ دار افطار کے وقت دکھاتے ہیں۔ اس

... ہی دوسرا ہے۔ میں نے زندگی بھر آپ کو اتنا نہ ہنسایا ہوگا جتنا آپ نے مجھکو رلایا۔ جی چاہتا تھا کہ تحفتاً

... میں ایسے ہی آنسو انکے قدموں پر نچھاور کرتا۔ اس کتاب کے صفحہ ۱۸۵ تک ایک عجیب کیفیت طاری

... یہ دیکھ کر طبیعت سخت بے مزہ ہوگئی کہ بجائے صفحہ ۱۸۲ کے بعد ۱۸۲ اور ۱۸۳۔ شروع ہو گیا اور

... بعد ۱۸۹۔ گویا دو صفحے ۱۸۶۔ اور ۱۸۷ غائب ہیں۔ معلوم نہیں یہ صرف اسی نسخہ میں ہوا ہے یا سب

... ہوا ہے۔ بہرحال جلد ساز کو ابھی میں نے یہ کتاب نہیں دی ہے

... مراد پوری ہوا اور یہ بھی امید ہے کہ میرے دریاباد نہ پہنچنے کی شکایت بھی اب باقی نہ ہوگی۔ ان شاء اللہ اگلے سفر

... میں ہو جائے گی۔

آپکا شوکت تھانوی

Meerza Yagana Changezi
250, Sultan Bahadur Street
Kazmain, Lucknow
8/6/49

پیارے عزیز سلامت رہو

بھئی اب تو میں لکھنؤ واپس چلا اگرچہ گھر بار وہیں [illegible]
بات یہ ہے کہ تمہاری والدہ پر بہت سختیاں گزر رہی ہیں
میری پنشن وہیں بند رہی۔ لڑکے نوکر ہو رہے ہیں مگر
افسوس کی بات ہے کہ بہت کم توجہ کرتے ہیں۔ ——
میرے واپس آنے کا یہ سبب ہے کہ کرایہ مکان دو سال
کا Rs 240/- کا سخت تقاضا ہو رہا ہے ابھی [illegible] جولائی تک
مہلت مانگی ہے۔ [illegible] معلوم نہیں وہاں [illegible]
کیونکر [illegible] حالات بالکل [illegible] ——

کشمیری محلہ - لکھنؤ
۱۵ مئی سنہ ۵۷ء

مکرمی - تسلیم

خط کا شکریہ - کسی کتاب کا مقدمہ لکھنے کے لئے پوری کتاب
ظر کے سامنے ہونا چاہئے - چند اشعار کی بنا پر کچھ لکھنا میرا ضمیر
را نہیں کرتا - میری تجویز ہے کہ اشاعت کے بعد اگر جب تک
ندہ رہے تو ریویو لکھکر آپ کے پاس بھیج دوں گا - اگر آپ
سب سمجھیں گے تو کسی رسالے میں ~~چھپنے~~ چھپنے کے لئے بھیج دیں گے -

نیاز مند -
اثر

مہندی باغ۔ ٹونک راج۔

برادر محترم! تسلیم۔ محبت نامہ پہنچا۔
ممنون التفات ہوں۔ "پرواز" اب رومان
ہی کے نام سے نکلے گا۔
ڈائری فوراً بھجوائیے۔

والسلام
آپکا
اختر

۴۵

ہزار دل
۱۲ر دسمبر سنہ ۱۶ء



اب جفا سے بھی ہیں محروم ہم اللہ اللہ
اس قدر دشمنِ اربابِ وفا ہو جانا

حضورِ اقدس! ہدیۂ محبت قبول ہو۔

اس سے قبل دو خط ارسالِ خدمت کر چکا ہوں، میری بدقسمتی کہ دونوں لاجواب رہے
کس منہ سے شکایت کروں کہ خود قصور وار ہوں ؎

تم سے بے جا ہے مجھے اپنی تباہی کا گلہ
اس میں کچھ شائبۂ خوبیٔ تقدیر بھی تھا

ہاں! عفوِ قصور کا طالب ہوں ؎

لطف مجرم پہ بھی جانا کوئی دستور نہیں — ہاں ترے عہدِ زندگی سے مگر دور نہیں
تم جو مشتاقِ سزا کے، تو کرو یا نہ کرو — اپنے قابو میں تو ہے یہ دل مجبور نہیں

خدا شاہد ہے، آپ کی عدم توجہی سے میری حالت تباہ ہے جس کا صرف دو ہی علاج ہیں ؎

دو ہی چارے ہیں یا ترکِ محبت، لیکن
اس پہ راضی نہیں تم، یہ مجھے منظور نہیں

آہ! بس مایوسی!

ہائے! اگر آپ کے تغافل و استغنا کی یہی شان قائم رہی تو یاد فرمائیے گا ؎

جان دے دیں گے کوئی الفت میں تو کچھ دور نہیں

خدا کے لئے، جواب دیکر میری حالت سنبھالو، اتنا ہی لکھ دو کہ خطوط مل گئے، جرمِ محبت معاف کر دیا گیا ——— اور ——— اور

یہ بھی نہ کر سکو تو ؎

تمنا ہے تم اپنی تیغ کر دو
ہمارے جان کے پیچھے پڑے ہو

بہت بیتابی میں مجبور ہوں اس لئے کچھ نہیں لکھ سکتا، جبراً ختم کرتا ہوں، مگر تمہارے لطف و نگاہِ مرحمت کا امیدوار ہوں ؎

تیری نگاہِ کرم اللہ دل نوازی ہے

بدستور مہجور
"دلگرفتہ"

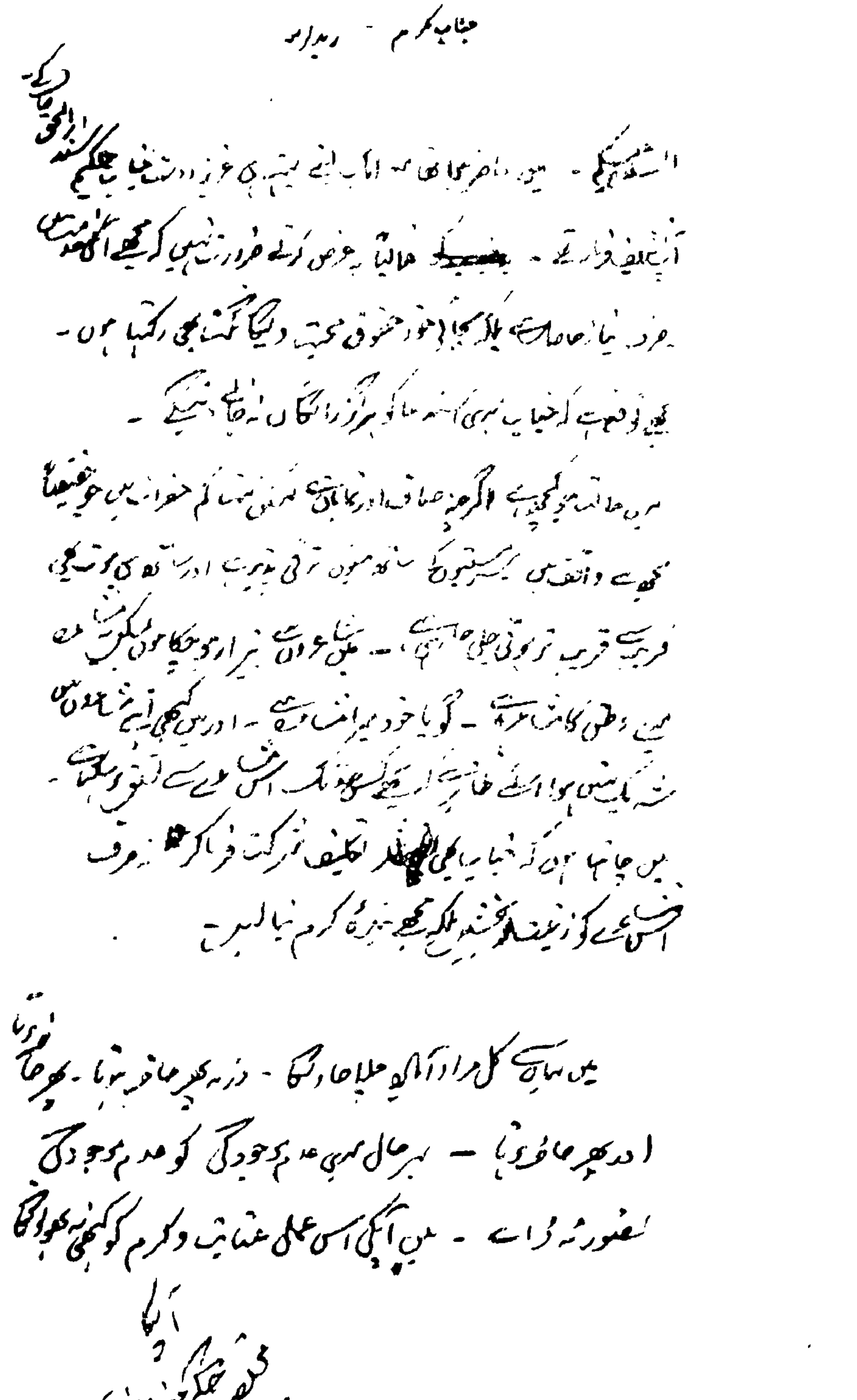
[illegible]

حیدرآباد — [illegible] ۲۰۴

مورخہ ۱۸ مئی سنہ ۴۰ء

عزیزم سلمہ اللہ

ایک خط تمہارے دوسرے خط کے جواب میں بھیج چکا ہوں پہنچا ہوگا
اگرچہ اس خط میں مجھے کوئی خاص بات مزید عرض کرنا نہیں لیکن مقصود یہ
کہ پھر بھی ہو کہ بہت مضطرب ہوں جی چاہا کہ پھر کچھ لکھوں
نوبت ختم ہو کر درجہ آمدنی رقمی بند ہو چکا تھا
میرے گھر میں بیمار ہوئیں اور آٹھ ماہ اور کچھ دن بیمار رہ کر رخصت
ہو گئیں۔ ایک ستارہ سے کشش پر نشاط دیکھا کرتا تھا اور با این ہمہ
میرے قیام حیدرآباد کا بظاہر کوئی سبب ہو سکتا تھا یہ سبب بھی
جاتا رہا یعنی ۱۳ اپریل سنہ ۴۰ء کو موصوفہ کا انتقال ہوگیا اب
معقول تو معقول کوئی نامعقول وجہ بھی یہاں کے قیام کی باقی نہیں رہی
نامعقول اس لئے کہتا ہوں ۱۸ سال [illegible] سے تنہا میری کوئی امداد
کرنے سے معذور ہو گئے تھے۔ خدا کی مرضی یہی تھی۔ اب ہونا تو یہ چاہئے تھا
کہ میں اب تو حیدرآباد فوراً چھوڑ دیتا مگر کیا کروں کہ ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے ہیں۔ کچھ
سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں ایک ایک لمحہ کا قیام سخت تکلیف دہ ہو گیا ہے علاوہ بریں
ذلت و رسوائی کا باعث ہے۔ یہاں کے لوگ منہ پر نہیں تو دل میں کہتے ہیں اور اچھا تو منہ پر بھی
[illegible] تمام کیجئے [illegible] زیادہ [illegible] فانی



جنابِ مکرم - زید کرمہ

السلام علیکم - میں حاضر ہوا تھا کہ آپ اپنے بیٹے عزیز [illegible] کی شادی [illegible]

آپ تشریف فرما نہ تھے - حالانکہ یہ عرض کرنے کی ضرورت نہیں کہ مجھے اکثر [illegible]

خود اپنا حالات [illegible] خود [illegible] دیکھا [illegible] بھی رکھتا ہوں -

یہی وجہ ہے کہ آپ [illegible] کو ہرگز رائگاں نہ جانے دیجیے -

میری حالت [illegible] اگرچہ صاف اور [illegible] خوش قسمتی

مجھ سے واقف ہیں [illegible] ساتھ ہوں ترقی [illegible] اور [illegible]

قریب ہے [illegible] چلی جا رہی ہے - میں عرصے سے بیزار ہو چکا ہوں لیکن

میں وطن کا [illegible] ہے - گویا خود میرا [illegible] ہے - اور میں کبھی [illegible]

[illegible] نہیں ہوا [illegible] اس [illegible] سے [illegible] سکتا -

میں چاہتا ہوں کہ آپ بھی [illegible] تکلیف ترک فرما کر [illegible] صرف

اس [illegible] کو [illegible] بلکہ مجھے ذرۂ کرم بنا لیجئے

میں یہاں سے کل مراد آباد چلا جاؤں گا - ورنہ پھر حاضر ہوتا - پھر حاضر ہوتا

اور پھر حاضر ہوتا - بہر حال میری عدم موجودگی کو عدم موجودگی

تصور نہ فرمائیے - میں آپکی اس عملی عنایت و کرم کو کبھی نہ بھولوں گا

آپکا

مخلص جگر عفی اللہ عنہ

ہو اللہ

۱۴۱ ویلیسلی سکنڈ لین کلکتہ
۱ر مئی سنہ ۴۰ء

مکرم و محترم تسلیم

عطیۂ گرامی "یادگار حامد" بوساطت جناب مرزا تبسم صاحب موصول ہو کر باعث صد افتخار و ہزار انبساط ہوا۔ مجھے بیحد مسرت ہے کہ جناب اپنے اس حقیر قدردان کو نہیں بھولے ہیں۔ میں تو ہمیشہ آپ کو یاد کرتا ہوں کیونکہ آپ کی بدولت ذوق سخن اب تک ہندوستان میں زندہ ہے۔ یادگار حامد کا شائع ہو جانا ایک بڑی ادبی خدمت تھی جو آپ نے انجام دی۔ جزاک اللہ

نیاز کیش
رضا علی وحشت

۲۰ اپریل [illegible]ء

دل نواز! سلام مسنونہ۔ مشاعرہ [illegible] ایسے [illegible] ہوا کہ جس کی حالت [illegible] خدا سے آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا [illegible]

[illegible]

[illegible] مضمون [illegible] ایک [illegible] مضمون [illegible]

[illegible] مضمون [illegible] مضمون نگار [illegible] موجود ہے۔ اگر [illegible]

[illegible] مضمون [illegible] مضمون [illegible] مضمون [illegible]

[illegible]

[illegible]

آپکا [illegible] دل

نگار ہوٹل۔ کراچی

۲۴ مئی ۔

جناب مکرمی نقوش صاحب۔ السلام علیکم

گرامی نامہ شرف صدور لایا۔ آپ کی نوازش و مرحمت کے لئے بے حد شکر گزار ہوں۔ اس وقت مجید لاہوری صاحب اور ڈاکٹر فقیر محمد صاحب میرے پاس ہی تشریف رکھتے ہیں۔ چونکہ بعض مجبوریاں ہیں۔ جن کی وجہ سے ابھی تعمیل ارشاد دشوار ہے۔ اسلئے فی الحال اس دعوت طعام کو ملتوی کر دیا جائے۔ انشاءاللہ پھر کسی دن امتثال امر کیا جائے گا۔

ایک دفعہ پھر آپ کی نوازش اور قدر افزائی کا شکریہ ادا کرتا ہوں

مجید صاحب اور ڈاکٹر صاحب کی طرف سے مضمون واحد ہے۔

سالک

حکمۃ الامام ولی اللہ الدھلوی

مبدء تدریسہ سنہ ۱۱۵۶ ھ الموافق ۱۷۴۳ ھ

عبید اللہ السندی　　　　　　　　سنہ ۱۳۵ ھ ء

کے اقتصادی دور میں ہندوستان کو امن و بہ منظم کرنا ہے۔ کوئی گورنمنٹ
ہار نہیں اور نہ کبھی ہوگی۔ پارٹی [illegible] اس کی باہت سے جنگ کرنا ضروری سمجھی گئی
اس پر اتفاق امر کیا جا سکتا ہے۔ کہ گزشتہ [illegible] ہماری اسکیم ماننے والے مسلمانوں کے
سامنے [illegible] نہیں جاتا ۔ بلکہ [illegible] جلسوں میں کہتے رہے ۔ کہ اگر ایسے
مذہبی جماعت منظم موجود ہوتی تو ہم [illegible] کو قبول کر لیتے اور کانگریس کا [illegible] کے
مسئلہ کو حل کرنے کے لئے بیحد مفید ہوتا

(ل) محترم پریزیڈنٹ! میں نے آپکا بہت سا وقت اپنی سرگذشت سنانے میں لے لیا۔
میرا خیال ہے ۔ کہ جب تک کوئی مفکر ہیں خاص طور پہ یہ [illegible] کوشش نہ کرے
وہ ہماری حرکات [illegible] مطمئن نہیں ہوگا [illegible] ڈیموکریٹک سیاست میں صرف [illegible] کا اعتبار نہیں کیا جاتا

مخدومی السلام علیکم

کیا وجہ ہوئی کہ آپ نے ابتک مسودات اور پارسی علوم کے
تاریخ کے مسودات نہ بھیجے باوجود تقاضا کیا گیا ۔ دونوں
رسالے حسب ترتیب رکھے ہیں صرف تاریخ کا دیر ہے ۔ اگر ابھی
ہوتا تو حسب [illegible] ہوتا ۔ لہذا فوراً جلد تاجز روانہ کیجیے ۔ ورنہ
مجھے لکھیے کہ سلسلہ میں سے یہ دونوں رسالے بھیجے جائیں یا نہیں
وہاں مجھے الجھا ۔

امید ہے کہ اب بخیر ہیں گے ۔ [illegible] اور بخار میں شدید تھا
اب افاقہ ہے ۔ اہل و عیال کے اچھے ہیں ۔ فقط
جواب میں تاخیر نہ فرمائیے گا فقط

محمد اسلم ۔ جامعہ ملیہ قرولباغ ۔ دہلی

مسلمہ ۲۶ جنوری ۳۸ء

قطعہ تاریخ وفات حسرت آیات

بانگ ملک سخندانی حاکم شعر شیوا بیانی شاعر حق شناس

جناب میرزا اکبر حسین صاحب

نور اللہ مرقدہٗ

شاعر شیرین زبان ذاکر حسین — مرثیہ خوان حسین ابن علی

کرد رحلت از جہان بے ثبات — شد میان لکھنؤ مدفن منزلی

در محرم صبح روز سیزدہ — بہر ما آمد چو شام بیکسی

مرغ روحش آشیان در خلد بست — یافت آزادی ز دنیای دنی

گفت محشر مصرع سال وفات

بسوی جنت رفت مداح نبی

۱۳۲۴ ھجری

۵۸۶/۹۲

حامد حسن قادری

ناظم آباد - نمبر ۲ میدان
~~[illegible]~~
کراچی-۱۸

۱۶؍جون ۵۶ء

جناب مکرم شیخ محمد اسماعیل صاحب پانی پتی   السلام علیکم

نقوش کے اور جون میں آپ کا مضمون پڑھا۔ بہت خوش ہوا کہ
میری معلومات میں ایک بڑا اضافہ ہوا۔ پہلے یہ مضمون کا تمہ آتا تو میں
داستان تاریخ اردو کے دوسرے ایڈیشن میں (جو آج کل چھپ رہا ہے) اس سے
کام لیتا۔ اور آپ کا حوالہ بھی اضافہ کر دیا۔

لیکن بندہ نواز! میں نے ترجمہ قرآن مجید کا نمونہ جس رکوع ۱۶
کا پیش کیا۔ سمجھ میں آتا ہے کہ آپ نے صحیح لکھا ہے آپ سے ذرا سا سہو ہو گیا۔
غور نہیں فرمایا۔ آپ کو علم ہوگا کہ پارہ کا رکوع کا شمار الگ ہوتا ہے اور
سورت کا الگ۔ حیات النذیر میں پارے کا رکوع ۳ درج ہے۔ میں نے
سورۂ انعام کا رکوع ۱۶ لکھا ہے۔ قرآن مجید میں ایسے ہر رکوع کا اختتام
اس طرح ظاہر کیا گیا ہے —— ع ۱۵/۲ یعنی سولہ سورۂ انعام کا رکوع۔ نیچے پارہ کا۔

ہندوستان کا صفحہ ۵۶ پر اسی طرح درج کیا ہے ——

پارہ ہشتم ولو اننا سورۂ انعام رکوع ۱۶

اگر سورۂ انعام نہ لکھتا اور پارے کا رکوع لکھ دیتا تو آپ کا [illegible]
صحیح ہوتا۔ اب سورت کا رکوع ہوا۔

آپ سے کبھی ملاقات نہیں ہوئی۔ [illegible]۔ اگر [illegible]

قیام ہو تو ملنے کی کوشش کروں۔   والسلام

احقر حامد حسن قادری

۲۴ میسن روڈ لاہور

یکم جولائی سنہ ۱۹۵۲ء

مکرمی السلام علیکم۔ عنایت نامہ کا بہت بہت شکریہ! اگر ممکن ہو سکے تو آپ کتاب ذیل کے ابتدائی بیس ورق کی نقل مجھکو ارسال فرماویں۔ کتاب کا نام حالنامہ بایزید انصاری ہے۔ اور مصنف کا نام علی محمد ابوبکر قندھاری۔ قلمی نسخہ سبحان اللہ صاحب کی مخطوطات میں شامل ہے اور مسلم یونیورسٹی کے کتاب خانہ میں موجود ہے۔ براہ کرم مطلع فرماویں کہ یہ نقل کب تک میرے پاس پہنچ سکے گی۔

مجھکو یہ سن کر خوشی ہوئی کہ آپ نے العقد دوسری مرتبہ پڑھا ہے۔ میں لکھنا بھول گیا کہ اس کتاب کا اول ایڈیشن جو مصر میں چھپا نسبتاً بہتر ہے۔ انہوں نے جلد اول کے ساتھ بڑی تحقیق و تصحیحات بھی درج کیں۔ طبع کیں مگر غالباً کاغذ کی گرانی کی وجہ سے دوسری اور تیسری جلد میں یہ نہ کر سکے۔

ضمیمہ اورینٹل کالج میگزین ابھی تک میری ادارت میں شائع ہوتا ہے۔ شیرانی مرحوم کے شمارے دو تین جلد میرے پاس ہوں۔

شاید آپ کو یہ معلوم ہوگا کہ لائیڈن انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میرے زیر ادارت اردو میں منتقل ہو رہی ہے۔ والسلام

محمد شفیع

ادارہ پاکستان ۔ لاہور
۲۰ / جون سنہ ۵۲ء

مجیبی و مولائی! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

ابھی آپ کا کارڈ ملا۔ اگر یہ نہ بھی ملتا تو بھی میں یہ خط ضرور لکھتا۔ یہ
تو بعد میں عرض کر دوں گا پہلے آپ کے صحیفہ گرامی کا جواب عرض کر دوں۔
یہ تو درست ہے کہ بزرگوں سے ملاقات رہی۔ والی بات اپنے بس کی نہیں ہے کہ اپنی بھی آخر دریا بادی
ہی ہے شاید کہ آپ کے پاس بھی پہنچ جاتا تو بیڑہ پار ہو جاتا اور انکے پاس پہنچ کر دریا برد ہو کر رہ گیا۔
کا معاملہ واقعی کہ بیت رہا مگر یادوں میں مبتلا نہ سہی بیڑی ضرور تھی۔ جو ہی نیک سب ساتھ تھے
یہ سفر انگریزی کا Snafu بنتا ہے۔ حکم صاحب کا عالم یہ ہے کہ مدعو ہیں ہو کر جب برسر
لکھنؤ نکلتے ہیں وہ بڑے فخر سے فرماتے ہیں کہ۔ وہ کہاں بارات میں جوانی جس میں کھوئی ہے؟
کیونکہ رخت سفر باندھتا ہوں وہ بھی اس ڈر سے ساتھ ہو جاتی ہیں کہ کہیں یہ نامراد وہ جوانی پھر نہ
اب آپ ہی فرمائیے کہ اس پورے قافلے کو میکر میں کیا دریا باد آتا۔ آپ سے کونسا باپ ہے کا بیر ہے
پر بار کرتا۔ ابن صاحب سے تو خیر یہ لطیفہ وہ مذاق ہو سکتا ہے مگر زیادہ حد ادب۔
میں کہ رہا ہوں جو مجھ سے یہ خط لکھوانے والی تھی۔ لکھنؤ میں عزیز محترم حکیم عبدالقوی صاحب نے ازراہ کرم "محمد علی"
عنایت فرمایا۔ میں نے اسکے مطالعے میں وہی بے صبری دکھائی جو روزہ دار افطار کے وقت دکھاتے ہیں۔ اس
کی دو سزائیں ہیں۔ میں نے زندگی بھر آپ کو آنا نہ ہنسایا ہوگا جتنا آپ نے مجھکو رلایا۔ جی چاہتا تھا کہ محمد علی
آپ پر آنسو انکے قدموں پر نچھاور کرتا۔ اس کتاب کے صفحہ ۱۸۵ تک ایک عجیب کیفیت طاری
رہی کہ طبیعت سخت بے مزہ ہوئی کہ بجائے صفحہ ۱۸۶ کے پھر ۱۸۲ اور ۱۸۳ شروع ہو گیا اور
پھر ۱۸۸۔ گویا دو صفحے ۱۸۶ اور ۱۸۷ غائب ہیں۔ معلوم نہیں یہ صرف اسی نسخہ میں ہوا ہے یا سب
میں ہوا ہے۔ بہرحال جلد ساز کو ابھی میں نے یہ کتاب نہیں دی ہے
یہ بہر ہوا اور یہ بھی امید ہے کہ یہ دریا باد نہ پہنچنے کی شکایت بھی اب باقی نہ ہوگی۔ ان شاء اللہ سفر
کا موقع ملے گا۔

آپ کا نیاز مند

Meerza Yagana Changezi
250, Sultan Bahadur Street
Kazmain, Lucknow
8/6/49

پیارے عزیز سلامت رہو

بھئی اب تو میں نے دو رسالے جلد اگر دے کے تھا یاد دن لکھ ضرور
بات یہ ہے کہ تمھاری والدہ پر بہت سختیاں گزر رہی ہیں
میری پنشن وہی پندرہ روپے — لڑکے نوکر تو ہیں مگر
افسوس کی بات ہے کہ بہت کم توجہ کرتے ہیں۔۔۔ —
میری والدہ کا نذرانہ بھی اب یہ ہے کہ کرایہ مکان دو سال
کا Rs 240/- کا سخت تقاضا ہو رہا ہے اس پر جون تک
مہلت مانگی ہے — تو کیا کروں؟ مگر نہیں معلوم کہ وہاں یہ رقم
کیونکر فراہم کر سکوں گا حالت بالکل [illegible] —

[illegible] 10 [illegible]

کشمیری محلہ - لکھنؤ

۱۵ مئی سنہ ۵۷ء

مکرمی - تسلیم

خدا کا شکریہ - کسی کتاب کا مقدمہ لکھنے کے لئے پوری کتاب
نظر کے سامنے ہونا چاہیے - چند اشعار کی بنا پر کچھ لکھنا میرا ضمیر
گوارا نہیں کرتا - میری تجویز ہے کہ اشاعت کے بعد اگر جب تک
زندہ رہے تو ریویو لکھکر آپ کے پاس بھیج دوں گا - اگر آپ
مناسب سمجھیں گے تو کسی رسالے میں چھپنے کے لئے بھیج دیں گے -

ادہ نیاز -

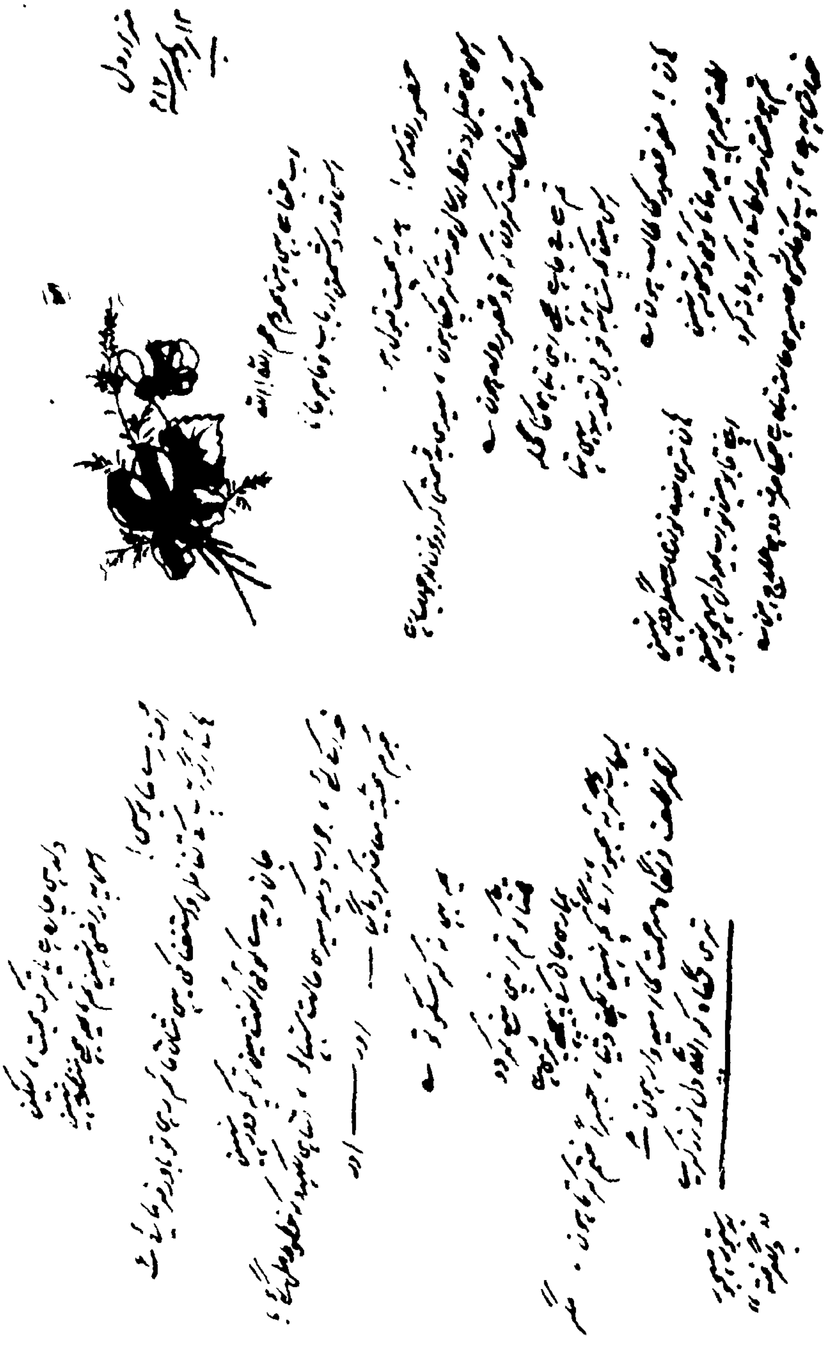
اثر

مہندی کا باغ - ٹونک راج -

برادر محترم، تسلیم - محبت نامہ پہنچا -
ممنون التفات ہوں - "پرواز" اب رومانؔ
ہی کے نام سے نکلے گا -
ڈائری فوراً بھجوائیے -

والسلام
آپکا
اختر

۴۵
۲



دہلی سہ شنبہ ۶

دلگیر صاحب

میری کمزوری [illegible] آپ کی [illegible] خاموش رہوں۔ لیکن [illegible] میری

[illegible]

[illegible] یاد رکھئے۔

خدا [illegible]

[illegible] کر دیا

میری کمزوری [illegible]

[illegible]

خدا [illegible]

[illegible]

۱۸ خطوط۔ ۱۶ غالب کے اور ۲ غالب کے نام

زیرِ نظر ہمارے (خطوط نمبر) میں ۲۶۵ویں صفحے سے ۲۷۵ویں صفحے تک یہ رقعات درج ہیں۔ ان کی اصلیں عکسی صورت میں ساتھ شائع کی جا رہی ہیں۔ ان میں سولہ خط خود غالب کے ہیں اور دو غالب کے نام۔ نقوش کی اس پیشکش سے غالبیات میں کئی لحاظ سے اضافہ ہوتا ہے۔ سات غیر مطبوعہ خط اصلوں کے ساتھ سامنے آتے ہیں، جن میں سے پانچ غالب کے ہیں دو فارسی میں اور تین اردو میں، اور دو غالب کے نام ہیں، ایک فارسی میں، ایک اردو میں۔ ان کے علاوہ غالب کے گیارہ مطبوعہ خطوں کی اصلیں ملتی ہیں جن سے ان خطوں کی کئی مقامات پر تصحیح ہوتی ہے اور باقی عبارات کی آخری توثیق۔ ان میں سے چھ خط، جن کے مکتوب الیہ جنون بریلوی ہیں، وہ ہیں جو عودِ ہندی کے اُن متروک خطوں میں اور اردوئے معلیٰ کے ان گیارہ خطوں میں شامل ہیں جو جنون کے نام ہیں۔ پھر تین خط انہی کے نام وہ ہیں جو جناب منشی مولوی مہیش پرشاد کے مرتبہ "خطوطِ غالب" میں شامل کیے گئے۔ ان کے علاوہ ایک خط جس کا مکتوب الیہ مجہول ہے، وہ ہے جو جناب مولانا غلام رسول مہر کے مرتبہ "خطوطِ غالب" میں صفحہ ۶۰۱ (اشاعت دوم) پر نقل ہوا ہے۔ پھر ایک فارسی کا خط پنج آہنگ کا ہے، جنون بریلوی کے نام۔

ان سات غیر مطبوعہ خطوط سے، جن کا ہم نے شروع میں ذکر کیا، غالب کے موجودہ خطوط میں، جو جنون بریلوی کے نام ہیں، تین خطوں کا اضافہ ہوتا ہے جن میں سے دو فارسی میں ہیں اور ایک اردو میں۔ جنون کے نام اب تک غالب کا ایک ہی فارسی خط محفوظ تھا جو پنج آہنگ میں شامل ہے۔ اب تین ہو گئے۔ جنون کے نام غالب کے کل اردو خطوط ۱۱ تھے (۱۰ خطوطِ غالب، مرتبہ منشی مہیش پرشاد اور ایک وہ جو غالب کی نادر تحریریں، نام کے مجموعے میں درج ہوا ہے) اب ان میں ایک خط کا اور اضافہ ہو گیا۔

ان غیر مطبوعہ خطوط میں غالب کے دو رقعات مولوی نجف علی کے نام ہیں، اور دو مولوی نجف علی کے غالب کے نام۔ یہ مولوی نجف علی وہی جھجھر والے معلوم ہوتے ہیں۔ ان میں نجف علی کا رقعہ جو زیرِ نظر صفحات (ص ۲۷۴) میں ۱۶ نمبر پر اور غالب کا رقعہ نجف علی کے نام جو اس کے بعد نمبر ۱۷ پر درج ہے، ہمارے قیاس کے مطابق ۱۸۵۸ء کے نوشتہ ہیں اور اس سال ماہِ ستمبر کے حدود میں لکھے گئے ہیں، غالباً ۱۲ ستمبر سے پہلے۔ ان دنوں غالب اپنے قصیدے "در روزگارِ ما نتواند شمار یافت" کی جو انہوں نے ملکہ وکٹوریہ کی مدح میں کہا تھا، افشانی کاغذ پر کتابت کرا رہے تھے، اسے وہ "دستنبو" کے نسخے کے ساتھ رکھ کر بھیجنا چاہتے تھے۔ لیکن ۲۱ ستمبر (۱۸۵۸ء) کے بعد انہوں نے یہ طے کیا

کہ یہ قصیدہ "دستنبو" کے ساتھ چھاپا جائے۔ چنانچہ اسی سال "دستنبو" کی پہلی اشاعت میں کتاب کے شروع میں درج ہوا، اور دوسری اشاعت میں کتاب کے آخر میں درج کیا گیا تھا۔ ان کے لیے "خلد اللہ سلطانہ" وغیرہ کی بحث جو ان دو خطوں میں آتی ہے، اسی قصیدے کے سلسلے میں ہے۔ الف افشانی کاغذ پر قصیدے کی کتابت کرانے کا اشارہ حاتم علی بیگ مہر کے نام غالب کے ایک خط میں ملتا ہے: "میں نے حضرت فلک رفعت ملکۂ معظمہ انگلستان کی مدح میں ایک قصیدہ ان دنوں میں لکھا ہے۔ ... منظور یہ تھا کہ صاحب کے ساتھ ایک اور کاغذ الف افشانی پر لکھ کر بھیجوں۔ پھر یہ خیال آیا کہ دس سطر کے مسطر پر کتاب لکھی گئی ہے یعنی چھاپا ہوئی ہے۔ اگر یہ چھ صفحے یعنی تین ورق اور چھپ کر اس کتاب کے آغاز میں شامل ہو جائیں تو بات اچھی ہے۔" (خطوطِ غالب، مرتبہ مولانا مہر، اشاعت دوم ص ۲۱۴) یہ خط ۱۲ ستمبر ۱۸۵۸ء کو لکھا گیا تھا۔

اس بیان میں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ جب مذکورہ دو رقعات نمبر ۶ اور نمبر ۷ کے ساتھ ہم وہ رقعہ پڑھتے ہیں جو خطوطِ غالب، مرتبہ مہیش پرشاد کے آخری حصے میں درج ہے اور جس کا مکتوب الیہ معلوم نہیں، تو دو مسئلے حل ہو جاتے ہیں: ایک یہ کہ اس رقعے کے مکتوب الیہ کا تعین ہو جاتا ہے، جو یہی ہو سکتے ہیں جو ان خطوں کے مخاطب ہیں؛ دوسرے کاتب کے نام کا پتہ بھی چل جاتا ہے، یعنی لالہ جیون لال منشور جنہیں ایک دستی افشانی کاغذ پر لکھنے کے لیے دی گئی تھی۔ یہ غرض وکٹوریہ والے قصیدے کے ساتھ بھیجی گئی ہوگی۔ قصیدہ بھی انہی سے لکھوایا گیا ہوگا۔ "خطوطِ غالب" مرتبہ مہیش پرشاد میں مذکورہ رقعے کی تاریخ ۱۸۵۸ء کی تحریر کی گئی ہے۔ یہ رقعہ مہر صاحب کے مرتبہ خطوط میں ص ۶۰۱ پر درج ہے۔

نقوش میں پیش کردہ زیرِ بحث چار رقعات سے غالب کا ایک نیا مکتوب الیہ ملتا ہے اور یہ بھی پتہ چل جاتا ہے کہ نسخۂ غالب کا مذکورہ رقعہ جو مجہول العنوان ہے، اسی مکتوب الیہ کو لکھا گیا تھا۔ خط (نمبر ۱۲) کے ساتھ وہ غزل بھی درج ہے جس کی طرف غالب نے اس خط میں اشارہ کیا ہے۔ یہ غزل عودِ ہندی یا اردوئے معلیٰ یا خطوطِ غالب کی کسی اشاعت میں موجود نہیں۔

عودِ ہندی اور اردوئے معلیٰ کے بہت سے خطوط کی اصلیں فراہم کر کے متن کی تصحیح کرنے کا کام مولوی مہیش پرشاد نے انجام دیا تھا۔ ان کے مرتب کردہ خطوطِ غالب کی پہلی جلد ۱۹۴۱ء میں شائع ہوئی تھی۔ اس جلد میں جو ۴۵۲ خطوط پر مشتمل ہے، اصل خطوط کے صرف چار عکس شامل ہیں اور ان میں سے بھی دو ناقص ہیں۔ ان کے علاوہ دو عکس لفافوں پر لکھے ہوئے پتوں کے ہیں۔ جنون کے نام کے خطوں میں سے صرف دو کے عکس جن میں سے ایک ناقص ہے، مہیش پرشاد کے مجموعے میں درج ہیں۔ نقوش کی زیرِ نظر پیشکش میں جنون کے ۱۲ اصل خطوط کی عکسی نقول شامل ہیں۔

ان اصل خطوط کی روشنی میں مہیش پرشاد کا متن صحیح اور کامل ہے، لیکن پھر بھی کئی جگہ غلطیاں رہ گئی ہیں، اور غلط نامے میں بھی ان کی نشان دہی نہیں کی گئی۔ خط نمبر ۴ کی تیسری سطر میں غالب نے "دیجیے" لکھا ہے، لیکن مہیش پرشاد کے ہاں "(دیجئے)" چھپا ہے۔ مالک رام صاحب کے مرتبہ خطوطِ غالب میں بھی "دیجئے" ہی ہے۔ خط نمبر ۱۲ کی پانچویں سطر میں غالب کے الفاظ میں "... بہت تکلف پڑتا ہے"، لیکن مہیش پرشاد اور مالک رام صاحب دونوں کے متن میں "پڑتا ہے"

ے بجائے 'کرنا پڑتا ہے' درج ہے۔ اسی خط کی ساتویں سطر میں 'بین المصراعین' ہے جس کے بجائے مہیش پرشاد اور مالک رام صاحب کے ہاں 'بین المصرعین' آیا ہے۔ پھر اسی خط کی بارھویں سطر میں غالب نے لکھا ہے 'ابھی نہ ہو' لیکن مہیش پرشاد اور مالک رام صاحب کے ہاں 'اب ہی نہ ہو' مندرج ہے۔ اس بارھویں خط میں جنون کی بسم غزل کی طرف اشارہ ہے، وہ غزل بھی یہاں اصل کے ساتھ موجود ہے۔ لیکن مہیش پرشاد اور مالک رام صاحب کے ہاں درج نہیں ہوئی۔ اسی طرح خط نمبر ۵ اور خط نمبر ۶ کے متعلقہ اشعار بھی جو اصل خطوط کے ساتھ موجود ہیں، خطوط غالب کی اشاعتوں میں درج نہیں۔ خط نمبر ۱۳ میں غالب نے خط نمبر ۴ کی طرح 'پھر دیجیے' ہی لکھا ہے۔ جو مہیش پرشاد اور مالک رام صاحب کے ہاں 'دیجئے' ہو گیا ہے۔ اس تیرھویں خط میں غالب کی ایک املائی غلطی بھی ہے۔ یعنی 'ولا حول ولا قوۃ' میں تائے مثناۃ مدورہ (ۃ) بجائے تائے مبسوط یعنی (ت)۔ مہیش پرشاد اور مالک رام صاحب کے ہاں اس غلطی کی تصحیح ہو گئی ہے۔

جنون کے نام کے خطوط میں عودِ ہندی اور اردوئے معلّیٰ کا متن بعض مقامات پر ان خطوط سے بہت مختلف ہے، جو مہیش پرشاد اور پھر مالک رام صاحب کے ہاں درج ہوئے ہیں۔ زیرِ نظر اصل خطوط سے مہیش پرشاد اور مالک رام صاحب کے متن کی تائید ہوتی ہے۔ اگرچہ عودِ ہندی اور اردوئے معلّیٰ کے خطوط میں سہوِ کتابت کے علاوہ مرتبین کا دانستہ تصرف بھی دخیل ہے لیکن اس امر کی تحقیق ابھی تک نہیں ہو سکی ہے کہ اس تصرف کے واقعی حدود کیا تھے۔ مثلاً جنون کے نام خط نمبر ۲ میں ایک نام آیا ہے 'مولوی اللہ یار خاں صاحب'۔ عودِ ہندی میں 'اللہ یار' کے بجائے 'امتیاز' ملتا ہے۔ ہماری رائے میں یہ تحریف سہوِ کتابت کا نتیجہ ہے۔ ان دونوں لفظوں کی ہیئت شکستہ یا نیم شکستہ خط میں اس سہو کا امکان پیدا کرتی ہے۔ اس کے علاوہ حسبِ ذیل جملے جو اصل خط (نمبر ۲) میں ہیں، مگر عودِ ہندی میں موجود نہیں، ایسی نوعیت کے نہیں کہ تصرف کرنے والے انھیں خارج کرنا ضروری سمجھتے: 'جواب لکھنے میں جو میری طرف سے قصور واقع ہوتا ہے، اس کے دو سبب ہیں ایک تو یہ کہ حضرت مہینا بھر بہ نو پتے لکھتے ہیں۔ میں کہاں تک یاد رکھا کروں، ایک مکان ہو تو اس کو لکھ رکھوں۔' اسی طرح یہ جملہ 'دوسرا سبب یہ کہ شوقیہ خطوط کا جواب کہاں تک لکھوں اور کیا لکھوں'۔ البتہ اصل خط کے یہ جملے ضرور اس نوعیت کے ہیں کہ مرتبین نے انھیں ذاتیات کی بنیاد پر خارج کیا ہوگا: 'یہ اب کے آپ نے حکیم کالے کا نام کیوں لکھا ہے۔ اس غریب کو تو شہر میں کوئی جانتا بھی نہیں۔'

اصل خطوط میں غالب نے ختمِ کلام پر یا اپنے دستخط کے بعد کہیں ۱۲ کا ہندسہ اور کہیں خمسۂ مطہرہ کی علامت (۵) بنائی ہے۔ بعض مقامات پر یہ ہندسہ یا یہ علامت مہیش پرشاد کے ہاں بھی حذف ہو گئی ہے۔ اسی لیے بعد کی اشاعتوں میں بھی یہ حذف قائم رہا۔

خط نمبر ۱ کے ساتھ جو فارسی قطعہ درج ہے وہ جناب مولانا غلام رسول مہر کی مشہور کتاب 'غالب' میں موجود ہے۔ یہاں اس کا اصل متن ملتا ہے۔ اصل کے دو لفظ تنقیحِ متن میں مدد دیتے ہیں: 'ستودہ' 'مکلف' کے بعد

(۵) اور "آثار" کا مضاف الیہ "ظلمت" ہے۔ خط نمبر ۱ وہ ہے جو پنج آہنگ میں شامل ہے اور اب اس اصل کے ملنے سے اطمینان ہو جاتا ہے کہ اس خط کو پنج آہنگ میں درج کرنے کے لئے اس کے متن میں کوئی تصرف نہیں کیا گیا۔ البتہ تین معمولی سی غلطیوں کی تصحیح ہو جاتی ہے، جو ظاہر ہے سہوِ کتابت کی وجہ سے ہوئی ہیں (۱) اصل: بر آئینہ، پنج آہنگ: بر آبنہ، (۲) اصل: بیتوانیم، پنج آہنگ: میتوانم، (۳) اصل: ۱۲۶۵ھ، پنج آہنگ: ۱۲۶۹ھ۔ تاریخ کا یہ اختلاف دانستہ تصرف کا نتیجہ نہیں ہو سکتا۔ محض سہوِ کتابت ہے۔ کاتب نے ۵ کو ۹ کا سر سمجھ لیا۔ خط میں کوئی بات ایسی نہیں ہے کہ بنا بریں یہ خیال ہو کہ پنج آہنگ میں درج کرنے کے لئے یہ تصرف کیا گیا ہوگا۔

(سید وزیر الحسن عابدی)

قدیم خطوط اور عرضیاں

یہاں ایک قدیم تاریخی بیاض[1] کا ذکر کیا جاتا ہے جو والیٔ آرکاٹ (مدراس) نواب والاجاہ محمد علی خان (متوفی ۱۷۹۵ء) کے اسلاف کی سوانح سے متعلق بہت سے گم شدہ اوراق پر مشتمل ہے۔ اس میں انیسویں صدی عیسوی کے ربع اول کی فارسی اردو کے بھی بعض نمونے ہیں۔ اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس خاندان کا ایک جائزہ بھی لے لیا جائے۔

شاہجہان کے زمانے میں گوپامئو (ضلع ہردوئی) کے ایک نوجوان محمد انور نے تحصیل علم کی خاطر دہلی کا رخ کیا۔ اور دربار میں رسائی حاصل کر کے مہتمم تسبیح خانہ کی حیثیت سے تقرر حاصل کیا۔ اورنگ زیب کے زمانے میں انھیں خان بہادر انور الدین خان کا خطاب حاصل ہوا۔ ان کے انتقال کے بعد ان کے فرزند جان جہان کو اورنگ زیب ہی نے سراج الدولہ محمد جان جہان انور الدین خان شہامت جنگ کے خطاب مرحمت فرمائے۔ نادر شاہی ہنگاموں کے فرو ہونے کے بعد جان جہاں نے اپنے بڑے فرزند بدر الاسلام خان کو دربار شاہی میں اپنا قائم مقام بنا دیا اور خود نظام الملک آصف جاہ اول (نظام حیدر آباد) کے دربار کا رخ کیا اور جلد ہی وہاں بھی قدر و منزلت حاصل کر لی۔

۱۷۴۰ء میں کرناٹک کے صوبہ دار حسین دوست خان عرف "چندا صاحب" نے فرانسیسیوں سے ساز باز کر کے جب تمام صوبے میں شورش برپا کر دی تو نظام الملک آصف جاہ نے جان جہان انور الدین خان کو کرناٹک کا صوبہ دار مقرر کیا لیکن وہ چندا صاحب سے جنگ کرتے ہوئے ۱۷۴۹ء میں مارے گئے۔ انھوں نے اپنی زندگی ہی میں صوبہ کرناٹک کو اپنے چار فرزندوں میں تقسیم کر دیا تھا یعنی محفوظ خان کو ترچناپلی، محمد علی خان کو شمالی آرکاٹ، عبد الوہاب خان کو نیلور اور نجیب اللہ خان کو جنوبی آرکاٹ دے دیا تھا۔

نظام الملک آصف جاہ کے انتقال کے بعد جب ان کے فرزند ناصر جنگ اور نواسے ہدایت محی الدین میں خانہ جنگی شروع ہوئی تو محمد علی خان (یعنی جان جہان انور الدین خان کے دوسرے فرزند) نے طاقت حاصل کر کے خود مختاری کا اعلان کر دیا اور دہلی کے احمد شاہ نے ان کی حیثیت کو تسلیم کرتے ہوئے انھیں "والاجاہ" کا خطاب بھی دے دیا۔ اسی وقت سے ان کے خاندان کو خاندان والاجاہی کہا جاتا ہے۔ والاجاہ ہمیشہ انگریزوں کا ساتھ دیتے رہے اور انھی کے اشارے پر انہوں نے ۱۷۶۸ء میں اپنا دار الحکومت آرکاٹ سے ترچناپلی اور وہاں سے مدراس منتقل کر دیا۔ والاجاہ کا انتقال ۱۷۹۵ء میں ہوا اور ان کے جانشین ان کے بڑے فرزند عمدۃ الامرا (المتخلص ممتاز) مقرر ہوئے۔ ۱۸۰۱ء میں ان کا انتقال ہوا تو ان کے فرزند تاج الامرا علی حسین خان (المتخلص ماجد) جانشین ہوئے لیکن انگریزوں نے اسی سال ان کو معزول کر کے نظر بند کر دیا اور عمدۃ الامرا کے بھائی امیر الامرا کے فرزند عظیم الدولہ کو "رئیس کرناٹک" کا خطاب دے کر ایک لاکھ روپیہ ماہانہ

---

[1] یہ بیاض محترم ڈاکٹر غلام سرور صاحب (صدر شعبۂ فارسی، کراچی یونیورسٹی) کے توسط سے دیکھنے کو ملی۔

دو ٹامٹل گرانٹ' عطا کیا۔ لیکن ان کو تمام ملکی انتظامات سے دستبردار کر دیا۔ ان کے بعد ۱۸۱۹ء میں ان کے فرزند اعظم الدولہ (اعظم جاہ بہادر) کو جانشین بنایا گیا۔ پھر ۱۸۲۵ء میں ان کے فرزند غلام غوث خان المتخلص اعظم جانشین مقرر ہوتے لیکن چونکہ وہ بہت کم سن تھے اس لیے بالغ ہونے تک اُن کو ان کے چچا عظیم جاہ کی سرپرستی میں رکھا گیا۔ عظیم جاہ ۱۸۲۵ء سے ۱۸۴۲ء تک مسند نشین رہے، پھر غلام غوث خان اعظم کو موقع ملا اور وہ ۱۸۴۲ء سے ۱۸۵۵ء تک جانشین رہے۔ لیکن چونکہ ان کی کوئی نرینہ اولاد نہ تھی اس لیے ان کے چچا عظیم جاہ نے اپنے حقوق کے لیے انگلستان میں اپیل کی۔ ایک مدت کے بعد پارلیمنٹ نے یہ فیصلہ دیا کہ کرناٹک کی مسند نشینی ختم کی جائے اور نواب عظیم جاہ کو PRINCE OF ARCOT شہزادۂ آرکاٹ کا خطاب دے کر بطور ٹامٹل گرانٹ پچیس ہزار روپیہ ماہوار مقرر کر دیا جائے۔ بالآخر نواب عظیم جاہ اور انگریزوں میں یہ معاہدہ ہوا کہ خود ان کی زندگی تک پچیس ہزار روپیہ انہیں ملتا رہے اور ان کے بعد تا بقائے سلطنت انگلیشیہ ماہوار ساڑھے بارہ ہزار ان کی اولاد میں تقسیم ہوتا رہے۔ یہ معاہدہ ۱۷ اپریل ۱۸۷۰ء ہوا تھا۔ عظیم جاہ کے بعد ظہیر الدولہ، انتظام الملک، سنور خان اور محمد علی خان یکے بعد دیگرے "شہزادۂ آرکاٹ" ہوتے رہے۔ موجودہ حکومت ہند بھی اس معاہدے پر قائم ہے اور ماہانہ ساڑھے بارہ ہزار روپیہ موجودہ نواب غلام محی الدین خان بہادر (رئیس امیر محل، مدراس) اور ان کے خاندان والوں کو دے رہی ہے[1] نواب والا جاہ (محمد علی خان، جن کا ذکر اوپر آیا ہے۔ ۱۷۹۵ء میں فوت ہوئے تھے۔ ان کے بعد ان کے بڑے فرزند عمدۃ الامراء (المتخلص ممتاز) ۱۸۰۱ء تک جانشین رہے۔ دوسرے فرزند امیر الدولہ تھے جن کے فرزند عظیم الدولہ ۱۸۰۱ء سے ۱۸۱۹ء تک اپنے نانا کے جانشین رہے۔ نواب والا جاہ کے تیسرے فرزند سیف الملک انور الدولہ (محمد انور خان بہادر حسام جنگ) تھے جو ۱۱۶۶ھ/۱۷۵۲ء میں پیدا ہوئے اور ۱۲۱۸ھ/۱۸۰۳ء میں فوت ہوئے۔ ان کا تخلص مختار تھا[2] سیف الملک کے فرزند سیف الدولہ تھے جن کا انتقال ۱۲۲۹ھ/۱۸۱۴ء سے پہلے ہو چکا ہوگا (جیسا کہ آگے عرض کیا جائے گا)۔ انہی سیف الدولہ کے دو فرزند قیام الدولہ اور قمر الدولہ تھے جن کی بیاض سے متعلق بحث کی جائے گی۔

یہ بیاض تاریخ کے گم شدہ اوراق پر مشتمل ہے جس میں نواب والا جاہ کے تیسرے فرزند کے اخلاف کے حالات مفصل طور پر آگئے ہیں اور اس میں ایسے خطوط اور عرضیاں بھی ہیں جو انیسویں صدی عیسوی کے ربع اول میں اردو میں لکھی گئی تھیں اور وہ یقیناً مدراس کی قدیم اردو کی

---

[1] یہ حالات محبوب پاشا صاحب کے مضمون "خاندانِ والا جاہی کے اردو شاعر" (رسالہ "نیا دور" لکھنؤ۔ مارچ ۱۹۶۰ء) سے ماخوذ ہیں لیکن سنین کیلئے THE RULING CHIEFS, NOBLES AND ZAMINDARS OF INDIA BY VADIVELA MADRAS 1915, VOLUME I کو ترجیح دی گئی ہے۔

[2] تذکرہ گلزار اعظم (تالیف نواب غلام غوث خان اعظم) میں ہے کہ "مختار، تخلص سیف الملک انور الدولہ خان بہادر حسام جنگ، پسر سوم جناب نواب والا جاہ جنت آرام گاہ است در ۱۱۶۶ھ در تہمتہ نگر از ظلمات عدم بشرقستانِ وجود جلوہ افروز گردید۔ کتب متداولہ فارسیہ وفن عروض وقافیہ ومشقِ سخن بخدمت میر اسمٰعیل خان ابجدی و میر علی مردان یکدل گذرانید۔ علم عقاید و فقہ نزد بہار الدین آملی خواند و علم بعض نکاتِ طبیہ از حکیم احمد اللہ خان بسند رسانید۔ خط نسخ از میر مہدی خوشنویس آموخت۔ از پیش گاہ جناب تفضل مآب جم جاہ علی گوہر شاہ عالم پادشاہ .. بہ منصب شش ہزاری ذات و شش ہزار سوار و عطائی خلعت ملبوسِ خاص و جیغہ و سرپیچ مرصع و ماہی مراتب و پالکی و جھالردار و خطاب مرقوم بصد کامیابی حاصل ساخت .... در ۱۲۱۸ھ بدارِ فانی گرائید۔

... اس بیاض میں اکسٹھ[۶۱] عرضیوں اور یادداشتوں کی نقلیں ہیں جو سیف الملک کے دو پوتوں قیام الدولہ اور قمر الدولہ نے ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء سے ۱۲۵۵ھ/۱۸۳۹ء ... عظیم جاہ کریا اللہ کے توسط سے حکومت کو بھیجی تھیں۔ ان میں بعض یادداشتیں ایسی بھی ہیں جو حکومت سے ان دونوں بھائیوں کے لیے موصول ہوئی تھیں ... میں ایک سمن کی نقل بھی ہے جو چہارشنبہ ۳ جون (۱۸۲۹ء) کو سپریم کورٹ مدراس میں حاضر ہونے سے متعلق ہے۔ یہ سمن قیام الدولہ اور قمر الدولہ ... ممتاز بیگم زوجہ جو وارثان ہیں نواب سیف الدولہ بہادر مرحوم کے نام ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ سیف الدولہ ابن سیف الملک ۱۸۲۹ء سے پہلے ... چکے تھے۔° ان کی زوجہ ممتاز بیگم دراصل قیام الدولہ اور قمر الدولہ کی سوتیلی ماں تھیں جیسا کہ نمبر ۲۸ - ۳۰ - ۴۰ کی عرضیوں سے واضح ہے۔ نمبر ۴۰ ... النساء کا ذکر بھی آیا لیکن ان کو "والدہ بیگم صاحبہ" کہا گیا ہے۔ ممتاز بیگم کے علاوہ نورس بیگم (نمبر ۱۸ - ۴۰) اور مہر النساء (نمبر ۱۶ - ۱۷) بھی ... تھیں۔ نمبر ۴۲ میں مہر النساء کی زیارت (غالباً چہلم) کا ذکر ہے اور یہ کہ وہ کل کے روز ہوئی تھی یعنی ۱۱ صفر ۱۲۵۲ھ کو واقع ہوئی تھی۔ یہ عرضی ۱۲ ... ہے۔ اسی عرضی میں قیام الدولہ اور قمر الدولہ کی چھوٹی بہن امۃ النساء بیگم کا ذکر بھی ہے۔ عرضی نمبر ۲ سے معلوم ہوتا ہے کہ ممتاز بیگم کا ایک بھائی ... اکبر (عرف اکبر بادشاہ) تھا۔ نمبر ۳ سے ظاہر ہے کہ قیام الدولہ اور قمر الدولہ کا ایک چچا حسام الدولہ تھا۔ نمبر ۴۵ میں ہے کہ ان دونوں بھائیوں ... چچا حسام الملک تھا جس کے بڑے بیٹے محمد عبداللہ خان کا ذکر بھی اس میں موجود ہے۔

اب ان اکسٹھ عرضیوں اور یادداشتوں کا مختصر تعارف عرض ہے:

۱۔ نواب سیف الدولہ مرحوم کی بیگم اور صاحبزادوں کے نام سمن ہے کہ سپریم کورٹ، مدراس میں انوتی کے دعوے کے مطابق ایک لاکھ روپے ... کے سلسلے میں جواب دیں۔

۲۔ قیام الدولہ اور قمر الدولہ کیلئے ایجنٹ MAJOR H.P. HODGSON مقرر تھا۔ اُس کے خط مورخہ ۴ ستمبر ۱۸۳۳ء کے جواب میں دو سو پندرہ ... آنے کا حساب دیا گیا ہے۔

۳۔ جمعیت النساء کی طرف سے نواب عظیم جاہ کے نام یہ عرض داشت ہے کہ آپ نے بچوں کی شادی کرنے کی اجازت دے دی تھی۔ اب ۱۵ ... ۱۲۴۹ھ (یکم اکتوبر ۱۸۳۳ء) کو یہ شادی شروع ہوگی۔ یہ بھی لکھا ہے کہ شادی کے بعد ایک خالی مکان جو "نو پشتی خانہ" کہلاتا ہے، دہ ... ہو۔

۴۔ جمعیت النساء کا دعوت نامہ نواب عظیم جاہ کی بیگم (نواب بیگم صاحبہ) کے نام ہے کہ اس شادی میں "بی بیاں" شرکت فرمائیں۔

۵۔ MAJOR H.P HODGSON کے نام عرضی ہے کہ دونوں بھائیوں کو اپنے والد مرحوم کا قرض بالاقساط ادا کرنے کی اجازت دی ... عرضی پر قمر الدولہ کی مُہر ہے۔

۶۔ محمد تہور داروغہ نے گیارہ کانی زمین شیخ حیدر کو اجارہ پر دے دی تھی۔ اب شریف الدین نامی ایک شخص کہتا ہے کہ میں نے تو اس داروغہ سے زمین ... سے نہیں لی۔ اس لیے عرض ہے کہ محمد تہور کو حکم دے دیں کہ قرارنامے کے مطابق اجارہ رکھا جائے۔

° نمبر ۴۶ میں سیف الدولہ کے قرض خواہوں کے فیصلے کا ذکر ہے کہ وہ ۱۲۳۹ھ میں ہوا تھا۔ اس لیے خیال ہے کہ سیف الدولہ اس سال سے ... فوت ہوئے ہوں گے۔ عرضی نمبر ۵۹ سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے۔

۷۔ نواب امیر [illegible] والاجاہ (یعنی نواب عظیم جاہ بہادر) کے نام عرضی ہے کہ سپریم کورٹ کا سمن بابت قرض موصول ہوا [illegible]
۱۸۳۲ء [illegible] ہے اور اس کے ساتھ یہ حکم نامہ بھی ہے کہ چار دن کے اندر اگر مدعا علیہ حاضر نہ ہو تو فیصلہ یک طرفہ صادر ہو جائے گا۔ دونوں بھائیوں [illegible]
عرضی [illegible] یہ بھی لکھا ہے کہ ہماری حالت آپ پر روشن ہے۔ اس عرضی میں دو مہریں ہیں۔ ایک میں "قیام الدولہ بہادر" اور دوسری میں "قمر الدولہ بہادر"
[illegible] ۱۲۳۲ھ بھی ہے

۸۔ [illegible] نے اطلاع دی ہے کہ نجم النساء [illegible] دختر نصیر الملک بہادر مرحوم) کو شادی کے بعد نویں ماہ [illegible] سات [illegible]
پیدا ہوا اور [illegible] انتقال ہو گیا۔ یہ خط ۳ محرم ۱۲۵۱ھ کا لکھا ہوا ہے۔

۹۔ [illegible] سیکرٹری کے نام قمر الدولہ کی عرضی ہے کہ اس کا بھائی قیام الدولہ سب ملکیت پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ یہ عرضی [illegible]
۱۲۵۲ھ کی لکھی ہوئی ہے۔

۱۰۔ نمبر ۹ [illegible] دوسرے دن یعنی ۱۷ صفر ۱۲۵۲ھ کو گورنر SIR FREDERICK ADAM کے نام بھیجی ہے۔ اس کی [illegible]
ہے۔

۱۱۔ [illegible] نواب [illegible] عظیم جاہ کی بیگم نے انگوٹھی کا نمونہ بھیجا تھا۔ دونوں بھائیوں نے شکریہ کا یہ خط لکھا۔ ۲ ذی الحجہ ۱۲۵۲ھ تاریخ
۱۲۔ [illegible] کی یہ عرضی ۹ ربیع الثانی ۱۲۴۲ھ کی ہے اور نواب عظیم جاہ سے اپنی بچیوں کی شادی کے لیے اجازت مانگی ہے۔ [illegible]
اس [illegible] سے مقدم ہونی چاہیے تھی۔

۱۳۔ میجر H P HODGSON کا خط قمر الدولہ کے نام ہے کہ دو سو پندرہ روپے جو آپ نے ماہانہ کس طرح اور کن ملازمین کے لیے خرچ کیے [illegible]
اس کے ساتھ قمر الدولہ کی ایک عرضی عظیم جاہ کے نام ہے کہ میجر کا اس طرح کا خط آیا ہے۔ اس پر عظیم جاہ نے بھی حکم دیا ہے کہ جو کچھ خرچ کرتے [illegible]
کی تفصیل لکھو۔

۱۴۔ اس عرضی میں مذکورہ بالا رقم کے خرچ کی تفصیل ہے۔ (نمبر ۱۲-۱۴ کو نمبر ۲ سے مقدم سمجھیں)۔
۱۵۔ منوسامی کرم اور [illegible] جو بیگم پورہ میں رہتے تھے، عرضی دی ہے کہ وہ لوگ کب سے ملازم ہیں۔

۱۶۔ [illegible] الدولہ مرحوم (یعنی قیام الدولہ اور قمر الدولہ کے والد) کی ایک اور بیوی مہر النساء تھی۔ اس کی والدہ نے درخواست دی کہ [illegible]
بیٹی سے ساتھ رہتی تھی لیکن قمر الدولہ نے اپنی والدہ اور بہن کے ساتھ سازش کر کے مجھے مکان سے نکال دیا ہے بلکہ اپنی سوتیلی ماں مہر النساء کو بھی [illegible]
[illegible] بنا لیا ہے اور پولیس کو بھی [illegible] نکالنے کے لیے بھیجا تھا۔ اس عرضی پر سررشتۂ عدالت دیوانی کا حکم ہوا کہ قمر الدولہ سے کیفیت طلب کی جائے
قمر الدولہ نے کیفیت لکھی۔

۱۷۔ اس کیفیت کو قمر الدولہ نے اس طرح بیان کیا ہے کہ میری سوتیلی ماں مہر النساء کا بھائی ہاشم علی بہت مقروض ہو گیا تھا اور مہر النساء مجھ سے [illegible]
قرض کے ادا کرنے کے لیے رقم مانگتی تھی۔ میری حقیقی والدہ نے [illegible] سفارش کی تھی تو میں نے سنکوکشم سیٹھ سے قرض دلوا دیا تھا۔ لیکن ہاشم علی
رقم کو واپس نہ کر سکا اور اس کی والدہ نے خواہ مخواہ مجھ پر بہتان لگا دیا۔ میں اسے مکان سے نکلوانا چاہتا ہوں۔

۱۸۔ خدیجہ بی نے نواب عظیم جاہ کو عرضی دی کہ سیف الملک نے مجھے پالا تھا اور میری شادی اپنے صاحبزادے سیف الدولہ سے کر دی تھی۔ [illegible]

... کی دوسری حقیقی بہن نورس بیگم سے سیف الدولہ کا نکاح کر دیا تھا۔ میاں سیف الدولہ نے وصیت کر دی تھی کہ دو سو روپیہ نورس بیگم کو ادا کرتے تھے ... روپیے نورس بیگم کے ہوں گے۔ چالیس عبدالعلی کے۔ پچاس خدیجہ بی کے۔ تیس غلام ... کے اور پندرہ بدرالدین کے ہوں گے۔ میاں یمینی نے ... وصیت پر عمل نہیں کیا اور نورس بیگم کو پچاس روپیے چار آنے دینے لگے اور دوسروں کو محروم کر دیا گیا۔ یہ عرضی ... شوال ۱۲۴۹ھ کی ہے۔

... جاہ کا حکم ہوا کہ قیام الدولہ اور قمرالدولہ سے دریافت کیا جائے۔

قیام الدولہ اور قمرالدولہ نے نواب عظیم جاہ کے حکم کے جواب میں یہ عرضی دی کہ عرضی نمبر ۸ کی ... کرنے والی کا نام ... ہے اور وہ ... کہ جو کچھ اس نے لکھا ہے وہ محض دروغ و افترا ہے۔

قمرالدولہ نے ۱۲ رمضان ۱۲۴۹ھ کو نواب بیگم صاحبہ (نواب عظیم جاہ کی بیگم) کو عرضی دی کہ میری دونوں بہنیں حاضر خدمت ہونا چاہتی ہیں ... اجازت نہیں آیا۔

... صفر ۱۲۴۹ھ کو قمرالدولہ نے بطور یادداشت لکھا ہے کہ میرے بھائی قیام الدولہ نے عظیم جاہ کو درخواست دی ہے کہ وہ گورنمنٹ کو ... دی۔

قمرالدولہ اپنی کسی چھوٹی بہن کی شادی کے سلسلے میں عظیم جاہ کو دعوت کے لیے کچھ رقم پیش کرتا ہے جس کا اس عرضی میں ذکر ہے۔

اس عرضی میں قمرالدین اپنی بہن کی شادی کے لیے کچھ زیورات عاریتہً لینا چاہتا ہے

... کی عرضی تھی کہ وہ میرے والد مرحوم کے یہاں ملازم تھے یہ محض غلط ہے۔ وہ یقیناً نوکر تھے اور اب بھی ہیں چنانچہ ... اب بھی تنخواہ ملا کرتی ہے۔

قمرالدولہ نے عظیم جاہ کی بیگم صاحبہ کو اطلاع دی ہے کہ اس کی چھوٹی بہن کو ... سے درد رہ ہے۔

میجر ہارڈسن کا خط ہے کہ آپ نے جو عرضی حکومت کو براہِ راست بھیجی ہے وہ واپس کی جاتی ہے۔ قمرالدولہ کو چاہیے کہ وہ اپنے والد مرحوم کی ... کے متعلق جو کچھ کہنا چاہیں وہ گورنمنٹ ایجنٹ میجر ہارڈسن اور نواب عظیم جاہ کے ذریعے کہیں۔

اس خط میں بھی وہی کہا گیا ہے جو نمبر ۲۶ میں ہے۔

یہ عرضی فارسی میں نواب عظیم جاہ کو لکھی ہے اور عرضی نمبر ۲۹ ان کی بیگم کو اردو میں دی گئی ہے۔ تاریخ ۲ جمادی الاول ۱۲۵۰ھ ہے۔ قمرالدولہ ... ممتاز بیگم کو ان کے بھائی تاج الدین عرف اکبر شاہ کے ذریعے سمجھایا گیا ہے لیکن وہ مطمئن نہیں۔

عرضی میں ہے کہ ممتاز بیگم نے جھگڑے کھڑے کر رکھے ہیں۔ انھیں سمجھایا جائے کہ جب تک والد مرحوم کا قرض ادا نہ ہو جائے وہ کسی ... نہ دیں۔ نواب صاحب رحمت مآب کے زمانے میں بھی ہمارے چچا حسام الدولہ نے جھگڑا کھڑا کر دیا تھا تو کورٹ نے ان کی پنشن موقوف کی تھی۔

دونوں اقرار نامے ہیں کہ قیام الدولہ اور قمرالدولہ اپنے والد مرحوم کا قرض ادا کریں گے۔

۳۲۔ عظیم جاہ کے نام عرضی ہے کہ حضور نے ممتاز بیگم کے جھگڑوں کی وجہ سے باغ کے لیے ایک داروغہ مقرر کر دیا تھا۔ وہ اب بیماری کی وجہ سے نہیں آتا۔ اس لیے پھر فسادات کھڑے ہو رہے ہیں۔ باغ کو اجارہ پر دے دیا جائے تو بہتر ہوگا۔ یہ عرضی ۲ ذی الحجہ ۱۲۵۰ھ کی ہے۔

۲۴ - عید الاضحیٰ ۱۲۵۴ھ سے پہلے یہ عرضی شرف الملک کی وساطت سے دی گئی تھی کہ قیام الدولہ اور قمر الدولہ کو بھی عید الفطر اور عید الاضحیٰ کا وہ حصّہ ملا کرے جو ان کے والد کو ملا کرتا تھا -

۲۵ - یہ ان دونوں بھائیوں کا اقرار نامہ ہے کہ حضرت امام حسین رض اور حضرت عباس رض کی جناب میں ہم اقرار کرتے ہیں کہ کمپنی سے ماہانہ زر جو ہے اس پر جو اضافہ ہوگا وہ ایک سال کا اضافہ بلا عذر سید علی کو دے دیں گے - ۱۲ جمادی الآخر ۱۲۵۱ھ اس کی تاریخ ہے

۲۶ - نواب عظیم جاہ سے عرض ہے کہ ۱۲۳۹ھ میں والد صاحب کے قرضخواہوں کے لیے جو فیصلہ ہوا تھا اس کی نقل مطلوب ہے - کیونکہ رتن بھارتی نے پندرہ ہزار کا جعلی تمسک، باغ کو گرو رکھنے کے سلسلے میں تیار کر کے کورٹ میں پیش کیا ہے - نمبر ۲۸ بھی اسی طرح ہے اور یہ عرضی ۱۲۵۱ھ کی ہے -

۲۷ - نواب عظیم جاہ کے نام عرضی ہے کہ ہم دونوں بھائیوں کے پاس کورٹ سے نوٹس آیا ہے کہ باغ کے لیے داروغہ مقرر ہوا تھا تو اس کے لیے شہادت چاہیے - ورنہ باغ سرکار میں چلا جائے گا اور تم لوگوں کا حق ختم ہو جائے گا - پھر عظیم جاہ کے پاس کورٹ سے اطلاع آئی کہ اس باغ کا نیلام ہو گیا ہے اور اب باغ کی آمدنی داروغہ رتن بھارتی کو دی جاتی ہے ۱۲۵۴ھ کی یہ تحریر ہے -

۲۸ - نواب عظیم جاہ کے نام عرضی ہے کہ ۱۲۳۹ ہجری میں والد مرحوم کے قرض خواہوں کے متعلق جو فیصلہ ہوا تھا اس کے مطابق قرض کی قسطیں ادا کی جا رہی ہیں - مگر رام بھارتی اور رتن بھارتی نے چودہ ہزار کا ایک جعلی تمسک باغ مسکونہ کو رہن رکھنے کے متعلق عدالت میں پیش کیا ہے

۲۹ - شمس الدین احمد ولد مولوی قادر بخش جو عدالتِ عالیہ کا منشی تھا اس نے قیام الدولہ کی ضمانت لی ہے - یہ ۱۲۵۲ھ میں لی گئی تھی -

۳۰ - عظیم جاہ کے نام عرضی ہے کہ ممتاز بیگم اور نورس بیگم نے مقدمہ دائر کر دیا ہے - اس لیے عرض ہے کہ باغ کی آمدنی جو حضور کے پاس محفوظ ہے، کورٹ کے اخراجات کے لیے مرحمت فرمائیں -

۴۱ - یکم ربیع الآخر ۱۲۵۲ھ کی عرضی ہے کہ باغ کے داروغہ کو حکم دے دیا جائے کہ ہم لوگوں کا حصہ پابندی سے دیا جایا کرے -

۴۲ - اس عرضی میں ہے کہ مہر النسا ہمارے جدِ امجد سیف الملک کے دو منزلہ مکان میں رہتی تھیں لیکن چار سال سے انھوں نے وہ مکان ہم لوگوں کو دے دیا تھا اور وہ ہماری حقیقی (چھوٹی) بہن امۃ النسا کے یہاں رہنے لگی تھیں - کل یعنی ۱۱ صفر ۱۲۵۳ھ کو ان کی "زیارت" (غالباً چہلم) کا دن تھا -

۴۳ - بعض لوگوں نے جو غلط دعوے کیے تھے اور سیف الدولہ مرحوم کی جائداد میں اپنا حق ثابت کرنے کی کوشش کی تھی، ان کی تردید میں یہ عرضی ۹ صفر ۱۲۵۳ھ کی ہے -

۴۴ - ۷ ربیع الاول ۱۲۵۲ھ کی یہ عرضی ہے کہ کچھ لوگوں نے ہمارے والد مرحوم کی جائداد میں حصّہ لینے کے لیے مقدمہ دائر کیا ہے - اس لیے عرض ہے کہ باغ کے محاصل میں سے رقم عنایت کی جائے تاکہ مقدمہ کی پیروی کی جا سکے اور قرضخواہوں کو بھی دیا جا سکے -

۴۵ - باغ کے مقدمے کی تفصیل ہے - ۲۴ صفر ۱۲۵۳ھ -

۴۶ - عرضی ہے کہ باغ کے داروغہ کو حکم ہو کہ وہ ہمارے مقدمے کے سلسلے میں شہادت کے لیے کورٹ میں آ جائے -

۴۷ - اربابِ عدالتِ محکمہ عالیہ چاہتے ہیں کہ باغ کے محاصل کے لیے حضور حکم صادر فرما دیں - ۱۶ جمادی الآخر ۱۲۵۲ھ -

۴۸ ۔ اس خط میں عرض ہے کہ در روغہ نے ہم لوگوں کے وکیل کے سامنے کل بیان دے دیا ہے کہ ممتاز بیگم کا کوئی تصرف عمل باغ پر نہیں تھا۔

۴۹ ۔ مہر النساء کی والدہ فیض النساء کی عرضی ہے کہ مہر النساء کے چہلم کے بعد اس کا متروکہ اسباب مجھے (فیض النساء) کو دے دیا جائے۔ نواب عظیم جاہ نے اس پر حکم دیا کہ قیام الدولہ سے دریافت کیا جائے ۔

۵۰ ۔ اوپر کی عرضی کے جواب میں قیام الدولہ نے کہا ہے کہ مرحومہ کا متروکہ اسباب حضور کے حکم کے مطابق محکمۂ عالیہ میں پیش کر دیا گیا تھا لیکن حضور کا پھر کوئی حکم اس کے متعلق عدالت میں نہیں پہنچا۔ اس لیے وہ اسباب محکمۂ عالیہ کے وکیل کے پاس رکھ دیا گیا ہے۔ اطلاع عرض ہے۔ یہ جواب ۱۱ شعبان ۱۲۵۲ھ کا ہے ۔

۵۱ ۔ مرحومہ مہر النساء کی والدہ فیض النساء کی یہ عرضی ۱۱ ذی قعدہ ۱۲۵۲ھ کی ہے کہ مرحومہ کا اسباب قیام الدولہ وغیرہ مکان سے نکال کر لے گئے ہیں وہ واپس لایا جائے ۔ (اس پر حکم ہوا کہ مدعیٰ علیہم سے دریافت کیا جائے ۔)

۵۲ ۔ باغ کو اجارہ پر دینے کے لیے قیام الدولہ اور قمر الدولہ نے درخواست کی ہے۔ (حکم ہوا کہ اگر معتبر آدمی مل جائے تو باغ کو اجارہ پر دیا جا سکتا ہے ۔)

۵۳ ۔ باغ کو اجارہ پر دینے کے لیے معتبر آدمی کی تصدیق ان دونوں بھائیوں نے کی ہے ۔

۵۴ ۔ کرنل وائیول، گورنمنٹ ایجنٹ (جو ہاڈ جسن کے بعد مقرر ہوا ہوگا) نے ان بھائیوں سے سیف الملک مرحوم کے وارثوں کی عرضیوں اور پنشن کا احوال پوچھا ہے۔ یہ خط ۲۹ مارچ ۱۸۳۹ء کا لکھا ہوا ہے ۔

اسی خط کے جواب میں ان بھائیوں نے لکھا ہے کہ ہم لوگوں کے مؤکل حسام الملک وغیرہ کو روپیہ بہت دیر میں پہنچتا ہے کیونکہ انگریزی مہینے کی بیس تاریخ تک ہم کو ملا کرتا ہے۔ اس لیے ہم سب کی درخواست ہے کہ انگریزی مہینے کی پہلی دوسری تاریخ تک مل جایا کرے ۔

۵۵ ۔ شیخ عبداللہ اور شیخ میرن جو سیف الدولہ مرحوم کے پرانے ملازم ہیں انہوں نے درخواست دی ہے کہ انھیں مرحوم کے یہاں سے پانچ سال کی تنخواہ نہیں ملی تھی۔ وہ دی جائے ۔

۵۶ ۔ ان بھائیوں نے عرضی نمبر ۵۵ کے جواب میں کہا ہے کہ وہ دونوں شخص ہمارے والد مرحوم کے ملازم نہیں تھے۔ انھوں نے غلط دعویٰ کیا ہے۔

۵۷ ۔ عرضی نمبر ۵۵ پر گورنمنٹ ایجنٹ کا جو حکم انگریزی میں تھا اس کا مطلب نواب عظیم جاہ کو یہاں فارسی میں پیش کیا گیا ہے ۔

۵۸ ۔ اوپر کی عرضی کے ساتھ ہی گورنمنٹ ایجنٹ کا یہ خط بھی ہے کہ جو لوگ سیف الدولہ مرحوم کے تعلق کے بتائے گئے ہیں۔ ان میں سے کتنے ایسے ہیں جو فوت ہو چکے ہیں یا کہیں جا چکے ہیں، ان سب کی فہرست دی جائے اور ۱۸۳۸ء سے جو روپیہ دیا جا رہا ہے۔ اس کی تقسیم بتائی جائے ۔

۵۹ ۔ ان دونوں بھائیوں کی درخواست ہے کہ ان کے والد مرحوم کے تمام قرض کے حساب کی تفصیل شروع رجب ۱۲۳۹ھ سے ۲۳ محرم ۱۲۴۶ھ تک کی عنایت فرمائی جائے کیونکہ ان کے باغ کا نیلام ہو چکا ہے اور اب وہ کورٹ میں قرض کے متعلق رجوع کرنے والے ہیں ۔

۶۰ ۔ نواب عظیم جاہ کو ۴ ذی الحجہ ۱۲۵۴ھ کو اطلاع دی ہے کہ رتن بھارتی کے جعلی تمسک (باغ کے گرو رکھنے کے متعلق) کی حقیقت کھل گئی ہے اس لیے شریف (حاکم) نے نورس بیگم کے مکان پر مہر لگا دی ہے اور وہ باغ کے بڑے دروازے سے آکر ممتاز بیگم کے مکان پر بھی مہر لگانا چاہتا تھا تو ہم لوگوں نے روک دیا ہے کہ یہ ہمارا مکان ہے ۔

۶۱ - یہ عرضی ۲۰ محرم ۱۲۵۵ھ کی ہے کہ بعض کنیزوں اور ملازموں کے فوت ہو جانے سے (نمبر ۵ کے تحت) ہماری رقم کم کر دی گئی ہے ایسا نہ ہونا چاہیے۔

یہ ہے مختصر تعارف ان تمام عرضیوں اور یادداشتوں کا - تفصیل خود ان کی نقول میں مل سکے گی - بیاض کے آخر میں چند اندراجات ہیں جو اسی خاندان کے کسی فرد نے بعد میں شامل کیے ہوں گے درج ہیں -

انتقال نواب کاظمی بیگم روز چہار شنبہ بتاریخ ۲۷ ربیع الثانی بوقت دوازدہ و نیم ساعت شب پنج شنبہ رحلت نمود و دفن روز پنج شنبہ از وقت یک ساعت نمود - تاریخ دفن ۲۸ ربیع الثانی ۱۲۹۰ھ -

انتقال امۃ العزیز بیگم دوم شعبان روز پنج شنبہ بوقت یک ساعت شب جمعہ - دفن روز جمعہ سوم ماہ شعبان بوقت یازدہ ساعت روز ۱۲۹۵ھ

انتقال نذیر النساء بیگم بست و دوم جمادی الاول ۱۳۰۳ھ روز یک شنبہ مطابق ۲۱ فروری ۱۸۸۶ء - بوقت دو نیم ساعت روز انتقال نمود -

انتقال ... ۲۲ ماہ ذی قعدہ ۱۳۰۶ھ روز شنبہ - بوقت ہشت ساعت شب - روز یک شنبہ بوقت دوازدہ ساعت روز دفن شد -

یعنی ۱۳۱۲ھ تک یہ بیاض اس خاندان میں رہی اور اسکے بعد اس خاندان کا حال بھی وہی ہوا ہوگا جو سب کا ہوتا ہے - كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ،

اب اس بیاض کے تمام خطوط، عرضیوں اور یادداشتوں کی نقل پیش کی جاتی ہے :-

اپل کورٹ سے شرسب کو حکم یہ ہے کہ وہ قیام الدولہ اور قمرالدولہ فرزندان اور ممتاز بیگم زوجہ جو وارثان ہیں نواب سیف الدولہ بہادر مرحوم کے اور محمد مسلمان باشندے ہیں مدراس کے سوانکو سمن کرے حاضر ہونے چہار شنبہ کو روز تیسری تاریخ جون کے[1] - عدالت گاہ سو پریم کورٹ میں بشرطیکہ وہ پاتے جاویں مدراس میں جواب دینے ایک مقدمہ کا جو فرانسس پریرا اور انتونی پریرا وارثان پیریرا انتونی نے رجوع کیے ہیں ہماری کورٹ میں وصول کرنے انکے ایک لاکھ روپے -

(۲)

هو الکریم

صاحب مشفق شفیق قدردان توجہ و نوازش فرمائے نیاز منداں و عنایت فرمائے بیکساں سلمہ الرحمان خط آں توجہ فرما مرقوم چہارم ستمبر ۱۸۳۲ء عیسویہ متضمن حساب اخراجات دو صد و پانزدہ روپیہ و شش آنہ موصول گردیدہ بود - لہٰذا فہرست اخراجات مرسول است از ملاحظہ آں کما ہو و کیفاً اخراجات

---

[1] یعنی ۱۸۲۹ء

نکوروشن خواہر شدہ شفیق من! در زمان والدہ مرحوم ہمیں کارخانہ را حسابش موصول خدمت است مبلغ خطیر مصروف می شدہ و بعد انتقال قبلہ گاہی از خزانۂ کمپنی بہت الفیسہ کارخانہ قبلہ گاہی بہر یک ما از ہر دو برادر دو صد پانزدہ روپیہ ششش آنہ مقرر شدہ ما ہر دو برادر از گنجائش بسیار و از تخفیف بیشمار نصف کارخانۂ قبلہ گاہی را بہ نیازمند و نصف کارخانہ را بہ برادرم جاری داشتہ اند باوجود ایں قدر تخفیفات از طرف نیازمند سہ صد روپیہ و از طرف برادرم سہ صد روپیہ مصروف کارخانۂ قبلہ گاہی میشود و برائے خرچہ روزمرۂ ضروری ایں نیازمند و فیلی نیازمند یک صد و ہفتاد روپیہ کہ مقرر است بکمال تنگی و عسرت گذران می شود حتی کہ سواری میارم و عندالضرورت بکرایہ کار روائی میکنم۔ شفیقا! بر مایاں لازم است کہ اہل استحقاق قبلہ گاہی را بہر صورت معاش برسانیم چنانچہ میرسانیم و کسانیکہ از ملازمین قبلہ گاہی قابل نوکر ہستند نوکری ہم کردہ میشود تاکن وقتیکہ در معاش ایں نیازمند و برادرم قیام الدولہ بہادر بہ تفصیل بالا نہ شد لہذا چند مناسید کہ بالکل استحقاق ندارند بعلی نیازمند و برادرم عرائض استغاثہ بابا دگورنمنٹ میگذارند تصدیع میدہند چنانچہ ہمی مردمان در زمان ایجنٹ صاحبان سابق عرائض کثیرہ گذرانیدہ بودند و صاحبان موصوف نواب صاحب مد ظلہ العالی را از استغاثہ با بنا بر دریافت اطلاع کردند و نواب صاحب مد ظلہ العالی نیز از احسان طلبیدہ ملاحظہ فرمودہ اند چوں استغاثہ آنہا نا مسموع و باطل بود ہیچ جا مسموع نشد۔ حالا نیز بخدمت آں شفیق رجوع آوردہ باشند۔ بفضلہ ایں نیازمنداں بہ توجہ گستر توقع دارند کہ بپاس عزت قبلہ گاہی پیوستہ عزت ایں نیازمنداں منظور خواہند داشت۔ مشفقا! ما ہر دو برادر را لازم منظور است کہ بسبیل اداے اقارب قبلہ گاہی نیز نمائیم ایں را دو وجہ است۔ یکے اینکہ حقوق مرحوم از ذمہ قبلہ گاہی ساقط شود۔ وجہ ثانی اینکہ باغ مسکونہ و مملوکہ مایان در ہمیں الایام سکونت گاہ جدم نواب سیف الملک بہادر مرحوم است از فروختہ شدن امن باید و از گورنمنٹ نیز در زمان ماضیہ فروختہ شدنش را گوارا نداشتہ اند چنانچہ نظر بپاس عزت جدم سیف الملک بہادر مرحوم و حسب درخواست قبلہ گاہی مبلغ شصت ہزار روپیہ از خزانہ کمپنی داد ایں باغ ما کہ از حکم سوپریم کورٹ قرق شدہ بود از فروختہ شدن امن رہانیدند۔ اگر حالا بنا بر قرض قلیلے فروختہ شود باعث کمال بدنامی و تباہی خانہ بدوشی نیازمنداں است اگرچہ باغ ہم محاصل قریب سہ صد روپیہ دارد۔ اگر از ایں محاصل فہمائش قرضخواہاں نشود۔ ما ہر دو برادران را لازم است کہ از ایں معاش اعانت در اعانت اقارب قبلہ گاہی نمائیم تا از بدنامی و تباہی و خانہ بدوشی بفضلہ مامون و مصئون باشیم۔ چونکہ عنایات نواب صاحب مد ظلہ العالی پیوستہ بر حال نیازمنداں مبذول است لہذا تا حال قرض خواہاں را از سرکار فہمائش مے شود و نیازمنداں از کاوش قرض خواہاں محفوظ ہستیم۔ زیادہ چہ التماس نماید۔

مرقوم بست و ہفتم ربیع الثانی ۱۲۴۶ھ ہجری مہر قمر الدولہ

القاب بر لفافہ: بخدمت فیض درجت صاحب مشفق شفیق قدردان توجہ و نوازش بیکراں و عنایت فرمائے نیازمنداں کرنیل لو صاحب بہادر گورنمنٹ ایجنٹ سلمہ الرحمان مشرف باد (بطور خط نصف سطر راست و نصف سطر چلیپا باید نوشت)

(۴۲)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نقل عرضی والدہ بیگم صاحبہ کہ بتاریخ ششم جمادی الاول ۱۲۴۹ھ ہجری قدسی بحضور نواب عظیم جاہ بہادر گذرانیدہ بود است

نیز از برائے شادی دختران سابق در حضور پُرنور گذرانیدہ بود۔ امر عالی صادر شد کہ شادی کنند و از سرکار نیز عنایات خداوندی مبذول خواہد شد

از فضل و کرم خداوندی امیدوار است کہ اگر حکم حضور بشود بفضلہ بتاریخ پانزدہم ماہ حال شروع می نماید و امیدوار است بی بیاں را نیز حکم صادر شود کہ ادائے رسومات ما بند و امیدوار است کہ رسم چہترہ سہرا بستن در حضور عالی بشود کہ باعث افتخار و عزت است عرض مکرر کنیز از ترحم خداوندی است کہ بعد از انجام شادی برائے گذران کنیز آزادی مکانے نیست دمتصل خانۂ کنیز یک مکان سفالی بسیار شکستہ و ریختہ حتے کہ دیوار سایہ ہم ندارد مشہور بموشی خانہ خالی افتادہ است از حکم مطلع برائے فرزند آوردن کنیز زادی بعد از شادی عزت ... و دیابد کنیز مرمت کردہ فرود خواہد آورد زیادہ حد ادب — عرضی —

کنیز جمعیت النساء بملاحظہ عالی جناب مدظلہ

(۴)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقل عرضی والدہ ... صاحب مرقومہ ... جمادی الاول ۱۲۴۹ھ ہجری قدسی بجہت گذرانیدن نواب بیگم صاحبہ قبلہ گذرانیدہ شد

باندی فضل و کرم سے امیدوار ہو کر عرض کرتی ہے کہ اگر حکم حضور ہو تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے چھوٹی باندی کی شادی پندرھویں تاریخ کو اسی مہینہ کی شروع کرتی ہیں اور امیدوار فضل و کرم کی یہ ہے کہ بی بیاں کو واسطے ادائے رسومات شادی کے حکم ہو تو سرفرازی ہے زیادہ حد ادب —

عرضی کنیز جمعیت النساء —

درجواب عرضی نواب عظیم جاہ بہادر جنیں ارشاد فرمودند کہ از فحوائے عرضی معلوم گردید کہ ہمگی معروضات درمعرض قبول آمد و درباب بی بیاں فرمودند کہ کسیکہ کہ آشنائی نباشد دعوات شاں پذیرفتن ایں جانب مناسب نیست —— نواب بیگم صاحب درجواب عرضی فرمودند کہ سابق در شادی شما کدام بی بیاں آمدہ بودند از آں اطلاع نمایند تا بہا تاکید خواہد شد تا کہ در آنجا بیایند —

(۵)

ھو الکریم

صاحب مشفق شفیق قدردان توجہ و نوازش فرمائے نیازمنداں و عنایت فرمائے بیکراں سلمہ الرحمان

از آنجا کہ اہم مطالب نیازمند خوشنودی گورنران کونسل و آں شفیق درہمیں است کہ ادائے قرض قبلہ گاہی بآسانی شود تباہی و پریشانی از خانہ بدوشی بسبب قرضداری قبلہ گاہی بحال نیازمند وغیرہ عاید نشود زیرا کہ گورنران کونسل اعنی نیز لنظر بپاس عزت جدم سیف الملک بہادر مرحوم از خزانہ کمپنی زر نقد مبلغ شصت ہزار روپیہ بعقد ضخواہان دادہ قبلہ گاہی را از تباہی محفوظ داشتند دریں اوقات سبیل ادائے قرض قبلہ گاہی بجہت تخفیف اخراجات صورتے نمی بندد لہٰذا بخدمت آں شفیق التماس ایں دارم کہ برخود تصدیع گوارا نمودہ از کل اخراجات تخفیف دادہ بقرض خواہان قبلہ گاہی اقساط مقرر نمایم تا کہ قرض گاہے از ذمہ قبلہ گاہی ساقط شود و تباہی و پریشانی بحال نیازمند وغیرہ نرسد بفضلہ پیوستہ از گورنران کونسل و آں شفیق ہمی توقع و التماس دارم کہ بپاس عزت جدم سیف الملک بہادر مرحوم و قبلہ گاہی سیف الدولہ مرحوم عزت ایں نیازمند در ہر امر منظور خواہند داشت زیادہ چہ التماس نماید مرقوم پنجم رجب المرجب ۱۲۴۹ھ ہجری —

مہر قمر الدولہ

القاب بر لفافہ : نیازنامہ بخدمت فیض درجت صاحب مشفق شفیق قدردان توجہ و نوازش فرمائے بیکراں و عنایت فرمائے نیازمنداں میجر ہاجسن صاحب بہادر گورنمنٹ ایجنٹ سلمہ الرحمان مشرف باد

هوالکریم

(۶)

آداب تسلیمات بجا آوردہ معروض میدارم محمد تہور داروغہ سرکار کہ بر باغ گلاب متعین بودند در آں زماں بیکے شیخ حمید نامی یازدہ کانی زمین را اجارہ دادہ بودند حالانا میرزا شریف الدین سازش کردہ بحیلہ اجارہ دادن محمد تہور از غلامان تعدی می نمایند میگوید کہ از شما اجارہ نگرفتہ ام لہذا امیدوار افضال خداوندی کہ پیوستہ مبذول حالِ غلامانست ہستیم بفضلہ تعالیٰ حکم حضور پُر نور زمحمد تہور شرف صدور یابد کہ بموجب قرارنامہ اجارہ دار اجارہ را کہ بنام ایشاں است بردارند و خلاصۂ محلکۂ اجارہ دار ملفوف است بر وقتیکہ بخواہند اجارہ را بر دہند زیادہ ۔ ۔۔ بست و نہم رجب ۱۲۵۵ھ ہجری

(۷)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

غلامان آداب و تسلیمات بجا آوردہ معروض حضور پُر نور میدارم محن سوپریم کورٹ بابت مقدمہ قرض مورلی واس مرقوم پنجم فروری ۱۸۳۲ء عیسوی مرسومہ با غلامان وغیرہ بتاریخ ہفتم مارچ ۱۸۳۲ء مطابق چہار دہم شوال ۱۲۴۳ھ ہجری معہ یک قطعہ حکم نامہ کہ درآں مرقوم است اگر در عرصہ چہار روز از تاریخ رسیدن ایں کاغذ مدعی علیہ حاضر شدہ جواب ندہند دریں مقدمہ فیصلہ دادہ خواہد شد از حضور پُر نور لغلامان موصول شدہ عالم پرورا کیفیت متروکات و قرضداری و جمیع ابواب کلی و جزوی ما غلامان بلا زمان حضور پُر نور نیکو روشن است۔ لہذا غلامان امیدوار ہستیم کہ دریں مقدمہ جوابدہی آنچہ مناسب برائے ملازمان حضور پُر نور اقتضا نمایند بماں درحق غلاماں بہبود و موجب سرفرازی است زیادہ حد ادب معروضہ ۷ شوال ۱۲۴۳ھ ہجری

غلامان

قمرالدولہ بہادر انور جنگ ۱۲۴۳	حسام الدولہ ۱۲۴۳

توقیفاتھا: انشاء اللہ تعالیٰ۔ ایں عرضی درحضور پُر نور بندگان عالی متعالی نواب امیرالہند والا جاہ نواب عظیم جاہ بہادر مدظلہ العالی بگذرد۔

(۸)

کنیز آداب تسلیمات بجا آوردہ معروض حضور پُر نور میدارد نجم النساء عرف بحو بی بی دختر نصیر الملک بہادر مرحوم بعد از شادی در ماہ نہم حمل ہفت ماہہ شدہ پسر مُردہ دہ روز در شکم داشتہ روز سوم زائیدہ انتقال نمودہ زیادہ حد ادب۔ معروضہ ۲۳ محرم ۱۲۴۹ھ

عرضی۔ کنیز جمعیت النساء بیگم۔

(۹)

صاحب مشفق شفیق قدرداں توجہ و نوازش فرمائے نیازمنداں و عنایت فرمائے بیکراں سلمہ اللہ تعالیٰ۔

از آنجا ہمگی ہمت ارباب حکومت پیوستہ بعافیت و آسودگی عالم و عالمیاں مصروف سیما بر خاندان نواب والاجاہ جنت آرامگاہ بانواع عنایات بے غایت بقدر مراتب نظر عزت برا احوال ہر یک مبذول میدارند بعد انتقال والد مرحوم یعنی سیف الدولہ بہادر پنشن را بنام ہر یک علیحدہ علیحدہ بر فیصلی والد مرحوم بنا بر رفع فتنہ و فساد مقرر فرمودند و بنام ایں نیازمند برائے پرورش متعلقان در فواتح و رسوم سالیانہ وغیرہ ۳ صد و ہشتاد و پنج روپیہ و شش آنہ منظور و جاری فرمودند و دریں معاش قلیل ایں نیازمند بر خود تصدیع کشیدہ قریب صد کس از مرد و زن پرورش می نماید و فواتح و رسوم وغیرہ را ادا میکند

درینولا بسمع این نیازمند رسید کہ برادرم قیام الدولہ بہادر بگورنر صاحب عرض گزرانیدہ اند کہ جملہ رسیدات فیملی والد مرحوم رایکجا نمودہ بنام خود نمایند و خود را مشار الیہ سازند چنانچہ بعد انتقال والد مرحوم برائے مشار الیہ شدن خود عرضی گزرانیدہ بود۔ این معنے را ارباب کونسل بنا بر مصلحت و رفع فساد و فتنہ قبول نفرمودہ بنام ہریک علیحدہ پنشن مقرر فرمودند حالا این نیازمند بخدمت فیض درجت چیف سکتر صاحب التماس دارم در حق این نیازمند و سائر اہل فیملی علیحدہ علیحدہ بودن رسید اولیٰ وانسب است۔ این نیازمند و ہیچ یک از ورثائے والد مرحوم بہ یک شدن رسید و مشار الیہ شدن برادرم قیام الدولہ بہادر راضی نیستند و التماس ثانی این دارم آنچہ از پنشن والد مرحوم در سرکار تخفیف یافتہ است از منجملہ آن چیزے بہ پنشن این نیازمند اضافہ شود تا کہ این نیازمند معہ متعلقان بفارغ البالی گزراوقات نماید زیادہ حد التماس نماید۔

عرضی عظیم الدولہ۔ شانزدہم صفر ۱۲۴۹ھ

برلفافہ: بخدمت فیض درجت مشفق شفیق قدر دان توجہ و نوازش فرمائے بیکساں و عنایت فرمائے نیازمنداں مسٹر شامپیر صاحب چیف سیکرٹری بہادر

(۱۰)

القاب گورنر صاحب اندرون خط

نواب صاحب فیاض زمان زبدۃ بخش فیض رسان نوازش فرمائے نیازمنداں و عنایت فرمائے بیکساں دام دولتہم۔

از انجا کہ ہمت عالی باب حکومت پیوستہ بر آن است و آسودگی عالم و عالمیاں مصروف سیما بر خاندان نواب والا جاہ جنت آرامگاہ بانواع عنایات بے نہایت مبذول است نظر عزت بر احوال ہریک مبذول میدارند بعد انتقال والد مرحوم یعنی سیف الدولہ بہادر مرحوم پنشن را بنام ہریک علیحدہ علیحدہ بر فیملی والد مرحوم بنا بر رفع فتنہ و فساد مقرر فرمودند و بنام این نیازمند و برائے پرورش متعلقان و فواتح و رسوم سالیانہ وغیرہ سہ صد و ہشتاد و پنج روپیہ و شش آنہ مقرر و جاری فرمودند از بس معاش قلیل این نیازمند بر خود تکلیف کشیدہ قریب صد کس از مردو زن پرورش می نماید و فواتح و رسوم وغیرہ ادامی کند تا حال از افضال ایزد متعال ہمہ کارخانہ حیات والد مرحوم بلا زیادتی اخراجات معہ جاری اند و نصف اخراجات مذکورہ بطرف این نیازمند و نصف بطرف قیام الدولہ بہادر است۔ درینولا بسمع این نیازمند رسید کہ برادرم قیام الدولہ بہادر بگورنر کونسل عرضی گزرانیدہ اند کہ جملہ رسیدات فیملی والد مرحوم را یکجا نمودہ بنام خود نمایند و خود را مشار الیہ سازند چنانچہ بعد انتقال والد مرحوم برائے مشار الیہ شدن خود عرضی گزرانیدہ بودند این معنی را ارباب کونسل بنا بر مصلحت و رفع فتنہ و فساد قبول نفرمودہ بنام ہریک علیحدہ پنشن مقرر فرمودند۔ حالا این نیازمند بخدمت فیض درجت آن شفیق التماس دارد کہ در حق این نیازمند و سایر اہل فیملی علیحدہ علیحدہ بودن رسید اولیٰ وانسب است این نیازمند و کسے از ورثائے والد مرحوم ہریک شدن رسید و مشار الیہ شدن برادر قیام الدولہ بہادر راضی نیستند و التماس ثانی این دارم آنچہ از پنشن والد مرحوم در سرکار کمپنی تخفیف یافتہ است از منجملہ آن چیزے بہ پنشن این نیازمند اضافہ شود تا کہ این نیازمند مع متعلقان بفارغ البالی گزراوقات نماید۔ زیادہ حد التماس نماید۔ مرقوم ہفتدہم صفر ۱۲۴۹ہجری (بتاریخ نوزدہم شہر مذکور بہ گورنر صاحب موصول گردید۔)

برلفافہ: بخدمت فیض درجت نواب صاحب فیاض زمان فیض بخش فیض رسان قدر دان نوازش فرمائے نیازمنداں عنایت فرمائے بیکساں رائٹ آنریبل[1] سر فریڈرک آدم بہادر گورنر ان کونسل دام دولتہم مشرف باد۔ در خریطہ نالش واجینٹ ہم خطے ہمیں عبارت و مضمون و ترقیم و وصول عبارت صدر لیکن القاب اندرون خط و بر بالائے لفافہ بالقاب شامپیر مطابق و موافق است و غریطہ خط ایشان۔ .. - است و نام ایشان میجر بادجن صاحب

---

[1] LIEUT. GENERAL SIX FREDERICK ADAM, K.C.B. ۱۸۳۲ء سے ۱۸۳۶ء تک مدراس کا گورنر تھا۔

بہادر گورنمنٹ ایجنٹ است ۔)

(برادرم از گورنمنٹ بوساطت سرکار نواب عظیم جاہ بہادر درخواست کردہ بودند کہ مثل قبلہ گاہی مرحوم تمام و کمال پنشن بنام خود شود ۱۲ خلاصہ مضمون خط جواب درخواست برادرم از وساطت نواب صاحب اینست ۔

مطلب فقرۂ منت تجویز مرقومہ نہم جولائی ۱۸۳۳ء بخوانید کہ برخطوط ذیل مرقوم ۔ جولائی ۱۸۳۲ء ریت با زیل کونسل قرار میدہند کہ تبدیل آں ہیچ ضرورت نیست ۔)

(۱۱)

مسوّدہ عرضی مرسولہ حضور نواب بیگم صاحبہ بتاریخ دہم ذی الحجہ ۱۲۴۳ھ ہجری

غلامان خانہ زاداں آداب و تسلیمات بجالاکر حضور عالیہ میں عرض کرتے ہیں۔ الحمد للہ رب العالمین کہ غلامان آج یاد فرماکر انکو رعایت کرنے کے سبب سے بہت سرفراز ہوکر سجدہ شکر بجالائے۔ اللہ تعالیٰ حضور کے سایہ کو غلامان کے سر پر ایک سو بیس برس تک قائم رکھے کہ حضور کے سوائے غلامان کو کوئی وسیلہ نہیں ہے ۔ زیادہ حدِّ ادب ۔ عرضی ۔ غلامان قیام الدولہ و ضمیر الدولہ

(۱۲)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کنیز آداب تسلیمات بجا آوردہ معروض حضور فیض گنجور میدارد دو دختران ایں کنیز از سن شادی تجاوز نمودہ اند و ایں کنیز مقدور در شادی ایشاں ندارد۔ او سبحانہ تعالےٰ ذات بندگان عالی متعالی مدظلہ العالی را وسیلہ ایں کنیز و اولاد ایں کنیز کردہ لہٰذا امیدوار فضل و کرم خداوندی آں دارد ہمانکہ محض از عنایت بندگان عالی رسم مناکحت ایشاں بر آستانہ دولت فیض نشاں بوقوع آید ایں دو کنیز را در زمرہ کنیزاں داخل فرمودہ از عنایات سرکار فیض آثار رسم شادی ایشاں نیز بر در دولت بظہور انجامد ۔ ۔ از یکہ ارباب عدالت برائے ادائے قرض مرحوم از بابت وری باغ وغیرہ در محکمہ عالیہ امانت داشتہ اند از عنایات خداوندی اگر از اں مبلغ برائے ادائے رسوم شادی ایں دو کنیز شود مستحسن است ۔ باز آنچہ ارشاد عالی دریں باب شود ہماں اولیٰ و انسب است زیادہ حدّ ادب ۔ گذرانیدہ شد برائے عظیم جاہ بہادر مدظلہ العالی بتاریخ نہم ربیع الثانی ۱۲۴۵ھ ۔

عرضی ۔ کنیز جمیعت النساء

جواب بر ایں عرضی صادر شد : باید کہ شما کارروائی بکنند۔ آنچہ از سرکار امانت شدہ باشد خواہد شد

(۱۳)

صاحب مشفق مہربان کرم فرمائے بیکراں سلمہٗ اللہ تعالیٰ

عرائض متعدد از مردم علائق و ملازمین سیف الدولہ مرحوم بایں جانب بیرسند۔ از التماس ایشاں معلوم می شد کہ ایشاں مستحق حصہ مبلغ دو صد پانزدہ روپیہ و شش آنہ کہ از سرکار برائے رسوم فواتح سیف الدولہ و برائے پرورش ملازمین مرحوم موصوف معین است ہستند۔ لہٰذا درخواست ایں جانب اینست کہ آں صاحب بمجرد مطالعہ رقیمہ ہذا اطلاع خواہند نمود کہ مبلغ دو صد و پانزدہ روپیہ و شش آنہ ماہوار چگونہ خرچ می شود و چہ قدر ازاں برائے رسوم فاتحہ خرچ میگردد و چہ قدر برائے پرورش ملازمین مصروف می شود کدام کدام کس ملازمین ازاں پرورش می شوند و ہر یک ازاں چہ قدر

ماہواری پابندی سے شاید کہ ہر سہ رقم مرقوم الصدر مشروحاً و تفصیل وار برائے اطلاع ایں جانب بنگارند - زیادہ چہ بطراز د- مرقوم ۱۴ ستمبر ۱۸۴۳ء
میجر پاد جسن بہادر گورنمنٹ ایجنٹ -

عبارت سرنامہ ایں خط ایں است : بفضلہ تعالیٰ شانہ، صاحب شفق مہربان توبہ فرمائے بیکراں قمرالدولہ بہادر سلمہٗ اللہ تعالیٰ موصول باد۔
قمرالدولہ کے نام جب میجر پاد جسن کا یہ خط آیا تو اُس نے (قمرالدولہ نے) نواب عظیم جاہ کو یہ عرضی لکھی -
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - عرضی بنواب عظیم جاہ بہادر بتاریخ ہجدہم ربیع الثانی ۱۲۴۹ھ ہجری گزرانیدہ شد بایں عبارت:-
آداب تسلیمات بجا آوردہ معروض حضور پُر نور می دارد -
دیروز از گورنمنٹ ایجنٹ خطے متضمن درخواست فہرست اخراجات دو سہ دوازدہ روپیہ وشش آنہ کہ داخل درماہہ غلام است بنام غلام صادر گشت جہاں پناہا! او سبحانہ تعالیٰ شانہ حضور پُر نور را پناہ و وسیلۂ غلام خانہ زاد ساختہ است لہٰذا امیدوار است کہ دریں باب ہر چہ حکم جہاں مطاع شرف نفاذ یابد بعمل خواہد آورد - زیادہ حد ادب - عرضی - غلام - قمرالدولہ
(از حضور در جواب عرضی ہٰذا زبانی ارشاد شد کہ شما ہر چہ خرچ می کنید بگذرانید)

(۱۴)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

غلامان آداب تسلیمات بجا آوردہ معروض میداریم دشمنان غلامان گوناگوں فسادہا کردہ اندومی نمایند بحضور پُر نور ظاہر است بفضلہٖ تعالیٰ شانہ، در زمان خداوندی ما غلامان ہستند والا تا حال ذلیل و بے نشان گردیدہ بودند امیدوار و سبحانہ تعالیٰ آنداریم کہ پیوستہ در ترحم خداوندی از فساد معاندین محفوظ و مصئون بودہ مثل سایر غلامانِ حضور پُر نور در بزم چشماں معزز و مکرم خواہند بود- حکم حضور پُر نور در باب پرسانیدن فہرست ملازمین و اخراجات در سرکار صادر شدہ- جہاں پناہا! فہرست ملازمین قبلہ گاہی در دفتر قبلہ گاہی در محکمہ موجود است اگر از انجا طلب شود دعوی کاذبہ مفاسدہ بر ملازمین قبلہ گاہی غلامان ظاہر خواہد شد- جہاں پناہا! بعد انتقال قبلہ گاہی امیر نواز جنگ بہادر ہمہ ملازمین قبلہ گاہی را برطرفی شنوانیدند- درآں وقت بعضے مردماں را والدہ ہائے بیمار غلاماں یعنی ممتاز بیگم و نور النسا بیگم پیش خود نوکر داشتند تتمہ ہمہ ملازمین را ما غلامان نوکر داشتند- بعضے ازاں بلا نوکری معاش از غلاماں می یابند و بعضے آنہا در عوض نوکری معاش می یابند- ہرگاہ فہرست اینہا بحضور رسانند پس امید ہیچ کمی بیشی از غلاماں نخواہند داشت ماموراتِ غلاماں معطل نخواہند شد- دریں باب غلاماں اُمیدوار سرفرازی ہستند و فہرست حاضر است - زیادہ حد ادب مرقوم بست و ششم محرم الحرام ۱۲۴۹ھ
عرضی - غلامان قیام الدولہ و قمرالدولہ -

(۱۵)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آداب تسلیمات بجا آوردہ بعرض بار یاباں حضور پُر نور میرساند کہ آباد اجدادِ غلامان نوکر سرکار والا جاہ جنت آرامگاہ متعینہ سیف الملک مرحوم و غلامان ہماں نوکری تا انتقالِ سیف الدولہ بخیر خواہی مامور بودہ جہت پنشن در گورنمنٹ ستغاثی شدہ و تصدیق حضور جہت پرورش

کران مبلغ چہار صد و سی روپیہ و دوازدہ آنہ در رسیدِ قیام الدولہ و قمر الدولہ می گردید و بہ غلاماں می رسید۔ از بعد واقف کار سے غلاماں را ۔۔ صاحب
ت تحصیل زرِ بیگم پورہ نوکر گذاشتہ از در ماہہ معوضے از تحصیل بیگم پورۂ مذکور جہت ادائے قرض آنہا بفرخت می رسد و پرورش ما غلاماں دشوار۔
زآنکہ دقت گرفتنِ اظہارِ غلاماں بخدمت شرف الملک بہادر۔ ۔۔ جنگ بہادر کہ سابق عرضی احوالِ غلاماں نوشتہ کہ زاینده اندازاں مبرہن جناب شدہ
۔ امیدوار از راہ خداوندی غلاماں زرِ مبلغ پنشن در زرِ تصدقِ حضور سرفراز بدعا ازدیاد عز و دولت مشغول باشد۔ زیادہ حد ادب

عرضی : غلاماں منو ساہی کرم و اُما ساہی کرم۔ بیگم پورہ علاقہ سیف الدولہ مرحوم نہم ذی الحجہ ۱۲۴۶ھ ہجری

حکم صادر شد کہ از برائے پنشن سال دریافت شود۔

(۱۶)

کنیز بعد از ادائے آداب و تسلیمات بعرض معلیٰ میرساند کہ کنیز از قدیم الایام در خانۂ دختر خود مہر النساء زوجہ سیف الدولہ بہادر سکنت داشتہ بجمیع وجوہ بہ محافظت است۔ قمر الدولہ از یک سال مہر رسیدش در علاقہ خود داشتہ قابض و متصرف درماہہ وغیرہ شدہ مقروض کنانیدہ علاوہ از چند روز در خانۂ ہمشیر خود آمد بالحاح و اقسام در غلانیدہ مے خواہد کہ کنیز را از خانہ بدر کند و مزاج دخترم ہم بر آں آوردہ است۔ کنیز موجب تصدیع دانستہ ہر چند متعرض میشود کہ خانہ را گذاشتہ در جائے دیگر بودن خیلے انگشت نمائی و بدنامیست۔ زیرا کہ ازاں جانب در حق شما چہا بد سلوکے رسیدہ بود۔ معلوم باینہم بذیرا شدہ کہ بایماے قمر الدولہ پیادگان جہت اخراج کنیز رسیدہ بودند۔ عالم پناہا۔ کنیز دریں پیرانہ سالی کجا در بدر شود۔ لہذا بعرض حال پرداختہ امید وار است کہ قمر الدولہ و مادر و ہمشیرہ اش را تاکید حضور معلیٰ باشد کہ مہر النساء را در خانہ اش روانہ نمایند تا کنیز بدستور سابقہ نزد مہر النساء دختر و غیرہ ہم سکونت دارد۔ ۔۔۔ ۔۔ ماہم بگرد دعین سرفرازی کنیز ست۔ زیادہ حد ادب۔ عرضی۔

کنیز فیض النساء والدۂ مہر النساء

خلاصہ : فیض النساء در حقیقت سکونتِ قدیمۂ خویش در خانۂ مہر النساء دخترش داشتہ کہ زوجۂ سیف الدولہ بہادر مرحوم است بدین ضمن محافظت مشار الیہا بجمیع وجوہ من بعد کیفیت و متعرض شدن دختر مذکور بسبب دخل قمر الدولہ بہادر در امورش از مدت یک سال۔ علاوہ نگہداشتن بہادر مسطور مشار الیہا را بخانہ خواہر خویش و تحریفش بر اخراج عریضہ گذار از خانہ بجہت ارسال پیادگان پس لہذا بعرض اینہمہ مراتب امیدوار صدور حکم سکونت عریضہ گذار بخانہ دختر مزبورہ بموجب معہود ۔۔۔۔ ۔۔ از نگاہداشتن مشار الیہا بخانۂ خواہرش و ترک اغوائے او

سررشتہ معاملات مرجوعہ منفصلہ دیوانی۔

حکم صادر شد۔ دوازدہم شعبان ۱۲۴۹ھ ۔ کیفیتش از قمر الدولہ دریافتہ شد۔ (یہ کیفیت عرضی نمبر ۱ میں درج ہے)

(۱۷)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

والدۂ مجازیؔ غلام، مہر النساء را بعد از تقرر درماہۂ برادرایشاں ہاشم علی مہر خود را گرو گذاشتہ در عرصۂ قلیل قرضدار و پریشان حال

؎ سوتیلی والدہ

گردانیده و برائے گذران خواہر برنج وغیرہ میفرستاد - ازیں عمر حالت ایشاں بہ تباہی و نوبت فاقہ کشی رسید صورت بہبود بجز رہائی مہر از دست بر نمیدید -
از غلام در ہر ماہ برائے ادائے دین برادر خود قرض می خواستند تا مدت چہار ماہ غلام اعراض می کرد - ہرگاہ والدۂ حقیقی غلام دربارۂ قرض رہانیدن ایشان
بہ غلام تاکید نمودند بجہت نشان ... والدہ از نزد دستگو گشتہ غلام قرض رسانیدہ وایشاں ادائے قرض برادر نمودہ مہر خود را از گرو وا رہانیدند - بعد از ہم بنہ
شادی برادر وجہت استخلاص از تعدد دفعات قرض گرفتند - چونکہ دست ہاشم علی از قرض کشی کوتاہ گردید لہٰذا اما در مرحومی الیہ فیض النساء عریضہ گزار باعث
کیفیت وحال غلام با تمہید ساختہ در حضور مستغاثی شدہ است - این معنی از ادائے دریافت نیکو روشن حضور پُر نور خواہد گردید - زیادہ حد ادب - مرقوم
بہفتم رمضان المبارک ۱۲۴۹ھ سنہ ہجری -

عرضی -

غلام ——— قمر الدولہ بہادر انور جنگ -

عرضداشت بحضور فیض گنجور بندگان حضرت فیض مقدرت جناب ملازمان نواب عظیم جاہ بہادر مدظلہ العالی نگذرانید -

ہشت و چہارم شعبان ۱۲۴۹ھ حکم صادر گردید

(۱۸)

انشاء اللہ تعالیٰ ——— ھو الکریم

آداب و تسلیمات بجا آوردہ معروض جناب میدارد - کنیز را سیف الملک مرحوم از خورد سالی در محل خود پرورش نمودہ از حکم نواب والاجاہ
قاضی عبداللہ صاحب مطابق مہر مثل عمہ کنیز یازدہ صد و یازدہ تولہ طلائے خالص کنیز را بنکاح سیف الدولہ بستند آں زمان کنیز را سیف الملک سی روپیہ
ماہوار میداد - بعد از آں سیف الدولہ بہادر ہفتاد و پنج روپیہ میرسانید - کنیز را عارضہ بیماری سخت رو داد - براں بہادر مرحوم بنورس بیگم خواہر خورد حقیقی کنیز را
بنکاح خود در آوردند و در ماہیہ مذکور میرسانید بعدہٗ بمعذوری چشم و دست و پا ہشت چوکیداران و دوازدہ کرسی برداران متعین بردہ محافظت شان می نمودند
از کاوش قرض خواہان چہل و پنج روپیہ از ... میرسانید و در بیماری اکثری فرمودند کہ از حضور بندگان عالی ماہوار دو صد روپیہ بنام نورس بیگم خواہد رسید - ازاں
شصت روپیہ بنورس بیگم و چہل روپیہ بعبدالعلی و پنجاہ روپیہ بکنیز و سی و پنج روپیہ بغلام رسول و پانزدہ روپیہ بہ بدر الدین برادر حقیقی کنیز - چناں وصیت بود
کہ دو صد روپیہ موافق وصیت مرحوم از کمپنی جاری نگردید و ہشتاد و سہ روپیہ چہار آنہ بنام نورس بیگم از حضور جاری شدہ کنیز وغیرہ از فاقہ کشی جاں بلب
امیدوار فضل و کرم آنست کہ از پنشن سرفراز گردد - زیادہ حد ادب - عرضی -

کنیز بیرہ خدیجہ بی منکوحہ سیف الدولہ مرحوم

مرقوم ۱۷ شوال ۱۲۴۹ سنہ ہجری ———

عرضداشت بحضور فیض گنجور بندگان حضرت فیض مقدرت جناب ملازمان نواب عظیم جاہ بہادر مدظلہ العالی نگذرانید - (بہ بست و چہارم شوال
۱۲۴۹ سنہ ہجری حکم صادر گردید کہ از قمر الدولہ و قیام الدولہ دریافت شود -) (عرضی نمبر ۱۹ میں اسی کی کیفیت درج ہے)

(۱۹)

غلامان آداب و تسلیمات بجا آوردہ بعرض ملازمان حضور پُر نور میرسانیم بہ ادعائے عرض گزار کہ بیدّ مرحوم غلامان سیف الملک بہادر خدیجہ
را پرورش نمودہ از حکم نواب والاجاہ جنت آرامگاہ بقید نکاح قبلہ گاہی در آوردہ اند محض دروغ و افترا است - عالم پدر را با کار کہ از حکم زمین

...ناہر گرفتہ باشد بہ ردسلامتے دیگر مخفی نمی ماند و نیکو روشن حضور پُر نور باشد کہ گاہی این نکاح قبلہ گاہی بعرض باریافتگان حضور پُر نور رسیدہ باشد این کہ ... زن از اراذل قوم و زن برادر شوہر دایہ غلام خورد است و دایہ غلام خانہ زاد است از احوالش خوب واقف است و اکثر مردمان نیز از کیفیت اطلاع دارند. غلام ... بہ روز زیارت قبلہ گاہی سر صغیر و کبیر از متعلقان قبلہ گاہی احوال خود را بعرض پُر نور نمودند اگر من وجہ ... استحقاق نمی داشت مطابق ... من احوال خود ہا مثل سائر مستحقین می پرداخت۔ اوسبحانہ تعالیٰ شانہ سایۂ حضور پُر نور را بر مفارق عالمیان تا بہ ابدالدہر بسلامت دارد کہ ... بسیار ہر یک از متعلقان قبلہ گاہی معاشے از ... فیض آثار مقرر شدہ حتیٰ کہ کنیزان نیز محروم نگشتند۔ زیادہ حدِ ادب۔

عرضی ——— غلامان ۔ قمر الدولہ و قیام الدولہ ———

(۲۰)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آداب تسلیمات بجا لا کر عرض کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں شکر ہے کہ حضور عالیہ نے تمام غلام کا وسیلہ مقرر فرمایا۔ سالہا سال دراز سلامت رہے سب متعلقین دامن دولت حضور کے آستانۂ دولت سے سرفراز ہوتے ہیں اور عزت حاصل کرتے ہیں۔ غلام کرم خداوندی سے اُمیدوار ہو کر عرض کرتا ہے کہ حضور کی باندیاں یعنے غلام کی دونوں بہناں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس شادی مبارک صوم* میں نواب صاحب مدظلہ العالی کی حضور سے خلعت سے سرفراز ہونے کی اُمیدوار ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضور کے سایہ کو غلام اور باندیاں کے سر پر سلامت رکھے۔ زیادہ حدِ ادب۔

عرضی ——— غلام ۔ قمر الدولہ

۱۲ شہر رمضان ۱۲۴۹ھ ہجری روز دوشنبہ۔

از دست حافظ قاسم فرستادہ نواب بیگم صاحبہ مدظلہا العالی را گذرانید۔ جواب ندادند۔

(۲۱)

بہفتم صفر ۱۲۴۹ھ روز چہار شنبہ بسمع این جانب رسید کہ برادرم قیام الدولہ بہادر عرضی برائے نواب عظیم جاہ بہادر بجہت فرستادن بہ ... بجانب ظفر یار جنگ بہادر عرف اولیا صاحب در خانہ ایشان رفتہ دادند و گفتند شما بہ نواب صاحب از طرف این جانب بگذرانید۔ صاحب ... عرضی را خواندہ گفتند اگر شما ہر دو برادر باہم باتفاق نمودہ میگذرانید اولیٰ بود و درین کار موجب مخالفت حاصل میگردد۔ برادرم جواب دادند مضائقہ ... بہر طور بگذرانند۔ و باز شنیدم کہ بہ گورنمنٹ نیز بے وساطۂ نواب علیحدہ نیز عرضی گزرانیدند برائے اضافہ درماہہ۔ این خبر شنیدہ این جانب ... و الحسن خان از برادرم استفسار نمودہ۔ انکار محض نمودند خاموش گردند باز از ایشان دریافت نکردم۔ حسبی اللہ نعم الوکیل

——— قمر الدولہ ———

(۲۲)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آداب تسلیمات بجا لا کر حضور عالیہ میں عرض کرتا ہے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حضور کے حکم کے موافق آج شادی شروع کرتا ہے۔ غلام اپنی ... کے واسطے چھے توری کے تیس روپیہ لے کر حاضر ہوا۔ اُمیدوار فضل و کرم سے یہ ہے سرکار کے باورچی خانہ کے داروغہ کو حکم ہوتے کہ

---

* شادی مبارک صوم ... سے مراد پندرھویں روزے کا افطار ہے۔

خاصہ تیار کر کر حضور کی باندیوں کی نظر سے گزرانے - اس میں عزت غلام کی اور سرفرازی غلام کی ہے - زیادہ

حضورِ بندگانِ عالی و نواب صاحب بہو بیگم صاحبہ و صاحبزادی کلاں دلہن بیگم صاحبہ

عرضی - ---- غلام - قمرالدولہ بہادر ———

(۲۳)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آداب تسلیمات بجا لاکر عرض کرتا ہے غلام امیدوار ہے کارپردازان سرکار کے تئیں حکم حضور صادر ہوئے کہ زیور رسومات کے عنایت ہوں۔ غلام سرفراز ہووے گا اور بعد ادائے رسومات کے کارپردازان کے تئیں پہونچا دے گا - کرریہ عرض حضور میں ہے بادیس ویں تاریخ کے تئیں جلوہ ہوتا ہے - زیادہ حد ادب - عرضی - نصیر الدولہ

بحضور -- نواب بیگم صاحبہ

—— جمادی الاول ۱۲۴۹ھ ہجری

(اسی کے ساتھ یہ نوٹ بھی درج ہے):-

زیور مختار بیگم کہ نواب جنت مکان گرفتہ در تصرف خود آوردہ بودند بحسب گفتۂ نورس بیگم - مرقوم نہم ربیع الاول روز پنجشنبہ ۱۲۴۷ھ ہجری

چنپا کلی یاقوت سیلابچی آفتابہ نقرہ پکیدان ہار زیب طلائی جوڑی نقد چنگیری نقرہ گلاب پاش

عصم عدد -- عصم عدد -- عصم عدد -- عصم عدد -- عصم عدد -- صد بون .. عصم عدد -- عصم عدد

(۲۴)

غلام تسلیمات بجا آوردہ بعرض ملازمان حضور پرنور می رساند کہ منو سامی کریم و امام کرم - بیگم پورہ - بتاریخ پانزدہم رجب المرجب ۱۲۴۹ھ ہجری دعوی و اظہارات خود ہا نزد ملازمان حضور معہ عرائض نویسانیدہ بودند چنانچہ راجہ ٹیکم جنگ بہادر از غلامان جوابش سر مہر گرفتند و دستخط حضور نیز بدعوی و اظہارات مشارالیہا و جوابات غلامان بعد از دریافت گردیدہ است - از روئے دریافت حضور پرنور از دفتر سررشتہ داران خاندان نیک ہوا ید خواہد شد و دعوی حقیقت آبا و اجداد مشارالیہا بود در سرکار نواب والاجاہ کہ نوشتہ اند تعلق بہ غلامان ندارد و متعلقہ جد غلاماں ہرگز نبودند بلکہ غلط محض است کہ از دفتر والاجاہی روشن خواہد شد و پیش از انتقال والد ہفت سال منو سامی کریم و بعد انتقال یک و نیم سال اماسامی کریم نوکر گردید و حال نیز برہماں نوکری مامور اند و درماہہ معمول بلا کم و کاست از زر تحصیل بیگم پورہ کہ پیش ازیں نیز برہماں عوض می رسید حال ہم می یابند - زیادہ حد ادب مرقوم بست و چہارم .. .. ۱۲۴۹ھ ہجری

عرضی ———

نواب قمرالدولہ بہادر و قیام الدولہ بہادر

(۲۵)

آداب تسلیمات بجا لاکر حضور عالیہ میں عرض کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے حضور کے تئیں غلام کا وسیلہ فرمایا ہے - ایک سو چھبیس برس سلامت رکھے - سوائے حضور پرنور کے کوئی وسیلہ غلام کا نہیں ہے - حضور کی باندیاں کی باندی غلام کی چھوٹی بہن کو رات سے دردِ زہ ہوتا ہے - اطلاعا

عرض کیا ہے۔ زیادہ حدِ ادب   عرضی ——— بنواب بیگم صاحبہ از طرف قمر الدولہ بہادر

(۲۶)

صاحبان مشفقان توجہ وکرم فرمائے بیکراں سلمہ اللہ تعالیٰ

سابق بتاریخ بست و یکم مئی ۱۸۲۳ء عیسویہ بہ آں صاحبان اطلاع دادہ شدہ بود کہ در مقدمہ حالات پنشن و متعلقان والد مرحوم خواہش چیزے ظاہر کردن باشد از ذریعہ گورنمنٹ ایجنٹ و نواب صاحب کرناٹک باید نمود۔ لہٰذا مکرر اطلاع دادہ میشود کہ اگر آں صاحبان آنچناں عمل نمایند مناسب است و عرضی کہ بخدمت گورنمنٹ دادہ بودند از سبب مرقوم الصدر کہ نزد مخلص رسید واپس مرسل است زیادہ ۔۔ ۔۔ ۔۔

میجر ہادجسن بہادر گورنمنٹ ایجنٹ - (دستخط انگریزی)

۸ جون ۱۸۲۵ء عیسویہ -

(پایان پیش از رسیدن ایں خط بست روز یک خط بہ گورنمنٹ نوشتہ بودند ہمراہ بخط ایجنٹ واپس آمد۔

اسی خط کے ساتھ میجر ہادجسن نے قیام الدولہ اور قمر الدولہ کو اُن کی وہ عرضی واپس کر دی ہوئی جو انھوں نے براہِ راست میجر کو بھیجی تھی۔ اُس عرضی کے ساتھ میجر کا حسبِ ذیل نوٹ بھی ملاحظہ فرمائیں:-

(۲۷)

ھو العلی الاعلیٰ

بمطالعہ صاحب مشفق مہربان توجہ وکرم فرمائے قیام الدولہ بہادر و قمر الدولہ بہادر سلمہ اللہ تعالیٰ موصول باد

صاحب مشفق مہربان توجہ وکرم فرمائے سلمہ اللہ تعالیٰ

خط مسرت نمط آں صاحب معہ عرضی موسومہ جناب نواب گورنر صاحب بہادر موصول و مطلع مضامین نمود سابق کہ دریں مقدمہ برائے ارسال عرائض از معرفت جناب نواب صاحب وام اشفاقہم مرقوم نمودم حالا ۔۔ ۔۔ ہمیں میدہم کہ بموجب حکم گورنمنٹ از ذریعۂ جناب نواب صاحب مخلص فرستادن مناسب است کہ نواب صاحب محتشم ۔۔ البتہ بلا اندیشہ روانہ خواہند فرمود۔ زیادہ حدِ نگارش رود۔

عرضی مذکور واپس مرسل است ——— مرقوم ۸ جولائی ۱۸۲۵ء عیسوی۔

(مہر)

میجر ہادجسن بہادر
گورنمنٹ ایجنٹ،

(۲۸)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بمیامن ایزد متعال چونکہ پرورشات خداوندی مبذول حال غلامان است حسب الحکم حضور پُر نور ارباب عدالت محکمہ عالیہ قرار نامہ متضمن فیصلہ قرض خواہان، قبلہ گاہی و جواب دہی آنہا در محکمہ عالیہ وغیرہ از غلاماں گرفتہ باغ مسکونہ ما قبل از یک سال تحویل غلامان نمودند حسب الحکم حضورِ پُر نور غلاماں نیز بعضے تنخواہان را شامل و رجوع لاکی داس فیصلہ نمودہ اقساط ہم از محاصل باغ میرسانیدند و بر فسادات ممتاز بیگم بوساطت محمد تائید الدین اکبر و میر عباس علی خانساماں

ہرچند مصالحہ و اتفاق با ممتاز بیگم خواستیم تا ادائے قرض قبلہ گاہی شود ہیچ مفید نشد و سکنائے باغ را علانیہ حکم مے کنند کہ مالک باغ خود مستقیم و دری[1] را بشما معاف کردیم شما ہرگز نہ بہ ادا نہا نمائید اردہ نمیدہ ید۔ لہٰذا از چندے اقساط مذکور نیز سداو نیز یک تمسک چہاردہ ہزار روپیہ برگردی باغ بنام رتن بہاری، ممتاز بیگم و نورسہ بیگم جعلی ساختہ از طرف رتن بہاری در کورٹ رجوع کردہ بودند ایں معنے بجدی شیوع یافتہ کہ ہمہ صغیر و کبیر واقف شدند و بغلامان ناگزیر افتاد کہ در کورٹ جواب دہی نمائیم۔ لہٰذا غلامان اجازۃ باصواب بلیغ اکثر بدانستہ جواب دہی نمودیم و معروض گشتیم بفضل ایزد متعال لا یزال در روز کہ بست و نہم جمادی الاول بود دعاوی مدعی نامسموع و باطل شدہ تبعد انفصال یافت تا چنانچہ مختار بیگم برائے تجویز از مفاسد ترک اقامت باغ نمودہ در رتن لال کھتری ساکن شدہ اند چنانچہ برادر شان محمد تائید الدین اکبر خوب واقف اند بیکو روشن حضور پرنور است۔ سابق باوجود داشتن مہر خود ممتاز بیگم در سرکار حضرت نواب بیگم صاحبہ قبلہ مدظلہا العالی باو مہر جعلی کاغذات در گورنمنٹ فرستادہ بود و مدنظام بر کہ من نیست او نیز پرورش یافتہ سرکار و متوسل دامن دولت مستقیم در حکم حضور پرنور ہیچ گونہ ممتاز بیگم و غلامان را مجال سرتابی نیست امیدوار از فضل و کرم خداوندی مستقیم ممتاز بیگم را حکم صادر شود کہ از دو صورت یک را اختیار کنند اولاً آنکہ تا ادائے قرض ساکت باشند ہیچ گونہ دخل و تصرف در ملک و کاشت نکنند کہ از تمام شرع ناجائز است سپس از ادائے قرض تصرف در ملک و کاشت روا نیست یا ہمیں وقت از باغ موافق ترکہ خویش زمین باغ بگیرند و قرض نیز بمقدار ترکہ بذمہ خود گیرند۔ زیادہ حد ادب مرقوم غرہ جمادی الثانی ۱۲۵۲ھ۔ شافعی۔

غلامان۔ قیام الدولہ۔ نثار الدولہ

جواب صادر شد کہ آنہا بجدی نہ کنند و چندے صبر کنند و از انفصال قبضہ شما بسیار خوش شدم۔

(۲۹)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تعالیٰ سے عنایت ارباب عدالت محکمہ عالیہ ایک سال آگے بندگان عالی متعالی کے حکم سے باغ تحویل غلاموں کے کئے۔ غلامان تائید الدین اکبر عرف اکبر بادشاہ کی وساطت سے۔ چند مصالحت اور خوشنودی ممتاز بیگم سے چاہتے تاکہ فساد نہ ہووے کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ دریافت سے یہ بات حضور پرنور پر روشن ہووے کی آخر رتن بہاری نے نام سے تمسک جعلی چودہ ہزار روپے کا غلامان کی تباہی کرنے کے واسطے کورٹ میں رجوع کئے اور تمام چھوٹے بڑے اس بات سے واقف ہیں اس قبضہ کی کیفیت غلامان حضور پرنور میں سابق اطلاع کئے تھے حضور پرنور سے ارشاد ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جو حق ہے سو ہو کا ویسا ہی اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کے روز انتیسویں جمادی الاول ۱۲۵۱ھ کے فیصلہ کورٹ میں ہوا اور دعویٰ مدعی کا باطل اور جھوٹھ ہوا چند روز سے باغ کے رہنے والے لوگوں کو ممتاز بیگم تاکید کئے ہیں کہ باغ میرا ہے اور دری تم کو معاف کئے ہوں اس واسطے رہنے والے لوگ سرکشی سے دری زمین کی نہیں دیتے ہیں ممتاز بیگم اور غلامان حضور کے حکم کے تابع ہیں اور خلاف حکم کرنے کا مقدور نہیں۔ اس واسطے غلامان امیدوار فضل و کرم خداوندی کے ہیں ممتاز بیگم کو تاکید ہووے کہ باغ کے معاملات میں فساد نہ کریں تا اس کے حاصل قرضخواہاں کو پہنچے اور جھوٹھے تمسکات وغیرہ جعلی نہ بناویں کہ اس میں غلاموں کی تباہی اور رسوائی اور بدنامی ان کی ہے۔ زیادہ حد ادب۔ مرقوم غرہ جمادی الثانی ۱۲۵۲ھ

یہ عرضی بیچ حضور حضرت نواب بیگم صاحبہ قبلہ مدظلہا العالی المتعالی کے گزری۔

---

[1] دری۔ یعنی لگان۔ اگلی عرضی میں بھی یہ لفظ آتا ہے۔

(۳۰)

غلامان آداب تسلیمات بجا آورده معروض میدارند۔ جہاں پناہا! فسادات ممتاز بیگم که بر حال غلامان است بغرّه جمادی الثانی سنه ۱۲۵۲ھ ہجری مفصلاً معروض داشتیم ارشاد شد که درین امر جلدی نکنند۔ عالم پناہا! از رسیدن اقساط به قرضخواہان قبله گاہی تقاضائے آنہا بیشتر است لہٰذا مضطربانه جرأت پرداز عرض احوال خود میگردیم۔ ممتاز بیگم ساکنان باغ را سلانیه حکم میکنند که مالک باغ مستم دریں باب شما معاف کردم۔ آنہا غنیمت شمرده دریں داد دِن موقوف کرده اند۔ لہٰذا اقساط که به قرضخواہان قبله گاہی میرسید نمی رسید اگر قرضخواہان در کورٹ رجوع شوند بر غلامان جواب دہی سخت دشوار است موجب تباہی غلامان خواہد شد که قرضخواہان باغ را بہراج خواہند کرد۔ از سبحانہٗ تعالیٰ حضور پُرنور را ملجا و ماویٰ غلامان قرار داده است امیدوار ہستیم که ممتاز بیگم حکم حضور شرف صدور یابد که تا ادائے قرض قبله گاہی ہیچ گونه دخل و تصرف نه نمایند و با ممتاز بیگم از باغ بعد از وضع عوض دین آنچه افزود اگر با حصه شرعی خود بگیرند عالم پناہا! در عہد نواب صاحب جنت مآب چوں عموی مرحوم غلامان حسام الدوله در کورٹ رجوع آورده فسادات نمودند از تفضلات خداوندی مکور زر تو سل پنشن عموی غلامان حسام الدوله مرحوم مسدود گردید تا وقتیکه از قبضه کورٹ و فسادات دست بردار شدند حال ہم از استعمال ایزد متعال بجز تفضلات خداوندی غلامان را نجات از فسادات ممتاز بیگم نیست۔ زیاده حد ادب۔ بروز جمعه تاریخ یازدہم شعبان المعظم ۱۲۵۲ھ عرضی۔

غلامان۔ | قیام الدوله | قمر الدوله بہادر |

گذرانیده شد۔ ارشاد که از ممتاز بیگم دریافت خواہم کرد۔

(۳۱)

بسم الله الرحمٰن الرحیم

مایان که قیام الدوله و قمر الدوله وغیره ورثائے سیف الدوله مرحوم ایم چوں که قبله گاہی مقروض بودند لہٰذا مایان اسباب متروکه بفروخت آورده ادائے دین بعضے مردم نموده ایم اکنوں بجز یک قطعه باغ مسکونه مایاں که واقع کوس کوری است ہیچ باقی نماند درینولا قرض خواہاں قبله گاہی بنا بر دین خود با تقاضائے شدید می نمایند و ارباب عدالت باغ مذکور به قبض نمودند لہٰذا اقرار واثق میکنیم و نوشته میدہیم بریں معنے که مایاں قسطے از درماہه مقرر نموده قرض قبله گاہی آنچه باثبات رسد ادا مے می نمائیم و حقوق ورثائے قبله گاہی که دراں باغ متعلق است موافق شرع شریف میرسانیم اگر کسے قرض خواه در کورٹ مستغاثی شود بجوابش بردازیم خدا نخواسته از اقرار نوشته داده خود منحرف شویم ارباب عدالت رسیدات مایاں ضبط کرده ہمگی درماہه گرفته آنہا را برسانند بنا برآں ایں چند کلمه بطریق اقرار نامه نوشته داده شد که ثانی الحال سند باشد۔ تحریر فی التاریخ ہشتم محرم الحرام ۱۲۵۲ھ ہجری۔

(۳۲)

مایان که قیام الدوله و قمر الدوله بہادر فرزندان سیف الدوله بہادر مرحوم نبیرگان سیف الملک بہادر مرحوم ایم اقرار نمائیم و نوشته میدہیم بر ایں معنیٰ که مبلغ دوازده ہزار روپیه بحکم گورنر ان کونسل قرضاً از خزانه گورنمنٹ به حسام الملک بہادر حال که میدہند ضامن ہستیم که ہر قدر زر منجمله دوازده ہزار روپیه مذکور بر ذمه بہادر معزّ الله باقیماندآن زر بقیه را بخزانه گورنمنٹ مایان خواہیم رسانید بنا برآں ایں چند کلمه بطریق ضمانت نامه نوشته داده شد که ثانی الحال سند باشد تحریر فی التاریخ ۱۸ اپریل ۱۸۳۶ء عیسوی مطابق غره محرم الحرام ۱۲۵۲ھ ہجری قدسی۔

اقرارنامه بذا به گورنمنٹ مرسل شد۔

(۳۳)

بحضور نواب عظیم جاہ بہادر

آداب تسلیمات بجا آوردہ عرض میداریم کہ اگرچہ ممتاز بیگم در حال باغ قبلہ گاہی حق الجہود سعی نمودند و کما ینبغی سکنائے باغ را فسادات باد وانیدند از افضال ایزد متعال باقبال حکم خداوندی داروغہ سرکار از کمال خیر اندیشی و خردمندی با انتظام تمام سرانجام میدادند۔ درینولا بسبب استیلائے ضعف بیماری نمی توانند بباغ آمدہ متوجہ امورات شوند۔ لہذا بعضے مفاسد خیرگی اختیار کردہ اند۔ نظر بر پرورشات خداوندی کہ پیوستہ مبذول حال غلامان است امیدوار فضل کرم مستقیم ایم کہ جانب سرکار باغ قبلہ گاہی را اجارہ دادہ مجملہ محاصل باغ پانزدہ روپیہ بنا بر اخراجات سواری بہ داروغہ سرکار مقرر گشتہ تاکید حضوری در بارۂ خبرگیری و اعانت متاجر در جملہ امور شرف صدر یابد موجب سرفرازی است۔ زیادہ حد ادب۔ مرقوم دوم ذی الحجہ ۱۲۵۴ھ ۔

عرضی — غلامان قیام الدولہ و قمر الدولہ

(۳۴)

آداب تسلیمات بجا آوردہ نظر بر کرم خداوندی کہ پیوستہ مبذول حال غلامانست جسارت پرداز عرض می شویم بیامن ایزد متعال غلامان کہ من جمیع الوجوہ از آستانہ دولت پرورش و عزت یافتہ و می یابیم امیدوار فضل و کرم مستقیم کہ حصہ ہائے کہ از سرکار فیض آثار مثل حصہ عید الاضحیٰ و عید الفطر وغیرہ کہ در حین حیات بہ قبلہ گاہی مرحمت می شد بنام غلامان یافتہ سرفراز و کامیاب می شدہ باشیم چنانکہ حسام الملک حال و عباسی میاں وغیرہ سرفراز می شوند غلامان را نیز از مرحمت حصہ ہائے سرکاری در اقران و محافل معزز و مفتخر خواہیم شد۔ زیادہ حد ادب۔ قبل از عید الاضحیٰ ۱۲۵۴ھ ۔ عرضی ۔

بوساطہ شرف الملک گزرانیدہ شد

(۳۵)

بجناب حضرت سید الشہدا علیہ السلام و جناب حضرت عباس علیہ السلام اقرار می نمائیم و نوشتہ می دہیم بہ سید علی بر ایں معنی کہ ہر چہ کہ اضافہ بر زر رسیدات ماہواری مایان کہ از کمپنی گردد زر اضافہ یک سال بطریق نذر بلا عذر و حیلہ بہ سید علی مذکور خواہیم رسانید بنابراں ایں چند کلمہ بطریق اقرار نامہ نوشتہ دادہ شد کہ ثانی الحال سند باشد۔ تحریر فی التاریخ سیزدہم جمادی الثانی ۱۲۵۱ھ ہجری ۔

مُہر قیام الدولہ	مُہر قمر الدولہ بہادر

(۳۶)

فضل و کرم خداوندی سے بیچ ۱۲۲۹ھ ہجری کے، وساطت سے کارپردازوں سرکار فیض آثار کے فیصلہ تمامی قرضداروں قبلہ گاہی کا ہوا اور اقساط بھی پہونچی تھی اور بہت قرض عنایت سے حضور عالیہ کے ادا ہوئے موافق تمسکات رام بہارتی و رتن بہارتی کے تمامی تمسک اونہوں کا بھی بساطت سے کارپردازاں سرکار کے ادا ہوا۔ رتن بہارتی نے خوف اور اندیشہ سرکار کا پاکر جعلی تمسک چودہ ہزار روپے کا اور پگر و باغ کے بنا کر کورٹ میں رجوع کیا ہے۔ اور ہفتے کا روز دوسری ذی قعدہ کے کورٹ میں دیا ہے۔ غلامان امیدوار فضل و کرم کے ہیں فیصلوں کے کاغذات و رسیدات قرضخواں کی جو سرکار کے کارپردازوں کی تحویل میں ہیں سرفراز فرمانا اللہ تعالیٰ حضور عالیہ کے تئیں غلامان کا وسیلہ فرمایا ہے ۔

زیادہ حد ادب

(۳۷)

آداب تسلیمات بجا آوردہ معروض می میداریم غلامان دربارۂ رپورٹ نوشتہ حضور پرنور بہ شریف کورٹ آنکہ ... فرمودیم جواب داد باید کہ عنایت نامہ متضمن صدق شہادت داروغہ سرکار کہ سابقاً در رپورٹ اداناشت مرسل گردد کہ غلامان عمل آید و دو عذر عاید میشود۔ اولاً ز محاصل باغ سرکار ثابت و ثانیاً حقوق شما باطل و تلف خواہد شد کہ غلامان توضیحش خواستیم۔ از کیفیت نامہ نوشت کہ محاصل باغ از سرکار تعلق ندارد۔ زیرا کہ قیام الدولہ و قمر الدولہ از سرکار متعین داروغہ فقط استعانت خواستند و داروغہ از سرکار ایشان متعین گشت کہ در تحت حکم قیام الدولہ قمر الدولہ باشد و قیام الدولہ و قمر الدولہ متصرف محاصل باغ ہستند۔ اگر شما را تعلقے باشد قیام الدولہ و قمر الدولہ ہر دو موجود اند و متصرف باغ ہستند شما از آمدنی تعارض کنید عالم پرورا۔ از انفصال این مسائل بجز حضور پرنور وسیلہ نیست و نداریم ہر قسمے کہ بندہ پرور را منظور باشد متحق بر آن ہستیم۔ زیادہ حد ادب۔ پانزدہم شہر ذی الحجہ ۱۲۵۰ھ ہجری۔

نواب عظیم جاہ را از شریف کورٹ حکم نامہ رسید کہ باغ سیف الدولہ مرحوم ہراج شدہ است محاصل باغ بہ رتن بہاتی باید رسانید از خارج مسموع شد کہ نواب در جواب حکمنامہ نوشتند کہ از التماس قیام الدولہ، قمر الدولہ داروغہ کہ متعین باغ بود برداشتہ شد۔

(۳۸)

آداب تسلیمات و قواعد کورنشات بجا آوردہ معروض جناب فیض مآب میدارد بہمان بنابر از انفصال و پرورشات خداوندی فیصلہ کل قرضخواہان قبلہ در ۱۲۳۹ھ ہجری بوساطت کارپردازان سرکار فیض آثار گردیدہ اقساط میرسید و اقساط ہم ادا گردید و بحسب تمسکات رام بہارتی و رتن بہارتی کل زرہا نیز بوساطت کارپردازان سرکار ادا گشتہ خوف دستخط سرکار ولت نکردہ نام بردہ بے باکانہ تمسک جعل چہاردہ ہزار روپیہ بر گردن باغ مسکونہ ساختہ در کورٹ رجوع کردہ است و بروز سہ شنبہ دوم ذیقعدہ ۱۲۵۱ھ در کورٹ می آید۔ عالم پرورا غلامان امیدوار فضل و کرم ہستند و از نوا غذات فیصلہ رسانیدہ آنخوابان کہ در پیش کارپردازان سرکار عالم مدار است سرفراز شوند تا سبحانہ تعالی شانہ حضور را پناہ و ملجائے غلامان فرمودہ است زیادہ حد ادب بروز پنجشنبہ سلخ شوال ۱۲۵۱ھ

(این عرضی بہ نواب عظیم جاہ گزرانیدم حکم صادر شد کہ کاغذات را بدہند بروز جمعہ ذی القعدہ ۱۲۵۱ھ کاغذات را آوردم۔)

(۳۹)

منکہ شمس الدین احمد ولد مولوی قادر بخش منشی عدالت عالیہ ام اقراری نمایم و نوشتہ میدہم بدین معنی کہ قیام الدولہ بہادر بنابر ارجاع مقدمہ باغ مسکونہ در کورٹ از خرچہ کورٹ تنگ آمدہ مبلغ محاصل باغ کہ در علاقہ کارپردازان سرکار فیض آثار درخواست کردند و کارپردازان مذکور ضمانت بدین مضمون کہ تا وقتیکہ فیصلہ باغ مذکور بطرف بہادر موصوف گردد دران وقت از ضامن ہیچ تقاضائے مبلغ نیست و در صورت خلاف یعنی بطرف دیگر فیصلہ یابد و دیگر دیگر از ان مبلغ حصہ خود را خواہند در آن وقت ضامن جوابدہ مبلغ باید شد خواستند بداین موجب منکہ ضامن میشوم کہ احیاناً انفصال مقدمہ مرجوعہ کورٹ بطرف دیگر گردد و دیگران از مبلغ مجمدستے بہادر مذکور حصہ خود را دعوی نمایند بندہ جوابدہ آن مبلغ خواہم شد و ہیچ خلاف بعمل نخواہد آورد و مبادا خلاف بعمل آرم گنہگار شرع و مجرم ہاشم و کارپردازان سرکار سزا کہ فرمایند مستوجب آن باشم مرقوم ہجدہم ۱۲۵۲ھ ہجری قدسی۔

(قیام الدولہ اور قمر الدولہ نے اس ضمانت نامے کے ساتھ یہ بھی لکھا تھا) :-

آداب تسلیمات بجا آوردہ معروض میدا یم کار پردازان بنا بر دادن مبلغ محاصل باغ بغلامان ضمانت یکے از ملازمان سرکار خواستند۔ لہٰذا صمات شمس الدین منشی عدالت عالیہ حاضر کردہ امیدوار صدور حکم حضور پر نور درباب عنایت شدن از مذکور ہستیم۔ زیادہ حدّ ادب۔

(۴۰)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقل عرضی کہ برائے محاصل باغ بر نواب عظیم جاہ بہادر نوشتہ شدہ بود۔

چونکہ عنایات خداوندی مبذول حال غلامان است جرأت پرداز احوال خود میگردیم قبل از یک سال زر محاصل باغ مصروف اخراجات کرده می شد سرکار از فسادات ممتاز بیگم و نورس بیگم خللے در رسیدن زر مذکور واقع شدہ و بہ غلامان رسانیدن زر . . . خیلے دشوار افتاد۔ لہٰذا بر ممتاز بیگم در حضور پُر نور استغاثہ شدید اشتمال جیب، قرض واعنی و مصارف حال کورث غلامان مستطرانہ نظر بر ترحم خداوندی امیدوار صدور حکم حضور ہستیم کہ محاصل باغ ہر چند زر ما حصل سرکار فیض آثار موجود است . . . معارف کورث عنایت کردہ۔ زیادہ حدّ ادب۔ تحریر فی التاریخ بست و پنجم ماہ صفر المظفر ۱۲۵۲ھ ہجری قدسی۔

(یہاں علیحدہ کاغذ چسپاں ہے جس پر حسب ذیل عبارت درج ہے جو بعض جگہ سے کرم خوردہ ہے:)

دوم ربیع الثانی ۱۲۵۲ھ حکم صادر شد کہ ایں عرضی بہ محکمہ عالیہ بنا بر تجویز مقدمہ فرستادہ شود کہ ایں بار براقی باغ از پنجہ ظالم از محاصلش بے خواہند۔

از عرضی گزاران محکمہ متضمن واپس نمودن مبلغ ہذا . . . از در ما بہ خود بعد نقصان معاملہ باغ حاصل کردہ حکم دادن مبلغ محاصل صادر شد۔ مرقومہ ۱۵ ربیع الثانی ۱۲۵۲ھ ہجری۔ تجویز اول از محکمہ۔

(۴۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بمیامن ایزد تعالیٰ از انجا کہ عنایات خداوندی مبذول حال غلامان است جرأت پرداز عرض میشویم کہ بفضل فعّال لایزال از حضور درباره حویلی فقط حصہ غلامان ارشاد شدہ بود امیدوار فضل و کرم خداوندی ہستیم کہ بہ روغن باغ تاکید حضور شرف صدور یابد کہ ہمواره بہ غلامان فقط حصہ غلامان دادہ شدہ باشد موجب سرفرازی است۔ زیادہ حدّ ادب۔ مرقوم غرہ ربیع الثانی ۱۲۵۲ھ ہجری قدسی۔

(۴۲)

آداب تسلیمات بجا آوردہ معروض میدا یم کہ بعد انتقال قبلہ گاہی مرحوم کار پردازان برائے سکونت مہرالنساء مرحومہ مکان دو منزلہ جدّ غلامان سیف الملک مرحوم تفویض مرحومہ نمودند۔ بسبب تنگی مکان بر غلام قیام الدولہ بسیار تصدیع میگذشت مرحومہ مکان مفوضہ کہ متصل مکان غلام است از رضا و رغبت خویش بغلام دادند چنانچہ از مدت چہار سال بتصرف غلام داخل زنانہ است و مرحومہ در خانہ ہمشیرۂ خورد غلامان امۃ النساء بیگم سکونت میداشتند در نیولا از بیماری اسہال مبتلا شدہ بودند ہمشیرہ احوال ایشان متغیر یافتہ یک روز قبل از انتقال، مادر و برادر و خواہر مرحومہ را طلبیدہ گذاشتند از آں روز تا حال گونا گوں کلمات ناسزا در حق ہمشیرۂ غلامان رو برو مردمان از ایشاں بظہور میرسید۔ لہٰذا بعد دفن آنہا را گفتند کہ شما بخانہ خود بروند۔ عذر آوردند کہ بروز زیارت میرویم و روز زیارت کہ دیروز بود در حضور پُر نور بالعکس مستغاث شدند۔ عالم پردل ہاشم علی وغیرہ اقربائے مرحومہ محض بے جہت کسانند کہ ہمشیرۂ حقیقی مہرالنساء، چندے از آنہا

در خانۂ خویش داشته بودند نظر به اطوار ناشائسته و سخنانِ ناسزا و رفتن اینها را از خانۂ خویش پیادگان پولس را طلبیده اخراج کردند۔ چنانچه ہاشم علی وغیرہ ۴ یعنه متضمن کیفیت اخراج بتاریخ دوازدہم شعبان ۱۲۴۳ھ ہجری قدسی در حضور پُر نور گزرانیده بودند۔ بمشیرۂ حقیقی غلامان امیدوار شرف صدور حکم حضور برای اینها ہستند که به خانۂ خویش روند۔ مکرر عرض این که محمد مہر النساء چیزے قلیل از اسباب گزاشته لهذا اگر حکم عالی شرف صدور یابد تفویض ارباب عدالت نمایم تا که ادائے قرض مرحومه گردد۔ زیادہ حدِ ادب۔ مرقوم دوازدہم ماہ صفر المظفر ۱۲۵۳ھ ہجری قدسی۔

(۴۳)

صاحب مشفق مہربان توجہ گستر بے پایان سلمہ الرحمان رقیمۂ شفیق متضمن فیصلۂ شیخ میران و محمد عبداللہ مورخہ چہارم مئی ۱۸۳۷ء عیسوی وصول گردیده، از مضمونش آگہی بخشید۔ مشفقا! حقوق نامبردہ در وقت بندہ نیامده و از زبانی عذرہاے ملازمان قبلہ گاہی مرحوم مثل میر عباس علی خان سلمان وغیرہم ثبت نرسید۔ از ین قبیل عذریان بعد از انتقال قبلہ گاہی مرحوم خیلے کثیر دعویٰ ہائے باطل بخدمت گورنمنٹ ایجنٹ گورنمنٹ سابقه و سرکار نواب صاحب رجوع کردند بسبب بطلان دعویٰ ہیچ یک پیش گورنمنٹ و نواب صاحب مقبول نیفتاد نامبردہ با نیز از ان مشتمل شدند زیادہ چه نویسد ۹ صفر المظفر ۱۲۵۳ھ ہجری قدسی۔

حکم حضور صادر شد که بایشان اطلاع شود که اسباب مذکور حوالہ ارباب عدالت نمایند۔ آنها که برائے تعزیت آمده لهذا اگر خواہند اندرون خانه باشند مگر باتفاق و محبت دباید که زنان در خانه و مردان بیرون خانه بوند۔

(۴۴)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بمیامن ایزد متعال از انجا که عنایات خداوندی مبذول حال غلامان است جرأت پرداز عرض میشویم که از حضور پر نور در مقدمہ محاصل باغ ارشاد شده بود که سوائے حصہ ہائے ورثائے دیگر در بارۂ عنایت فرمودن حصۂ غلامان دریافت نموده عنایت کرده خواہد شد۔ امیدوار ہستیم که مورد عنایت خداوندی شویم۔ عالم پرورا! رتن بہارتی گسائیں تقضیه بر قبله کاہی و بر املاک قبله گاہی آورد۔ لازم بود که ہمه ورثائے قبله گاہی جواب دہند و احوال ورثا که بر حضور پُر نور نیکو روشن است که ہمه فسادات از آنها است و غلامان از مدت دو سال بسبب بیم تباہی خانه بدوش معروض گشته حتی المجهود جواب دہی در کورٹ نمودیم چنانچه بسبب نرسیدن نذر بوعده و انقضاء مدت ۵ سال قریب است که قرضخواہان بغلامان در کورٹ مستغاثی شوند۔ خدانخواسته زیان عظیم به غلامان خواہد رسید۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ جل شانه حضورِ پُر نور را وسیلۂ غلامان فرموده قائم دائم دارد۔ از ترحم خداوندی چنان امیدوار ہستیم که متروکات قبله گاہی یعنی محاصل باغ مصارف جواب دہی شود زیرا که قبضه به متروکات قبله گاہی است تا که غلامان و دیگر ورثاء و قرضخواہان وغیرہ از عنایات حضور پُر نور تباہ نشوند و بعد انفصال تقضیۂ مذکور بہر قسمے که مبذول عنایت خداوندی شویم سرفرازی است۔ زیادہ حدِ ادب۔ مرقوم بست و ہفتم ماہ ربیع الاول ۱۲۵۳ھ ہجری قدسی۔

(۴۵)

بخدمت نواب صاحب فیاض زمان فیض بخش فیض رسان قدر دان نوازش فرمائے نیاز مندان عنایت فرمائے بیکران رائٹ ہانبل لارڈ الفنسٹن[1]

[1] LORD ELPHINSTONE. G C.H, P.C. (1837 - 1842)

گورنر کونسل فورٹ ولیم حارج دام اقبالہم التماس می نمائیم ہمیں کہ این باغ کہ سکونت گاہ جدما ست بعد از انتقال پدر مایان عمری مایان در سوپریم کورٹ استغاثہ کردہ
ڈگری تقسیم باغ حاصل نمودہ ۔ در آن وقت گورنر ان کونسل اعانت پدر مایان کردہ باغ مذکور را از پنجۂ ارباب سوپریم کورٹ رہائی بخشیدند و نیز در وقت دیگر ملک
فروختہ و جد مایان خواست کہ این باغ را بفروشد ارباب گورنران کونسل از خزانۂ کمپنی مبلغ شصت ہزار روپیہ قرض ترضخواہ ادا کردہ بتدریج در عرصہ دہ سال از منافع
باغ مبلغ مذکور را مع سود اصطلاح داد کردند و باغ را از فروخت شدن رہائی بخشیدند ۔ چنانچہ تا حال قبالجات باغ مذکور در سرکار کمپنی است ۔ حالا تصحیح
... تمسک جعلی پدر مایان ساختہ در سوپریم کورٹ استغاثہ بردہ پس فردا باغ را اخراج میکنند چنانچہ از کیفیت نواب عظیم جاہ بہادر ہم آگاہ
سبب جعل کردن تمسک ممتاز بیگم و نورتن مادر ہے مادر ... مایان معروض عنایت نواب صاحب ہستند و اڈوکیٹ جنرل ہم اطلاع دارند کرات مرات تمسک
جعلی مذکور در سوپریم کورٹ باطل شدہ مثل کاذب گردیدہ در ہمیں ماہ جعلی از دو سال در سوپریم کورٹ باصراف مبلغ کثیر گزشتہ تمسک جعلی مذکور را باطل ناچیز
ممتاز بیگم و نورتن بیگم و خفاجہ را برخود ثمن طلبیدہ ... (LAWYER) از ازاں بر صدق آں تمسک جعلی نمودہ ڈگری حاصل کردند ۔ ہذا از ان ...
توقع چنانست کہ ... در این امر ... فرمودہ کہ باغ ما از فروخت شدن امن یابد و مایان از فسادات ممتاز بیگم و نورتن بیگم و رہیم ۔ زیادہ چہ التماس نمائیم
و نقل خطے کہ بگورنمنٹ فرستادہ شد بتاریخ ... چہارم ماہ صفر المظفر ۱۲۵۳ھ ہجری قدسی)

(۴۶)

آداب تسلیمات بجا آوردہ معروض میداریم بسبب خلل اندازی ممتاز بیگم در محصولات باغ ما غلامان احوال خود را در حضور پرنور معروض داشتیم ۔ از
انفصال ایزد متعال ... بدرجۂ قبول افتادہ کرات و مرات تاکید شدہ بر ممتاز بیگم دربارۂ امتناع خلل اندازی در محصولات باغ مسکونہ شرف صدور یافت
مرکا ... کہ تاکید حضور بگوش ہوش نشنیدند تا ... دو سہ ماہ از سرکار رسید و گردید و بجہت التجائے غلامان در حضور پرنور برائے انتظام کار ...
دری ... بستم شعبان ۱۲۵۲ھ ہجری قدسی مطابق سی ام نومبر ۱۸۳۶ء عیسوی از سرکار داروغہ وغیرہ بر باغ مسکونہ متعین گردید و بتاریخ بست دوم
رمضان المبارک ۱۲۵۲ھ ہجری قدسی مطابق ... دیگم دسمبر ۱۸۳۶ء عیسوی از قبول کردن ممتاز بیگم تمسک جعلی رتن بہارتی بر باغ مسکونہ شریف سل (SEAL)
کرد ۔ غلامان بر شریف تنبیہ در کورٹ ... خلاصہ مضمونش اینکہ شریف عبث از ظلم و تعدی بر باغ مسکونہ مملوکۂ مایان کہ قیام الدولہ بہادر و قمر الدولہ بہادر
ہستیم سل کردہ است و بسیار ظلم کرد ۔ خلاصہ مضمون اجوبۂ شریف آنکہ در زمان خاصہ سیف الدولہ مرحوم ممتاز بیگم و نورتن بیگم بود تدارز قبول کردن ...
تمسک رتن بہارتی ملک متصرفہ و مملوکہ ایشاں را سل کردم و قیام الدولہ و قمر الدولہ را ہیچ دعوی نمی رسد زیرا کہ مال ایشاں نیست و تصرف ایشاں را نیست
نبود و اظہار لایر (LAWYER) غلامان چنین است کہ انفصال قبضہ منحصر بر ثبوت تصرف شما یعنی غلامان است و الا نہ ۔ خدا نخواستہ قضیۂ رتن بہارتی بہ شریف
خواہد برد ۔ الحمد سبحانہ تعالی شانہ حضور پرنور اللعباد ما داے غلامان زندہ است و پیوستہ عنایات خداوندی مبذول و مصروف حال غلامان است و پرورشات
غلامان منظور حضور پرنور است بجسارت پرداز عرض احوال خود میشویم ۔ عالم پرورا ہرگاہ کہ شریف سل (SEAL) کرد از التجائے غلامان باغ مسکونہ در تصرف
کارپردازان سرکار بود و تا حال است و بتاریخ دوم محرم ۱۲۵۰ھ ہجری قدسی مطابق یازدہم مئی ۱۸۳۴ء عیسویہ ارباب عدالت محکمۂ عالیہ علی باغ مسکونہ
را تحویل غلامان نمودند و در تصرف غلامان بود و دری و غیرہ ہم وصول میکردیم ۔ امیدوار فضل و کرم خداوندی ہستیم ۔ اگر از عنایات خداوندی داروغہ سرکار ...
آثار اولاً کیفیت تحویل کردن ارباب عدالت باغ مسکونہ را بغلامان و ثانیاً غلامان چنانکہ معروض داشتہ بتاریخ بستم شعبان ۱۲۵۲ھ ہجری قدسی مطابق سی ام
نومبر ۱۸۳۶ء عیسویہ کہ بہ تحویل کارپردازان سرکار نمودیم در کورٹ اظہار نماید موجب سرفرازی است ۔ زیادہ حد ادب ۔ مرقوم سوم جمادی الثانی ۱۲۵۲ھ

...سوم جمادی الثانی ۱۲۵۲ھ ہجری حکم صادر شد اگر سمن شہادت نام داروغہ رسد برائے فہمائش اجازت دہند۔ فقط۔

(۴۷)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

...آداب و تسلیمات بجا آوردہ معروض میدارم از افضال ایزد متعال ارباب عدالت محکمہ عالیہ بنا بر دادن ... محاصل باغ بیچارہ غلامان مجبور و مصدور ... بر نور می خواہند لہٰذا غلامان امیدوار فضل و کرم ہستیم کہ سرفراز خواہند شد و تصفیہ غلامان در عرصہ خدمت و ہشش روز رجوع میشود زیادہ حد ادب

... جمادی الثانی ۱۲۵۳ھ ہجری

(۴۸)

...آداب و تسلیمات بجا آوردہ معروض میدارم دیروز داروغہ سرکار فیض آثار ہمراہ غلامان پیش ... آمدہ بودند التماس از کیفیات ملی ... بر نور و پیر صاحبہ کہ بعد از انتقال سیف الدولہ بہادر مرحوم تخمیناً مدت چہار سال کہ در انقباض کار ... دو ازان سرکار بود و در آن زمان ممتاز بیگم بہ ہیچ نوع تعرضی ... نمودہ بابت داروغہ سرکار جواب دادند کہ بہیچ نوع تعرض ممتاز بیگم را نبود بلا مضمون ... زیرین قطعہ از علی باغ اکثر عرضداشت نمودہ لاکن ... از تعیین کیفیت عرضداشت لا بر غلامان امیدوار عرضداشت مذکورہ است و دیگر باید کہ ... سوائے عرضداشت مذکورہ ... بیگم و نور ... نیست لہٰذا غلامان از افضال ایزد متعال امید ... بفضل و کرم خداوندی ہستیم کہ بجز حضور پر نور غلامان را ملجا و ماوی نیست ... تعالیٰ شانہ حضور پر نور را بر سر غلامان سلامت دارد۔ زیادہ حد ادب۔ رقوم پنجشنبہ ہم جمادی الثانی ۱۲۵۲ھ ہجری قدسی فقط۔ نقل مطابق نقل

(۴۹)

نقل عرضی فیض النساء مادر مہر النساء مرحومہ مطابق اصل گذرانیدہ حضور پر نور آنکہ

کنیز آداب تسلیمات و لوازم کورنشات بحد ادب بجا آوردہ معروض ملازمان حضور لامع النور میسازد کہ قبل از یک روز فاتحہ چہلم حسب الحکم ... جناب سرکار آمدہ زنانہ علاقہ قیام الدولہ بہادر وغیرہ در مکان سکونت کنیز یافت و بعد از فاتحہ چہلم بہادر مذکور برائے خروج این کنیز از مکان معلومہ مصر ... شدند کنیز درخواست مکان و اسباب مرحومہ نمود و عذر اطلاع حضور پر نور در میان آوردہ بہادر مذکور پروائے عذر و حکم حضور نہ کردہ بسزائے ... از بے عزتی تجویز اخراج کردند و گفتند کہ برائے گرفتن اسباب و مکان استغاثہ بکورٹ با محکمہ نمایند لہٰذا کنیز بہ ہشت قبل از آن مقدمہ کشیدن خروج ... جانب داستہ بر مکان خود آمد۔ امیدوار است کہ از راہ عدالت و غربا پروری اسباب و مکان دختر مرحومہ بکنیز دہانند باعث سرفرازی و پرورش ... است زیادہ حد ادب مرقوم ہفتم جمادی الاول ۱۲۵۳ھ ہجری مقدسہ۔ عرضی۔

کنیز فیض النساء۔ مادر مہر النساء مرحومہ منکوحہ سیف الدولہ بہادر مرحوم

نقل خلاصہ: عرضی مسماۃ مذکورہ بر پشت عرضی او بود مطابق اصل است فیض النساء مادر مہر النساء منکوحہ سیف الدولہ بہادر مرحوم در حقیقت ... بے مروتی قیام الدولہ بہادر و غیرہما بارادہ اخراج عریضہ گذار از مکان بعد ادائے فاتحہ چہلم دختر مرحوم مذکورہ مفصلاً معروضداشت امیدوار است کہ از راہ عدالت و غربا پروری اسباب و مسکن دختر بہ کنیز دہانیدہ شود۔

نقل دستخط خاص حضور پُرنور که بعرضیِ مسماة صدر مزین شده - مطابق اصل ہمیں است - چہارم جمادی الاول ۱۲۵۲ سنہ ہجری حکم صادر شد کہ از قیام الدولہ بہادر دریافتہ شود -

(۵۰)

جواب عرضی مسماة فیض النساء مادر مہرالنساء - نقل مطابق اصل -

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آداب تسلیمات بعرض ملازمان عالی میرساند کہ پیش ازیں درباره تصرف فیض النساء مادر مہرالنساء مرحومہ عرضی دعوی ... معروضات فوائد لیدا لیه دستِ خواہم لاعلاج حقیقت بہ پُرنور گذرانیده شده بود و بعد از دریافت احکام بہ دوازدہم ماه صدور حکم حضور پُرنور بکار بند شدن مضمون دستخط خاص بعرض ایصال تزیین شده بود شرف صدور یافته - باوجود اجرائے حکم جہاں مطاع وزرد کے دستخط خاص باز بحضور پُرنور در ہماں مقدمہ عرضی گذرانیده است و مطابق حسب الحکم جہاں مطاع اسباب متروکہ مرحومہ را ترسیل محکمہ عالیہ داشتند و ارباب عدالت بعدم رسیدن حکم حضور پُرنور بہ محکمہ درباره گرفتن و داشتن اسباب مرحومہ تامل دارند اسباب مذکور مذکور نیابت و کیل محکمہ عالیہ موجود باشد - اطلاعاً معروض داشتم - زیاده حد ادب - مرقوم یازدہم ماه شعبان المعظم ۱۲۵۲ھ روز ...

عرضی - غلام قیام الدولہ -

(۵۱)

آداب تسلیمات بجا آورده معروض ملازمان جناب فیض مآب حضور پُرنور میدارد کہ سیف الدولہ بہادر مرحوم یک خانہ لدا و بہ منکوحہ خود مسماة مہرالنساء دختر عاجزه بود بخشش نموده و بعد شاں ارباب محکمہ عالیہ بملکیت دختر کنیز دادند - روشن ملازمان حضور است و سوائے ایں دختر عاجزه ... خود خانہ او نیست - چنانچہ در بیماری ملکی زندگی در خانہ مذکور متصل کرده خود تفصیل نویسانیده نزد ایں کنیز داشتہ و بمکان نو ... نقل نمود - چونکہ دختر کنیز ... بحق شد قیام الدولہ وغیره بغصب بُرده در خانہ اسباب جمالہ زندگی متقفلہ و معطلہ قائم شده - چنانچہ قفلہا شکستہ بہتر اسباب را لیغما نموده ، اسباب نا قص خود بمحکمہ عالی فرستاد مفتی صاحب قبلہ نگرفتند - آخر او تساں نزد خود داشتہ اند - اندریں باب عرائضیکہ بحضور رسانیده ام ، ہشت ماه شد کہ از حضور نزد شاں فرستاده شده تا ... ده ہنوز ہیچ جوابش ندادند - احتمال دارد کہ رفتہ رفتہ فرق نکنند بنا بر علیہ کنیز امیدوار است کہ حکم فیض محکم برائے دلانیدن خانہ ... مفصلہ از قیام الدولہ وغیره سرکار پردازان شرف صدور شود کہ کنیز محض از حق خود سرفراز میگردد و ارشاد عالی شود کہ تا کنیز در کورٹ رجوع نموده بحق خود ... موجب سرفرازی و بنده نوازیست - زیاده حد ادب -

عرضی -

کنیز فیض النساء مادر مہرالنساء مرحومہ

خلاصہ : فیض النساء مادر مہرالنساء مرحومہ منکوحہ سیف الدولہ بہادر مرحوم امیدوار کہ کار پردازان سرکار عالی عریضہ ثانیہ بذریعہ حکم محکم قضا شیم خانہا و اثاثہ متروکہ مہرالنساء مذکوره از قیام الدولہ وغیره بعریضہ گزار باز دہانند یا حکم رجوع بکورٹ عز صدور یابد - یازدہم ذی قعده ۱۲۵۲ سنہ ہجری قدسی حکم صادر شد کہ ایں عرضی برائے دریافت نزد ... علیہم رود -

(۵۲)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ز افضال ایزد متعال حکم خداوند بدادن محصولات باغ قبله گاهی مبذول حال غلامان گردید چون سکنهٔ باغ در دادن وری وغیره شرارت ها می کنند و بسیار
... است ازین مد در عرصهٔ دو سال مبلغ شش صد هفت صد روپیه وصول شده است لهذا غلامان امیدوار هستیم که شخصی از معتمد باغ قبله گاهی را
... هزار و صد روپیه سالانه درخواست دارد از ترحم خداوندی حکم پرنور بدادن اجاره شرف صدور یابد موجب سرفرازی است و نوبت غلامان در معاملات
... رسیده است که بیرون خانه نمی توانیم بیائیم - زیاده حد ادب - عرضی

غلامان قیام الدوله بهادر و قمر الدوله بهادر

مرقوم بست و نهم شعبان ۱۲۵۴ھ همراه این صحیفه حساب محصولات را گذرانیده بودیم امروز ۱۵ شعبان حکم صادر شد که این عرضی مع حساب برائے
... عدالت فرستاده شود -

جواب مفتی صاحب بسبب فسادات باغ مثل سابق وصول نمیشود اگر آن شخص که درخواست میکند مال ضامن معتبر دهد اجاره دادن مضائقه ندارد
... ماه رمضان المبارک ۱۲۵۴ھ هجری

دهم رمضان ۱۲۵۴ھ هجری حکم صادر شد که جواب مفتی صاحب بعرض گذاران اطلاع داده شود -

(۵۳)

آداب تسلیمات بجا آورده معروض میداریم بنا بر اجاره دادن باغ قبله گاهی که غلامان سابق عرضی بحضور پرنور رسانیده بودیم بتاریخ دویم ماه رمضان
المبارک ۱۲۵۴ھ از محکمهٔ عالیه حکم صادر شد که اگر آن شخص که درخواست اجاره دارد مال ضامن معتبر دهد اجاره دادن مضائقه ندارد در عالم پدر را غلامان
... اطمینان تمام است در حسب الحکم ارباب عدالت عالیه غلامان مال ضامن منتظم کرده از حالات شرارت ساکنان باغ زر وصول نمی شود مستاجر ما هوار صد
... خواهد رسانید دریں باب هرچه حکم حضور شرف صدور یابد سرفرازی است - مرقوم بست و یکم شوال ۱۲۵۴ھ عرضی ...

غلامان قیام الدوله بهادر و قمر الدوله بهادر

(۵۴)

صاحبان مشفقان والا شان سلمها الله تعالیٰ

... النفس جراحات سیف الملک بهادر مرحوم و عافیه بانو برائے مطالعه آن صاحبان ملفوف باید که احوال یک یک بالتفصیل ملاحظه بنگارند و عرائض
... رسانند - زیاده چه بطرازد - کرنل دالبول گورنمنٹ ایجنٹ

مرقوم بست و نهم مارچ ۱۸۳۹ء موصوله چهارم اپریل ۱۸۳۹ء

بگرامی مطالعه قیام الدوله و قمر الدوله سلمهٔ الله تعالیٰ موصول باد — (دستخط)

مسودهٔ خط از طرف قیام الدوله و قمر الدوله به گورنمنٹ ایجنٹ ... رسید ... در ترجمه چیٹھی مرسل ... حسام الملک حال مع اکثر اطفال و علایق خود
... سالی از خزانه وصول شدن ... زیاده می کشد که تا بستم ماه انگریزی وصول می شود و مایان را بنا بر فرستادن زر بحسام الملک علایق
... گشته ازیں امر تصدیع به حسام الملک علاقه حسام الملک می شود بنا بر ایں توقع داریم به کلکٹر صاحب چیٹھی چناں حکم صادر گردد که اجزه یا دویم ماه
... پانصد روپیه منجمله پنشن حسام الملک حال با ایشان یا به پسر کلان شان محمد عبدالله خان بهادر در ماه رسیده بخزانهٔ کمپنی بفرستند تا مایان در پنشن

شاں در خزانہ کمپنی مجرا مہیم و باقی زر بعد وصول در ماہ از خزانہ کمپنی مایان خواہیم فرستاد۔ توقع کہ از قبولیت ایں امر حسام الملک را و مایان را ممنون فرمایند
مرقوم بست و پنجم جب ۱۲۵۵ھ قیام الدولہ ۔ قمرالدولہ ۔

(۵۵)

ھو الکریم

نقل طلب عرضی شیخ عبداللہ و شیخ میرن سابقاً ملازمان سیف الدولہ بہادر مرحوم موسوم بہ گورنر صاحب ۔ موصولہ رقعہ گورنمنٹ ایجنٹ مورخہ دہم فروری ۱۸۴۰ء عیسویہ ۔

عرضی گذاران بکمال ادب بتوقع دادرسی و انصاف بہ آنجناب کہ شہرہ آفاق است معروض میدارند کہ عرضی گذاران حین حیات سیف الدولہ بہادر مرحوم بہ پیشہ سپاہی گری نزد ایشان نوکر بودند و استحقاق بقایائے در ماہیہ مدت پنج سال میدارند ۔ بعد انتقال بہادر مذکور عرضی گذاران در باب بقایائے خود با گورنمنٹ معروضداشتند ۔ گورنمنٹ ایں مقدمہ بہ ایجنٹ رجوع فرمودند ۔ درآں زماں بوارثان مرحوم مذکور حکم شد کہ بہ ادائے زر دعاوی عرضی گذاران بپردازند قیام الدولہ فرزند مرحوم مزبور بہ تحقیق دعاوی عرضی گذاران پرداختند از آنجا کہ املاک مرحوم در قضیہ و فساد بود بنابراں ایشان وعدہ کردند کہ بمجرد انفصال قضیہ مذکور فیصلہ دعاوی عرضی گذاران خواہند ساخت اکنوں قضیہ املاک مذکور مطلقاً باقی نماندہ لیکن فرزندان مرحوم مذکور یعنی قیام الدولہ و قمرالدولہ بہ ادائے زر دعاوی عرضی گذاران غفلت می نمایند و ہیچ دراین باب تجویز نمی کنند لہٰذا عرضی گذاران بعرض احوال پریشاں اشتمال خود بہ امی پردازند کہ از آنجا کہ گورنمنٹ حامی غربا و درماندگان ہستند ۔

جس لارڈ شپ از راہ عنایت تجویز بہ مہر باشد درحق عرضی گذاران فرمودہ ایں مقدمہ بہ گورنمنٹ ایجنٹ رجوع خواہند فرمود تا جلد صورت انفصال دعاوی عرضی گذاران گردیدہ آید ۔

(۵۶)

آداب تسلیمات بجا آوردہ معروض میداریم کہ عرضی گذاران شیخ عبداللہ و شیخ میرن بر غلام قیام الدولہ کہ دعویٰ کردہ اندکہ غلام وعدہ دادہ بود بمجرد انفصال قضیہ باغ باداے زر دعویٰ عرضی گذاران خواہیم پرداخت ۔ حال آنکہ در را بجواب کہ عرضی گذاراں دعاوی زر ملازمت خود بہ قبلہ گاہی از غلام نمودند آں ہمہ جواب دادہ بود کہ اگر نوکری شما با از روئے دفتر ثبوت رسد و املاک قبلہ گاہی بتصرف ما بیاید آں گاہ فیصلہ شما نمودہ خواہد شد ۔ حالا غلامان از دفتر قبلہ گاہی دریافت نمودیم ملازمت ایشان ثبوت نمی رسد ۔ دعویٰ شیخ عبداللہ و شیخ میرن باطل است ۔ ازیں قبل مردمان کثیر بعد انتقال قبلہ گاہی دعویٰ ہائے باطل نمودہ اند بعد دریافت ثبوت نرسیدہ است ۔ زیادہ ۔ عرضی ۔

غلامان قیام الدولہ و قمرالدولہ مورخہ ۱۸ صفر ۱۲۵۶ھ

(۵۷)

(عرضی نمبر ۵۵ پر گورنمنٹ ایجنٹ کا جو حکم (انگریزی میں) صادر ہوا تھا۔ اس کا مطلب نواب عظیم جاہ کو یہاں فارسی میں پیش کیا گیا)

مطلب رقعہ گورنمنٹ ایجنٹ بجناب مستطاب عظیم جاہ بہادر نواب می رسانند

درجواب رقعہ حضور مورخہ ششم فروری گذشتہ نقل فقرہ ایجنٹ تجویز قرار نامہ دوم شہر حال کہ از سکریٹری گورنمنٹ در علاقہ پولیٹکل رسید برائے

اطلاع حضور ارسال میدارند والتجامی نمایند که حضور از راہ عنایت فہرست اسماء کسانیکہ اوّلاً درمیان آنہا تقسیم شده حصه که بہر یک میرسد و فوتی و فراری که بعد از آنہا بوقوع آمده باشد در راه پنشن ہا ئے کسانیکہ اوّلاً در فہرست مذکوره مرده گشته باشند بگورنمنٹ ایجنٹ خواہند فرستاد۔ فقط

(۵۸)

ترجمہ فقرہ ایجنٹ تجویز مرقوم دوم اپریل ۱۸۴۱ء عیسویہ

بخواند خط ذیل گورنمنٹ ایجنٹ جنرل محررہ سیزدہم مارچ ۱۸۴۱ء رائٹ آنریبل گورنر جنرل کونسل استطلاع می نمایند که آیا مردمان مندرجہ فہرست مصحابت خط صدر رسیدہ ہماں علاقہ داران قدیم سیف الدولہ اند که برائے پرورش آنہا ببستم دسمبر ۱۸۴۰ء درباب جاری گردیده معلوم می شود که معتمد الدولہ و قیام الدولہ سوائے درباب ذاتیہ ایشاں حکم شده بود که مبلغ چہار صد دسی روپیہ دوازده آنہ ماہوار بنابر نو اکثر سالانہ پدر رو پرورش علاقہ داران قدیم پدر ایشاں حاصل کنند۔ لیکن چونکہ این مبلغ ربیع تخفیف و تقلیل علی حالہ است بدلیل فہمیده می شود که این صاحبان تصور می کنند که خود ہا را اختیارات بے اطلاع فوتی و فراری علاقه داران مذکورین کل مبلغ مذکور صرف نمایند۔ بنابرآن قرارداده شود که بگورنمنٹ ایجنٹ انجا کرده اند یک فہرست مشتمل بر اسمائے مردمانیکہ اوّل زیر مذکور درمیان آنہا تقسیم کرده شده حصه که بہریک می رسد و فوتی و فراری که بعد از آں بوقوع آمده باشند و اسمائے پنشن ہائے کسانیکہ در فہرست مذکور آورده شده باشند، بگورنمنٹ فرستند۔ فقط۔

(۵۹)

بسم الرحمٰن الرحیم

آداب و تسلیمات و قواعد کورنشات بجا آورده معروض میداریم غلامان به پنج شوال ۱۲۵۱ہ ہجری عدیمہ عرضداشت متضمن درخواست حساب اقراض قبلہ گاہی مرحوم که متعلق بکارپردازان سرکار ابد بقر حضور پرنور گذرانیده بودیم الحمدللہ والمنۃ از افضال خداوندی التجائے غلامان بدرجہ اجابت رسیده حکم حضور پرنور بدادن حساب اقراض قبلہ گاہی شرف صدور یافتہ بود و در آں زمان حسب ضرورۃ از بعض حساب اقراض قبلہ گاہی سرفراز شدیم۔ درینولا بسبب مزاج باغ بہ غلامان لازم افتاد که باز مجدداً قضیہ را در کورٹ رجوع سازیم و دریں قضیہ که اکوٹنٹے می نامند حساب جمیع اقراض قبلہ گاہی ضروری شد از افضال ایزد متعال چونکہ پرورشات خداوندی پیوستہ مبذول حال غلامان است جرأت پرداز عرض احوال خود گردیده امیدوار فضل و کرم خداوندی ہستیم که بکارپردازان سرکار فیض آثار حکم حضور بدادن ہمگی حساب اقراض قبلہ گاہی من ابتدائے رجب المرجب ۱۲۳۹ہ لغایتہ ۲۳ محرم الحرام ۱۲۴۲ہ شرف صدور یابد که موجب سرفرازی غلامانست زیاده حدّ ادب۔ معروضہ پانزدہم محرم ۱۲۵۵ہ ۔ عرضی — غلامان قیام الدولہ بہادر

مہر | قمرالدولہ ۱۲۴۴ھ جنگ انور بہادر |

حاصل دستخط: بدادن حساب چہ تعارض است؟

(۶۱)

بنابر اقبال ممتاز بیگم و نورس بیگم در کورٹ در بابت تمسک جعلی رتن بہارتی در روبکار غلامان بر تمسک جعلی مذکور بمیامن ایزد متعال از ۔۔ ہمگی

ہ حاشیے میں ہے: سیزدہم دسمبر ۱۸۳۱ء نمبر سہ صد و پنجاہ و یک و بست و دوم جون ۱۸۳۱ء نمبر ۱۲ و ۱۳ -

ورثۂ قبلہ گاہی ساقط شدہ بہ ممتاز بیگم و نوس بیگم در کورٹ سابقاً ثابت شدہ بود لہذا امروز کہ چہارم ذی الحجہ الحرام ۱۲۵۴ھ شریف یا . . . آمدہ بر خانۂ نوس بیگم کہ متصل شارع عام واقع است سیل نمودہ خواست از دروازۂ کلان باغ قبلہ گاہی آمدہ بر دروازۂ ممتاز بیگم ہم سیل نماید۔ غلامان شریف را متنبہ نمودیم کہ در باغ ملیان آمدن شما را مناسب نیست۔ این سخن شنیدہ برگشت و بہ خانۂ ممتاز بیگم شد۔ واجب بود بعرض رسانیدیم۔ زیادہ حد ادب۔ مرقوم چہارم ذی الحجہ ۱۲۵۴ھ بحضور نواب عظیم جاہ بہادر۔

عرضی — غلامان قیام الدولہ و قمر الدولہ

(۶۱)

بحضور نواب عظیم جاہ مد ظلہٗ

آداب تسلیمات بجا آوردہ معروض میداریم کہ از افضال ایۂ متعال چونکہ مراحم خداوندی مصروف پرورشات غلامان بود بعد انتقال قبلہ گاہی غلامان را مشارٌ الیہ ساختہ . . . علے الاتفاق نے تعیین و تفصیل اسامی بنام غلامان اجرا یافتہ درینولا بتاریخ بست و چہارم دسمبر ۱۸۳۸ء عیسوی شش روپیہ بنابر نوتی منجملہ رسید پنجاہ . . . برائے پرورشے ملازمان و کنیزان وغیرہ جدّ مرحوم سیف الملک بہ نام غلامانست نہ گشتہ۔ نظر بر ترحم خداوندی بجرأت پرداز عرض احوال خود ہستیم کہ مطابق قانون سرکاری کہ تا حین حیات مشارٌ الیہ رسیدے فی تعیین و تفصیل از سرکار فیض آثار۔

حضرت سیف الدولہ مرحوم نے نوتی کنیزان وغیرہ محسوب نمودہ . . . . امیدوار ہستیم کہ عرضی غلامان گورنر ان کونسل مرسول داشتن قبلہ گاہی شدہ زسند موسومہ غلامان کہ برائے پرورشے ملازمان و کنیزان وغیرہ مرحمت گردد تا کہ از عنایات خداوندی بصرف دیگر مستحقان خواہد آمد۔ زیادہ حد ادب۔ عرضی

بستم محرم ۱۲۵۵ھ

عرضی ———

غلامان قیام الدولہ و قمر الدولہ۔

ڈاکٹر غلام مصطفٰے خان

غالب

بنام قاضی عبدالجمیل جنوں بریلوی

فرزانۂ شیوا شیوۂ روشن روش برگزیدۂ رب جلیل حضرت مولوی عبدالجمیل

کہ ایں نمود بے بود و اسم بے مسمّی یعنی غالب بے برگ و نوا را یاد آوردہ اند، ہمانا دیدہ دانِ حق را چشم و چراغ اند و گلزار نکوئی را صبح بہ نسیم دل آویز نامہ مہر پیوند در گیرندہ بہ نغزے چند بہ ورود خویش نو در رسے بہ روئے دل کشود کہ شادباش راز آن رہ بہ نہان خانۂ ضمیر در نیابد۔ بخواہش حک و اصلاح مہر افزود و چنداں کہ دیدہ بداں سواد دوختم تا زیبا صورتے بنظر در نیامد کہ ایں چنیں الفاظ را شستہ و دلکش فرا ایزاد و کلکے کہ بریں نقوش خط کشد سرش بریدہ باد و ہنجار روش خود از یزداں خواستہ در روئے نیست آرے نے خامہ در بنان ہر کس خواں دیگر دارد و آموزش را دریں پردہ راہ نیست۔ اگر گویند ہست بر آئینہ متوجہ ایم گفت کہ نیست، گرچہ ہم نشینے و ہم زبانی آموزگار و بسر بردن روزگار در بہرہ ور کردن گفتار چوں صحبت صورت ندارد گفتہ آمد کہ ہر چہ بہ ضبط گفتہ اند نہ غلط گفتہ اند، می باید حلقہ بر در دل زد و ہمت از مبدء فیاض دریوزہ کرد۔ بہ کثرت مشق و فراوانی ورزش و پیروی راہبران راہ داں کشایش بار وی خواہد نمود و اندیشہ را دستگاہ و گفتار را سرمایہ خواہد افزود و دانش و بینش یاری دہ یک دگر باد۔

بست و ہشتم صفر سنہ ۱۲۶۶ ہجری — از اسد اللہ نگاشتہ سہ شنبہ

(۲)

قبلہ!

آپ کو خط کے پہنچنے میں تردد کیوں ہوتا ہے۔ ہر روز دو چار خط اطراف و جوانب سے آتے ہیں۔ گاہ گاہ انگریزی بھی۔ اور ڈاک کے ہرکارے میرا گھر جانتے ہیں۔ پوسٹ ماسٹر میرا آشنا ہے۔ مجھ کو جو دوست خط بھیجتا ہے وہ فقط شہر کا نام اور میرا نام لکھتا ہے۔ محلہ بھی ضرور نہیں۔ آپ ہی انصاف کریں کہ آپ لال کنواں لکھتے رہے اور مجھ کو بلی ماروں میں خط پہنچتا رہا۔ مگر اب کے آپ نے حکیم کالے کا نام کیسا لکھا ہے۔ اس غریب کو تو شہر میں کوئی جانتا بھی نہیں۔ خلاصہ یہ کہ خط آپ کا کوئی تلف نہ ہوا۔ جو آپ نے بھیجا وہ مجھ کو پہنچا۔ جواب کے لکھنے میں جو میری طرف سے قصور واقع ہوتا ہے اس کے دو سبب ہیں۔ ایک تو یہ کہ حضرت مہینا بھر میں نو پتے لکھتے ہیں میں کہاں تک یاد رکھا کروں۔ ایک مکان ہو تو اس کو لکھ رکھوں۔ دوسرا سبب یہ کہ شوقیہ خطوط کا جواب کہاں تک لکھوں۔ اور کیا لکھوں۔ میں نے آئین نامہ نگاری چھوڑ کر مطلب نویسی پر مدار رکھا ہے۔ جب

مطلب ضروری اگر نہ ہو تو کیا لکھوں۔

ایک آپ کے خط میں تین مطلب جواب لکھنے کے قابل تھے۔ ایک تو وہ رباعی جو آپ نے اس ننگِ آفرینش کی مدح میں لکھی ہے۔ اس کا جواب بندگی ہے اور کورنش اور آداب۔ دوسرا مدعا خط کے نہ پہنچنے کا وسوسہ۔ سو اس کا جواب لکھ چکا۔ تیسرا امر جناب مولوی الہ یار خاں صاحب کا یہ ہے ہاں اتفاق میرا اس وقت مکان پر موجود نہ ہونا۔ واللہ مجھکو بڑا رنج ہوا۔ اگر آپ سے ملیں تو میرا سلام کہیے گا۔ اور میرا ملال رو بہ رو بیان کیجیے گا۔ صبح کو میں بر در قلعہ کو جاتا ہوں۔ ظاہرا مولوی صاحب اول روز آئے ہوں گے۔ جب میں سوار ہو جاتا ہوں تب بھی دو چار آدمی مکان پر ہوتے ہیں۔ مولوی صاحب بیٹھتے۔ حقہ پیتے۔ میں اگر قلعہ جاتا ہوں تو پہر دن چڑھے آتا ہوں۔ زیادہ اس سے کیا لکھوں۔

از اسد

نگاشتہ۔ شنبہ نہم ربیع الاول ۱۲۷۲ھ مطابق ۲۰ نومبر ۱۸۵۵ء

بنام جنون بریلوی

(۳)

جناب مخدوم مکرم کو میری بندگی

مقدمہ مرقومہ ۱۷ ستمبر میں نے پایا۔ حضرت کے سلامت حال پر خدا کا شکر بجا لایا۔ کوئی محکمہ خفیف میں آئے۔ کوئی کا تو مثلاً نہ جانے۔ آپ کا عہدہ آپ کو مبارک۔ آپ کا دولت خانہ سلامت۔ ہاں وہ جو اپنے ابن الخال کا اس محکمہ میں وکیل ہونے کا آپ کو لکھا ہے۔ اہستہ بجا ہے۔ جب آپ ظاہر کر چکے ہیں تو اب اس کا اندیشہ کیا ہے۔ حاکم سمجھے گا وہ وکیل ہیں محکمہ منصفی میں نہ رہیں گے۔ مگر نہ معاہدہ میں وشش نہ ہیں کام کر رہے ہیں۔ میں تندرست ہوں۔ نہ رنجور رہوں نہ زندہ بدستور رہوں۔ دیکھیے کب بلاتے ہیں اور جب تک جیتا رہوں اور یاد فرماتے ہیں۔ والسلام مع الوف الاحترام۔

نجات کا طالب غالب ۱۲

یک شنبہ ۲۹ ستمبر ۱۸۶۱ء عیسوی

بنام جنون بریلوی

(۴)

~~مہِ شوال کو کیا دیکھ کے ہوں غمگیں~~

~~خنجرِ ناز نہیں ابروئے شمشاد نہیں~~

پیر و مرشد! ماہِ شوال کو خنجر و شمشیر سے کیا علاقہ۔ ہلال رمضان دیکھ کر تلوار کو دیکھتے ہیں اور ہلال شوال دیکھ کر ساغر کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ اشعار بہت ہیں ان میں سے کسی شعر کو مقطع کر دیجیے۔

غالب ۱۲ — ہفتم فروری ۱۸۶۲ء

(۵)

بنام خان بہادر قاضی عبدالجمیل بریلوی

دشمنی پر جبکہ ہم سے یار ہے | پھر بھلا کیا شکوۂ اغیار ہے

خطِ شوقیہ لکھا ہے یار کو | سو گیہ مضمون کی تکرار ہے

دل لگا کر دل کہیں لگتا نہیں | عشق یارب کیا کوئی آزار ہے

وقتِ آخر میں ترے بیمار کی ——— کیا نگاہِ یاس حسرت بار ہے
دل لگایا تھا سمجھ کر دل لگی ——— اب تو کچھ جینے سے جی بیزار ہے
بل بے شوخی اس نگاہِ ناز کی ——— ایک برچھی سی جگر کے پار ہے
حال کچھ کھلتا نہیں اس شوخ کا ——— آج یاسنے پر بہت اصرار ہے
بوسہ اس لب سے کبھی ملتا نہیں ——— عشق مزدوری نہیں بیگار ہے
یک نظر میں سینکڑوں ٹوٹے ہیں خون ——— چشم تیری سے بیمار ہے
گلشنِ ہستی میں جی بہلا نہیں ——— گل کے پہلو میں کھٹکتا خار ہے
تجھ پر واجب ہے عیادت شوخ چشم ——— لوگ کہتے ہیں جنوں بیمار ہے

حضرت! غزل سراسر ہموار و ذوق انگیز ہے۔ ایک شعر میں ایک لفظ بنایا گیا۔ ایک شعر کا پہلا مصرع بدل دیا گیا۔ نوکن خاں کے اس مصرع میں تردد کیا ہے ؎

تم سے دشمن کی مبارک باد کیا

سے بمعنی از نہیں ہے بلکہ بمعنی مثل و مانند ہے۔ یعنی چوں تو دشمن اگر تہنیت و بد براں چہ اعتبار ؎

[وصل] کے وعدے سے جو دل شاد کیا
تم سے دشمن کی مبارکباد کیا

یعنی اگر تم نے کہا کہ لو مبارک ہو کل ہم آئیں گے یا تمہیں بلائیں گے۔ ہم ایسے وعدے سے کیا خوش ہوں۔ تم جیسے دشمن کے مبارکباد دینے سے کیا ہوتا ہے

غالب ۱۲

۱۹ مارچ ۱۸۶۶ء

<u>بنام جنون بریلوی</u>

(۶)

ہوں بوڑھا اور ناتواں گویا نیم جان رہ گیا۔ ایک کم ستر برس دنیا میں رہا۔ کوئی کام دین کا نہ کیا۔ افسوس ہزار افسوس

نجات کا طالب غالب

سہ شنبہ ۲۰ جون ۱۸۶۴ء

(۷)

کیا مخصوص بہر بود و باش یار جب اس کو
کہی تاریخ سمت میں کہ دولت خانۂ مخصوص

دیگر

سر بازار بہیہ مکان دل چسپ

۱؎ جنوں کا مصرع یہ تھا: وصل کیا بوسہ نہیں ملتا ہمیں ۲؎ جی [جیں]

جس سے دل خوش ہوا ہے جینے کا
اس کی تاریخ یوں کہی میں نے
کیا عجب خانۂ سرور بنا

ایضاً

مکیں زہرہ سال اور فلک سا مکان
نئی طرز ہے اور طرفہ بنا
سن عیسوی از سرِ اہتزاز
یہ ہے چرخِ ثالث فلک نے کہا

دیگر

درستے ساخت مکان از پئے سال
.. .. عیش و طرب
عرض کردم بہ سروش از پئے سال
بعد اندیشہ بہ ہنگام شبے
گفت بے روی الم این تاریخ
خانۂ خوش بہ طرازے عجبے

دیگر

ان قدرت اللہ را ہمز ایزد عطا کردش پسر
بادا بفضلِ ذوالمنن از عمر و دولت بہرہ ور
بودم بفکرِ سالِ او ناگہ سروشی از فلک
گفت بہ سال مولدش برجِ سعادت را قمر

مصرع تاریخ اختتام طبع دستنبو، طبع دستنبوئے دانش شدہ

۱۲۸۲ھ

پیر و مرشد!

نواب صاحب کا وظیفہ خوار کو یا اس در کا فقیر تکیہ دار ہوں۔ مسند نشینی کی تہنیت کے واسطے رام پور آیا۔ میں کہاں اور بریلی کہاں۔ ۱۳۰ اکتوبر کو یہاں پہنچا۔ بشرط حیات آخر دسمبر دہلی کو جاؤں گا۔ نمائش گاہ بریلی کی سیر کہاں اور میں کہاں۔ خود اس

مائشں گاہ کی سیر سے جس کو دنیا کہتے ہیں۔ دل بھر گیا۔ اب عالم بیرنگی کا مشتاق ہوں۔ لاالہ الا اللہ لاموجود الا اللہ لامؤثر فی الوجود الا اللہ۔

نجات کا طالب غالب ۱۲

سہ شنبہ ۶ نومبر ۱۸۶۵ء

(۸)

ذوقن بریلوی

نامکمل خط غالب

یزداں آرزو بخشش آرزومند بخشائے را سپاس کہ شفیق مکرم مولوی اشفاق حسین اگرچہ وقت رفتن بیگانہ وار رفتند و رسم وداع فرو گذاشتند۔ اما از آں پس کہ بمنزل آرمیدند نامہ فرستادند و آں زخم جانگزا را بدیں حسن ادا مرہم نہادند و سپاس دیگر آں کہ سررشتہ کاری کہ داشتند از کف نرفت و با فرماندہ سازکاری روئے داد بارے خوش ست اگرچہ بدیں روش گاہ گاہ بہ نامہ یاد آوردند و درآں کوشند کہ مہر با روز افزوں و دوستی با دیرین گرد د از من و ردیدا در نجوری من پرسیدہ اند فارغ باشند از رنج آزاد و از دوا فارغم رنجوری رفتہ و ناتوانی باقیست چوں ہر چہ ہست میگذرد دانم کہ ایں نیز نپاید۔ والا جاہ نواب محمد ضیاء الدین خان بہادر رفیع جایگاہ غیاث الدولہ رضی الدین خان حسن خان بہادر و اقبال نشان میرزا زین العابدین خان بہادر سلام میرسانند و در گزارش سپاس با آدری با من ہمنوا ہمزباںند والسلام۔

از اسداللہ نبشتہ سہ شنبہ پنجم ماہ روزہ دہم ستمبر ۱۸۵۸ء

اسداللہ
۱۲۳۲
الغالب

نام جنون بریلوی

(۹)

قبلہ جان و دل غالب خستہ جان خونین دل سلامت۔

دیروز شامگاہ از بزم انس بہ غمکدہ خویش رسیدم و شب آرمیدہ بودن خفتم نہ وجعے و نہ المے نہ حرارتے و نہ التہابے بامدادان تا از خواب برجستم کام و زبان و دہن رائلخ یافتم و چشم و بناگوش و تارک سر را تفت دیدہ عرق شیر با شربت نیلوفر آشامیدم و بعد از دو ساعت شیرہ کاسنی و مغز تخم کدو نیز با شربت نیلوفر نوشیدم دیگر دا اگر دو چشم بناگوش را بداں ضماد اندودم بالجملہ ایں وقت باز شیرہ کاہو و تخم خیارین با شربت خانہ ساز نوشیدم۔ التہاب باطن ہمانست کہ بود و درد چشم و بناگوش قدرے کمتر از آنست کہ بود چوں قرب مکانی حاصل ست و نالہ مظلوم تا او رمی توانست رسید۔ بہ چشمداشت اطلاع گزاردہ آمد۔ زیادہ نیاز است و بس

از اسداللہ رنجور ۱۸۵۵ء

(۱۰)

نام نجف علی

نورچشم یہ نامہ بنام صاحب ایجنٹ لایا ہوں تقسیم اس کی اس طرح رکھنا کہ پہلی ایک سیدھی سطر میں صاحب ایجنٹ کا نام مع اجزائے
خطابی بتفصیل مندرج لکھا جاوے اور پھر ترتیب پانچ پانچ بیت تین بار لکھی جاویں۔ اور آخر کو بھی سطر جو میں نے اپنے نام کی مع
خطاب و تخلص لکھ دی ہے جس طرح درج ہے اسی طرح لکھی جاوے۔ کاغذ البتہ بڑا ہوگا۔ اور تقسیم اچھی طرح کیا جاوے گا۔ ان
دو سطروں اور بیت منہ تحریر تو صورت بہت اچھی ہوگی۔ یہ ایک نمونہ ہے کہ نمونہ اچھا ہے۔ تم کسو شخص سے اس کی نقل کرواؤ اور کاتب
خوش نویس یعنی مرزا اسد بیگ سے لکھواؤ۔ اب آپ اس کو جلد تیار کروائیے اور . . . . . . میں ملے گا۔ والسلام
بحضور معظم الدولہ امین الملک اعتصام یار خاں فرزند ارجمند جان پیوند سلطان بارنٹ ٹامس تیافلس منٹکف صاحب بہادر فیروز جنگ

امین ملک و ممالک معظم الدولہ
امیر شاہ نشان و کریم ابر نوال
سراں بہ معرکہ فیروز جنگ خوانندش
زہے بطالع فیروز خویش فرخ فال
ستودہ منٹکف و فرزانہ تیافلس ٹامس
ریاض شان و شکوہ و بہار جاہ و جلال
نازش تمش نور دیدۂ دولت
سکارم کزش روح تاب اقبال
ز گرد تازِ سواران موکب جاہش
بہ سانِ سبزہ شود چرخ نیلگوں پامال
بہ منظرش چہ زنی دم ز نیّرِ رخشاں
کہ آں در اوج ہوا طائریست زرّیں بال
کدام نیّر رخشاں کہ خود ز منظرِ اُو
پدید گشتہ در آئینۂ فلک تمثال
زہے عطائے تو کشائے عقدۂ حاجات
تہی نگاہ تو و قفائے صورت آمال
ز قیصر و جم و دارا فسانہ یا دانم
ولے نظیر تو ام نگزرد بہ وہم و خیال
گر خدائے جہاں آفریں بہ شوکت و جاہ
نیافریدہ ترا در جہاں عدیل و مثال

یکے منم ز مسیحا دماں فنون کلام
یکے منم ز ہما شہریارِ اوج کمال
کہ چوں بمدح تو زرد سہ آورم فرزند
زباں ز نکتہ سرائے چناں کہ گردد لال
بپا بگاہ تو کز آسماں بود صنعش
ہمی کنم بسخن تحفہ دعا ارسال
ترا کہ رونق ایں گلشنی مبارک باد
طرب فزائی پیچیدہ نو دمیدہ نہال
ز فشانی ایں نخل یمنی دہر جہاں
ز نخل عیش و طرب برخوری زبان بال

عریضہ شست نجم الدولہ دبیر الملک اسداللہ خاں بہادر نظام جنگ غالب علیہ

(۱۱)

بنام غالب

قبلہ من ! ہر سہ مسودہ بعد معائنہ صحیح و درست برآمد و مسودہ رقعہ جناب صاف نمودہ آمدہ بود مسودہ لالہ صاحب یکے فارغخطی و دو دیمی پرشاد صاف خواہد شد۔ مگر بندہ نیاز مند احتیاطاً برائے ملاحظہ عالی فرستادہ است یک سطر خود بدیں عبارت رقعہ دستخطی خاں صاحب بنا بر ایصال سود سابق دحال فرد کہ چوں بندہ گرفتم افزودہ شد دراں ہیچ حساب نیست کہ در فارغخطی جناب ستر بعضی الفاظ نوشتہ آمد بعد سہ چار سطر بعد ملاحظہ واپس فرمایند کہ نون بندہ شود والتسلیم۔ نجف علی

(۱۲)

بنام خان بہادر قاضی عبدالجمیل بریلوی

مخدوم و مکرم و معظم جناب مولوی عبدالجمیل صاحب کی خدمت میں بعد ابلاغ سلام مسنون الاسلام عرض کیا جاتا ہے کہ آپ کی ارادت مجکو ذریعہ فخر و سعادت ہے۔ دو عنایت نامے آپ کے اوقاتِ مختلف میں پہنچے۔ پہلے خط کے حاشیہ اور پشت پر اشعار لکھے ہوئے ہیں سیاہی اس طرح کی پھیلی کہ حروف اچھی طرح پڑھے نہیں جاتے۔ اگرچہ بینائی میری اچھی ہے۔ اور میں عینک کا محتاج نہیں لیکن باایں ہمہ اس کے پڑھنے میں بہت تکلف پڑتا ہے۔ علاوہ اسکے جگہ اصلاح کی باقی نہیں۔ چنانچہ اس خط کو آپ کی خدمت میں واپس بھیجتا ہوں۔ تاکہ آپ یہ نہ جانیں کہ میرا خط پھاڑ کر پھینک دیا ہوگا اور معہذا میرا اندیشہ آپ کو بدتمیزی ہو جائے۔ آپ خود دیکھ لیں کہ اس میں اصلاح کہاں دی جائے۔ واسطے اصلاح کے جو غزل بھیجئے اس میں بین الافراد و بین المصراعین میں فاصلہ زیادہ چھوڑیئے۔ اب کے خط میں جو کاغذ اشعار کا ہے حروف اس کے روشن ہیں۔ مگر بین السطور مفقود اور اصلاح کی جگہ معدوم۔ آپ کی خاطر سے رنج کتابت

اٹھاتا ہوں اور ان دونوں غزلوں کو اس ورق پر بعد اصلاح لکھتا جاتا ہوں۔ مسودہ تو آپ کے پاس ہوگا اس سے مقابلہ کر کر معلوم کر لیجیے گا کہ کس شعر پر اصلاح ہوئی اور کیا اصلاح ہوئی اور کون سی بیت موقوف ہوئی۔ مشاعرہ یہاں شہر میں کہیں نہ ہوتا۔ قلعہ میں شاہزادگان تیموریہ جمع ہو کر کچھ غزل خوانی کر لیتے ہیں۔ وہاں کے مصرع طرح کو کیا کیجیے گا اور اس پر غزل لکھ کر کہاں پڑھیے گا۔ میں کبھی اس محفل میں جاتا ہوں اور کبھی نہیں جاتا۔ اور یہ صحبت خود چند روزہ ہے۔ اس کو دوام کہاں۔ کیا معلوم ہے ابھی نہ ہو۔ اب کے ہو تو آئندہ نہ ہو۔ والسلام مع الاکرام

اسد اللہ

ان دونوں مصرعوں میں سے جو مصرع چاہیے رکھیے۔

جی میں ہے باغ یار کے گلگشت کو جایا کیجئے
جی میں آتا ہے کہ گلزار کو جایا کیجئے

جام مے تربت بلبل پہ چڑھایا کیجئے
گر تمھیں سوگ ہی رکھنا ہے عدو کا منظور
مستی موقوف ہوئی پان تو کھایا کیجئے

گرم کیوں ہوتے ہو اغیار کے آگے مجھ پر
آگ میں ڈالیے پر یوں نہ جلایا کیجئے

تاب و طاقت نے دیا فرقتِ جاناں میں جواب
بارِ غمِ ناز نہیں ہے جو اُٹھایا کیجئے

گر ہم آئے تو غضب کیا ہے بُرا کیوں کہیے
یہی کہیے کہ میرے پاس نہ آیا کیجئے

مدعا کیا ہے ہمارے دل و دیں سے تم کو
بات کو حضرتِ ناصح نہ بڑھایا کیجئے

تھا جنوں بھی کوئی روز دوں میں تمہارا ہمراز
گاہ گاہ ہی خبر اس کی بھی منگایا کیجئے

اب تو محفل سے وہ اپنی کم اُٹھاتا ہے مجھے
بیٹھ کر غیر کے پہلو میں جلاتا ہے مجھے

مرحبا طالعِ بیدار کہ تنہائی میں
بسترِ خواب پہ وہ شوخ بلاتا ہے مجھے

(۱۳)

<u>بنام جنون بریلوی</u>

پیر و مرشد

فقیر ہمیشہ آپ کی خدمت گزاری میں حاضر اور غیر قادر ہے۔ جو حکم آپ کا ہوتا ہے اس کو بجا لاتا ہوں۔ مگر معذور ہوں۔ موجود کرنا میری دسترس قدرت سے باہر ہے۔ اس زمین میں کہ جس کا آپ نے قافیہ و ردیف لکھا ہے۔ میں نے کبھی غزل نہیں لکھی۔ خدا جانے مولوی درویش حسن صاحب نے کس سے اس زمین کا شعر سن کر میرا کلام گمان کیا ہے۔ ہر چند میں نے خیال کیا اس زمین میں میری کوئی غزل نہیں۔ دیوان ریختہ چھاپے کا یہاں کہیں کہیں ہے۔ اپنے حافظہ پر اعتماد نہ کر کے اس کو بھی دیکھا۔ وہ غزل نہ نکلی۔

بیٹے! اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اور کی غزل میرے نام پر لوگ پڑھ دیتے ہیں۔ چنانچہ ان ہی دنوں میں ایک صاحب نے مجھے آگرہ سے لکھا کہ یہ غزل بھیج دیجیے ع

اسد اور لینے کے دینے پڑے ہیں

میں نے کہا کہ لاحول ولا قوۃ۔ اگر یہ کلام میرا ہو تو مجھ پر لعنت۔ اسی طرح زمانۂ سابق میں ایک صاحب نے میرے سامنے یہ مطلع پڑھا

اسد اس جفا پر بتوں سے وفا کی
مرے شیر شاباش رحمت خدا کی

میں نے سن کر عرض کیا کہ صاحب، جس بزرگ کا یہ مطلع ہے اس پر بقول اس کے خدا کی رحمت، اور اگر میرا ہو تو مجھ پر لعنت۔ اسد اور شیر اور بت اور خدا اور جفا اور وفا یہ میری طرز گفتار نہیں ہے۔

بھلا ان دو شعروں میں تو اسد کا لفظ ہے بھی۔ وہ شعر میرا کیوں کر سمجھا گیا۔ واللہ باللہ وہ شعر نمک زنک کے قافیہ کا میرا نہیں ہے۔ والسلام

غالب

مرسلہ جمعہ ۲۵ ماہ صیام و ۲۹ ماہ اپریل سال حال

<u>بنام جنون بریلوی</u>

(۱۴)

سبحان اللہ! یہ آغازِ فصل میں ایسے ثمر ہائے بہشتی کا پہنچنا نوید ہزار گونہ تہنیت و شادمانی ہے۔ یہ ثمر رب النوع اثمار ہے۔ اس کی تعریف کیا کروں۔ کلام اس باب میں کیا چاہتا ہوں کہ میں یاد رہا اور ایسا کا آپ کو خیال آیا۔ پروردگار آپ کو بایں ہمہ رواں پروری و کرم گستری دین و دنیا و آخرت میں سلامت رکھے۔ جمعہ کے دن ۸ جون کو دوپہر کے وقت کہار پہنچا اور اسی وقت خط کا جواب لے کر اور آم کے دو ٹوکرے دے کر روانہ ہو گیا۔ یہاں سے اس کو حسب الحکم کچھ نہیں دلوایا گیا۔ خاطر عاطر جمع رہے۔

خوشنودی کا طالب۔ غالب

<u>بنام ؟</u>

(۱۵)

جناب عالی —— یہ خط فتح پور سے آپ کے نام کا آیا ہے۔ میں اس وقت حاضر نہ ہو سکا۔ خط پہنچتا ہے اس کو ملاحظہ

کہ جب اس کا جواب مجھ کو دیجیے گا تو میں نقش پورا کر دکھاؤں گا۔
شادی بادشاہ کے فرزند ارجمند کی اور بزمگاہ دیوان خاص رقعے لکھے جائیں گے۔ صمصام الدولہ کی طرف سے صمصام الدولہ
امیر ہیں اور امرا باہم دگر طریقہ دوستی کا سلوک رکھتے ہیں ابھی تشریف لائیے اور ہم کو ممنون کیجیے
بس اب ان رقعہ کی عبارت میں کیا الفاظ صرف کروں۔ تشریف شریف اور قدوم میمنت لزوم کو دیوان خاص سے مباعدت
محض اور پھر داعی صمصام الدولہ
اگر شاہزادہ اور دیوان خاص کے لائق الفاظ لکھے جاویں تو حضرات مکتوب الیہ برا مانیں گے کہ ہم کو صمصام الدولہ نے کیا
لکھا ہے اور اگر وہ متواضعانہ عبارت لکھی جاوے تو کسر شان سلطنت ہے۔ اب آپ مجھ کو ہدایت کیجیے کہ نگارش کا کیا انداز ہو۔

والسلام — اسداللہ

(۱۶)

نجف علی بنام غالب

قبلہ و کعبہ! ——— حکم حضور کا دو تین دن میں دے دیں گے۔ اے حضرت وہ شعر تو کاغذ افشاں پر لکھ چکے۔ اب کیا ہوئے گا
عجب نئی بات ہے کہ جو دیکھے گا ہنسے گا اور دوسری بات یہ ہے کہ سلطانہا یا سلطانہ کے کیا معنی چاہییں۔ سلطنتہا یا سلطنۃ۔ خوب
غور فرمائیے میری عرض پر اور جواب اس کا عنایت فرمائیے۔ والتسلیم — نجف علی

(۱۷)

بنام نجف علی

بھائی یہ تو بمعنی سلطان بمعنی مصدر آتا ہے۔ "سلطنۃ" اگرچہ من حیث القیاس صحیح ہے لیکن ٹکسال باہر ہے۔ خلد اللہ ملکہ و سلطانہ
لکھتے ہیں منشیان ایران و روم و ہند سب یونہی لکھتے آئے ہیں۔ ضمان بھی بمعنی ضامن اور بھی بمعنی ضمانت سلطان بھی بمعنی بادشاہ
اور بھی بمعنی سلطنت۔ اس میں کچھ تامل نہ کرو۔ کس کی مجال ہے جو اس پر ہنس سکے لیکن ملکہ و سلطانہ علامت تذکیر ہے۔ اگر ملکہا
و سلطانہا بن جائے تو بہتر ہے۔ ورنہ خیر یونہی رہنے دو۔ ہم سے کوئی پوچھے گا تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ برعایت شکوہ سلطنت ہم نے
تانیث کی رعایت نہ کی۔ اور سچ تو یوں ہے کہ اگر کاتب سگھڑ ہو تو ہائے ہوز کا شوشہ مٹا دینا اور الف بنا دینا دشوار نہیں ہے۔ بن
سکے تو بنوا دو۔ اور سلطانہ کو خدا کے واسطے مت بدلو۔ یہ بلغائے عرب و عجم کا قرارداد ہے۔ بعد اس سب تقریر کے یہ عرض ہے
کہ پرسوں پنجشنبہ کو عرضی لکھی ہوئی میرے پاس آ جائے۔ ۱۲ — غالب ۱۲

(۱۸)

گرچہ روز فراق بھی ~~نہیں خوب~~ ہے گراں — لیک ہوتی ہے سخت بھاری رات
~~اے تجلی صبح سے اداس ہو تم~~ — ~~کہو کس سے ہم کٹے ادا کی رات~~

شنوائی بفتحہ نون ہے بسکون نون وکلائے عدالت کی بولی ہے ۱۲ اگر خیال رونق الخ یہ شعر یہ معنی دیتا ہے کہ اگر تم اس میں آیا نہیں (چاہتے)[1]

---

[1] نہیں کے بعد (چاہتے) غالب سے سہواً حذف ہو گیا ہے۔

تو اس کو کیوں ویران کرتے ہو۔ کیا آدمی جہاں جا کے رہا چاہتا ہے۔ پہلے اُس گھر کو ویران کر لیتا ہے۔ یہ عمل استفسار و استفہام کا ہے۔ یعنی تم نے جو خانۂ دل کو اُجاڑ دیا۔ کیا تم یہاں نہیں آیا چاہتے۔ ہمکناری مرادف ہم آغوشی مسلّم۔ لیکن مستعمل نہیں۔ ہمکنار بولتے ہیں۔ ہمکناری نہیں بولتے۔ مقطع اور لکھو غالبؔ ۱۲

جنون و غالب

غالب کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریروں کا ایک مجموعہ دستیاب ہوا ہے جس کا شمار نوادر میں ہونا چاہیے۔ اہلِ نظر کے لیے غالب کے ہاتھ کی تحریریں سرمۂ چشم کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان تحریروں کو اصل میں دیکھنا تو قسمت والوں کا حصہ ہے۔ متعلمانِ ادب کے لیے ان کی عکسی نقل کا دستیاب ہونا بھی سامانِ تسکین فراہم کرتا ہے۔ ان کے ساتھ اشعار بھی ہیں۔ اس لحاظ سے اور بھی منفرد ہے کہ اس کے مصنف غالب خود نہیں۔ بلکہ غالب کے ایک شاگرد قاضی عبدالجمیل جنوں بریلوی ہیں۔ غالب کی جو تصویر ہمارے سامنے ابھرتی ہے۔ وہ ایک خود بین و خود پرست یگانۂ روزگار شخصیت کی تصویر ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ اپنے مقابلے پر وہ کسی دوسرے کو گردانتے ہی نہ تھے۔ پھر غالب اتنی تکلیف اٹھائیں کہ اپنے قلم سے اپنے کسی شاگرد کے اشعار نقل کریں۔ ایک عجیب سی بات معلوم ہوتی ہے۔ یا تو وہ غالب کے نزدیک بہت عزیز و محترم ہونے چاہییں۔ یا یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ یہ اشعار غالب نے خود کہہ کر اپنے شاگرد کو بھیج دیئے۔ لیکن غالب کے خطوط اور زیرِ نظر مسودے کے مطالعے سے اس شبہے کا ازالہ ہو جاتا ہے۔ ایک خط میں جنوں کو لکھتے ہیں "آپ[1] کی ارادت مجھ کو ذریعۂ فخر و سعادت ہے" ایک اور خط[2] میں جنوں کو لکھتے ہیں "جناب قاضی صاحب کو سلام اور قصیدے کی بندگی اگر قوت ناظمہ پر تصرف باقی رہا ہوتا تو قصیدے کی تعریف میں ایک قطعہ اور حضرت کی مدح میں ایک قصیدہ لکھتا۔ بات یہ ہے کہ جو میں شائستہ مدح نہیں تو یہ ستائش راجع آپ کی طرف ہوگی۔ گویا یہ قصیدہ آپ ہی کی مدح میں ہے" غزل سرا[3] ہموار و ذوق آمیز ہے ایک شعر میں یک لفظ بنا یا گیا۔ ایک شعر کا پہلا مصرع بدل دیا غالب کا وطیرہ تھا کہ اگر شاگرد کا کلام اسقام و اغلاط سے خالی ہو، تو خواہ مخواہ تصرف نہ کرتے تھے۔ جنوں کی غزلیں دیکھنے کے بعد واپس کرتے ہیں اور ترمیم و تصرف نہ کرنے کی توجیہہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں "پیش[4] قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ان غزلوں میں کہیں اصلاح کی جگہ نہیں" یہ حیثیت تو غالب کی نظر میں جنوں کے کلام کی ہے۔ ورنہ بھلا غالب کسی کو آسانی کے ساتھ داد دیتے۔ اب رہا یہ امر کہ انہوں نے جنوں کے کلام کو اپنے قلم سے کیوں نقل کیا۔ ایک مقام پر لکھتے ہیں "کہ خط[5] کے حاشیے اور پشت پر اشعار لکھے ہوئے ہیں، سیاہی اس طرح کی پھیلی کہ حروف اچھی طرح پڑھے نہیں جاتے ... ... پڑھنے میں تکلیف کرنا پڑتی ہے۔ علاوہ اس کے جگہ اصلاح کی باقی نہیں ... بین السطور منقود اور اصلاح کی جگہ معدوم۔ آپ کی خاطر سے رنج کتابت اٹھاتا ہوں اور ان دونوں غزلوں کو اس ورق پر بعد اصلاح لکھتا جاتا ہوں۔ مسودہ تو آپ کے پاس ہوگا اس سے مقابلہ کر کے معلوم کر لیجیے کس شعر پر اصلاح ہوئی اور کہاں اصلاح ہوئی اور کون سی بیت موقوف ہوئی"

---

۱ خطوط غالب مرتبہ مالک رام خط نمبر ۱ صہ ۱۷۹ انجمن ترقی اردو ہند ۱۹۶۲ء

۲ خطوط غالب خط نمبر ۱۹ صہ ۱۸۷۔

۳ خطوط غالب خط نمبر ۱۲ صہ ۱۸۸۔

۴ خطوط غالب خط نمبر ۲۲ صہ ۱۹۰ ۵ خطوط غالب خط نمبر ۱ صہ ۱۷۹

ان خطوط کو سامنے رکھ کر جب مسوّدے کے اشعار پر نظر ڈالی جائے تو بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ ان اشعار کے کاتب غالب ہی مصنف تلامذہ غالب ہیں۔ یہ مجموعہ اشعار ۵۲ غزلوں جن میں ۴۷ غزلیں اردو کی ہیں اور ۵ فارسی کی اور تین عدد رباعیات اور چند فارسی و اردو قطعات تاریخ پر مشتمل ہے۔ اصل مسودہ کراچی میوزیم میں محفوظ ہے جس کی عکسی نقل یہاں پیش کی جا رہی ہے۔ یہ مسودہ جس کی تیرہ پلیٹیں (PLATES) ہیں اس لحاظ سے اور بھی بیش بہا ہے کہ جنوں نے اپنا کلام خود تلف کر دیا تھا۔ بقول لالہ سری رام مصنف خمخانہ جاوید "افسوس کہ اپنا کلام سب تلف کر دیا۔ ان کے احباب کی زبانوں پر یا مرزا نوشہ کے خطوط میں کچھ مل سکا۔۔۔ درج تذکرہ کیا جاتا ہے"۔ مالک رام نے اپنی کتاب تلامذہ غالب مطبوعہ ۱۹۵۸ء صفحہ ۷۸ میں تحریر کیا ہے "اردو کلام پر مرزا غالب سے اصلاح لی" اس بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ فارسی میں غالب کے شاگرد نہ ہوں گے لیکن پیش نظر مسودہ اشعار سے ثابت ہوتا ہے کہ فارسی اور اردو دونوں میں غالب کے شاگرد تھے۔ اس لئے کہ فارسی غزلیں بھی اس مسوّدے میں شامل ہیں۔ البتہ تذکروں میں جنوں کی اردو غزلوں کے نمونے ہی پائے جاتے ہیں چنانچہ چند اشعار خمخانہ جاوید (جلد دوم) اور چند تلامذہ غالب میں درج ہیں۔ اس لحاظ سے جنوں کے اردو اور فارسی کلام کا ایک قابل قدر ذخیرہ صرف مسوّدہ زیر نظر ہی کے ذریعے قارئین ادب کے سامنے آرہا ہے۔

یہ اشعار جنوں کے ہیں، جن میں کہیں کہیں غالب نے اصلاح کی ہے لیکن حقیقت میں جو اشعار اس کڑی آزمائش سے گزر چکے ہوں کہ غالب جیسے دشوار پسند نے ان پر نظر ڈالی ہو اور درست قرار دیا ہو۔ یا بصورت دیگر درستی کر دی ہو۔ وہ اردو ادب میں ایک منصب جلیلہ پر فائز ہوتے ہیں علاوہ ازیں غالب کی طرز اصلاح بھی پوری طرح سامنے آجاتی ہے۔ جنوں نے کہا تھا ؎

بے شام ہی سے بھاری رات   ہلنے کیوں کر کٹے گی ساری رات

غالب نے مصرع ثانی کو یوں بنا دیا "ہائے کیوں کر کٹے گی ساری رات" جس سے یہ شعر کہیں سے کہیں پہنچ گیا۔ خطوط غالب صفحہ ۸۱ خط ۱۸ میں ایک عبارت ملتی ہے "اے مشفق من نام بوطا اور قبیح تمسال یا ہر اس شعر کو دو بارہ کر دو اگر روتی او یہ شعر ہاتھ آ گئے ہو اس کو رکھنا چاہو تو یوں رکھو، گالیاں دیتے ہو کیوں مشفق من خیر تو ہے" یہ اشارہ کلام جنوں کے مسوّدہ موجود نہ ہونے کی وجہ سے اس طرح سمجھ میں نہیں آ سکتا تھا۔ خوش قسمتی سے زیر نظر مسوّدہ اشعار میں یہ پوری غزل موجود ہے جنوں کا شعر یہ تھا ؎

باعث ترک تکلف نہیں کھلتا مجھ کو   گالیاں دیتے ہو اے مشفق من خیر تو ہے

غالب نے پورے کا پورا شعر قلم زد کر دیا ہے۔ البتہ خط ۱۸ میں یہ اشارہ ملتا ہے کہ اگر جنوں یہ شعر رکھنے پر مصر ہوں تو مصرع ثانی کو اس طرح تبدیل کریں۔

قاضی عبدالجمیل جنوں بریلوی ایک قدیم معروف خاندان کے فرد تھے۔ ان کے بزرگ دہلی اور اودھ کے درباروں سے منسلک رہ چکے تھے اور انگریزی حکومت میں بھی وقار و رسوخ رکھتے تھے۔ یہ خاندان علم و فضل کی بنا پر مشہور تھا۔ جنوں ۱۸۳۵ء میں پیدا ہوئے۔ ۲۰ مئی ۱۹۱۰ء کو انتقال کیا۔ عہدۂ قضا پر فائز رہے ۱۸۹۸ء میں ان کو خان بہادر کا خطاب ملا۔ آخری زمانے میں شعر و شاعری سے طبیعت اچاٹ ہو گئی تھی۔ اپنا کلام خود تلف کر دیا۔ عربی اور فارسی میں منتہی تھے۔ غالب کے شاگرد تھے۔ اور اردو فارسی دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ ذوقِ شعری کی شہادت یوں فراہم ہوتی ہے کہ غالب اپنے

ؐ خمخانہ جاوید جلد دوم صفحہ ۲۷۶ طبع ۱۹۱۱ء۔

شعراء ان کو بھیج کر داد طلب کرتے ہیں۔ غالب کے خطوط کی داخلی شہادت سے معلوم ہوتا ہے کہ جنوں ان چند صاحبانِ علم و ذوق میں سے تھے جن کی ملاقات اور شاگردی پر غالب کو ناز تھا۔

کسریٰ منہاس

غزلیاتِ جنونِ آشفتہ

بیا بہ بیں رُخِ رشکِ بہارِ جاناں را — زدہ است آتشِ سوزندہ گلستاں را
کہ از نرگسِ عربدہ آموخت چشمِ فتاں را — نگاہِ مست عجب رہزن ست ایماں را
~~غرض ز خوردنِ پان نیست تو ہوش نیست — ہلاکِ کشتنِ من ز رخ کرد دنداں را~~
بدستِ نیزہ دلم درد خستہ پائی چند — چگونہ سہل نوردیدی ایں بیاباں را
بہ گلشن است دلِ من فگار تر یارب — کہ دادہ است نمک شورِ عندلیباں را
گداز شیشہ بُزباد لذتِ زمزم — بس است تلخیِ مے ماسیاہ کاراں را
نہ بردہ مے و آلاتِ مے کشی بہ برد دل — ببزم بادہ میاور بتِ غزل خواں را
گذارد آئینہ گر روبروئے آں شہِ حسن — اجازتست از آئینہ چشمِ حیراں را
اگرچہ حاجتِ مے خوردن ست اے ساقی — خراب کرد نگاہِ تو مے پرستاں را
جنوں زبانِ تو دُشکوہ ہائے جورِ بتاں — بعہدِ وفا بستاں یک جفائے جاناں را

اے کہ لطفِ تو دلنواز بود — قہرِ تو نیز جاں گداز بود
با منت چند گاہ اے کافر — حیلہ تمکین و شرم و ناز بود
اینکہ دل بردۂ و جانم نیز — باز ہم ہم چہ احتراز بود
گرچہ روزِ فراق کوتہ نیست — شبِ ہجراں بلا دراز بود
غیر روزانہ آیدت در کو — بندہ ہم روز کے مجاز بود
نیم جاں بردۂ و نیم دگر — روز و شب جملہ در گداز بود
اے کہ با ہر کست لطفِ تو عام — با جنونت چہ امتیاز بود

آمد آں ترکِ جفا کار آخر — حشر برپاست ز رفتار آخر
ایں قدر مشقِ ستم کرد کہ شد — چشمِ فتانِ تو بیمار آخر
گرچہ دامن گزرد بہرہ غیر — بنشستم براہِ یار آخر
آمد آں روز کزاں خوفم بود — با تو افتادہ مگر کار آخر

دل سودا زدۂ من آمد　　　　در خم طرۂ طرار آخر
عیش وصلش چو نصیبم نشود　　　　چوں نسازم بغم یار آخر
با جفا ہائے تو سازم تا کے　　　　خم خورد غم خور بسیار آخر
تا کجے بجس و صلح گفتم　　　　جاں برد بخشش بر بار آخر
ایں جنوں دعوئ تقوے میکرد　　　　رفت در خانۂ خمار آخر

نہ گیا پر نہ گیا سر سے یہ سودا نہ گیا　　　　ہاتھ سے سلسلۂ زلف چلیپا نہ گیا
نالہ کرنے سے دل سوختہ کیا خاک ملا　　　　تیری ان باتوں سے وہ پاس مرے آ نہ گیا
رات بیتابی سے اس کوچے میں جا نکلا تھا　　　　تیرے دیوانے کو پاؤں سے سنبھالا نہ گیا
کچھ گئے گزرے نہ تھے ایسے کہ کیا کیجیے　　　　ہم سے پیمانِ وفا باندھ کے توڑا نہ گیا
آپ حیران تھے مجبورئ دل پر از بس　　　　آئینہ دیکھ کے پھر ہوش میں آیا نہ گیا
گرچہ رنج و غمِ ہجراں کے مجھے تھے دل میں　　　　سامنے اس ستم ایجاد کے بولا نہ گیا[۱]
میرے نقصان نہ ہوئے عشق میں کیا کیا ظالم　　　　دل گیا جان گئی کیا کہوں کیا کیا نہ گیا
جان بیماری فرقت میں لبوں تک آئی　　　　نہ گیا پر مرے بالیں پہ مسیحا نہ گیا
چل دیئے اٹھ کے بنظارہ وہ مرے بالیں سے　　　　ان سے حالِ دلِ بے تاب جو دیکھا نہ گیا

چل بسا گلشنِ ہستی سے جنون مرحوم
غم ہجر بت بے داد اٹھایا نہ گیا

(۲)

دل کو شغلِ بادہ پیمائی نہیں　　　　کیا ابھی فصلِ بہار آئی نہیں
اب مجھے تاب شکیبائی نہیں　　　　پاس عشق و بیم رسوائی نہیں
غم کو کب تک دل میں میں تھامے رہوں　　　　اب تحمل کی توانائی نہیں
سامنے سے یوں نکل جاتے ہیں وہ　　　　ان سے گویا کچھ شناسائی نہیں
ہے ہجوم یاس تو دیکھو گے دل　　　　مائل ہنگامہ آرائی نہیں
چاند کی صورت تو ہے گو صاف صاف[۲]　　　　پر ہمارے دل کو کچھ بھائی نہیں

---

۱ جنون کا مصرع یہ تھا۔ ~~ہاتھ سے جان بھی گئی دل بھی گیا کیا کیا نہ گیا~~　　۲ میاد نہیں بے درد ہے

دیکھنا آئینہ چھوڑا کس لیے   گر تمہیں دعویٰ یکتائی نہیں
ہو گئی ہے ترک شاید غیر سے   آج وہ گرم خود آرائی نہیں
~~غیر سے سرگوشیاں ہوتی ہیں ہو~~   ~~میرے نالوں کی بھی شنوائی نہیں~~
کیا کروں ان کی نہ آمد کا گلا   موت بھی تو اب تلک آئی نہیں
پوچھ ہی جستجو مرشیں عشق کو   گر دماغ گار فرسائی نہیں
تمہارے ملنے میں بدنامی کا جھوٹ (عذر)   غیر سے ملنے میں رسوائی نہیں
کیا لکھیں باتیں نہ جب خط کا جواب   ہم کو شوق خامہ فرسائی نہیں
نامہ میرا پھر پریشاں کیوں نہ تھا (آہ بلاغت کے)   ان کے دل میں جب جگہ پائی نہیں
خانۂ دل تم نے کیوں ویراں کیا   کیا خیال رونق افزائی نہیں
یار کی آنکھوں سے کیا تشبیہ دوں   دیدۂ نرگس میں بینائی نہیں
زار تر حالی کب تلک اے پند گو   اب ہمارے دل میں گنجائی نہیں
اے جنوں پھر دل لگاتے ہو مگر   تم نے الفت کی سزا پائی نہیں

فرقت یار میں گزاری رات   بے قراری میں (تھی) ایک ساری رات
ہے مرے شادی سے کناری رات   (ہائے) جھلنی کیوں کر کٹے گی ساری رات
گر نہ وعدہ پہ یار آ جاتا   کی تھی جان ہی ہماری رات
دہنے حرماں کہ تیر مژگاں سے   نہ لگا کوئی زخم کاری رات
کچھ نہ پوچھو بسر ہوئی کیوں کر   تھی قیامت ہی بے قراری رات
بات ہوتی کوئی تو وہ سنتے   دل نے کی ایک آہ و زاری رات

(۳)

(تمہارے در پہ) ~~ہمیشہ خاک~~ پڑے یوں ہا نہ کرتے ہم   جو دخل غیر نہ ہوتا تو کیا نہ کرتے ہم
جو اپنے دل ہی کو نذر ادا نہ کرتے ہم   تو آج آپ کی یوں التجا نہ کرتے ہم
ہر ایک کو نہ سناتے کبھی حکایت غم   جو اُن کے حسن کی باتیں سنا نہ کرتے ہم
سمجھتے غیر کا مطلب اشارہ ہی کیونکر   اگر حضور کو رمز آشنا نہ کرتے ہم
نہ آتے غش پئے ہم اس طرح رقیبوں کو   جو تم کو ہائے ناز و ادا نہ کرتے ہم
نہ کرتے آپ جو غیروں کے ساتھ مے نوشی   تو جام زہر ہلاہل پیا نہ کرتے ہم

جو حشر ہے بے شمار کا نہیں ہوتا ——— تو بات بات پہ یوں سر ولیکر تے ہم
جو آج معتقد ہے میکدہ ہوتے ——— جو محتسب کی نصیحت سنا نہ کرتے ہم
ثنائے غیر وہ کرتے تھے بہ تکیے بر ہم ——— بجا نہ کہتے تو گویا بُرا نہ کرتے ہم
تو پوچھتے وہ کبھی غیر کی بد اطواری ——— تو صاف صاف ہی کہتے گلہ نہ کرتے ہم
کسی کی کاہیکو یوں نمایاں سنا کرتے ——— ندا جو دل کو نہ کرتے تو کیا نہ کرتے ہم
تمہاری غیر سے گر گرمیاں نہ ہوتیں اگر ——— تو صبح و شام پہ یوں جلا نہ کرتے ہم
جو ملتی نالوں سے فرصت ہمیں کبھی دم بھر ——— تو سر پہ چرخ کو یوں دھر لیا نہ کرتے ہم
یہ باتیں ایک کی سو کاہے کو جڑا کرتے ——— جو راز دل کو عدو سے کہا نہ کرتے ہم
ستاتا گر کوئی عذاب ہے کی نہ بلا ——— تو ہم کو قاتل نفق دوا نہ کرتے ہم
جو خستہ بار دل بے قرار یہ ہوتا ——— زبس حضور ہی یہ دم ہا نہ کرتے ہم
خبر تھی کہ عدو ہی بنا ہے بیداد
ہے نگاہِ جنوں ——— وگرنہ جان کو اپنی فدا نہ کرتے ہم

شب وصال کے غمزے یاد یوں آتے ——— جو دل کو خوگر ناز و ادا نہ کرتے ہم
اگر نہ ہوتا یہ سودے کا جوش گل جنوں ——— تمہاری زلف کو یوں پریشاں کرتے ہم

موت آتی نہیں جیئے ہی جی ——— یار بھی لطف لئے ہی ہی
دل لگانا ہے دل لگی نہیں کچھ بھی ——— اس نے جو کچھ کہی کئے ہی ہی
گرچہ نازک ہے جلوہ رنگین ——— سر پہ محفل اٹھا لئے ہی ہی
زہر دیتے ہو کس طرح کھا ئوں ——— نہیں کالی کر کھا لئے ہی ہی
حسرت کاوش جگر اب تک ——— اب تو ناخن بڑھا لئے ہی ہی
شب وعدہ ہے جو تنہا تم ——— کچھ جو کہنا مرا کئے ہی ہی
چارہ فرما جو طعن زن ہے جنوں ——— اب تو چاک جگر سیئے ہی ہی

روزگار سے

دل فدائے نازہایت لے ستم گر کردہ ایم ——— دیگلابے بے ہر سائی ہا بر ایں در کردہ ایم

(۴)

اس کو سے میری نعش جو اٹھوا کے لے چلے ——— ساتھ اپنے یار ڈھیر تمنا کے لے چلے

یا رب وہ دن بھی ہو کہ لکھیں خط میں وہ مجھے — یہاں کوئی آئے اور مجھے آ کے لے چلے
دل بھی لگا ہوا ہے وہاں دھیان بھی وہاں — اس کوئے یار کو مجھے بہلا کے لے چلے
آیا نہ ان کو تحفۂ جان و دل پسند — دل لے چکے تھے جان بھی اب آ کے لے چلے
~~ملنا بتوں کا غصہ بھی کرتے ہیں قبول~~ — ~~جو راہبر بنے وہی بہکا کے لے چلے~~
وہ بہتے دم جب آئے کہ ہم کچھ نہ کہہ سکے — ارمان دل میں عرضِ تمنا کے لے چلے
ہاتھ آنا ان کے پائے نگاریں کا تھا محال — بوسے ہم ان کے نقشِ کفِ پا کے لے چلے
جاتے ہیں اور ہم سے ملاتے نہیں وہ آنکھ[1] — کیا جانے غیر کیا انہیں سمجھا کے لے چلے
~~انتہا ہے جبر کہ کیے مجھ سے گئے وہ ملے~~ — ~~اس بت سے مجھ سے منت بگڑوا کے لے چلے~~
کیا کیا نہ ارولے میرے جی میں اٹھا کیے — جب غیر اس کو باتوں میں بہکا کے لے چلے
یاں بھی بتوں کو قطعِ رہِ عشق تھا محال — بارِ گرانِ غم کوئی کیا کھا کے لے چلے

یہ شکوہ نہیں کہ ہجر میں کیا گزری — اور بالتعب و صدمہ و ایذا گزری
یوں درد و الم کس کو نہیں ہوتا ہے — بارے یہ رنج ہے کہ تنہا گزری

افسوس فراقِ یار میں عمر کٹی — درد و غم و انتظار میں عمر کٹی
کہہ نہ سکے یاس گاہ امیدِ وصال — کیسی یہ اضطرار میں عمر کٹی

یک عمر رہا فراقِ یارِ خود کام — برگشتہ رہا جو طالعِ نافرجام
اب وصل ان کا ہوا میسر یا رب — وہ درد اچھا ہے جس کا ہو نیک انجام

(۵)

پاؤں سے وہ نقش کو میرے نہ ٹھکراتے کبھی — جان لیتے ابتدا ہی میں اگر بیدم مجھے
صورتِ تصویر بن جاتا ہوں ان کو دیکھ کر — وہ مقرر جانتے ہوں گے مگر اب کہ مجھے
یک بہانہ ہو پئے دریوزۂ حسنِ بتاں — گر مقدر سے کہیں مل جائے جامِ جم مجھے
~~غیر تو کیا ہے کہ پاتا بار کوئے یار میں~~ — ~~حیف ان کی سرد مہری نے کیا برہم مجھے~~
غیر کے ہمراہ دورِ جامِ مے کا لطف کیا — اس سے بہتر ہے کہ دیں مے میں ملا کر سم مجھے
ہمکلامی سے عطارد کے نہ کیوں ہو مجھ کو عار — جب گنے استاد اپنا نیرِ اعظم مجھے
سنبلستان میں طبیعت اور الجھے گی جنوں — باغ میں لایا تو عشقِ طرۂ پرخم مجھے

---

[1] جنوں کا مصرع یوں تھا۔ ~~کچھ آج آنکھ ہم سے ملاتے نہیں ہیں وہ~~

زلف صنم رہی ہے جو برہم تمام شب
اندھیرے بلا میں رہے ہم تمام شب

جب آنکھ کھل گئی ہے تصور میں یار کے
رو یا کئے ہیں دیدۂ پُرنم تمام شب

ہے وصل کی خوشی سے غم ہجر بیشتر
رو دل سے گو ہے باغ میں شبنم تمام شب

دل کو شب وصال میں بھی خاک چین ہو
صبح فراق کا جو لگے ہے
جیسے فراق ہی کا لگا غم تمام شب

(۶)

لطف کی خواہش نہ بیدردی کا شکوہ چاہیے
دیکھنا رنگ ہیں ان کا تماشا چاہیے

ڈھونڈنا اے دل کوئی معشوق اچھا چاہیے
زندگی میں دل لگی کا کوئی حیلا چاہیے

کام دورِ جامِ مے کا چشم کی گردش سے لو
یار مل جائے اگر مجھ کو تو پھر کیا چاہیے

کچھ نہ بن آئی مرا فرہاد تیشہ مار کر
عشق کے صدموں کو پتھر کا کلیجہ چاہیے

بعد مردن بھی کھلی ہی رہ گئیں آنکھیں مری
اشتیاق حسرت دیدار دیکھا چاہیے

سیر گلشن سے نہیں ہے کچھ طبیعت کو لگاؤ
وحشت خاطر کو یہ بن کوئی صحرا چاہیے

تا کبھی راضی نہ ہو گا وصل پر وہ تند خو
پر ہمیں اپنے جذب اس کا گدا نا چاہیے

اس قدر جب منہ بناتے ہیں سوال بوس پر
وصل کی خواہش یہ کیا لیتے ہیں دیکھا چاہیے

وقت آخر آن پہنچا ہے جنوں زار کا
بولنا اب منہ سے اے رشک مسیحا چاہیے

مجھے دعویٰ تھا یہ مدت سے کہ بیکار نہیں
میں[ل] تو ہوں آہ شرربار گر اغیار نہیں

مائل جور وہ عیار جفا کار نہیں
مفت میں دل کو جو کھو بیٹھے وہ آزار نہیں

وصل کی بھی دل بے تاب کوئی صورت ہے
ان کو خواہش نہیں اور ہم کو وہاں بار نہیں

~~سمجھ کیوں دل ناداں نہ کہیں وعدے کے ہیں~~
~~ہو گیا غیر یہ نقش ... یاد نہیں~~

دل بے تاب یہ کہتا ہے کہ چھیڑو اس کو
بت عیار جواب بر سر آزار نہیں

~~خوف کیا ہے تجھے کیا جانے کوئی دل کا حال~~
~~بدگماں میری خموشی سبب اظہار نہیں~~

دل کو رشک آئے اگر نام زباں پر لاؤں
ماجرائے غم دل قابل اظہار نہیں

غیر کو خوش ہیں کہ وہ قتل کر گیا مجھ کو
میں یہ سمجھے ہوئے بیٹھا ہوں کہ دو چار نہیں

~~کیا ڈھلے گا ہمیں باغ میں بن کے پھول~~
~~سرو کیک ... ہے کچھ قامت دلدار نہیں~~

ہے ابھی رمز و اشارات کی طاقت باقی
چشم بیمار کو گو طاقت گفتار نہیں

نالشِ آبلہ پائی نہ مٹا کیا کہیے
وحشت اس دشت میں لائی کہ جہاں خار نہیں

ل میں اس مصرع کے معنی نہیں سمجھا ۱۲ [غالب]

قتل جس دم وہ کرے گا تو یہ ظاہر ہوگا ہیں گنہ گار وہی جو کہ گنہ گار نہیں
~~کیوں ہے آشفتہ تو اُن کی شکایت اے ملاں جب مری آہ تو باعثِ آزار نہیں~~
بہ سمت غیر اور تری زلف سا خیر تو ہے کیا کمیں گاہ میں تیرا یہ گنہ گار نہیں
کھینچے شانہ وہ دمِ تیغ نگہ کا یوں کر دم مرے تن پہ کوئی زخم نمودار نہیں
رحمت کر ~~بیچے~~ کا زبانی میری ~~نغمۂ عیش سہی آہِ شرربار نہیں~~

۷

وقت کا کل کوئی محوِ رخِ جاناں کوئی کوئی بیچارہ پریشان ہے حیران کوئی
تم تو زنہار نہ لاؤ گے زباں پر شکوہ جور کرنے سے نہ ہو جائے پشیماں کوئی
لے چلی وحشتِ دل جانبِ صحرا مجھ کو اب کرے شوق سے گلگشتِ گلستاں کوئی
بے تکلف وہ ہیں ہمارے وہ لب غیرتِ لعل رنگ دکھلائے تو اب لعلِ بدخشاں کوئی
دل کو مجھے وہ مزا اس میں کیا ملتا ہے نہیں رکھتا دلِ پُر حسرت و ارماں کوئی
سر بستہ سامنے اس شوخ کے ہوتا ہے چال منہ لگائے لیے جاتا ہے مری جاں کوئی
پاس جاناں سے تن لاغر میں تری الفت ہے جانے کس جائے جو ہو وے یہ گریزاں کوئی
دو میاں میں پھر ہیں ہلے بل کسی کافر کے وحشتِ دل کا ہے پھر سلسلہ جنباں کوئی
پھر دل میں ہے کچھ آج کسی سے غم کا پھر ہے اس خانۂ تاریک میں مہماں کوئی
ہے تصور میں کسی شوخ کا پھر نمک بار پھر ہوا زخمِ جگر پہ نمک افشاں کوئی
سرِ بازار نکلتے ہو جو یوں کر کے سنگھار تم پہ قربان نہ ہو جائے مسلماں کوئی
دل میں کانٹا سا کھٹکتا ہے مرے آٹھ پہر چبھنے دے کی خلشِ جنبشِ مژگاں کوئی
ہو گزر تیرا اگر اس کوچہ میں اے بادِ صبا پھر دو چار گھڑی اور ہیں مہماں کوئی
کر کے غمخوار مرا اسے خارشِ ریشِ جگر کیوں نمک سے بھرے ہر روز نمکداں کوئی
لا کے ہم وحشی صبا ہو وے مرا مشتِ غبار ہاتھ آتا ہے بھلا یار کا داماں کوئی
نہ سہی لطف و عنایت ستم و جور ہی ہو غم تو یہ ہے کہ نہیں حال کا پرساں کوئی
تنگ ہے حضرتِ واعظ سے بہت جی اپنا کاش مل جائے مجھے دشمنِ ایماں کوئی
در تک یار میں گھبرا کے نکل آیا ہوں کہہ خوشی کی خبر لے مرغِ خوش الحاں کوئی
کوچۂ یار کے ہم خاک نشیں ہیں واعظ نہیں رکھتا ہوس گلشنِ رضواں کوئی
دفن اس کوچہ میں کرتے ہیں مجھے بعد فنا کہیں ہو جائے نہ شرمندۂ احساں کوئی

ے جنوں کا مصرع یہ تھا ؎ ~~کس لئے آ گئے کیوں یہ کیفیت شدہ تبدیل~~
ے جنوں کا مصرع یہ تھا ؎ ~~کوچۂ یار میں اپنے تو بسر ہے واعظ~~

مدت العمر بسر اس میں جنوں نے کی ہے — کھوئے کس طرح تصور ترا آساں کوئی

اگر مصراع اخیر یوں ہو تو کیسا

~~پھر ہے کس طرح فراموش یہاں جاں کوئی~~

یعنی اعلان اس نون کا اس طرح پر اردو میں جائز ہے یا کراہت یا خیر ۔ ۱۲

(۹)

جانے کس کس کو نہ ہو جائے گا سودا اے جان — یہ جو آن نکلتے ہو کھلے بالوں سے
جو ترستے تھے وطن میں مری پابوسی کو — دشت میں تنگ ہوا ہوں اب انھیں چھالوں سے
اے جنوں کیوں خلش ہجر سے گھبراتے ہو — دل کو سب رابطہ ہو ترچھی نگہ والوں سے

ہر ایک کو جو سمجھتے ہو کہ کیا ہے — [کیا] اچھے جو تم یہ مدعا ہے
تم اچھے ہو میں برا ہوں مانا — اچھا ہے کوئی کوئی برا ہے
کچھ پاس نہیں ہمارے اے جان — ہاں ایک دل حسرت آزما ہے
~~واں کے جانے کا غم نہیں ہے — جی کو کیوں ساتھ لے گیا ہے~~
سو بار پکاریئے گراں کو — تو کہتے ہیں ایک بار کیا ہے
اب تک کچھ بھی اثر نہ دیکھا — دل آہ سے کس قدر جلا ہے
تھا دل سے فدائے خوب چشماں — یعنی وہ جنوں جو مر گیا ہے
کیجو اسے کوہ طور پر دفن — ہاں کشتۂ چشم سرمہ سا ہے

ہائے جس وقت یاد آتے ہو — غم دنیا و دیں بھلاتے ہو
کیا غضب ہے جو آکے چوم لوں پاؤں — غیر کو سر پہ کیوں چڑھاتے ہو
غنچہ دیتے ہو دل کے بدلے میں — چٹکیوں میں ہمیں اڑاتے ہو
غیر کا کچھ لگاؤ ہے ورنہ — ہم سے تم آنکھ کیوں چراتے ہو
ساتھ غیروں کے یوں ہنسا نہ کرو — ہم کو بے فائدہ رلاتے ہو
بوسہ مانگیں تو گالیاں دینا — کیوں بگڑ کر ہمیں بناتے ہو
زلف کس طرح ہاتھ آئے گی — کیوں جنوں حق اسے ستاتے ہو

(۹)

مجھ سے نہیں تو غیر سے کب ہمکلام ہے — خاموش ہوں کہ یاروں کی تڑکی تمام ہے
رہتے ہے شب وصال بری جاتی ہے تمام — یاں نقدِ ذوق ابھی ناتمام ہے
مانوس ہوئے ہیں شیخ جی صاحب تو خوش رہیں — حضرت سے کچھ غرض نہ تعلق نہ کام ہے
اللہ رے تبختر و انداز واہ واہ — کیا خوب ہے یہ چال چلن کیا خرام ہے
~~کہتے ہیں لوگ شام کو وہ ماہ آئے گا — صبح شبِ فراق ہی ہم کو تو شام ہے~~
انکار ہے شراب کی علت سے اب مجھے — لیکن بغیر مطرب و ساقی حرام ہے
لوگ ان کی بزم ناز میں کیوں آنے دیں مجھے — نام خدا جواں ہیں نیا انتظام ہے
کب سنتے ہیں وہ حال دل زار کیا کہوں — باتیں بنانے سے انہیں فرقت کام ہے
غیروں کو میرے سامنے جھک جھک کے ہو سلام — حضرت کے امتیاز کو میرا سلام ہے
کیا دور ہے جو یک نگہ لطف ہو ادھر — ہم خاک پر پڑے ہیں وہ عالی مقام ہے
شکوہ ہماری آہ و فغاں کا ہے کس لیے — پھیر دیجیے گلے پہ تو قصہ تمام ہے
گو گو میان یار سے باریک تر سہی — گر غور کیجیے تو یہ نازک مقام ہے
اس کی گلی میں آج جنوںؔ پھر کہیں نہ ہو — برپا ہے شور آہ و فغاں ازدحام ہے

واعدو سے جو ہوئی راہِ سخن خیر تو ہے — کیا نہ دکھلائے گا تم کو یہ چلن خیر تو ہے
چھا گئے داغِ دلِ عاشق غمگیں شاید — ورنہ اتنی ہوس سیرِ چمن خیر تو ہے
آج کیوں دیکھتے ہی دور سے پیٹے مجھ کو — یعنی اس مرتبہ بے ساختہ پن خیر تو ہے
~~باعث ترک تکلف نہیں کھلتا مجھ کو — گالیاں دیتے ہو اے مشفقِ من خیر تو ہے~~
اے جنوںؔ ہوش میں آ عشق میں گھبرا نا کیا — کیوں ابھی سے ہوسِ گور و کفن خیر تو ہے

ناز کب آتے ہوئے جان تم ان چالوں سے — چال کا اپنی چلن پوچھ حیا والوں سے
رات سویا ہے مگر ساتھ عدو کے کافر — صاف کھلتا ہے ترے الجھے ہوئے بالوں سے

(۱۰)

دوست واجد علی فرزانہ[1] — معدنِ لطف و وفاکانِ وداد
شدہ با صد طرب عیش و سرور — کتخدا از کرم ربِّ عباد

---

[1] "یارم آں واجد علی فرزانہ" عین تقطیع میں سے جاتا رہتا تھا اور جب تک واجد علی کی تحتانی مکسور نہ ہو، فرزانہ اس کی صفت نہیں پڑتی۔ اس شعر کے معنی پہ نظر نہ ہو ۱۲۔ [غالب]

بود پابند ہزاراں افکار — پئے این سال جنونِ آزاد
بعد قطعِ سر اندوه دام — گفت ہم ودشیِ سرو وشمشاد
ہاتف نے

ایضاً

کتخدا باصد سرور وعیش شد واجد علی — باخوش آئینی کہ گرد و مشتری بازہرہ جفت
ناگہاں درسالِ شادی از زبانم ہاتفے — درکنار یار آمد شاہد مقصود گفت

ایضاً

آں یکے ہمچین نرائن کانِ لطف — واں برسم یک ولی فرزانہ
ساخت تعمیر عجیب وطرفہ — باہزاراں ہمت مردانہ
چوں پئے خوباں خاصش چیدہ ساختہ — ہاتفے گفتہ، زخوبی خانہ

ایضاً

وہ چہ نیکو طرح بنا ریختہ — خاصہ بالطاف وعطار ریختہ
سالِ بنائش چو توان خرج کرد — قطعِ سرا یہ دہے فرح کرد
دادندا ہاتفِ فرزانہ — کردبنا طرفہ زنانخانہ

دیگر

ایں مکاں کش بنگری اے دل زدود — ہست بیت اللطف[1] موفور السرور
گرترا ناگہ فتد درد ے گذار — برکشش از دعویٰ تقویٰ زینہار
سر تراش از ایرپس درد ے درآئے — وچہ دولت خانۂ ہیجاں فزائے

دیگر

بنایا دوست کی خاطر مکاں اک بندہ پرور نے
زبانِ خلق سے جو ہو رہا ہے خلق میں منقوش

(۱۱)

کیا[2] قبول کہ آخر کبھی تو آئے گا — کوئی بتائے مجھے کب تک آزمائے گا
رکا ہے مجھ سے اگر غیر گدگدائے گا — تو دیکھنا ہے کہاں تک نہ مسکرائے گا
جو عرضِ حالتِ دل کیجیے تو کہتے ہیں — کہاں تک اپنی محبت مجھے جتائے گا
فلک سے کہہ دو کہ خوگر ہوں جور نہ لبر کا — ستائے گا وہ مجھے گر نہیں ستائے گا
لگی ہے دل کی طرح آنکھ بھی ادھر میری — سُنا ہے آج اشاروں سے وہ بلائے گا

---

[1] یہ لطف نہیں لطف سنا گیا ہے۔ لولی خانے کو بیت اللطف کہتے ہیں
[2] مجھے خیال پڑتا ہے کہ یہ غزل آگے دیکھ چکا ہوں ۱۲

غضب ہے لوگ بگڑتے ہیں تیری گلی پہ　　کوئی پھر اس سے سوا کیا مزے اٹھائے گا
نکل تو جائے گا آسان دم مرا لیکن　　اگر خیال تمہارا مجھے نہ آئے گا
کیا ہے قصد کہ چپکے سے لے ہی لوں بوسہ　　مزا ہے اور اگر گالیاں سنائے گا
چمن میں ہوں جو کبھی میں تو دشت ہی گل ہے　　کہاں کہاں ترا سودا مجھے پھرائے گا

تم آج اور بھی رہنے دو اس گلی میں پڑا
سنا ہے ہم نے جنوں کل یہاں سے جائیگا

اشارہ گر نہیں غیروں کے ساتھ لانے کا　　سبب پھر اور ہی کیا ان کے مسکرانے کا
اگر شکایت ترکِ وفا نہیں نہ سہی　　سپاس کیوں نہ کروں یار کے ستانے کا
ادائیں گرچہ نکالی ہیں رقص میں بھی بہت　　غضب ہے ڈھنگ (طرز) تمہارا کمر ہلانے کا
ہوا ہے ہجر میں یک اور غم نیا پیدا　　کہ غم نہیں ہے انہیں میرے غم کے کھانے کا
ہزاروں گھڑیاں رہیں شراب میں اے شیخ　　نہ کیجو قصد کبھی میکدے میں جانے کا
ہزار بار کیا ترکِ عشق پر مجبور　　کہ بھولتا ہی نہیں لطف دل لگانے کا
کیا عدو نے جو اظہارِ عشق کیوں مُنہ پھا　　ہر اک کا ظرف نہیں دل میں غم چھپانے کا
کسی نے اس کو خدا جانے کیا پڑھایا ہے　　ہوا ہے شیوہ جو یوں منہ چھپا کے آنے کا
~~جلا کے شمع نے تنہائی میں سبق سکھلایا　　سکھایا طرز تجھے کس نے دل جلانے کا~~

جنوں سے کس لئے پیغام بر کیا وعدہ
نہیں ہے ذمہ اگر اس کے ساتھ لانے کا

طرز مؤنث ہے۔ اسے غزل کی اصلاح میں سابق بھی لکھ چکا ہوں ۱۲

(۱۲)

غزل حال

۵۹ - ۶۲

ہیں وہ بے پروا تو کچھ اس کا نہیں ہے غم مجھے　　قہر ہے اغیار بھی دیکھیں بچشمِ کم مجھے
~~سوکھ کر کانٹا ہوا ہوں ہجر میں اس ماہ کے　　لے اڑے اے کاش اپنے ہمرہ شبنم مجھے~~
بند ہو جاتی ہیں آنکھیں نیند سی آ جائے ہے　　یاد آتا ہے جو ان کے حسن کا عالم مجھے
سالکِ دشتِ جنوں بولا یہ مجھ کو دیکھ کر　　پھر نویدِ عیش دیتا ہے ترا مقدم مجھے
یار سے رکھتا ہوں میں امیدِ لطفِ ناتمام　　یاس و حرماں نے بھلا دی فکرِ بیش و کم مجھے

صاحب یہ اعتقاد ہمارا تھا عبث
ہم نے سمجھ کے جان تمہیں دل دیا عبث

تم نے نہ آنے کے تو وہ مختار آپ تھے
مہندی لگا کے پانو میں حیلہ کیا عبث

مانع نہیں حجاب بجز اشتدادِ شوق
کرتے ہو تم بہانۂ شرم و حیا عبث

حاصل کچھ اور بھی ہے بجز حسرت و الم
اے دل تو کوئے یار میں سر در ہوا عبث

کر غیر کا سلام کہا۔ کیا غضب کیا
ہوتے ہو بات بات پہ مجھ سے خفا عبث

جس ترک (شوخ) نے کہ جور و جفا کو ادا گنا
اس شوخ چشم سے مجھے چشمِ وفا عبث

پایا کہیں نہ اس بُتِ ہرجائی کا پتا
دیر و کنشت میں رہے ہم جبہہ سا عبث

ہے لوحِ دل پہ نقش تکونی رقیب کی
خاطر سے میری پھر اسے کہنا پڑا عبث

تھے جان و دل سو پہلے ہی وہ پیش کش ہوئے
پھلتے[1] ہے اب ہمیں تری زلفِ رسا عبث

کب جانتا ہے دوست جنوں کو وہ بدگماں
دنیا نہ ہونی چاہیے سب بے وفا عبث

(۱۳)

تتمہ

کار فرما بر دلِ ~~نیلو عنبر میلی~~ (آوارۂ ما) رشتی
ایکہ از بہر تو این مجموعہ ابتر کردہ ایم

از خیالِ نازکت صد رہ اجازت خواستیم
تا ز تا در شبِ ہجرانِ تو سر کردہ ایم

دل اسیرِ دامِ گیسوئے معنبر کردہ
تا دماغِ خویش از بوئے معطر کردہ ایم

ہر شبِ وصل از منِ دلدادہ مے گوید نیاز
با منِ دلدادہ مے گوید بوصل از روئے ناز

کز پئے تو صد دلِ دیوانہ مضطر کردہ ایم
گفت با ما بودہ ام سرگرمِ تدبیرِ وصال

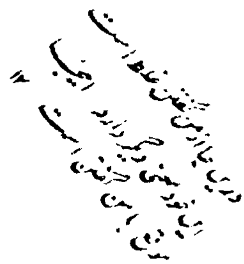
سادگیہا بیں کہ قولِ غیر باور کردہ ایم
در خیالِ عنبریں مویاں بتقلیدِ جنوں

تودہا در دل تو عود و مشک عنبر کردہ ایم

---

[1] جنوں کا مصرع یوں تھا: اب ہم کو پھانستی ہے تری زلفِ رسا عبث۔

بیرون خانہ کا لفظ خلاف روزمرّہ، علاوہ
اس سے یہ احتمال ہوتا ہے کہ گھر خود
اس شخص کے گھر میں داخل غیر ہے ۱۲۔



از من سے گوید یعنی میرا حال کہتا ہے
با من سے گوید یعنی مجھ سے کہتا ہے ــ غالب

اے کاش امید دلِ ناکام بر آید ــ آں شوخ بمن آید و ہم زود تر آید
از خون شدن جانِ و دلِ من خبر آید ــ اشکے کہ بیادِ تو ز چشم بدر آید
ہے ہے چہ خوش آں وقت از یاریِ بختم ــ یار آید و ہنگامۂ ہجراں بسر آید
آں یار سفر کردہ کہ جان و دلِ من بُرد ــ درد دلِ من ہوس آنست کہ زود از سفر آید
ناکامیِ من بیں کہ از آں کافرِ بے رحم ــ خواہم کہ رود دیر اگر زود تر آید
داریم ز پیکانِ نگاہِ تو امیدی (خدنگ) ــ کز لطف بہر سینہ بسوزِ جگر آید

پیمانہ بکف ہمرہ اوباش بہ بیند
وقتیکہ جنون از درِ میخانہ بر آید

سر سید احمد خاں

بنام مولوی ممتاز علی

(۱)

مشفق و عنایت فرمائے بندہ

آپ کا عنایت نامہ پہنچا، وہ قبل فائل میں لگا یا گیا ہے۔ ان سب شبہات کی نسبت جو کچھ میری رائے ہے وہ موقع موقع تفسیر میں آوے گی۔ حروف مقطعات کا ذکر تو اول ہی آیا ہے۔ جہاد کی نسبت آپ نے دو جداگانہ مطلبوں کو خلط کر دیا ہے ایک مطلب یہ ہے کہ اصل میں حکم جہاد کیا ہے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ اس پر زمانہ اولین میں عمل کیسا ہوا۔ آپ نے جو باتیں عام طور سے مشہور تھیں ان پر خیال کر لیا بہر حال یہ ایسے امور نہیں ہیں کہ خطوط میں طے ہوں۔ آپ کے دل میں جو شبہات آویں آپ تحریر کر کے بھیجتے جاویں۔ میں ان کا جواب بالتحقیق جو میرے دل میں ہے تفسیر میں مقامات مناسب لکھوں گا۔ مگر علیحدہ جواب لکھنے کی مجھے فرصت نہیں ہے تفسیر کا کمپوز شروع ہو گیا۔ اس ہفتہ میں قریب جزو دو جزو کے چھپ جاوے گی اور برابر چھپتی رہے گی۔ آپ کو اگر اس کا حصہ لینا ہے اور جس کو لینا ہے وہ روپیہ بھیج دے اگر وہ چاہے کہ جو فرمہ چھپے وہ بھیجا جایا کرے تو یہ بھی ممکن ہے۔ صرف طالب کو محصول دینا پڑے گا۔ والسلام

خاکسار

علی گڈھ ۲۴ ر دسمبر ۱۸۷۷ء وقت شب

سید احمد

(۲)

جناب مکرمی

عنایت نامہ پہنچا۔ تمام امور پر جو آپ نے ارقام فرمائے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ غور ہوگی۔ وہ کچھ مشکل نہیں ہیں۔ جو مقامات مجھ کو مشکل معلوم ہوتے ہیں وہ اور ہیں۔

تفسیر کی قیمت کا یہ حال ہے کہ صرف سو نسخے چھاپے جاتے ہیں۔ اس سبب سے لاگت بہت زیادہ آتی ہے۔ فی روپیہ چار جزو سے کم لاگت ہوتی ہے۔ پس جو لاگت واقعی لگے گی وہی ہر شریک سے لی جاوے گی۔ بالفعل ہر شریک دس روپیہ پیشگی عنایت فرمائے۔ تو چار جزو یا اس کے قریب دس روپیہ ہی طلب ہوں گے۔ حساب بتا دیا جاوے گا کہ واقعی یہ خرچ ہوا ہے جس وقت ایک مناسب حصہ تیار ہو جاوے گا تو شریکوں کو اطلاع دی جاوے گی جو طلب کرے گا اس کو صرف ارسال بھیجنے ہوں گے اور فی الفور حصہ تیار شدہ اس کی خدمت میں روانہ ہوگا۔ ایک حصہ اب تک چھپ چکا ہے۔ والسلام

علی گڈھ ۲۱ ر دسمبر ۱۸۷۷ء وقت شب

سید احمد

(۳)

شفیق بندہ

آپ کے عنایت نامجات ایسے سوالات پر مبنی ہوتے ہیں کہ ہر ایک کے جواب میں رسالہ لکھا جاوے۔ اگر زندگی ہے تو تفسیر چھپنے تک صبر کیجئے۔ سب کچھ اُس میں ملے گا۔ تفسیر بہت آہستہ چھپتی ہے۔ روپیہ چاہیئے۔ جب سب کام ہوتا ہے۔ والسلام

علیگڈھ ۱۴ مئی ۱۸۷۸ء ——— خاکسار سید احمد

(۴)

مکرم و معظم شفیق من

عنایت نامہ مع آرٹیکل نوشتہ مکرمی مولوی احمد شفیع صاحب پہنچا۔ مجھے آپ کی نسبت اور ہر شخص کہ مثل آپ کے قدردان میری بے قدر تصانیف کے ہوں اُن سے قیمت کے بطور اقساط کے لینے میں کچھ عذر نہیں ہے۔ دس روپے آپ کے آچکے ہیں۔ آئندہ بطور قسط ارسال فرماتے رہیں۔ جیسا کہ آپ نے ارقام فرمایا ہے اجزائے مطبوعہ مرسل خدمت ہیں۔ آئندہ بھی مرسل ہوتے رہیں گے۔

مکرمی مولوی احمد شفیع صاحب نے جو آرٹیکل لکھا ہے۔ اُس کو خود مجھے چھاپنا مناسب نہیں ہے۔ وہ تو اس لائق ہے کہ جب میں مر جاؤں گا۔ اُس کے بعد میری لیف (لائف) اگر تحریر ہو تو اُس میں مندرج ہو۔ میں اُن کی عنایت کا نہایت شکر گذار ہوں۔ اور اگر درحقیقت اسلام کو میری تحریر سے کچھ فائدہ ہوا ہے اور مسلمانوں کے دل میں یا ایک ہی مسلمان کے دل میں عظمتِ اسلام نے جگہ پائی ہے تو میری مراد حاصل ہوئی۔ والسلام

علیگڈھ ۱۵ اگست ۱۸۷۸ء ——— خاکسار سید احمد

(۵)

قال اللہ تعالیٰ لرسولہ علیہ السلام واخفض جناحک للمومنین

مکرمی

عنایت نامہ پہنچا۔ ممنون عنایت کیا۔ قرآن مجید کے تمام مضامین ایک دوسرے سے کسی نہ کسی قسم کا علاقہ رکھتے ہیں سب کا حال اگر ایک جگہ کیا جاوے تو مشکل ہے۔

آپ نے جو مضمون نسبت اجنہ لکھا ہے اُس کا شکرگذار ہوں۔ اور موقع پر اُس سے فائدہ اُٹھاؤں گا۔ تفسیر اور قریب ایک جزو کے چھپ گئی ہے۔ قصہ موسیٰ و غرق فرعون چھپ رہا ہے۔ خیال ہے کہ اُس کے چھپ جانے کے بعد اجزا روانہ کروں گا۔

مدرسۃ العلوم کی نسبت جو کچھ استفسار کرتا ہو۔ مجھ سے فرمائیے۔ ایک روپیہ دینے پر مجموعہ قوانین اور تین روپیہ دینے

یہ رپورٹ سال گذشتہ مل سکتی ہے۔ جن میں تمام امور بالتصریح مندرج ہیں۔ والسلام

علیگڑھ ۱۰ ستمبر ۱۸۷۸ء — خاکسار سید احمد

(۶)

محب دلنواز من

آپ کا عنایت نامہ مع مضمون کے پہنچا۔ جس کے پڑھنے سے میری دل نوازی ہوئی میرے دل کو تقویت ہوئی خدا آپ کو جزائے خیر دے۔ میں نے ایک جلسہ میں کہا تھا کہ میری یہ آرزو ہے کہ ہماری قوم لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر یقین رکھے اور عزت و ترقی پاوے اور اگر یہ یقین جاتا رہا تو وہ ہماری قوم نہیں رہی۔ پھر اگر وہ آسمان کے تارے ہو جاویں تو ہم کو کیا۔ ایک محض حماقت کی سمجھ ہے جو یہ خیال کرتے ہیں کہ میں کوئی علیحدہ فرقہ قائم کرتا ہوں۔ یہ تو میرے مقصد کے برخلاف ہے (میں تو) جو فرقے اسلام سے (باہر جانا چاہتے ہیں اُن کو ملا رکھنا چاہتا ہوں۔

آپ کا مضمون جو کہ خاص میری نسبت تھا۔ میں (نے) ہر چند چاہا کہ اُس کے۔ چھاپنے کا قصد نہ کروں۔ مگر (وہ) ایسا دل میں بیٹھ گیا اور اُس کی سچائی کا ایسا دل پر اثر ہوا کہ چھپنے پر مجبور ہوا۔ شاید آپ نے میرے دل کو دیکھ کر یہ مضمون لکھا ہے جس میں میری دلی کیفیت ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس شنبہ کے بعد جو شنبہ ہوگا اُس دن کے اخبار میں چھپے گا۔ تفسیر و تصانیف احمدیہ اس قدر تاخیر سے نہیں چھپیں گی جیسا کہ آپ حساب لگاتے ہیں۔ اتفاقات سے کمپوزیٹر بیمار ہو گئے اور چلے گئے ایک مصحح مر گیا۔ یہ شہر نہایت چھوٹا ہے۔ الہ آباد سے کمپوزیٹر طلب ہوئے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ تفسیر اور بعد کتب دو برس کے عرصہ میں اگر زندگی ہے تو چھپ جاویں گی۔ تفسیر کا بہت بڑا کام ہے اور اُس کی مشکلات ظاہری کا حل کرنا اور واقعی و اصلی بات کا بتانا ذرا مشکل پڑ جاتا ہے۔ بہر حال خدا کی مدد چاہیئے۔

فیض روح القدس ار باز مدد فرمائد

دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا می کرد

تصویر اپنی خدمت اقدس میں بھیجتا ہوں۔ کلکتہ جا کر دوسری بھیجوں گا۔ والسلام

علیگڈھ۔ ۲۹ نومبر ۱۸۷۸ء — خاکسار سید احمد

دو تصویریں بھیجتا ہوں۔ جو نسی پسند ہو رکھ لیں۔ چاہے دونوں رکھ لیں۔ نذر جناب ہیں۔

(۷)

مخدومی و مشفقی

تہذیب الاخلاق میں حسب دستور سابق سب کچھ ہوگا اور متعدد دوست حسب سابق اُس میں مضمون لکھیں گے۔ صرف صورت میں فرق ہوگا۔ اب کی دفعہ ایسی تدبیر ہے کہ آخر کو کتاب کی صورت ہو جاوے اور رفتہ رفتہ تصانیف احمدیہ کا تصور ہو۔ دو مولوی مشتاق حسین۔ منشی ذکاء اللہ صاحب کا مضمون (ہوگا) منشی ذکاء اللہ صاحب نے فطرت کے نام سے مضمون

لکھنا شروع کیا ہے۔ اور چند نمبروں میں ختم ہو گا۔ جو طرز اُس کا تجویز کیا ہے نہایت ہی عمدہ ہے۔ اگر اُسی عمدگی سے تمام ہو جاوے۔ میں دسویں یا گیارھویں کو یہاں سے چلوں گا۔ رات کو انبالہ پہنچوں گا۔ صبح کو روانہ شملہ ہو جاؤں گا۔ بر وقت مراجعت شملہ انشاء اللہ تعالیٰ لاہور میں بھی آؤں گا اور آپ سے ملاقات ہو گی۔ والسلام

۵ مئی ۱۸۷۹ء علیگڈھ — خاکسار سید احمد

(۸)

مُحبی و مُشفقی

چوتھی مئی کا عنایت نامہ میرے پاس ہے جس کا جواب لکھتا ہوں۔ میں پندرھویں مئی کو یہاں سے روانہ ہوں گا اور سیدھا شملہ چلا جاؤں گا۔ بر وقت معاودت ضرور آپ سے ملاقات ہو گی۔ انجمن اسلامیہ لاہور میں جو آپ نے گفتگو کی اُس کا میں شکر گزار ہوں۔ مگر حال یہ ہے کہ میں ایک واعظِ مذہب بننا نہیں چاہتا۔ نہ ایسے جلسہ میں جو مذہبی نام سے ہوا شریک ہونا یا اُس میں لکچر دینا پسند نہیں کرتا۔ صرف یہ خیال ہوتا ہے کہ اپنے احباب کے سامنے اپنے خیالات ظاہر کروں تاکہ اُن کو اُس پر غور کرنے کا اور جو نقص اُس میں ہو اُس کی اصلاح کا موقع ملے اور مجھ کو بھی فائدہ پہنچے۔ پس اس کام کے لیے کوئی عام مجلس کی ضرورت نہیں ہے۔ بہرحال موسم سرما میں جو ہو گا وہ ہو گا۔ اس وقت اس کی گفتگو بے فائدہ ہے۔

تہذیب الاخلاق چھپنا شروع ہو گیا چار ورق چھپ چکے ہیں۔ بقیہ اور چھپ جاویں تو بخدمت احباب روانہ ہو گا۔ ایک مضمون میرا ہے۔ ایک مولوی مشتاق حسین کا اور ایک منشی ذکا اللہ صاحب کا۔ منشی ذکا اللہ صاحب نے نیچر پر سلسلہ وار آرٹیکل لکھنے شروع کئے ہیں اور اُس کے متعدد نمبر ہوں گے۔ والسلام

علیگڈھ ۱۳ مئی ۱۸۷۹ء — خاکسار سید احمد

(۹)

مجبی و شفقی

آپ کا کوئی عنایت نامہ شملہ پر نہیں آیا۔ تہذیب الاخلاق آپ کے پاس پہنچا ہو گا اُس کی نسبت آپ کا کیا خیال ہوا۔ اگر مناسب ہو تو آپ سفیرِ ہندوستان امرت سر، پنجابی اخبار اور اخبار انجمن پنجاب سے راہ و رسم پیدا کریں۔ اور آپ ہر پرچہ تہذیب الاخلاق کا ریویو تحریر کر کر کہ اُن اخباروں میں چھپوا دیا کریں۔ اور بے تامل اُس کے نقائص جو آپ کے دل میں آئیں ریویو میں لکھا کریں۔ اس میں دو فائدے ہیں اول تو آپ کو اگرچہ اب بھی مضمون نگاری کی مشق ہے اور بھی زیادہ ہو جاوے گی۔ اور مجھ کو اور لوگوں کو یہ فائدہ ہو گا کہ مضامین مندرجہ تہذیب الاخلاق کے حسن و قبح پر دوسروں کی رائے معلوم ہو گی۔ والسلام

خاکسار

شملہ پارک ہوٹل۔ ۲۹ مئی ۱۸۷۹ء — سید احمد

(۱۰)

مجبی و شفیقی

میں چاہتا ہوں کہ آپ اپنا وقت ایسے لغو کاموں میں یعنی مولوی محمد حسین صاحب (بٹالوی) کے رسالہ اشاعۃ السنۃ کے جواب لکھنے میں صرف نہ کیجئے۔ اس سے کچھ فائدہ نہیں۔

مجھ کو تفسیر لکھنے کی کافی فرصت ہے اور میں کونسل کے صرف اُن ہی کاموں میں مشغول ہوں گا جن کی سیلکٹ کمیٹی میں شامل ہوں یا جن کو خود پیش کرنا چاہوں باقی کاموں پر زیادہ توجہ کچھ ضروری نہیں ہے اور اس ذریعے سے فرصت بہت نکل آئی ہے۔ شملہ کے قیام میں امید ہے کہ بہت کچھ لکھ لوں گا۔ آپ کے عنایت نامہ کا شکر کرتا ہوں۔ آپ کی طبیعت جو علیل ہو گئی تھی اُس کا افسوس ہوا شکر خدا کا کہ صحت ہو گئی۔ والسلام

شملہ پارک ہوٹل، ۳۱ مئی ۱۸۷۹ء خاکسار سید احمد

(۱۱)

مشفقی و مجبی

آپ کا عنایت نامہ و نوٹ بیس روپیہ بابت خریداری تہذیب الاخلاق پہنچا۔ ممنون عنایت کیا اصل بات یہ ہے کہ میں نے تہذیب الاخلاق صرف آپ کے شوق کے سبب سے مکرر جاری کر دیا ہے۔ اس بات کی کچھ پرواہ نہیں ہے کہ بقدر خرچ خریدار رہیں گے یا نہیں۔ میرا روپیہ ایسی ہی لغو باتوں میں تمام عمر ضائع ہوتا رہا ہے۔ آپ میرے نقصان کا کچھ خیال نہ کریں۔ محمد برکت علی خاں صاحب تو دوست قدیم ہیں مگر دوسرے غیر شخص (سے) اصرار کرنا اور سماجت اُس کی خریداری پر کرنا کچھ ضرور نہیں ہے اور بحقیقت تہذیب الاخلاق کا بند ہونا نامناسب تھا۔ گویا تحریر مضامین اور خیالات سب بند ہو گئے تھے۔ اُس کے سبب بُرا یا بھلا تحریر کا لگا لگا ہی رہے گا۔ بعض بعض مضمون قابل پڑھنے کے تحریر ہوتے ہیں۔ بعضے صرف معمولی ہیں۔ بہرحال ایک امر جاری رہنے سے امید ہے کہ کوئی عمدہ مضمون بھی آ جاوے کا مولوی چراغ علی۔ منشی ذکاء اللہ صاحب مولوی الطاف حسین حالی۔ منشی مشتاق حسین نے مضامین بھیجنے کا وعدہ کیا ہے اور ایک اور صاحب ہیں جو مولوی مستعد ہیں اور تمام خیالات تہذیب الاخلاق و تفسیر کے اُن کے دل میں بھر گئے ہیں اور تمام پچھلی تعلیم کو بھلا دیا ہے۔ وہ بھی وعدہ تحریر مضامین (کا) کرتے ہیں۔ مگر نام ظاہر کرتے ہوئے کانپتے ہیں۔ بہر حال اُس کا جاری رہنا بہتر ہے۔ والسلام

شملہ پارک ہوٹل۔ ۱۲ جون ۱۸۷۹ء خاکسار سید احمد

(۱۲)

مجبی و مشفقی

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ مضمون مرسلہ چھپنے کو بھیج دیا۔ تصانیف احمدیہ چھپ رہی ہے۔ مگر تہذیب الاخلاق کے چھپنے سے کام زیادہ ہو گیا ہے۔ اس سبب اور نیز اس سبب سے کہ اُس کے پروف میرے پاس شملہ پر آتے ہیں۔

تاخیر سے چھاپتی ہے ۔ شملہ پر میں نے کام تفسیر کا بہت کیا ہے ۔ سورہ بقر کی کل تفسیر قریب ختم ہونے کے ہے ۔ نہایت مشکل مشکل مقام جو ظاہر معلوم ہوتے تھے نہایت صفائی اور خوبی سے حل ہوئے ہیں اور مجھے یقین کامل ہے کہ وہی مطلب قرآن کا ہے جو میں نے بیان کیا ہے ۔

میں آپ کی عنایت و محبت کا ہمیشہ شکر گذار ہوں اور آپ سے ایک خاص محبت اس خیال پر رکھتا ہوں کہ مجھ کو آپ سے قومی فائدہ پہنچنے کی توقع ہے ۔ خدا آپ کو زندہ رکھے اور بوڑھا کرے اور میرا جو خیال آپ کی نسبت ہے اس کو پورا کرے ۔

آپ کے والد ماجد آپ کے ان خیالات کی نسبت کیا کہتے ہیں ۔ پسند کرتے ہیں ۔ یا یہ سمجھتے ہیں کہ میرا نو عمر بیٹا بگڑ گیا ۔ یہ وقت مراجعت شملہ کسی مقام پر آپ سے ضرور ملاقات ہونی چاہیئے ۔ پنجاب میں جو قانون مال گذاری اور قانون لگان جاری ہے وہ شاید اردو زبان میں لوگوں نے چھاپے ہوں گے ۔ ایک ایک کاپی اگر ان کی دستیاب ہو تو مرحمت فرمایئے ۔ والسلام

شملہ ۔ ۱۲ جولائی ۱۸۷۹ء   خاکسار سید احمد

(۱۳)

مخدومی و مکرمی

عنایت نامہ پہنچا ۔ نماز فی حد ذاتہٖ نہایت مناسب فطرت انسانی کے ہے ۔ ارکان معینہ اس فطرت کے محافظ ہیں اور اس لیے بمنزلہ اس کے جزو کے ہیں ۔ باقی رہا تعین ارکان ہئیت موجودہ اس کی نسبت جو شبہ سمجھا جاوے وہی شبہ بعینہٖ اس ہئیت پر ہوگا جو اور طرح برقرار دی جاوے ۔ اس لیے یہ شبہ از قبیل شبہ عام الورود ہوگا جو مقبول نہیں ہو سکتا ۔

ہاں اس میں کچھ شبہ نہیں کہ ہئیت موجودہ کی خوبی اور عمدگی کا ثبوت چاہیئے جو علانیہ ظاہر ہے ۔

آپ کا مضمون چھاپہ خانہ والوں نے تہذیب الاخلاق سے علیحدہ چھاپنا تجویز کیا ہے ۔ مگر تعجب یہ ہے کہ تہذیب الاخلاق ماہ رجب ہی اب تک نہیں آیا ۔ معلوم نہیں کیا آفت پڑی ہے ۔ والسلام

شملہ پارک ہوٹل ۲۷ جولائی ۱۸۷۹ء   خاکسار آپ کا نیاز مند
سید احمد

(۱۴)

مخدومی و مشفقی

ایک خط ملفوف ہے ۔ اس کو پڑھ کر اور دوسرے لفافہ میں رکھ کر کاتب خط کے نام روانہ فرما دیجیے ۔ آپ کی تحریر نسبت شملہ میں پڑھ کر نہایت خوش ہوا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام پہلو اور باریکیاں ان مسائل کی بخوبی آپ کے پیش نظر ہیں اور ہر ایک پر کماحقہٗ غور کیا ہے ۔

مولوی محمد حسین صاحب کا دماغ اس قسم کے مضامین سمجھنے کے مناسب نہیں ہے۔ اُن پر کیا موقوف ہے۔ ہمارے علماً کی قوتِ دماغی اُن ہی معمولی کتابوں کے پڑھنے میں صرف ہو جاتی ہے۔ پھر طاقت و مطالب دیگر پر غور کی باقی ہی نہیں رہتی۔ جون کے رسالہ اشاعتہ السنتہ میں آپ نے دیکھا ہوگا کہ فطرت کے لفظ پر کیسی لغو و غیر مناسب تحریر لکھی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مطلق وہ نہیں سمجھے۔ والسلام

۲۰ر جولائی ۱۸۷۹ء شملہ۔ پارک ہوٹل — خاکسار سید احمد

دو رسالہ نسبت مزار خان پنجاب پہنچے۔ جن کا نہایت دلی شکریہ قبول ہو۔ فقط

(۱۵)

محبی و عزیزی

تمھارا مضمون تہذیب الاخلاق کی نسبت متعدد دفعہ میں نے پڑھا۔ اس وقت بھی پڑھ رہا ہوں۔ جو بات میرے دل میں آئی آپ کو لکھتا ہوں۔

شکر خدا کا کہ ہماری قوم میں تم سا نوجوان لائق پیدا ہوا۔ خدا تم کو زندہ سلامت رکھے۔ مضمون کی عمدگی۔ اُس کا طرز بیان۔ اُس کی ترتیب۔ اُس کے شستہ الفاظ بے انتہا تعریف کے لائق ہیں۔ جو بات خدا نے ہم کو ڈاڑھی سفید ہونے کے بعد دی۔ وہ خدا نے تم کو اس عمر میں دی کہ شاید ابھی پوری ڈاڑھی بھی نہ نکلی ہو گی۔

بالائے سرش ز ہوشمندی

تابندہ ستارہ بلندی

خدا تم کو زندہ رکھے اور جیسی ہم کو امید تمھاری ذات سے قوم کی بھلائی کی ہے خدا اُس کو پورا کرے۔ انگریزی علوم علی الخصوص لٹریچر کی تحصیل میں زیادہ محنت کرو۔

معلوم نہیں کہ تمھاری شادی ہو گئی ہے یا نہیں۔ اگر نہ ہوئی ہو تو جلدی مت کرنا یہ ایسا پیچ ہے کہ انسان کو مشکلات میں پھنسا دیتا ہے۔ والسلام

شملہ پارک ہوٹل۔ ۲ر اگست ۱۸۷۹ء — آپ کا دلی ترقی خواہ
خاکسار سید احمد

(۱۶)

عزیزی و محبی سید ممتاز علی صاحب

جو اشتہار گورنمنٹ کا انڈین سول سروس کے باب میں چھپا ہے۔ وہ تم نے دیکھا ہوگا اگرچہ آپ کے والد سے اور مجھ سے ملاقات نہیں ہے لیکن میں چاہتا ہوں کہ وہ کوشش کریں کہ تم سول سروس میں منتخب ہو جاؤ۔ اگر آپ کے والد ماجد کو تمھارا انگلستان بھیجنا واسطے تکمیل بقیہ تعلیم کے منظور ہو تو تمھارا منتخب ہو جانا ممکن ہے۔ اس باب میں کیا خیالات ہیں۔ اُن سے مطلع ہونا چاہتا ہوں۔ زیادہ صلاح اس باب میں بغیر ملاقات و زبانی گفتگو کے نہیں ہو سکتی۔ والسلام

شملہ پارک ہوٹل۔ ۶ر ستمبر ۱۸۷۹ء — خاکسار سید احمد

(۱۷)

مجبی و شفیقی

غالباً میں یہاں سے دوسری تاریخ اکتوبر کو روانہ ہوں گا اور تیسری تاریخ کو انبالہ میں دن کے دو بجے تک ٹھیرا رہوں گا۔ اگر ممکن ہو تو بسبب انبالہ کے ہوٹل میں مجھ سے ملاقات کرو۔ والسلام

شملہ پارک ہوٹل ۲۶ ستمبر ۱۸۷۹ء

خاکسار سید احمد

(۱۸)

مجبی و مشفقی

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ مجھے نہایت افسوس ہے کہ میرا خط آپ تک نہیں پہنچا۔ میں نے ایک مفصل خط آپ کو لکھا ہے۔ جو خیالات آپ کے دل میں گذرے ہیں وہ سب غلط ہیں۔ میں اپنے دوستوں کا جاں نثار و خاک پا ہوں، قصور کیسا معافی کیسی۔ آزردگی کیسی۔ ایسے خیالات کبھی میری طرف دھیان بھی نہ فرمایئے۔ مولوی سمیع اللہ خاں صاحب مع اپنی صاحبزادی کے اپریل میں ولایت جاویں گے۔ نہایت خوشی ہو کہ آپ بھی ساتھ جاویں۔ مگر قبل از روانگی اپنے تئیں انڈین سول سروس میں منتخب کرا لو۔ یہ بات کچھ مشکل نہیں ہے۔ جس طرح پر ہو تم مجھ سے ملو۔ میں شروع دسمبر میں کلکتہ چلا جاؤں گا۔ خیر بہر کی تعطیل میں تم بھی کلکتہ چلے آؤ۔ میرے پاس رہو۔ سب طرح (کی) آسائش اور میرے دل کو راحت ہو گی۔ طمانیت سے سب باتیں طے ہوں گی۔ مسودہ درخواست مرتب ہو جاوے گا اور ایک تدبیر میں بتا دوں گا۔

کلکتہ آنا کچھ مشکل نہیں ہے۔ سیر بھی کرو گے۔ ملاقات بھی ہوگی۔ دل خوش ہو گا۔ کیا امر تم کو کلکتہ آنے کا مانع ہے۔ میں تم کو اپنا عزیز سمجھتا ہوں۔ جو بات ہو مجھ کو لکھو اور کلکتہ آنے میں کسی امر کی ضرورت ہو (تو) مجھے لکھو۔ میں اس کا انجام کروں گا۔ تمھاری عمر اس وقت ایسی ہے کہ انڈین سول سروس کے لیے تدبیر ہو سکتی ہے۔ جبکہ بعدہٗ تدبیر ہاتھ سے جاتی رہے گی۔

خاکسار

سید احمد علیگڈھ ۱۶ نومبر ۱۸۷۹ء

(۱۹)

۱۰ - وکٹوریہ ٹرمینس - کلکتہ

مکرمی و مجبی

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ اگرچہ مجھ کو آپ کے تشریف لانے سے نہایت خوشی ہے مگر برابر چار روز کا سفر کرنا جو آپ کو تکلیف دے گا۔ اس کا افسوس ہے۔ بہر حال ملاقات ہونے کے بعد سب کچھ مبدل بخوشی ہو جاوے گی۔

آتے وقت علیگڈھ مت ٹھیرنا۔ جب یہاں آؤ گے تو مولوی خواجہ محمد یوسف صاحب بھی یہاں ہوں گے ان سے ملاقات ہو جاوے گی اور بوقت مراجعت شاید ساتھ بھی ہو گا، اور مدرستہ العلوم کی بھی علیگڈھ میں خوب سیر ہو گی اور مراجعت

کے وقت تک مدرسہ کھل بھی جاوے گا۔

اگر رستہ میں سے اپنے پہنچنے کا ٹھیک وقت بذریعہ تار برقی بتلا دو گے تو میں آدمی و سواری سٹیشن پر بھیج دوں گا۔ شاید کچھ غلطی ہو جاوے اس لئے لکھتا ہوں کہ میرے محلہ کا انگریزی نام تو آپ کو معلوم ہے مگر گاڑی والے بنام کمتر سمجھتے ہیں۔ اس محلہ کو ہندوستانی "باغیچی چھتہ" کہتے ہیں) پس اگر شاید میرا آدمی نہ ملے تو جس گاڑی بان سے کہو گے۔ برابر لے آوے گا اسٹیشن پر کثرت سے گاڑیاں کرایہ کی حاضر و موجود رہتی ہیں۔

یہ سب باتیں احتیاطاً لکھ دی ہیں۔ والسلام۔

۱۵ دسمبر ۱۸۶۹ء　　　　　　　　　　خاکسار سید احمد

(۲۰)

مشفقی و محبی

عنایت نامہ پہنچا۔ اس کام میں چنداں جلدی نہیں ہے۔ مہینہ دو مہینہ کا بھی عرصہ گذر جاوے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ بلکہ میری دانست میں مناسب ہے کہ اگر موقع ملے تو آپ کے والد ماجد سکرٹری گورنمنٹ پنجاب سے کچھ تذکرہ کریں اور اُن کی رائے ٹٹولیں۔ حمید اللہ خاں کے خاندان کا حال باعتبار مناصب دنیاوی بہت اچھا ہے۔ نبی اللہ کے خاندان کا حال باعتبار شرافت خاندانی و اعلیٰ درجہ پر اپنے ضلع میں موقر ہونے میں نہایت اچھا ہے۔ مگر یہ معلوم نہیں کہ گورنمنٹ نے خاندانی درجہ کی کیا (سکیل تصور کی ہے)۔ کیفیت خاندان اُن ہی دونوں کے مربیوں سے طلب ہوئی تھی انہوں نے بھیج دی۔ اب شاید اپنے طور پر گورنمنٹ کچھ تحقیق کرے۔ اگر اُس کو درخواست کا منظور کرنا منظور ہو۔ والسلام

کلکتہ ۲۵ دسمبر ۱۸۶۹ء　　　　　　　　　　خاکسار سید احمد

(۲۱)

عزیزی و محبی

تمہارے تین خط پہنچے۔ پہلا خط جو شکریہ کا تھا اُس کی کچھ ضرورت نہ تھی، مجھ کو تم سے دلی محبت ہے اور (میں تمہاری) ہر طرح کی ترقی کا خواہاں ہوں۔

پچھلے دو خطوں کو پڑھ کر افسوس ہوا۔ ولایت جا کر تعلیم حاصل کر کے ہندوستان میں وجہ معاش حاصل کرنے کے جو بغیر ولایت جائے حاصل نہیں ہو سکتی صرف تین کام ہیں۔

۱۔ بیرسٹری　　　۲۔ انجینئری　　　۳۔ ڈاکٹری

اوّل کام کو تم بھی ناپسند کرتے ہو اور میں بھی چنداں پسند نہیں کر سکتا۔ صرف بیرسٹری کے بعد دو امر کی ضرور امید ہے۔ ایک یہ کہ بذریعہ بیرسٹری گو وہ کیسی ہی کم ہو تو بھی چار سو روپیہ مہینہ ضرور ملے گا۔ اور اس سے زیادہ ترقی ہو جانی تقدیری بات ہے دوسرے یہ کہ بعد واپسی ہندوستان کوئی ابتدائی عہدہ عدالت کے متعلق ضرور مل سکے گا اور اسی سلسلہ میں جلد ترقی کرنے کا

موقع ملے گا اور ہندوستان کے امتحانوں سے نجات ملے گی بیرسٹری میں اس سے زیادہ توقع نہیں ہے۔

انجنیری داخل ہونے کو اُن وجوہات سے جو آپ نے لکھے ہیں بلاشبہ نہایت مشکل اور نہایت دقت ہے۔

ڈاکٹری میں بھی وہ دقت پیش آوے گی بلحاظ ڈاکٹری اس لیے زیادہ نامناسب ہے کہ ہندوستانیوں کو سوا سرجن کا عہدہ ملنا انگریز اور لیڈیاں پسند نہیں کرتیں اور اس لیے ہندوستانی فوجی ڈاکٹری پر پھینک دیے جاتے ہیں۔

پس درحقیقت تمھارے لیے کوئی ایسا موقع نہیں ہے کہ بعد واپسی ولایت سے ایسا عہدہ پا سکو جو یہاں کی تعلیم سے حاصل نہ ہو سکتا ہو پس آپ کا ولایت جانا صرف دو امر کی توقع پر ہو سکتا ہے۔

اول بیرسٹری کے لیے جس سے اُن فوائد کے سوا جو اوپر مذکور ہوئے اور کسی بات کی توقع نہیں۔ شاید یہ (فائدہ) ہو کہ عدالت کا ابتدائی عہدہ ملنے میں ولایت کی تعلیم کے سبب کچھ آسانی ہو (جائے)

دوسرے بغرض عمدہ تعلیم حاصل کرنے کے

اس میں کچھ شک نہیں کہ انگریزی میں عمدہ تعلیم ہندوستان میں حاصل ہونی ناممکن ہے۔ اور ولایت میں جو عمدہ انگریزی تعلیم حاصل ہو جاوے گی وہ لازوال دولت ہے۔ اور ولایت سے واپس آنے کے بعد اُسی تعلیم کے ذریعہ سے چار پانچ سو روپیہ ماہوار ہر صورت سے کما سکتے ہو۔

تمام حالات پر غور کرنے کے بعد میری رائے یہ ہے کہ اگر تم چار برس کے لیے ولایت جا سکتے ہو تو جاؤ فی الفور جاتے ہی کسی یونیورسٹی میں داخل ہو جاؤ۔ اور لٹریچر کی شاخ اختیار کرو۔ برس روز تک کسی چیز کا بجز محنت کے ترقی تعلیم پر خیال مت کرو۔ برس روز کے بعد لنکن ان میں بیرسٹری کے (لیے) داخل ہو جاؤ تعلیم بدستور یونیورسٹی میں جاری رکھو اور صرف لکچر کے زمانہ میں لنکن ان میں آکر لکچر سن جایا کرو۔ دو برس بعد امتحان دینا ہوگا۔ چند روز پہلے امتحان کے لیے اپنے تئیں تیار کر لو اور اگر لنکن ان میں یہ قاعدہ اب بھی ہو کہ جو شخص تین برس تک لکچر سنے اُس کو امتحان کی ضرورت نہیں تو امتحان کا بھی خیال مت کرو۔ تین برس برابر لکچر سنتے جاؤ۔ اور یونیورسٹی کی تعلیم میں اس قدر محنت کرو کہ بی۔ اے کی ڈگری حاصل کر لاؤ۔ یہ دولت ایسی ہوگی جس سے مسلمانوں کو تمھاری ذات پر فخر ہوگا۔ اور ہمیشہ کو تمھاری ذاتی اور دلی خوشی کا باعث ہوگا۔

اور اگر یہ امور تمھاری دانست میں اور تمھارے والد ماجد کی دانست میں کافی معاوضہ ولایت جانے کا اور چار برس تک صعوبات سفر اختیار کرنے کا اور سب سے زائد روپیہ خرچ ہونے کا نہ ہو تو ارادہ موقوف کرو۔ تن بہ تقدیر یہاں تعلیم میں کوشش کرو۔ تم کو انگریزی لٹریچر میں ترقی کی بہت حاجت ہے۔ اور اس پر بہت زیادہ کوشش درکار ہوگی۔

والسلام۔

کلکتہ ۱۶ر فروری ۱۸۸۰ء

خاکسار تمھارا خیر طلب
سید احمد

(۲۲)

عزیزی وحبی

آپ کا عنایت نامہ علیگڈھ ہو کر شملہ میں میرے پاس پہنچا۔ میں چند روز سے شملہ پر ہوں اور ایک ہفتہ میں یہاں (سے) واپس علیگڈھ جاؤں گا۔

آپ کا خط بہت مدت بعد آیا۔ امید کہ آئندہ اس قدر تاخیر خط وکتابت میں نہ ہوگی۔

تفسیر کے بعض مقامات جو آپ نے پسند کئے اُس سے نہایت خوشی ہوئی۔ امید ہے کہ آپ تھوڑا انتظار فرماویں اور ولادت ومعجزات حضرت مسیح کی نسبت جو میرا خیال ہے وہ جلد آپ کے ملاحظہ سے گذرے گا۔

مسودہ قانون وقف کی نسبت میرا ارادہ ابھی کونسل میں پیش کرنے کا نہیں ہے۔ قاضی بل اور ویکسی نیشن بل امید ہے کہ جلد پاس ہو جاویں گے۔

علیگڈھ پہنچ کر آپ کو مفصل خط لکھوں گا۔ والسلام

ہارڈنگ ہوٹل شملہ ۱۷ جون ۱۸۹۰ء — خاکسار سید احمد

(۲۳)

عزیزی وحبی

آپ کا محبت نامہ پہنچا۔ مولوی محمد حسین صاحب کو مل جانے دیجئے اور میری شکایت نادہندی چھاپنے دیجئے۔ ایسی باتوں کی کچھ پرواہ نہیں ہے۔ کیا وجہ ہے کہ بے طلب رسالہ بھیجیں اور پھر قیمت طلب کریں۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ اول ہی (میں) میں نے خط لکھا تھا کہ نہ بھیجیں۔ اُس کا جواب بھیجا کہ صرف ملاحظہ کے لیے بلا قیمت بھیجتا ہوں شاید وہ خط کہیں پڑا ہو۔ اخبار والوں کا نہایت غلط خیال ہے کہ اشتہار دینے کی دھمکی سے ڈر کر دوسرا شخص بدنامی کے خوف سے قیمت ادا کر دیتا ہے۔ ایک مرتبہ مصر سے بھی ایک ایڈیٹر صاحب نے مجھے بلا طلب عربی اخبار بھیجنا شروع کیا۔ جب (اُنہوں نے) قیمت مانگی (تو) میں نے انکار کیا کہ طلب نا واجب ہے اور نہ دی۔

میں چاہتا ہوں کہ اخبار والوں کی یہ بدعادت دور کی جاوے اور ہرگز بلا طلب اخبار بھیجنے پر قیمت نہ دی جاوے۔

پس آپ اس کا کچھ فکر نہ کیجئے اور مولوی محمد حسین صاحب کا جو دل چاہے اُن کو کرنے دیجئے۔

مسودۂ وقف کچھ مخالفت کے اندیشہ سے پیش کرنا ملتوی نہیں کیا۔ اُس پر تو اس قدر مخالفت نہیں ہوئی جس قدر کہ ویکسی نیشن بل پر مخالفتیں ہوئیں اور لفٹنٹ گورنر بھی برخلاف تھے۔ اس کا تو میں نے اندیشہ نہیں کیا۔ اور آپ دیکھیں گے کہ انشاء اللہ تعالیٰ نویں تاریخ کے اجلاس میں وہ پاس ہو جاوے گا۔

میری میعاد ممبری کی ۱۲ر جولائی کو ختم ہو جاوے گی۔ ممکن ہے کہ دوبارہ انتخاب ہوتا۔ مگر اول تو بسبب چلے جانے لارڈ لٹن کے دوبارہ انتخاب نہایت مشتبہ ہے اور بالفرض اگر ہو بھی تو غالباً میں منظور نہیں کرتا۔ کیونکہ اپنے ذاتی کام اور

تصنیف کتب اور کار بار مدرسہ میں نہایت ہرج پڑتا ہے۔ اور اس ممبری سے کوئی نتیجہ نہیں ہے۔ میری عمر چونسٹھ برس کے قریب ہو گئی ہے اب کہاں تک جیوں گا۔ مجھ کو اپنی ہمت اس میں مصروف کرنی چاہیئے کہ جو خیالات میرے دل میں ہیں اُن کو بذریعہ تحریر و تصنیف لوگوں میں چھوڑ جاؤں۔ نہ یہ کہ کونسل کی ممبری میں اپنی اوقات صرف کروں۔ مسودہ وقف کے ملتوی کرنے کی بھی وجہ ہے کہ اس قدر مہلت باقی نہ تھی کہ میرے زمانہ ممبری میں اُس پر بحث ہوتی۔ آپ یقین کریں کہ میں اپنی تفسیر کا ایک صفحہ لکھنا کونسل کی ممبری سے بہت زیادہ عزیز سمجھتا ہوں۔ اس وقت تک یہ ارادہ ہے کہ دسویں جولائی کو یہاں سے روانہ ہوں۔ اگرچہ آپ سے ایک لحہ کے لیے بھی ملاقات ہونے سے دل کو سرور ہوتا ہے۔ مگر آپ انبالہ آنے کی ہرگز تکلیف نہ فرماویں۔ میں وہاں نہیں ٹھیرنے کا۔ اور برسات کے سبب معلوم نہیں کہ وقت معینہ پر پہنچا جاوے یا نہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ پھر کسی وقت ملاقات ہوگی۔ والسلام علیکم وعلی لدیکم۔

خاکسار سید احمد

ہا ؤنٹ ہوٹل شملہ - ۲؍ جولائی ۱۸۸۰ء

خلق طیر کی بابت کافی تشفی نہیں ہوئی ہے۔ دو ایک کتابیں منگائی ہیں۔

(۲۴)

محبی مشفقی

آپ کا عنایت نامہ اور منی آرڈر تعدادی پندرہ روپیہ کا پہنچا۔ آپ کی خیر و عافیت سے دل خوش ہوا۔ میں اپنی تفسیر کے لکھنے میں مصروف ہوں۔ سورہ آل عمران کی تفسیر چھپنی بھی شروع ہو گئی ہے۔ ولادت حضرت مسیحؑ کی بابت میں سب کچھ لکھ چکا (ہوں) میرے نزدیک قرآن مجید سے اُن کا بے باپ ہونا ثابت نہیں ہے۔ اور متقدمین عیسائی و یہودی سب حضرت مسیح کو یوسف کا پسر جائز سمجھتے تھے۔ اُن کی سندیں بھی نکال لی ہیں۔ پس میں نے بھی لکھا ہے کہ وہ حسب فطرت بشری پیدا ہوئے تھے اور یوسف اُن کے والد تھے۔ نہایت لمبا مضمون ہے۔ عنقریب چھپ کر آپ کے ملاحظہ میں آوے گا۔ نسبت خلق طیر اس کے لیے بہت کچھ تلاش کرنا ہے۔ چونکہ سورہ مائدہ میں زیادہ صریح الفاظ ہیں۔ اور اُس کے ساتھ تمام باتیں متعلق حضرت عیسیٰ جو معجزات کہلاتی ہیں مذکور ہیں اس لیے اس کی بحث سورہ مائدہ کی تفسیر پر منحصر کی ہے۔

ہم لوگوں کو خیال پیدا ہوا ہے کہ ہمارے کالج کا اورینٹل ڈپارٹمنٹ پنجاب یونیورسٹی (سے) افیلیٹ کر دیا جاوے آپ کی اس میں کیا رائے ہے۔ صرف اورینٹل ڈپارٹمنٹ افیلیٹ ہوگا۔ آج محمد اسماعیل صاحب وکیل پنجاب کا خط آیا ہے کہ مولوی محمد حسین صاحب نے مجھ پر قیمت رسالہ (کے متعلق) نالش کرنے کی اجازت دی ہے۔ میں نے جواب لکھ دیا کہ نالش کریں جوابدہی کی جاوے گی۔ پس جب نالش ہوگی تو آپ کو (ئی) وکیل مقرر کر دیجئے گا۔ وکالت نامہ لکھ بھیجوں گا اور جواب دعویٰ (کا) مسودہ بھی بھیجدوں گا۔ والسلام

خاکسار

سید احمد

علیگڈھ ۷؍ اگست ۱۸۸۰ء

(۲۵)

مجبی و مشفقی

آپ کے دو عنایت نامے پہنچے، آپ کی عنایت کا شکر گذار ہوں، میں بخیریت ہوں اور اپنے کام میں دن رات مشغول ہوں۔

نسبت آرٹیکل کے جو آپ نے لکھا ہے اُس کا ترجمہ انگریزی میں ہونا نہایت وقت کی بات ہے شاید وہ انجام نہیں ہو سکنے کا۔ کوئی ایسا لکھنے والا یہاں نہیں ہے جو اُس کو اسی خوبی سے انگریزی میں لکھ دے۔

درحقیقت جو لوگ یونیورسٹی پنجاب کے طرفدار ہیں وہ اُس سے ناخوش ہوئے ہوں گے اور کچھ شبہ نہیں ہے کہ تمام پنجاب کے اخبار اُس کی تردید کریں گے۔ وہ آرٹیکل خاص پنجاب کی یونیورسٹی پر نہیں ہے بلکہ گورنمنٹ کی پالیسی پر ہے ان میں جن کتابوں کے نام ہیں اُس کا یہ منشا نہیں ہے کہ وہ پنجاب یونیورسٹی میں پڑھائی جاتی ہیں۔ بلکہ علوم مشرقی کے ذکر میں اُن کا نام آیا ہے۔ اگر کسی کو اس قدر بھی سمجھ نہ ہو تو اُس کے لیے زیادہ تشریح کا کوئی مضمون چھاپنا محض بے فائدہ ہے۔ یہ میں جانتا ہوں کہ وہاں اُن کتابوں کا ترجمہ پڑھایا جاتا ہے جو انگریزی اسکیم میں ہیں۔ اُن کی نسبت میں نے لکھ دیا ہے کہ (یہ) پرانی تدبیر ہے جو ناقص قرار پا کر چھوڑ دی گئی معہذا ترجموں سے ترقی اعلیٰ درجہ کی ناممکن ہے۔ پس میرے نزدیک اس مضمون کے لکھنے پر زیادہ تر صرف اوقات محض فضول ہے۔ پنجاب یونیورسٹی کالج ضرور یونیورسٹی ہو جاوے گا۔ لارڈ رپن کی ایسی ہی پالیسی ہے بلکہ اکثر حکام کی۔

افسوس یہ ہے کہ خود ہندوستانی اپنا برا بھلا نہیں سمجھتے۔ اب ہم اس قابل ہوں تو کچھ مشکل نہیں ہے۔ گورنمنٹ کی کچھ ہی پالسی ہو۔ ہم کو وہ کرنا چاہیئے جو ہمارے لیے فی الواقع مفید ہے۔ والسلام

علیگڑھ ۸ر دسمبر ۱۸۸۰ء خاکسار سید احمد

(۲۶)

مجبی و مشفقی عنایت فرمائے من

دو قطعہ عنایت نامہ مع دو قطعہ کرنسی نوٹ ایک پچاس روپیہ کا بابت چندہ اور دوسرا بیس روپیہ کا بابت تفسیر پہنچا، آپ کی عنایت و محبت کا شکر گذار ہوں۔

تفسیر سورہ آل عمران کی ختم ہو گئی ہے۔ عنقریب تقسیم ہو گی۔ اُس کی تفسیر میں بھی چند مشکل مقام تھے۔ جن کو اپنے یقین و علم کے موافق حل کیا ہے۔ حضرت مسیح کی ولادت کی نسبت میرے دل میں کچھ شبہ نہیں ہے۔

قاضیوں کی تعلیم کے لیئے مدرستہ العلوم میں جماعت کا قائم ہونا محض غلط ہے حامد علی خاں کا پتہ حسب مندرجہ ذیل ہے والسلام

آپ کا محب قلبی سید احمد

علیگڑھ ۴ر مارچ ۱۸۸۱ء

Hamid Ali Khan Esqr
c/o Major Henry S. King & Co.
65, Cornhill London.
(England.)

(۲۷)

مجی و شفقی

آپ کے دو عنایت نامے پہنچے۔ آپ کی عنایت و یادآوری کا شکر کرتا ہوں تفسیر زرد کاغذ کی معدود باقی ہیں۔ ایک جلد حسب طلب روانۂ خدمت کی ہے۔

میں فضل الٰہی سے بخیریت ہوں۔ گرمی کے موسم (میں) حسب معمول میری طبیعت کسی قدر علیل ہو جاتی ہے۔ وہی تپ نہاں گرمی میں دبی ہوئی ہے۔ مگر کوئی خاص علالت نہیں ہے۔ معمولی بات ہے۔

آپ کے ملنے کو نہایت دل چاہتا ہے۔ اگر تعطیل میں چند روز یہاں چلے آؤ تو آپ کی محبت و عنایت کے اور میرے دلی نیاز کے بالکل مناسب ہو۔

آپ نے لکھا تھا کہ حضرت عیسیٰ کے خلق طیر کی نسبت کوئی اور بات آپ کے خیال میں آئی ہے۔ جس کے دریافت کرنے کا میں بہت مشتاق ہوں۔ پس جو تقریریں اُس کی نسبت آپ کے خیال میں ہوں ان سب کو لکھ کر میرے پاس بھیج دیجئے۔ والسلام

آپ کا نیاز مند

سید احمد

علیگڑھ ۲ مئی ۱۸۹۱ء

(۲۸)

مجی و شفقی

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۱۰ مئی پہنچا۔ آپ کی صحت و تندرستی (سے) دل خوش ہوا۔ تعطیل (میں) جو آپ نے قصد تشریف کیا ہے اُس (سے) نہایت مسرت ہوئی جس قدر خوشی مجھ کو آپ سے ملنے سے ہوگی (وہ) بیان نہیں ہو سکتی۔

منی آرڈر پہنچ گیا ہے۔ شرح قانون شہادت و خطبات آج روانہ خدمت ہوئے ہیں۔

حاجی محمد اسماعیل خانصاحب رئیس دتاولی ضلع علیگڑھ کو جو میرے حال پر نہایت عنایت فرماتے ہیں یہ خیال پیدا ہوا ہے کہ منجملہ مکانات مدرسۃ العلوم کے ایک مکان اُن کے چندہ سے میری ناچیز کوششوں کی یادگار کے نام سے بنایا جاوے میں تو ایسی بات کو اپنی نسبت پسند نہیں کرتا۔ مگر میں خاموش ہو رہا اس نیت سے کہ اگر مدرسۃ العلوم کا کوئی مکان اسی بہانہ سے بن جاوے تو از یں چہ بہتر۔ آپ نے اور جناب مخدومی محمد برکت علی خاں صاحب نے جو اس پر توجہ کی اس کا میں بھی شکر گذار ہوں۔ اصل یہ ہے کہ مدرسۃ العلوم کو غیر متوقع ترقی ہوگئی ہے اس وقت دو سو سے زیادہ مسلمان (اس میں) پڑھتے ہیں اور قریب پونے دو سو کے بورڈر ہیں۔ اگر یہ مدرسہ نہ ہوا ہوتا تو اُن میں سے ایک کے بھی پڑھنے کی توقع نہ تھی۔ اس ترقی کے سبب حاجات مدرسۃ العلوم بھی زیادہ ہو گئے ہیں اور زیادہ تر تائید کا محتاج ہو گیا ہے۔ پس جو امر کہ حاجی محمد اسماعیل خاں صاحب نے پیش کیا ہے۔ گو وہ حق بجانب نہ ہو اور نہ کوئی میری ایسی کوشش ہے جس کا صلہ ایسا دیا جاوے مگر اُس سے مدرسۃ العلوم کی حاجتوں کو بہت تائید ملے گی۔ پس اُس کو بھی منجملہ تائیدات مدرسۃ العلوم تصور کر کے کوشش کرنی زیبا ہے

اور میرے نام کو اُس میں بطور حرف غلط کے سمجھنا چاہیئے۔

مولوی محمد حسین صاحب (بٹالوی) کچھ ہی کہتے اور لکھتے ہوں ہمارا اور ہمارے دوستوں کا طریقہ اُن کے ساتھ نہایت اخلاق اور ادب کا رہنا چاہیئے۔ وہ ذی علم اور قابلِ ادب ہیں اور کوئی ایسی بات جس سے اُن کے دل کو رنج پہنچے نہ ہونی چاہیئے۔ ہمارا مشرب محبت ہے۔ ہمارے دل میں رنج کو جگہ ہی ہونی نہ چاہیے۔ تحریرات (میں) جو وہ بدتہذیبی کرتے ہیں اُس سے ہمارا کیا نقصان ہے۔ بلکہ اگر افسوس ہے تو یہ ہے کہ وہ اپنے اخلاق کو بٹہ لگاتے ہیں۔

نسبت خلق طیر کے جو آپ نے تحریر کیا اُس کا شکر کرتا ہوں۔ مگر وہ چیپاں نہیں ہے میں ابھی تک اس قابل نہیں ہوں کہ اس کا فیصلہ لکھ سکوں۔ شاید چند روز میں ہو جاؤں مگر نہایت مشکل ہے۔ اب تک قرآن مجید کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا۔ ان دونوں مقاموں پر جہاں وہ ذکر ہے ایسی آیات واقع ہیں کہ اُن کا ربط دینا نہایت مشکل ہے۔ مگر خدا اُس کے حل میں مدد دے گا۔

بعالی خدمت جناب خان بہادر محمد برکت علی خاں صاحب بہادر سلام نیاز پہنچا دیجیے گا۔

مخدومی محمد حیات خانصاحب کے مقدمہ کا نہایت رنج و افسوس ہے۔ دیکھیے انجام کیا ہوتا ہے۔ خدا فضل کرے۔

والسلام۔ خاکسار

علیگڈھ ۲۰ مئی ۱۸۸۱ء سید احمد

(۲۹)

مجی و مشفقی

عنایت نامہ پہنچا۔ اور حالات مندرجہ سے اطلاع ہوئی۔ آپ کی ملاقات کو دل چاہتا تھا۔ اس تعطیل میں نہ آنا بہتر ہوا۔ موسم اچھا نہیں ہے تعطیل دسمبر میں ضرور تشریف لائیے گا۔ ملنے و بیٹھنے۔ باتیں کرنے۔ سیر کو نے سب کے لیے اچھا موسم ہوگا۔ کیا عجب ہے کہ اُس زمانہ میں کوئی جلسہ کمیٹی بھی ہو۔

ہم ہندوستانیوں کی تمام مجلسیں بیجان ہیں۔ یا تو (ہم) فروخت ہو جاتے ہیں اور اُس کے مقاصد یا رائے کی کمیں کے لیے آلہ بن جاتے ہیں۔ یہ قوت ہم میں نہیں ہے کہ ہم اپنا کام اپنی رائے اور اپنی قوت سے چلاویں۔ ہم سے اور مسٹر کیمسن صاحب ڈائرکٹر پبلک انسٹرکشن سے نہایت ناموافقت تھی۔ ملاقات و صاحب سلامت بھی نہ تھی۔

ہمارے تمام کاموں کے وہ برخلاف تھے۔ سبب صرف یہ تھا کہ اُن کی خواہش تھی کہ سینٹیفک سوسائٹی اور مدرستہ العلوم اُن کے قبضہ میں ہو۔ اور ہم صرف اُن کے ہاتھ میں بطور ایک آلہ کے ہوں۔ ہم نے نہایت استقلال سے (اُن کو) کسی بات میں دخل دینے نہیں دیا۔ اور خود آپ اور اپنی رائے سے اور اپنے مقاصد کے لحاظ سے کام چلایا اور میں اپنے دوستوں کو کئی دفعہ بطور وصیت کے کہہ چکا ہوں کہ میرے بعد مدرستہ العلوم کا جو کچھ حال ہو سو ہو، مگر ایسا نہ کرنا کہ قوم کے ہاتھ سے نکل کر اور لوگوں کے قبضے میں چلا جائے۔ پوری طرح یا پہلی طرح ہماری قوم ہی اُس کی چلانے والی ہو۔ لوگ عام فائدے کے کاموں میں حکام کے سامنے ہی اپنا رسوخ چاہتے ہیں مگر حقیقت میں اپنی عزت کھو بیٹھتے ہیں۔ ہم اس ضلع کے حکام کا نہایت ادب

کرتے ہیں۔ تمام جلسوں میں اُن ہی کو افسر بناتے ہیں۔ انعام اُن ہی کے ہاتھ سے تقسیم کروتے ہیں۔ مگر ہمارے کام میں ان کو ایک نقطہ برابر بھی مداخلت نہیں ہے۔

وہاں کے حالات نہایت افسوس کے قابل ہیں۔ مگر خود کردہ را درماں نیست جس کام سے قوم کا فائدہ منظور تھا اپنے ہاتھوں اس کو قوم کے لیے زہر بنا لیا۔

ہمارا کالج فضل الٰہی سے نہایت ترقی پر ہے۔ مکانات کی نہایت قلت ہوگئی اس لیے داخلہ روک دیا گیا ہے ورنہ اس وقت چار سو سے زیادہ طالب علم ہوتے والسلام

علیگڈھ ۸ راگست ۱۸۸۱ء — خاکسار سید احمد

(۳۰)

مجی ومکرمی

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۱۱ دسمبر پہنچا۔ آپ کی علالت (کا) حال سن کر سکتہ کی حالت میں رہ گیا۔ خدا کا ہزار ہزار شکر (ہے) کہ مرض موذی سے نجات اور حملہ ہائے بخار سے عقب گذاری کا حال اسی خط میں مذکور تھا۔ اور جو صدمہ کہ میرے دل پہ ہوا تھا وہ بہت جلد رفع ہوگیا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔ ضعف جو باقی ہے انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد رفع ہو جاوے گا۔ مگر پرہیز و احتیاط سے تغافل کرنا نہ چاہیئے مجھ کو کئی دفعہ خیال آیا کہ کیوں آپ کا عرصہ سے عنایت نامہ نہیں آیا۔ مگر سہل خیالات پر وہ خیال رفع ہوتا رہا۔ یہ نہ معلوم تھا کہ اُس کا ایسا بڑا اور سخت سبب ہے۔ جس سے آئندہ ہمیشہ خدا تعالیٰ آپ کو محفوظ رکھے۔ اس اطراف میں بھی بخار کی کثرت رہی۔ میں بھی چند روز اس عارضہ میں مبتلا ہو گیا تھا۔ اب بفضلِ الٰہی صحت ہے۔ آپ سے ملاقات کو بہت دل چاہتا ہے۔ شروع مارچ مدرسہ میں جدید عمارت مدرسہ کی کھودے جانے کا جلسہ ہوگا نہایت خوشی ہوگی اگر آپ بھی اس جلسہ میں شریک ہو سکیں۔

سوسائٹی کا چھاپہ خانہ ایک ابتر حالت میں ہے۔ سورہ مائدہ کی تفسیر تیار ہے جس قدر تاخیر ہوتی ہے چھاپہ خانہ کے سبب سے ہوتی ہے، خلق طیر و احیائے اموات وغیرہ سب کی تفسیر اسی میں ہے

مجھے امید ہے کہ آپ بہت جلد آسکو (گے) اور خدا نے چاہا تو تمام قرآن کی تفسیر ملاحظہ فرماؤ گے۔

آپ پر یہی فرمائش ہے کہ اپنی صحت مزاج سے جلد جلد مطلع فرماتے رہیں۔ والسلام

خاکسار دعاگو سید احمد

علیگڈھ ۱۴ دسمبر ۱۸۸۱ء

(۳۱)

مجی و مشفقی

آپ کا عنایت نامہ مورخہ مقام لاہور میرے پاس پہنچا۔ آپ کی صحت و تندرستی سے نہایت خوشی ہوئی۔ خدا تعالیٰ

آپ کو صحیح و تندرست رکھے۔ امید ہے کہ روز بروز صحت و تندرستی و قوت زیادہ ہوتی جاوے گی۔ آپ دہوا کا تبدیل کرنا نہایت مناسب ہوا اور سیر کی اور مقاماتِ مشہور کے دیکھنے سے دل کو فرحت ہوئی ہو گی۔ معلوم نہیں کہ اجمیر روئداد کمیٹی یادگار منشی مشتاق حسین صاحب نے آپ کو بھیجی یا نہیں۔ غالباً نہ بھیجی ہو گی۔ اس لیے اس کی ایک کاپی میں بھیجتا ہوں۔ اُس کو پڑھ کر آپ خوش ہوں گے۔ اگر عمارت مجوزہ بن جاوے تو کالج کو نہایت مفید ہو گی اور بہت سی مشکلات رفع ہو جاویں گی۔

تفسیر آہستہ آہستہ چھپتی ہے۔ السارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیھما کی تفسیر میں، ذرا مشکل پیش آئی ہے۔ اُس کے حل کے لیے بعض ضروری کتابیں دیکھنی ہیں۔ کونسل میں اگرچہ کام ہے مگر میں تفسیر کے لکھنے یا اُس کے متعلق کتابوں کے دیکھنے سے کبھی غفلت نہیں کرتا۔ والسلام

خاکسار آپ کا ترقی خواہ

۷۵، تھیٹر روڈ۔ کلکتہ ۲۴ر جنوری ۱۸۸۲ء

سید احمد

(۳۲)

مجبی و مشفقی مولوی سید ممتاز علی صاحب

کل کی ڈاک میں میرے پاس رسالہ "محاکمہ ولادتِ مسیح" پہنچا۔ اُسی وقت میں نے اُسے پڑھنا شروع کیا اور رات کو ختم ہوا۔ اُس کے پڑھنے سے اس وجہ سے خوشی نہیں ہوئی کہ میری رائے کی اُس میں تائید کی گئی ہے۔ بلکہ اس وجہ سے خوشی ہوئی کہ نہایت عمدگی و ترتیب و صفائی سے لکھا گیا ہے۔ جس لیاقت و قابلیت سے وہ رسالہ لکھا گیا ہے اُس سے بہتر نہیں لکھا جا سکتا (جو) کچھ مجھ سے لکھنا رہ گیا تھا وہ اس میں پورا کر دیا گیا ہے۔ ابن مریم مشہور ہونے کا سبب نہایت عمدہ۔ بالکل صحیح مطابق واقعہ تحریر ہوا ہے۔ مجھ کو یہ خیال نہ تھا کہ یوسف کا انتقال ہو چکا تھا، اس کے سوا اور بھی بعض عمدہ جدید باتیں ہیں۔ اگر میری تفسیر کا دوسرا اڈیشن (شائع) ہو۔ تو آپ کے رسالہ میں سے چند باتیں اُس میں اضافہ ہونی ضرور ہوں گی۔ ایک آدھ جگہ جناب مولوی محمد حسین صاحب (بٹالوی) کی نسبت سخت لفظ ہیں اگر وہ بھی نہ ہوتے تو نہایت بہتر ہوتا۔ امید ہے کہ آپ بخیر و عافیت ہیں والسلام

علیگڈھ ۸ر اپریل ۱۸۸۲ء

خاکسار سید احمد

(۳۳)

مجبی و مشفقی شفیقِ عالم

آپ کا عنایت نامہ مقام پٹیالہ سے پہنچا۔ آپ کی عنایت کا اور آپ نے جو سید محمود کی تقریر پر مبارکباد دی ہے اُس کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میرا ارادہ شملہ جانے کا ہے اور صرف چار پانچ روز وہاں رہوں گا۔

پنجاب یونیورسٹی بل پر جب سلیکٹ کمیٹی کی رپورٹ پیش ہو گی اُس زمانہ میں جاؤں گا۔ ابھی معلوم نہیں کہ کب پیش ہو گی۔ مگر مجھے امید ہے کہ تاریخ پیشی سے ایک ہفتہ قبل مجھ کو اطلاع مل جاوے گی۔ جس وقت تاریخ روانگی مقرر ہو گی۔

میں آپ کو اطلاع دوں گا۔ والسلام

علیگڈھ ۲۰ جون ۱۸۸۲ء — خاکسار سید احمد

جلد دوم تفسیر بغایت آخر سورہ مائدہ تیار ہوگئی چھپ گئی۔ اُس کو مرتب کرنا ہے۔ بہت جلد تقسیم ہوگی۔ فقط

(۳۴)

مخدومی مکرمی مشفقی

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ آپ کی صحت و تندرستی سے اس قدر خوشی ہوئی ہے جس کو میرا دل جانتا ہے۔ خدا تعالیٰ تم کو ہمیشہ تندرست و صحیح و مطالب پر کامیاب رکھے۔ آمین

تفسیر ... کی جلد اول تصانیف احمدیہ چند روز ہوئے کہ روانہ کیے ہیں یاد نہیں کہ کس پتہ پر۔ اگر نہ پہنچے ہوں تو مطلع فرمایئے کہ دوبارہ بھیج دوں گا۔

تفسیر جلد دوم کا غذ زرد اور اوراق جلد سوم تا نمبر ۶ آج روانہ کیے جاتے ہیں۔ اجنہ پر بحث جو مجھ کو لکھنی تھی وہ اسی سورہ انعام میں یا معشر الجن کی تفسیر میں لکھ دی ہے۔ وہ بحث چھپ رہی ہے۔ پہلا پروف میں نے دیکھ لیا ہے عنقریب چھپ جاوے گی۔ اگر زیادہ شوق ہو تو اُس بحث کا مسودہ بھیج دوں۔ حشر کی بحث آئندہ ہوگی۔

میرا ارادہ ہے ماہ دسمبر میں پنجاب آنے کا۔ مقصد صرف خلیفہ محمد حسن صاحب سے پٹیالہ میں ملنے کا۔ اور گوجرانوالہ میں سردار محمد حیات خاں سے ملنے کا اور لاہور میں آپ سے (اور) محمد برکت علی خاں صاحب سے ملنے کا ہے۔ غالباً ہمارے دوست حاجی محمد اسماعیل خاں صاحب بھی ساتھ ہوں۔

سید محمود آج علیگڈھ میں پہنچیں گے۔ جب وہ یہاں سے اپنے علاقہ ڈسٹرکٹ جج رائے بریلی پر چلے جاویں گے اور کالج کے طالب علموں کے یونیورسٹی کے امتحان کے لیے الہ آباد و کلکتہ کی روانگی کا بندوبست ہو جاوے گا۔ اُس وقت میں کوئی تاریخ روانگی مقرر کروں گا اور آپ کو اطلاع دوں گا۔

میں تو مناسب نہیں سمجھتا کہ میرے وہاں آنے کی بابت کچھ زیادہ چرچا کیا جاوے۔ میں مثل ایک معمولی آدمی کے تفریح طبع اور دوستوں سے ملنے کے لیے آتا ہوں۔ اُس کی دھوم دھام کیا۔ ہاں اگر کالج کے لیے بھی کچھ چندہ مل سکے تو جو دھوم چاہو کر لو۔ مگر اس کی توقع نہایت کم ہے۔ پھر دھوم دھام سے کیا فائدہ۔ آئندہ جو تمہاری خوشی ہو۔ والسلام

علیگڈھ ۲۱ نومبر ۱۸۸۳ء — خاکسار سید احمد

(۳۵)

مخدومی و مکرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ میں نے اوراق تفسیر وغیرہ اس لیے روانہ نہیں کیے تھے کہ شبہ تھا کہ اُس وقت آپ کہاں ہیں۔ آج روانہ کیے ہیں۔

مولوی اقبال علی صاحب نے سفر نامہ پنجاب مرتب کرکے بھیج دیا ہے۔ جو چھپ رہا ہے میں چاہتا ہوں کہ اُس میں جناب سردیال سنگھ بہادر کا حال اضافہ کروں۔ آپ اُن کے خاندان کا مختصر حال مع اُن کے زمانہ سفر ولایت وغیرہ کے امور کے جو قابل اندراج ہوں تحریر فرما کر ارسال فرما دیں۔ اور جس امر کی تحقیق کی ضرورت ہو سردار صاحب سے مل کر دریافت کر لیں۔ اُنھوں نے مدرسۃ العلوم پر بہت احسان کیئے ہیں۔

دوسرے یہ کہ مرزا ارشد صاحب (گورگانی) نے جو اشعار لکم کے یونیورسٹی ہال کے جلسہ میں پڑھے تھے وہ بھی اُن سے لے کر بھیج دیجیے اپنی خیر و عافیت سے ہمیشہ مطلع فرماتے رہیں۔ والسلام۔

علیگڈھ ۲ر اپریل ۱۸۸۴ء

خاکسار سید احمد

(۳۶)

مجی و مکرمی مولوی ممتاز علی صاحب

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ اس بات کے دریافت ہونے سے کہ آپ کی طبیعت بہ نسبت سابق کے زیادہ تر اچھی ہے نہایت خوشی ہوئی ہے۔ خدا آپ کو ہمیشہ صحیح و تندرست رکھے۔ سفر نامہ پنجاب چھپ رہا ہے۔ چھیانوے صفحے چھپ چکے ہیں۔ گورداسپور کے حالات گویا ختم ہو گئے۔ امرتسر دوبارہ پہنچنے کے حالات چھپ رہے ہیں۔ رسالہ نہایت دلچسپ چھپا ہے مولوی اقبال علی صاحب نے حقیقت میں اُس کی تحریر میں بہت بڑا کام کیا ہے۔ جزو کے جزو زبانی۔ لکچروں کے لکھوا لیے ہیں۔ میں نے کل رسالہ پر نظرِ ثانی کی ہے۔ اور زیادہ تر درست کر دیا ہے۔

آپ بہت قریب آ گئے ہیں۔ ضرور یہاں آئیے۔ آپ نے جو ارادہ یہاں تشریف آوری کا لکھا ہے۔ میں ممنون ہوا اور شکر کرتا ہوں۔ ساتویں اور بارھویں مئی کے درمیان شاید میں کہیں جاؤں۔ یا کوئی دوست یہاں آوے۔ پس بعد بارھویں مئی کے جس وقت آپ کا دل چاہے تشریف لائیے اور چند روز یہاں قیام فرمائیے۔ نہایت خوشی ہوگی اور میں آپ کا ممنون ہوں گا تاریخ تشریف آوری سے مطلع فرمائیے۔ تین روپے سات آنے پہنچ گئے۔ والسلام۔

علیگڈھ ۶ر مئی ۱۸۸۴ء

خاکسار سید احمد

(۳۷)

مجی و مکرمی

آپ کا عنایت نامہ مع خط ملفوفہ کے پہنچا۔ آپ کی عنایت کا شکر ادا کرتا ہوں جب میں نے خط ملفوفہ کا پہلا حصہ پڑھا تو مجھے اس بات سے تو خوشی ہوئی کہ راقم خط (نے) کس قدر لغو و مہمل و بے سروپا باتیں لکھی ہیں۔ مگر اس بات پر نہایت افسوس ہوا کہ خدا تعالیٰ نے راقم خط کا دل کیسا بنایا ہے کہ تمام لوگوں کو، ایسی بدگمانی سے دیکھتا ہے۔ یہ اُس شخص کے دل میں یقین ہے کہ دنیا میں ہر ایک شخص شیطان سے زیادہ بدتر ہے۔ ایسے دل کے شخص سے شبہات کا رفع کرنا ناممکن ہے میں تو اُس خط کے پہلے حصہ کی نسبت سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہہ سکتا کہ وہ سب صاحب خط کے دل کی خوبیاں ہیں جو انہوں نے طالب علموں کو ایسا تصور کیا ہے۔ جس مبالغہ اور زور، شور سے انہوں ———

نے اس مضمون کو لکھا ہے خود اُسی سے اُس کی وقعت ظاہر ہے۔ وہ محض لاعلم ہیں کہ مولوی محمد اکبر صاحب مہتمم بورڈنگ ہوس کون شخص ہیں۔ اُن کو صرف ملازم نہ سمجھنا چاہیئے۔ وہ مثل ہمارے اعضا کے ہیں۔ اگر مہتمم پر یا مولوی سمیع اللہ خاں پر کوئی شخص بد دیانتی کا الزام لگا سکتا ہے تو مولوی محمد اکبر پر بھی لگا سکتا ہے، صاحب خط مطلق اُن کے حال سے واقف نہیں ہے بلکہ جیسا کہ خدا نے اُن کے دل کو بنایا ہے۔ کسی کی نسبت نیک خیال اُن کے دل میں نہیں آتا۔ بورڈنگ ہوس کے گودام پر ایک محرر متعین تھا جو تمام اشیا بازار سے خرید کر لاتا تھا۔ اُس کی نسبت کئی مہینے سے شبہ ہوا کہ اُس نے نرخ میں بے ایمانی کی ہے اور کچھ غلب کیا ہے۔ اُس کی تحقیقات کی گئی اور اصلیت پائی گئی۔ وہ تین مہینے سے وہ موقوف کیا گیا اور تمام حساب بجنسہٖ ہے۔ مولوی سمیع اللہ خاں صاحب اُس کی تحقیقات کرتے ہیں اور بندوبست خرید اشیا دوسری طرح پر کیا گیا ہے۔

وہ خط جو آپ نے بھیجا اس قابل نہیں تھا کہ اُس کی طرف التفات کیا جاوے کوئی بات بھی اُس میں درست نہیں ہے (اُس میں) اور نیز وہ اُن کی ناواقفیت اور بدگمانی ظاہر ہوتی ہے۔ مگر میں مجبور ہوا کہ کسی قدر اُس کی نسبت لکھوں۔ اُس نے یہ چند جملے لکھے ہیں۔ کیا آپ ان الفاظ کو ایک معمولی دل کے انسان سے نکلتا ہوا سمجھ سکتے ہیں۔ قولہ اب یہ دستور ہے کہ لڑکے ایک دوسرے کے کمرے میں جا کر جو کچھ چاہیں کر آئیں۔ کر آئیں۔ اُن کے دل میں ذرا خیال نہیں آیا کہ یہ الفاظ کس بنا پر انھوں نے لکھے ہیں۔ بالفرض اگر لڑکوں کا ایسا حال ہے تو اس کا بندوبست نہ خدا سے ہوا۔ نہ رسول سے۔ نہ کسی انسان سے۔ اُن کے دل کے خیالات پر نہایت افسوس ہے۔ خیر جیسا اُن کا دل ہو ویسا ہی وہ سب کی نسبت خیال کریں۔ اس سے کچھ بحث نہیں ہے مگر جو آپ نے دریافت کیا ہے اُس کا جواب لکھتا ہوں۔

۱۔ مغرب کی نماز کے بعد وقت معین پر حاضری لینے کا قاعدہ غیر مفید ثابت ہوا ہے۔ اب وقت معین پر حاضری نہیں لی جاتی بلکہ منیجر جس وقت چاہے اور جس طرح پر چاہے مخفی طور پر حاضری لیتا ہے۔ حاضری کا یہ دستور ہے کہ کسی لین کو منیجر جا کر دیکھتا ہے کسی لین کو اسسٹنٹ، کبھی منیجر ایک چوکیدار کو بھیج کر دریافت کرتا ہے کہ فلاں لین کے لڑکے موجود ہیں یا نہیں اس طریقہ سے چند لڑکے ایسے پکڑے گئے جو غیر حاضر تھے اور اُن کو سزا دی گئی۔ یہ طریقہ پہلے طریقہ سے زیادہ مفید ہے اب جو چار دیواری بورڈنگ ہوس کی تعمیر ہو رہی ہے اور قبل افتتاح مدرسہ تعمیر ہو جاوے گی۔ پھر تو کسی کے غائب ہو جانے کا احتمال ہی نہیں ہو سکتا۔

۲۔ مولوی مشتاق حسین نے نہایت تشدد سے یہ بات جاری کی تھی کہ رات کو کوئی شخص دوسرے کے کمرے میں جاوے اس پر وہ نہایت تشدد کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک بھائی اگر دوسرے بھائی کے کمرہ میں گیا تو مواخذہ کرتے تھے۔ اس شدت کے کوئی معنی نہ تھے۔ اور اس قسم کی بدگمانیاں خود لڑکوں کے اخلاق کو بدراہ بناتی تھیں اور بہت سے شریف لڑکوں کو رنج تھا کہ ہم پر ایسی بدگمانی کرنے کی کیا وجہ ہے۔ اگر لڑکے بد ہیں تو ان باتوں سے اُن کی بدی جاتی نہیں۔ بلکہ اور زیادہ ہوتی ہے جو کوئی شخص نالائق حرکت کرے۔ اگر سزا کے قابل ہے (تو) سزا دو۔ اگر وہ زیادہ نالائق ہے (تو) بورڈنگ ہوس سے خارج کر دو۔ مگر یہ قید کہ ایک دوسرے (سے) بات نہ کرے۔ دوسرے سے ملے نہیں۔ نہ مفید ہے اور نہ اس کا عمل درآمد ہو سکتا

۳ - یہ تجویز ہوئی ہے کہ جو بورڈر قرآن مجید پڑھے ہوئے نہیں ہیں - وہ بعد نماز صبح تھوڑا تھوڑا قرآن یاد کر لیا کریں۔ پچھلے سال یہ تجویز ہوئی اور کسی قدر اس کام کے لیے خاص مد پر جمع ہو گیا۔ (چنانچہ) پچھلے سال اس پر عمل درآمد ہوا مگر) اس سال اس کام کے لیے کچھ روپیہ جمع نہ ہو سکا۔ اس سبب حافظ نوکر نہیں رکھے گئے۔ بالفعل سو روپیہ اس کام کے لیے آئے ہیں بقدر اس کے۔ بعد تعطیل حافظ نوکر ہوں گے اگر اس کام کے لیے خاص امداد نہ ہو تو یہ کام نہیں ہو سکے گا۔ کیونکہ کسی امد، میں اس کا خرچ ادا کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ کمیٹی کوئی ایسا کام نہیں کر سکتی جس سے اصل مقصد تعلیم کا فوت ہو۔ اس کالج کا مقصد مسلمانوں کو انگریزی علوم کی اعلیٰ درجہ کی تعلیم (دینے) کا اور مذہبی تعلیم کا صرف بقدر عقائد و مسائل روزمرہ نماز روزے کے ہے۔ پس وہ اس مقصد کو کسی حال میں کھو نہیں سکتے۔

۴ - حامد علی در نظیر بیگ کی نسبت جو کچھ انہوں نے لکھا ہے محض جھوٹ و افترا ہے۔ تین ساڑھے تین برس کا عرصہ ہوا۔ کہ ایک لڑکے نے نظیر بیگ کو ایک عشقیہ رقعہ لکھا۔ نظیر بیگ نے وہ رقعہ ہمارے پاس بھیج دیا۔ بس راقم رقعہ اُسی وقت مدرسہ سے اور بورڈنگ ہوس سے خارج کر دیا گیا۔

منیجر صاحب کی نسبت میں اوپر لکھ چکا ہوں۔

چھٹے سوال کا مطلب میں نہیں سمجھا۔ خارج شدہ طالب علموں سے کیا مراد ہے۔ جو شخص بورڈنگ ہوس سے خارج کیا جاتا ہے۔ وہ ایک منٹ بھی بورڈنگ ہوس میں نہیں رہ سکتا۔ نہ بورڈنگ ہوس میں آسکتا ہے۔

پٹنہ کے طالب علم ایک دفعہ (جس کو دو برس سے زیادہ ہوتے) نہایت کثرت سے چلے آئے تھے۔ جن سے پہلے ہی سے توقع تھی کہ وہ رہنے والے نہیں ہیں (چنانچہ) چند اُن میں سے تھوڑے دنوں بعد چلے گئے۔ چند نے انٹرنس پاس کرنے کے بعد کالج چھوڑ دیا۔ کوئی نوکر ہے۔ کوئی پڑھتا ہی نہیں۔ چند اب تک موجود ہیں۔

افسوس ہے کہ فضل احمد صاحب نے ایسا لغو و مہمل خط آپ کو لکھا ہے۔ جس سے نہایت افسوس ہے۔ میں نے آپ کا خط اور اُن کا خط مولوی سمیع اللہ خاں صاحب (کے) پاس بھیج دیا ہے۔ فضل احمد صاحب ہم کو بھی تو بے ایمان و دغاباز سمجھتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ دکھانے کے دانت اور ہیں۔ جس کا مقصد یہ ہے کہ ہم سب جھوٹ باتیں خلاف واقعہ بیان کرتے ہیں۔ لعنتِ خدا اُس پر جو قوم کی بھلائی کے لیے کام کرے اور قوم کو دھوکا دے۔ والسلام

۱۹؍جون ۱۸۸۷ء علیگڑھ   خاکسار۔ سید احمد

(۴۸)

مجبی و مکرمی

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ انبہ سہارن پور جو از راہِ عنایت (آپ نے) بھیجے تھے وہ بھی پہنچے۔ دونوں عنایتوں کا شکریہ قبول ہو۔

انبہ نہایت عمدہ حالت میں پہنچے اور نہایت خوشی سے حقیقت میں دل کی خوشی سے کھائے گئے۔ اس خیال نے کہ وہ

آپ کے بھیجے ہوئے ہیں اُن کا لطف بہت زیادہ کر دیا تھا۔

تفسیر کے لکھنے کا کام شروع ہو گیا ہے اور بہت سی لکھ ڈالی ہے۔ اس سورۃ میں مشکل مقام ہیں۔ دنیا کی پیدائش چھ یوم میں، اور، عرش و حاملانِ عرش کی بحث اسی میں ہے۔ دونوں بحثیں عمدگی سے لکھی گئی ہیں۔ مگر اب تک دو آیتیں حل طلب باقی ہیں۔ جو متعلق عرش و حاملان عرش ہیں۔ اُن کی نسبت کتابیں اُلٹ پلٹ رہا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ خدا کے فضل سے آپ کی طبیعت اچھی و خوش ہے۔ کب تک آپ دیوبند میں رہیں گے اور لاہور کب جاویں گے۔

آپ اس بات کے سننے سے خوش ہوں گے کہ سجاد حسین خلف مولوی الطاف حسین صاحب حالی بی۔اے میں پاس ہو گئے مدرستہ العلوم میں سول سروس کلاس کھولنے کے لیے بروز یک شنبہ کارروائی ہوگی وہ سب روئداد کل کے اخبار میں چھپے گی آپ کے پاس بھیجوں گا۔ اگر زحمت ہو اور طبیعت اچھی ہو تو اُس پر اپنی رائے لکھیے گا اور اخبار انجمن پنجاب میں چھپوا دیجئے گا۔

محرم علی چشتی نے جو طریقہ اختیار کیا ہے (اُس کا) مجھے نہایت رنج و افسوس ہے۔ محرم علی ایک خلوص سے ہم لوگوں سے ملاقات رکھتے ہیں پس اُن سے جو بات نامناسب (صادر) ہوتی ہے ضرور ہے کہ ہم لوگوں کو اُس کا رنج ہو۔ مگر بجز افسوس و رنج کے اور کچھ چارہ نہیں۔ والسلام

علیگڑھ ۴ جولائی ۱۸۸۴ء خاکسار سید احمد

(۳۹)

مجی مکرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب

تفسیر کا مسودہ لکھتے لکھتے ایک شعر کا مضمون اتفاقیہ خیال میں آیا۔ اُس وقت طبیعت اس طرف متوجہ ہو گئی۔ چند شعر حسب حال قلم سے نکلے۔ اُن کو بھیجتا ہوں، اُمید ہے کہ آپ پسند کریں گے۔ اگر آپ کا دل چاہے تو اُن کو اخبار انجمن پنجاب میں چھپنے کے لیے بھیج دیجئے۔ والسلام

علیگڑھ ۷ جولائی ۱۸۸۴ء خاکسار سید احمد

(۴۰)

مجی مکرمی مخدومی

دو قطعہ عنایت نامہ جات پہنچے۔ اوّل شکریہ اُس اصلاح کا کرتا ہوں جو میرے شعر میں آپ نے کر دی۔ نہایت عمدہ اصلاح ہوئی۔ بلکہ لفظ انجینیں سے تمام شعر میں جان تازہ آگئی ہے۔

دوسرا شکر اُس آرٹیکل کا ہے جو نسبت بورڈنگ ہوس کے لکھا ہے۔ جس قدر وہ چھپا ہے وہ بھی بہت ہے۔ منشی شمس الدین صاحب کا نہایت شکر ہے کہ اس قدر طویل آرٹیکل اُنہوں نے اپنے اخبار میں چھاپ دیا۔

چار دیواری بورڈنگ ہوس کے گرد پوری ہو گئی۔ صرف ایک دروازہ آمد و رفت رہا۔ جس پر پہرہ مقرر کیا جاوے گا اور کسی لڑکے کا کسی وقت غیر حاضر ہو جانا ناممکن ہو جاوے گا۔

ابھی میں سوچ رہا ہوں کہ اُس آرٹیکل کا ہمارے اخبار میں بھی چھاپنا مناسب ہوگا یا نہیں۔ اگر مولوی سمیع اللہ خاں صاحب کی رائے بھی متفق ہوگی تو چھاپوں گا۔

میرا خیال ہے کہ ہمارے اخبار میں چھپنے سے اُس کی قوت کم ہو جائے گی اور لوگ سمجھیں گے ہمارے لکھوانے سے لکھی گئی ہے۔

مجھے نہایت افسوس ہے کہ سوسائٹی کا اخبار آپ کے پاس نہیں جاتا۔ مدت ہوئی میں نے کہہ دیا تھا کہ ایک پرچہ بلا قیمت آپ کی خدمت میں روانہ ہوتا رہے۔ آج میں نے پھر تحریری حکم بھیج دیا ہے۔ آئندہ سے برابر ایک پرچہ آپ کے پاس پہنچا کرے گا۔ اس پرچہ میں گو مضامین عمدہ نہ ہوتے ہوں۔ مگر مدرسۃ العلوم کے ہر قسم کے حالات چھپتے ہیں اور ایسے دلی دوستوں کو اور مدرسۃ العلوم کے دلی خیر خواہوں کو جیسے کہ آپ ہیں اُس کے حالات کا معلوم رہنا ضرور ہے۔ بس وہ پرچہ ہمیشہ برابر آپ کے پاس پہنچتا رہے گا۔

تفسیر پر بہت مصروف ہوں مگر ہود۔ عاد۔ ثمود۔ صالح حضرات نے نہایت دق کر رکھا ہے مفسرین و مورخین نے خدا رحمت کرے کیسی کیسی لغو و مہمل باتیں لکھی ہیں۔ جو کہ یہ واقعات خاص عرب کے لوگوں کے ہیں اُن کی بحث کی بہت کم مدد ملتی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ واقعات بالکل صاف اور تاریخانہ طرز پر لکھ دیے جاویں۔

ایک اور آفت یہ ہوئی کہ اصل مسودہ اردو خطبات احمدیہ کا گم ہو گیا ہے دستیاب نہیں ہوتا۔ خدا جانے منشی ذوالفقار خاں مرحوم نے کہاں غارت کر دیا۔ اب بھائی محمد علی جب حالات انگریزی خطبات احمدیہ سے منتخب کر دیتے ہیں تو کام چلتا ہے۔ میری ٹانگ کا درد بالکل نہیں گیا۔ تخفیف ہے۔ ایک ہفتہ ہوا کہ درد میں شدت ہو گئی تھی۔ تین دن شدت رہی۔ کچھ کام نہیں کر سکا۔ اب بہت تخفیف ہے کسی قدر کسک باقی ہے

ایک جلد سفرنامہ پنجاب کی ہدیۃً آج آپ کی خدمت میں روانہ کی ہے۔ اس نذر کے قبول فرمانے سے مجھ کو عزت اور میرے دل کو خوشی بخشیے۔ والسلام

علیگڈھ ۲۳ جولائی ۱۸۸۴ء — خاکسار سید احمد

نو روزِ نبوی خدا آپ کو اور تمام امت محمدیہ کو مبارک کرے۔ آمین۔

(۱۴)

محبی و مکرمی

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ جس جوشِ محبت سے آپ نے وہ عنایت نامہ لکھا ہے اُس کا دل سے شکر گذار ہوں۔ سول اسٹیشن میں مطلق بیماری نہیں ہے اور شہر میں بھی نہایت کم ہے۔ گو ہم نیچری ہوں مگر ہم کو خدا پر مولویوں سے زیادہ بھروسہ ہے میں تفسیر لکھنے میں بہت زیادہ مشغول ہوں اور نہایت مشکل مشکل مقام لکھ چکا ہوں۔ آپ دیوبند میں کب تک قیام کریں گے؟ والسلام

خاکسار سید احمد

علیگڈھ ۱۶ اگست ۱۸۸۴ء

(۴۲)

مجی و مکرمی مخدومی مولوی محمد ممتاز علی صاحب

آپ کا عنایت نامہ مشعر مبارک باد نوروز نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پہنچا۔ خدا آپ کو بھی مبارک کرے۔ اور تمام مسلمانوں کو مبارک ہو، درحقیقت اسلام کا اور مسلمانوں کا یہی نوروز ہے۔ آپ کو بہت سے ایسے نوروز خوشی و خرمی مبارکبادی کے ساتھ (دیکھنے نصیب) ہوتے رہیں۔

میں خود چند روز سے آپ کے حالات دریافت کرتا تھا اور متامل تھا کہ خط کہاں بھیجوں خدا کا شکر ہے کہ کسی دوست کے ذریعہ سے آپ کا حال معلوم ہوا۔ جس کا مجھ کو بہت افسوس تھا۔ یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ آپ لاہور سے دیوبند چلے گئے ہیں مگر طبیعت ایسی سست ہوگئی تھی کہ خط لکھنے میں بھی سستی ہوگئی۔ بہرحال آپ کی خیر و عافیت سے دل خوش ہوا۔

ان دنوں میں مسودہ خطبات احمدیہ صاف ہو رہا ہے۔ اگر اُس سے غفلت اور زیادہ کی جاتی تو ضائع (ہو) جاتا۔ ایک مہینے سے کم میں اس سے فراغت ہو جاوے گی۔ پھر تفسیر پر متوجہ ہوں گا۔

جس وقت آپ کا دل چاہے علیگڑھ تشریف لائیے۔ آپ کے تشریف لانے اور ملاقات سے نہایت خوشی ہوگی۔ والسلام

علیگڑھ ۵ر جولائی ۱۸۸۶ء خاکسار سید احمد

(۴۳)

مجی و مکرمی

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ آپ کی صحت و سلامتی سے خوشی ہوئی۔ مگر ناکامی امتحان کا سخت افسوس ہے۔

میں ان دنوں میں کسی قدر زیادہ علیل ہوگیا تھا۔ اب فضل الٰہی سے بالکل صحت ہے۔

میں نے تفسیر لکھنی شروع کر دی ہے۔ سورہ انفال کی پہلی گیارہ آیتیں جو نہایت مشکل و دقت طلب تھیں اُن کی تفسیر تو چھپ بھی چکی ہے۔ دو تین روز کے عرصہ میں مع اوراق خطبات جس قدر چھپے ہیں خدمت میں روانہ کروں گا۔

اس وقت آپ کے سامنے دو قسم کے امتحان ہیں مقابلہ و بی۔ اے۔ (ان میں سے) جس میں آپ کو زیادہ کامیابی کی امید ہو تو کلاً علی اللہ اُس کو اختیار کیجئے۔ والسلام

علیگڑھ ۲۷ اگست ۱۸۸۶ء خاکسار سید احمد

(۴۴)

مجی مکرمی شفیق من

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ آپ کو مخدومی جناب مولوی سید محمد صاحب سے میری بیماری کے شدائد سن کر زیادہ تردد ہوا۔ یہ صرف آپ کی محبت کا باعث ہے مگر درحقیقت میری طبیعت اُس درجہ پر علیل نہ تھی جس درجہ پر دوستوں نے اپنی محبت سے خیال کیا تھا۔ لوگوں کو شبہ ہوا کہ مجھ کو دل کی بیماری شروع ہوگئی۔ اور یہی بات اُن بزرگوں کے زیادہ تر تردد و گھبراہٹ

کی ہوئی۔ مگر انھوں نے یہ خیال نہ کیا کہ خدا نے میرا دل ہی ایسا نہیں بنایا جس میں کوئی بیماری ہو یا ہو سکے۔
بہرحال بیماری زیادہ تھی یا کم۔ خدا کا شکر ہے کہ اب بالکل صحت ہے۔ تفسیر کا لکھنا شروع کر دیا ہے۔ سورہ انفال کی جس طرح تفسیر لکھی ہے۔ امید ہے کہ آپ پسند فرماویں گے۔ دو تین دن میں کہ فرمہائے مطبوعہ درست ہو جاویں آپ کی خدمت میں روانہ کروں گا۔ خدا تعالیٰ (سے) آپ کی صحت و کامیابی (کی) ہمیشہ آرزو ہے والسلام

علیگڑھ ۶ ستمبر ۱۸۹۶ء خاکسار سید احمد

(۴۵)

مجبی و مکرمی

میں ۱۳ دسمبر روز دوشنبہ کو نو بجے یہاں سے روانہ ہوں گا اور قریب پانچ بجے کے دیوبند اسٹیشن پر پہنچوں گا۔ وہاں آپ سے ملنے کی نہایت خوشی ہوگی۔ والسلام

علیگڑھ ۱۱ دسمبر ۱۸۹۶ء خاکسار سید احمد

(۴۶)

مجبی و مکرمی

عنایت نامہ پہنچا۔ میری طبیعت بفضل الٰہی سے اب اچھی ہے۔ تفسیر کا کام ابھی شروع نہیں ہوا ہے اور نہ اگست میں شروع ہوگا۔ موسم معتدل ہو جائے تب شروع کروں گا۔

جو مسلمان طالب علم پنجاب سینٹ کی یونیورسٹی سے خارج ہوا ہے۔ جب تک کہ وہ صفائی حاصل نہ کرے کسی یونیورسٹی کالج میں داخل نہیں ہو سکتا اور نہ کوئی یونیورسٹی اس کو امتحان میں بیٹھنے کی اجازت دے سکتی ہے اور نہ ایسے لوگ جو سماز ن کو اس طرح بدنام کریں کسی ہمدردی کے قابل ہیں۔

ہم اپنے کالج میں ایسے بدنام شخصوں کو کسی طرح داخل نہیں کر سکتے۔ اور اس کا نتیجہ بجز کالج کی بدنامی کے اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ والسلام

علیگڑھ ۲۷ جولائی ۱۸۹۷ء خاکسار سید احمد

(۴۷)

مجبی مکرمی مولوی ممتاز علی صاحب

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ منشی محمد رمضان صاحب کی علالت طبع (کا حال معلوم ہو کر) افسوس ہوا۔ خدا تعالیٰ سے امید ہے کہ اب اُن کو صحت کامل ہو گئی ہوگی۔ آپ اُن کی خیر و عافیت سے جلد تر مجھ کو مطلع فرماویں۔ میں اب دو ہفتہ نہایت تین ہفتہ کے لیے نینی تال جاتا ہوں۔ آپ منشی محمد رمضان صاحب کی خیر و عافیت کا خط مندرجہ ذیل نشان پر بمقام نینی تال روانہ فرماویں

No: 198 Edwinistones, Naini Tal.

تصانیف کا چھپنا ختم ہو گیا۔ آپ خاطر جمع رکھیں کہ بعد واپسی نینی تال تمام ترجمہ تفسیر پر ہوگی۔ اب سوائے تفسیر کے میرے

پاس کوئی کام نہیں ہے۔

منشی محمد رمضان صاحب کو میرا بہت بہت سلام پہنچے۔ والسلام

علیگڈھ۔ ۲۳ ستمبر ۱۸۸۶ء — خاکسار سید احمد

(۴۸)

مجبی و مکرمی مولوی ممتاز علی صاحب

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ آپ کی خیر و عافیت سے طمانیت اور مکرمی منشی محمد رمضان صاحب کی صحت سے زائد نہایت خوشی ہوئی۔

میں اپنے نمبر نینی تال سے ۱۷ اکتوبر کو روانہ ہوں گا اور ۱۹ اکتوبر کو انشاء اللہ تعالیٰ علیگڈھ پہنچ جاؤں گا۔

مجھ کو معلوم نہیں ہے کہ آپ لاہور میں کیوں رہتے ہیں اور وہاں قیام کرنے کا کیا سبب ہے۔ میری نہایت آرزو ہے کہ کچھ عرصہ تک آپ میرے پاس رہیں۔ آپ کی ملاقات اور یکجائی رہنے سے میرے دل کو نہایت خوشی ہوگی۔ اور تفسیر کے اختتام میں بھی نہایت مدد پہنچے گی۔

فراغت کامل حاصل ہونے میں ذرا سی بات باقی ہے۔ یعنی ۱۵ نومبر کو بمقام کلکتہ پبلک سروس کمیشن کا اجلاس ہوگا اور غالباً آخر نومبر تک ختم ہو جاوے گا۔ شروع دسمبر میں میں علیگڈھ آ جاؤں گا۔ اگر کچھ ہرج اور کوئی امر مانع نہ ہو تو آپ بھی دسمبر میں علیگڈھ آ جاویں اور کم از کم چار مہینے میرے پاس رہیں۔ اگر میری یہ درخواست آپ منظور فرماویں تو مجھ کو زائد از حد خوشی اور بے انتہا احسان مندی ہوگی۔ بہت سی باتیں کہی جاویں گی اور بہت سے کام پورے ہو جاویں گے۔ اخیر دسمبر میں دو چار دن کے لیے لکھنؤ چلنا ہوگا وہ تماشا بھی دیکھ لیجئے گا۔ والسلام

نینی تال ۱۴ اکتوبر ۱۸۸۶ء — خاکسار سید احمد

(۴۹)

مجبی و مکرمی مولوی ممتاز علی صاحب

آپ کا عنایت نامہ مع نصف نصف دو قطعہ نوٹ تعدادی چالیس روپے پہنچا۔ منشی رمضان کی علالت طبع سے نہایت رنج ہے۔ خدا اُن کو جلد صحت بخشے۔ میں نے ابھی اُن کے نام بھی خط لکھا ہے۔ آپ اُن کی صحت مزاج سے بمقام علیگڈھ مجھ کو مطلع فرماویں، آپ نے حالت بیماری میں اُن سے روپے کیوں لیے۔ اُن کو تکلیف نہ ہو۔ اگر نامناسب ہو تو واپس کر دو کہ پھر مناسب وقت (پر) دے دیں گے۔

میں کل یہاں سے روانہ ہوں گا اور ۱۹ اکتوبر کو علیگڈھ پہنچوں گا۔ اس سے پہلے جو خط میں نے لکھا ہے امید ہے کہ اُس کا جواب علیگڈھ میں ملے گا۔ والسلام

نینی تال۔ ۱۶ اکتوبر ۱۸۸۶ء — خاکسار سید احمد

(۵۰)

مخدومی و مکرمی مولوی ممتاز علی صاحب

آپ کا عنایت نامہ اور تار پہنچا، منشی محمد رمضان صاحب کی نسبت جو نہایت تردد تھا رفع ہوا۔ اللہ تعالیٰ اُن کو صحت کامل عطا فرماتے۔ آپ کا حال نسبت ناکامی امتحانات مقابلہ پہلے سے معلوم تھا جس کی نسبت نہایت افسوس ہے چونکہ امر جو معلوم ہوا وہ مترجمی کا ہے۔ میں ہرگز آپ کو راستے نہیں دیتا کہ آپ بغیر اس کے کہ دوسری جگہ کوئی سہارے کی توقع ہو تعلق مترجمی کو ترک کریں خصوصاً صرف علیگڑھ میں آنے اور چند روز رہنے اور ملنے کے خیال سے۔

اس تعلق کو ترک کرنا بڑی غلطی ہے۔ ہرگز ایسا مت کرنا۔ میں نے جو آپ کے یہاں آنے اور چند روز رہنے کو لکھا تھا اس خیال پر مبنی تھا کہ آپ محض بے تعلق وہاں پڑے ہیں۔ روزگار اس زمانہ میں ملنا نہایت دشوار ہو گیا ہے۔ تمہارے والد کیا کوشش کر سکتے تھے۔ روزگار کے بھی قیود اس قسم کے ہیں کہ کوشش چل نہیں سکتی۔ اگر آپ کہیں تو میں بعض احباب حیدر آباد کو آپ کے حالات اور آپ کی لیاقت وغیرہ سے اطلاع دوں کہ اگر کوئی موقع ہو اور آپ سے لائق آدمی کی اُن میں سے کسی کو ضرورت ہو تو آپ کا خیال رکھیں۔ اگرچہ حالات حیدر آباد کے بالکل دوسرے ہو گئے ہیں۔ لیکن اُن لوگوں کو بہ مجبوری بعض اوقات ایسے آدمی کی جیسے کہ آپ ہیں ضرورت پیش آ جاتی ہے۔ ہاں سب سے زیادہ موثر کرنل مارشل ہیں۔ مگر مجھ کو اُن سے واقفیت کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ عزیز مرزا بی۔ اے جس نے کالج کے تمام احسانوں کو فراموش کیا۔ اور پچھلے فساد کا سبب اول سرغنہ اور اخباروں میں آرٹیکل لکھنے والا تھا اتفاق سے حیدر آباد چلا گیا۔ مولوی مہدی حسن کو لائق آدمی کی ضرورت تھی انہوں نے اُس کو کسی کام پر اور معلوم نہیں کس قدر تنخواہ پر نوکر رکھ لیا۔ میں نے کہا کہ میں خوش ہوں اگر وہ نوکر ہو جاوے۔ جو اُس نے بدی اور کالج کی احسان فراموشی اُس نے کی۔ یہ اُس کا خبث طینت تھا۔ اگر میں بھی اُس کی بُرائی چاہوں تو مجھ میں اور اُس میں کیا فرق ہے۔ ابھی چند روز ہوئے مولوی مہدی حسن مجھ سے ملنے آئے تھے۔ میں نے اُس کی لیاقت و قابلیت کی بہت تعریف کی۔ درحقیقت اُس میں بہت عمدہ لیاقت ہے۔ اب یہ اُس کا کام ہے کہ اُس لیاقت کو نیکی اور نیک کاموں میں صرف کرے یا بدی اور بد کاموں میں۔

اس واقعہ کے لکھنے سے میرا یہ مطلب ہے کہ گو حیدر آباد کے حالات کیسے ہی تبدیل ہو گئے ہوں مگر بعض وقت اُن لوگوں کو بہ مجبوری کسی لائق آدمی کی ضرورت پڑ جاتی ہے۔ پس اگر آپ کے حالات سے بھی مولوی مہدی علی۔ مولوی مشتاق حسین اور مولوی مہدی حسن کو اطلاع رہے گی تو بر وقت ضرورت وہ ضرور اس کا خیال رکھیں گے۔ باقی امور جو متعلق بُعد مسافت اور وہاں کے سوشل برتاؤ سے متعلق ہیں۔ اُن پر آپ بخوبی غور کر کے اور اپنی حالت و مزاج و طبیعت پر خیال کر کے فیصلہ کر سکتے ہیں۔ بہرحال اگر آپ پسند کریں گے تو میں آپ کے حالات سے اُن تینوں صاحبوں کو مفصل اطلاع دوں گا۔

مناسب ہے کہ میں اپنی رائے سے بھی آپ کو اطلاع دوں۔ وہ یہ ہے کہ میں چیف کورٹ کی مترجمی کو اگر اُس میں ڈیڑھ سو دو سو روپیہ مل جاتے ہیں۔ تو میں حیدر آباد کے کسی سررشتہ سرکاری یا دیگر قسم کی نوکری پر جس کی تنخواہ چار سو پانسو

یک بھی ہو زیادہ ترجیح دیتا ہوں۔ یہ میری خاص رائے اور طبیعت ہے۔

میں آپ کو مکرر رائے دیتا ہوں کہ علیگڑھ آنے کے خیال سے آپ مترجمی کے تعلق کو ترک نہ کیجیے والسلام

علیگڈھ ۵ نومبر ۱۸۹۰ء　　　　خاکسار سید احمد

بقیہ نصف نوٹ چالیس روپے کے پہنچ گئے فقط

تفسیر جس قدر چھپ چکی ہے اُس کے بعد سے کام بند ہے۔ میری طبیعت اکثر نادرست رہتی ہے پوری صحت نہیں ہوتی گو کوئی خاص بیماری نہیں ہے۔ نہ کام کرنے سے مجبور ہوں۔ فقط

(۵۱)

مجبی و مکرمی و اشفیقی مولوی ممتاز علی صاحب

میں نے جو خط منشی محمد رمضان مرحوم کے بیٹے کی بابت بجواب آپ کے عنایت نامہ کے بھیجا تھا۔ وہ آپ کو پہنچا یا نہیں اور اُس کی بابت کیا ٹھہرا۔

میں یہاں سے ۲۰ اکتوبر کو روانہ ہوں گا اور سیدھا دلی جاؤں گا۔ اور اخیر اکتوبر تک علیگڈھ واپس آؤں گا۔

امید کہ اپنی خیر و عافیت سے اور جو امر طے ہوا ہو اُس سے مطلع فرمائیے۔ والسلام

نینی تال ۲۰ اکتوبر ۱۸۸۸ء　　　　خاکسار سید احمد

(۵۲)

مجبی و مکرمی مولوی ممتاز علی صاحب

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ فہرست ممبران موجودہ اجلاس اول اب تک میرے پاس نہیں پہنچی۔ امید کہ خان بہادر جج بدایوں ماہ فروری میں مولوی مہدی علی خان بہادر ہمراہ سر آسمان جاہ براہ الہ آباد و کلکتہ جاویں گے۔ یا وہ مجھ سے ملنے علیگڈھ آویں گے یا میں اُن سے ملنے الہ آباد جاؤں گا اور کیا عجب ہے کہ صورت اخیر میں سر آسمان جاہ سے بھی ملاقات ہو۔ میں تمہارا تذکرہ دونوں صاحبوں سے کروں گا اس سے بہتر کوئی طریقہ نہیں ہے۔

مولوی مشتاق حسین صاحب کو صحت ہو گئی ہے۔ وہ بمبئی سے حیدر آباد گئے ہیں۔ مگر نہایت ضعیف و کمزور ہیں۔ امید ہے کہ تندرست جلد ہو جاویں گے۔

میرے پاس امام غزالی کا کوئی مجموعہ نہیں ہے۔ صرف رسالہ تفرقہ ہے جو علیحدہ چھپا ہوا ہے اور رسالہ تہافتہ الفلاسفہ ہے۔ جو مجموعہ وہاں ہے اطلاع فرمایئے کہ اُس میں کیا کیا کتابیں ہیں۔ شاید مجھ کو بھی کسی کتاب کی نقل درکار ہو۔

ان دنوں میں میں مدرسۃ العلوم کے لیے ٹرسٹیوں کا قانون بنانے میں مصروف ہوں۔ خواہش ہے کہ اُس کے لیے بھی باضابطہ ٹرسٹی مقرر کیئے جاویں اور گورنمنٹ کی جانب سے ایک خاص ایکٹ مختص المقام اُس کے لیے صادر ہو۔ یہ کام سب سے مقدم ہے و دو تین ہفتہ میں انجام ہو گا۔

اس کے بعد ظاہرا تفسیر کی طرف توجہ (کرنے) کی فرصت ملے گی۔

کوڈ تعلیم جو سررشتہ تعلیم سے جاری ہوا ہے۔ اُس کی ایک جلد انگریزی اور ایک جلد اردو خرید کرکے فی الفور روانہ کر دو۔ والسلام

علیگڈھ ۲۲ جنوری ۱۸۸۹ء　　　　خاکسار سید احمد

(۵۳)

مجی و مکرمی مولوی ممتاز علی صاحب

آپ کا خط پہنچا، انگریزی و اردو کوڈ تعلیم پنجاب بھی پہنچا۔

علیگڈھ میں مولوی مہدی علی صاحب کے آنے کی کوئی تاریخ معلوم نہیں، جب وہ کلکتہ سے روانہ ہونے کا انتظام کریں گے اُس وقت کوئی تاریخ محقق ہوگی۔ ابھی تو وہ حیدرآباد سے روانہ ہی نہیں ہوئے۔ میرا الٰہ آباد جانا نہیں ہو سکتا۔

امام غزالی کے مجموعہ میں سے اُن اوراق کو جن میں مسئلہ رویت باری و مسئلہ استوا علی العرش۔ اور بعض متفرق نصائح ہیں میرے لیے نقل (کروا دو) اور بعد مقابلہ و صحت میرے پاس بھیجدو۔

قانون ٹرسٹی سے ابھی فرصت نہیں ہوئی جس وقت فرصت ہوتی اور کام تفسیر شروع ہوا آپ کو فی الفور اطلاع دوں گا۔ والسلام

علیگڈھ ۱۲ فروری ۱۸۸۹ء　　　　خاکسار سید احمد

(۵۴)

مجی و مکرمی منشی محمد ممتاز علی صاحب

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ ممنون ہوا۔ میری دانست میں ابھی رخصت لینے میں تامل چاہیے۔ اگر نظام معہ سر آسمان جاہ و مہدی علی وغیرہ کے نیل گری پہاڑ پر گئے تو میری دانست میں اُس وقت تک کہ سب لوگ حیدرآباد واپس آویں۔ حیدرآباد جانا مناسب نہ ہوگا ہاں اگر اس درمیان میں مہدی علی کی خواہش تمہارے وہاں جانے کی مجھے معلوم ہوئی تو میں فی الفور تم کو اطلاع دوں گا۔ اور کیا عجب ہے کہ اس معاملہ (میں) وہ خود مجھ کو کچھ لکھیں۔

شہر بغداد کا نام زوراء بھی ہے۔ میں نے سنا ہے کہ امام غزالی کا کوئی رسالہ زوراء بھی ہے۔ زیادہ اس سے معلوم نہیں۔ غالباً شہر بغداد کا حال اُس میں ہو۔ یا یہ کہ زمانۂ قیام بغداد میں کسی مضمون پر لکھا ہو۔

سوائے تفسیر کبیر کے اور کوئی کتاب امام رازی کی میرے پاس نہیں ہے۔ تفسیر آیہ نور کی نقل جو آپ نے کی ہے اُس کا شکریہ۔ آرٹیکل آپ کا جب آوے گا نہایت خوشی سے اخبار میں چھاپوں گا۔

رسالہ روجیہ کی نسبت میں نے خط حیدرآباد لکھا ہے۔ تفہیمات الٰہیہ میرے پاس ہے بمشکل ایک کتاب ملی تھی اُس کی نقل نہایت جلدی میں لی ہے۔ وہ اصل کتاب ہی غلط تھی اور نقل شاید اور غلط ہو۔ والسلام

علیگڈھ ۳ اپریل ۱۸۸۹ء　　　　خاکسار سید احمد

(۵۵)

مجی و مکرمی مولوی ممتاز علی صاحب

مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب (بٹالوی) نے مجھ کو اطلاع دی ہے کہ امام غزالی کی جس قدر کتابیں اُن کے [illegible] آپ نے نقل کے لیے لی ہیں۔ آپ مہربانی سے اطلاع فرماویں کہ کون کون سی کتابیں آپ نے اُن سے لی (ہیں) اُن کے [illegible] بہ صحت پورے پورے طور پر لکھ بھیجو اور تحریر فرماؤ کہ اُن کی نقل و تقابلہ و صحت کی کیا تدبیر کی گئی (ہے) والسلام

علیگڈھ ۲۴ اپریل ۱۸۸۹ء　　　　خاکسار سید احمد

(۵۶)

مجی و مکرمی مولوی محمد ممتاز علی صاحب

افسوس ہے آپ نے اس وقت تک اپنی اسپیچ نسبت رزولیوشن نمبر ۲ جو ایجوکیشنل کانگریس کے اجلاس میں بر تقر پیشی اُس رزولیوشن کے کی تھی نہیں بھیجی اور نہ گورنمنٹ پنجاب کا رزولیوشن نمبر ۱۴۴ مورخہ ۲۵ جولائی ۱۸۸۹ء اس [illegible] سے نہایت ہرج ہوا ہے۔ اور رپورٹ کا چھپنا بند ہو گیا ہے۔ اب بواپسی ڈاک اپنی اسپیچ لکھ کر ارسال فرماویں۔ اگر اس کے بعد اسپیچ نہ چھپی تو نہایت شرم کی بات ہے۔

امید کہ فی الفور چند سطریں لکھ کر روانہ کرو۔ والسلام

علیگڈھ ۷ جون ۱۸۸۹ء　　　　خاکسار سید احمد

(۵۷)

مجبی و مکرمی مولوی ممتاز علی صاحب

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ مخدومی محمد برکت علی خاں صاحب کی رائے پہنچ گئی ہے اگر ممکن ہو تو نواب نوازش [illegible] خاں صاحب سے بھی جواب حاصل کرنا چاہیے چشتی صاحب اور محمد برکت علی خاں صاحب سے اگر صفائی ہو جاوے چشم [illegible] چشتی صاحب مولوی سمیع اللہ خاں کے اختلاف سے اگر فائدہ اُٹھاویں تو اس میں چارہ کیا ہے۔

تہذیب الاخلاق اگر آپ لاہور میں اپنے اہتمام سے جاری کریں (تو) نہایت بہتر ہے۔ میں باقاعدہ مضمون لکھنے کا وعدہ نہیں کرتا: میرا شوق اُس طرف سے ٹھنڈا ہو گیا ہے۔ اس لیے مضمون برجستہ لکھے جانے مشکل ہیں مگر پھر بھی [illegible] دل چاہے گا کوئی مضمون لکھ بھیجوں گا۔ مگر مجھ پر بھروسہ مت کرو۔ یہ بھی غور کرو کہ بسبب ملازمت کے تم مجاز پرچہ نکالنے [illegible] ہو یا نہیں: یہ بھی سمجھ لو کہ اول نقصان ہے اور برابر رہنا یا فائدہ بعد کو ہے۔ غرضکہ سب باتیں سوچ کر کام کرو۔

منشی محمد رمضان مرحوم کی بابت آپ نے غلطی کی ہے۔ منشی محمد رمضان مرحوم نے مجھ کو سو روپے نہیں دیے [illegible] صرف ساٹھ روپے دیے تھے۔ حساب میں ساٹھ روپے مندرج ہیں۔ پس اگر یہ صحیح ہے تو آپ کو بیس روپے منشی فضل [illegible]

واپس دینے لازم ہیں اس خط کا جواب آنے پر میں منشی فضل الٰہی کو خط لکھوں گا۔
جو من کا چھپا ہوا قرآن مع نجوم الفرقان میرے پاس بھیج دو۔ شروع ماہ آئندہ میں اٹھائیس روپے بھیج دوں گا والسلام
علیگڈھ ۱۰ر جون ۱۸۸۹ء خاکسار سید احمد

(۵۸)

قبلہ و کعبہ من

بعد ادائے نیاز مندانہ آنکہ اسپیچ و نقل ریزولیوشن مطلوبہ ارسال خدمت (کیے) جاتے ہیں۔ مجھ سے پہلے تقاضہ نہ ہوا تھا۔ اس واسطے نہ بھیجے گئے۔ تاخیر معاف ہو۔ والسلام از لاہور۔
مفصل خط عقب میں بھیجوں گا۔

۱۰ر جون ۱۸۸۹ء حضور کا ابداد، ممتاز علی

(مولوی ممتاز علی کے اس خط پر سر سید نے اُس کا جواب لکھ کر واپس بھیج دیا تھا۔ لہٰذا یہ دونوں خط اکٹھے یہاں درج کیے جاتے ہیں۔ خط نمبر ۵۹ اسی خط کا جواب ہے)

(۵۹)

مجی
رزولیوشن گورنمنٹ پنجاب کی نقل انگریزی میں بھیجنی چاہیئے کہ بغیر اس کے درخواست گورنمنٹوں میں نہیں روانہ ہو سکتی والسلام
علیگڈھ ۱۲ر جون ۱۸۸۹ء خاکسار سید احمد

(۶۰)

مجی و مکرمی مولوی ممتاز علی صاحب

دوستانِ پنجاب نے سوائے سردار محمد حیات خاں کے اور کسی نے بہ نسبت مسودہ قانون ٹرسٹیان بسبب سہل انگاری کے جواب نہیں بھیجا۔ حالانکہ جواب جلد آنے کی نہایت ضرورت ہے۔
آپ بمجرد پہنچنے اس خط کے خان بہادر محمد برکت علی خاں صاحب (کے پاس) جاویں اور فی الفور اُن سے جواب لے کر بھیج دیں۔ علاوہ ان کے نواب نوازش علی خاں صاحب۔ فقیر جمال الدین صاحب۔ نواب عبدالمجید خاں صاحب بھی ممبر ہیں اُن کے پاس بھی کاغذات اور خط (بھیجے گئے تھے) اُن سے بھی اگر ممکن ہو جواب لکھوا کر بھیجدو۔ جواب (جلد) بھیجو تاکہ انتظار نہ رہے۔ والسلام
علیگڈھ ۱۷ر جون ۱۸۸۹ء خاکسار سید احمد

(۶۱)

مجی و مکرمی مولوی ممتاز علی صاحب

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ میں نے تفسیر کے خریداروں کا حساب دیکھا۔ منشی محمد رمضان مرحوم نے پہلی دفعہ کمیشت ساٹھ روپے دیے تھے۔ دو دفعہ کرکے نہیں دیے، ضرور اس کے بعد چالیس روپے اور آئے ہوں گے اور اُن کی تحریر سے پایا جاتا ہے۔ غالباً اس حساب میں جس کا آپ نے نشان دیا ہے۔ چالیس روپے آئے تھے۔ پس سو روپے کا وصول ہونا صحیح ہے۔ بس اب آپ کوئی روپیہ واپس نہ فرمایئے اور جس مضمون کا خط آپ کہیں میں لکھ بھیجوں۔ محمد برکت علی خاں صاحب اس وقت تک لاہور پہنچ گئے ہوں گے۔ میں نے اُن کی خدمت میں نیاز نامہ لکھا ہے۔ آپ بھی اُن کو یاد دلایئے کہ نواب نوازش علی خاں صاحب نواب عبدالمجید خاں صاحب اور فقیر سید جمال الدین سے نسبت مسودہ قانون ٹرسٹیان بات چیت کرکے ملتے بھجوا دیں۔ والسلام

علیگڈھ ۱۹ جولائی ۱۸۸۹ء خاکسار سید احمد

(۶۲)

مجی و مکرمی مولوی ممتاز علی صاحب

آپ کا عنایت نامہ پہنچا، آپ نے جو مبارکباد دی ہے۔ اس کا شکر کرتا ہوں۔

غزالی کی کتابوں کی تلاش میں جس قدر ہوسکے کوشش کرو۔ سہ شنبہ حال کے اخبار میں بہت لمبی فہرست چھپی ہے اس کو ملاحظہ کرو۔

مجھے نہایت خوشی ہوئی کہ آپ نے المنقذ من الضلال کا ترجمہ کیا ہے۔ میں اُس ترجمہ کو نہایت خوشی سے پڑھوں گا جب تم بھیجو گے۔

قیمت تفسیر بقدر سو روپیہ کے طلب کرنا صحیح نہیں ہے۔ اُس کا حساب یہ ہے کہ فی روپیہ تین جزو کے حساب سے قیمت لی جاوے۔ علاوہ قیمت جلد بندی کے۔ یہ مناسب قیمت ہے۔ مجھے یاد نہیں کہ منشی محمد رمضان نے کس قدر روپیہ میرے پاس بھیجا (تھا) حساب دیکھنے سے معلوم ہوگا۔ اگر انہوں نے پورا سو روپیہ بھیج دیا ہو۔ تو چار جلدوں کی قیمت بشرح مذکور نکال کر جس قدر روپیہ باقی رہے۔ وہ مجھ سے واپس لو۔ کیونکہ معاہدہ یہی ہے کہ بحساب فی روپیہ تین جزو کے قیمت لی جاوے گی سو روپے علی الحساب پیشگی لیے گئے تھے۔

مولوی مہدی علی صاحب میرے پاس آئے تھے اور میں نے تمہارا سب حال اور جو محبت مجھے تم سے ہے اور سب سے زیادہ تمہاری لیاقت اور سعادت مندی اور نیکی کا اُن سے ذکر کیا۔ وہ نہایت خوشی سے اپنے دفتر میں تم کو جگہ دیں گے۔ اس بات کو انہوں نے بھی پسند کیا کہ آپ چند روز کی رخصت لے کر حیدر آباد (دکن) جاویں۔ ان سے ملیں۔ دونوں میں واقفیت ہو۔ اور جو امر طے پاتا ہو وہ (طے) ہو جاوے۔ مگر یہ بات کہ آپ وہاں رہنا پسند کریں گے اور یہ کہ جو تنخواہ وہ تجویز کریں آپ اُس کو کافی سمجھیں گے۔ یہ اُس وقت ہی ہوسکے گا جب آپ وہاں جاویں۔ اور سب امور طے ہوں۔

محمد برکت علی و منشی محرم علی چشتی کی بابت جو آپ نے لکھا ہے مجھے درحقیقت نہایت افسوس ہے کہ میں نے

وہ خط برکت علی خاں صاحب کے پاس کیوں بھیج دیا۔ اگر اُس میں برکت علی خاں صاحب کا ذکر نہ ہوتا۔ جس سے مجھے فی الجملہ تردد ہو گیا تھا کہ کیا واقعہ گذرا تو میں اُس خط کو ہرگز نہ بھیجتا، اتنا مجھے یقین کامل ہے کہ منشی محرم علی چشتی صاحب نے جو خط مجھ کو بھیجا تھا اُس کا انگریزی لفافہ جس شخص کے ہاتھ کا لکھا (ہوا) تھا۔ کچھ شبہ نہیں کہ دوسرے خط کا لفافہ بھی اُسی شخص کے ہاتھ کا تھا۔ میری رائے بالکل آپ سے متفق ہے بلکہ میرے نزدیک قسم لینی ہی واہیات ہے۔ ایک شخص جب مجمع میں کہتا ہے کہ میں نے نہیں لکھا (تو) اُس کے قول کو تسلیم کرنا چاہیئے گو اُس نے جھوٹ کہا ہو۔ شرعاً بھی اس سے زیادہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جب بجز قیاس و گمان کے کہ وہ خط محرم علی چشتی کا ہے کوئی ثبوت یا شہادت نہیں ہی تو اس صورت میں اُس کا انکار کافی ہے (و) قابلِ تسلیم ہے۔

قطع (نظر) اس معاملہ کے اوقاف کا حساب جناب خانصاحب (کو) چھپوانا اور مشتہر کرنا ضرور ہے۔ محرم علی کے معاملہ سے قطع نظر کر کے حساب کا علانیہ مشتہر کرنا اور روئداد انجمن اسلامیہ میں چھاپنا واجبات سے ہے۔ مگر شرائط صلح میں اس شرط کا (اندراج) کہ خانصاحب حساب دیں نامناسب ہے۔ خانصاحب قبل کسی صلح کے اور بغیر کسی کے کہے سنے جس قدر جلد ممکن ہو ایک اجلاس انجمن اسلامیہ کا مقرر کریں اور کل حساب پیش کر کے ممبروں سے منظوری حاصل کریں۔ یہ امر خود انجمن کا فرض ہے۔ کسی صلح کی شرط پر اس کا قرار دینا نا واجب ہے۔ میں نہایت خوش ہوں گا اگر یہ جھگڑا طے ہو جاوے۔ مگر مجھے افسوس ہے کہ ہمارے دوست منشی محرم علی چشتی صاحب کی طبیعت ایسی واقع ہوئی ہے کہ وہ اپنی باتوں سے باز نہیں آنے کے۔ نہایت افسوس کی بات ہے۔

حیدرآباد کی نسبت جو تمھارا ارادہ ہو اُس سے اطلاع دو۔ کیونکہ میں آپ کو اطلاع دوں گا کہ کونسا زمانہ وہاں جانے کا آپ کے لیے مناسب ہو۔ والسلام

علیگڈھ ۱۰؍ جولائی ۱۸۸۹ء　　　　خاکسار سید احمد

(۶۳)

مجی و مکرمی مولوی ممتاز علی صاحب

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ منشی فضل الٰہی صاحب کے نام کا خط ملفوف ہے۔ اُن کو دے دیجیئے۔ میں ۱۵؍ اگست کو یہاں نہیں ہونے کا اور دو ہفتہ تک علیگڈھ سے غیر حاضر رہوں گا۔ آپ کے عہدہ سے علیحدہ ہونے کا افسوس ہے۔ میں نے آج ہی ایک خط مولوی مہدی علی صاحب کو آپ کی بابت لکھا ہے اُس کا جو جواب آوے گا۔ اُس سے آپ کو مطلع کروں گا میں نے اُن کو یہ بھی لکھا ہے کہ اگر تمھاری مرضی ہو تو وہ وہاں آویں (اور) تم سے ملیں۔ اُن کو دیکھو اُس کے بعد جو (مناسب) ہو وہ کرو۔

امید ہے کہ دس بارہ دن میں جواب آوے۔ والسلام

علیگڈھ ۴؍ اگست ۱۸۸۹ء　　　　خاکسار سید احمد

(۶۴)

محبی و مکرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب

میں ان دنوں میں الہ آباد میں ہوں۔ آخر ماہ تک یہاں رہوں گا۔ میں نے مسائل خاص امام غزالی پر ایک خاص طرح سے ریویو لکھنے شروع کر دیے ہیں جو سر مور گزٹ میں چھپیں گے۔ ترجمہ رسالہ المنقذ من الضلال بصیغہ رجسٹری میرے پاس بھیج دو۔ تم گوا ب ار میں کب تک رہوگے۔

حیدر آباد سے جواب آیا۔ میں نے پڑھ کر نہایت افسوس کیا اور تم بھی نہایت افسوس کروگے۔

الہ آباد، مکان آنریبل جسٹس سید محمود، ۱۷ر مئی ۱۸۸۹ء

خاکسار سید احمد

(۶۵)

محبی و مکرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب

آپ کے دو عنایت نامے اور قرآن مجید و ترجمہ المنقذ پہنچے۔ آپ کا شکر کرتا ہوں۔ قرآن مجید کی قیمت میں محصول گیا نہ آپ نے کیا لکھی تھی۔ دوبارہ ارقام فرمائیے۔

آپ کے تردّدات کا مجھے نہایت افسوس ہے اور زیادہ تر افسوس اس بات کا ہے کہ آپ کو ایسے زمانہ میں تردد ہوا ہے جس زمانہ میں ہمارے دوستوں کو بھی نہایت تردد ہو رہا ہے۔ خدا سب کے تردّدات کو رفع کرے۔ ترجمہ المنقذ کو میں کسی وقت دیکھوں گا۔ نومبر و دسمبر میں تو فرصت نہیں ملنے کی اور اُس کے بعد فرصت ہو جائے گی۔ دسمبر کی تعطیل میں امید ہے کہ ضرور آؤ گے۔

میں نے خط لکھنے میں اس لیے دیر کی کہ تمھارا خط لاہور سے آ جاوے لیکن اب یہ خط دیوبند بھیجتا ہوں جیسا کہ تم نے لکھا ہے۔ ملہم(تم) مترجمی کی اسامی پر لاہور اب تک کیوں نہیں گئے۔ والسلام

علیگڈھ، ۷ر نومبر ۱۸۸۹ء

خاکسار سید احمد

(۶۶)

محبی و مکرمی مولوی ممتاز علی صاحب

آپ کا محبت نامہ مورخہ ۲۲ر فروری کو پڑھ کر مجھے تعجب (ہوا) کہ تم کو بھی میری طرف سے یہ خیال گذرا کہ میں کہیں تمھاری طرف سے آشفتہ خاطر تو نہیں ہوگیا۔ توبہ کرو اور استغفار کرو کہ ایسا غلط۔ بیجا۔ ناممکن خیال تمھارے دل میں کیوں آیا۔ میں خود تم کو معذرت تحریر جوابات کے تاخیر کی لکھنے کو تھا۔ تمھارے خط ڈھونڈ رہا تھا۔ کہاں پڑے ہوئے ہیں وہ دستیاب نہیں ہوئے۔ ابتداءً جلسہ ایجوکیشنل کانگرس کے انتظامات میں اور قانون ٹرسٹیان کی رُوداد لکھنے میں سرگردانی رہی۔ ہر دفعہ بعد اختتام جلسہ الہ آباد و لکھنؤ چلا گیا۔ ایک مہینے سے زیادہ سفر میں گذر گیا۔ تمام کام ابتر ہوگئے۔ خطوط کا ایک انبار میز پر ہے اور رُوداد اجلاس قانون ٹرسٹیان اور علاوہ اس کے اردو و انگریزی قانون ٹرسٹیان اور کاغذات محمڈن ایجوکیشنل کانگرس چھپوا رہا ہوں۔ الہ آباد یونیورسٹی میں ایک معاملہ پیش ہوگیا ہے اور بعض مکروہات پیش ہیں جن کے سبب سے ایک دم کی فرصت نہیں تھی۔ ایسے خلفشار

بس تمہارے خطوط کا جواب رہ گیا۔

آپ کی ہمشیرہ کی شادی سے خوشی ہوئی۔ منشی احمد شفیع کو بھی کوئی خط نہیں لکھا۔ یہ سب اسباب جمع ہو گئے تھے۔ پس آپ میرا عذر قبول فرماویں گے اور قصور عدم تحریر جوابات کو معاف کریں گے۔

خطوط سابق میں اگر کوئی امر جواب طلب آپ نے لکھا ہو تو پھر دوبارہ اُس کو تحریر فرمائیے۔ قرآن مجید معہ ترجمہ جو آپ نے بھیجی تھی پہنچ گئی تھی، اُس کی قیمت مجھے یاد نہیں رہی۔ میں دیکھتا ہوں کہ میرے حافظہ میں بہت فتور ہو گیا ہے۔ بات یاد نہیں رہتی اگر کوئی چیز کہیں رکھ دیتا ہوں تو بھول جاتا ہوں کہ کہاں رکھی ہے۔ بہرحال میرے حال پر خیال فرما کر میرا عذر قبول و قصور معاف فرماویں۔

قانون مرتبہ لی جو انگریزی میں چھپ گیا ہے معہ ایک اسپیچ کے (جو میں نے یونیورسٹی الہ آباد میں کی تھی) آپ کے پاس بھیجتا ہوں اور جس قدر کاغذات اور چھپیں گے وہ بھی بھیجوں گا۔ والسلام

علیگڈھ ۲۴ فروری ۱۸۹۰ء — خاکسار سید احمد

(۶۷)

محبی و مکرمی مولوی ممتاز علی صاحب

تہافۃ الفلاسفہ کہیں گمی ہو گئی ہے یا تو قاضی سید رضا حسین صاحب نے لی ہے یا جناب خلیفہ صاحب پٹیالہ نے یا مولوی شبلی صاحب کے پاس ہے ... پہلے دونوں صاحبوں کے نام خط لکھے ہیں اور مولوی شبلی گھر گئے ہوئے ہیں۔ جس وقت پتہ لگا فی الفور بھیجوں گا۔

مسودہ اصحاب کہف چھپنے کو گیا ہوا ہے موجود نہیں ہے۔ ایک اور رسالہ متعلق ذوالقرنین کے لکھ دیا ہے۔ وہ بھی آج کل میں چھپنے کو جاوے گا۔ چار قصّے جو سورہ کہف میں ہیں۔ نہایت غور طلب ہیں۔ چاروں کو لکھنا منظور ہے جو ایک جزو تفسیر کے ہو جاویں گے۔ والسلام

علیگڈھ ۴ جون ۱۸۹۰ء — خاکسار سید احمد

(۶۸)

محبی و مکرمی مولوی ممتاز علی صاحب

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ مضمون جو آپ نے بھیجا تھا وہ اخبار میں چھاپنے کو دے دیا۔ صرف ایک سطر کو جس میں مولوی محمد حسین آزاد کی بیماری کا ذکر تھا کاٹ دیا ہے۔ اُس کی کچھ ضرورت نہ تھی۔

قصہ اصحاب کہف چھپ رہا ہے۔ کل کاپیاں تحریر ہو گئی تھیں۔ ہفتہ عشرہ میں آ جاوے گا۔

قصہ ذوالقرنین چھپ رہا ہے۔ اخبار میں جو چھپا ہے وہ پورا نہیں ہے رسالہ میں پورا چھاپا گیا ہے۔

کتاب تہافۃ الفلاسفہ مل گئی ہے اگر خواہش ہو تو بھیج دوں۔ مگر جلد فراغت کر کے واپس کرنا۔ والسلام

علیگڈھ ۲۶ جون ۱۸۹۰ء — خاکسار سید احمد

(۶۹)

مجی و مکرمی

مجموعہ تہافتہ الفلاسفہ مرسل خدمت ہے جب فارغ ہو تو بذریعہ رجسٹری واپس بھیجنا۔ مشکوٰۃ الانوار مجھ کو اب تک نہیں ملی ہے۔ وہ بھیج دیتا کہ امام غزالی کے مجموعہ کے ساتھ رہے۔

بشارت پر جو کچھ مجھ کو لکھنا ہے تفسیر میں لکھوں گا۔

آپ کی کچہری میں کبھی تعطیل بھی ہوتی ہے یا نہیں۔ والسلام

علیگڈھ ۳۰ رجون ۱۸۹۰ء

سید احمد

(۷۰)

مجی و مکرمی مولوی ممتاز علی صاحب

مجموعہ تہافتہ الفلاسفہ۔ رسالہ مشکوٰۃ الانوار غزالی اور عنایت نامہ پہنچا۔ ممنون ہوا۔ جو کہ میں غزالی کی جس قدر کتابیں ملیں اچھی ہوں یا بری جمع کرنی چاہتا ہوں پس کتاب مکاشفۃ القلوب غزالی جو آپ کو دستیاب ہوئی ہے ضرور بھیج دیجئے میرے پاس نہیں ہے۔

آپ کی میعاد ملازمت جو ۱۵ راگست کو ختم ہو جاوے گی۔ اُس کا کسی قدر افسوس ہوا۔ مگر مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ نوکری خود آپ کو ناگوار تھی۔ مجھ کو اس بات کی (بڑی خواہش ہے کہ) آپ اور میں چند روز ایک جگہ رہیں۔ نہایت ضرورت ہے ایسا موقع ضرور نکالنا چاہیے۔ تفسیر قرآن میں متعدد مقامات ایسے ہیں جس میں انگریزی کتابوں اور توریت کی شرح ول وغیرہ میں سے بہت کچھ دیکھنا ہے۔ میرے پاس کوئی دوست لائق انگریزی داں نہیں۔

علاوہ اس کے ایک ایسے سمجھ دار آدمی کی ضرورت ہے جو اُن انگریزی کتابوں کو دیکھ کر یہ بھی سمجھ سکتا ہو کہ کیا امر مطلوب ہے اور کن مضامین کی مجھے اطلاع کرنی چاہیے پس اگر ایسا موقع ہو کہ میں اور آپ ہفتہ دو ہفتہ ایک جگہ رہ سکیں تو سب کام آسان ہو جاویں اور شاید تفسیر بھی ختم ہو سکے والسلام

علیگڈھ ۴ راگست ۱۸۹۰ء

خاکسار سید احمد

(۷۱)

مجی و مکرمی مولوی ممتاز علی صاحب

آپ کا عنایت نامہ پہنچا جو خبر آپ نے سُنی کسی قدر اُس کی اصلیت ہے۔ مگر جو آپ نے سنا اُس میں بہت مبالغہ تھا۔ ایک شخص کو میں نے پیش کیا جو بی۔ اے تھا۔ مگر گورنمنٹ نے دوسرے کو جو ایم۔ اے تھا منتخب کیا۔ اب وہ شخص منتخب شدہ کا پیش کامعہ دیگر امیدواران امتحان دے گا نتیجہ جو ہو۔

حیدر آباد میں آپ کے لیے پہلے بھی لکھا تھا۔ پھر دوبارہ لکھنے کو موجود ہوں۔ مولوی مہدی علی کی حالت اچھی نہیں ہے۔ شاید زائد ایک سال سے ایک شخص بھی اُن کی تجویز سے مقرر نہیں ہوا۔ بہرحال مجھے کچھ تامل نہیں ہے اور مہدی علی سے بھی جو

کچھ ہو سکے گا وہ دریغ نہ کرے گا۔

تہافۃ الفلاسفہ پہنچ گئی ہے۔ والسلام

علیگڑھ ۱۳؍ اگست ۱۸۹۰ء

خاکسار سید احمد

(۷۲)

مجی و مکرمی مولوی ممتاز علی صاحب

خیر المقال اور مکاشفۃ القلوب پہنچی۔ سب کام چھوڑ کر خیر المقال کو اول سے آخر تک پڑھا۔ جزاک اللہ۔ نہایت عمدہ طور پر اور بہ متانت۔ سمجھ اور خوبی اور صفائی (اور) قابل فہم عبارت میں (آپ نے) اُس ترجمہ کو حواشی سے زیب و زینت دی ہے۔ اگر میرے ناپاک نام سے جا بجا اس کتاب کو گندہ نہ کرتے تو غالباً زیادہ مفید ہوتی۔ افسوس کہ شاید میرا نجس نام اس کی اشاعت کا مانع ہو۔ جس کا مجھے افسوس ہے۔

ایک مسئلہ اس میں آپ نے لکھا ہے اس میں مجھ کو شبہ ہے اور میرا یقین اُس کے برخلاف ہے۔ شاید غلط ہو۔ لیکن اگر غلط ہو تو بھی میں اس غلطی سے خوش ہوں۔ آپ نے حاشیہ صفحہ ۳۶ میں لکھا ہے کہ ’ خدا تعالیٰ کے وجود پر یقین کرنا ضرور ہے مگر کیا اس یقین کے لیے ایسے قطعی دلائل مل سکتے ہیں جیسے اس دعوے کے ثبوت کے لیے کہ مثلث کے دو ضلع مل کر تیسرے ضلع سے بڑے ہوتے ہیں ‘‘۔ میں کہتا ہوں کہ ہاں ایسا ہی ثبوت بلکہ اس سے بھی زیادہ خدا کے وجود پر ہے۔ بلکہ ایسا جیسے کہ دو اور دو چار۔ پہلا ثبوت ایک مہندس کے لائق ہے اور دوسرا عالم۔ مہندس۔ محاسب اور جاہل سب کے لائق۔ مگر ثبوت وجود شے ایک چیز ہے (مثلاً میں لفظ شے بولا ہوں۔ خدا پر شے کا اطلاق نہیں ہو سکتا) اور علم اُس شے کی ماہیت و حقیقت کا دوسری چیز ہے۔ اس لیے خدا کی صفات کا ثبوت بطور قیاس لازمی کے ہے۔ اور اُس کے وجود کا ثبوت برہان قطعی سے۔ والسلام

علیگڑھ ۲؍ فروری ۱۸۹۱ء

خاکسار سید احمد

(۷۳)

مجی و مکرمی

عنایت نامہ پہنچا۔ مولوی مہدی علی غالباً حیدر آباد پہنچ گئے ہوں گے۔ میں نے ایک نسخہ خیر المقال کا معہ اپنے خط کے جس میں تمھارا خط بھی جو میرے نام پر ملفوف ہے بھیج دیا ہے۔ اُن کا حال اس وقت بچوں مد بحساب اندر ہے۔ باوجود اس علم کے میں نے اُن کو لکھا ہے۔

بھائی ممتاز علی تم نے جو ریویو لکھنے کی فرمائش کی ہے۔ میں کیا لکھوں۔ اول تم نے اُس کتاب کی پیشانی مثل میرے اعمال نامہ کے سیاہ کر دی ہے۔ پھر جا بجا مجھ کو فخر الاسلام لکھ دیا ہے۔ کاش حرف فا کو حذف کر کے لکھتے۔ ایسی حالت میں میرا قلم تو خود تم نے توڑ دیا۔ میں لکھوں تو کیا لکھوں۔ مگر میرا دل اُس کا ریویو خود اپنے پر آپ لکھ رہا ہے۔ جس متانت اور خوبی سے (تم نے) وہ کتاب لکھی ہے۔ میرا دل اُس خوبی کی داد دے رہا ہے۔

تفسیر کی جلد پنجم جس قدر چھپی ہے روانہ کی ہے۔ بنظر اصلاح اُس کو دیکھو۔ فقہ تو طا میری دانست میں منجملہ اُن مشکلات کے تھا جن مقامات قرآن مجید کو میں مشکل سمجھتا ہوں۔ مگر میرا یہ یقین ہے کہ جو تفسیر علمائے اسلام نے کی ہے وہ تو یقینی خدا کی مرضی کے موافق نہیں ہے۔ جو میں نے لکھا ہے ممکن ہے کہ وہ بھی ویسی ہو۔ مگر ہر شخص اپنے یقین پر مجبور رہے۔ والسلام

علیگڈھ ۴ فروری ۱۸۹۱ء خاکسار سید احمد

خیال ہے کہ شاید میں چند روز کے لیے حیدر آباد (دکن) جاؤں۔ اگر ایسا ہوا تو کیا تم بھی چلو گے۔ فقط

(۴۷)

مولوی سید ممتاز علی صاحب نے سر سید کو ایک خط لکھا تھا۔ سر سید نے اُسی خط پر اپنے قلم سے ضروری باتوں کا جواب دے کر واپس کر دیا۔ یہ خط اسی صورت سے شائع کیا جاتا ہے۔ اصل خط مولوی ممتاز علی صاحب کا ہے۔ درمیان میں کہیں کہیں اُس کا جواب سر سید کی طرف سے ہے۔ جس کی نشان دہی اُن کا نام لکھ کر کر دی گئی ہے۔

مولانا و مرشدنا

بعد لوازم عبودیت آنکہ نامہ عالی پہنچا۔ مشکور و ممنون فرمایا۔ علیگڈھ گزٹ میں جو انتخاب میرے بعض حواشی سے کیا ہے اُس کا بھی شکریہ کرتا ہوں۔ امام غزالی صاحب ایک ایسے مصنف ہیں جن کی تصنیف کو نئے اور پرانے خیالات کے لوگ سب پسند کرتے ہیں لیکن کتاب کا حضور کے نام اہداء ہونا ضرور مانع اشاعت ہوگا مگر ہونے دیجئے۔ کیا میں چار کوڑی کی طمع کے لیے ایسے کانشنس پر جبر کر کے یہ خیال کر سکتا تھا کہ ان خیالات کا قدر شناس اور ان خیالات کا اصل موجد بجز حضور کے اور کوئی ہے؟ ہرگز نہیں۔ کیا حضور مجھے ایماناً کوئی ایسا شخص بتا سکتے ہیں کہ حضور کے نام کی بجائے اُس کے نام اُس کا اہدا ہونا زیادہ مناسب ہوتا۔

(کسی کے نام اہدا کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ سید احمد)

میں نہایت مشکور ہوں کہ حضور نے پھر جناب مولوی مہدی علی صاحب کو (میرے متعلق) تحریر کیا ہے۔ کیا مناسب ہے اور حضور اجازت دیتے ہیں کہ میں اپنا حال کسی قدر مشرح براہ راست اُن کی خدمت میں تحریر کروں۔

(میں ابھی الہ آباد سے واپس آیا ہوں۔ آپ ضرور اپنا مفصل حال مولوی مہدی علی کو لکھیں۔ سید احمد)

حضور اگر حیدر آباد تشریف لے جاویں تو میں ضرور ان شاء اللہ ہمرکاب ہوں گا۔ بشرطیکہ دس پندرہ روز قبل حضور مجھے آگاہ فرماویں۔

(میں ان شاء اللہ تعالیٰ عشرہ اخیر مارچ میں حیدر آباد (دکن) جاؤں گا۔ متعاقب تاریخ روانگی سے مطلع کروں گا۔
سید احمد)

تفسیر کو پڑھا اور خوب لطف اٹھایا۔ دوسرے خط میں اس کی نسبت کسی قدر زیادہ تفصیل سے لکھوں گا۔ والسلام مع الاکرام
از لاہور ۱۴ر فروری ۱۸۹۱ء خاکسار ممتاز علی

(۷۵)

عزیزی و محبی
اگر مباحث جدید مندرجہ تفسیر کو آپ نے پسند کیا ہے تو مجھے نہایت خوشی ہے۔ مگر وہ مباحث بہت کچھ نکتہ چینی کے قابل ہیں۔ والسلام
علیگڈھ ۱۸ر فروری ۱۸۹۱ء خاکسار سید احمد

(۷۶)

محبی و مکرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب
ہمارا جانا حیدر آباد کا ٹھیر گیا۔ میں بسبب ضرورت اجلاس کونسل کے مارچ کے عشرہ دوم میں الہ آباد جاؤں گا۔ اور وہیں ٹھیرا رہوں گا اور الہ آباد ہی سے ۲۷ر مارچ کو۔ روانہ حیدر آباد ہوں گا۔ جو دوست کہ ساتھ چلنے والے ہیں۔ وہ تاریخ روانگی سے ایک دن پہلے الہ آباد میں مل جاویں گے۔
ہم چاہتے ہیں کہ ایسی گاڑی بزر کریں۔ جس میں نصف گاڑی سیکنڈ کلاس کی ہو اور نصف فرسٹ کلاس کی۔ اور سب دوست ساتھ کے ساتھ آرام سے جاویں اور واپس آویں۔
پس آپ سے یہ سوال ہے کہ آپ نہایت پختہ طور پر فرماویں کہ حیدر آباد چلیں گے یا نہیں۔ اگر چلنا ہو تو پختہ وعدہ ہو۔ تاکہ ہم اسی حساب سے گاڑی کا بندوبست کریں۔ اور نیز اگر آپ چلیں تو آپ کو چھبیسویں ۲۶ مارچ تک الہ آباد میں پہنچ جانا لازم ہوگا۔ والسلام
علیگڈھ ۲۴ر فروری ۱۸۹۱ء خاکسار سید احمد

(۷۷)

محبی مکرمی
روانگی حیدر آباد کے فیصلہ میں ایک خط کے جواب کا انتظار ہے۔ پس جب تک کہ میرا تار یا خط تمھارے پاس نہ پہنچے۔ لاہور سے بقصد حیدر آباد روانہ مت ہونا۔ میں الہ آباد سے تمھارے نام تار یا خط جیسا موقع ہو بھیجوں گا۔ والسلام
علیگڈھ ۱۳ر مارچ ۱۸۹۱ء خاکسار سید احمد

(۷۸)

محبی و مکرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب
حیدر آباد (دکن) کا جانا بالفعل بلحاظ موسم ملتوی ہوگیا۔ اور یہ قرار پایا کہ ماہ جولائی جو سب سے عمدہ موسم حیدر آباد

میں ہوتا ہے آنا مناسب ہوگا۔

میں الہ آباد آیا ہوا تھا۔ آج یہاں سے روانہ علیگڈھ ہوتا ہوں۔ والسلام

الہ آباد ۲۷ مارچ ۱۸۹۱ء — خاکسار سید احمد

(۷۹)

مخدومی و مکرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب

آپ کو شاید میں نے لکھ بھیجا ہے کہ حیدر آباد کا جانا جولائی تک ملتوی ہو گیا۔ دس قطعہ اشتہار انعامی خدمت عالی میں مرسل ہیں۔ جن لوگوں کو مناسب سمجھیں تقسیم کر دیں۔ والسلام

علیگڈھ ۲۸ مارچ ۱۸۹۱ء — خاکسار سید احمد

(۸۰)

عزیزی محبی و مکرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب

تمہارا خط شملہ سے آیا۔ اس بات کے معلوم ہونے سے کہ تمہاری طبیعت درست ہوتی جاتی ہے نہایت خوشی ہوئی ہے۔ خدا تعالیٰ تم کو صحیح و تندرست بصحت و قوت کامل زندہ رکھے۔ ہفتہ میں ایک دفعہ اپنی صحت کا خط ضرور لکھ بھیجا کرو تاکہ طمانیت ہوتی رہے۔ ہر وقت تمہاری طرف خیال لگا رہتا ہے۔ والسلام

علیگڈھ ۶ جولائی ۱۸۹۱ء — خاکسار سید احمد

(۸۱)

محبی و مکرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب

آپ کا عنایت نامہ آیا۔ آپ کے مزاج کی صحت سے نہایت خوشی ہوئی۔ زندہ باشی و خوش باشی۔ گرانی سر جاڑا زیادہ آنے سے سب جاتی رہے گی۔ کوئی مقام تردد نہیں ہے اگرچہ میں ڈاکٹر نہیں ہوں۔ مگر میری رائے یہ ہے کہ تم ستمبر و نصف اکتوبر تک تم پہاڑ پر سے مت اترو شملہ پر رہو یا مسوری پر۔ میں سنتا ہوں کہ مسوری (کی) آب و ہوا شملہ سے اچھی ہے۔ تمہارے لیے سب سے عمدہ علاج یہی ہے کہ ہلکی غذا کھاؤ۔ پہاڑ پر رہو اور کسی قدر پیادہ پھر لیا کرو۔ دماغ کو کوئی مذکرو، نہ کتاب پڑھو۔ ایسے کھیل کھیلو جن سے دماغ پر کچھ زور نہ پڑے۔ میں ان دنوں میں الہ آباد آیا ہوا ہوں اور ارادہ یہ ہے کہ بعد عشرہ محرم حیدر آباد جاؤں۔ بہت سے بہت ایک ہفتہ اس سفر میں لگے گا۔ جب میں علیگڈھ آؤں تو تم میرے پاس چلے آؤ۔ یعنی نصف اکتوبر یا شروع نومبر میں تم علیگڈھ آؤ اور کئی ہفتہ تک میرے پاس رہو۔ خدا خیالوں کو پورا کرے اور (میں) تم کو بہت موٹا تازہ تندرست دیکھ کر خوش ہوں۔ والسلام

خاکسار سید احمد

الہ آباد ۲۷ جولائی ۱۸۹۱ء

(۸۲)

مجی و مکرمی مولوی ممتاز علی صاحب

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ گو کہ بعض حالات رنجدہ اُس میں لکھے ہیں۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ اب آپ کو کسی قدر صحت ہے۔ اور نیز خدا نے گھوڑے پر سے گرنے کے صدمہ سے بچا لیا۔

جب مجھے آپ کے دوبارہ بیمار ہونے اور سہارن پور جانے کی خبر ملی تو مجھے نہایت رنج و تردد ہوا۔ زیادہ خیال اس بات کا تھا کہ میں کیا کروں اور کیا لکھوں۔ کسی طرف رائے قرار نہیں پاتی تھی۔ قبل ہو مرض یقین تھا کہ آپ علیگڈھ میں آ کر ایک مدت تک رہیں گے اس یقین نے اور بیماری کے عود کرنے کی خبر نے حیران کر دیا تھا۔ اخیر رائے یہ قرار پائی کہ بعد جلسہ کانفرنس میں ایک دن کے لیے سہارن پور آ کر تم سے ملوں اور اصلی حالات اور تمہاری مرضی اور خوشی دریافت کروں۔ یہ میرے خیالات تھے کہ آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ مولوی سید عبداللہ صاحب سے تو آپ کا دور کا رشتہ ہے۔ مگر مجھ سے اور آپ سے روحانی رشتہ ہے۔ جو تمام رشتوں سے زیادہ اقرب ہے۔ پس جو کچھ مجھ سے آپ کی خدمت تیمارداری ہو سکے گی میں اس کو اُسی طرح ادا کروں گا جو روحانی رشتہ کا مقتضا ہے۔

میرا خیال ہے کہ تم کو کچھ بیماری نہیں ہے۔ دل پر بسبب کمزوری کے کچھ خیالات جم گئے ہیں جو ملول اور افسردہ کرتے ہیں اور طاقت آنے نہیں دیتے۔ اس کا سب سے بڑا علاج دل کا خوش رکھنا ہے۔

امید ہے کہ میرے پاس رہنے سے تمہارا دل خوش رہے گا اور سب توہمات دور ہو جاویں گے۔ میری کوٹھی ظاہرا خوش فضا ہے۔ ہمیشہ دو کمرے عمدہ مع تمام ضروریات متعلقہ کے خالی رہتے ہیں۔ سب چیز تمہارے آرام کی موجود رہتی خانساماں جو ہوشیار آدمی ہے موجود ہے۔ گائے میرے ہاں موجود ہے۔ ہر وقت تازہ دودھ موجود رہے۔ تازہ انڈا موجود ——— رہتا ہے خانساماں نہایت عمدہ سوپ جس قسم کا چاہو بناتا ہے۔ وقت معین پر جیسی مرضی ہو کھانا تیار موجود ملے گا۔ دو وقتہ ہوا خوری کو گاڑی جوڑی موجود ہے کرایہ پر منگانے کی کچھ ضرورت نہیں ہے۔ بعض میرے نہایت دلی دوست خصوصاً مولوی زین العابدین میرے مکان کے نہایت متصل رہتے ہیں۔ آپ اُن سے مل کر نہایت خوش ہوں گے اور آپ کا دل خوش رہے گا۔ مولوی محمد شبلی صاحب بھی اسی طرح قریب رہتے ہیں۔ مدرسہ میرے مکان سے نہایت قریب ہے غرضکہ ہر طرح دل بہلا رہنے کا موقع ہے۔ دو خدمتگاروں کا آپ کے ساتھ آنا مناسب ہے۔ اُن کو اپنی خوراک کا انتظام کرنا ہرگز ضرور نہیں ہے۔ جس طرح میرے خدمتگار رہتے ہیں اُسی طرح وہ بھی رہیں گے۔ غرضکہ آپ علیگڈھ کو بلا تکلف اپنا گھر سمجھیں گے اور کسی قسم کا خیال دل میں نہ لاویں گے۔ میں علیگڈھ میں موجود ہوں یا بسبب ضرورتوں کے الہ آباد یا اور کہیں جاؤں۔ آپ کے آرام اور آسائش اور تمام چیزوں کے مہیا ہونے میں کچھ بھی فرق نہیں ہونے کا۔

یہاں سول سرجن موجود ہے۔ مجھ سے ملاقات بھی ہے۔ چند ہفتہ سے یہاں آیا ہے ظاہرا خوش مزاج بھی ہے۔ اور یقین ہے کہ اپنے فن میں دستگاہ رکھتا ہوگا۔ علاوہ اس کے سنتا ہوں کہ اسسٹنٹ سول سرجن جو یہاں ہے وہ بھی ہوشیار ہے۔

ایک آرام یہ ہے کہ مدرسہ میں ہندوستانی ڈاکٹر ہے اور سب دوائیں موجود رہتی ہیں اور نہایت ہی آسانی سے بلا تکلف دوائیں طلب ہو کر مل سکتی ہیں۔ قیمت اُن کی دے دی جاتی ہے۔ جو مدرسہ میں بحساب شفا خانہ جمع ہو جاتی ہے۔ میں بھی اسی طرح کرتا ہوں۔ اور سوائے بورڈروں کے کالج افسر بھی جب دوا لیتے ہیں اسی طرح کرتے ہیں۔

اس وقت صرف اس قدر دقت ہے کہ بسبب جلسہ کانفرنس اور سالانہ جلسہ ٹرسٹیان کے بہت سے لوگ آنے والے ہیں اور دو انگریز بھی آویں گے۔ جو میری کوٹھی میں دو دن ٹھیریں گے۔ میں بھی اپنی کوٹھی کو چھوڑ دوں گا اور چار پانچ دن مدرسہ کے احاطہ میں ڈیرہ میں رہوں گا۔ پس اگر آپ قبل اختتام جلسہ کانفرنس تشریف لاویں تو چار پانچ دن میرے ساتھ ڈیرہ میں رہنا ہوگا۔ اور بجز ڈیرہ میں رہنے کے آپ کے اور کسی اوقات میں اور غذا میں کچھ فرق نہیں ہونے کا۔ سب بدستور مہیا و موجود ہوگی۔ پس اگر چار پانچ دن ڈیرہ میں رہنے سے آپ اپنی طبیعت پر کچھ حرج نہ تصور فرماویں تو آپ فی الفور یہاں چلے آویں۔ اور اگر ڈیرہ میں رہنا طبیعت پر کچھ حرج ڈالے تو آپ ۳۰ یا ۳۱ دسمبر کو یعنی بعد اختتام جلسہ تشریف لاویں۔ اس وقت تک جو مہمان کوٹھی میں ٹھیریں گے چلے جاویں گے۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ ڈیرہ میں رہنے اور کانفرنس کے جلسہ کے قریب رہنے سے آپ کی طبیعت بہلی رہے گی۔ اگر آدمیوں کی کثرت سے پریشان نہ ہو یا چار پانچ دن ڈیرہ میں رہنے سے کچھ تکلیف نہ ہو تو فی الفور جواب لکھیں۔ والسلام

علیگڈھ ۱۸ دسمبر ۱۸۹۱ء — خاکسار سید احمد

یہ بھی ممکن ہے کہ اگر ڈیرہ میں رہنے سے طبیعت پر کچھ حرج ہو تو چار پانچ دن کے لیے آپ ایک پختہ بورڈنگ ہوس میں جو میرے ڈیرہ کے قریب ہو قیام فرماویں۔ فقط۔

(۸۳)

مجی و مکرمی مولوی محمد ممتاز علی صاحب

میں لکھنؤ سے واپس آ گیا۔ آج آپ کا خط ملا۔ آپ کی لڑکی کی علالت سے افسوس ہوا۔ شکر ہے کہ (اب) آرام ہے امید ہے کہ صحت ہو جاوے گی۔ اور آپ جلد تشریف لاویں گے۔

مولوی شبلی صاحب سے آپ کا سلام کہا۔ انہوں نے سلام کا تو جواب نہیں دیا۔ مگر یہ پوچھا کہ کب آویں گے۔

مولوی زین العابدین اس وقت نہیں ہیں۔ اُن کا سلام امانت ہے۔ والسلام

علیگڈھ ۱۱ مارچ ۱۸۹۲ء — خاکسار سید احمد

(۸۴)

مجی و مکرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب

آپ کو یہ بات معلوم نہیں ہے کہ چند احباب نے باہم مل کر یہ ارادہ کیا ہے کہ بعض کتابیں جو اُن کے نزدیک اس زمانہ رواج علوم جدیدہ میں اسلام کے مناسب ہیں اور جن سے انگریزی تعلیم یافتہ مسلمانوں کو فائدہ پہنچے گا۔ انگریزی میں ترجمہ ہو کر

شل دستور مشنریوں کے شائع ہوں اور بعض کتابیں انگریزی سے اردو میں ترجمہ ہو کر شائع ہوں اس کمیٹی احباب کا میں بھی ممبر ہوں اور اُس کے اخراجات کا باہم کچھ بندوبست ہے۔

میں تو اس بات کو مناسب سمجھتا ہوں کہ بالفعل تم اس کمیٹی کا کام کرو۔ پچاس ساٹھ روپیہ مہینہ تم کو مل سکے گا۔ اور بدستور تم میرے ساتھ جس طرح اب رہتے ہو رہو گے۔ کوئی تکلیف اور کوئی خرچ زائد تم پر نہ پڑے گا۔ اگر بالفرض الہ آباد میں گورنمنٹ دفتر مترجمی مل جاوے۔ بہ نسبت اُس کے یہاں تم کو زیادہ آرام رہے گا۔ کام بھی ذلت سے وقت (جیسی) اپنی خوشی ہو کر سکو گے۔ صحت بھی تمہاری درست رہے گی۔ اور جب تمہاری صحت یقینی کے طور پر بالکل درست رہے اور تم کو خواہش سرکاری ملازمت کی (بھی) ہو تو میں جہاں تک مجھ سے ممکن ہے اس میں کوشش کروں گا کہ ہائی کورٹ الہ آباد میں مترجمی یا ثل خوانی مل جاوے۔ جس میں چند سال کام کرنے کے بعد منصف بھی ہو سکتے ہو۔

یہ سب باتیں میں نے اس لیے لکھی ہیں کہ اگر تم اس تجویز کو پسند کرو تو یہ رقعہ تم اپنے والد کے پاس بھیج دو۔ اور ان کی مرضی اور رائے سے لو۔ والسلام

۲۳ اپریل ۱۸۹۲ء — خاکسار سید احمد

(۸۵)

مجی و مکرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب

بعد انتظار بسیار آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ آپ کی خیر و عافیت سے خوشی ہوئی ایسی کمیٹی جس کا ذکر ہوا۔ گورنمنٹ نظام کی طرف سے قائم نہیں ہو سکتی۔ باقی رہی احباب حیدر آباد کی شرکت۔ وہ اس سے بھی زیادہ غیر مستقل ہو گی جتنی کہ یہاں کے احباب کی شرکت سے ہے۔

میں نے وہ امر صرف اس خیال سے پیش کیا تھا کہ سردست خالی بیٹھے رہنے سے کچھ مشغلہ ہو جاوے کیونکہ خالی بیٹھے رہنا میرے نزدیک تمہارے لیے مفید نہیں ہے۔ بہرحال شملہ (کی) آب و ہوا بلاشبہ تم کو مفید ہو گی۔ مولوی الطاف حسین غالباً شملہ پہنچ گئے ہوں گے۔ میرے نام تو اُن کا کوئی خط نہیں آیا۔ انبالہ سے تمہارے نام ایک کارڈ آیا تھا وہ میں نے دیوبند فارورڈ کر دیا تھا اور نیز چند منی آرڈر۔ تعجب ہے کہ آپ کے پاس نہیں پہنچا۔

مولوی شبلی کے پاس سے کوئی خط نہیں آیا۔

عزیزی زبیر کا حال بدستور ہے۔ نہ کمی ہے نہ زیادتی۔ وہ عنقریب نینی تال جانے والا ہے۔

آپ کی تحریر کے مطابق خطبات احمدیہ کی جلد مرسل ہے۔ مگر تعجب ہے کہ میری ناپاک کتاب اُس مقدس کتب خانہ میں کیونکر رکھی جاوے گی۔

امید ہے کہ آپ اپنے حالات سے مطلع فرماویں گے۔ والسلام

علیگڈھ ۹ مئی ۱۸۹۲ء — خاکسار سید احمد

(۸۶)

مجبی و مکرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب

جب تم علیگڈھ میں ہمارے پاس نہ رہے اور شملہ چلے گئے تو پھر کیوں ہمارا حال پوچھتے ہو۔ ہم بھی نہیں بتلاتے۔ مولوی زین العابدین اور کیتان صاحب کو کچھ لکھنا ہو تو خود اُن کو لکھو ہم تمہارا پیغام کسی تک نہ پہنچاویں گے۔ جب ہماری تمہاری کُٹی ہوگئی تو پھر کیا رہا۔ والسلام

علیگڈھ ۲۵؍جون ۱۸۹۲ء　　　　خاکسار سید احمد

(۸۷)

مجبی و مکرم مولوی ممتاز علی

میں الہ آباد میں ہوں۔ دو ایک روز میں علیگڈھ جاؤں گا۔ آپ کا خط یہاں پہنچا۔ آپ کی خیر و عافیت سے دل خوش ہوا۔ خدا کرے کہ صاحب ڈپٹی کمشنر آپ کی مرضی کے لائق کوئی عہدہ دے دیں۔ خالی اور بے کام رہنے سے طبیعت کلفت ہو جاتی ہے

افسوس ہے کہ محمد زبیر کا انتقال ہو گیا جس کا سخت صدمہ حاجی اسمٰعیل خاں کو ہوا ہے۔

سید حامد دہلی گئے۔ زین العابدین کی طبیعت کسی قدر میں نے سنا کہ علیل ہو گئی ہے۔

ان دنوں میں کوئی خاص شغل میرے ہاتھ میں نہیں ہے۔ یوں ہی اوقات ضائع ہوتی ہے۔ اپنے حالات اور اپنی خیریت مزاج سے برابر مطلع کرتے رہو کہ تعلق خاطر رہتا ہے۔ والسلام

الہ آباد ۱۰؍اگست ۱۸۹۲ء　　　　خاکسار سید احمد

(۸۸)

مجبی و مکرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ زمینداری کا جو کام (لمتم) کرنا چاہتے ہو اُس میں میری رائے آپ کے والد کی رائے سے متفق ہے۔ تمہاری طبیعت۔ تمہارے قوا۔ تمہاری نیکی و سچائی اس کام کے مناسب نہیں ہے۔ جس قدر بکھیڑے و مشکلات زمینداری کے کام میں (پیش) آ جاتے ہیں وہ اُسی وقت معلوم ہوتے ہیں جب کام کیا جاتا ہے۔ پہلے سے اندازہ نہیں ہو سکتا۔ کارندہ پر کام چھوڑنا خود کام کو خراب کرنا ہے۔ کارندوں کی بد دیانتی کا علاج نہایت مشکل ہے۔ ہاں اس میں کچھ شک نہیں کہ دو ہزار پانسو بیگہ زمین اس قدر ہے کہ کسی حال میں وہ رہے شاید اُس کی آمدنی گذارہ کے لیے کافی ہو مگر کسی قدر تنگی سے۔ مطالعہ کتب کا بھی موقع مل سکتا ہے مگر زمین کی آمدنی پر بھروسا نہیں ہو سکتا۔

نوکری ایسی چیز ہے جس کی آمدنی معین ہے۔ مگر الہ آباد کی نوکری سے جو فرض کرو کہ سو روپیہ تک ہو جاوے گی میری دانست میں نہایت مشکل سے گذارہ ہوگا۔ اگر معہ اہل خانہ الہ آباد میں رہے تو اور بھی مشکل ہوگی۔ مکان کا کرایہ جو وہاں بہت گراں ہے۔ سواری کا خرچ۔ اپنا دُکھ کا خرچ۔ ان سب اخراجات کو کافی نہیں ہونے کا تمہارے خط پر جہاں میں نے سرخ حلقہ کر دیا ہے

اُس سے مجھ کو کلی اتفاق ہے۔ ایسے امورات میں جو تم نے پوچھیں ہیں خود تمھاری رائے کو حق کو تھا۔ دل قبول کرے سب سے زیادہ وقعت ہونی چاہیئے۔ پس دو نوں امر کی بھلائی بُرائی (میں نے) تمھارے سامنے پیش کی ہے۔ مگر تصفیہ وہ کرو جو حقیقت (میں) تمھارا دل چاہتا ہو۔ کیوں کہ تم کو اپنے دل سے کام پڑے گا نہ دوسرے کے خیال سے۔ والسلام

علیگڑھ ۲۵ راگست ۱۸۹۱ء ——— خاکسار سید احمد

(۸۹)

مجی و مکرمی مولوی محمد ممتاز علی صاحب

میں بریلی گیا ہوا تھا۔ بسبب اجلاس کونسل۔ وہاں سے فارغ ہو کر الٰہ آباد آیا اور دو تین دن میں علیگڈھ جاؤں گا اور وہاں پہنچ کر تم کو علی گڈھ میں بلاؤں گا۔ بعض ضروری اصلاح کے لیے اور اُسی وقت حیدرآباد دیکھوں گا۔ بعض اسباب سے ابھی تک کھنا مناسب نہیں سمجھا۔ کونسل میں ہر دفعہ جانے سے تکلیف ہوتی تھی۔ خرچ زائد پڑ جاتا تھا۔ اور مصیبت بھی اور کسی قدر کالج کے کاموں (میں) ہرج پڑتا تھا۔ اس لیے میں نے کونسل کی ممبری سے استعفا دے دیا۔

سکوت علمائے دیو بند کا اُس تفسیر پر غنیمت ہے۔ جب آپ علیگڈھ آویں گے آپ کو اختیار ہوگا کہ تفسیر کی جلدیں دیو بند بھیج دیں مجھے کچھ عذر نہ ہوگا۔

سید محمود کا خیال زمانہ رخصت میں ولایت جانے کا ہے۔ مگر ابھی پختہ طور پر کوئی امر طے نہیں ہوا ہے۔ راس صاحب اُن کے بڑے دوست ہیں۔ صرف اُن سے ملنے کو جانا اور ہفتہ ڈیڑھ ہفتہ اُن کے پاس رہنا چاہتے ہیں۔ اس کے سوا اور کوئی مقصد ولایت جانے سے نہیں ہے۔ والسلام

الٰہ آباد۔ ۶ راپریل ۱۸۹۳ء ——— خاکسار سید احمد

(۹۰)

مخدومی مکرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب

ممبر مینجنگ کمیٹی محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس

میں آپ کی خدمت میں روئداد مطبوعہ محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس روانہ کرتا ہوں۔ اُس کے آخر میں قواعد کارروائی کانفرنس کے بھی مطبوعہ موجود ہیں۔ اُس کی دفعہ دو سے معلوم ہوگا کہ ہر سال ایک کمیٹی مقرر کی جاتی ہے جو آئندہ اجلاس کے لیے متعدد کارروائیاں کرتی ہے۔ منجملہ اُن کے کارروائیوں کے اسی کمیٹی کی رائے پر منحصر ہے کہ اس بات کو تجویز کرے کہ آئندہ اجلاس کانفرنس کا کس مقام پر ہو۔ پس آپ مہربانی سے بمشورہ دیگر ممبران مینجنگ کمیٹی مذکور اور نیز بمشورہ اُس مقام کے رئیسوں کے جہاں آپ کے نزدیک اجلاس کا ہونا مناسب ہو جس قدر جلد ممکن ہو مجھ کو اس بات سے اطلاع دیجئے کہ آپ کی رائے میں آئندہ اجلاس کانفرنس کا کس شہر میں ہونا مناسب ہے۔ والسلام

علیگڈھ، ۱۰ رمئی ۱۸۹۳ء ——— خاکسار سید احمد
سکرٹری محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس۔

(۹۱)

مخدومی و مکرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب

مدت دراز کے بعد آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ آپ کی خیریت اور صحت سے خوشی ہوئی۔ میں بھی فضل الٰہی سے اچھا ہوں سال بہ کاروبار مدرسہ کے سبب ان دنوں کام کی بہت کثرت ہے۔ سید محمود بھی خدا کی عنایت سے اچھی طرح صحیح و تندرست ہیں۔ مولانا حالی بھی یہاں تشریف رکھتے ہیں۔ مولوی مہدی علی صاحب بھی یہاں رونق افروز ہیں۔ آپ بھی چند روز کو تشریف لائیے تو بہتر ہے۔ والسلام

علیگڈھ ۲۰ اگست ۱۸۹۳ء

خاکسار سید احمد

(۹۲)

مخدومی و مکرمی مولوی محمد ممتاز علی صاحب

آپ کا محبت نامہ پہنچا، آپ کی خیر و عافیت سے خوشی ہوئی۔ خانہ نشینی بھی جس کا دوسرا نام قناعت ہے اگر ہو سکے تو اس سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے بشرطیکہ انسان خالی خولی بے فائدہ عمر نہ گنوائے۔ بہتری قوم کی نسبت جو کام اُس سے ہو سکے وہ کرتا رہے۔ پس اب فرمائیے کہ اگر خانہ نشینی اختیار کی ہے تو قومی بھلائی کا کیا کام اختیار کیا ہے۔

ان دنوں میں میں نے بھی کچھ نہیں کیا۔ ابن حزم پر ریویو بھی ناتمام رہا۔ اُس کے مسودے خدا جانے کہاں رکھ دیئے ہیں جو دستیاب نہیں ہوتے۔

سید محمود کی طبیعت فضل الٰہی سے بالکل اچھی ہے۔ مولوی زین العابدین کا حال بدستور ہے۔ نہ ساون ہرے نہ بھادوں سوکھے۔

مولانا حالی اب تک علیگڈھ میں ہیں۔

نئی بات یہ ہے کہ حاجی محمد اسمٰعیل خاں صاحب نے جو میری بیف (لائف) منشی سراج الدین سے لکھوائی تھی۔ وہ مسودہ اُنہوں نے مولوی الطاف حسین صاحب کو دے دیا۔ اب مولوی الطاف حسین بطور خود میری بیف (لائف) لکھیں گے اور خود ہی چھپوائیں گے اور جو چاہیں گے کریں گے۔ میں بھی اس پر راضی ہو گیا ہوں کہ مولوی الطاف حسین جو لکھیں چھاپی جاوے الا مولوی سراج الدین نے جو کچھ لکھا تھا وہ چھاپہ ہونے کے قابل نہ تھا۔ بعض واقعات اُس میں صحیح نہ تھے اور طرز بیان درست نہ تھا۔ بیف (لائف) ایک مدح نامہ نہیں ہوتی بلکہ ایسی ہونی چاہیئے کہ اُس شخص کی بھلائی بُرائی سب کا نمونہ ہو اور الفاظ مدح و ذم اُس سے زائد معنوں پر دلالت کرنے والے نہ ہوں جو درحقیقت اُس میں ہو۔ میری نسبت لکھ دینا کہ بہت ذی علم و فاضل اکمل ہیں کیسی غلط بات ہے۔

آپ سے ملنے کو نہایت دل چاہتا ہے۔ جس وقت موقع ہو ضرور تشریف لائیے۔ والسلام

علیگڈھ ۲۲ ستمبر ۱۸۹۳ء

خاکسار سید احمد

(۹۳)

عزیزی و مکرمی

دو ہفتے سے میری طبیعت بھی علیل ہے۔ مگر اب افاقہ ہے۔ کسی قدر شکست اور مضمحل ہے۔ میں نے سنا کہ آپ کی طبیعت بھی علیل ہو گئی تھی۔ شکر ہے آپ کو اب صحت ہے۔ آپ کی ملاقات کی توقع رہتی ہے مگر افسوس ہے جو ایسے امور ہوئے کہ اب تک ملاقات نہیں ہوئی۔ امید ہے کہ جلد تر ملاقات ہوگی والسلام

علیگڑھ ۲۳؍ اکتوبر ۱۸۹۳ء   خاکسار سید احمد

(۹۴)

مخدومی مکرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب

آپ کا خط ماتم زدہ پہنچا، جس کو پڑھ کر نہایت سخت افسوس ہوا۔ آپ کے بھائی کا انتقال بلاشبہ سخت صدمہ ہے جس کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ خصوصاً آپ کے والد ماجد کو اس پیرانہ سالی میں ایسا صدمہ عظیم ہے جو برداشت ہی نہیں ہو سکتا۔ مگر ایسے مواقع پر بجز صبر کے اور کیا علاج ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

اس صدمہ جانکاہ سے آپ کا اجلاس کانفرنس میں نہ شریک ہونا نہایت افسوس ہے آپ کا رزولیوشن کاٹ دیا گیا۔ لیکن وہاں بیٹھے رہنے اور ہر دم رنج میں پڑے رہنے سے کیا فائدہ ہے؟ والسلام

علیگڑھ ۱۸؍ دسمبر ۱۸۹۳ء   خاکسار سید احمد

(۹۵)

مجی و مکرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب

آپ کا عنایت (نامہ) اور سو روپیہ عطیہ جو مسجد کی تعمیر میں صرف ہوں گے (پہنچا) مسجد کی تعمیر شروع ہے اور کام تعمیر جاری ہے۔ اس بات کے معلوم ہونے سے کہ آپ بھی ہمارے ساتھ پنجاب تشریف لے جائیں گے۔ نہایت خوشی ہوئی ہے۔ اخبار سے آپ کو ہماری روانگی کا حال بخوبی معلوم ہو گیا ہے۔ پس آپ فرمایئے کہ آپ یہاں آویں گے اور ہمارے ساتھ چلیں گے یا کسی اسٹیشن سے ساتھ ہوویں گے اور کس اسٹیشن سے۔ والسلام

۲؍ مارچ ۱۸۹۴ء   خاکسار سید احمد۔ علیگڑھ

(۹۶)

بنام سرسید

قبلہ و کعبہ من   بعد آداب آنکہ

میں حسب الارشاد علیگڑھ میں حاضر خدمت ہوں گا۔ ۱۳؍ کو یا ۱۴؍ کو بہر حال بذریعہ نیاز نامہ اس تاریخ سے اطلاع دوں گا۔ مستقل ارادہ یہی ہے کہ ۱۳؍ اپریل تک خدمت میں پہنچ جاؤں۔

تہذیب الاخلاق کے نمبر اول میں اگر گنجائش ہو تو ایک مضمون بھیجوں۔ جواب سے مطلع فرمائیے۔ والسلام مع الاکرام

۱۰ اپریل ۱۸۹۴ء — خاکسار ممتاز علی

بنام مولوی ممتاز علی

(۹۷)

مجبی و مکرمی

نہایت خوشی ہے کہ آپ ۱۲ تک ضرور یہاں آجاویں گے۔ تہذیب الاخلاق کے نمبر اول میں جگہ نہیں رہی۔ آپ مضمون ضرور بھیجیں۔ آئندہ نمبر میں مندرج ہوگا۔ والسلام

علیگڑھ ۲ اپریل ۱۸۹۴ء — خاکسار سید احمد

(۹۸)

مجبی و مکرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب

آپ کا عنایت نامہ در نوٹ تعدادی پینتیس ۳۵ روپے پہنچے اور وہ روپیہ حسب تفصیل ذیل جمع کیا گیا۔

بابت اخراجات سفر پنجاب	پندرہ روپے پانچ آنے
بابت چندہ تہذیب الاخلاق	اٹھارہ روپے
چندہ تعمیر مسجد	ایک روپیہ گیارہ آنے

اب سے آپ کا آنا اور نہ آنا دونوں برابر ہوگئے۔ اول تو علیگڑھ میں کوئی موقع بات چیت کا آپ سے نہیں ملا۔ بعد اس کے تمام وقت پنجاب کے سفر میں صرف ہوا۔ اور دفعتاً آپ کا پنجاب سے آنا ہوا۔ پس میں چاہتا ہوں کہ آپ جون کے ماہ میں جبکہ بارش ہو جاوے اور موسم ٹھنڈا ہو جاوے، تو آویں اور چند روز رہیں تاکہ طمانیت سے بات چیت ہو۔ خدا کا شکر ہے کہ آپ کے صاحبزادے کی طبیعت اچھی ہوگئی۔ والسلام

خاکسار

۱۱ مئی ۱۸۹۴ء — سید احمد۔ علیگڈھ

(۹۹)

مجبی و مکرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب

آپ اطلاع فرمائیے کہ آپ کس دن یہاں پہنچیں گے۔ کانفرنس کے اجلاس میں آپ کا تشریف لانا ضرور ہے۔ گو کہ آپ کے کسی کاربار کا حرج ہو۔ مگر تشریف آوری نہایت ضرور ہے۔ والسلام

۲۰ دسمبر ۱۸۹۴ء — خاکسار سید احمد۔ علیگڈھ

(۱۰۰)

مجبی و مکرمی مولوی ممتاز علی صاحب

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ تفسیر کا کام ابھی تک شروع نہیں ہوا۔ رپورٹ سال تمام و بحث مرتب کر چکنے کے بعد شروع

کروں گا۔ جو مضامین تفسیر کے آپ نے پسند کیے۔ وہ باعث میرے اعزاز کا ہے۔ حیدر آباد کی جو خبریں آپ نے سنی ہیں سب غلط ہیں۔ میں صرف نواب سالار جنگ کی ملاقات کو گیا تھا اور چلا آیا ۲۵۰ روپیہ ماہانہ کالج کا جو اضافہ ہوا تھا اُس کی منظوری حضور نظام سے ابھی تک نہیں پہنچی تھی۔ میرے جانے پر اُس کی منظوری ہو گئی۔ و دیگر ہیچ۔

تصانیف احمدیہ سال تصنیف کی ترتیب سے چھپی ہیں۔ رسالہ طعام اہل کتاب چھپ رہا ہے اس کے بعد تصانیف احمدیہ چھپنی شروع ہوگی۔

اس سفر میں مجھ کو بہت تکلیف ہوئی۔ میں بیمار ہو گیا تھا۔ ابھی تک ایک قسمہ تکان یا بیماری کا باقی ہے۔ بڑا فکر یہ ہے کہ سنٹرل ہال کا چندہ پورا ہونے کے ۲۸ نام باقی ہیں۔ اُس کا پورا ہونا نہایت مشکل معلوم ہوتا ہے۔ دن رات یہی فکر ہے۔ دو یورپین پروفیسر کالج کے لیے کیمبرج سے بلائے گئے ہیں۔ امید ہے کہ یکم اکتوبر تک آجاویں گے یہ بھی امید ہے کہ آپ بفضلہ صحیح و تندرست اور ہم نیازمندوں کے حال پر مہربان ہیں۔ والسلام

۱۰ اگست ۱۸۹۵ء علیگڑھ
خاکسار سید احمد

(۱۰۱)

مجی و مکرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب

چند روز ہوئے آپ کا عنایت نامہ پہنچا تھا۔ میں حسابات دیکھنے اور جانچنے میں مصروف تھا۔ اس لیے تحریر جواب میں توقف ہوا۔ آپ کی اہل خانہ کی علالت سے نہایت افسوس ہے۔ بخار نے طوالت پکڑ لی ہے۔ خدا تعالیٰ صحت کامل عطا فرماوے۔ زبیر مرحوم کی حالت دوسری تھی اس کا بخار ماؤف ہو گیا تھا۔ آپ کے اہل خانہ کی حالت دوسری ہے۔ اُن کو تپ کہنہ ہے۔ خدا چاہے تو جاتی رہے گی۔ شام بہاری لال (نے) جو بسبب جعل سازی تصرف کیا۔ وہ زر کثیر کا ہے۔ میں اُس کی رپورٹ تیار کر رہا ہوں۔ آپ کے گھر میں آرام ہو جاوے۔ تب دو ایک روز کے لیے یہاں تشریف لاویں۔ تب مفصل حالات سنیئے گا۔ والسلام

علیگڑھ ۲۸ ستمبر ۱۸۹۵ء
خاکسار سید احمد

(۱۰۲)

مجی و مکرمی مولوی ممتاز علی صاحب

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۲۵ جنوری پہنچا۔ آپ کے اہل خانہ کے انتقال سے نہایت افسوس ہوا اور کچھ شک نہیں کہ آپ کے دل کو بہت صدمہ پہنچا ہو گا۔ جس کے ساتھ میں بھی ہمدردی کرتا ہوں۔ مگر تقدیر الٰہی سے کچھ چارہ نہیں صغیر السن بچوں کی ایسی حالت میں پرورش نہایت مشکل ہوتی ہے۔ مگر خدا کوئی نہ کوئی تدبیر نکال دیتا ہے۔ مگر تم اگر اس غم میں زیادہ پڑے رہوگے تو تمھاری صحت کو نہایت صدمہ پہنچے گا۔ پہلے ہی سے تمھاری طبیعت کی ایسی حالت ہے کہ اُس کی حفاظت اور نگرانی مشکل ہوتی ہے اور اگر اس غم میں تم پڑے رہے تو لا علاج امر ہو جاوے گا۔ جو خدا کی مرضی ہے اُس پر آدمی کو صبر کرنا

لازم ہے اور جو شخص صبر نہیں کرتا وہ تقدیر سے تو لڑ نہیں سکتا۔ پھر ہار کر صبر کرنا پڑتا ہے، بہرحال خدا تعالیٰ تم کو صبر اور رجوع کرنے کی طاقت دے۔

میری طبیعت بھی بعد مراجعت شاہجہان پور علیل ہو گئی تھی۔ مگر اب فضلِ الٰہی سے اچھی طرح اور قریب صحت ہے۔ والسلام

خاکسار سید احمد

علیگڈھ ۲۷ جنوری ۱۸۹۶ء

(۱۰۳)

محبی و مکرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ درحقیقت بیوی کا انتقال ہو جانا درحالیکہ چھوٹے بچے ہوں اور اُن کی پرورش کرنی پڑے۔ انسان کے لیے سخت مشکل ہے۔ خدا تمام مشکلات میں تمہاری مدد کرے۔ اُس کے انتظام کی دو صورتیں جو تم نے لکھی ہیں اس میں سے پہلی صورت کا تصفیہ خود آپ ہی کو کرنا چاہیے۔ کیونکہ وہ ایسے تعلقات پر مبنی ہے جس کا تصفیہ دوسرا شخص نہیں کر سکتا۔ دوسرا امر کہ انّا وغیرہ رکھ کر بچوں کی پرورش کی جاوے۔ شاید قصبات میں معیوب ہو۔ مگر شہروں میں کوئی معیوب نہیں ہے۔ مگر انّا وغیرہ سے اس طرح پر پرورش نہیں ہو سکتی جس طرح کوئی عزیز قریب پرورش کر سکتا ہے۔ مجھے اس میں بھی کلام ہے کہ زوجۂ ثانی بھی زوجہ اول کی اولاد کو مثل اپنی اولاد کے پرورش کرے۔ غرضکہ ہر طرح پر مشکل ہے اور بعد غور کامل تمام حالات کے جو خدا دل میں ڈالے۔ اُس طرح عمل کرنا چاہیے۔ تعجب ہے کہ تفسیر جلد پنجم آپ کے پاس نہیں پہنچی۔ اس بات سے اطلاع فرمائیے کہ اور جلدیں جو آپ کے پاس پہنچی ہیں وہ مجلد ہیں یا غیر مجلد اور امید ہے کہ جلد ششم آپ کے پاس پہنچ گئی ہو گی۔ آپ نے اخیر خط میں لکھا ہے کہ جلد تفسیر بھیجی جائے۔ مگر مجھ کو شبہ ہے کہ آپ نے بجائے جلد ششم کے جلد پنجم لکھ دی ہے۔ اب کرر ارقام فرمائیے کہ جلد ششم آپ کے پاس پہنچ گئی یا نہیں اور درحقیقت جلد پنجم ہی آپ نے مانگی ہے۔

آپ کی ملاقات کو بے انتہا دل چاہتا ہے مگر آپ نہایت جھمیلے میں پھنس گئے ہیں۔ والسلام

خاکسار سید احمد

علیگڈھ ۱۶ اپریل ۱۸۹۶ء

(۱۰۴)

محبی و مکرمی مولوی سید ممتاز علی صاحب

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۱۰ اپریل پہنچا۔ آج دفتری بسبب کسی بیماری کے نہیں آیا۔ وہ آوے تو جس قدر جلدیں آپ کے پاس تفسیر کی نہیں ہیں وہ سب روانہ کر دوں گا۔

پرچہ تہذیب الاخلاق کو جاری ہوئے تیسرا برس ہے۔ اس کا سال یکم شوال سے شروع ہوتا ہے، اس سال کے دو پرچے اور رسالہ مولوی کرامت حسین صاحب کا ویلیو پے ایبل آپ کی خدمت میں روانہ کیا ہے۔ تہذیب الاخلاق کا ایک سال کا چندہ ویلیو پے ایبل میں شامل ہے۔ تہذیب الاخلاق کے پرچے پچھلے دو سال کے بترتیب موجود ہیں۔ اگر آپ چاہیں گے تو وہ بھی مل سکیں گے

آپ نے بسبب مکروہات زمانہ علمی امور سے بالکل کنارہ کشی کر لی ہے۔ اور اس سبب سے آپ کو معلوم نہیں کہ تفسیر کی جلد ششم بھی چھپ کر تیار ہو گئی ہے۔ اور جلد ہفتم کا مسودہ بھی تیار ہے۔ مکروہاتِ زمانہ ہر شخص کو پیش آتے ہیں۔ اُن کو برداشت کرنا چاہیئے اور جو علمی اور قومی کام ہیں۔ اُن سے دست بردار نہیں ہونا چاہیے۔ والسلام

علیگڈھ ۲۰ اپریل ۱۸۹۶ء — خاکسار سید احمد

(۱۰۵)

مجی و مشفقی

اسی وقت آپ کا عنایت نامہ پایا۔ جو امر آپ نے لکھا ہے یعنی بالعرض ناکامی امتحان انٹرنس میں۔ یہ امر فی نفسہ تو ولایت جانے کے لیے اور وہاں تعلیم پانے کے لیے حارج نہیں ہے۔ مگر میں جو آپ کا ولایت جانا چاہتا ہوں اور صلاح دیتا ہوں۔ وہ دوسرے امر پر مبنی ہے۔ انڈین سول سروس کے قواعد آپ نے دیکھیے۔ ہم اُس میں اس قدر اور اضافہ چاہتے ہیں کہ جو ان کم عمر لڑکا ولایت میں جا کر اپنی تعلیم کی تکمیل بغرض حصول عہدہ انڈین سول سروس کرنا چاہے تو گورنمنٹ اُس سے وعدہ کرے (کہ) بعد واپسی انگلینڈ و تحصیل علم اُس کو عہدہ انڈین سول سروس دیا جاوے گا۔

اس میں نہایت بحث ہے کہ گورنمنٹ ایسا وعدہ کرسکتی یا نہیں۔ یہاں کے احباب سے گفتگو کے بعد یہ ٹھیرا کہ لفٹننٹ گورنر اگر ایسا وعدہ کرنا چاہیں (تو) قواعد انڈین سول سروس (میں) کوئی ایسا امر نہیں ہے جو مانع ہو لفٹننٹ گورنروں کو بلاشبہ خیال ہے کہ ایسا وعدہ وہ کر سکتے ہیں یا نہیں۔ جب تک کہ اس امر کی نسبت کوئی معاملہ نہ پیش ہو طے نہیں ہو سکتا۔ اس امر کی بھی ایک درخواست حمید اللہ خاں کی روانہ ہوئی ہے کہ میں ولایت جا کر اپنی تعلیم کامل کرنی چاہتا ہوں۔ مجھ سے وعدہ ہو کہ بعد واپسی عہدہ انڈین سول سروس دیا جاوے گا اور ایک درخواست حبیب اللہ برادر زادہ مولوی فرید الدین خان بہادر کی اسی مضمون کی بھجوائی ہے۔ اگر لفٹننٹ گورنر بہادر ان درخواستوں کو اس بنا پہ

(خط نامکمل ہے باقی حصہ دستیاب نہیں ہوا)

---

(۱۰۶)

بنام نواب محسن الملک

ڈوڈرسال - ۹ - بالی گنج - کلکتہ

عزیزم و مکرم من

عنایت نامہ پہنچا۔ ترقی تنخواہ خدا مبارک کرے۔ بڑھتی دولت ہو۔ آپ کی بڑھتی دولت ہونے میں تین خوشیاں ہوتی ہیں۔ ایک آپ کی ذات کے خیال سے۔ دوسرے ایسے عزیز دوست یگانہ کے خیال سے۔ تیسرے مدرسۃ العلوم کی بڑھتی دولت ہونے سے۔ یہ تینوں مبارک (بادیاں) آپ کو اور خود اپنے آپ کو اور اپنی قوم کو۔ اگرکم بخت سمجھے دیتا ہوں۔

خدا قبول کرے۔

میں ایک قانون خاص مسلمانوں کے فائدے کے لیے بنا رہا ہوں اور دیگر ممبران کونسل کو اپنے ساتھ شریک کرنا چاہتا ہوں۔ اگر وہ منظور ہو گیا تو مسلمانوں کے لیے ایک رحمت ہوگا۔

آپ کی رخصت کی وسعت کافی ہو گئی۔ امید ہے کہ قبل روانگی اور بھی خط آوے گا۔ میں بھی آپ کا جلد جانا چاہتا ہوں۔ شاید نواب بشیر الدولہ بہادر نقشہ دیکھ کر کچھ اور مدد کریں۔ والسلام

کلکتہ - ۱۱ جنوری ۱۸۷۵ء　　　　خاکسار سید احمد

میرے (پاس) آئندہ سے جو خط بھیجا جاوے اس پتہ و نشان سے بھیجا جاوے جو عنوان خط پر چھپا ہوا ہے فقط

(۱۰۷)

Doder Hall
19, Baliganj
Calcutta

عزیز و کرم من

عنایت نامہ پہنچا۔ اگر آپ یہاں تشریف لاویں تو نہایت خوشی ہو گی۔ مکان بدل لیا گیا ہے اور آپ کے رہنے کی ہمارے دل میں اور ہماری آنکھوں میں جگہ ہے۔ جے منتہ آپ چاہیں ٹھہریں۔ ہمارے مکان کا پتہ اوپر لکھا ہوا ہے۔

کلکتہ - دودر ہال ۱۹
بالی گنج

آپ کا مشتاق
سید احمد
۳ جنوری ۱۸۷۹ء

(۱۰۸)

عزیزی و مکرمی

کاغذات واپس ہیں۔ نوٹوں کا امانت رہنے دینا مناسب ہے۔ واپسی مناسب نہیں۔ تحریرات سابق کا انتظار چاہیے۔

آج کے خط میں میں نے مولوی مہدی علی صاحب کو نصف نوٹوں کی آپ کے پاس آنے کی اطلاع دی ہے۔ اور یہ بھی لکھ دیا ہے کہ جب تک آپ کی درخواست عذرداری پر کوئی تجویز ہو۔ اُس وقت تک نوٹ امانت رہیں گے اور نواب معزالدولہ بہادر کو جواب بھی دیا جاوے گا۔ تاکہ تصفیہ اُس درخواست کے متعلق قریب ہو۔ والسلام

شملہ پارک ہوٹل شملہ ۲۲ مئی ۱۸۷۹ء　　　　خاکسار سید احمد

(۱۰۹)

عزیزی مکرمی نواب وقار الملک بہادر

تمہارے انگریزی رسالہ "مذہبی تعلیم" کے دو نسخے صاحب کلکٹر طلب فرماتے ہیں امید کہ فی الفور دو نسخے

میرے پاس بھیج دیئے جاویں۔ والسلام

علیگڈھ یکم اگست ۱۸۹۴ء ——— خاکسار سید احمد

(۱۱۰)

عزیزی و مکرمی نواب وقار الملک بہادر

روئداد اجلاس سال گذشتہ بجٹ میٹنگ کنفرم ہوگئی۔ جو ممبر کہ اجلاس میں موجود نہیں ہوتے اُن کو روئداد کے کنفرم ہونے پر رائے دینے کا کچھ اختیار نہیں ہے، صرف ممبران موجودہ اجلاس کی رائے سے کنفرم ہوتی ہے۔ آپ نے جو یہ تحریر فرمایا ہے کہ وہ روئداد ٹھیک طور پر مرتب نہیں ہوئی تھی۔ یہ آپ کی رائے صحیح نہیں ہے۔ اس پر بحث کرنا ایک نہایت طول طویل بات ہے۔ اگر آپ سے کبھی ملاقات ہوگی تو زبانی آپ کو سمجھا دوں گا کہ آپ کی رائے میں غلطی ہے۔ والسلام

علیگڈھ ۱۱ / مارچ ۱۸۹۵ء ——— خاکسار سید احمد

(۱۱۱)

مخدومی مکرمی نواب وقار الملک مولوی محمد مشتاق حسین صاحب ٹرسٹی

میں آپ کی خدمت میں اپنی تجویز جس میں اس بات کی ضرورت ظاہر کی گئی ہے کہ ٹرسٹیوں کے خالی عہدے فی الفور حسب اختیار دفعہ ۴۰ ا قانون ٹرسٹیان کے معمور کر دیئے جاویں بھیجتا ہوں۔ اس میں اُن لوگوں کے نام بھی مندرج ہیں جن کو میں نے حسب اختیار دفعہ ۱۴۰ مقرر کیا ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ آپ اُن لوگوں کو جن کو میں نے مقرر کیا ہے پسند کرتے ہیں۔ امید ہے کہ اس کے جواب سے آپ مجھ کو معزز فرماویں گے والسلام

۲۲ / جنوری ۱۸۹۷ء ——— سید احمد

بیف (لائف) آنریری سکرٹری ٹرسٹیان مدرسۃ العلوم علیگڈھ

(۱۱۲)

عزیزی و مکرمی نواب وقار الملک

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۲۳ / جون اور نصف قطعہ نوٹ تعدادی پچاس روپیہ کا پہنچا۔ نصف ثانی بھی عنایت ہو۔ باقی حالات جو آپ نے دریافت کیے ہیں وہ متعاقب آپ کو تحریر کروں گا۔ والسلام

علیگڈھ ۲۴ / جون ۱۸۹۷ء ——— خاکسار سید احمد

(۱۱۳)

عزیزی و مکرمی نواب وقار الملک بہادر

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۲۸ / جولائی پہنچا۔ اور جو خط آپ نے برسر کے نام لکھا تھا۔ وہ بھی میں نے منگا کر دیکھا۔ جو روپیہ کہ آپ کا جمع تھا بمقدار ما صہ ۱۲۵ / ۳ / ۱ کے اور جس کو میں نے بورڈنگ ہوس میں بھیج دیا۔ اُس کے ساتھ برسر کو وہی کرنا چاہیئے تھا جو

آپ نے لکھا ۔لیکن دو امر کی آپ کو اطلاع نہیں ہے ۔

اول یہ کہ جس طالب علم پر کچھ روپیہ باقی ہوتا ہے اُس کو سرٹیفکیٹ امتحان یونیورسٹی میں جانے کا نہیں دیا جاتا ۔یعنی جب تک وہ باقیات ادا نہ کر دے ۔ اُس وقت تک یونیورسٹی کے امتحان میں نہیں بھیجا جاتا ۔پس اگر زر مذکورہ بالا میں سے محمود حسن کے ذمہ کچھ باقی نہ سیاہہ کی جاتی تو وہ انٹرمیڈیٹ کے امتحان میں نہیں جا سکتا تھا ۔

دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ جس طالب علم پہ باقی حد مناسب سے زیادہ ہو جاتی ہے اُس کی حاضری بروقت تعلیم نہیں لکھی جاتی یونیورسٹی نے یہ قاعدہ بنا دیا ہے کہ اگر کوئی طالب علم سال بھر میں اس قدر لکچروں میں حاضر نہ ہو تو اُس کو یونیورسٹی کے امتحان دینے کا حق نہیں ہے ۔پس نتیجہ یہ ہے کہ اگر کوئی طالب علم بسبب باقی دار ہونے کے اس قدر ایام تک لکچروں سے غیر حاضر تصور کیا جائے جس کے سبب تعداد لکچروں کی جو یونیورسٹی نے مقرر کی ہے پوری نہ ہو تو وہ طالب علم یونیورسٹی کے امتحان میں نہیں بھیجا جاتا ۔آپ کے حساب سے محمود حسن کو ۴۵؍ زیادہ پہنچ گئے ہیں ۔ اُس کے واپس کرنے کی تین صورتیں ہیں ۔

اول یہ کہ ۴۵؍ جو اُس نے زیادہ پائے ہیں وہ دے دے ۔تاکہ آپ کے کھاتہ میں جمع ہو جاویں ۔شاید ایسا ہونا مشکل ہوگا ۔

دوسری صورت یہ ہے کہ محمود حسن کے کھاتہ میں ۴۵؍ خرچ میں بابت واپسی رقم زائد کے ڈال دیئے جاویں ۔ اور آپ کے کھاتہ میں جمع کر دیئے جاویں ۔ یہ امر ممکن ہے مگر محمود حسن اُسی وقت سے باقی دار تصور ہوگا ۔ اور بموجب قواعد مذکورہ بالا کے اُس کے ساتھ عملدرآمد ہوگا ۔ اور کیا عجب ہے کہ یونیورسٹی کے آئندہ امتحان میں جانے کے لیے کوئی ہرج پیش آوے ۔

تیسری صورت یہ ہے کہ ساڑھے چار ماہ تک آپ کے کھاتہ میں سے اُس کو کچھ نہ دیا جاوے ۔ اور ساڑھے چار ماہ تک اپنے کل اخراجات وہ خود ادا کرے ۔لیکن اگر وہ ادا نہ کرے گا اور باقی دار ہو جاوے گا تو اُن ہی قواعد کی اُس کی نسبت تعمیل ہوگی جو اوپر مذکور ہوئے ۔

پس آپ ان تینوں باتوں میں سے جو پسند فرماویں اُس کو لکھ بھیجیں ۔ اُس کے مطابق تعمیل کی جاوے گی والسلام ۔

علیگڈھ ۱۳؍ جولائی ۱۸۹۷ء — خاکسار سید احمد

(۱۱۴)

مخدومی مکرمی نواب وقار الملک بہادر

مسجد کی تعمیر کے لیے دو برس کی مدت کے واسطے یعنی از ابتدائے اکتوبر ۱۸۹۵ء تا غایت ستمبر ۱۸۹۷ء چندہ کیا گیا تھا ۔آپ نے از راہ عنایت پانچ روپیہ ماہواری کا چندہ دینا منظور فرمایا تھا اور تا غایت جنوری ۱۸۹۶ء آپ نے عنایت بھی فرما دیا ہے ۔

مسجد کی تعمیر کی یہاں تک نوبت پہنچی ہے کہ اُس کی چھت کی ڈاٹیں لگ گئی ہیں مگر اُن ڈاٹوں پر چکہ نہ لگنے اور استرکاری نہ ہونے کے سبب سے چھت ٹپکتی ہے ۔ اور ڈاٹیں خراب ہوتی ہیں ۔

اور آپ کو ابتدائے فروری تا نہایت ستمبر ۱۸۹۷ء (۸) ماہ کی بابت مبلغ چالیس روپے چندہ دینا ہے لیکن اگر تمام چندہ دینے والے بقیہ ایام کا چندہ یکمشت عنایت کر دیں تو تمام ضروریات مسجد کی جن کے پورا کرنے کی اشد ضرورت ہے تکمیل ہو جائے۔

والسلام۔

خاکسار

۷ اگست ۱۸۹۶ء

سید احمد

بنام مولوی عنایت رسول

(۱۱۵)

جناب مولانا مخدوم و مکرم من مولوی عنایت رسول صاحب

آپ کا نوازش نامہ مورخہ ۸ اکتوبر ۱۸۹۵ء میرے پاس پہنچا۔ میرے افتخار کا باعث ہوا اس بات کے دریافت ہونے سے کہ آپ کا مصمم ارادہ علیگڑھ تشریف لانے کا ہے نہایت خوشی ہوئی درحقیقت آپ سے ملاقات کیے ہوئے بہت عرصہ ہوا ہے۔ رات کے وقت آگ کمرہ میں روشن رہنے کی آپ کچھ فکر نہ فرماویں۔ میرے پاس ایک بہت بڑی انگیٹھی تیار ہے۔ کوئلے بھی بہت کثرت سے ملتے ہیں۔ غرضکہ جس طرح آپ کو آرام ہو گا حتی المقدور بذات خود میں آپ کی خدمت ادا کروں گا۔

واقعات معراج کے اختلافات جو آپ نے لکھے ہیں اُن کے تیقّن کی چنداں ضرورت نہیں تھی۔ صرف اس بات کے بیان کرنے کی ضرورت تھی کہ معراج زمانہ نبوت میں کس رات کو ہوئی۔ چنانچہ اس کو میں نے بیان کیا ہے۔

آپ کے یہاں تشریف لانے سے ہر قسم کے فوائد ہوں گے۔ نہ صرف مجھ کو بلکہ اور چند دوستوں کو جو آپ کی ملاقات کے مشتاق ہیں۔

۲۵ اکتوبر کو کالج کھل جاوے گا اور امید ہے کہ اُس وقت تک مولوی شبلی صاحب بھی تشریف لے آویں گے۔ اگر ایسی صورت ہو کہ آپ کا اور مولوی شبلی صاحب کا ساتھ آنا ہو تو شاید آپ کو راستہ میں آرام ملے۔ ورنہ آپ غازی پور سے مجھ کو اطلاع کیجیے گا۔ میں ایک آدمی غازی پور بھیج دوں گا کہ آپ کے ساتھ رہے گا اور راہ میں آپ کو کسی قسم کی تکلیف نہیں ہونے کی۔ والسلام

خدا تعالیٰ آپ کو زمانہ دراز تک زندہ اور سلامت رکھے۔

علیگڈھ ۱۰ اکتوبر ۱۸۹۵ء

خاکسار سید احمد

(۱۱۶)

جناب مولانا مخدوم و مکرم من مولوی عنایت رسول صاحب

آپ کا نوازش نامہ پہنچا۔ ممنون عنایت ہوا۔ جو بُت کہ مقام نینوہ سے نکلے ہیں اُن کا حال مدرست ہو (تہذیب الاخلاق) میں چھاپوں گا۔ طوفان کا حال اور ابتدا ئے کائنات (کا) حال اینٹوں پر (کندہ) کیا ہوا برآمد ہوا ہے۔ طوفان کا حال آئندہ تہذیب الاخلاق میں چھاپا ہو گا۔

اس وقت اُن (لوگوں) کا (حال) دریافت کرنا منظور ہے جن کو یہودی نبی یا پیغمبر مانتے تھے اور اُن کا جن کو پیغمبر

نہیں مانتے بلکہ ملوک مانتے ہیں۔ اگرچہ آپ کو تکلیف ہوگی۔ مگر ازراہ عنایت فہرست انبیاء و ملوک علی مذہب الیہود تحریر فرماکر عنایت فرمایئے ہر نبی یا ملوک کے نام کے ساتھ توریت یا دیگر کتب عہد عتیق کا حوالہ بھی ہو۔ جہاں اُس نبی یا ملک کا نام آیا ہو۔ اگر متعدد جگہ اُس کا نام ہو تو صرف ایک مقام کا حوالہ کافی ہوگا۔ والتسلیم

علیگڈھ ۱۶ نومبر ۱۸۹۵ء　　　　خاکسار سید احمد

بنام سید محمد امام جامع مسجد دہلی

(۱۱۷)

برادر صاحب شفیق و عنایت فرمائے من

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ حالات مندرجہ سے اطلاع ہوئی۔ آپ جو تہذیب الاخلاق طلب فرماتے ہیں۔ کیا اس کے سبب زیادہ بدگمانی آپ کی طرف نہ ہوگی۔ جب آپ نے رسالہ راہ سنت تلاش کرکے بھیجا اُسی وقت میں (اُسے) نہایت شکر گذاری سے رسید لکھی۔ عجب ہے کہ نہیں پہنچی۔ میں کل اپنی تصانیف کا مجموعہ معہ تفسیر قرآن جو چھپ رہی ہے۔ آپ کو نذر کروں گا۔ والسلام

شملہ۔ پارک ہوٹل۔ ۲۴ جون ۱۸۶۹ء　　　　خاکسار سید احمد

(۱۱۸)

برادر صاحب عزیز و شفیق من

میں تو ہمیشہ سے جانتا تھا کہ تم کو عقل بہت کم ہے۔ مگر شبہ رہتا تھا۔ اب کی دفعہ جو میں دہلی آیا اور تم ملنے نہیں آئے معلوم ہوا کہ خفا ہو گئے ہو۔ اُس پر یقین ہو گیا اس بات کا جس میں شبہ تھا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ تمھارا مزاج بھی عورتوں کا سا ہے۔

بہرحال تمھاری محض نادانی ہے۔ میں شاید کل دلّی آؤں گا۔ امید ہے کہ تم مجھ سے آن کر ملو گے۔ مجھے افسوس ہوا کہ تم پہلی دفعہ ملنے کو نہیں آئے۔ والسلام

علیگڈھ ۳۰ جون ۱۸۹۳ء　　　　خاکسار سید احمد

(۱۱۹)

برادر صاحب عزیز و شفیق من

آپ کا عنایت نامہ معہ کتب مرسلہ پہنچا۔ یہ کتابیں دو نو جلدیں آپ کی میرے پاس امانت رہیں گے۔ جب آپ انشاء اللہ تعالیٰ مع الخیر مکہ معظمہ سے واپس تشریف لاویں گے تو یہ جلدیں معہ آئندہ جلدوں کے جو اس عرصہ میں طیار ہو جاویں گی۔ آپ کی خدمت میں حاضر کر دوں گا۔ والسلام

علیگڈھ ۲۵ مارچ ۱۸۹۵ء　　　　خاکسار سید احمد

(۱۲۰)

برادر صاحب شفیق و عنایت فرمائے من

آپ کا عنایت نامہ پہنچا جس سے نہایت خوشی ہوئی، یہ تو آپ کی غلط فہمی ہے کہ میں نے تصانیف بھیجنا موقوف کر دیا

تھا، بلکہ ہمیشہ جب کوئی حصہ تیار ہوا بھیجتا گیا ہوں۔ البتہ بعض دفعہ چھپنے میں تاخیر ہو جاتی رہی ہے۔ بہرحال آپ یہ خیال اپنے دل سے دور کر دیجئے۔

جلد اول و دوم تفسیر مجلد جو آپ نے بھیج دی تھی۔ بہ ستور امانت رکھی ہوئی تھی۔ وہ دونوں مرسل ہیں۔ جلد سوم تفسیر تمام چھپ چکی ہے۔ چنانچہ وہ جلد اور جلد چہارم جس قدر چھپی ہے اور جلد اول و دوم تصانیف جو تمام و کمال چھپ چکی ہیں۔ روانہ خدمت کرتا ہوں۔ آئندہ جس قدر چھپتی جاویں گی روانہ خدمت کرتا رہوں گا

سید احمد آپ کے فرزند سے مل کر میں بہت خوش ہوں گا۔ مگر بالفعل میں الٰہ آباد۔ کلکتہ و بعدہٗ لکھنؤ جاتا ہوں۔ غرضکہ تمام ماہ نومبر و دسمبر گردش میں گذرے گا۔ جنوری میں البتہ موقع ملنے کا علیگڈھ میں خواہ دہلی میں میسر آوے گا۔

مطبع مجتبائی دہلی میں قدوری چھاپہ ہوئی تھی۔ اگر وہاں دستیاب ہو تو نسخے اُس چھاپہ کے خرید کر میرے پاس روانہ فرماویں اور قیمت سے اطلاع دیں۔

دو رسالے مسمی بہ راہ نجات و حقیقۃ الصلوٰۃ مدت ہوئی کہ میں نے دیکھے تھے اور میں خیال کرتا ہوں کہ دونوں رسالے اردو زبان میں مولوی رفیع الدین صاحب یا مولوی عبدالقادر صاحب کی تصنیف تھے۔ بالفعل جو رسالے از نام راہ نجات و حقیقۃ الصلوٰۃ متعدد چھاپہ خانوں میں چھپے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ وہ دونوں وہ رسالہ نہیں ہیں جو میں نے دیکھے تھے پس آپ بتا سکتے ہیں کہ اس نام کے رسالے آیا درحقیقت مولوی رفیع الدین صاحب یا مولوی عبدالقادر صاحب کی تصنیف سے تھے یا مجھے غلط خیال ہے۔ اور اگر تھے تو وہ وہی ہیں جو چھاپہ ہوئے ہیں یا اور کوئی ہیں؟ اور اگر اور ہیں تو وہ دستیاب ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ والسلام

علیگڈھ ۳۱ اکتوبر ۱۸۸۷ء — خاکسار سید احمد

(۱۲۱)

برادر صاحب عزیز و شفیق من

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ درحقیقت اوراق جلد چہارم سہواً بند ہونے رہ گئے تھے۔ وہ آج روانہ خدمت ہوتے ہیں۔

رسالہ راہ نجات کے بالفعل دو نسخے میرے پاس روانہ فرما دیجئے۔ ان کے اخیر میں شاہ رفیع الدین صاحب کا نام چھپا ہے اور سوداگر سے دریافت کیجئے کہ اگر سو دو سو نسخے یکمشت نقد قیمت پر لیے جاویں تو اُن کی کیا قیمت ہوگی۔

قدوری کی نسبت آپ نے کچھ نہیں لکھا

دو رسالہ حقیقت الصلوٰۃ بھی بھیج دیجئے۔ تاکہ میں دیکھوں کہ وہ کون سا رسالہ ہے۔ والسلام

علیگڈھ ۳ نومبر ۱۸۸۷ء — خاکسار سید احمد

(۱۲۲)

برادر صاحب عزیز و شفیق من دام المسلمین

جو ایسوسی ایشن برخلاف ہندوؤں کے ہم نے قائم کی ہے، اُس میں تمہارا شریک ہونا نہایت ضرور اور مناسب ہے۔

مقدار چندہ وکتنا دینے کی ہے۔ صرف بارہ روپے سال دینے ہوں گے۔ بس منظوری ممبری سے اطلاع دو کہ تمھارا نام ممبروں میں مندرج ہو۔ بارہ روپے بھیج دو۔

علاوہ اس کے تم خود جناب مولوی سید نذیر حسین صاحب (کے) پاس جاؤ اور میری طرف سے بعد سلام وعلیک یہ پیغام دو کہ مسلمانوں کی دینی بھلائی کو تو بلاشبہ جناب ممدوح مجھ سے بہتر سمجھتے ہیں مگر مسلمانوں کی دنیاوی بھلائی کو بلاشبہ جناب ممدوح سے میں بہت زیادہ بہتر سمجھتا ہوں اور بنظر مسلمانوں کی بھلائی کے میں نہایت ضرور و مناسب سمجھتا ہوں کہ جناب ممدوح کا نام نامی ایسوسی ایشن کے ممبروں میں داخل کیا جاوے۔

پس تم جناب ممدوح کا دستخطی یا مہری خط اس مضمون سے میرے نام بھیج دو اور کہ وہ بھی ممبر ہونا پسند کرتے ہیں ان کا نام فہرست ممبران میں شامل کیا جاوے۔ زر چندہ کی بابت اُن کو تکلیف دینا ضرور نہیں ہے اُس کی نسبت کچھ بندوبست کیا جاوے گا۔ جلد جواب بھیجو۔ والسلام

۲۵ اگست ۱۸۸۸ء خاکسار سید احمد نینی تال بزس کیسل

(۱۲۳)

برادر صاحب عزیز و شفیق من سید محمد صاحب امام مسجد جامع

مجھے کتاب چار باب شاہ ولی اللہ صاحب کی ضرورت ہے۔ یہ کتاب چھاپہ کی ہوئی تھی۔ آپ مہربانی سے اس کو تلاش کر کے ایک نسخہ میرے پاس بھیج دیں۔ اگر بہ قیمت میسر آوے خرید فرما لیں۔ ورنہ کہیں سے مستعار دستیاب کر کے ارسال فرمائیں۔ غالباً میں بروز پنجشنبہ وقت شب دو ایک روز کے لیے دہلی آؤں گا۔ والسلام

علیگڈھ ۱۶ جون ۱۸۹۰ء خاکسار سید احمد

(۱۲۴)

بنام اکبر الٰہ آبادی

مخدومی مکرمی منشی سید اکبر حسین خان بہادر

آپ کا نوازش نامہ پہنچا۔ آپ نے جو کامیابیٔ حیدرآباد کی مبارکباد دی ہے۔ اُس کا دل سے شکر گذار ہوں یہ مبارکبادی درحقیقت قوم کو مبارکبادی ہے۔ جس میں آپ بھی شامل ہیں۔ پس میں آپ کو بھی مبارک بادی دیتا ہوں۔

آپ نے نہایت عمدہ مادۂ تاریخ فیاضی نظام کا نکالا ہے، جو بے مثل ہے۔ اس پر چند مصرعے نہیں بلکہ چند اشعار لکھا دیجیے جن میں کسی قدر حال قوم کی حالت کا اور ضرورت تعلیم کا اور ڈیپوٹیشن کے نظام پاس جانے کا بھی ذکر آ جاوے تاکہ اُس حال کے معلوم ہونے سے مادۂ تاریخ کی خوبی اور عمدگی ظاہر ہو۔

امید ہے اس میں آپ کو تکلیف ہوگی مگر آپ کی یادگار بھی اس کے ساتھ ہی رہے گی۔ والسلام

علیگڈھ ۱۵ اکتوبر ۱۸۹۱ء خاکسار سید احمد

(۱۲۵)

مخدومی مکرمی خان بہادر منشی سید اکبر حسین صاحب

آپ کا عنایت نامہ معہ روئداد دوم جلسہ پراونشل کمیٹی پہنچا۔ آپ کی عنایت کا میں دل سے شکر ادا کرتا ہوں۔ جن لوگوں نے جلسہ میں تائید کی اُن کا بھی میں شکر گذار ہوں۔ پچھلے جلسہ کی روئداد اخبار میں چھاپنے کو بھیج دی ہے۔ غالباً شنبہ کے اخبار میں چھپ جاوے گی۔ آج جو روئداد پہنچی ہے اُس کو بھی اخبار میں چھپواؤں گا۔ چھاپہ خانہ میں ان دنوں کام کی زیادہ کثرت ہوگئی تھی۔ کل ۳ فروری کو علیگڈھ میں ایک اجلاس ہوگا اُس میں جو میں اسپیچ کروں گا اُس سے بتفصیل تمام تجویزیں جو جشن شصت سالہ کی یادگار میں کرنی ہیں معلوم ہوں گی۔ اُس کے پڑھنے کے بعد ایک اور میٹنگ کرنی چاہیئے۔ اور آپ کو اور دیگر روسائے آگرہ کو شامل ہو کر اُن تمام امورات کو انجام دینا ضرور ہوگا۔ میں نے اپنی اسپیچ چھپوالی ہے۔ اول آپ کی خدمت میں روانہ کروں گا۔

میں نے چھاپہ خانہ میں حکم دے دیا ہے کہ آپ کے نام ایک اخبار سوسائٹی کا بلاقیمت برابر جاتا رہے۔ کیونکہ اس میں جو حالات مبارکباد کے متعلق چھپتے ہیں اُس کی آپ کو اطلاع ہوتی رہے۔

آپ نے جو عنایت کی ہے اُس کا دوبارہ شکر ادا کرتا ہوں۔

کل کی تاریخ دو قطعہ اسپیچ روانہ کروں گا تاکہ دوسرا قطعہ آپ اور لوگوں کو دیکھنے کو دے سکیں۔ والسلام

علیگڈھ، ۲ فروری ۱۸۹۷ء خاکسار سید احمد

(۱۲۶)

مخدومی مکرمی منشی سید اکبر حسین خان بہادر

عنایت نامہ مورخہ ۲ مئی پہنچا۔ ممنون عنایت ہوا۔ آپ کی ترقی سے گو کہ بالفعل بطور قائم مقام ہے نہایت خوشی ہوئی۔ کوئی مسلمان سمال کاز کورٹ جج نہ تھا۔ آپ کے باعث سے مسلمان سروس کو فخر ہوگا۔

میری التماس طیاری ساز پر جو آپ نے توجہ فرمائی اُس کا بھی شکر قبول ہو۔ میں دامی ساز چاہتا ہوں۔ پرزہ پیتل کے ہوں۔ گلٹ ضرور نہیں۔ امید ہے کہ آپ اُس کی طیاری کا حکم بھیج دیں گے۔ والسلام

خاکسار

سید احمد

علیگڈھ ۴ مئی ۱۸۹۲ء

(۱۲۷)

جناب منصف صاحب مخدوم و مکرم من سید اکبر حسین صاحب

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۷ جولائی معہ مبلغ دوسو روپیہ از چندہ مدرستہ العلوم متعلق بلڈنگ فنڈ پہنچا۔ یہ عرابضہ بطور رسید معہ چھپا نید گی ٹکٹ اشٹامپ روانہ خدمت ہے امید ہے کہ فہرست اسمائے چندہ دہندگان بغرض چھاپہ

اخبار مرحمت فرماویں۔ والسلام

علیگڈھ ۲۰؍ جولائی ۱۸۹۲ء

خاکسار سید احمد
سکریٹری کمیٹی مدرسۃ العلوم

(۱۲۸)

مخدومی مکرمی جناب منشی سید اکبر حسین صاحب

اس بات کے دریافت ہونے سے کہ آپ سب جج غازی پور کے ہو گئے نہایت خوشی ہوئی۔ اگرچہ آپ کے یہاں سے جانے کا افسوس ہے۔ مگر آپ کی ترقی سے اور اس بات سے کہ انشاءاللہ تعالیٰ مدت تک ایک سب جج مسلمان گورنمنٹ کرتا رہے گا نہایت خوشی ہے۔ خدا تعالیٰ آپ کو کامیاب و خورسند و خرم رکھے۔ اور جہاں آپ ہوں خدا آپکے ساتھ ہو۔ والسلام

علیگڈھ ۲۸؍ مارچ ۱۸۸۶ء

خاکسار سید احمد

بنام سر سیّد

غازی پور - ۱۲ مارچ

عالی جناب

جیسا کہ میں اپنے پہلے خط میں عرض کر چکا ہوں۔ میں نے غازی پور کے مسلمانوں کو اس پر آمادہ کر لیا ہے کہ ایک انجمن یہاں قائم ہو اور ایک جلسۂ عام ہو اور چندہ وصول کیا جائے۔ یہ بھی امید ہے کہ کئی ہزار مسلمان جمع ہو سکیں۔ کیونکہ مولوی امانت اللہ صاحب کے اس ضلع میں بہت مرید ہیں اور مولانا نے امداد کا وعدہ کیا ہے۔

میں نے کل صاحب کلکٹر بہادر (مسٹر آر۔ای سپین) سے بھی اس کا ذکر کیا تھا اور اپنا ارادہ شرکت کا ظاہر کیا۔ صاحب ممدوح نے فرمایا کہ جیسے ضلع بلیا میں بلوہ عظیم ہوا ہے گورنمنٹ کی اجازت کے بغیر سرکاری ملازمان کی شرکت ایسے جلسہ میں قرینِ مصلحت نہیں۔ البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ سید صاحب گورنمنٹ سے اجازت حاصل کر لیں اور امید قوی ہے کہ گورنمنٹ ضرور اجازت دے گی کیونکہ اغراض نہایت پسندیدہ ہیں۔

لہٰذا اس وقت تمام کارروائی بظاہر ملتوی کر کے آنجناب سے عرض ہے کہ اگر خلافِ مصلحت نہ ہو تو گورنمنٹ سے اجازت حاصل کر لی جائے۔ گمان غالب یہ ہے کہ جو اسباب یہاں مانع ہیں اور اضلاع میں بھی ہوں اور اکثر مسلمان عہدہ دار ملازم سرکار ان میں بہ ظاہر شرکت اور سعی بلیغ نہ کر سکیں۔

اس کی بھی ہدایت ملنی چاہیے کہ جلسہ عام میں اہلِ ہنود افسرانِ ضلع کو بھی شامل کیا جائے یا نہیں اور چندہ صرف مسلمانوں سے لیا جائے یا ہر ایک قوم کے لوگوں سے۔ آنجناب کو معلوم ہوگا کہ اکثر اضلاع میں مسلمانوں اور ہندوؤں میں اتفاق باہمی ہے۔

خاکسار قسیم بیگ چغتائی

(۲)

۱۵ مارچ ۹۷ء

مخدوم و مکرم مطاع و معظم جناب مولانا آنریبل سر سید احمد خاں صاحب بہادر نجم الہند دام اقبالہٗ

حضور عالی۔ دستخط مسلمان کے کاغذات مطبوعہ اور پنسل کے ہوئے ۶۵۰ عدد آج بذریعہ سواری گاڑی روانہ کی جاتی ہیں جس کی بلٹی ہمراہ عریضہ ہذا روانہ کی جاتی ہے۔ خاکسار نے آگرہ میں دستخط کرانے کا کام شروع کر دیا ہے۔ حضور نے جو حکم دیا تھا کہ دستخط کرانے کے متعلق جو تمہاری رائے ہے اس کو لکھ کر بھیج دینا چنانچہ حسب الحکم ملاحظہ عالی کے لیے مرسل ہے۔

اگر مثل ان قواعد کی چھپوا کر اُن لوگوں کے پاس بھیج دی جائیں جو دستخط کراتے ہیں تو بہت بہتر معلوم ہوتا ہے۔ آیندہ جو رائے عالی ہو۔ فقط زیادہ حدِ ادب۔

عریضہ خاکسار

عاصی محمد قائم علی خاں صوفی مہتمم مطبع مفید عام آگرہ

(۳)

دھلی۔ ۱۶ مارچ ۱۸۹۷ء

جناب حضرت مخدوم مجدکم۔ تسلیم

روئداد جلسہ منعقدہ ۱۴ مارچ ۹۷ء (ارسال خدمت ہے) اس کے ملاحظہ سے جملہ کارروائی یہاں کی واضح رائے عالی ہوگی۔ تاریخ ۲۸ اس لیے قرار دی گئی ہے کہ بسبب ہونے جلسہ ندوہ کے کہ جو بمقام میرٹھ ہونے والا ہے اکثر صاحبان دہلی مارچ ۲۱ و ۲۲ تک واپس نہیں ہوں گے لہذا مناسب سمجھا گیا (کہ تاریخ میں تبدیلی کردی جائے) تاریخ ۲۸ کو کہ جو اتوار کا دن ہوگا جلسہ دہلی کا قرار دیا جاوے اور گذارش ہے کہ جناب بھی ضرور تشریف لاویں اور نواب محسن الملک بہادر تو وعدہ فرما چکے ہیں اور غریب خانہ پر رونق افروز ہو کر اس نیازمند کی عزت افزائی فرماویں اور جہاں تک ممکن ہو علی گڑھ سے جس قدر صاحب تشریف لاسکیں لانا چاہیے خصوصاً نواب حاجی محمد اسمٰعیل خانصاحب و خان بہادر زین العابدین صاحب و صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب کا تشریف لانا ضروری ہے زیادہ نیاز جواب سے معزز فرمائیے۔

آپ کا نیازمند

محمد الٰہی بخش عفی عنہ

(۴)

۲۲ مارچ ۹۷ء۔ جالندھر

مائی ڈیر سرسید احمد

نوازش نامہ ۲۲ کا آج مجھ کو مل گیا۔ بہت اچھا (میں کمرہ) بنوالوں گا اور ایک ہزار تک کی لاگت کا بنواؤں گا طول اس کا ۱۳۱ انچ رکھوں گا۔ اُس کاریگر کو بھی ہمراہ دہلی لاؤں گا۔ تاکہ جو اور ہدایات آپ (کمرہ) کی تیاری کے واسطے دیں وہ خود سن لے۔ جو روپیہ کمرہ کی تیاری کے واسطے وہاں پہنچا ہو یا پہونچے جس قدر ممکن ہو وہ بھیج دینا۔ میں انشاء اللہ دہلی تو ۲۶ کی رات کو ورنہ ۲۷ کی صبح کو دلی پہونچ جاؤں گا۔ لاہور میں ہر چند تاکید لکھی ہے مگر ابھی تک کاغذوں کے چھپوانے کی اور اس قسم کے سائز اور تقطیع کے کاغذوں کے ملنے کی اطلاع نہیں آئی۔ جتنے کاغذ آپ نے مجھ کو بھیجے تھے، وہ حسب ذیل اضلاع میں دستخطوں کے واسطے بھیجے گئے ہیں اور دستخط ہو رہے ہیں۔

جالندھر ———— ۲۵ ———— دو ورقہ

راولپنڈی ———— ۲۱ ———— ״

ملتان ———— ۱۳ ———— ״

مظفر گڈھ	۵	دو ورقہ
سیالکوٹ	۱۰	"
فیروز پور	۵	"
لدھیانہ	۱۰	"

اب میرے پاس کوئی کاغذ باقی نہیں۔ اگر جناب مزید کاغذ بالا بالا اور بھیج سکیں تو نہایت مناسب ہوگا۔ سندھ میں ان بہادر قادر داد خاں صاحب سی آئی ای وزیر ریاست خیرپور سندھ ۲۵۔ خان بہادر شمس شاہ صاحب پریذیڈنٹ جرگہ کمیٹی بلوچستان بمقام کوئٹہ ۲۵۔ خان بہادر عبدالحکیم خاں صاحب اسسٹنٹ برٹش ایجنسی چترال ۲۰۔ خان بہادر رحیم شاہ صاحب کاکا خیل) ایجنسی سورت ملاکنڈ ۱۰۔ منشی ظفر علی صاحب ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر انبالہ ۲۰۔ تو بہت مناسب ہوگا۔ دلی۔ کرنال۔ رہتک۔ گورگانوں۔ حصار اضلاع میں امید ہے کہ میرے (احباب کو آپ نے) کاغذات واسطے دستخطوں کے بھیج دیئے ہوں گے۔ زیادہ نیاز

آپ کا عقیدت مند

محمد عمر حیات

(۵)

حامداً و مصلیاً

بعالی جناب معلی الالقاب آنریبل سر سید احمد خاں صاحب کے۔سی ایس آئی صدر انجمن و پریسیڈنٹ کمیٹی تہنیت شصت سالہ سلطنت قیصرہ ہند دام اجلالکم بعد تسلیم کے عرض پرداز ہے ایک ہفتہ ہوا کہ جناب آنریبل نواب سید امیر حسن خاں صاحب بہادر سی۔ آئی۔ ای سیکرٹری سنٹرل نیشنل محمڈن ایسوسی ایشن کلکتہ نے برانچ محمڈن ایسوسی ایشن کے سیکرٹری یعنی اس جانب کے پاس آپ کا افتخار نامہ معہ ہدایت نامہ اور کاغذات واسطے دستخط معززاہل اسلام ہند کے بھیج دیا تھا۔ چنانچہ حضور حسب ہدایت حضور کے معززو عمائد اہل اسلام کا چن چن کر کے دستخط کرا کے خدمت شریف میں ترسیل رہا ہے اور بقیہ انشاء اللہ تعالیٰ عقب سے ترسیل خدمت عالی جناب کے کروں گا۔

آنریبل نواب صاحب موصوف ایسے ایسے کاموں کو اپنا خادم اور نیز قوم کا خادم —— سمجھ کر میرے پاس بھیج دیا کرتے ہیں اور میں اس کو نہایت اخلاص و کہنہ خاطر سے انجام دیا کرتا ہوں۔ امیدوار رہوں کہ عالی جناب معلی القاب بھی کار لائقہ سے سرفراز فرمایا کیجئے گا۔

داناپور کا برانچ محمڈن ایسوسی ایشن اور جگہ سے اس امر میں ممتاز ہے کہ یہاں کے اہل اسلام زیادہ تر اسلامی پولیٹکل و ملکی کاموں میں اپنے اصلی جوش کے ساتھ بکمال رعایت فرمانبرداری و اطاعت قیصرہ ہند دامت سلطنتہا کے سرگرم رہتے ہیں۔ والسلام والانجام۔ مورخہ ۱۵ اپریل ۱۸۹۶ء

الملتمس

خادم قوم کریم بخش سیکرٹری برانچ محمڈن ایسوسی ایشن داناپور

(۶)

پرتاب گڈھ　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　۱۲ر اپریل ۱۸۹۷ء

عالی مخدوما - بعد آداب عرض ہے کہ ڈائمنڈ جوبلی کے متعلق جو تحریرات منشی محمد عبد الغفار خاں صاحب ڈپٹی کلکٹر کے پاس آتی ہیں ان کو میں بھی دیکھتا ہوں - یہاں کے مسلمان ایڈریس پر دستخط کرنے کے واسطے تیار ہیں مگر دقت اس امر میں پیش آتی ہے کہ جناب کا ارشاد ہے کہ مجلّد کتاب میں ایڈریس معہ دستخطوں کے بھیجا جائے - اور ہم لوگوں کو معلوم نہیں ہے کہ جن کاغذ پر دستخط ہونے چاہئیں وہ کس تقطیع کا ہے اور خانہ پری اس کی کس طرح ہونی چاہیے - لہٰذا آپ برائے بندہ نوازی اطلاع فرمایئے کہ کس تقطیع کا اور کس رنگ کا کاغذ استعمال کیا جائے اور کیا کیا امور اس میں درج کیے جائیں بعد آنے جواب کے کاغذات دستخط شدہ ارسالِ خدمت عالی کیے جا سکتے ہیں - زیادہ تسلیم

خاکسار شیخ کفایت اللہ پرتاب گڈھ اودھ

(۷)

کلکتہ ۲۰ رائڈ اسٹریٹ　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　۵ر مارچ

مخدومی و معظمی

ہفتۂ گذشتہ میں جواب عالی نامہ بھیج چکا ہوں - ہماری ایسوسی ایشن کی برانچوں میں لوکل کمیٹیاں قائم ہوئی ہیں - البتہ ہوگلی و بھاگلپور میں تو قائم ہو چکیں اور اضلاع میں بھی قائم ہوں گی - لیکن مسٹر ابو الفضل عبد الرحمٰن (کو مزید سعی) کرنے میں ہر ان کو جگا رہا ہوں - گمان غالب ہے کہ بنگالہ کی طرف سے میں خود جاؤں - ہمارے سید صاحب کی بھی بہت خواہش ہے کہ میں جاؤں -

سرور جنگ کی معزولی کی مجھے تو دل سے خوشی ہوئی - انھوں نے بہت سے ہمارے دوستوں کو ضرر پہونچایا تھا ان کے اور وہ خاص مولوی خدا بخش خاں صاحب بھی اب بہت پریشان ہیں - شاید زیادہ روز تک وہاں نہیں رہیں -

ہمارے دوست و سرپرست آنریبل جسٹس او کنلی صاحب (بہادر) کی ایک فرمائش مجھ پر ہوئی ہے کہ اگر آپ کی عنایت سے وہ کتابیں مل جائیں تو میں آپ کا بہت بہت ممنون ہوں گا وہ اسباب بغاوت یا وجوہات تفاوت کا رسالہ جو آنریبل سید صاحب نے یا اور کسی صاحب نے بعد بغاوت ۱۸۵۷ء تصنیف کی تھیں چاہتے ہیں اگر آپ کی عنایت سے مجھے مفت یا قیمتاً مل جائے تو جلد بھیج دیجیے اور کلیات شاہ نعمت اللہ ولی کی بھی فرمائش ہے یہ رسالہ بھی اگر مل جائے تو ضرور بھیج دیجیے -　　　　زیادہ والسلام

آپ کا نیازمند سید امیر حسین عفی عنہٗ

بروز جمعہ

(۸)

کلکتہ ۲/۲۴ رانڈ اسٹریٹ
۸ جون (غالباً ۱۸۹۷ء)

بحضور قبلہ و کعبہ من دام ظلکم

بعد آداب عرض ہے سرفرازنامہ ورود ہوا۔ میرا ارادہ مصمم تھا کہ یہاں سے ۵ جون کو روانہ ہو کر (علیگڑھ میں حضور سے ملاقات) کر کے شملہ جاؤں لیکن چند مقدمات ایسے سنگین میرے کچہری میں دائر ہو گئے کہ بغیر انفصال ان کے ممکن نہیں ہے کہ میں یہاں سے روانہ ہو سکوں۔ ۱۶ جون تک مقدمات کی تاریخ ہے اور ۱۷ کو میں کہ بہ شملہ جاؤں گا اور انشاء اللہ وہاں سے معاودت کے وقت ضرور دو ایک روز علی گڈھ میں رہ کر حضور کی قدمبوسی حاصل کروں گا اور مقامات کالج کو دیکھوں گا۔ میں شملہ سے حضور کو تار دوں گا غالباً ایک ہفتہ سے زیادہ شملہ میں نہ ہوں گا زیادہ حد ادب

عریضہ از کلکتہ سید امیر حسین

(۹)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پرتاب گڈھ ۴ جون ۹۷ء

(حضور) عالی مخدوم مدظلہ۔ بعد آداب نیازمندانہ عرض ہے کہ مدراس وغیرہ میں جو کمیٹیاں مسلمانوں کی درباره تہنیت سلطان روم کے ہوئی ہیں ان کا اثر ہندوستان کے حکام اور محکوم پر مختلف طریقوں سے جو ہو سکتا ہے۔ وہ آپ سے مخفی نہ ہوگا۔ اگر آپ کی صائب رائے اس امر کی اجازت دے کہ علاوہ اُس ایڈریس کے جو مسلمانوں کی طرف سے آپ کے اور گورنر جنرل کے ذریعے سے حضور میں جناب ملکہ معظمہ قیصرہ ہند کے بھیجی جاوے گی ایک دوسرا ایڈریس مسلمانوں کی طرف سے بذریعہ سلطان روم حضور میں جناب قیصرہ ہند بالقابہ کے روانہ کیا جاوے جو مسلمان رعایائے ہند کے ساتھ جناب ملکہ معظمہ کو ہے تو لوگوں کو اس دوسرے ایڈریس کے بھیجنے کے واسطے آمادہ کیا جائے۔

اس دوسرے ایڈریس کے بھیجنے کے واسطے زیادہ اہتمام کی ضرورت نہیں ہے۔ صرف سلطان روم اور شاہ ایران کو ایک تار دے دیا جاوے کہ مسلمانوں کو آج کل دو خوشیاں نصیب ہوئی ہیں۔ ایک یہ کہ ملکہ معظمہ کی ڈائمنڈ جوبلی ہے دوسرے یہ کہ سلطان المعظم کو بفضلہ تعالیٰ فتح حاصل ہوئی ہے لہذا مسلمانانِ ہندوستان چاہتے ہیں کہ اپنے حکام ہمدرد و بادشاہ ہم مذہب دونوں کے ذریعے سے اظہار اپنی احسان مندی کا حضور میں ملکہ معظمہ کے کریں لہذا حضور ہم لوگوں کی طرف سے مبارکباد ڈائمنڈ جوبلی کا اظہار خدمت میں جناب ملکہ معظمہ کے فرما دیں اور اگر مناسب ہو تو ایسا ہی اظہار بذریعہ شاہ ایران کیا جائے

عریضہ خاکسار محمد عبدالسلام عفی عنہ ساکن کوچہ حکیماں آگرہ

حال وارد پرتاب گڈھ (اودھ) ۴ جون ۹۷ء

(۱۰)

جناب مخدومی و معظمی

… فروری ۹۷ء کو ایک کمیٹی واسطے جشن حکومت شصت سالہ حضور قیصرۂ ہند بارہ بنکی میں منعقد ہوئی۔ راجہ صاحب بہادر جہانگیر آباد (راجہ تصدق رسول خاں صاحب بہادر) پریسیڈنٹ مقرر ہوئے اور سید محمد حسن صاحب ڈپٹی کلکٹر وائس پریسیڈنٹ اور خاکسار سیکرٹری۔ جس قدر کاغذات روانہ فرمانے ہوں جلد مرحمت فرمائیں تاکہ دستخط کرا دیے جائیں۔ یہاں سے قریب چار ہزار دستخط معزز اہل اسلام کے مل سکیں۔

کمترین عزیز الدین ڈپٹی کلکٹر بارہ بنکی

د آنریری سکرٹری مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ

(۱۱)

بلند شہر ۲۴ فروری ۹۷ء

جناب سر سید صاحب قبلہ مدظلہم

آداب بعد نیاز۔ آپ کے ارشاد و ہدایت کے مطابق ایک جلسہ مسلمانان ضلع بلند شہر کا کل ۲۳ فروری ۱۸۹۷ء کو تین بجے دن کے ٹاؤن ہال بلند شہر میں منعقد کیا گیا جس میں اس ضلع کے تمام سربرآوردہ مسلمان شریک تھے اور پانچ یورپین صاحبان (بھی شریک تھے) میجسٹریٹ ضلع اس جلسہ کے پریسیڈنٹ قرار پائے۔ میں نے جلسہ کو ایڈریس کیا اور اغراض و مقاصد جلسہ اور ان تمام تجاویز سے جو جنرل کمیٹی نے قرار دی ہیں آگاہ کیا (دہاں) ایک کمیٹی مقرر ہوئی جس کے پریسیڈنٹ آغا سید حسن شاہ صاحب آنریری میجسٹریٹ بلند شہر و خان بہادر مولوی عبدالحامد صاحب ڈپٹی کلکٹر، وائس پریسیڈنٹ اور آپ کا نیازمند سکریٹری اور مولوی غفور الحسن صاحب وکیل جائنٹ سیکریٹری مقرر کر دیئے گئے۔ تمام تجاویز جنرل کمیٹی سے اس کے حوالے کر دی گئی ہیں اور فہرست چندہ کھولی گئی ہے۔

مفصل روئداد کمیٹی عنقریب سے روانہ خدمت عالی کروں گا۔

آپ کا نیازمند

محمد مطیع اللہ ڈپٹی کلکٹر بلند شہر

نواب وقار الملک مولوی مشتاق حسین

نہالبیٹر　　　　　　　　عزیزہ من سلامت !

رات حکمت اللہ بخیریت یہاں پہنچ گئے۔ آج ہی تار پر میں نے بھائی نظر اللہ کو اطلاع کر دی ہے۔ مگر افسوس ہے کہ وہ صرف چار پانچ روز رہنا چاہتے ہیں۔ اس سے کیا فائدہ ہوگا۔ فائدہ کیا بلکہ یہ خوف ہے کہ ابھی تو گرمی سے سردی میں آئے ابھی سردی سے پھر گرمی میں جاویں گے تو کچھ طبیعت خراب نہ ہو جائے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہاں کچھ ایسی سردی نہیں ہے جو یہاں سے جانے میں کچھ نقصان ہو اور میں صرف دیکھنے کے لیے آیا ہوں۔

اور سب طرح بعنایت الٰہی خیریت ہے۔ محمد احمد کا وہ تار شادی کا حیدر آباد ہی کے پتہ سے آیا تھا۔ مولوی ابوالحسن صاحب نے اس کو کھولا نہیں۔ میرا پتہ لفافے پر لکھ کر واپس کر دیا۔ تب تار والوں نے اس دن وہ تار میرے پاس یہاں بھیج دیا اور اسی وقت میں نے حیدر آباد کو تار دیا۔ اس طرح تم کو ایک دن کے بعد اطلاع ہوئی ہوگی۔ ورنہ اسی دن اطلاع ہو جاتی۔

ہم نے یہاں مرغیاں پالی ہیں اور اب پانچ مرغیاں انڈے دیتی ہیں۔ بازار سے انڈے مول کو منگانے نہیں پڑتے۔ ہمارے نوکروں نے کہا کہ مرغیوں کو انڈوں پر بٹھلاتے ہیں۔ میں نے کہا کہ ہاں جب بہت سی مرغیاں ہو جاویں گی تو پھر ان سے بکریاں خریدیں گے۔ پھر بھینس مول لیں گے پھر اسی طرح ہاتھی۔ مگر چھ ہفتے میں یہ سب کام ہونے کا نہیں۔ لہٰذا اب تو انڈوں پر اکتفا کرو۔ یہ غنیمت ہے کہ انڈے ہی کھانے میں آویں۔ والسلام　　　　　خاکسار

مشتاق حسین

(۲)

حیدر آباد دکن

۲۰ اکتوبر جمعہ -　　　　　عزیزہ من سلامت

کئی دن سے میں نے خط نہیں لکھا۔ جناب سید احمد خان بہادر یہاں ہیں تو جس قدر فرصت ملتی ہے ان کے پاس رہنا ہوتا ہے خط لکھنے تک کی فرصت نہیں۔ یہاں پیر کے دن عید ہوگی۔ محمد احمد کے خطوط آتے ہیں۔ وہ بخیریت ہیں۔ جناب والدہ صاحبہ نے مجھ کو لکھا ہے کہ محمد احمد اب کی مرتبہ تعطیل میں امروہہ آویں گے یا حیدر آباد میں ان کو تمہاری خوشی پر چھوڑتا ہوں۔ لیکن میرا آنا دسمبر تک نہ ہو سکے گا۔ رہن چھٹانے کیلئے میں بھی کوشش تو بہت کروں گا اور جس قدر جلد ہو سکے گا رہن چھٹالی جاوے گی۔ میں اس وقت آنا چاہتا ہوں جب تم سب کو وہاں سے اپنے ساتھ لا سکوں۔ نھی کو، عزیزہ کو، اشتیاق کو دعا اور نھنی کو دعائیں ایک معمولی اور ایک خوشامد

کی کو کبھی کبھی خط لکھتی ہیں۔
نیاز محمد بخیریت ہے آج اُستاد مظہر علی اور ان کے بھتیجے یہاں سے امروہہ کو روانہ ہوئے۔ چار مہینہ کی رخصت لے کر۔ والسلام

خاکسار مشتاق حسین

حافظ جی جو تمہارا روزہ ہے جو یہاں پہنچ گئے۔ خالہ صاحبہ کی طبیعت اب کیسی ہے؟

(۳)

عزیز دِلِ من سلامت!

رات محمد احمد بخیریت تمام پہنچے۔ آرام سے سوئے۔ کل تمام دن بھی وہ اچھے رہے۔ آج بھی اچھے ہیں۔ ابھی چند روز تک ان کو ... جانے اور پڑھنے کی اجازت نہ ہوگی۔ آج وہ کہتے تھے کہ مجھ کو پہلے بھوک نہیں لگتی تھی مگر آج بھوک لگی اور خشکہ اور شوربا ان کو دیا گیا ہے۔ ڈاکٹر نے کہا دوا کچھ مت دو۔ دوائی کی ضرورت نہیں ہے۔ صرف پیروں کی پھنسیوں پر ڈاکٹر نے پھائے لگا دیئے ہیں۔

محمد احمد کہتے تھے کہ ہوا تو یہی تھیں کہ میرے اوپر الزام عائد ہوگا حالاں کہ میں نے بلانے میں کچھ جھگڑا نہیں کیا تھا۔ لیکن میں کیا ایسا دیو نہ تھا جو سے کتا ہوں پر الزام لگاتا۔ خیر خدا نے کیا کہ وہ اچھے ہوگئے۔ اب بتلاؤ کہ بقرعید میں بھی ان کو بلاؤگی یا نہیں صبغت اللہ کی بیماری کا بہت افسوس ہے۔ امام میاں اور بھائی زین الدین دھول پور میں ہیں۔ خط آتے رہیں۔ سب بہت اچھی طرح ہیں۔ دو ایک روز میں علی گڑھ آنے والے ہیں۔ جو جو چیزیں منگائی ہیں وہ سب عبداللہ کے ہاتھ پہنچیں گی۔ اور اس لیے عبداللہ کے آنے میں شاید ایک دو روز کا حرج ہو جائے۔ میں نے سنا ہے امروہہ میں چوروں کی بہت کثرت ہے ذرا خوب ہوشیار رہنا چاہیے اور چھوٹی کیوں یا صندوقچیوں میں کوئی چیز مت رکھنا۔ والسلام۔

خاکسار

مشتاق حسین۔ علی گڑھ۔ ۶ ستمبر

از طرف محمد احمد تسلیم۔

(۴)

حیدرآباد۔ ۱۷ شوال سہ شنبہ

عزیزۂ من سلامت

بعد سلام شوق کے واضح ہو عید کے دن کا لکھا ہوا خط آپ کی امی جان صاحبہ کا پہنچا۔ جس میں انہوں نے رقم فرمایا تھا کہ اب ہم آنے کے لیے تیار ہیں۔ اس خط کے آنے سے یہاں ہمارے گھر میں ایک عید اور ہوگئی۔ فوراً سب انتظام کیا گیا۔ بھائی فیاض رسول روانگی کے لیے تیار ہوئے کیونکہ معلوم تھا کہ اگر ساتھ میں اور کسی کا آنا بھی نہ ہو تو بھی بھائی فیاض رسول اور حافظ جی ساتھ کے لیے کافی ہوں گے اور باقی ایک دو نوکر ساتھ ہوگا۔ خوشی خوشی بھائی مظہر اللہ صاحب کو تار دیا کہ اب فیاض رسول روانہ ہوتے ہیں۔ بوا کا خط آگیا ہے۔ اس تار میں میں نے لکھا کہ ننھی کو بھی آنے کی اجازت دی جائے۔ حکمت اللہ کے واسطے بھی لکھا۔ بھائی مظہر اللہ اور بھائی اخلاق رسول صاحب سے بھی توقع کی کہ وہ بھی ساتھ آویں۔ مگر جواب یہ آیا کہ عید کے بعد آنا ہوگا۔ یہ سنتے ہی ہم کو تو محرم ہوگیا

کل نمی کا خط پھر آیا ہے۔ اس میں پھر لکھا ہے کہ چلنے کے لیے سب تیار ہیں۔ لہٰذا میں نے جوابی تار دیا ہے۔ دیکھیے اس کا کیا جواب آتا ہے۔ اگر جناب والدہ صاحبہ حقیقت میں تیار ہیں تو مجھ کو تار کے ذریعہ سے اطلاع کرو۔ خط کا جواب آنے میں تو بہت دیر ہوتی ہے۔ میں بہت جلد بھائی فیاض رسول صاحب کو یہاں سے روانہ کروں گا اور وہ بالکل تیار ہیں۔ راستہ کا تمام انتظام ان کو سمجھا دیا گیا ہے اور گاڑی جبکہ پوری ہوگی اور بار بار بدلنا نہ ہوگا۔ بدلی نہ جاوے گی تو اسباب کا علیحدہ بھیجنا بے سود ہوگا۔ بلکہ چوری کا بھی ڈر ہے۔ اور برسات میں خراب ہونے کا بھی۔ صرف اس قدر کرنا کافی ہوگا کہ چھوٹی چھوٹی پٹلیاں اور صندوقچیاں بہت کثرت سے الگ الگ ساتھ نہ ہوں۔ اس میں چیز جاتی رہتی ہے۔ سب صندوقوں میں بند ہو اور صندوق جتنے بھی ہو جائیں سب گاڑی میں رکھ لیے جاویں گے۔ سارا اسباب حفاظت کے ساتھ ساتھ ہی ساتھ آ جاوے گا۔ اور اب جب ارادہ کر لیا ہے تو فوراً ہی ہونا چاہیے۔

میں بیان نہیں کر سکتا کہ مجھ کو تمہارے سب کے یہاں نہ ہونے سے کس قدر سخت تکلیف ہے اور روز روز دیر ہونے سے کس قدر رنج ہوتا ہے۔ مجھ کو حقیقت میں اکثر وقت بیٹھے بیٹھے یہ خیال آتا ہے کہ وہ مجھ سے کون سی ایسی خطا ہوئی ہے جو سب لوگوں نے ایک ساتھ مجھ سے محبت کرنا ترک کر دیا ہے۔ والسلام

خاکسار
مشتاق حسین

(۵)

عزیزہ من سلامت

اطمینان رکھو کہ یہاں سب طرح خیریت ہے۔ فیاض رسول بھی اچھی طرح ہیں۔ نیاز محمد، علی حسین سب اچھے ہیں۔ میں جو تمہارے بلانے کو لکھتا تھا کچھ اپنے ہی آرام کے لیے نہیں بلکہ تمہارے بھی بھلے کو لکھتا تھا۔

خدا معلوم وہاں کیسی گرمی ہوگی۔ یہاں تو برآمدہ میں ٹاٹ کے پردے لٹکا کر اور اپنا دہ سفید کمبل دہرا کر کے رات کو سوتا ہوں۔ دن کو بانات کا انگرکھا پہننا ہوتا ہے۔ یقین تو ہے کہ یہ سن کر تمہارا بھی جی للچاتا ہوگا۔

آج جمعہ سے چوتھا روزہ ہے۔ تراویح ہمارے مکان ہی پر ہوتی ہیں۔ ایک حافظ صاحب پڑھتے ہیں مگر گھر سے علیحدہ رہ کر رمضان کا بھی کچھ لطف نہیں۔

آج تین سو روپے کے منی آرڈر میں نے بھائی مظہر اللہ صاحب کے نام روانہ کیے ہیں۔ امید ہے کہ وہاں بھی سب طرح خیریت ہوگی۔ محمود احمد کا ابھی علی گڑھ سے کوئی خط نہیں آیا۔ سب کو دعا و سلام۔

خاکسار
مشتاق حسین

(۶)

مہابلیشر ۱۱ رمضان سنہ ۱۲ھ

عزیزہ من سلامت

خدا کا شکر ہے کہ میں اب بہت اچھا ہوں اور خدا نے چاہا تو تھوڑے سے روزے بھی رکھوں گا۔ یہاں اگر سب

زیادہ فائدہ پیدل پھرنے سے ہوا۔ اب میں دو میل تک اچھی طرح پھر لیتا ہوں اور تھکتا بھی نہیں۔ مگر ابھی تک یہ حال ہے کہ اگر کوئی ثقیل چیز کھاؤں (تو) ہضم میں نقصان ہو جاتا ہے لیکن یہاں رہنے کا ابھی ڈیڑھ مہینہ ہے۔ اُمید ہے کہ اس میں اچھی طرح طبیعت سنبھل جاوے گی۔

اب کی دفعہ محمد احمد کا خط یقین ہے کہ وہاں پیری کو پہنچا ہوگا۔ ولایت کی ڈاک بہت جلد آئی تھی۔ سب کو دعا و سلام۔

خاکسار مشتاق حسین

(۷)

نورِ چشمی مشتاق فاطمہ

کل میں صبح جو پیدل پھرنے کو گیا تو بعض سڑکوں کی ایک سی صورت ہونے کی وجہ سے گھر کا راستہ بھول گیا اور ڈیڑھ گھنٹہ تک چلنا پڑا۔ چار میل سے بھی زیادہ چلا۔ اور خدا کا شکر ہے کہ اچھا رہا کچھ تھکا نہیں۔ ایک خدا کا شکر تھا کہ بادل تھے دھوپ کی کچھ تکلیف نہیں ہوئی۔

تمہارا دوسرا خط مجھ کو پہنچ گیا ہے۔ مجھ کو اس بات سے بہت افسوس ہے کہ حیدرآباد میں گرمی بہت ہے۔

عزیزہ فاطمہ کو دعا۔ حنیف و جمیل احمد کو آداب تسلیمات۔

زمانہ ہی اُلٹا ہے اس لیے میں نے بھی عزیز کو دعا لکھی اور دونوں بچوں کو آداب و تسلیمات۔

ہاں یہ تو بتلاؤ کہ اُس برنٹ کا کل سے کچھ کام بھی چلا۔ والسلام خاکسار

مشتاق حسین

(۸)

عزیزہ من سلامت!

بعد سلام شوق کے واضح ہو آپ کا خط پہنچا۔ اطمینان ہوا۔ حنفی کے بھی خطوط آئے اور خوشی ہوئی۔ میں تو جیا سے اول دن سے کہتا تھا کہ تم الگ مت ہو۔ اب بھی جیا کو کہو کہ وہ یہیں رہے یعنی کھانا یہیں کھایا کریں اور ان کا جی ہو تو جب چاہے ہو آویں۔ غضب کی بات ہوگی کہ میری تنخواہ تو بارہ سو روپیہ ہو اور جیا ہی کو تکلیف۔ ایسی ایسی بیس نالائق بہوؤں کو ہم جیا پر سے قربان کر کے پھینک دیں۔ جیا سے کہو کہ وہ کسی بات کا اپنے دل میں خیال نہ کریں۔ جیا کے غلاموں کو۔ جیا کی باندیوں کو سب کچھ ہوگا اور یہ نالائق بہو ہمیشہ خوار رہے گی۔ بہو نے یہ سوچا ہوگا کہ میاں حیدرآباد سے دنیا بھر کی نعمتیں لاتے ہوں گے وہ اکیلی مجھ ہی کو ملیں گی۔ ان کی آنکھوں میں نیل کا لمیدہ۔

محمد احمد اس تعطیل میں علی گڑھ ہی میں رہیں گے۔ اُن کا امتحان جو تعطیل کے بعد قرار پایا تو اب اُن کو تمام تعطیل پڑھنا چاہیے ورنہ امتحان خراب ہو گیا تو برس دن تک مصیبت ہوگی۔ تم بھی ان کو یہی صلاح دو۔ وہ تعطیل میں علی گڑھ ... ہیں۔ امتحان کے ... چھٹی ہوگی۔ اُس میں امروہہ آسکیں گے اور یوں دو ایک روز کے لیے کبھی بیچ میں بھی امروہہ آ نکلیں گے۔ اُس کی کچھ ممانعت

نہیں ہے۔ والسلام خاکسار : مشتاق حسین ۲۲ محرم

(۱۰)

حیدرآباد ۱۸ جمادی الاخریٰ

عزیزہ من سلامت

بعد سلام شوق کے واضح ہو۔ آپ کا خط آج آیا۔ خوشی ہوئی کہ سہارن پور بھی آپ نے دیکھا اور وہاں کی بوبیاں سنیں۔ زیادہ خوشی یہ ہے کہ چھٹی سے امروہہ آئیں۔ یہ تو میں پہلے سے چاہتا تھا مجھ کو تمہارے جانے کا کچھ رنج نہیں۔ اصل یہ ہے کہ دفعتاً جب میں نے سُنا کہ تم بریلی کو گئیں اور وہاں سے سہارن پور کا ارادہ ہے تو مجھ کو بہت ہی فکر ہوئی کہ راستہ میں خدا خیریت سے رکھے اور یہ کچھ معلوم نہیں ہوا تھا کہ ساتھ کون ہے۔ خیر اب اپنے جی سے رنج دور کر دو۔ راستہ میں یقین ہے کہ محمد احمد کو دیکھا ہو گا۔ مگر ان کی خیریت تم نے اپنے خط میں نہیں لکھی۔ باقی خیریت ہے۔

بھائی تصدق حسین صاحب شاید شنبہ کو یہاں سے امروہہ جانے والے ہیں۔ یعنی پرسوں۔ والسلام

خاکسار ۔ مشتاق حسین

(۱۱)

عزیزہ من سلامت !

بعد سلام شوق کے واضح ہو کہ مجھ کو اس بات کی ضرورت پیش آئی ہے کہ ڈیڑھ سو روپیہ بھائی فیاض رسول کے پاس بھیجوں میرے پاس اس وقت یہاں روپیہ نہیں ہے۔ کیونکہ ابھی پانسو روپیہ قرضہ دے چکا ہوں اور سو روپیہ محمد احمد کے اخراجات کے لیے علی گڑھ کو بھیجے ہیں۔ بعدہٗ میں نے بھائی مظہر اللہ صاحب کو لکھا ہے کہ وہ ڈیڑھ سو روپیہ میرے حساب میں وہاں دے دیں۔ جناب والدہ صاحبہ سے اطلاع کر دینا کہ ذرا خرچ کرتے وقت اس کا لحاظ فرمالیں۔

امید ہے کہ دودھ پلائی کا بندوبست ضرور ہو گا کیونکہ جو اصل آرام کی اور ضرورت کی بات ہے وہ صرف یہی ہے اور باقی خیر و عافیت۔ والسلام خاکسار ۔ مشتاق حسین

دودھ پلائی کا ضرور بندوبست کر دو اور اس کا خرچ تم معمولی خرچ سے الگ لے سکتی ہو۔ اُمید ہے کہ تم بھی ضرور اس میں کوشش کرو گی۔ تاکہ جناب والدہ صاحبہ اس خرچ کو فضول نہ سمجھیں وہ بیشک روپیہ خرچ کرنے میں بہت سخی ہیں مگر ضروری اور غیر ضروری کاموں میں تمیز نہیں فرمایا کریں۔ مُشتاق حسین

ہاں میں نے پہلے بھی تم سے پوچھا مگر تم اُس کے جواب کو بھول گئیں۔ اب ضرور یاد کر کے اطلاع دو کہ مسجد والے حاجی صاحب کو ہمارے ہاں سے کچھ مہینہ کے طور سے جاتا ہے یا نہیں ؟

مُشتاق حسین

(۱۳)

عزیزہ من سلامت

بعد سلام شوق کے واضح ہو۔ آپ کے خطوط برابر آتے ہیں اور اطمینان ہوتا ہے۔ خرچ کی نسبت نعمٰی کا ایک خط آیا ہے۔ اس کا جواب دوسرے کاغذ پر ہے۔ وہ ان کو دے دو۔ میں نے بھائی مظہر اللہ صاحب کو لکھ بھیجا ہے کہ سو روپیہ مہینہ کے حساب سے گھر میں خرچ دیا کریں۔ میں نے سوچا کہ یہ بھی کے دن کی بات ہے۔ کیونکہ جس قدر جلد مجھ سے ہو سکے گا۔ میں اب کی مرتبہ تم سب کو حیدرآباد بلا لوں۔ دو ہفتہ کی رخصت لے کر آؤں گا۔ ریل کا ایسا بندوبست کروں گا کہ مراد آباد سے جو سوار ہو تو حیدرآباد ہی میں اترو۔ راستہ میں کہیں اترنا نہ پڑے گا اور گاڑی میں پیشاب پاخانہ اور لیٹنے بیٹھنے کا خوب آرام ہوگا۔

مجھ کو اطلاع دو کہ تم سب آنے کے لیے تیار ہو۔ اور آیا ممکن ہے کہ برسات ہی میں تمہارے لانے کا بندوبست کیا جائے۔ حکیم احمد سعید صاحب سے معلوم ہوا کہ دائیاں یہاں ابھی موجود ہیں۔ پس اب دو تین عورتوں کا بندوبست کرو۔ دو دو تین تین روپیہ مہینہ دیا کرو۔ بہت مل جاویں گی۔ اگر کوئی پیسے پر دینے والی ملے۔ تو پانچ چھ روپیہ تک بھی مضائقہ نہیں ہے۔ امروہہ میں نہ ملے تو مراد آباد یا رامپور سے کسی کو بلاؤ۔ مگر ایسے آدمی کا ہونا ضرور ہے۔ والسلام خاکسار

۵ رجب ۱۸ جون۔ مشتاق حسین از حیدرآباد دکن

محمد احمد بھی یقین ہے کہ جلد ہی وہاں پہنچتے ہوں گے۔ بھائی فیاض رسول اور بھائی تصدق حسین صاحب بخیریت ہیں

(۱۴)

حیدرآباد ۲۶ اگست

جناب والدہ صاحبہ معظمہ و مکرمہ ام سلامت

تسلیم۔ مجھ کو درحقیقت بہت افسوس ہے کہ میرے کل کے خط کا آپ کو رنج ہوا ہوگا۔ افسوس اس لیے زیادہ ہے کہ میری تمام تر کوشش اور نجات اس میں ہے کہ میں آپ کو خوش رکھوں۔ بجائے اس کے ایسا موقع پیش آتا ہے کہ آپ کو میری تحریر سے رنج ہوتا ہے۔

بات یہ ہے کہ التوا کے لیے اگر کوئی وجہ ہوتی تو بھی مضائقہ نہ تھا اور آپ نے صاف صاف تحریر فرمایا کہ ہمشیرہ عزیزہ کی شادی کا ابھی کوئی وقت مقرر نہیں۔ اور اس لیے اس کے انتظار میں رہنا نہیں ہو سکتا۔ میں نے خوش ہو کر سب قسم کی تیاری شروع کی تار اس لیے دیا تھا کہ احتیاطاً یہ جواب آجاوے تو بھائی فیاض رسول صاحب کو روانہ کیا جاوے۔ جواب آیا تو یہ آیا کہ عید بعد چلیں گے اور کل خط آیا تو اس میں کوئی وجہ تاخیر درج نہیں۔ جب کوئی سبب ایسا نہیں ہے جس کے لحاظ سے روانگی ملتوی ہو تو آیا مجھ کو رنج دینے کی وجہ ہے یا نہیں۔

آپ یاد فرمائیے کہ جس وقت سے میں گورکھپور کو روانہ ہوا اور آپ علی گڑھ سے امروہہ آئیں۔ اس کے بعد سے کبھی ایسا موقع ہوا ہے جو میں نے یہ سمجھا ہو کہ گھر کے لوگ پاس ہیں۔ اس عرصہ میں میرا امروہہ آنا اور چند روز رہنا بالکل ایک مسافرت کا اور پردیسی کا

جاآنا اور رہنا ہوا ہے۔ آپ کو غور کرنا تھا کہ آخر میں بھی آدمی ہوں میرا دل چاہتا ہوگا یا نہیں کہ سب گھر کے لوگ میرے پاس ہوں اور ہنسی خوشی سے رہیں۔ ایک آدمی جبکہ تمام دن محنت کرکے تھکا آتا ہے تو ضرور اس کی یہ خوشی ہوتی ہے کہ بال بچوں میں بیٹھ کر دل بہلاوے انسان کو بہت سے ایسے مواقع پیش آتے ہیں جبکہ اس کو مختلف قسم کے رنج ہوتے ہیں اس کی روزانہ تکلیف ہوتی ہے کہ جب وہ اپنے بال بچوں میں آتا ہے تو جی بہل جاتا ہے میں بھی آخر انسان ہوں یا نہیں۔ مجھ کو بھی ایسے مواقع پیش آتے ہوں گے یا نہیں۔ پھر بھی تمہارے دل پر اس کا اثر ہوا ؟

پھر ایک اور بات بھی ہے کہ آدمی جب زیادہ راحت میں ہوتا ہے۔ تب ہی اس کو گھر یاد آیا کرتا ہے۔ تاکہ وہ اپنے لوازمات اس راحت کا لطف حاصل کرے۔ کیا فائدہ ہے مجھ کو اس بارہ سو روپیہ تنخواہ اور ایک معزز عہدے سے اس دنیا میں جبکہ میرا حال یہ ہو کہ صبح سے شام تک محنت کی اور رات کو تمام رات پیٹ پر ہاتھ رکھ کر ماما سے کھانا لے کر کھانے کا۔ کیا آدمی روپیہ سے یہ نہیں حاصل کر سکتا ہے۔ بے شک تم مال ہو اور جس قدر محبت تم کو ہے اس کا ہزارواں حصہ بھی کسی کو نہ ہوگی۔ لیکن میں پوچھتا ہوں کہ کبھی بھی تمہارے دل پر اس عرصہ میں یہ خیال آیا۔ موقع تو یہ تھا کہ ان باتوں کا خیال آپ کو خود ہوتا۔ آپ خود تقاضا فرماتیں کہ ہم جلد جلد آتے ہیں۔ جلد بلاؤ جلد بلاؤ۔ وہ سب گیا نوبت یہ پہنچی کہ میں منتیں کرتا ہوں۔ خوشامدیں کرتا ہوں۔ دعائیں مانگتا ہوں اور کسی کے دل پر جوں بھی نہیں رینگتی یہ تک خیال نہیں آتا کہ ایک شخص جو اس طرح بار بار کرتا ہے۔ یہ آدمی ہے یا پتھر ہے اس کے دل بھی ہے یا نہیں۔ اس سے کبھی کچھ رشتہ ناطہ تعلق بھی تھا یا نہ تھا۔ اب بتاؤ کہ مجھ کو رنج ہونا چاہیے یا نہیں زیادہ حد ادب

خاکسار : مشتاق حسین

(۱۴)

حیدرآباد ۔ ۱۲ شوال ۔ ۲۵ اگست

جناب والدہ صاحبہ معظمہ ادام سلامت

تسلیم ۔ اگرچہ افسوس اور تکلیف پہلے سے بھی ہے لیکن اب جس روز سے تار کا جواب آیا اور معلوم ہوا ہے کہ ارادہ پھر ملتوی ہوا ہے تو میرے دل پر اتنا سخت رنج گزرا ہے جسے میں بیان نہیں کرسکتا لوگ جو مجھ سے ملنے آتے ہیں کہ کیوں طبیعت کا کیا حال ہے اور مجھ کو ان سے کہنا پڑتا ہے کہ جی اچھا نہیں ہے۔ بخار ہے اور حقیقت میں سب کیفیت بخار کی سی ہے اور اگر دل پر یہی صدمہ رہا تو مجھ کو اندیشہ ہے کہ کسی سخت بیماری میں میں مبتلا نہ ہو جاؤں۔ افسوس ہے کہ یہ سارا رنج اور ساری خرابی صاحب زادے کے شامل رہنے سے ہے آپ کا اپنا دل حقیقت میں اس وقت یہاں آنے کو نہیں چاہتا۔ مگر بہو کی مروت مجبور کرتی ہے کہ انکار بھی نہیں ہوسکتا۔ اب وعدہ ہے کہ بقر عید بعد آویں گے۔ اس طرح آنے کو تو قیامت بھی بقر عید بعد ہی آوے گی۔ مجھ کو تو اب ایسے آنے کی بھی کچھ خوشی نہیں رہی۔ اب میں بھی اس جنون کو اپنے دماغ سے کم کرنا چاہتا ہوں۔ جس نے بیماری کے قریب پہنچا دیا۔ جب ایک دفعہ دل ٹوٹ گیا تو پھر اس کا سمجھا لینا اور ایک خیال سے ہٹا لینا کچھ مشکل نہیں ہے شاید چند روز میں میری طبیعت کا یہ حال ہو سکے گا جبکہ مجھ کو ان باتوں کا خیال تک بھی نہ آوے۔ ان چار پانچ دن ہی میں بہت طبیعت کا رنگ بدل گیا ہے۔ زیادہ حد ادب

خاکسار : مشتاق حسین

(۱۵)

حیدرآباد ۱۵ ذی الحجہ

جناب والدہ صاحبہ معظمہ ام سلامت۔ تسلیم۔

نوازش نامہ پہنچا، مسرور فرمایا۔ یہ اچھا ہوگا کہ بھاری بھاری اسباب پہلے سے روانہ کردیا جاوے گا۔ نوکروں کی تنخواہ کی نسبت میں بھائی مظہر اللہ صاحب اور بھائی فیاض رسول کو لکھ چکا ہوں۔ اگر نہیں مل سکتے تو مجبوری ہے۔ جانے دو۔ میرا مطلب صرف یہ تھا کہ وطن کے جس قدر آدمی پاس ہوں بہتر ہے۔ البتہ اس کی سب سے زیادہ کوشش کرنی چاہیے کہ اصیلیں وغیرہ اس قدر ساتھ ہوں جو گھر میں یہاں کی عورتوں کی ضرورت نہ پڑے۔ بڑی ہی چور اور بدمعاش ہوتی ہیں۔

جیا کو ساتھ لانا بھی مناسب ہے وہ دیوانی ہے اگر وہاں رہنے کا قصد کرے۔ دیکھو ہمارے سب کے ہوتے ہوئے اس کے اوپر وہاں کیا کیا آفت گزر گئی ہے۔ یہاں سے اس کو سوچنا چاہیے کہ اکیلے پن کی حالت میں کیا ہوگا۔ بیٹے کی مفارقت کا اگر خیال ہو تو مجبور رہنا چاہیے کہ آخر محمد احمد بھی تو اس تھوڑی سی عمر میں سب سے علیحدہ ہیں اور علیحدگی گوارا کرنی پڑتی ہے۔

آج تک کسی خط میں کسی نے یہ یقین سے نہ لکھا کہ کس کس کا آنا قرار پایا۔ والسلام خاکسار

مشتاق حسین ۱۵ ذی الحجہ

(۱۶)

نورچشمی مشتاق فاطمہ

تمہارا خط پہنچا، خوشی ہوئی۔ ہمیشہ اسی طرح اپنی اور سب کی عافیت سے اطلاع دیتی رہا کرو۔

دلاور خاں گلبرگہ پہنچ گئے۔ میرا بھی ارادہ کسی دن اُن سے ملنے کے لیے گلبرگہ جانے کا ہے۔ والدعا۔

خاکسار۔ مشتاق حسین

اپنی بوا سے کہہ دینا کہ اُن کا خط نہیں پہنچا۔

مشتاق حسین

(۱۷)

عزیزہ من سلامت!

الحمدللہ کہ یہاں سب طرح پر خیریت ہے۔ اطمینان رکھو ہم سب اچھے ہیں۔ بھائی فیاض رسول اور بھائی تصدق حسین صاحب کو میں نے اپنے ہی پاس بُلا لیا ہے۔ بھائی تصدق حسین صاحب بارش شروع ہونے پر یہاں سے روانہ ہوں گے۔ میں جس روز سے یہاں پہنچا تھا اُسی روز یہاں دھانوں کی کھیتیاں کاٹی جارہی تھیں یعنی جیٹھ کے مہینے میں دھان کٹ رہے تھے اور آموں کی خوب بہار تھی۔ دیکھو ایک ایسا بھی ملک ہے اور اب تم خود ہی اس کو دیکھ لوگی۔ والسلام

خاکسار مشتاق حسین۔ ۱۲ رجب

سب کو دعا و سلام
تمہارے خطوط برابر پہنچتے ہیں۔ یقین ہے کہ محمد احمد بھی عنقریب امروہہ آنے والے ہوں گے۔

(۱۸)

عزیزہ من سلامت!

الحمدللہ کہ یہاں سب طرح خیریت ہے۔ اپنی امی جان سے عرض کرو کہ میں نے خرچ بھیج دیا ہے وہ اس میں سے پچاس روپیہ زیادہ سے لیں اور جب ضرورت ہوئے لیا کریں۔ کچھ مجھ سے پوچھنے کی حاجت نہیں ہے جو کچھ درکار ہوگا ضرورت ہی کے لیے درکار ہوگا۔ والسلام

فیاض رسول بخیریت ہیں اور نیاز محمد علی حسین سب اچھے ہیں خاکسار

مشتاق حسین از حیدرآباد

(۱۹)

حیدرآباد۔ ۱۸ رجب۔

عزیزہ من سلامت۔

بھائی انتظام علی خاں صاحب کا تو سخت صدمہ پہنچا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون اب تک چار پانچ دن خبر کو سنتے ہو چکے اور لوگ کہ خبروں نے بہت دنوں سے مایوس کر دیا تھا، مگر آج تک حواس درست نہیں ہیں۔ افسوس اور ہزار افسوس
تم اپنی خیریت سے اطلاع دو۔ والسلام خاکسار
مشتاق حسین

(۲۰)

حیدرآباد۔ ۲۴ رجب۔ یکم جون
عزیزہ من سلامت۔
الحمدللہ کہ یہاں سب خیریت ہے۔ تمہارا خط عرصہ سے نہیں آیا۔ والسلام۔ خاکسار
مشتاق حسین

یہاں اب شب کو اس قدر سردی پڑتی ہے کہ باہر میدان میں مشکل سے سویا جاتا ہے۔ آج صبح بانات کے انگرکھے کی حاجت تھی۔ مشتاق حسین

(۲۱)

عزیزہ من سلامت۔

تمہارا خط آیا۔ جی خوش ہوا۔ ننھی کے بچے کو دیکھنے کو بہت جی چاہتا ہے۔ اب بتلاؤ کہ تم سب کب تک وہاں سے حیدرآباد

آ سکتی ہو تاکہ میں غور کر وں کہ مجھ کو فرصت اور رخصت مل سکے گی یا نہیں۔ نیاز محمد کو جب تب جو محمد احمد کے پاس متعین کیا ہا تو مجھ کو کچھ عذر نہیں ہے۔ والسلام

خاکسار

مشتاق حسین ۴ر جنوری حیدر آباد

(۲۲)

عزیزہ من سلامت۔

میں جمعرات کے دن بخیریت تمام یہاں پہنچا۔ مولوی مہدی علی صاحب کے ہاں ٹھہرا ہوں۔ اور ایک بہت خوبصورت کوٹھی کا بندوبست رہنے کے واسطے کر رہا ہوں، جس کو دیکھ کر تم بھی خوش ہو جاؤ گی۔ میرا تقرر آج پھر اسی پہلے عہدہ سے پر ہو گیا۔ بشیر الدولہ بہادر کے محکمے کا عہدہ سے ہو گیا اور میں نے اپنا کام شروع کر دیا۔ خدا کا بڑا شکر ہے۔ محمد احمد کے خطوط میرے پاس آتے ہیں اور میں امید کرتا ہوں تمہارے پاس وہ خط بھیجتے ہوں گے۔ اب سے تین ہفتہ بعد وہ امروہہ آویں گے۔ میں نے علی کر کے الگ بھیجا ہے۔ خرچ میں عنقریب روانہ کروں گا۔ اور اس کے بعد ہر مہینے خرچ لگاتار رہے گا۔ سب کو دعا و سلام پہنچے۔ نیاز محمد بخیریت ہے۔ والسلام۔

بھائی تصدق حسین، میاں حق رسول، حکیم احمد میاں سب بخیریت ہیں۔

خاکسار

حیدر آباد دکن۔ ۷ر مئی

مشتاق حسین

(۲۳)

نہا بلیشر۔ ۹ رمضان

نور چشمی مشتاق فاطمہ سلمہا اللہ تعالےٰ

کل تمام تمہارا خط پہنچا جس کا مجھ کو ہر روز انتظار رہتا تھا۔ یہ کہنا تو مناسب نہیں کہ خوشی ہوئی اگرچہ ہوئی تو۔ مگر کہنا یوں چاہیے کہ اطمینان ہوا۔ مجھ کو پہلے سے یہ اطمینان تھا کہ تم خدا کے فضل و کرم سے بہت صابر و شاکر بیٹی ہو۔ تاہم خط جب تک نہیں آیا تب تک ایک قسم کی فکر رہی۔ مگر اب کامل اطمینان ہو گیا اور خدا سے صرف یہ دعا ہے کہ اس کا بہت اچھا بدلہ تم کو ملے۔ میں تو تم سب کو نہا بلیشر بلا لیتا۔ مکان کافی ہے۔ مگر تمہارے رستے کی تکلیف کے لحاظ سے ایسا ارادہ نہیں کر سکا۔ میں بخیریت ہوں۔ سب کو دعا و سلام۔

خاکسار: مشتاق حسین

(۲۴)

نہا بلیشر

نور چشمی عزیزہ فاطمہ سلمہا اللہ تعالےٰ

دعاؤں کے بعد واضح ہو تمہارا خط آیا۔ مبارک فاطمہ نہ سہی زبیدہ خاتون سہی۔ یہ بھی اچھا نام ہے۔ مگر ابھی کیا ہے۔ ابھی خوب غور کر لو۔ بچی چھینے کے بعد پیدا ہوئی ہے۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔ فرصت سے نام تجویز ہو سکے گا۔ والدینا۔

باقی سب خیریت ہے۔ والسلام   خاکسار مشتاق حسین

(۲۵)

بچھرالوں۔ ۱۱ مئی ۱۹۱۵ء

برخورداری سلمہا اللہ تعالے

نیاز محمد کا خط آج پہونچا۔ جس سے تمہاری خیریت معلوم ہو کر اطمینان ہوا۔ میرا خط اور تمہارا جو تا صابری یقین ہے کہ آج تم کو ملا ہوگا۔

ایک خاص بات ہے جس ضرورت سے یہ خط مجھ کو اپنے قلم سے لکھنا پڑا ہے۔ تم کو معلوم ہے کہ مسودہ وقف میں ایک دفعہ یہ بھی ہے کہ مشتاق حسین کے بعد فلاں شخص متولی مقرر ہوگا اگر اس وقت تک مشتاق احمد نابالغ ہوں۔

اس کے متعلق میں نے اب تک برابر سوچا ہے اور اپنی رائے کا اظہار کسی سے نہیں کیا۔ اور اب میں اس کے متعلق اظہار رائے کرتا ہوں۔ میرے نزدیک عزیز القدر محمد صبغت اللہ اس کام کے لیے جبکہ موجود اور موجودہ اشخاص میں سب سے بہتر ہیں مگر جائے مسئلے کو تمہارے مشورے سے طے کرنا چاہتا ہوں۔ تم اپنی رائے سے بواپسی ڈاک اطلاع دو۔ والسلام   خاکسار

مشتاق حسین

(۲۶)

عزیزہ من سلامت۔

سید احمد خاں بہادر حیدرآباد جاتے ہیں۔ ایک مہینہ تک یہاں رہیں گے۔ میں ان کے لینے کے واسطے بمبئی کو آیا ہوں۔ کل صبح حیدرآباد سے چلا تھا۔ آج گیارہ بجے یہاں پہنچا۔ سید صاحب کل علی گڑھ سے یہاں آویں گے۔ یہاں سے ہم سب ساتھ ساتھ حیدرآباد کو جاویں گے۔ مولوی سید مہدی علی اور میں دونوں حیدرآباد سے آئے ہیں۔ باقی سب خیریت ہے۔ تم اپنے خطوط حیدرآباد ہی کو بھیجا کرو۔

بمبئی۔ ۲۲ ستمبر جمعہ   خاکسار۔ مشتاق حسین

(۲۷)

عزیزہ من سلامت

محمد احمد نے آج تار پر مجھ کو لکھا ہے کہ میں امتحان میں پاس ہو گیا یعنی پورا اترا۔ بہت خوشی ہوئی۔ ان سے وعدہ تھا کہ جب وہ امتحان میں پورے اتریں تو ان کی سواری کے لیے گھوڑا دیا جاوے گا۔ اب اس وعدہ کو پورا کرنا ہوگا۔ تم کو بھی اس خبر سے ویسی خوشی ہوئی ہوگی جیسی اسے اس وقت ہوئی ہوگی جب محمد احمد علی گڑھ سے آکر تم سے ملے ہوں گے۔ اور اگر حقیقت میں اس سے کچھ خوشی ہوئی ہے تو اس کا ثبوت کیا ہے۔ اس خوشی میں کچھ خرچ کرو تو ہم بھی جانیں۔ مدرسہ علی گڑھ میں بہت سے غریب طالب علم ہیں ان کے واسطے کچھ نقد روپیہ نیاز محمد کے ہاتھ بھیج دینا مناسب ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ ماں، وردادی ایسے کاموں میں کس قدر نام کرنے کو پسند کرتی ہیں۔ والسلام   خاکسار

مشتاق حسین

اپنی مامی جان کو اطلاع دو آج میں نے پانچ سو روپیہ کے منی آرڈر بھیج دیئے ہیں لیکن خرچ سمجھ سمجھ کر کرنا چاہیے۔ فضول باتیں تو سب فائدہ ہیں۔ البتہ جو دینا ہے وہ دیا جاوے اور سب سے ضروری بات یہ ہے کہ ایک دودھ پلائی بچے کے واسطے رکھی جاوے اور اس کا خرچ اپنے ذمہ لو۔ اس میں ہرگز کوتاہی مت کرنا۔ والسلام خاکسار

مشتاق حسین ۲۸ صفر

(۲۸)

عزیزہ من سلامت

میں یہاں سے خدا نے چاہا تو منگل کے دن شام کو سوار ہوں گا اور بدھ کے روز صبح ہی صبح امروہہ پہنچوں گا۔ آج میں نے بھائی مظہر اللہ صاحب کو خط لکھا ہے اور پالکی مراد آباد کو منگائی ہے تاکہ رات میں آرام سے سفر کر سکوں۔ والسلام

محمد احمد وغیرہ بخیریت ہیں۔ خاکسار۔ مشتاق حسین علی گڑھ۔ ۲۲ اپریل

(۲۹)

عزیزہ من سلامت

آج حیدرآباد سے تار برقی آیا ہے کہ وہاں میری بحالی کا حکم ہوگیا۔ اُمید ہے کہ چار پانچ روز میں یہ حکم میرے پاس پہنچے گا۔ اب حیدرآباد کا جانا یقینی ہوگیا اور میں تم کو مبارکباد دیتا ہوں کہ تم کو بھی اب حیدرآباد چلنا ہوگا۔ اس کا ابھی کسی سے زیادہ ذکر مت کرنا۔ مطلب یہ ہے کہ ابھی زیادہ مشہور نہ ہو۔ ایک ہفتہ بعد میں بھی امروہہ آؤں گا۔ اور صرف ایک دن یا دو دن رہنا ہوگا۔ والسلام۔ خاکسار۔ مشتاق حسین علی گڑھ۔ ۱۹ اپریل

محمد احمد۔ احمد الدین۔ صبغت اللہ۔ عبدالقدیر سب بخیریت ہیں۔

(۳۰)

عزیزہ من سلامت

نفی کی طبیعت شاید اچھی نہیں۔ جو اُن کا خط کئی دن سے نہیں آیا۔ تم بھی کسی وقت اپنی جان پر مصیبت بھر کر کوئی چھوٹا سا خط لکھ دو۔ میں آج شب میں یہاں سے واپس روانہ ہوتا ہوں۔ اب تک تو ہر روز حیدرآباد سے دور ہوتا جاتا ہوں۔ اور اب ہر روز نزدیک ہوتا جاؤں گا۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اب سے ایک مہینہ میں میں حیدرآباد پہنچ جاؤں گا۔ والسلام۔

خاکسار۔ مشتاق حسین

اس وقت تم سے خط نہ لکھنے کی شکایت ...

(۳۱)

حیدرآباد ۲۰ رمضان۔ جناب والدہ صاحبہ مخدومہ معظمہ ام سلامت

تسلیم! آخر کار معلوم ہو گیا کہ آپ کا ارادہ آنے کا نہیں ہے۔ برا کا صرف حیلہ معلوم ہوتا ہے۔ بہتر ہے جیسی آپ کی مرضی

مجھ کو بھی اس میں عذر نہیں۔ اور اگر عذر ہو بھی تو چارہ ہی کیا ہے۔ اس عرصہ میں حیدرآباد میں رہنے کی مدت بھی ختم ہو جاوے گی اور اپنی جگہ تعلق داری گلبرگہ پر جانا ہوگا۔ پھر وہ جاڑے کا زمانہ میرے دورہ کا ہوگا۔ پانچ چھ مہینہ میں دورہ ختم ہوگا اور اس وقت گرمی زیادہ ہوگی۔ سفر ممکن نہ ہوگا۔ اس کے بعد برسات کا موسم شروع ہوگا۔ غرض ابھی ایک برس کے لیے تو فراغت ہے۔ پھر اس عرصہ میں دیکھیے کون مرے اور کون جیئے زندگی باقی رہی تو اب اگلے سال دیکھا جاوے گا۔ زیادہ حد ادب

اس وقت تو یہ جھگڑا جس سے آپ کو بہت تکلیف تھی آپ کے حسب منشا ختم ہو گیا۔ خدا مبارک کرے۔

خاکسار مشتاق حسین

(۴۲)

عزیزۂ من سلامت۔

میں بخیریت ہوں۔ فیاض رسول صاحب اب وہاں پہنچنے والے ہیں۔ یہ تو اطلاع دو کہ ہمشیرہ صاحبہ مسیحا اور حافظ صاحب کے گھر میں سے بھی آویں گی اور کون کون آوے گا۔ آج تک مجھ کو یہ نہ معلوم ہوا۔

صوفی خدا بخش نے مجھ کو خط لکھا ہے ان کو ایک روپیہ میری طرف سے دے دیجیے۔ اور اپنی خیر و عافیت سے اطلاع دو۔

والسلام خاکسار مشتاق حسین

(۴۳)

عزیزۂ من سلامت۔

اطمینان رکھو کہ میں خیریت سے ہوں اور بھائی فیاض رسول و بھائی تصدق حسین اور نیاز محمد، علی حسین سب اچھی طرح ہیں میں کل شام ارال میں آیا ہوں۔ یہ ایک بستی حیدرآباد سے دس کوس کے فاصلے پر ہے۔ یہاں مولوی مہدی علی صاحب تبدیل آب و ہوا کے لیے آئے ہوئے ہیں۔ میں بھی ان سے ملنے آیا ہوں۔ آج جمعہ کا دن کچہریوں میں تعطیل ہے۔ کل پھر حیدرآباد جاؤں گا۔ تمہارا وہ خط بھی پہنچا جس میں تم نے لکھا ہے کہ حیدرآباد سے خطوط آنے لگے اور اطمینان ہو گیا کہ امروہہ کے خطوط بھی حیدرآباد پہنچتے ہیں۔ والسلام۔ محمد احمد کے خطوط بھی آتے ہیں۔ والسلام

نمتی کو۔ عزیزہ کو۔ اشتیاق فاطمہ کو دعا۔ بوا کو اور سب کو سلام۔ خاکسار

ارال متصل حیدرآباد دکن ۲۶ مئی مشتاق حسین

(۴۴)

عزیزۂ من سلامت

تمہارے خطوط برابر پہنچتے ہیں اور ان سے بہت خوشی ہوتی ہے۔ اطمینان کے ساتھ اپنے خطوط بھیجے جاؤ۔

خرچ کی طرف سے شاید تکلیف ہوگی۔ دو روز سے روپیہ ڈاک خانے کو بھیجا جاتا ہے۔ منی آرڈر نہیں ہوتا۔ آج بھی نیاز محمد پھر آئے کہ کوئی تعطیل ہے۔ کل انشاء اللہ تعالیٰ چار سو روپیہ کا منی آرڈر بھائی مظہر اللہ صاحب کے نام پہنچے گا۔ والسلام۔

خاکسار۔ مشتاق حسین۔ حیدرآباد دکن ۲۴ مئی۔ چہار شنبہ

محمد احمد بھی ہر روز خط بھیجتے ہیں۔ اُن کا بھی میں شکر گزار ہوں۔ ماں بیٹوں نئے دونوں نے میرے ساتھ بڑی مہربانی کی ہے۔

(۲۵)

۲ مئی چہار شنبہ

عزیزۂ من سلامت

آج میں گلبرگہ میں ہوں صبح یہاں آیا ہوں۔ دن بھر رہوں گا۔ رات کو بھی رہوں گا۔ کل صبح سوار ہو کر شام کو انشاء اللہ حیدرآباد پہنچوں گا۔ نیاز محمد۔ علی حسین سب بخیریت ہیں۔ گلبرگہ حیدرآباد کی عملداری میں ہے۔ یہاں بہت سے دوست ہیں۔ اس لیے یہاں رہ جانا ہوا۔ کل میں حیدرآباد سے تار پہنچنے کی اطلاع دوں گا۔ والسلام

خاکسار

مشتاق حسین

(۲۶)

حیدرآباد۔ ۲۵ شعبان یکم جولائی

عزیزۂ من سلامت

یہاں بعنایت الٰہی سب طرح خیریت ہے۔ اطمینان رکھو یقین ہے کہ محمد احمد علی گڑھ کو روانہ ہوئے ہوں گے۔ کہو یہاں آنے کی نسبت کیا ارادہ ہے۔ حکیم احمد سعید صاحب نے لکھا تھا کہ کنوار میں آنے کا ارادہ ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ساون میں یہاں آنا چاہیئے تاکہ بھادوں کی گرمی سے بچو اور یہاں کا عمدہ موسم دیکھو۔ اگرچہ آج کل بھی نہایت عمدہ موسم ہے۔ آخر معلوم نہیں کہ دیر سے فائدہ کیا ہو گا۔ بھائی تصدق حسین صاحب کی شادی ہے تو شاید قبل از رمضان فراغت ہوئی ہو گی۔ کوئی خط نہیں آیا۔ والسلام۔

خاکسار: مشتاق حسین

(۲۷)

عزیزۂ من سلامت۔

میں بخیریت ہوں اور بہت خیریت سے ہوں۔ محمد احمد کے خطوط بھی آتے ہیں۔ یقین ہے کہ تمہارے پاس بھی جاتے ہوں گے اپنی خیریت کے خطوط بھیجتی رہو۔ میں جس روز سے امروہہ سے روانہ ہوا ہوں۔ کوئی خط مجھ کو نہیں ملا۔ ابھی میں علیحدہ مکان میں نہیں گیا بھائی تصدق حسین صاحب و فیاض رسول و نیاز محمد بخیریت ہیں۔ سب کو دعا و سلام۔ امروز فردا میں کچھ خرچ بھیجتا ہوں۔ والسلام۔

خاکسار: مشتاق حسین

حیدرآباد دکن ۱۵ مئی۔

(۲۸)

مہابلیشور۔ ۲۶ رمضان

عزیزۂ من سلامت

خدا کے فضل سے یہاں سب طرح خیریت ہے۔ اب رمضان تو ختم ہونے آیا۔ مگر اس کے بعد کا بھی جو مہینہ آتا ہے، وہ

بھی سب ایک ایک دن گن گن کر کٹے گا۔ برسات شروع ہوتے ہی خدا نے چاہا تو میں حیدرآباد آؤں گا۔ مجھلے بعد عید چلی گئے۔ ننھی۔ عزیزہ اشتیاق جمال۔ آپا سب کو دعا سلام پہنچے۔ بھائی زین الدین کے مکان کا کیا ہوا۔ اور وہ بھائی مظہر اللہ کے پاس بھی اسی قسم کا پیام ان کے مالک مکان سے آیا ہے کہ کرایہ بڑھا ہے۔ یہ دوسرا رقعہ بابر مولوی نور الحسن صاحب کے پاس بھیج دیجئے گا

والسلام خاکسار: مشتاق حسین

(۳۹)

عزیزۂ من سلامت۔

بعد سلام مسنون کے واضح ہو یہاں بعنایت الٰہی سب طرح خیریت ہے۔ اطمینان رکھو۔ محمد احمد کو دعا۔ ننھی عزیزہ اشتیاق کو مظہر کو ان کی چھوٹی نور کو سلام۔ نیاز محمد اچھی طرح ہے۔ والسلام خاکسار

مشتاق حسین حیدرآباد دکن ۱۴ شعبان

آج شب برات ہے تم یہاں ہوتیں تو ہم کو بھی حلوے کھانے کو مل جاتے۔

(۴۰)

عزیزۂ من سلامت

کل ننھی کا خط آیا۔ اور آج آپ کا خط آیا۔ محمد احمد کے حالات معلوم ہونے سے خوشی ہوئی امید ہے کہ اب دن بدن ان میں سمجھ زیادہ آتی جاوے گی۔ اور تین برس کے بعد وہ اس قابل ہو جاویں گے کہ ولایت کو جا سکیں۔ یہاں سب طرح خیریت ہے نیاز محمد۔ فیاض رسول۔ علی حسین سب اچھے ہیں۔ بھائی تصدق حسین معلوم نہیں وہاں پہنچے یا نہیں۔ آج دسواں روزہ ہے کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ رمضان ہے یا معمولی دن ہیں۔ اس قدر موسم عمدہ ہے کہ واہ جی واہ۔ سب کو سلام اور دعا ننھی مشتاق ناظمہ کو بہت بہت دعا عزیز مشتاق مظہر وغیرہ سب کو دعا۔ جناب والدہ صاحبہ کو تسلیمات۔ خاکسار

مشتاق حسین ۱۰ رمضان

(۴۱)

عزیزۂ من سلامت

تمہارے خطوط برابر پہنچتے ہیں۔ اطمینان رکھو۔ یہاں بھی سب طرح خیریت ہے۔ بھائی فیاض رسول صاحب اور بھائی تصدق حسین صاحب اور نیاز محمد بخیریت ہیں۔ خرچ ابھی تک میں نہیں بھیج سکا۔ کل چار سو روپیہ روانہ ہوں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ

والسلام۔ خاکسار: مشتاق حسین حیدرآباد دکن ۳ رجب

(۴۲)

عزیزۂ من سلامت

تمہارا خط پہنچا۔ میں خرچ کے بیے اس سے پہلے بھائی مظہر اللہ صاحب کو لکھ چکا ہوں۔ یقین ہے کہ انہوں نے خرچ

دے دیا ہوگا۔ ایک ہزار روپیہ جون نے یہاں سے بھیجے تھے چونکہ وہ رقم اکٹھی تھی لہٰذا قسطوں میں دے دی گئی ہوگی۔ اگر یہ ارادہ نہ کیا جاتا تو خرچ کی کچھ تکلیف نہ ہوتی ہوتی۔ محمد احمد اور امراؤ میاں اور سب لڑکے بخیریت ہیں۔ کلو آج صبح پہنچا اور مٹھائی بھی پہنچی۔ بوا کو سلام بنضی عزیز اشتیاق کو دعا۔ والسلام

خاکسار

مشتاق حسین علی گڑھ۔ ۸ / اپریل

(۴۳)

امروہہ۔ ضلع مراد آباد

مکان مشتاق حسین

عزیزہ من سلامت۔

الحمد للہ کہ یہاں خیریت ہے۔ آپ کے دو خط کل بہت دنوں کے بعد آئے۔ میں اور سب اچھے ہیں۔ اطمینان رکھو۔ محمد احمد کو دعا۔ والسلام

خاکسار مشتاق حسین

محمد احمد سے کہنا کہ نواب بشیر الدولہ بہادر مدراس میں تھے وہاں سے آ گئے ہیں۔ اوّل سرکار نے تم کو پوچھا کہ کہاں ہیں اور کیسے ہیں۔ اب ایک عرضی انگریزی میں لکھ کر سیدھی سرکار میں بھیجو۔ عمدہ کاغذ اور عمدہ لفافہ ہو۔ ۵ / شعبان

(۴۴)

عزیزہ من سلامت

کل میں نے ایک خط الٰہ آباد سے بھیجا ہے آج پھر اپنی خیریت سے اطلاع دیتا ہوں۔ نیاز محمد اور علی حسین میرے ساتھ ہیں اور خیریت سے ہیں۔ کل الٰہ آباد تک گرمی کا موسم معلوم ہوتا تھا لیکن آج جبل پور کے بعد سے موسم ٹھنڈا ہے۔ بادل آ رہے ہیں۔ برسات کی سی کیفیت ہے۔ خوب خوشی سے سفر ہو رہا ہے۔ والسلام

خاکسار

مشتاق حسین از بھاگل پور

(۴۵)

عزیزہ من سلامت

بعد سلام مسنون کے واضح ہو آپ کے خطوط پہنچے۔ اطمینان ہوا۔ یہاں نواب صاحب کے رنج کے علاوہ اور سب طرح خیریت ہے۔ میں بہت اچھا ہوں۔ اُدھر بوا نے یہ کہتے کہتے کہ آتی ہیں آتی ہیں ایکا ایکی یہ حکم لگا دیا کہ ابھی بہت دنوں تک آنا نہ ہوگا دوسری طرف یہ حال ہے کہ میرا آنا اب سے برس دن تک بھی مشکل ہی معلوم ہوتا ہے۔ والسلام۔ خاکسار

مشتاق حسین ۱۹ / ربیع الثانی

(۴۶)

عزیزہ من سلامت۔

خدا کا شکر ہے کہ یہاں سب طرح خیریت ہے۔ بھائی تصدق حسین صاحب اور فیاض رسول صاحب اور نیاز محمد و حکیم جی

وہ بہت اچھی طرح سے ہیں۔ اطمینان رکھو۔ رات محمد احمد کا خط بھی آیا تھا۔ وہ بھی اچھی طرح ہیں۔ یہاں اس وقت اس سے زیادہ گرمی بھی نہیں ہے جتنی کہ امروہہ میں میرے چلتے وقت تھی۔ آپ کا ایک خط پرسوں پہنچا ہے اور نہایت خوشی ہوئی ہے جو مبارکباد آپ نے مجھ کو دی وہی میں آپ کو دیتا ہوں۔ والسلام

خاکسار

مشتاق حسین حیدر آباد ۱۲ مئی

(۴۷)

عزیزہ من سلامت

یہاں بہ ہمہ وجوہ سب خیریت ہے۔ معلوم نہیں کہ بھائی تصدق حسین صاحب وہاں پہنچے یا نہیں یا کہاں ہیں۔ محمد احمد تو یقین ہے کہ امروہہ آئے ہوں گے۔ آخر تم ماں بیٹوں میں سے کسی نے نہ لکھا کہ علی گڑھ میں ایک دوسرے سے ملے تھے یا نہیں۔ نہ لکھا پر نہ لکھا۔ والسلام

خاکسار: مشتاق حسین

(۴۸)

حیدر آباد عزیزہ من سلامت

بعد سلام کے واضح ہو یہاں خیریت ہے۔ اطمینان رکھئے۔ اب بتلاؤ کہ وہاں کیا ہو رہا ہے۔ بھائی تصدق حسین صاحب کی شادی سے تو یقین ہے کہ قبل از رمضان فراغت ہوئی ہوگی۔ اب رمضان کا انتظار ہوگا۔ پھر اس کے بعد عید ہے۔ پھر خیر سے بقر عید ہے۔ پھر محرم ہے۔ معلوم نہیں کس کس چیز کا انتظار آپ لوگوں کو وہاں روکے گا۔ والسلام

۲۸ شعبان - ۴ جولائی خاکسار: مشتاق حسین

(۴۹)

عزیزہ من سلامت۔

بعد سلام شوق کے واضح ہو یہاں خیریت ہے۔ اطمینان رکھو اور اپنی خیریت سے اطلاع دو۔ یقین ہے کہ میاں تصدق حسین صاحب وہاں پہنچ گئے ہوں گے۔ بھائی انتظام علی خاں صاحب کا چہلم بھی قریب ہے۔ اب اطلاع دیجئے کہ حافظ صاحب کی شادی اور آپ کا وہاں سے چلنا کب تک ہوگا۔

خاکسار مشتاق حسین ۶ شعبان

اب نہ آنا بڑا ہی غضب ہوگا۔ سرکار نے پھر وعدہ کیا ہے کہ کل اخراجات سرکار سے ملیں گے۔

مشتاق حسین

(۵۰)

عزیزہ من سلامت

بعد سلام شوق کے واضح ہو لوآکے نام کا خط ان کو دے دو۔ ہماری نوکری میں اور اس آدمی میں جو کہ قید ہو کر کالے پانی کو بھیجا جاوے اور وہاں سے گھر کو ہنڈویاں بھیجتا رہے۔ صرف اتنا فرق ہے کہ اس کا نام رنج کی قید ہے اور اس کا نام خوشی کی نوکری

باقی خیریت ہے۔ والسلام خاکسار: مشتاق حسین

(۵۱)

عزیزہ من

مقام مبارک ستہ خیر ہو گیا اور خدا کا شکر ہے کہ ہم سب اس سفر میں تندرست رہے۔ یہاں سے دوپہر کا راستہ گلبرگہ ہے جہاں شوکت حسین ہیں۔ کل صبح میں وہاں پہنچوں گا اور ایک دن اور ایک رات وہاں رہوں گا۔ پرسوں پنج شنبہ کے دن صبح روانہ ہو کر عصر کے وقت خدا نے چاہا تو حیدرآباد پہنچوں گا۔ آج جہاں سے خط لکھ رہا ہوں اس مقام کا نام ڈوان ہے اور یہاں پر یہاں قیام لیا گیا ہے اب رات کو ایک بجے یہاں سے گلبرگہ کو روانہ ہوں گا۔ ممکن ہے کہ تم نے خطوط لکھنے شروع کیے ہوں گے۔ اگر تم یہ روز ایک خط لکھا کرو تو وہ جوڑ نہ تمہارے۔ دنوں میں سے پانچ روپیہ تمہی کے واسطے لے لیے ہاں وہ پانچ روپیہ تمہاری تنخواہ میں خطوں کے لکھنے کے واسطے اور بڑھا دوں۔ دیکھو مان لو بہت سستا سودا ہے معلوم نہیں تمہاری سمجھ میں بھی آوے گا یا نہیں۔ ہم تو کہتے ہیں تو اگر اشتہار دیں کہ ایک چھوٹا سا خط روزانہ لکھنے کی تنخواہ پانچ روپیہ ہے تو ہزاروں آدمی دوڑ پڑیں گے۔ والسلام

خاکسار: مشتاق حسین

ڈوان - ۲ مئی سہ شنبہ

(۵۲)

برادر عزیز القدر محمود الحسن صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

جناب سید صاحب و قبلہ کا یہ خط میرے پاس قبل شام آیا ہے وہ بھی بجنسہٖ آپ کی خدمت میں بھیجتا ہوں۔ بعد ملاحظہ وہ واپس کیجیے اور جس بات کو تم اپنے لیے سہولت کا موجب سمجھو اس سے مرادآباد پہنچ کر مجھ کو اطلاع کر دینا۔ اس وقت تم اپنا حساب کتاب سب مدرسہ بند ہوتے وقت تک کا صاف کر کے اس کی نقل بھی اپنے ساتھ مرادآباد لیتے آنا۔

اور علاوہ صورِ سہ گانہ مندرجہ نوازش نامہ جناب سید صاحب و قبلہ ایک چوتھی صورت یہ بھی ہے کہ پینتالیس روپے فاضل کو پانچ روپے ماہوار کے حساب سے مجرا کر دیا جاوے یعنی آئندہ نو مہینے تک بجائے دس روپے کے تم کالج سے پانچ روپے لیتے رہو مگر یہ جھگڑا ہے۔ بہتر تو یہی ہوگا کہ تم حساب کو اپنے والد ماجد کے ساتھ کر کے رقم فاضل کالج کو بھجوا دینا اور اپنا دس روپیہ حسب ضابطہ پورا لیتے رہنا۔ بہر حال جیسا مناسب معلوم ہو ویسا کرنا۔

اور میں نے سید صاحب کو آج یہی جواب لکھا دیا ہے کہ محمود الحسن کے مرادآباد پہنچنے کے بعد میں اس کا جواب دوں گا۔

بالفعل آپ کا نوازش نامہ میں نے برادر موصوف کے پاس بھیج دیا ہے۔ والسلام

میں مکرر لکھتا ہوں کہ اس خط و کتابت سے جو محض حساب کی درستگی کے واسطے ہے تم کوئی خیال اپنے دل میں نہ لاؤ گے۔

والسلام مشتاق حسین

مسوری - ۲۰ اگست ۱۸۹۶ء

(۵۳)

نورچشمی عزیزہ فاطمہ سلمہا اللہ تعالےٰ

تمہارا ۲۲ رمضان کا خط آیا۔ باہر جو جھگڑا لوگوں میں ہوتا ہے۔ یہ بہت اندیشہ کی بات ہے۔ مذہبی جھگڑے میں زیادہ رنج کا اندیشہ ہوتا ہے۔ میں نے سید شیر علی صاحب کو لکھا ہے کہ اگر ممکن ہو تو وہ سب کو میرے پاس چلے آویں۔ وہ یہاں آنا چاہیں تو پچیس روپیہ ان کو خرچ کے لیے بھیج دیجیے۔

رمضان کے جلد جلد ہی چلے جانے کا تو مجھ کو افسوس ہے کہ ابھی تک ایک روزہ بھی لوگوں نے نہیں رکھنے دیا۔ جمیل احمد کا انگریزی کا سبق نورالحسن سے ہوتا رہتا ہے۔ میں بہت اچھی طرح ہوں۔ اور اب میرے وہاں آنے میں کوئی چار ہفتے باقی ہیں۔ والسلام۔

تمہارے خط میں دو جگہ غلطی ہے۔ میں اس لیے صحیح کیے دیتا ہوں کہ تم کو معلوم ہو جائے۔

غلط	صحیح
آبد حسین	عابد حسین
نماز اسر کا وقت	نماز عصر کا وقت

سب کو دعا و سلام۔ جمیلو جمیل احمد کی طرف سے تو اطمینان ہو گیا۔ م

اس سے خوشی ہوئی کہ تمہاری بوا نے اچار بہت سا ڈلوایا ہے۔ ہم نے بھی غریبانہ تھوڑا سا انناس کا مربا پرسوں سے ڈلوایا اور کل سے اُس کا کھانا شروع کیا ہے۔ کریلوں کا اور بینگنوں کا بھی الگ الگ اچار ڈلوایا جاتا تو اچھا تھا۔ م

(۵۴)

نورچشمی مشتاق فاطمہ سلمہا اللہ تعالےٰ

تمہارے خطوں کا جواب میں علیحدہ نہیں لکھ سکا۔ لیکن گزشتہ تین دن میں جو مَیں روز میں نے ایک خط جناب والدہ صاحبہ کو لکھا۔ اُس سے سب حال معلوم ہوا ہوگا۔ میں سب طرح بخیریت ہوں۔

بڑی آپا صاحبہ نے جو اپنا روپیہ طلب کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید محمد ابراہیم کی شادی قریب ہے۔ نہایت گول گول معاملہ ہے۔ کوئی صاف نہیں کہتا کہ بات کیا ہے اور سواریوں کا آنا کیوں اس طرح رک گیا۔ جس طرح دوڑتی ہوئی ٹہلی کی دھری ٹوٹ جاتی ہے اور ایکا ایکی ٹہلی دھم سے زمین پر گر کر ٹھہر جاتی ہے۔ اب لوگوں نے یہ ارادہ کیا ہے کہ کوئی بات کھل کے مت کہو۔ عید بعد کا وعدہ ہے اور یہ نہیں کہا جاتا کہ عید کے کتنے دنوں بعد۔ مہینہ بھر بعد۔ چھ مہینہ بعد۔ برس دن بعد۔ کتنے دنوں بعد۔ نہایت جان عذاب میں ہے۔ نہ توقف کی وجہ معلوم ہوتی ہے۔ نہ روانگی کا وقت معلوم ہوتا ہے۔ والسلام خاکسار

مشتاق حسین

بوا نے تمہاری ایسی عقلمندی برتی ہے جس کا کچھ کہا نہیں جاتا۔ انہوں نے دیکھا کہ برڈ ابٹنے کے لیے ایک پرانے دنوں کی مامی جان موجود ہیں۔ پھر مجھ کو کوئی بات کہنے کی کیا ضرورت ہے۔ مامی جان کا دم سلامت چاہیے۔ آپ ہی نہ ہوگا۔ ان کا یہ لکھنا کافی

نہیں ہے کہ میں تو تیار ہوں۔ ان کا کام یہ بھی تھا کہ جس طرح میں تقاضہ کرتا ہوں اس سے زیادہ وہ ہر وقت اپنی امی جان کو یہاں آنے کی پٹی پڑھایا کریں۔ جب رات دن ایک ہی بات ان سے کہی جاتی تو آخر کب تک ان کا دل نہ پسیجتا۔ آخر تو ان کی امی جان اور بیری مادر مشفقہ ہیں۔ غرضیکہ الزام تمہاری بوا پر ہی ہے۔ اور اگر حقیقت میں بھی یہ بات ہے کہ ان کا دل آنے کو بہت چاہتا ہے تو بھی ان پر یہ الزام ہے کہ وہ کچھ زیادہ عقلمند نہیں ہیں جو اپنی امی جان کو اس وقت تک راضی نہ کر سکیں۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ جی ان کا بھی نہیں ہے کہ ایک آدمی کی خاطر سارے کنبہ کی مفارقت اختیار کریں۔ لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ امی جان خود سب کی سپر ہو رہی ہیں تو انہوں نے صرف یہ کہنا کافی سمجھا کہ مجھ کو عذر نہیں۔ میں چلنے کو تیار ہوں حالانکہ عذر نہ ہونا اور چلنے کے لیے تیار ہونا اور بات ہے۔ اور دل سے ایک بات کا عشق ہونا یہ اور بات ہے۔

مشتاق حسین

نیاز محمد کا خط کل آیا تھا اس میں لکھا تھا کہ تم اجازت دو تو میں اپنے گھر کے لوگوں کو علی گڑھ بلا لوں۔ منشی حیدر حسن صاحب کے مکان کے پاس ایک مکان لے لوں گا۔ محب اللہ بھی اس کے گھر کے لوگوں کو بلا دے گا۔ دونوں کا ساتھ ہو جاوے گا۔ میں تو خدا سے چاہتا ہوں کہ سب لوگ اپنے گھر کے لوگوں کو اپنے ساتھ رکھیں۔ میں کوئی پرانے وقت کا آدمی نہیں کہ اللہ ہو کے باڑہ کے پڑوس کا چھوڑنا گوارا نہ کرتا ہوں۔ لہٰذا میں نے کل ہی لکھ بھیجا کہ بہت خوشی سے ایسی اجازت دیتا ہوں۔ اُمید ہے کہ نیاز محمد ایسا ارادہ کریں گے۔ لیکن ننھی تم جیا کو روکنا کہ وہ علی گڑھ جا کر عذاب میں نہ پڑے۔ امروہہ میں تو یہ بھی تھا کہ لڑائی ہوئی دوسرے کسی گھر میں جا بیٹھیں۔ علی گڑھ میں لڑائی ہوگئی تو قیامت ہی آجائے گی۔ جیا کو تم اپنے ساتھ حیدر آباد لانا یہاں کی آب و ہوا جیا کے مزاج کے بہت موافق آوے گی اور ہماری جیا ابھی سو برس اور جئیں گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ والدعا

خاکسار

مشتاق حسین

(۵۵)

بعرض عالی میر سالار

فدوی اس وقت جالین صاحب کے پاس جاتا ہے لہٰذا حاضر نہیں ہو سکا۔ کل شام کو نواب کرم الدولہ بہادر نے مجھ کو بلا کر فرمایا تھا کہ ہمارے کسی علاقہ دار کی (جن کا نام اس وقت مجھ کو یاد نہیں) دو چھوکریاں مفرور ہوگئیں۔ کچھ لباس وغیرہ بھی ان کے پاس ہے وہ چھوکریاں محمد شکور جمعدار یار رزاق علی بیگ کے پاس پہنچی ہیں محمد شکور جمعدار سے دریافت کرایا گیا۔ تو انہوں نے کہلا بھیجا ہے کہ وہ چھوکریاں نواب بشیر الدولہ بہادر کے علاقہ میں پہنچ گئی ہیں۔ پس نواب کرم الدولہ بہادر نے فرمایا تھا کہ اپنی سرکار میں عرض کرنا کہ چونکہ وہ چھوکریاں ہمارے علاقہ کے کسی صاحب کی ہیں۔ لہٰذا ان کو مہربانی سے واپس فرما دیں۔

چونکہ آج حاضر نہیں ہو سکا لہٰذا بذریعہ عرضداشت کے عرض کیا گیا۔ دوپہر کو آج وہ پھر مجھے بلا کر دریافت فرمادیں گے کہ ان چھوکریوں کا کیا ہوا۔ لہٰذا اُمید ہے کہ سرکار اُن کی حقیقت سے مطلع فرما دیں گے۔ زیادہ حد ادب۔

مورخہ ۱۹ ر ۱۲۹۵ھ　　　عرضی　　فدوی مشتاق احمد

(۵۶)

عرضی نواز وقار الملک ۔

بخدمت نواب افتخار الملک

بخدمت خداوند نعمت افتخار الملک دام اقبالہٗ

عنایت نامہ یافتم جواب آں حضرت بندہ نواز جواب نیاز نامہ سربلند نفرمودہ بداند فہمیدہ بودم کہ بندہ اکنون از نعمت کمال بخشیدہ کامیاب بدینہ فرمایند لیں خاموش شدم ۔ اکنون نزد دست آوردن فرمان والا مطمئن شدہ ام امروز تکلیف دادن خالی از بے ادبی نیست فردا گزارش می گردانم و ہم فردا بروقت پسند فرمودہ والا از ملاقات والا ۔

فدوی مشتاق حسین

مورخہ ۱۱ ذی الحجہ ۱۳۰۹ھ

(۵۷)

بعرض عالی میرساند

بتاریخ ۲۵ مہر محتاج خانہ بمقام کپل جاگیر سرکار حسب قواعد محتاج خانجات جاری شد تعداد محتاجان بتاریخ ۲۵ مہر ۳۸۰ بود و بتاریخ ۲۶ مہر ۴۲۵ معذور ۸۰، ۵ نیم کارگزار ۱۹۶ ۔ نرخ جوار فی روپیہ ۱۴ آنا بود است و سہ روز بارش شد عملدار صاحب کپل و کار و بار محتاج خانہ بتوجہ تمام سرگرم ہستند و علی الیقین دارم کہ انتظام ایں محتاج خانہ بدرستی خواہد شد ۔

از محتاج خانجات موجود محتاج خانہ کنک کہ در ضلع انگسگور راہ ہم ہنوز نہ دیدہ ام و محتاج خانہ کپل ہم در ہماں نزدیکی جاری شدہ دست و میخواہم کہ یک مرتبہ دیگر از بلدہ برآمدہ بالتخصیص ایں ہر دو محتاج خانجات معائنہ کنم و در اثنائے راہ محتاج خانہ گلبرگہ و دیگر را نیز ۔ فردا از جناب صدر المہام صاحب عرض خود ہم نمود ۔

(۵۸)

بعز عرض بندگان عالی متعالی دام اقبالہم میرساند

بہترین موقع تو وہ ہوتا جب کہ اس درخواست کو سید عبدالکریم صاحب جمالی ہم سب کی طرف سے خود اس وقت سرکار عالی میں پیش کرتے جبکہ وہ رام پور میں ہوتے ۔ جیسا کہ ان کا ارادہ تھا ۔ لیکن چونکہ بعض سخت موانع کی وجہ سے ان کو اپنا سفر ملتوی کرنا پڑا ۔ لیکن ہم سرکار کے نیاز مند بہت ادب کے ساتھ اسی درخواست کے پیش کرنے کی اجازت چاہتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ آئندہ آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کا اجلاس جو امسال رنگون میں ہونا قرار پایا ہے ۔ سرکار براہ خادمی اس کی پریسیڈنٹی قبول فرما کر اپنی تمام درماندہ قوم کو عزت بخشیں ۔ یہ کانفرنس آخر ہفتہ دسمبر ۱۹۰۹ء کو منعقد ہونے والی ہے ۔ رنگون کو زیادہ تر اس لیے اس جلسہ کے لیے امسال منتخب کیا گیا ہے کہ وہاں مسلمان بڑے بڑے تاجر زیادہ ہیں اور علاوہ یکمشت نقد امداد کے اگر وہ لوگ اس پر آمادہ ہو جائیں کہ کالج کو محمڈن یونیورسٹی بنانے کی غرض سے کوئی معین رقم سالانہ اپنے کاروبار ہائے تجارت میں سے نکالیں تو بہت

جلد انشاء اللہ ایک معقول سالانہ مدد کالج کو ملنے لگے گی۔ اور اس کی مدد سے کالج کا تعلیمی سامان بہت ترقی کر جاوے گا اور ہم اس موقع کے بہت قریب پہنچ جاویں گے جس کے بعد ہم محمڈن یونیورسٹی بننے کی تعبیر جس کو اب تک ہم بطور خواب دیکھتے رہے ہیں عالم بیداری میں بھی دیکھ سکیں گے مگر اس قسم کی کامیابی اسی وقت ممکن ہے جبکہ کوئی بہت زبردست اثر اس کے لیے کام میں لایا جاوے اور اس کا بھی اور صرف یہی ایک صورت ہے کہ سرکار اس تکلیف فرمائی کو براہِ نوازش شاہانہ منظور فرما دیں اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ سرکار کی اس منظوری کی اطلاع ابھی سے عام طور پر مشتہر ہو جائے۔ سرکار کی رونق افروزی ناگپور کی خبر تمام اضلاع ہندوستان سے مسلمانوں کو ناگپور کھینچ لانے میں مقناطیسی اثر کا کام دے گی اور اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے جو قومی محبت سرکار کے دل میں کوٹ کوٹ کر بھر دی ہے۔ اس کا اثر بجلی کی طرح تمام جلسہ کے دلوں میں سرایت کرنے کا اور پھر اس کے بعد ایک ایسے دولتمند ملک میں جو اثر ہو سکتا ہے وہ ظاہر ہے۔

الغرض ہر اعتبار سے ناگپور کی کانفرنس سرکار کے قدوم میمنت لزوم کی برکت سے بے نظیر ثابت ہوگی۔ زیادہ حد ادب آفتاب دولت و اقبال تابندہ باد۔

عرضی

فدویان مشتاق حسین آنریری سیکرٹری و آفتاب احمد خاں جائنٹ آنریری سیکرٹری آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس از علی گڑھ۔

مورخہ ۱۶ اکتوبر ۱۹۰۹ء

(۵۹)

بنام احسان الحسن

علی گڑھ ۱۳ اگست ۱۹۱۱ء

برخوردار من احسان الحسن سلمہ اللہ تعالیٰ

ملفوفہ رقعے جن کے نام کے ہیں ان کو دیجیے اور جواب لے کر بھیجیے۔ حضور نظام کے انتقال کی خبر کل جب سے سنی ہے ہوش و حواس باختہ ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کرے اور ریاست کو اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ آمین

منشی فضل کریم صاحب سے میں نے جنوبی حویلی کا انتظام طے تو کیا لیکن وہ نہ جانا معلوم نہیں ہوتا کچھ تو خود ان لوگوں کے مزاج اور کچھ منشی صاحب کی طبیعت۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ کو تکلیف دوں۔ مشکل یہ ہے کہ فاطمہ اسی گھر میں ہے۔ اگر وہاں کوئی اصلی تکلیف خرچ وغیرہ کی ہو تو اس کا اثر فاطمہ غریب پر بھی پہنچے گا۔ اور تکلیف تو میں اس گھر والوں کے واسطے بھی گوارا نہیں کرتا، صرف یہ چاہتا ہوں کہ جو ضرور ہے وہ ضرور خرچ ہو اور حساب درستی سے اور اصلی طور پر رہے۔

آپ وہاں کی ضروریات پر خود توجہ کیجیے اور تکلیف نہ ہونے دیجیے۔ اگر خرچ کی میرے پاس سے آنے کی ضرورت ہو تو مجھ کو لکھیے کہ ایک ہفتہ کے واسطے کس قدر خرچ کی ضرورت ہے۔ اس کے بعد تو ہر مہینے کے لیے خرچ پہنچ جاوے گا۔ منشی عبدالحی صاحب کے پاس اگر کچھ روپیہ ہوگا تو وہ آپ کو دیں گے اور منشی فضل کریم صاحب کے پاس بھی خرچ ہو کر کچھ

بچے گا۔ والسلام

بچوں کو بہت بہت دعا　　　　خاکسار مشتاق حسین

دعا کہتی ہیں، حکیم شمس الاسلام مرحوم کے انتقال کے بعد سے وہ برابر کسی نہ کسی شکایت میں علیل جا رہی ہیں۔ آج کل پھوڑے پھنسیوں سے ان کو بہت تکلیف ہے۔ یہ سب اُس رنج کو ضبط کرنے کی وجہ سے ہے۔

بچے کی طرف سے بہت بہت آداب۔

(۶۰)

از امروہہ

۲۳ اگست سنہ ۱۹۰۱ء

بعالی خدمت جناب آنریبل سید محمد محمود صاحب بہادر پریذیڈنٹ
سیلیکٹ کمیٹی قانونی۔ مدرسۃ العلوم

جناب مخدومی۔ تسلیم۔

مجھ کو معلوم ہوا ہے اور غالباً جناب کو بھی معلوم ہے کہ منجملہ ان سیلیکٹ کمیٹی قانونی مدرسۃ العلوم میں سے بعض کی یہ رائے ہے کہ سیلیکٹ کمیٹی کی روئدادیں بھی چھاپی جاویں اور ٹرسٹیوں کے پاس بھیجی جاویں اور خود جناب کی بھی ایک وقت میں یہی رائے تھی۔ اس موقع پر میں یہ عرض کر دینے کی اجازت چاہتا ہوں کہ ان روئدادوں میں بہت زیادہ طوالت ہو گئی ہے اور بعض اس قسم کے بیانات بھی ان میں آ گئے ہیں جن پر میں شروع سے عذر کرتا رہا ہوں کہ وہ روئدادوں میں درج نہ ہونے چاہئیں تھے۔ اگر مجھ کو کوئی موقع بھی روئدادوں کے چھاپنے یا نہ چھاپنے کے متعلق اپنی رائے دینے کا ملتا تو میں بھی عرض کرتا کہ ان روئدادوں کے چھاپنے سے نہ چھاپنا بہتر ہے اور ان میں جو مباحث قانونی وغیرہ اس قابل ہیں کہ ٹرسٹیوں کے نوٹس میں ان کا لایا جانا مناسب اور ضرور ہے ان کو آخر رپورٹ سیلیکٹ کمیٹی میں درج کر اکافی ہو گا اور جناب کو معلوم ہو گا کہ یہی میں پہلے سے عرض بھی کرتا رہا تھا۔ لیکن چونکہ اس کے بعد روئدادوں میں کچھ ایسے مضامین بھی داخل ہوئے ہیں کہ جن میں میری ذات خاص بھی حملوں سے محفوظ نہیں رہی ہے۔ تو اب مجھ کو کوئی موقع روئدادوں کے چھاپنے کے برخلاف عذر کرنے کا باقی نہیں رہا ہے اور میرے لیے صرف اسی قدر کافی ہے کہ جو کچھ مجھ کو اس قسم کے متعلق عرض کرنا ہو گا وہ میں ٹرسٹیوں کے سامنے اس وقت پیش کروں گا جب سیلیکٹ کمیٹی کے اجلاس ہوں گے۔ اور میں اپنے اس حق کو محفوظ کرتا ہوں۔ مہربانی سے میری یہ گزارش سیلیکٹ کمیٹی کے اجلاس میں پیش کر دی جاوے اور روئداد میں اس کو داخل فرما لیا جاوے۔ والتسلیم

خاکسار
مشتاق حسین

(۶۱)

امروہہ۔ ۹ اکتوبر سنہ ۱۹۰۱ء ——— بعالی خدمت جناب آنریبل سید محمد محمود صاحب بہادر پریذیڈنٹ سیلیکٹ کمیٹی

قانونی۔ مدرسۃ العلوم

جناب عالی!

عرصہ سے میں اپنی یہ تحریک خدمت میں پیش کرنے کو تھا اور جس قدر زمانہ گزرتا گیا اس کی واجبیت اور بھی صاف و بدیہی ہوتی گئی ہے کہ مجھ کو سلیکٹ کمیٹی کی سیکرٹری شپ سے معافی بخشی جاوے اور مرزا عابد علی بیگ صاحب بہادر خواہ جناب سید محمد احمد صاحب بہادر اس عہدے پر مقرر کیے جاویں۔ پوزیشن وہیں تک ٹھیک ہوتی ہے جہاں تک کہ کوئی شخص اس پوزیشن کے مناسب کام بھی کرے اور یہ ایک ظاہر بات ہے اور میں اعتراف کرتا ہوں کہ میری بہ نسبت حضرات ممدوحین نے آپ کی خدمت میں بہت زیادہ عرصہ تک حاضر رہ کر سلیکٹ کمیٹی کی خدمات کو انجام دیا ہے اور دیتے رہتے ہیں اور میں آئندہ بھی اس بات کی امید نہیں رکھتا کہ اس کام کی غرض سے میں سیتاپور آ کر مقیم ہو سکوں گا۔ پس مہربانی سے میری یہ درخواست سلیکٹ کمیٹی میں بعد ۲۶ اور ۲۷ اکتوبر کو جو اجلاس ٹرسٹیان منعقد ہونے والا ہے۔ اس میں میری یہ گزارش پیش کر دی جاوے بحیثیت ایک ممبر سلیکٹ کمیٹی کے اگر میرا نام شامل رکھا جاوے تو اس کو میں اپنی عزت سمجھوں گا اور بالفعل اس سے زیادہ کوئی استحقاق سلیکٹ کمیٹی میں میرا نہیں ہے۔ والتسلیم۔

خاکسار

مشتاق حسین

سابق ٹرسٹی سلیکٹ کمیٹی

(۶۲)

بخدمت سرکار عالی متعالی حضرت ظل سبحانی مدظلہ العالی برسانید۔

اخباروں سے معلوم ہوا ہے کہ حضرت عالی ظل سبحانی کا ورود میمنت آمود کلکتہ میں ۲۴ ذی کو ہوگا۔ اور دو مہینوں تک کلکتہ میں رونق افروزی رہے گی۔ اور یہی وہ زمانہ ہے جس میں امسال میں ابتداء نہایت ۳۰ دسمبر محمڈن اینگلو اورینٹل ایجوکیشنل کانفرنس کا اجلاس کلکتہ میں پہلے سے قرار پا چکا ہے۔ جس میں فدوی بھی مدعو ہے۔ لیکن ایک ایسے وقت میں جب کہ حضرت ظل سبحانی کلکتہ میں رونق افروز ہوں مجھ سے ایک غلام کا کلکتہ آنا اوس وقت اچھا معلوم ہوتا ہے جب کہ غلام کو حضرت ظل سبحانی کے حضور انور میں غلامانہ آداب بجا لانے کی عزت بھی حاصل ہو والا فلا۔ پس غلام کا سفر کلکتہ صرف حضرت ظل سبحانی کے ایما پر منحصر ہوگا اور اگر ایسا کوئی ایماء نہ ہو تو غلام اوس سے صرف یہی سمجھے گا کہ حضرات ظل سبحانی نے ایسی اجازت خلاف مصلحت تصور فرمائی ہے اور اس حالت میں فدوی اپنا کلکتہ آنا اور جلسہ کانفرنس میں شریک ہونا موقوف رکھے گا۔

آفتاب دولت و اقبال تاباں و درخشاں باد۔

عرضی

فدوی مشتاق حسین وقار الملک

از امروہہ ہفتہ رجب ۱۳۱۷ھ نبوی ہجری صلعم

(۶۳)

بنام افسر الملک بہادر

بمبئی - مکان انجمن اسلام - آخری کیمپ

جناب نواب افسر الملک بہادر سلامت۔

تسلیم - امید ہے کہ یہ عرضداشت آپ مہربانی سے حضور پر نور خلد اللہ ملکہٗ وسلطنتہٗ میں پیش کر دیں گے - میں اس وقت میں حج بیت اللہ کا عازم ہوں اور پرسوں صبح قسطنطنیہ میں چلا جاؤں گا جو مقام جدہ پر تو ابھی سے ترمیں کے فاصلہ پر ہے اور پھر ادھر سے ادھر جہاز پر سوار ہو جاؤں گا - قسطنطنیہ میں داخل ہونے کے بعد پھر کسی وقت سرکار کی اجازت نہیں - لہٰذا اگر میری خوش قسمتی سے عرضداشت پر کوئی حکم اسی عرصہ میں جاری ہو جاوے تو امید ہے کہ اس سے بھی احقر کو جواب جلد مشرف فرما دیں - والسلام - نیاز مند

مشتاق حسین وقار الملک

اگر اس سرزمین مقدس کو روانہ ہونے سے قبل حضرت پیر و مرشد کی دولت قدم بوسی سے جو کچھ مرادات دنیوی ہیں مشرف ہو سکوں -

واجب بود بعرض رسانید از صاحب

آفتاب دولت و اقبال تاباں بود

عرضی

فدوی مشتاق حسین - وقار الملک

(۶۴)

بنام مولانا ایچ ایم ملک

علی گڈھ ۲۱ دسمبر سنہ ۱۹۱۰ء

صبا بہ گلشن احباب گر ہمی گزری

اذا لقیت حبیبی فقل لہ خبری

بعالیخدمت جناب مخدومنا ومعظمنا مولانا ایچ ایم ملک صاحب بالقابہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - جیسا کہ میں آج کے تار میں عرض کر چکا ہوں مجھ کو بہت ہی سخت افسوس ہے کہ اس سال میں کانفرنس دیہک کے اجلاس میں شریک نہیں ہو سکتا ہوں - میری مفصل رام کہانی ۲۰ ماہ حال کے علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ میں جناب عالی اور دیگر بزرگان قوم ملاحظہ فرما دیں گے - مجھ کو اپنی اس مجبورانہ غیر حاضری کا جو میری مسلسل علالت کی وجہ سے ہوئی افسوس نہیں ہے بلکہ صدمہ ہے - ایجوکیشنل کانفرنس کے سالانہ جلسہ ناگپور میں جو فخر قوم بزرگ پریذیڈنٹ کی کرسی کو عزت بخشنے والے ہیں ان کی

پریذیڈنٹی کی تحریک کی عزت اجلاس کے سامنے خود بہ نفسہ حاصل کرنے والا تھا جس سے قدرت کے زبردست ہاتھ نے مجھ کو محروم کر دیا ہے اور خدا ہی اپنی مصلحتوں کو بہتر سمجھتا ہے۔ اور اب اپنے معزز دوست آنریبل صاحبزادہ آفتاب احمد خاں بہادر سے میں نے درخواست کی ہے کہ اس خدمت کو مہربانی سے وہ انجام دیں اور امید ہے کہ صاحب صدر جلسہ براہ الطاف اس کی اجازت دیں گے۔

نواب علاؤالدین علائی

بنام میر امام الدین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا امام یا دوست!

کہیئے فائز المرام ہوئے۔ جمانہ سوا کیونکر پہنچے، راہ میں کیا بیتی۔ قطع منزل مطابق مرضی کیوں کر ہوا۔ فرزند والا دت باسعادت کا رنگ کیسا ہے۔ کچھ آپ نے پایا۔ کچھ آپ کے گھر جایا۔ یہ سب سوال ہیں ان کا جواب بصراحت بھیجئے۔

یہاں کا حال سُنیئے کہ آپ کا جانا اور جاڑے کا جانا برابر ہے۔ ہوا گرمی کی آفت تموز ہے کہ نوبہ نوبہ بھنے جاتے ہیں، جلے جاتے ہیں۔ حکیم جی صاحب اور منشی جی صاحب دو بیمار سے قطبین ہیں۔ بیٹھے رہتے ہیں۔ حکیم صاحب تو اکثر تمونی اور منشی جی خویشتن فراموش۔ اونگھ رہے ہیں۔ میں جیسا جانتے ہو اس سے بدتر۔ وہی کاوش وہی کاہش وہی ناسازی۔ آپ کا ذکر دو چار بار یہاں ہوا۔ جو کبھی تمہاری خوبی تقدیر سے خوشگوار ہو گئے۔ نواب صاحب کو بھی تمہاری جانب مائل بدیدن پایا۔ کیا عجب کہ آپ کو یہ امور ملحوظ ہوں اور جلد آپ آویں۔ چار کتاب آپ ضرور تلاش کر کے نواب صاحب کے لیے بھیجیں۔ مثنوی نامہ چھاپ بمبئی — دبستان مذاہب مطبوع یا غیر مطبوع۔ قاموس چھاپہ۔ برہان قاطع۔ وہ دونوں کتب میں یہ دونوں لغت اعراب دیا ہی کی جلد خرید فرما کر ڈاک میں ارسال کرو اور قیمت سے مطلع فرماؤ۔ باقی جو خبریں ہوں ان میں دریغ حرام ہے۔ والسلام

حررہ علائی

از لوہارو۔ ۱۴ مئی ۱۸۵۹ء

(۲)

بھائی امام۔ سلام علیکم۔

میں کم بخت اس وقت گھر آیا تھا۔ تب ٹھیک دوپہر کو یہ مصیبت پڑی کہ خود لکھنا پڑا۔ کل والی تحریر کافی تھی کہ تم کو میری زندگی کی خبر دیوے۔ آج خامہ فرسائی عبث ہے اور تقاضائے بصرفہ جو اہل دنیا کی شامت اعمال ہے۔ واضح ہو کہ تمہارے آنے کی خبر یہاں جلد سنی گئی ہے بلکہ نواب صاحب نے رات کو میر صاحب سے تقاضا کیا کہ تم کو بلائیں۔ انہوں نے اپنا عجز اور میرے نیاز تم سے ظاہر کئے حکم سنا کہ امام جی آج کے آٹھویں روز ضرور یہاں مع اہل و عیال داخل ہوں۔ واللہ موجب آزردگی خاطر ہے۔ آپ کی سوتیلی ساس یہاں میرے پاس بیٹھی خط لکھوا رہی ہیں آؤ آؤ آؤ آؤ آؤ آؤ آؤ آؤ آؤ جہاں تلک سمجھے جاؤ بھی آؤ بیری آؤ۔

بھائی۔ نواب صاحب فرماتے ہیں کہ شاہنامہ بمبئی اور قاموس و برہان بمبئی اور دبستان مذاہب خواہ منطبع و خواہ قلمی جو اور جس قدر داموں کو ملے جلد خرید لاؤ۔ تم پر اعتبار ہے حاجت پرسش قیمت نہیں قیمت کی یہ صورت کہ افضل حسین سے پاس جاؤ اور یہ خط دکھا دو۔ منشی صاحب فوراً اپنے نواب صاحب پر عنایت کر کر قیمت تم کو دے دیویں گے۔

اچھا بھائی۔ یہ تیرے نواب کے احکام تمام ہوئے۔ اب اپنا پیام ہے۔ ایک نہایت چھوٹی سی سلاپچی آفتابہ اور نہایت چھوٹے چھوٹے دیگچے چار اور تھالی جوڑ یعنی یہ سب کھلونے تماشے کے برتن پاندان۔ روغندان۔ اوگالدان۔ خاصدان۔ یہ سب کھلونے برتن اور ایک چھتری تحفہ میرے لڑکے کے لیے ضرور روپے والی سیاہ ہمراہ لانا اور خدا توفیق دے تو جانماز اور سیتل پاٹی بھی لیتے آنا۔ بھائی یہ میری فرمائش ہے اور میں نہایت نیاز مند ان اشیا ہوں۔ اچھے میرے امام یہ سب چیزیں خرید لا اور لے بھائی جلد آ۔ والسلام

باقی یہاں اب ملک … سے کوئی ہوا نہیں۔ لُو چلتی ہے۔ جان جلتی ہے۔ آسمان پر خون چڑھا ہے۔ ادہو ہو۔ اس وقت کس بلا کی گرمی ہے۔ بھیّا مضمون گم شد۔ ڈرتا ہوں۔ ڈاک نہ چل جاوے۔ فقط

از لوہارو

علاؤ الدین

مرقوم ۲۰ مئی سنہ ۱۸۵۹ء

(۳)

امام جی !

آج صبح کی ڈاک نے عرضی نواب صاحب کو اور مہربانی نامہ مجکو دیا۔ اور ہنگام چاشت شیخ گھسیٹا کا لڑکے کے ساتھ آئے ظاہر تو آدمی ہیں باطن لایعلم الا ہو۔ نواب صاحب کے نام عرضی پڑھی گئی۔ میں نے جواب طلب کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ لکھے کون سردار سنگھ و سندر لعل و اقبال صاحب رخصتی ہیں۔ بالفعل نہ کاغذ نہ قلم۔ دفتر بند ہے۔ اور فی الواقع سچ ہے۔ ہائے سچ ہے کہ وہ اندھیر ہے جس کی حد ہی نہیں۔ میں بہت پریشان ہوں۔ لڑکا بشدت بیمار ہے۔ سوا اس کے کہ تم جلد آؤ اور کیا لکھوں۔ یہ بھی نواب صاحب ہی کہتے ہیں۔ بلکہ زیادہ تر تاکید کہتے ہیں۔ آتے ہوئے سیتل پاٹی اور جانماز ضرور لانا اور نیز ایک جوڑا عود صلیب یعنی نر و مادہ لکڑی جو عطاروں کے ہاں آتی ہے۔ ضرور لیتے آنا۔ لڑکے کے گلے میں ڈالی جاوے گی۔ نواب صاحب کو التفات باطنی آپ سے ہے۔ اگر آپ اب دریغ کریں تو دور از مردی ہے سو کام چھوڑ دو۔ اور چلے آؤ۔ اے بھائی امام! کیا دلی میں تخم بشر نہیں آدمی نام کو نہیں ملتا۔ ایک عورت ضعیفہ پارسا شریفہ مجکو درکار ہے کہ وہ علاج وغیرہ بچوں کا جانتی ہو۔ جتنی تنخواہ پر آسکے لیتے آنا۔ مگر شرط یہ ہے کہ سینا اور رنگریزی وغیرہ ہر قسم کا کام جانتی ہو۔ وزیر جان اگر قناعت کرے اور پردہ پوشانہ تا دادری چلی آوے اور اپنے کو مغلانی یا سیدانی ظاہر کرے تو کہلا بھیجو کہ دادری تک چلی آوے۔ وہاں سے بذریعہ آدمی مخفی مجھ کو اطلاع دے بلا لوں گا۔ فقط والسلام

علاؤ الدین

پھر یہ بھی کہتا ہوں کہ اب کا خط اپنے روانہ ہونے کا لکھنا فقط۔ زیادہ زیادہ
نوشتۂ دوپہر جمعہ ۲ جون سنہ ۱۸۵۹ء

(۴)

بیستم بید سے ستم زدہ خستہ۔ دل شکستہ غم زدہ سلام علیکم و قلبی لدیکم
میرا مذہب یہ نہیں کہ آپ کسی دوست کا خصوصاً مہربانی نامہ آوے اور جواب نہ لکھوں۔ آپ کا عنایت نامہ مشعر صحیفہ دوسری کا لکھا ہوا آٹھویں کو میرے پاس پہنچا تھا۔ اس کا جواب اسی روز میں نے لکھ کر بھیج دیا۔ اب یقین ہے کہ وہ شرف اندوز ملاحظۂ عالی ہوا ہو۔ اسی وقت مجھ کو دوازدہم جون دسویں کا خط پہنچا کہ جس کا یہ جواب ہے۔ خدا کرے کہ آپ کو جلد ملے۔ میں آپ کو بھلا اتنا کہتا ہوں کہ میرے ہوش و حواس بجا نہیں۔ ہائے ہائے میرا طالع سخت بیمار ہے۔ اور مجھ کو فضل حق سے تو شاید امید ہوئی مگر شومئی طالع نارسا سے یاس تمام ہے۔ کوئی دوا نہیں کہ نہیں لی۔ اور کوئی عمل و تدبیر نہیں جس سے نفع دیا ہو۔ آہ آہ آہ

ما ہم بعالمے کہ دل شاد نداریم
ناشاد دلے چوں دل خود نیز نداریم

یہ نشتر جو میرے جگر میں ہے۔ یہ الماس جو میرے سینے میں ہے بیان نہیں ہو سکتا کہ کیا ہے۔ مجھ کو صرف آپ سے اب یہ جلد لکھنا ہے کہ جس قدر ہو سکے جلد چلے آؤ اور گاڑی کا فکر اور نہ کرو خدا مالک ہے۔ اشیائے مطلوب میں صرف دو چیزیں مذکور ہیں۔ پیتل پائی عمدہ ہیں آپ کو تیمم نشستوں و رومالوں کی دکان میں ملے گی۔ ایک ڈبیہ اور ایک لوٹا مسی کہ ہر لوٹ دار اور بڑا ہو مگر خوش وضع و خوب کے قابل تیمم کے لائق۔ آٹھ سات دستہ کاغذ انگریزی سفید مشق کے لیے انگریزی ۴ یا ۶ روپے دستے کا۔ بس اور باقی سب چھوڑ دو مہمل ہے کچھ نہ لائیے۔ مگر ہاں اور جو کچھ چیز لائق مجھ نالائق کے پاؤ اس میں مجاز ہو۔

حرص قانع نیست بیدل ورنہ اسباب جہاں
آنچہ ما درکار داریم اکثرے درکار نیست

ودهرٌ فلا نقلٌ لها لفظاً طلّقتها ۔ لا شيء منها مقبولٌ

شیخ اچھا ہے دوا سازی کرتا ہے بس سوتی جانماز باریک ہو۔ متاع نیک ہر دکان کہ باشد خواہ از دہلی خواہ از آگرہ۔

اس وقت نواب صاحب آگئے ہیں اور میر صاحب بھی بوڈیر کی راہ میں رخصت ہو کر چلے آتے ہیں۔ میں دل طاہر کے پاس چھوڑ کر خود بخود دانہ پزیرہ جاتا ہوں۔ اور کپتان بیمار ہیں درد صدر و قضاء ان کے مکان میں نزدکش ہونا کون مانع ہوتا ہے۔

والعاقبۃ بالخیر — علاؤ الدین پریشان خاطر

دوازدہم جون از لوہارو ۱۸۵۹ء بقلم آمد

روز یک شنبہ دم طلوع خورشید

(۵)

امام صاحب!

آپ کا مہربانی نامہ رقم زدہ سولھویں[۱۶] پہنچا۔ پہلے کا جواب صرف بہ انتظار اس کے کہ آپ روانہ ہوگئے ہوں گے۔ نہیں لکھا تھا۔ اب معلوم ہوا کہ آپ نہیں چلے۔ بھائی صاحب بمعلانی جی اگر چار روپیہ پر راضی ہوں اور کھانا۔ تو بیٹک لیتے آئیے مگر عفیفہ و پارسا مندین و دلسوز۔ نہ کوئی عورت بیہودہ و خراب۔ شرط یہ ہے کہ اگر میرے قبائل نجیب آباد جاویں تو ان کو ہمراہ جانا ہوگا اور یہاں آنے کے بعد قبل از چھ مہینے یا برس دن کے رخصت اُن کو دشوار ہے۔ یہ نہ ہو کہ آتے ہی اُن کا فکر لاحق ہو۔ ایسے موقع کی تخفیف نہ ہووے۔ خواہ عورت جوان ہو خواہ ضعیفہ۔ لیکن کار جامہ دوزی و شگوفہ سازی خوب جانتی ہو۔ دو اصیل کھانا پکانے والی ضرور ہیں مگر دو دو روپیہ ماہوار اور کھانا ان کو ملے گا۔ ۱۲

کل نواب صاحب قبلہ کے حضور آپ کا اور منشی اقبال حسین کا ذکر آیا۔ آپ کو تو انہوں نے اس دیر کرنے پر دیساجانا جیسا نہ جانتے ہوں۔ یہ امر مجکو شاق ہوا۔ خیر اب بھی کچھ نہیں گیا۔ خدا ہدایت دے کہ جلد عازم ہو۔ اور منشی جی نے اب میں مجھ سے فرمایا کہ لکھ کر جلد بلا لے۔ یہاں کار تحریر بمقدمہ بینسن ہے اور رخصت بھی اس روز تمام ہو جائے گی۔ جس دن یہ خط آپ کو پہنچے گا۔ سچ کہا کہ بہمہ جہت ایک مہینا گھر رہنے کا اور دس روز رخصت راہ کے تھے۔ سو ان کو گئے ہوئے ۲۱ جون تک پینتیس[۳۵] دن ہوں گے۔ پانچ روز کی راہ چالیس دن ہو گئے — میں نے التماس کیا کہ میں نہیں بلا سکتا۔ شاید اعتبار نہ کریں خداوند نے تھانہ دار کو حکم دیا کہ بلاؤ۔ خدا جانے انہوں نے لکھا یا نہیں۔ غرضکہ اب زیادہ تحریرات عبث ہیں۔ آنا ہے تو اس خط کو پڑھ کر دونو صاحب ایک سواری میں اور ایک گاڑی میں غلانی و اسباب کو لے کر چلے آؤ۔ کرایہ میں دوں گا۔ قصہ تمام ہوا۔

اور مجکو کیا پوچھو کر خوشی ہو گی۔ جس سے میرا مدار زندگی تھا۔ جو میرا شغل خاطر اور یادگار بعد مردن تھا وہ مرگیا اور مجھ کو دنیا سے بے خبر کر گیا۔ مظہری دانش قلبی۔ طاہر کا مرنا وہ گراں موت مرگ تنت ہے کہ میں نے کل معاملات کو ترک کر دیا ہے اور یہاں ایسا تنہا اور بے خبر ہوں کہ سوائے اندوہ کوئی مونس نہیں۔ بس زیادہ کیا کہوں۔

رقیمہ علاؤ الدین ماتم زدہ

بنشستہ ہجدہم جون ۱۸۵۹ء از لوہارو

(۶)

نحمدہ و نستعینہ و نؤمن بہ و نتوکل علیہ

سلامٌ علیکم و قلبی لدیکم اماماً و امام الخلق خلفاً بشرک اللہ بخیر والعیشۃ و حفظ اللہ لک
الوقت الکریمۃ والفراغ -

درست ہے آپ کا ارشاد میرے بیان کا مصداق - اور میرا اجمال آپ کے تغافل سے - واقعی میرا وہ نیاز نامہ جو ہنگام ورود آپ کے میں نے بھیجا تھا اور آپ کا وہ خط جس کے انتظار میں آپ اور اپنے کی بابت طلبگاری میں ہوں پہنچا تھا پہنچا - سبحان اللہ ایک ملتِ طرفین کا باعث شکوہ ہوا - کل ظہر کے بعد گنہگار بندہ و ندامت کی بزم میں حاضر ہوا کہ راہ میں میر غوغا صاحب نے مجکو آپ کا خط نامزد پھوپھی صاحبہ آپ کی دیا - اجمالی اشارہ میں نے اپنی طرف پایا - بس اب وہ تردد و انتظار رفع ہوا -

حضرت بندہ اچھا ہوں - زندہ ہوں - دنیوالا ازبس مورد مراتم جمیل خداوند نعمت ہوں - جو الطاف کہ مزاج یا لیس رکھتے ہیں وہ مجکو گھول کر پلائے جاتے ہیں - نواب صاحب بہادر نے کل عصر کو یہ فرمایا کہ میں آپ سے تقاضا کروں اور آپ ایک آدمی معقول ہوشیار دوا ساز وہاں سے نوکر رکھ کر بھیج دیویں - بہتا بہ شخص شیخ سینا کے عوض ہوگا - مگر شرط یہ ہے کہ غیر از دواسازی لہابی بھی کبھی جانتا ہو - کتے سے دماغ زیادہ رکھے - تمام رات کبھو نتا ہو - اس شخص کو پانچ روپیہ مہینا ملے گا - اور اگر شیخ مردود کی مانند مساوات ہم سے کرے گا تو البتہ سلوک بالائی دریغ نہیں -- امام کی جان کی قسم نواب صاحب نے چار مرتبہ آٹھ پہر میں تقاضا فرمایا - تب میں نے لکھا - سو اگر ایسا آدمی جلد بھیج دو تو نواب صاحب منت کش اور میں آپ کا سپاس گزار ہوں رنگا، اچھے میرے امام! ایسا آدمی اگر یہاں آوے تو ہمارا بھی شغل خطیر ہو جائے - کیا تو ہماری خوشی نہیں چاہتا - خدا نے والدہ ماجدہ تمہاری کی صحت میرے خط کے وصول پر منحصر رکھی ہے - تو دیکھو یہ کرامت - خط پہنچا اور وہاں تم کو ان کی صحت سے خوشی ہو گئی - افسوس ہے کہ صرف مجکو دعویٰ اتحاد از بس تھا - اپنے احباب سے آپ بھی میں مل لیے الا میں باقی رہا - آتی دور تم کو بلا کر تعب میں ڈالوں - دل نہیں چاہتا مگر شوق نہیں مانتا کہ یہ آنکھ اس کو دیکھے جو آنکھ تم کو دیکھ چکی اور تم کو خود نہ دیکھا ہو - آپ کی بے غرضی و قناعت میں خوب جانتا ہوں - کچھ اس طلب میں میری مجال نہیں کہ اور مطمح نظر ہو - سوا اس کے کہ تم کو دیکھ لوں - موسم بھی اچھا ہے - دل بھی لوگوں کے فارغ سے ہیں - کیا عجب ہے کہ اگر اب نہ ملو تو پھر علاؤ الدین کو تا مدت نہ پاؤ - لو آ کر مل جاؤ -

ہر وقت خوش کہ دست دہد مغتنم شمار   کس را وقوف نیست کہ انجام کار چیست

میر صاحب نے دو سو لفافے مجھے دیے - دو ہزار شکر میں نے ادا کیا - کیا آپ کے والد ماجد مجھ کو بھول گئے - میرا سلام نیاز زیادہ کیجئے اور دعائے خیر میرے واسطے طلب کیجیے - بچوں کو دعا کہہ دینا - خصوص رقیہ کو بہت پیار کرنا - اللّٰھم ارزقھا عفتہ عصمتہ و طہارۃ امہ - کلے السود میرا بھر تقاضا یہ ہے کہ تم یہاں ایک بار مل جاؤ - والسلام علیکم و قلبی لدیکم -

مرقوم ۳ اگست سنہ ۱۸۶۰ء   لوہارو - علاؤ الدین

(۷)

یکم رمضان روز شنبہ

بھئی بما صحبت کے امام کل شام کو بڑا ابر غلیظ تھا۔ ماقہ پرست لوگ آسمان کے اور لوہارو کے مطالع و آفاق کو دیکھ رہے ہیں۔ خصوصاً اہالیٔ مردود کی مسجد جدید البنا ربا لمال الربا[1] پر عالم سوار ہے۔ برائی رویت کے تمنائی کہ ناگاہ حجاب مرتفع رفع ہوئے چاند دکھائی دیا فشہد ونعم الشہر فصاموا الیوم کلہم۔ پہلے رمضان کی زبان پہ پہلا روزہ موزنہ پر لوگ پھرتے ہیں۔ ہائے ہائے نعمت نگر کہ درحسام نیافتند چز روزہ درست بصحبا کشودہ یہ اپنا حال ہے۔

تمہارا خط آیا ہوا دھرا ہے۔ یہاں کے معاملات روز نئے کہ یہ ایک عالم ہے۔ اس کا تقاضے سے بقا آفرید گار بھیا میرے دادا کا سالا ہے۔ لہٰذا علتہٖ الابنعی۔ اس عار کا علم دستم دریا ازل و ابد ہے۔ میں اس عالم کا محرم اسرار ہوں کہ تقاضے مردہ دیر لاعلمی ... پند پر ورد گار ہوں۔ وہ جانے کے بنیے کے چودہ پندرہ ہزار روپے مار کر کھا گیا۔ اوائل وقت میں قرآن اس نے[2] اٹھایا اولاد کی قسم کھائی۔ مسجد میں لے گیا۔ حلف کیا۔ بعد عہد و پیمان روپے لے کر بچا گیا۔ اب کہتا ہے۔ اس کے تصفیہ کو معتمد دو جانہ آیا تھا۔ کام سرکار سے تھا مگر مہمان گنہگار رہا۔ آج بے نیل مرام رہ گیا۔ قلم اٹھائی خط لکھا۔ سنو میاں امام۔ تم امین تمہارا باپ دادا امین۔ جو شک لائے کافر۔ مگر یقینی کا پل سٹے پیش۔ بھلا کب گھر سے چلو۔ کب مسجد سے چلو۔ مولوی نذیر حسین صاحب کے پاس کیوں جاؤ۔ شہاب الدین خاں کو اب منع کر آؤ۔ وہ خط کسی اور کو کیوں دکھائیں۔ آپ خود بزم میں پڑھ کر مزے اٹھائیں۔ اچھا نہ لکھا ہو تو اب کہہ آؤ۔ ہائے افسوس۔ دستور بخواہ رہے جھپٹ کر چلے نہ آئے۔ واللہ آتے تو تم کو میں نہ کہتا کر کیا ہو۔ ہاں اگر وہ سفہا اس جرم رکیک پر امامت میں خرابی کرتے تو میں یقینی پکار کر کہتا کہ یہ لوگ پاجی ہیں۔ اور اب بھی لعنت محمد پر اگر اعتبار دولت ان کو شریف تصور کروں۔ یہ نظر نہیں کر وہاں کا نقصان یہاں سرانجام دینا یا برکر دینا مشکل ہے۔ مگر واللہ میں کب راضی کہ منصب قدیم یوں رائگاں جانے دو۔ اگر اپنا قائم مقام کسی کو گردان سکو۔ اپنا نائب کسی کو جان سکو۔ تو پھر کیوں نہیں آتے۔ بخدا سخت آرزو دیے لگا ہے۔

کریم الرحمن خاں حافظ داود کے مکان پر رہتے ہیں۔ شاید انہی کو ہیں۔ ان کی معیت میں آرام سواری ہے۔

حکیم کا حال پوچھتے ہو۔ ایسی عورت کو پیسے پڑے ہیں جس کا بے نکاح بھی گھر رکھنا اپنی شریعت میں حرام ہے۔ ان بچوں کو جو کچھ نسبت اپنے سے نہیں رکھتے پالتے ہیں۔ تربیت فرماتے ہیں۔ کوکو کاٹی سو روپے لگائے۔ خورسند و خوشدل فرض خدا ادا کیے پھرتے ہیں۔ لاحول ولاقوۃ اس حماقت کا کیا نام ہے۔ مگر واللہ دوست صادق دیار موافق ہے۔ حکیم با حکیم حکیم۔

کپتان نے رمضان کی بڑی تیاری کی۔ حکم شدید ہے بلکہ امر شداد و فرعون وما امر فرعون برشید۔ مسجد قلعہ میں جماعت نہ ہو۔ کوئی شخص تراویح و فرض یہاں نہیں پڑھتا۔ رئیس بے حمیت مالک پر غفلت۔ جابر۔ کافر۔ مسجد میں اللہ اکبر نہیں آسمان سے صدائے النواب ابتر آتی ہے۔

(۸)

[1] کذا بجائے "بمال الربا" [2] کذا بجائے "اس نے"۔

یرحمک اللہ یا امام العاقل اللہ مدّ الایام

تمہاری عرضی کے عنایت نامہ کا جواب تعویق اس لیے ہوا کہ عامل حصار گیا تھا۔ وہاں صاحب کلکٹر بہادر جدید سے ملاقات بعد و مروت کرم بے سود و ضرر ہیبت فرمایا۔ آج واپس پھر مجھ کو بہت حزن ہوا۔ نہ فرصت تھا اب خار آئی۔ افسوس افسوس اچھا حافظ و امین قرآنی مرگیا۔ اللّٰھم اغفر وارحمہ انا بھم لاحقون۔ مجھ کو دوا بنتا کہ آپ بے ساکن ارواح اس کو برکت کلامی سے اور مجھے برکت افسوس سے بخشے۔

جیسا لفظ اللہ صرف ایک مولے کاغذ پر ہو کہ آج کوئی نشانے سے تم کو پہنچے اور حزن نہ بنے۔ نہ وصلی البتہ خوشنما ہو۔ پاکیزہ رقم ہو شکل پان یا بصورت دل تا کہ محاذی سجدہ رہے۔ دوسرے جانماز سیل پائی جیسی ملے۔ ایک مردانہ قد کے ناتھی نیز سے یہ بات کہ تم سے کب ہو گئے اور کیوں مسابقہ کرتے ہو آیا۔ اور کبھی طفیل نماز اوروں کو دیکھ کر سیر ہو چکے دیا تھا۔ بہرحال اپنا دل چاہتا ہے۔ آپ اگر نہ پائیں۔

پیام آپ کا پھوپھی سے آپ کی کہہ دیا۔ جواب بہت بجھا ہے۔ ان کو عورات کا رنگ لکھتے ہیں۔ خلاصہ سرانجام دعا ہے۔ میں نے یہ پہچان لیا ہے کہ وہ تم کو دعا دیتی ہیں اور ویسے تمہاری مزاج و خیر طلب ہیں۔

اب میر صاحب کچھ کہتے ہیں وہ لکھنا فرض ہے۔ میر صاحب نے لقمان صاحب کا پرچہ پڑھ کر تمہارے اہل و عیال کی تمرعن سے رنج پایا۔ دعائے صحت کرتے ہیں اور تاکید کرتے ہیں کہ جلد حال اطلاع اپنے مزاج کا لکھ بھیجو اور پچھلے انگوٹھی کل سیاہی کے ہاتھ بھیج دیجئے۔ مرزا علی محمد سے لے لینا اور دوکڑے تمہارے گھر کی تیار نہیں ہیں۔ بروقت تیاری بھیجی گی۔

گاڑی اس وقت کوئی آتی جاتی ہو گی تو چارپائی وغیرہ اسباب بھیج دوں گا۔ دس روپیہ جو سید محمد کو متفرق آپ نے دیے وہ شتر سوار کو دیئے۔ وہاں سے علی محمد بیگ سے لے لینا اور تفصیل کر لے کے روپے کی بھیج دو کہ کتنے لیے گئے۔ یہاں سے روانہ کروں گا۔ فقط از جانب میر صاحب تا اپنے۔

رقیمہ علاؤ الدین

مورخہ ۱۲ ازنبر آخری چار شنبہ

از لوہارو

(۹)

یا امام یا محمد سلامٌ علیکم و علیکم السلام

اس خط کا جواب کیا۔ سوا اس کے کہ اللہ خوش رکھے میرے خبردار کو۔ میر صاحب کو پرچہ دے دیا۔ اور زبانی بہت کچھ کہا خدا اند جواب کیا دیا۔ میں بعید و غبی الذہن میر صاحب خوش کو وآشفتہ[1] بیان۔ ایسی غائبیں شائیں کی کہ خدا وند تعالے سمجھا ہو گا۔ اب وہی تمہارے مطلب کا جواب دیں گے۔

---

[1] آشفتہ [ ]

یہاں کی یہ خبر ہے کہ مردان و آلِ مردان کا حشراتِ ارض کی مانند زور رہے۔ بڑا جمود شتی معون ہے۔ اب نہایت ستم پیشگی کرتا ہے۔ یہاں سوائے خداوند کے اور کسی کا زور نہیں۔ بیچارگی کا مالک وہی ہے۔ میرا یہ مدعا ہے کہ اگر کوئی عمل مغلوبیٔ اعدا کا یا ہلاکت اعدا کا مجرب ہاتھ آوے تو معہ شروط و تراکیب لکھ بھیجو۔ احسان ہوگا۔ اور گویا امداد مستحق و امانت کنی میں اجر پاؤ گے۔ اپنے والد ماجد کو نیاز کہہ دینا اور طلب دعائے خیر فرمانا۔ گھر میں بچوں کو دعا اور کاکو کو بھی سلام۔ یہاں بڑی ظلم ہے اور ظلم نہایت گرم۔ اناج کو مہنگا کیا ہے۔ کمینے دمشق تنے۔ اپنا بکواتا ہے۔ غربا کو ستاتا ہے۔ لعنۃ اللہ و غضب اللہ علیہ عاقبت بخیر باد

علاؤالدین قریب الہلاک

نگاشتہ ۱۱ نومبر سنہ ۱۸۶۰ء دوبارہ

بنام صدرالدین آزردہ یا بنام غالب

(۱۰)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الملک العلام۔ والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا خیر الانام وآلہ العظام۔ اما بعد فہذا کتاب الفراغۃ والارتسام من المسکین علاؤ الدین استہام۔ الی حضرت المخدوم المطاع رفیع الشان منیع المکان مصدر اصناف الکرم منبع انواع النعم۔ المحترم بالاحترام والمحتشم بالاحتشام۔ الساعی فی طاعات اللہ الغفار بالاحتزام۔ والراعی حمایات الخلق من الاشرار بالاحتدام۔ الی دنی نعم حرس اللہ رباط دولتہ من الانقطاع والانسحال۔ وحفظ اللہ اطشوکتہ من الاندراس والزوال۔ فی جواب الصحیفۃ الشریفۃ والمنیفۃ الانیقۃ التی وصلت الی اللیلۃ البارحۃ الشعرۃ من العافیۃ الی سلۃ فی العناصر اللطیفۃ التی تسل بالجنان واللسان لیلا ونہارا من حضرت المنان۔ المنبۃ فی سنۃ سائمۃ الرکیۃ المرحولۃ ولتخص للاخری مثلہا۔ باسرع الزمان۔ ومن الحکم الشریف ببذل الحزم فی التنسیق والامتناع واستظلام الانقطاع۔ فالحمد للہ علی ذرع قلبکم باستحسان الرکیۃ۔ بارک اللہ فی ارتیاضہا۔ ایہا المخدوم ان المخادم سیاث فی تخوم متاہا۔ وان لم یوجد اثر الذہن فی بادی النظر فی انقطاعہا و اصلاعہا۔ ولکن اصرف ہمتی فی استحصالہا موفورا والرجاء ان یکون سعی مشکورا۔ فاما انتظام الانقطاع بعون القوی العزیز مراسلۃ باحسن الطریق والاتحاف من انواع الکذاب والتلفیق۔ والمرجوان یعلمنی علیکم من باب التدقیق واللہ ولی التوفیق وبہ نستعین والحمد للہ رب العلمین۔ والباقی بالامن والخیر والعافیۃ۔

حرر یوم الخمیس الثانی عشر من شہر ذی الحجۃ فی سنۃ اثنتین وثمانین بعد الالف مہر گستر و آسمان منزلت قبلہ گاہا۔ این تخمین درنامت کہ بنگارش تازہ نامہ خود سر بر داشتم و بے رہبری آموزگار ردّ حک و اصلاح اوستادی دریں راہ علم بر افراشتم خطایم بگردیم بموج کرم سعد مرا بہ پزیر کامرانی در روزگار ہمعنان و پایدار باد۔

علاؤالدین پورش آئین

(۱۱)

الٰہید

یا محمد یا امام۔ سلامت علیکم و ذی جا ادیم

۱۶ اگست جو وہاں سے روانہ ہوا۔ وہ عنایت نامہ ۱۹ کو یہاں پہنچا۔ خط کو یونہی لیے چلا گیا۔ اور حضرت قبلہ و کعبہ نواب صاحب کو وہ خط دکھا دیا۔ ان کے ماموں صاحب کے رشتے پر خود طعنہ زنی اور عزیزان کو بھی لاعن عابہ کیا۔ اجازت بخشی کہ آپ

جاویں اور وہ حویلی جو برائے نام مرزا علی محمد بیگ کی حویلی کہلاتی ہے۔ اپنا مسکن اختیار فرماویں۔ چنانچہ یہ پرچہ بھیجتا ہوں۔ مرزا صاحب کر دے دو۔ حکم نامہ ہے۔ تعمیل سعادت تجاہل خرافات ہے تکلیف مت اٹھاؤ اور وہاں مکان میں جا رہو۔ کیا خوب شیخ کے عوض آدمی۔ واللہ ڈھونڈھا گھر سے بھی سوا۔ ذرا جلتے سے ہلو۔ تاکہ کوئی بات آوے۔

اُستانی جی اگر خود تنہا بلا اطفال آنا قبول فرماویں تو ساری ورزدگی تدبیر ہو سکتی ہے۔ بہن میری بہر تجدید طلب قرآن حمید آیا چاہتی ہے۔ سبحان اللہ اگر قدرت ہو تو ہم ذوالعلی الخیر کیوں بنتے۔ صاحب تحریر وفا علی خیر کیوں نہ ہوں۔ پیشتر لکھ چکا ہوں کہ جب خدا تعالیٰ نے دو چار روز میں کچھ مرحمت فرما دے گا حاضر کروں گا۔ اور نیز کہیں ہیں ہوں جس وقت کسی کو ماہ دریا بھیجا۔ رہے نواب صاحب، اُن سے کفن بھی طلب کرنا حرام جانتا ہوں۔ یہ جانئے آنکہ کس کے لیے کچھ چاہوں۔ نواب صاحب اس کے واسطے بھی تو ہیں یا چاہیے جس کو خدا دیا چاہتا ہے۔

کیوں امام ایک اللہ محکمہ خط نسخ جلی میں پان کی شکل کاغذ پر لکھا ہوا درکار ہے۔ ہر چہ بیل یاد کے کسی سے کاغذ پان کی شکل پر لکھوا بھیجو۔

حصیر عمدہ بصورت جانماز ملے تو ڈھونڈ کر بھیج دو۔ کرم و احسان

علاؤالدین
۱۹ر اگست سنہ ۱۸۶۰ء

(۱۲)

۱۴ر محرم سنہ ۱۲۸۰ ہجری - ۲ر جولائی سنہ ۱۸۶۳ء از لوہارو - علاؤالدین خستہ جگر -

میرے امام! خداوند تعالیٰ تمام مصائب و آفات سے تم کو محفوظ اور تنعمات سے محظوظ رکھے۔ مجھے اپنے صدمات و اضطرار میں کیا آزار خود کم ہے کہ تمہارا حال سن کر اور بھی نہ مر جاؤں۔ مجھے اپنے پروردگار کی قسم کہ میں اس وقت اس معاملہ پر رضامند ہوں اگر قسام ازل پسند کرے۔ مجھے حمل صعوبات و دشوار اس قدر کثرت لذت آزار سے آسان ہو گیا ہے کہ اگر مشکل کو دنیا میں جانتا بھی ہوں۔ ہاں مرگ کہ جو میرے لیے باہمہ آسانی سخت جانی سے مشکل نا آسان ہے۔ اگر تم میری راحت سے اپنے آرام کو بدلنا چاہو اور یہ میسر آجائے تو واللہ تمہارے لئے راحت تو چاہوں۔ الّا نہ اپنی راحت کہ عین زحمت ہے۔

افسوس ہیں جیسا مجھے سمجھانے والے بہت ہیں تم کو اس توحش پر کچھ سمجھاتا مگر بیہودی کی تم اوش پند و انداز کی تعلیم سے اور اس کی کیفیات جو مجھ کو حاصل ہوئی ہیں عنانگیر ہیں۔ حق جانب شماست۔ ہائے ادھر جانے کا قصد کرتے ہو۔ بہر کجا کہ رسیا آسماں در آنجا ہست۔ علم موہوم پر عقل کے نزدیک مجہول اور عقل مظنون امر پر نتائج کی ترتیب کرنا معقول کہتا ہے۔ اوثق و اعتماد الطاف الٰہی پر۔ سو وہ نہ موقوف مکانی نہ خود بیان لطف نہانی ہے کہ ہر عہد کے ساتھ عموماً خصوصیت رکھتا ہے۔ دلی و آگرہ و اصفہان و انگلینڈ و مین و بطحا سب میں مشترک ساری۔ ارے بھائی لطف باری ہے نہ معاملہ جانداری ہے۔ وہاں خدائی ہے نہ

بادشاہی ہے۔ گویند سنگ لعل شود در مقام صبر آرے شود و لیک بخون جگر شود۔ یہ باتیں جانے دو۔ مجھ سے یہ بات سُن کر مان لو کہ عربی رجب اور انگریزی دسمبر اور ہندی کاتک تک حرکت و جنبش نہ کرو۔ میں نے خواہی نخواہی تقویماً خواہی تعلیماً خواہی اختیاراً خواہی اضطراراً یہ مدت اپنی نیل و ناکامی کی منتہی و مبتدی سوچ لیا ہے۔ یا دولت آرزو ملے۔ یا دولت سعادت مہبرد رزق حاصل ہو۔ بس ایسی مجنونانہ حرکت نہ کرنا۔ اور دریائی تکالیف سے گزر کر تیسری مرتبہ سفر نہ خریدنا۔ اے بھائی جمعیت و جاہ نہیں نہ سہی۔ آوارہ وطنی میں آرام ہنوزنت و خوابگاہ کہاں۔ زنہار زنہار آہستہ کہ رہ بردم تیغست قدم را۔

مجھے پیوستہ اپنا حال لکھتے رہو۔ اور مجھ سے ملنے میں آئیں نہ ہو۔ واللہ میں دیدار ظاہری اور معانقۂ صوری کو میزانِ اعتبار میں تولتا ہی نہیں۔ سینہ گنجینۂ محبت گشت ہے

دل میں اپنے ثبت ہے تصویرِ یار
جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

میرا بھائی میرا عین بلکہ ایک معنی کر کے مجھ سے ہزار مرتبہ بہتر ہے۔ سعید ہے۔ حلیم ہے۔ طالع ور ہے خودسر ہے۔ امیر زادہ ہے ہستان کا داماد ہے۔ خیر یہ ہنسی کی بات تھی۔ بات یہ ہے کہ میری جان یہ ہے میرا جہان یہ ہے۔ واللہ ثم باللہ میں ہرگز نہیں اچھا ہوا گا اگر میں ہوں اور علی حسین نہ ہوا ہے ہے۔ الٰہی دنیا میں بے علی حسین نہ رہوں۔ ان سے ملتے ہو خوب کرتے ہو۔ ملاقات دو چار گھڑی جا کر دیں دل بہلا آیا کرو۔ ڈگری کی بابت وہ اس فکر میں ہے کہ کوئی صورتِ فیصل نکلے اور عجب نہیں اسی کی سعی کو تقدیر نے ازل میں اس کا سبب اور میرا رنج تعب رکھا ہو۔ کوئی شدہ نسکل بن پڑے۔ اور یہ مرحلہ طے پائے۔ ذرا اس کے راز جوئی کر مشورت نیک اس کو دینا اور کوئی حصہ کوشش کا تم بھی اپنی جانب لینا۔ بھائی سے سوا میرا چارہ گر کیا۔ اور تم سے زیادہ غم خوار کہاں سے لاؤں۔

لو بھائی یہ تازہ ثمر سیادت تم کو اور مبارک۔ افزائش اولاد سعادت ہے۔ برکاتِ الٰہی اسی سے مراد رکھتے ہیں۔ خدا تعالےٰ اخلاق داؤدؑ سے اس کو مزین کرے۔ مگر نام بوڑھا ہے۔ کوئی جوان کلمہ مہرفشاں اور تجویز کرو۔

میر صاحب کو آپ کا پرچہ دیا۔ مبارک باد دیتے ہیں۔ اور مسرت اندوز ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ دونوں تمہارے کنار عاطفت میں اتنی عمر پائیں کہ تم ان کے پوتوں کی ان کے سامنے تہنیت سنو۔ میں تو کیوں اُس وقت تک اپنے جینے کی ہوس کروں۔ مگر تمہارے احباء تم کو اتحاف تہنیت فرمائیں۔ والسلام بچوں کو پیار کرنا اور میرے لیے اور میری اولاد کے لیے دعائے فلاحِ دارین نہ بھولنا۔

علاؤ الدین از لوہارو
روز جمعہ بین الظہرین

(۱۳)

بنام نواب مرزا تحصیلدار جہانگیر آباد

علاؤالدین نوازا:- ہائے کیوں ہی کیا تھا۔ شکر خدا کہ یاد آیا۔ بھائی میرا آدمی عبد اللہ نوکر چھوڑ کر چل دیا۔ گیا ہوں کہ ایسا ہیچ مظلوم ہے۔ خدا کے لیے آپ جلد ایک معقول و معتبر آدمی کہ جس کو میں اپنے کپڑے اسباب بے اندیشہ و وسواس حوالے کردوں ہوشیار و فہیم آدمی خدمت گار ضرور بھیج دیجئے۔ پانچ روپیہ دیا اور روٹی دوں گا۔ یہ آدمی رات دن ساتھ رہنے کے کپڑے پہنانے کے اور کچھ کام نہیں کرے گا۔ مگر اس کو کوئی اعتبار سلیقہ و شعور رفو و درستی کچھ ہو اور جوان آدمی میرا ہم عمر ہو۔ نہ یہ کہ بصورت شیخ و خطیب مجھ کو ہر بار صورت اس کی دیکھنی ہو جس سے صداع ہو۔ یہ بھی لحاظ رہے کہ کچھ بیٹا آدمی نہ ہو محنت سفر و سواری اسپ کا متحمل ہو۔ آپ براہ مہربانی نامہ اس کو جلد روانہ کر دیں کہ میں آدمی نہ ہونے سے جانور ہو گیا ہوں۔ فقط

علاؤالدین

(۱۴)

روز شنبہ از نوروز رقیمہ علاؤالدین

اما سیدنا۔ سید القوم امام الخلق سمی الرسول علیہ الصلوٰۃ و علیک السلام۔

مقدمہ کلام مبتدائی سلام و پیام۔ آپ کے آئین میں شکایت ہے رنے ذ عمائی کہ اپنی بے پروائی کا عذر تو نہ کرو اور الٹا ہم کو آمادہ ہو جاؤ۔ بیٹے حضرت! اگر آپ کو مکارہ دنیائی سے فرصت کم تو مجھے کبھی علائق و آلائش عذر پائے سے وقت نہیں تم کو اگر معاش میں پریشانی ہے تو واللہ مجھے تلاش سے پشیمانی ہے۔ اگر آپ نا ہوتی ہیں تو ہیں لاہوتی نہیں ہیں بھائی ایک ہی مجلس ہے جس میں ہیں اور تم محبوس ہیں ایک ہی زنداں ہے جس میں ہیں اور تم معقد س ہیں۔

ہر یکے را بہر کارے ساختند
مہر او اندر دلش انداختند

بھائی میں ایک تار ہوں مجھے نہ چھیڑو۔ ورنہ ہزار ارغنون غم کی صدا سنو گے۔ ادھر سے گزر رہا ہوں اور تم کو اپنا سا دیوانہ بیان کر معذور رکھتا ہوں۔ مجھے داد حقیقی کی قسم۔ وہ دادرجو میرا باپ اور ما اور خداوند خداوند ہے۔ ارے کیا حدیوہ خاوق ہے پروردگار ہے کہ امام میرا دلی دوست اور حقیقی یار ہے۔ کاف بردں جو مجھکو تجھ پر بھائی وہ اعتماد نہ ہو جیسا شاید اپنی جان پر آپ۔ اس میں شائبہ ریب نہیں کہ اگر تم امام مسجد بزرگ اور میں مغل لشکری نہ ہوتا تو اپنے کو تمہارا اور تم کو اپنا عاشق و مفتون کہہ دیتا۔ وہاں ادب مانع یہاں پیشہ عنان گیر۔ چلو یہ بس ہے کہ مجھے اپنا دوست یکتا تصور فرماؤ۔ اور اپنے میں مجھ میں گمان دوئی نہ لاؤ۔ الحق بریتی من المشرکین۔

سید محمد کا حال پوچھتے ہو وہ اب تک میری ہی رائے پر ہو بار ریں زحمت انگن ہے اور یہ وہ انجمن ہے کہ آدمی یہاں کا دشمن اور صاحب قدرت یہاں کا مردم خوار دشکن ہے۔ سید محمد کو اور اس کے بادا صاحب کو جو تمام قدیم تمام رنج

جنتی ہیں۔ استدادِ بیکاری شدہ و امیدواری نے گھبرا دیا ہے۔ مگر میں نے مصلحت نہ دیکھ کر کہ اس کو پاس آشنا کیجئے روکا ہے اور عنقریب افضالِ الٰہی سے توقع ہے کہ جو چاہتا ہوں اس کے لیے اچھی صورت نکلے اور جو صورت نکلے وہ اچھی ہو۔ خداوند نعمت نے جو مراسم پرورش اس سے برتے ہیں۔ نمانے جو نوازش میں اس کے لیے خود ستار ہوں۔ اس میں اگر مبوزریا نہیں تو حضرت کو ابھا بھی نہیں۔ مگر پھر کہتا ہوں کہ این دیر آمدن درست آمدنست۔

حکیم محمد حسن خان کی نسبت بعض تکالیف سفیہہ محصل کے ہاتھ سے بخدا میری تکلیف ہے کہ تمہارا وہ عزیز دوست ہے۔ ایسے وقت میں آپ نے بھائی علی حسن خاں میرزا کو کیفیت لکھ بھیجی ہے۔ وہ میرا فرمانبر بھائی اور آپ کا مخلص دوست ہے حکیم صاحب کو لیے ہوئے کوٹھی آجاؤ۔ وہاں دو جانے کا صغیر دکھبردہی علی حسین خاں خوش تدبیر اسی لحاظ نواب دوجانہ اور ان کے بھائی سے ملوا دے گا اور رفع تکالیف ہو جائے گا۔ میں خط آنکھوں سے لکھ رہا ہوں اگر اس شکل سے سود مند تر ہو۔ یہ لوگ بامرے ہیں۔ مذاق سے بے بہرہ معنوی اخلاق سے بے نصیب۔ کیا عجب مجھے بے اتفاقی سے شاکی اور حکیم صاحب نواب سے بھی زیادہ ملول کریں۔ اگر یہ تدبیر بہتر ہے تو بہتر۔ والا نہ فرماؤ میں دس نامۂ تعارف و کتاب سفارش لکھ بھیجوں۔ حکیم ذریرالدین خاں یکتا دل گرم پوچھتے ہیں۔ اپنی والدہ کو میرا نیاز کہنا اور بچوں کو پیار کرنا۔ والسلام علیکم مع مل اہیت

علاؤالدین

۹ بجے رات کے

شمس العلما مولانا شبلی نعمانی

الاخ المعظم

چونکہ مجھ کو آپ کو بات دینی ہے۔ اس لیے عبارت کے ساتھ کاغذ بھی مختصر اختیار کیا ہے جس کی امید آپ کو یقیناً پہلے سے نہ ہوگی۔

ندوۃ العلما اگر تین چار برس صرف چلتی جائے تو آپ دیکھیں گے کہ وہ کیا چیز بن جاتی ہے گنڈا تہ واسطے بس کو رشتہ نہ ہو۔ یہ ممکن ہے؟

یہ بھی کچھ بات ہے کہ ہم ساتھ ہوا در ہم میں رہے ہے حقیقت یہ ہے کہ میں اور آپ مل کر کوئی تصنیف کریں تو بہت کام کی ہو۔ مگر افسوس ہے کہ آپ کو ملنا منظور نہیں۔

مولوی سید مہدی علی صاحب سخت بیمار ہیں۔ خدا شفا دے وہ قومی دیگ کے ایک بڑے رکن ہیں۔ کیوں؟ اب تو مختصر نویسی کی شکایت نہ کیجیے گا؟

لذیذ بود حکایت دراز تر گفتم
چنانکہ حرف عصا گفت موسیٰ اندر طور

والسلام　　　نعمانی

۱۱ مئی ۱۸۹۲ء

(۲)

کارڈ پہنچا۔ بہتر جو ارشاد

ع　مجھے تو خو ہے کہ جو کچھ کہو بجا کہیے

۵ جلدیں الفاروق حسب ارشاد روانہ کی جاتی ہیں۔ لیکن روانگی کا محصول آپ کے ذمہ۔ بلٹی بیرنگ جائے گی۔

شبلی۔ اعظم گڈھ ۲۰ اگست

(۳)

جناب من۔

خط پہنچا۔ اگرچہ میں اس وقت ایسے اشغال میں مصروف ہوں کہ جمعیت خاطر مفقود ہے۔ تاہم تعمیل ارشاد سے چارہ

نہ تھا۔

اشعار جو ڈھونڈ ڈھونڈ کر نکالے ہیں، انتخابی کے ہیں۔ شاید بعض الفاظ قابلِ تبدیلی ہوں لیکن مجموعی طور سے نہایت عمدہ ہیں۔ ان میں جتنے اشعار پسند ہوں رکھ لیں۔

کتاب کی عبارت کا خاص عنوان میرے خیال میں نہیں ہے۔ اور قبروں کے کتابے دیکھنے چاہئیں۔ البتہ عبارت فارسی عالمانہ ہو۔ بڑوں کے ہاں شاید لکھنے کا دستور ہے۔

میں یہاں ۱۰ اکتوبر تک رہوں گا۔

سعد نامہ اگر آپ مختصر سا ریویو لکھ سکیں تو لکھ کر تہذیب الاخلاق میں بھیج دیجئے۔ زیادہ مقصد اس کا اشتہار ہو جانا ہے (جو) اس طریقہ سے اچھی طرح سے ہوگا۔

بیا مادر اے تازہ کبک دری | کہ چون بر سر خاک من بگذری
گیا ہے بینی از خاکم انگیختہ | میان سودہ بالین فرو ریختہ
تہی دست بر شوشۂ خاک من | بیاد آوری گوہر پاک من
نشانی تو بر من سرشکی ز دور | نشانم من از آسمان پرتو نور
درود م رسانی و رسانم درود | بیائی و بنایم ز گنبد فرود
مرا زندہ پندار چون خویشتن | من آیم بجان گر تو آئی بتن
مدان خالی از ہم نشینی مرا | کہ بینم ترا گر نہ بینی مرا
لب از خفتۂ پند خامش مکن | ز دخفتگان را فرامش مکن

عبارتِ لوح

سنگ تربت سید ... کہ بتاریخ شانزدہم از سنہ ۱۳۱۱ھ ہنگام دمیدن آفتاب در عمر چہار و بست سال در عارضۂ ضیق النفس سر بخاک نہاد۔ و چون از باغ جوانی ہنوز برنخوردہ بود۔ و در مرحلۂ زندگانی ہمین قدمے چند بریدہ بود۔ پدر و مادر و برادرانش را بداں تیرہ روز ماتم نشاند کہ کار با ندازۂ شکیب و توانائی نماند ہمدانش بیامرزاد۔ و در پہلوئے رحمت خویش جا دہاد۔

والسلام

شبلی اعظم گڈھ
۱۱ ستمبر سنہ ۱۸۹۲ء

(۴)

جناب من!

تسلیم۔ میں کل یہاں پہنچا۔ آپ کا نامۂ والا مجھ کو مصر میں اس شام کو ملا جس کی صبح کو میں مصر سے ہندوستان روانہ ہوا۔

عربی لغت کے متعلق تو کچھ نہ کر سکا۔ البتہ مختار الصحاح کا ایک نسخہ لیتا آیا ہوں۔

عورتوں کے متعلق آپ کے سوالات امتحان میں مجھ کو امید ہے کہ سو میں سے سو نمبر حاصل کر سکوں۔ آپ جب چاہیں کاغذات امتحان بھیج دیں۔

اورنٹیل کانفرنس میں جو اس سے پہلے اسٹاک ہالم مقام یورپ منعقد ہوئی تھی۔ اس میں مصر سے جو سفارت گئی تھی۔ اس کے ایک معزز ممبر نے عورتوں کے متعلق ایک رسالہ کانفرنس میں پیش کیا تھا اگرچہ مضامین کے لحاظ سے چنداں قابل قدر نہیں۔ لیکن عبارت و زور تحریر بالکل قدما کا سا ہے۔ بہر نوع اس کا بھی ایک نسخہ حضور والا کے لیے لایا ہوں۔ دونوں کتابیں دو تین روز میں ارسال خدمت کر دوں گا۔

ترکی میں تعلق شاید اس کی اب آپ کو ضرورت نہیں اور بیشک ضرورت نہیں۔ تاہم اگر آپ اس کے متعلق گفتگو کرنی چاہیں تو پوری طرح کر سکتا ہوں لیکن تجربہ یہ ہے کہ یہ خیال بے فائدہ ہے۔

خیر یہ سب تو میں نے آپ کی نسبت لکھا۔ اب میری اغراض بھی سنیے۔ آپ نوکر ہوئے۔ بخدا مجھے بے انتہا خوشی ہوئی میں دل سے دعا کرتا تھا۔ لیکن یہ فرمایئے کہ آپ ہمارے کام کے رہے یا نہیں۔ یعنی سرکاری کام سے کچھ فرصت بھی ہوتی ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہوتی اور آپ صرف اوروں کی طرح سرکاری کارخانوں کے ایک پرزہ بن گئے ہیں، تو چنداں خوشی نہیں۔

میں ایک سلسلہ تالیف مشترکہ چھیڑنا چاہتا ہوں۔ جس میں آپ کو ایک معتدبہ پارٹ لینا تھا۔ لیکن معلوم نہیں رہا آپ کی حالت سے یہ توقع ہو سکتی ہے یا نہیں؟ جواب لکھیے اور جلد لکھیے۔ والسلام

سیاحت المصر والروم

۱۲ اکتوبر ۱۸۹۲ء . . . . . . نامعلوم

ہم لوگوں میں بدگمانی اور غلط خبروں کے مشہور کرنے کی عادت نہایت افسوس کے قابل ہے۔ میں نے کانفرنس کے لیے نہ کوئی رسالہ لکھا تھا نہ پیش کرنے کا ذکر تھا۔ نہ کسی نے ناپسند کیا۔ مختصر سی تقریر میں میں نے قرآن مجید کے اعجاز کے متعلق جو ضمنی ذکر کر دیا تھا۔ جلسہ کے بعد متعدد علماء مصر تھے کہ میں اس کو قلم بند کر کے روداد کے ساتھ شامل کر دوں۔ میں نے جواب دیا کہ یہ نہایت مفصل مضمون ہے اور ایسے مختصر طور پر اس کا شائع ہونا اس کے لطف کو مٹا دینا ہے۔

الغزالی کے لکھنے کا ارادہ بہت متذبذب ہے۔ تین خیالی تصنیفیں سامنے ہیں قرآن مجید کا اعجاز۔ فارسی یا عربی شاعری کی ہسٹری۔ الغزالی۔ ان میں اب تک فیصلہ نہیں ہوتا۔ جس دن فیصلہ ہو جائے گا۔ لکھنا شروع کر دوں گا۔ اگر آپ اپنے قوی دلائل یا کسی اور طریقہ سے کسی کو مرجح ثابت کریں تو بہت بڑا احسان ہوگا۔

(۵)

۸ اگست ۱۸۹۸ء

جناب من

تسلیم! میں اس وقت زیر رخصت ہوں اور ندوہ میں کام کر رہا ہوں۔ میں نے تمام پہلوؤں پر غور کر کے یہ

ضروری سمجھا ہے کہ آپ ندوہ کے ارکان انتظامی میں شامل ہوں۔ مولوی محمد علی صاحب اور اور ارکان کی بھی یہی رائے ہے اس لیے آپ اس کے جواب میں اپنی منظوری ظاہر کر کے ہم لوگوں کی دلجمعی فرمائیں۔ والتسلیم

شبلی نعمانی ندوۃ العلماء۔

کان پور

(۶)

جناب من :

کل اخبار میں پڑھ کر معلوم ہوا کہ مشکوئے معلیٰ میں فرزند باقبال تولد ہوا چونکہ میں اپنے تئیں زمرۂ نیازمندان میں سمجھتا ہوں اگر آپ کچھ ہی سمجھیں اور کچھ ہی بے اعتنائی کریں، اس لیے درحقیقت مجھ کو نہایت خوشی ہوئی۔ اور نہایت صمیم قلب سے آپ کو مبارک باد دیتا ہوں۔ والسلام

شبلی نعمانی

۲۰ رمضان المبارک

(۷)

مخدومی !

مسٹر ظفر کی وجہ سے بڑا دھوکا ہوا۔ انہوں نے کتاب کے اسی قدر اجزا نمبر کیے تھے کہ اور کاموں میں مصروف ہو گئے وہ نہایت متلون الطبع آدمی ہیں۔ مجھ کو سخت انسوس ہے کہ رپورٹ میں اس کا تذکرہ ہو چکا ہے۔ لوگ مجھ کو کیا کہیں گے۔ انہوں نے اپنا ذاتی مطبع بھی کر لیا ہے۔ ایک دن کہتے تھے کہ میں اپنے ہی مطبع میں چھپواؤں گا۔ لیکن یہ بھی ایک بات ہے۔ کتاب تیار ہی نہیں اور نہ ایک مدت تک امید ہے۔ مقاصد الامین کی نسبت ایک مدت ہوئی میں نے آپ کو اطلاع دی تھی، کہ مجھ کو ملی ہی نہیں بلکہ مولوی سید حسین صاحب بلگرامی نے ڈاک رساں سے دستخط کر کے لے لی۔ میں نے ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ کتاب میرے ہی نام آئی تھی۔ میں نے پھر کہا۔ لیکن انہوں نے نہ مانا۔ ان ہی کو لکھیے۔ لیکن وہ دو تین روز میں رخصت لے کر پہاڑ پر جاتے ہیں۔ والسلام

شبلی

۲۰ مارچ سنہ ۱۹۰۸ء

مکرم و معظم ما۔

(۸)

السلام علیکم : صاحبزادہ کے یہاں آنے سے مجھکو گوناگوں خوشی ہوئی۔ اولاً تو مدت کی نیازمندی کے ثبوت دینے کا موقع ملے گا۔

دوسرے ندوہ کی تعلیم و تربیت کی نسبت آپ کا ذاتی تجربہ ہو جائے گا جو ندوہ کے لیے بھی مفید ہوگا۔ نگرانی تعلیم میں خود کروں گا اور بالکل اپنا عزیز سمجھوں گا۔

لیکن مشکل یہ ہے کہ بورڈنگ میں مطلق جگہ نہیں۔ ذرا سا مکان ہے اور اس وقت ۹۲ بورڈر اس میں ہیں۔ ذرا ذرا سے

مجروں میں پانچ پانچ لڑکے رہتے ہیں۔ میں نے چار لڑکے اپنے مکان میں رکھے ہیں۔ تین مولوی بدرالحسن مصنف شہد کے گھر پر رہتے ہیں اگرچہ کھانا بورڈنگ میں کھاتے ہیں، چار لڑکے ہیڈ ماسٹر کے گھر پر رہتے ہیں۔ اس لیے یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ رہنے کا کیا بندوبست کیا جائے۔ فرض کیجیے کہ مدرسہ کے قریب کوئی مکان مل سکے تو کیا آپ اس میں رہنا پسند فرمائیں گے۔

یہ مشکل حل ہو جائے تو اور سب باتیں حسب دلخواہ ہو جائیں گی۔ میں کل دلی جاتا ہوں وہاں سے علی گڑھ آؤں گا اور آپ کی زیارت ہوگی۔

کیا آپ پسند فرمائیں گے کہ صاحبزادہ منشی احتشام علی صاحب کی کوٹھی پر رہے جہاں کہ منشی واحد علی صاحب کی نگرانی اور خبرگیری حاصل ہو سکے گی۔ والسلام

شبلی ندوہ

۱۰ فروری ۱۹۱۰ء

(۹)

جناب مکرم معظم

سلام مسنون۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ ندوہ کی حالت بہت افسوسناک ہوگئی اور اس کا یہاں تک اثر ہوا کہ گورنمنٹ نے اس پر نوٹس لیا۔ اور بھوپال سے ماہانہ جو مقرر تھا وہ اس شرط پر روک لیا گیا کہ حالت موجودہ کی اصلاح کی جائے

اس بنا پر بعض معزز بزرگوں نے یہ تجویز سوچی کہ دہلی میں ایک عام جلسہ مسلمانوں کا کیا جائے جس میں قوم کے پیش رو صاحب جمع ہوں اور معاملات کو سلجھانے کی تدبیر نکالیں۔ جناب حکیم اجمل خاں صاحب اور دیگر معززین دہلی اور باہر کے معزز حضرات نے اس کے لیے دعوت کے خطوط اور اعلان بھیجے ہیں۔

چونکہ یہ ایک نہایت اہم مذہبی اور قومی معاملہ ہے۔ اس لیے آپ سے استدعا ہے کہ صرف چند سطریں اس مضمون کی تحریر فرما دیں کہ مسلمانوں کو دہلی کے مجوزہ جلسہ میں شریک ہونا اس وقت ضروری ہے تاکہ ندوہ کے معاملات کے رو براہ ہونے کی کوئی ایسی شکل پیدا ہو جس پر فریقین اور عام مسلمان اتفاق کر سکیں یا یہ کہ قوم غلبۂ آرا سے کوئی مناسب تدبیر اختیار کرکے۔ آپ کے ہاتھ کی صرف دو تین سطریں کافی ہوں گی اور یہ ایک بڑی قومی خدمت ہوگی۔

شبلی نعمانی

۱۸ اپریل ۱۹۱۴ء

مخدوم و مکرم!

میں بھی اس درخواست میں شریک ہوں۔

اجمل

۱۸ اپریل

(۱۰)

جناب مخدوم و کرم

بعد سلام محبت

اس غرض سے کہ گورنمنٹ، ندوۃ العلماء کے مقاصد سے کافی طور سے واقف ہو سکے ایک یادداشت طیار کی گئی۔ اس کا انگریزی میں ترجمہ ہو کر ارکان کے دستخط سے گورنمنٹ کے پاس بھیجا جائے گا۔ اس لیے اس کا مسودہ آپ کی خدمت میں ارسال ہے۔ آپ کی دانست میں جہاں کوئی امر مناسب نہ ہو۔ اس کی اصلاح فرما دیں۔ یا اگر آپ کی رائے میں اس کا پیرایہ بالکل بدلنے کے قابل ہو تو آپ کو تبدیل کا بھی اختیار ہے۔

والسلام

ازدفتر
ندوۃ العلما

محمد علی ناظم ندوۃ العلماء
بقلم شبلی نعمانی

نواب محسن الملکؒ

دفتر آنریری سکرٹری ایم۔ اے۔ او کالج
علی گڑھ۔ مورخہ ۹ مئی سنہ ۱۹۰۱ء

جناب من!

آپ کی طبیعت کیسی رہتی ہے۔ بہت کم خط آپ کے آتے ہیں۔

آپ نے سن لیا ہوگا کہ سید محمود نے کل سیتاپور میں انتقال کیا۔ نہایت افسوس اور رنج کا مقام ہے۔ گو کیسی ہی حالت تھی۔ پھر بھی ان کی جان قیمتی تھی۔ اللہ ان کو غریق رحمت کرے۔

یہ فرمایئے کہ قانون ٹرسٹیاں جو ناتمام ہے۔ اس کی پریسیڈنٹی آپ قبول کریں گے اور اس کام کو پورا کردینے کا ارادہ فرمائیں گے تو مجھے امید ہے کہ آپ ضرور اسے منظور کریں گے۔ براہ مہربانی اجازت دیجیے تاکہ اس کام کو ختم کرنے کا انتظام کیا جائے[1]

مہدی علی
(محسن الملک)

(۲)

دفتر آنریری سیکرٹری ٹرسٹیاں مدرستہ العلوم علی گڑھ
۱۲ ستمبر سنہ ۱۹۰۱ء

بخدمت جناب نواب وقار الملک بہادر
ٹرسٹی ایم اے۔ او کالج۔ علی گڑھ

جناب من!

۱۔ میرا تقرر عہدۂ آنریری سکرٹری ٹرسٹیاں مدرستہ العلوم علی گڑھ پر ۱۳ جنوری سنہ ۱۸۹۹ء کو جب کہ سالانہ اجلاس ٹرسٹیاں کا منعقد ہوا تھا

---

[1] نواب محسن الملک کے اس خط سے (جو بہت ہی مشکل سے پڑھا گیا) معلوم ہوتا ہے کہ سرسیّد کے فرزند سید محمود کی وفات ۸ مئی کو ہوئی۔ لیکن خط پر سنہ نہیں لکھا تھا، بڑی تلاش کے بعد پتہ لگا کہ سید محمود کا انتقال ۸ مئی سنہ ۱۹۰۱ء کو ہوا، اور اس کے دوسرے دن یعنی ۹ مئی کو نواب محسن الملک نے یہ خط لکھا۔ اگرچہ خط سے پتہ نہیں لگتا کہ یہ خط کس کے نام ہے! مگر قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خط نواب وقار الملک کو لکھا گیا تھا۔

عمل میں آیا تھا۔ اور بموجب دفعہ ۷ ہم قواعد و قوانین ٹرسٹیاں کے ہر ایک سیکرٹری اور جوائنٹ سیکرٹری اور اسسٹنٹ سیکرٹری کا تقرر صرف تین سال کے لیے ہوتا ہے اور اس کے بعد دوبارہ منتخب ہو سکتا ہے۔

(۲) چونکہ اس بڑی ذمہ داری اور بڑے مشکل عہدہ کے کام (کو) انجام دینے کی طاقت میں نے اپنے میں نہ پائی اس لئے ماہ اگست ۱۹۰۱ء کو میں نے اپنا استعفیٰ ایجنٹ میٹنگ میں پیش کیا۔ مگر ٹرسٹیوں کے اصرار سے میں نے اس کو واپس لیا۔ اور تا ختم ہونے میعاد تقرر میں نے جس طرح ہو سکا اس بوجھ کو اٹھانا منظور کیا۔

(۳) چونکہ ۳۰ جنوری ۱۹۰۲ء کو میرے عہدہ کی میعاد سہ سالہ ختم ہوگئی اس لئے میں آپ کو اس بات سے آگاہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ میں آئندہ اس عہدہ آنریری سیکرٹری کے قبول کرنے کے لیے آمادہ نہیں ہوں اور نہ آئندہ اس بارگراں کو اپنے اوپر رکھنا منظور کر سکتا ہوں۔ اور ان ٹرسٹیوں کی خدمت میں جو براہ مہربانی اپنے حسن ظن سے مجھے اس خدمت کے لائق سمجھتے ہیں اور دوبارہ اس عہدہ کو میرے لیے تجویز کیا، کمال ادب ملتمس ہوں کہ وہ مجھے معاف فرما دیں اور میرے دوبارہ تقرر کا خیال چھوڑ دیں۔

۴۔ چونکہ نومبر کے مہینہ میں سالانہ اجلاس کا جو جنوری ۱۹۰۲ء کی کسی تاریخ کو منعقد ہوگا۔ ایجنڈا جاری ہوگا اسلئے ضرور ہے کہ جو سیکرٹری آئندہ کے لیے تجویز کیا جائے اس کا نام اس میں درج کیا جائے اور بموجب دفعہ ۵ ہم قواعد و قوانین ٹرسٹیان کے آنریری سیکرٹری کا تقرر ٹرسٹیوں کے اختیار میں ہے۔

(۵) میں نہایت ادب اور عاجزی سے ملتمس ہوں کہ آپ اس ضروری معاملہ پر غور فرما کر اور دیگر ٹرسٹیوں سے مشورہ کر کے نومبر سے اوّل جس کو سیکرٹری کرنا منظور ہو اس کا نام ایجنڈا میں مندرج کرنے کے لیے پیش کیجئے تاکہ سالانہ اجلاس پر اس کا فیصلہ ہو جائے۔

(۶) میں پھر نہایت ادب سے عرض کرتا ہوں کہ میرے دوبارہ انتخاب کا خیال نہ کیا جائے اس لیے کہ میں اس بارگراں کے اٹھانے کے لائق نہیں ہوں اور نہ آئندہ میں اسے اٹھا سکتا ہوں اور نہ اب میں آنریری سیکرٹری کا عہدہ قبول کر سکتا ہوں۔

آپ کا خادم

محسن الملک

آنریری سیکرٹری ٹرسٹیاں مدرسۃ العلوم علی گڑھ

(۴)

علی گڑھ ۲۰ ستمبر ۱۹۰۱ء

جناب مخدوم مکرم بندہ نواب وقار الملک بہادر

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۱۱ و ۱۵ ستمبر کا جواب بیماری کی وجہ سے نہ لکھ سکا۔ بخار آگیا تھا اور طبیعت نہایت خراب تھی۔ اب بھی اگرچہ اچھا نہیں ہوں۔ مگر بخار پہلے سے کم ہے۔

پریسیڈنٹ صاحب نے انگریزی چھٹی کا مسودہ اب تک میرے پاس نہیں بھیجا صرف اردو کا بھیجا تھا۔ اب میں نے انگریزی کا مسودہ بھی ان سے طلب کیا ہے جس وقت آیا آپ کی خدمت میں روانہ کر دوں گا۔

اب تک صرف سات ووٹ آئے ہیں اور جن میں اختلاف ہے وہ میں چھپنے کے لیے دینا چاہتا ہوں۔ اگر وقت پر جب بہت سے ووٹ آئیں گے اور لمبی لمبی تحریریں ہوں گی تو ان کا چھاپنا مشکل ہوگا۔ پانچ دن کی مہلت میں اگر تحریریں زیادہ ہوں تو چھپنا مشکل ہے۔ آیندہ کے لیے اس کا تصفیہ آپ ہی کریں اور آپ خود قانون بناتے ہیں کہ سے کم پندرہ دن کی مہلت ضرور رکھیں۔ میں تو بفضلہ تعالیٰ اس جھگڑے قصہ سے جس میں میری طبیعت کو خلجان ہوتا ہے آزاد ہو جاؤں گا۔ ہاں آپ جو مدد مجھ سے لیں گے وہ دل سے خادمانہ کرتا رہوں گا۔ مگر آپ کو خوب معلوم ہے کہ میں کیا کام کر سکتا ہوں اور کیا نہیں۔ دفتر کا کام۔ قواعد کی پابندی اور صیغہ جات متعلقہ کی نگرانی نہ مجھ سے ہوئی نہ ہو سکتی ہے نہ ہوگی۔ ہاں بھیک مانگنے کا کام اور باہر جا کر لوگوں کو آپ کی خدمت میں حاضر کر دینا مجھ سے ہو سکے گا اور غالباً یہی کام آپ مجھ سے لیں گے اور یہ خیال آپ چھوڑ دیں کہ میں ٹرسٹیوں کے اصرار پر پھر سکریٹری رہنا قبول کروں گا۔ حقیقت یہ ہے کہ مجھ سے یہ کام ہو نہیں سکتا اور میں خوب جانتا ہوں کہ مجھ سے اچھی طرح انجام نہیں ہوا۔ موجودہ حالت میں اس کام کا انجام دینا مجھ سے ناممکن ہے اور ضوابط اور قواعد کی پابندی اور بغیر کسی مددگار کے دفتر کا کل کام کرنا اور ہر صیغہ کی نگرانی رکھنا مجھ سے ناممکن ہے۔ علاوہ بریں اس گرمی اور برسات میں یہاں رہنے سے میری صحت بالکل بگڑ گئی۔ میں سوائے جاڑے کے دنوں کے یہاں رہ نہیں سکتا۔ اور ابھی میں قوم کا ایسا فدائی نہیں ہوا ہوں کہ جان بھی نذر کر دوں۔ میں عنقریب ضابطہ کا نوٹس ٹرسٹیوں کو جاری کرنے والا ہوں۔ وہ ابھی سے دوسرے سکریٹری کا نام پیش کریں۔ اس لیے نومبر میں سالانہ اجلاس کا ایجنڈا جاری ہونا ضرور ہے۔ کوئی نوٹس بھیج کر مجھے اس عہدے سے نہ نکالے میں خود انھیں چھوڑ دوں گا۔ ان عہدوں میں کسی قسم کی پیچیدگی ہے نہ دقت۔ نہ مصیبت نہ تکلیف۔ نہ لڑائی نہ جھگڑا۔ نہ اس کے لیے علی گڑھ میں ہمیشہ رہنا لازمی ہے۔ آپ کو لکھنؤ سے فارغ ہونے کے بعد کہاں اتنی مہلت ملے گی کہ سیتاپور میں کام کرنے کے لیے جا سکیں۔ اور اگر گئے بھی تو تین چار دن سے زیادہ آپ وہاں نہیں رہ سکتے۔ اور قانون کا کام اگر اس سال ہو جائے تو میں اس کو معجزہ اور کرامت سمجھوں گا۔

والسلام محسن الملک

(۴)

علی گڑھ۔ ۲۰ ستمبر ۱۹۰۱ء

جناب مخدوم مکرم بندہ نواب وقارالملک بہادر

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۱۴ ستمبر پہونچا۔ جو اجلاس کونسل شن ٹرسٹیاں کا ۲۲ اپریل کو ہوا تھا مجھے یاد نہیں پڑتا کہ اس میں چھٹی ڈائرکٹر آف پبلک انسٹرکشن مورخہ ۱۶ اکتوبر سنہ ۱۹۰۰ء پیش کی گئی ہو۔

چونکہ یہ چھٹی بجٹ کی منظوری کے بعد آئی تھی اس لئے اس وقت سے پیشتر وہ چھٹی ٹرسٹیوں کی خدمت میں نہیں بھیجی گئی۔ اب کہ وقت دوسرے بجٹ کے تیار کرنے کا آیا اور آمدنی اور اخراجات پر غور کرنے اور رائے دینے کا اس لئے وہ چھٹی ٹرسٹیوں کی خدمت میں بھیجی گئی۔ اور فنانس کمیٹی کے اجلاس میں یہ چھٹی پیش کر دی گئی تھی۔ والسلام

مہدی علی
(محسن الملک)

(۵)

علی گڈھ - ۱۲ دسمبر ۱۹۰۱ء

جناب نواب وقار الملک بہادر

میں نے برسر سے دریافت کیا معلوم ہوا کہ جو دو روپیہ اسکول بورڈروں سے لیے جاتے ہیں۔ اوس کی آمدنی اور خرچ کا حساب علیحدہ نہیں رکھا جاتا۔ جس قدر لڑکے سکول کے ہیں فی لڑکا دو روپیہ آمدنی سمجھ لینا چاہیے۔ یہ حساب کا طریقہ بہت ہی مجمل اور مہمل تھا۔ اب جو آپ نے تحریک کی ہے اوس کی منظوری کے بعد ایسے قواعد بنا دیجئے کہ آئندہ یہ دقت نہ رہے۔ بورڈنگ ہوس کا حساب سرسید مرحوم کے زمانہ سے ایسے طریقے پر چلا آتا ہے کہ تفصیل وار ہر صیغہ کی آمدنی اور خرچ کی کیفیت معلوم نہیں ہوتی۔ اب دو برس سے بورڈنگ ہوس کا جمع خرچ چھپتا ہے گر اوس سے پوری تفصیل معلوم نہیں ہوتی۔ اب کی مرتبہ چند صیغوں خوراک اور ورزش جسمانی اور کالج میگزین وغیرہ کی کسی قدر تفصیل بھی کرائی گئی ہے جس سے کسی قدر روشنی آمدنی و خرچ پر پڑتی ہے مگر درحقیقت اس کے لیے ایک صریح اور صاف قواعد بنانے کی ضرورت ہے۔ والسلام۔

آج مجھے پھر بخار ہے۔

مارسین صاحب کا مضمون پولیٹیکل ایسوسی ایشن پر علی گڈھ اخبار میں چھپ گیا ہے۔ آپ اوس کو غور سے ملاحظہ فرما دیں۔ اور جن مشکلات کا انہوں نے ذکر کیا ہے۔ اوس کا سرسری اندازہ کریں۔ میرے نزدیک اون کا مضمون جہاں تک کہ متعلق مشکلات اور دقتوں کے ہے بہت غور کرنے کے لائق ہے۔ اور جو کچھ انہوں نے ملازمت کی نسبت لکھا ہے اوس سے مجھے اتفاق نہیں ہے۔ میں آیندہ اخبار میں اوس پر ریمارک لکھوں گا۔ ہندو اور مسلمانوں میں ملازمت کی تقسیم کا صحیح اصول وہی ہے جو کالون صاحب نے ایک موقع پر بیان کیا تھا کہ "برابر بانٹی چاہیے"۔

کیا آپ لکھنؤ کے جلسہ میں بالا بالا تشریف لے جاویں گے۔ میں اوس سے پہلے آپ سے ملنا چاہتا ہوں۔ آپ تو آنہ سکیں گے۔ اگر میری طبیعت اچھی رہی تو میں ہی اودھ تک آنے کی کوشش کروں گا۔ جس کام کو لوگ آسان سمجھ رہے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ بھی میری طرح اس کو مشکل سمجھتے ہیں۔ خدا کرے کہ وہ جلسہ صراط مستقیم اختیار کرے اور کوئی ایسی تجویز نہ کر بیٹھے جس سے مسلمانوں کی حالت اور بدتر ہو جائے۔

مبلغ دو روپیہ ماہانہ جو اسکول بورڈر سے لیا جاتا ہے۔ میرے زمانہ سے پہلے کا ہے اور غالباً سرسید مرحوم کے وقت سے چلا آتا ہے چونکہ اس وقت نہ مسٹر ہاریسن یہاں موجود ہیں اور نہ ٹیٹنگ صاحب۔ اس لیے اس کی صراحت میں نہیں کرسکتا کہ کب سے یہ لیا جاتا ہے۔ اور جو آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ آخر مارچ ۱۹۰۱ء تک کس قدر رقم وصول ہوئی اوس کو میں نے برسر سے دریافت کیا ہے مگر وہ باہر مئی گئے تھے۔ اس لیے اب تک انہوں نے جواب نہیں دیا۔ آج آگئے میں اون سے پوچھتا ہے۔ غالباً کل تک وہ جواب دے دیں۔

آپ کی رائے کہ سب پروفیسروں کی تعداد محدود نہ کی جائے بلکہ بدرجہ اوسط ایک خاص تعداد پر بورڈوں کے ایک سب پروکٹر رہے۔ نہایت مناسب ہے۔ غالباً ہر ایک ٹرسٹی اس کو پسند کرے گا۔ سب پروکٹروں کے تقرر میں کمیٹی دینیات کو دخل ہونا مشکل معلوم ہوتا ہے

اگرچہ دیکھنے میں بہت اچھا معلوم ہوتا ہے۔ مگر بجائے دخل کے لفظ "مشورہ" کا استعمال کیا جائے تو مناسب ہوگا۔ والسلام

آپ کا یہ فرمانا کہ میں یہ سوالات مخالفت کی نظر سے نہیں کرتا غیر ضروری ہے۔ مجھ سے بڑھ کر کون جانتا ہے کہ یہ وہ اختلاف ہے جس کو رحمت کہتے ہیں اور مجھ سے بڑھ کر کوئی اس کی قدر نہیں جانتا۔ والسلام۔

مہدی علی

(محسن الملک)

(۶)

علی گڑھ۔ ۲۳ ستمبر سنہ ۱۹۰۱ء

جناب من!

دفعہ ۴۳ قواعد و قوانین ٹرسٹیاں کی شق ۵ میں جو آپ نے تجویز کی ہے کہ اگر کسی تحریک مندرجہ ایجنڈا سے کسی ٹرسٹی نے اختلاف کیا ہے اور کوئی ترمیم تجویز کی ہے تو یہ ترمیم اور اوس کی وجوہ کی نقل بجنسہ ٹرسٹیوں کے پاس بھیجی جائے گی۔ اس سے کیا آپ کی مراد ہے کہ جو تحریک منظور نہ ہوئی ہو خواہ ترمیم تجویز کی گئی ہو یا نہیں اور وجہ لکھی گئی ہو یا نہیں۔ وہ سب ٹرسٹیوں کے پاس بھیجی جائے؟ یا صرف وہی تجویز جس میں اختلاف کیا گیا ہو اور اوس کی ترمیم کی گئی ہو اور اوس کی وجہ لکھی گئی ہو؟ مثلاً کسی ٹرسٹی نے کسی ٹرسٹی کی تجویز پر یہ لکھا ہو۔

نیا پیرا پراکسی کا قاعدہ جو ووٹ دینے کے لیے دفعہ ۴۲ میں قرار دیا گیا ہے۔ کیا اوس کی رو سے یہ طریقہ جائز ہے کہ کوئی ٹرسٹی اپنی طرف سے کسی کو ووٹ دینے کا اختیار دے اور کوئی تحریری ووٹ سیکرٹری کے پاس نہ بھیجے۔ اور جس شخص کو ٹرسٹی پراکسی کا اختیار دے اور وہ جلسہ میں بذریعہ پراکسی کے ووٹر کی طرف سے رائے دے وہ جائز اور باقاعدہ سمجھی جائے۔ دفعہ ۴۲ کا مضمون مجمل ہے اور اوس سے اس طریقہ کی اجازت ظاہر نہیں ہوتی۔ بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ اذن تحریری ووٹوں کیلئے ہے جو سیکرٹری کے پاس بھیجے جاتے ہیں مگر اس کے لیے ایسے ووٹوں کا میعاد معینہ دفعہ مذکور کے اندر آنا ضرور ہے۔ ازراہِ مہربانی میرے اس سوال کا جواب دینے کی تکلیف گوارہ فرمایئے۔

والسلام

مہدی علی

(محسن الملک)

(۷)

دفتر آنریری سیکرٹری مدرسۃ العلوم

علی گڑھ ۸ اکتوبر سنہ ۱۹۰۱ء

بخدمت جناب نواب وقار الملک مولوی محمد مشتاق حسین صاحب۔ ٹرسٹی۔

جناب من!

۱۲ ستمبر سنہ ۱۹۰۱ء کو ٹرسٹیوں کا ایک خاص جلسہ ہوا تھا اور مفصلہ ذیل تار مبارکباد کا جلسہ کی منظوری اور اجازت سے از طرف آنریری سیکرٹری خدمت میں آنریبل جسٹس ڈی لا ٹوش صاحب بالقابہ کے بھیجا گیا تھا۔ اس کے جواب میں جو چٹھی جناب ممدوح کی طرف سے آئی ہے وہ آپ کے ملاحظہ کے لیے بھیجی جاتی ہے۔

محسن الملک

آنریری سیکرٹری

(۸)

علی گڑھ - ۲۰ نومبر ۱۹۰۱ء

جناب مخدومی

میں یہ عریضہ روانہ کرنے کو تھا کہ آپ کا عنایت نامہ امروہہ سے بھیجا ہوا پہونچا۔ لاٹوش صاحب سے میں نے اپنے استعفا کا سبب اوس کے پوچھنے پر صاف صاف کہا۔ معلوم ہوا کہ وہ کسی ٹرسٹی کو پولیٹیکل معاملات میں شریک ہونے کے مانع نہیں ہیں۔ البتہ کالج کو اوس سے تعلق نہ ہونا چاہیے۔ میری نسبت ان کی جو خواہش تھی اگرچہ مجھ پر ظاہر کی تھی مگر غالباً سید محمود صاحب کے ملنے پر اونہوں نے میری طرف سے اوس کا اظہار پسند نہیں کیا اور اس معاملہ کو بالکل ٹرسٹیوں پر چھوڑ دیا اور ایک چھٹی پریسیڈنٹ صاحب کے نام بھیجی ہے کہ ٹرسٹیوں میں گشت کرائی جاوے۔ اوس کا مضمون ہے کہ سیکرٹری کا انتخاب ٹرسٹیوں کو خود کرنا چاہیے وہ اس معاملہ میں آزاد ہیں۔ وہ چٹھی بھی امید ہے کہ آپ کے ملاحظہ میں بھی پیش ہوئی۔

مجھے اپنے استعفا کے اصرار میں مشکل پڑتی اگر لاٹوش صاحب اپنی اُس خواہش پر قائم رہتے جو برسوں ملاقات میں مجھ سے کی تھی الحمد للہ کہ میں اُدھر سے بچ گیا۔ اور اس جنجال میں پھنسنے پر مجبور نہ ہؤا۔ اب اجنڈا جاری کیا جاتا ہے۔ جس میں میں صاف صاف لکھتا ہوں کہ مجھے سیکرٹری ہونا منظور نہیں ہے اور آپ کا نام پیش کروں گا اور سید محمود صاحب نے بھی باضابطہ تحریک پیش کی ہے کہ آپ سیکرٹری کیے جاویں اور اور بھی کئی ٹرسٹیوں کے خطوط باضابطہ آپ کے انتخاب کے لیے آئے ہیں اور گویا یہ امر طے ہو گیا کہ آپ منتخب ہوں گے۔ والحمد للہ علیٰ ذالک۔

میرے گھر میں طبیعت بہت خراب ہو گئی ہے۔ ذیابطیس کا زور ہے اور اب اوس کے نمایاں آثار ظاہر ہونے لگے ہیں۔ اون کو ایک مہینہ سے بخار آتا ہے ۱۰۰ درجہ سے کم نہیں ہوتا اور ۱۰۲ درجہ تک ہو جاتا ہے۔ اس سے جو مجھے پریشانی ہوگی۔ اس کا اندازہ آپ کر سکتے ہیں۔

مہدی علی

(محسن الملک)

(۹)

۱۸ دسمبر سنہ ۱۹۰۱ء

جناب من!

میں دہلی سے واپس آیا۔ وہاں بہت تکلیف اٹھائی۔ بیمار ہوا۔ پریشان رہا نہ دربار میں شریک ہوا۔ نہ کسی تقریب میں گیا۔ صرف کانفرنس کے بکھیڑوں میں مبتلا رہا۔ کانفرنس کا انتظام ایسا خراب رہا کہ بیان نہیں ہو سکتا۔ مہمان نہایت ناراض گئے اور بہت تکلیف پائی۔ دہلی کے (لوگوں) نے بہت بے پروائی کی اور عدم قابلیت انتظام کے (جوہر) ثابت کر دکھائے۔ رئیسوں میں سے بھی کوئی شریک نہ ہوا۔ روپیہ بھی امید سے بہت کم ملا اور حکام انگریزی سرسید کی وجہ سے شریک ہوئے۔ مگر یہ تو ہمارے درد کی دوا نہیں ہے۔ میرے گھر کے لوگ بھی گئے تھے۔ سخت بیمار ہو گئے اور تپ لرزہ میں مبتلا رہے اور جب سے یہاں آئے ہیں دُنبل اور پھوڑے نکلنے سے نہایت ۱

تکلیف میں ہیں۔ ڈاکٹر کہتے ہیں کہ ذیابیطس کا سبب ہے اور کاربنکل کی قسم کے ہیں۔ اللہ رحم کرے۔

پیشکار صاحب سے بھی ملنا ہوا اور ریذیڈنٹ صاحب سے بھی۔ (قلعہ) میں بھی گارڈن پارٹی تھی۔ خدا جانے کس غلطی سے میرے نام بھی کارڈ آیا اور میں گیا۔ دور سے سلام ہو گیا اور بس خوب ہوا کہ آپ نہ آئے ورنہ نہایت تکلیف اور زحمت ہوتی اور مہینوں اس کا ثمرہ اٹھانا پڑتا۔

یہ فرمائیے کہ ۲۶ جنوری کے سالانہ جلسہ میں آپ تشریف لاویں گے یا نہیں اگرچہ کوئی خاص کام ایسا نہیں ہے کہ آپکے بلانے پر اصرار کروں، مگر اس بہانہ سے ملاقات ہو جاوے گی۔ فقط۔

مہدی علی

(محسن الملک)

(۱۰)

حیدرآباد دکن[1]

روحی فداک

بعد ایسی خاوندانہ اور مربیانہ اور مالکانہ مہربانیوں کے اگر میں ذرا بھی آئندہ اس بات کا نام لوں تو میں شریف نہیں ہوں۔ خداوند تعالےٰ کی یہ کیا کم مہربانی ہے کہ سرکار سا مالک اور آقا اور مربی مجھے دیا۔ مجھے اب کچھ رنج نہیں ہے۔ نہ اب اس رنج کا نام لوں گا۔ نہ میرے دل میں اب کچھ باقی ہے۔ مجھے سرکار سے غرض ہے نہ کسی اور سے۔ نظم

نہ می گویم دریں گلشن گل و باغ و بہار از من

بہار از یار و باغ از یار و گل از یار و یار از من

اب سرکار کسی بات کا خیال نہ فرمائیں۔ اس لیے کہ میں نے سب رنج اپنے دل سے دور کر دیئے۔ اللہ سرکار کو سلامت باکرامت رکھے کہ ہم غریبوں پر ایسی مہربانی فرماتے ہیں اور اتنا خیال رکھتے ہیں۔

مہدی علی

(محسن الملک)

(۱۱)

جناب مخدوم مکرم بندہ نواب وقار الملک بہادر

آپ کا عنایت نامہ پہونچا۔ میں نے اختلافات و ترمیمات کی نقلیں کر کے اور چھپوا کر سب ٹرسٹیوں کے پاس بھیج دی ہیں۔ میں نے کوئی علیحدہ یادداشت لکھنے کی ضرورت نہیں سمجھی۔ کیونکہ اتنی طول طویل تحریروں کو کون پڑھے گا اور کون سمجھے گا۔ جو لوگ دلچسپی رکھتے ہیں اون کے لیے اون اختلافات سے واقف ہونا کافی ہے جو ٹرسٹیوں نے کیے ہیں۔ میں کہاں تک ہر ایک کی نسبت یادداشت لکھا

---

[1] اس خط پر کوئی تاریخ نہیں ہے۔ نہ یہ پتہ ہے کہ خط کس کے نام ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ عریضہ نواب محسن الملک نے ریاست حیدرآباد کے مدار المہام سر آسمان جاہ کے نام بھیجا ہو گا۔ حیدرآباد میں نواب محسن الملک معتمد فنانس تھے۔

کروں۔ البتہ جو اعتراض اور غلطیاں میری نکالی گئی ہیں۔ اون پر کچھ لکھنا چاہیے تھا۔ مگر میں اون کو قبول کرتا ہوں اور اس کا بھی جواب ہے کہ اسی وجہ سے کہ میں اپنے کام کو انجام نہیں دے سکا اور نہ دے سکتا ہوں میں نے خود اپنے آپ کو اس عہدہ کے ناقابل سمجھ کر آیندہ کیلئے معذوری ظاہر کی ہے۔ جو ہوا اوس کی تلافی میں نہیں کر سکتا اور وہ ٹرسٹیوں کے نزدیک ضروری اور اہم تھیں۔ مناسب ہوگا کہ ملامت کا ووٹ بلحاظ آنریری سکریٹری کی نسبت پاس کر دیا جائے۔

آپ نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ جن ٹرسٹیوں کو خلاف اپنی پہلی رائے سے ہو وہ پھر اپنے دوسرے ووٹ لکھ دیں کہ فلاں شخص کو اجلاس میں اس ووٹ کے پیش کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔ یہ آپ کی رائے درست ہے میں مطابق اوس کے کل اون (۱۸) ٹرسٹیوں کو جن کے پاس ووٹ آئے ہیں، آپ کے مشورہ کے موافق خط بھیج دوں گا۔

میں نے ٹرسٹیوں کے نام جو نوٹس اپنے متعلق جاری کیا ہے اوس کی بہ ضرورت پیش آئی تھی کہ بعض ٹرسٹیوں نے مجھے خانگی خط لکھے اور خواہش کی کہ میں اپنا ارادہ ترک کروں۔ اور پھر اپنے لیے دوسری آفر کے قبول کرنے پر آمادہ رہوں۔ چونکہ یہ خیال کہ میں اپنے ارادہ میں پورا ثابت قدم نہیں ہوں اور لوگوں کو بھی ہو۔ اس لیے میں نے پہلے سے نوٹس دینا مناسب سمجھا اور ایجنڈا جاری کرنے کا وقت بھی نزدیک ہے۔ کیونکہ بعد ۱۵ نومبر کے میں شاید دسمبر تک علی گڑھ میں نہ رہوں۔ اس لیے میں نے ٹرسٹیوں سے درخواست کرنا مناسب سمجھا کہ وہ نام پیش کریں اور میں تو اپنی تجویز سے جو بحیثیت ٹرسٹی کے مجھے حاصل ہے ضرور نام پیش کروں گا اور جو کچھ میری رائے میں کالج کے لیے مفید ہے اور جس کا تقرر کالج کو فائدہ پہونچا دے گا۔ اوس کا نام پیش کروں گا۔

میں اگرچہ کالج کے سیکرٹری کا عہدہ چھوڑتا ہوں مگر کالج کو نہیں چھوڑتا۔ اور اس لیے مجھ پر فرض ہے کہ جس شخص کو میں بلالحاظ ذاتی خیالات کے کالج کے لیے مفید سمجھوں اوس کے سیکرٹری ہونے پر جہاں تک جائز طور سے ہو سکے کوشش کروں۔ اکثر ٹرسٹیوں سے مجھے اُمید ہے کہ وہ اس میں میرے ساتھ اتفاق کریں گے اور جس کا نام میں پیش کرنے والا ہوں اوس کو پسند کریں گے۔

مسلمانوں کو سرکاری عہدوں کے ملنے کے متعلق میں سید صاحب مرحوم کی پچھلی تحریریں ڈھونڈ رہا ہوں عنقریب جو میری رائے ہے اوس پر مضمون لکھوں گا۔ مگر آج کل میں اپنے خانگی معاملات سے اس قدر پریشان ہوں کہ میں کوئی اچھا مضمون لکھ نہیں سکتا۔ دماغ افکار اور ترددات سے اس قدر پریشان ہو رہا ہے کہ کوئی خیال اچھی طرح جس کے لیے اطمینان خاطر ضروری (ہے) قلمبند کر نہیں سکتا۔ بہرحال بُرا بھلا جو کچھ ہو گا وہ لکھوں گا۔

مہدی علی

(محسن الملک)

(۱۲)

جناب من!

میں اپنی اسپیچ لکھتا ہوں۔ میں خود اوسے آپ کے پاس بھیجنے کے لیے ارادہ کرتا تھا خوب ہوا کہ آپ نے خود دیکھنے کے لیے مانگ لی۔ اگر آپ میری اسپیچ میں کم و بیش کرنا چاہیں تو خوشی سے کر دیجیے۔ یا جو نامناسب اور نازیبا (بات) ہو اسے مجھے بتا دیجیے۔ یہ بات کہ جو کچھ کہا تھا وہ بجنسہ لکھا جاوے مشکل ہے خصوصاً مجھ جیسے آدمی کو۔ اس لیے میں آپ کو استادی کا پورا حق دیتا ہوں۔ اصلاح کر دیجیے۔

مہدی علی

(۱۳)

جناب من :

کانفرنس نہایت خوبی سے ختم ہوا[1] دو ہزار سے زیادہ ممبران و وزیٹر پہنچے آٹھ ہزار روپیہ سے زیادہ ممبری اور وزیٹری کی فیس (کے) آئے۔ مدراس کے مسلمانوں نے (اس کام میں بڑا حصہ لیا اور وہ بہت مفید ثابت ہوئے) انگریزوں اور ہندوؤں پر بڑا اچھا اثر ہوا۔ انگریزی اخباروں نے خوب تعریفی آرٹیکل لکھے۔ گورنر صاحب بھی آئے اور خوش گئے۔ میں مدراس میل کا آخری آرٹیکل آپ کے ملاحظہ کے لیے بھیجتا ہوں۔

میں یہاں آیا، بمبئی، بڑودہ، احمد آباد، سورت ہوتا ہوا اور اگر چندہ ملا تو وصول کرتا ہوا قریب ۱۵ جنوری کے علی گڑھ پہنچوں گا۔

مہدی علی

(۱۴)

۷ مئی

جناب من :

مجھ سے اور آفتاب احمد خاں صاحب سے بہت دیر تک سیکرٹری کے عہدہ کے متعلق گفتگو ہوئی وہ مجھ سے متفق ہیں کہ میں صرف سرسید میموریل فنڈ کا پریسیڈنٹ رہوں اور سیکرٹری کا عہدہ چھوڑ دوں اور اسی کے ساتھ اون کی بھی میری طرح یہی رائے ہے کہ آپ اس عہدہ کو قبول کریں۔ آپ کو اس میں دو مشکلات ہیں۔ ایک یہاں آکر رہنا۔ وہ آپ کو قوم کی خاطر اختیار کرنا اور کچھ خرچ گوارا فرمانا ضرور ہے۔ دوسرے اور قومی خدمتوں سے کالج کے فائدہ کے خیال سے باز رہنا۔ یہ بڑا مشکل اور پیچیدہ مسئلہ ہے۔ مگر جہاں تک غور کیا گیا۔ ابھی وہ وقت نہیں آیا ہے کہ آپ (یا کوئی اور شخص اپنے آپ کو) یا قوم کو اور اس طرح سے فائدہ پہونچا سکے نہ کوئی مدد دینے والا ہے نہ کام میں شریک ہونے والا ہے۔ کوئی اتنا بھی نہیں ہے کہ اپنے خیالات کو اچھی طرح انگریزی میں ظاہر کر سکے اور کوئی اخبار تک اپنا ایسا نہیں ہے کہ اپنے مطالب کو عمدہ لفظوں میں لکھ سکے تو کیا امید ہے کہ کوئی شخص قوم کی خدمت اوس قسم کی کر سکتا ہے جس کا آپ کو خیال ہے۔ اس حالت میں کالج کو مدد نہ دینا اور اوس سے علیحدہ ہو جانا دانشمندی نہیں ہے بلکہ نقد را بہ امید نسیہ گذاشتن ہے۔ اس لیے آپ خوب غور کیجئے اور اپنی رائے سے مطلع فرمائیے۔ اگر آپ نے سیکرٹری کے عہدہ کو قبول نہ کیا اور میرا چھوڑ دینا تو یقینی ہے۔ ایسی حالت میں دوسرا شخص سیکرٹری کے لائق معلوم نہیں ہوتا اور کالج جو ایک ضروری اور عمدہ ذریعہ قوم کی فلاح کا ہے نقصان سے محفوظ نہ رہے گا۔ اس مضمون پر زیادہ لکھنا فضول ہے کیونکہ آپ پر کوئی بات پوشیدہ نہیں ہے۔ جواب اس کا جلد دیجئے اور ابھی اسے صیغہ راز میں رکھیئے۔ فقط۔

مہدی علی

(محسن الملک)

---

[1] "ہوئی" چاہیے مگر اصل میں یہی ہے

(۱۵)

۱۱، اگست

جناب من! آپ کے دو عنایت نامے پہونچے۔ میں بیمار ہوگیا تھا اور غیر معمولی حالت پیدا ہوگئی تھی۔ دو روز تک شام کو دوران سر ہوتا اور غشی کی کیفیت طاری ہوتی اور ہذیان بکنے لگتا۔ بے خبری کی حالت میں مارنے کو اٹھتا۔ ڈاکٹر نے خود ایک روز یہ حالت دیکھی اور کہا کہ صرف گرمی اور دماغ پر حرارت کے اثر ہونے کا سبب ہے مگر تیسرے روز خوب بارش ہوئی اور یہ حالت جاتی رہی علی حسن اور عباس بھائی بھی یہ کیفیت سن کر آئے تھے اور ایک روز رہ کر علی حسن دہلی چلے گئے۔

آپ نے جو کچھ سیکرٹری شپ کے رہنے کی نسبت لکھا اس سے معاملہ صاف ہوگیا۔ آپ کو خود کب خواہش تھی اور کسی بھی آدمی کو جو کہ در حقیقت کام کرنا چاہتا ہے اور صرف قوم کے خیال سے تکلیف اٹھانا منظور کرے، کب خواہش ہوگی کہ وہ کوئی عہدہ لینا پسند کرے جس میں ہر موقع پر خود غرضی کا الزام لگایا جاوے اور پھر ایک کے بعد ایک ذلیل سمجھا جاوے اور مخالفت کا ذریعہ مہیا کرے۔ آپ خاموش رہیئے لیکن اگر قوم آپ سے اسی طرح پر نسبت کرے تو بلاشبہ اپنے اوپر یہ مصیبت چند روز کے لیے گوارا کرنا چاہیے۔

اب رہا آپ کا اکتوبر میں پولٹیکل جلسہ میں شریک ہونا۔ یہ پیچیدہ مسئلہ ہے جب آپ وعدہ کر چکے ہیں تو شریک ہونا ضروری ہے مگر وہی دن انتخاب سیکرٹری کے ہوں گے اور بعد اس کے کہ آپ پولٹیکل جلسہ کے ایک نامی ممبر ہوں مشکل ہوگا کہ اسی وقت آپ کا انتخاب کیا جاوے اور گورنمنٹ اسے بدگمانی کی نظر سے نہ دیکھے۔ یا اگر ٹرسٹی جو ایک حالت دیکھ چکے ہیں، اس تجویز سے گو ان کی کیسی ہی دلی خواہش ہو بالائی دباؤ یا خیالی خوف سے اس کی نسبت اپنی رائے منظوری کی دیں۔ آپ کے الگ ہونے سے ضرور دقت پڑ جائے گی اور معاملہ زیادہ پیچیدہ ہو جاوے گا اور لوگوں کو مخالفت کرنے کے لیے اچھا موقع مل جاوے گا۔

(خط کا آخری حصہ نہیں ملا)

(۱۶)

۱۲، اگست۔

جناب من!

عنایت نامہ متعلق بورڈنگ ہوس کے پہنچا۔ اس معاملہ میں دو امر غور طلب ہیں ایک یہ کہ اس کا نام میکڈانل بورڈنگ ہوس رکھا جاوے۔ دوسرے یہ کہ کس نقشہ کا اور کہاں بنایا جاوے۔ امر اول کے لیے سب سے پہلے ہز آنر کی منظوری ہونی چاہیئے۔ بغیر اون کی منظوری کے نام نہیں رکھا جاتا اور اس کے لیے ایجنڈا جاری کرنا اور جلسہ وغیرہ ہونا کچھ ضرور نہیں۔ دوسرے بورڈنگ ہوس کا نقشہ اور اسٹیمیٹ چھاپ کر سب ٹرسٹیوں کے پاس بھیجنا۔ ایسا نہ کبھی ہوا نہ ہو سکتا ہے نہ اس طرح پر کام چل سکتا ہے۔ بھلا جو ٹرسٹی دور رہتے ہیں اور جو کچھ جانتے نہیں وہ کیا رائے دیں گے۔ ہاں یہ مناسب ہوگا کہ جو ٹرسٹی اجلاس میں موجود ہوں اون کے سامنے نقشہ اور اسٹیمیٹ پیش کیا جاوے اور موقع بھی اون کو دکھا دیا جاوے۔

آپ براہ مہربانی دوبارہ غور کرکے پھر اپنی آخری رائے سے اطلاع دیجیئے۔ کہ ہز آنر کے نام پر بورڈنگ ہوس بنانے کی درخواست

ہزآنرسے کی جاوے یا اجلاس بجٹ پر ملتوی رکھی جاوے اور چونکہ اجلاس اکتوبر کے آخر میں ہوگا اوس وقت ہزآنر سے پوچھنے کا وقت نہ رہیگا۔

مہدی علی

ایک ضروری معاملہ پر توجہ فرمائیے۔ اب کی مرتبہ کانفرنس کی کہیں سے دعوت نہیں آئی نہ امید ہے۔ آپ کیا عماد الملک خان صاحب کو آمادہ کر سکتے ہیں کہ لکھنؤ میں کانفرنس کے بلانے کا وہ انتظام کریں۔

مہدی علی

(محسن الملک)

(۱۷)

۱۲ ستمبر۔

جناب من

میں نے دیر کرکے اپنے استعفا کے متعلق لاٹوش صاحب کو لکھا تھا۔ اس لیے اون کو اصل وجہ معلوم نہ ہوئی مگر اب معلوم ہو گئی ہوگی۔

آپ نے ترمیم قانون ایک سال کے لیے ملتوی کر دی اچھا نہ ہوا۔ اور آپ کے آنے کی توقع بھی نہ رہی (میرا مرض بدستور ہے)

آپ کی اسپیچ کا چھپنا عموماً ناپسند کیا جاتا ہے اور سب مجھ سے کہتے ہیں کہ آپ کو کیوں نہ روکا۔

مرا گر بند بدر داں بزباں دستے بہ داماں

مرا دستے دگر بودے گریباں پارہ میکردم

اور اس کے دو سبب ہیں اول تو یہ کہ وہ بہت سخت تھے۔ دوسرے یہ کہ میرے بعد آپ پر نظر تھی اور اب آپ مجھ سے بھی بڑھ گئے (اس کا سب کو بہت افسوس ہے۔ فقط)

مہدی علی

(۱۸)

علی گڈھ۔ ۱۳ اکتوبر۔

آپ (کا) مکان ملا نہیں۔ کوٹھی میں (ٹھہر گیا) (میں اپنے) ارادہ پر قائم رہوں کا اور سیکرٹری شپ کا بار آپ کی گردن پر پڑے گا مجھے آپ اپنا بڑا (بھائی) اور سپورٹر پائیں گے۔ ہم آپ مل کر خوب کام کریں گے اور دنیا کو دکھا دیں گے کہ دو مختلف الخیال مختلف الطبیعت اور مختلف الرائے (اشخاص) مل کر قومی کام کیسے اتحاد اور اتفاق اور مل جل کر چلاتے ہیں۔ فقط۔

مہدی علی

(۱۹)

جناب مخدومی و مکرمی نواب وقار الملک بہادر

آپ کا ووٹ پہونچا۔ بہت کوشش کروں گا کہ میعاد کے اندر چھپ جائے اور وقت پر امید ہے کہ ٹرسٹیوں کی خدمت میں روانہ

ہو جائے گا۔

میں نے اپنے استعفا کا نوٹس جاری کر دیا۔ درحقیقت میری قدرت سے خارج ہے کہ میں اب اس عہدے کا کام کر سکوں۔ مجھ میں وہ قابلیت ہی نہیں ہے کہ تمہیں اس عہدہ کو صدر درست سے۔ اس عہدہ پر رہ کر آئندہ میں اپنی رسوائی اور فضیحت کرانی نہیں چاہتا۔ اور کون انسان تجربہ کے بعد ایسی خدمت کے کام کو اپنے ذمہ رکھے جس کو پورا کرنے کی اوس میں قدرت نہ ہو اور میری طبیعت بھی اچھی نہیں رہتی۔ ابھی اجنڈا کے کاغذات مرتب کرتے ہیں۔ میں بیماری کی حالت میں جو مجھے تکلیف ہوئی ہے (وہ ناقابل بیان ہے) میں تو نہیں سمجھتا کہ کوئی ٹرسٹی بھی سوائے آپ کے دوسرے کو تجویز کرے مگر میں آپ کو پھر یقین دلاتا ہوں اور صدق دل سے کہتا ہوں کہ جس کام کے لائق میں ہوں اگر وہ آپ مجھ سے لینا چاہئے تو میں برابر کرتا رہوں گا اور آپ کی سیکرٹری شپ کو اپنی ہی سیکرٹری شپ سمجھوں گا۔ اگرچہ آپ نے جیسی مدد چاہیے وہ نہیں دی، اور جیسا کام آپ کو کرنا چاہیے تھا وہ آپ نے نہیں کیا۔ مگر جیسا وقتاً فوقتاً آپ نے لکھا کچھ خانگی اور کچھ ذاتی اور کچھ اپوزیشن کے وجوہ ایسے ہیں کہ آپ بہاں رہ سکے اور خود جو آپ کرنا چاہتے تھے نہ کر سکے۔ مگر پھر بھی جو مدد آپ نے دی اوس کا میں دل سے مشکور ہوں۔ اور یہ آپ کا لکھنا بالکل سچ ہے کہ جہاں تک میری اور آپ کی ذات کا تعلق ہے ہم دونوں میں کالج کے معاملات میں کسی بڑے اختلاف کا ہونا شاذ و نادر ہے اور مجھے خوب معلوم ہے کہ آپ بھی سیکرٹری شپ کو دل سے پسند نہیں کرتے۔ اور اوس کی مشکلات سے بچنا چاہتے۔ صرف ایک قوم کا خیال انکار کا مانع ہے۔ ورنہ کانٹوں کے بستر پر لیٹنا کون پسند کرے گا اور اب تو سیکرٹری شپ درحقیقت کانٹوں کا بچھونا ہے۔

مولوی نذیر احمد صاحب نے ٹرسٹی شپ سے استعفا نہیں دیا جیسی کہ اون کی عادت ہے کبھی کبھی لکھ دیا کرتے ہیں کہ میں دوٹ دینے کے جھگڑے میں کیوں پڑوں۔ میں ٹرسٹی شپ ہی چھوڑتا ہوں۔ کانفرنس میں جب اون کو تکلیف دی جاتی ہے۔ تب بھی وہ ایسا ہی کہا کرتے ہیں۔

مجھ کو افسوس ہوا کہ آپ نے ابھی سے وہاں جانے سے انکار کر دیا۔ چونکہ آپ جس بات کو طے کر لیتے ہیں پھر نہیں سنتے مجھے اس معاملہ میں لکھنا فضول ہے مگر یہ تو فرمائیے کہ سال آئندہ جب آپ آنریری سیکرٹری کانفرنس کے بھی ہوں گے۔ کیونکر جانے سے انکار کریں گے۔ میرے گھر میں آداب کہتی ہیں اور میرا آداب بھی اپنے محل میں کہہ دیجئے۔ یہ تو فرمائیے کہ قانونی کمیٹی میں کیا ہو رہا ہے اور آپ کب پھر سیتاپور تشریف لے جائیں گے۔ محمد احمد صاحب جس سے ملتے ہیں کہتے ہیں کہ کالج کی حالت بہت خراب ہے اور کالج برباد ہو رہا ہے کمشنر بریلی اور سر ڈیرن لفٹننٹ گورنر بنگال سے بھی انہوں نے یہی فرمایا۔ حقیقت میں کیسے اچھے اسسٹنٹ ہم کو ملے ہیں۔

یہ تو دیکھیے کہ اسسٹنٹ سیکرٹری کا عہدہ بھی دو ہی برس کے واسطے ہے یا قانون میں ان کے نام مندرج ہو جانے سے لائف اسسٹنٹ سیکرٹری ہیں۔ پہلی صورت میں اسسٹنٹ سیکرٹری کے عہدہ پر بھی ٹرسٹیوں کو کسی شخص کا نامزد کرنا ہوگا۔ مگر ان جائنٹ سیکرٹری اور کا کیا بنے گا۔

مہدی علی

(۲۰)

جناب من! اس وقت دو بڑے مشکل سوال اس مسئلہ کے متعلق حل کرنے کے لائق ہیں۔ ایک یہ کہ ——

لائق انگریزی خواں اور انگریزی داں کہاں ملیں گے۔ اور دوسرے روپیہ کیونکر جمع ہوگا کسی قسم کی کوئی مجلس قائم کی جائے۔ آنریری اور غیر ذمہ دار آدمیوں کے بھروسہ پر چل نہیں سکتی۔ اور کم سے کم خرچ ماہانہ اتنا ہونا چاہیے جو مارلیسن صاحب نے تجویز کیا ہے۔ بظاہر امید موہوم نہیں ہوتی کہ پانسو روپیہ ماہوار مستقل طور پر مسلمان اس کام کے لیے دے سکیں اور ڈیفنس ایسوسی ایشن میں یہی دقت پیش آئی، جس نے اس کام میں خرچ کیا اوس کو ایک بڑا بھاری حصہ گرہ سے دینا پڑا۔ آنریری ورکرز کا انبار بہت جمع ہو سکتا ہے۔ مگر روپیہ کا فراہم ہونا مشکل ہے۔ اور اس سے بڑھ کر مشکل لائق انگریزی داں کی ہے۔ بہرحال آپ کی ذات ایک ایسی ہے جس پر بھروسہ ہو سکتا ہے کہ جلدی میں اور بغیر سوچے سمجھے کوئی کام نہ ہوگا۔ میں جہاں تک غور کرتا ہوں پبلک ایجی ٹیشن نہایت مضر ہے نہ اوس کا اثر گورنمنٹ پر ہوگا نہ اوس میں کامیابی ہوگی۔ بیک صاحب کی تجویز کو ضروری اصلاح کے ساتھ جاری کرنا زیادہ قرین مصلحت ہے۔ گو اوس میں بھی مشکلات ہیں اور علاوہ قلم اور روپیہ کی مدد ملنا بہت دشوار ہے۔ مگر اگر منتخب اور لائق آدمی ممبر کیے جاویں اور ایک خاص انتظامی مجلس کام کرنے کے لیے علیحدہ مقرر کی جاوے اور ایک خاص عملہ کام چلانے کے لیے رکھا جاوے تو اوس کی وقعت بہ نسبت پبلک میٹنگ کے گورنمنٹ کی نظر میں بھی زیادہ ہوگی اور نہایت معتدل اور دور اندیشی کے ساتھ گورنمنٹ میں درخواستیں پیش ہو سکیں گی۔ بہرحال مجھے اطمینان ہے کہ آپ اس اہم اور نازک اور پیچیدہ مسئلہ کے مالہ و ماعلیہ پر غور کر کے کوئی عمدہ اور مفید تجویز قرار دیں گے۔

بعد خط لکھنے کے سرسری باضابطہ رپورٹ آئی وہ بجنسہ آپ کے ملاحظہ کے لیے بھیجتا ہوں میرے نزدیک آئندہ کے لیے اصلاح کر دیجیے اور پچھلی باتوں پر صلوٰۃ بھیجیے۔ یہ میں پرائیویٹ طور پر لکھتا ہوں۔ آئندہ آپ کو اختیار ہے کیونکہ ہر شخص کی طبیعت آپ کی سی نہیں ہے بعض طبیعتیں ایسی ہیں کہ ذرہ سی بات کو پکڑ کر اپنے دل کا غبار نکالتے ہیں اور بورڈنگ ہوس کے انتظام پر جو اب تک ہوتا چلا آیا ہے زیادہ لکھنا پرنسپل پر الزام لگانے کا موقع دے گا۔ مگر یہ میری خانگی رائے ہے جو میں آپ کو لکھتا ہوں آپ خود جو مناسب سمجھیں گے کریں گے۔ والسلام۔ دیکھیے آپ کو کوئی ایسا خادم نہ ملے گا جو بخار اور بیماری کی حالت میں اتنا لمبا اور طول طویل خط لکھے۔

مہدی علی

عبدالحلیم شرر

(۱)

2 Arnold Villas
Slough
(England)

۶ اگست ۱۸۹۶ء

عزیزہ ام محسن زاد عمرہا۔

دعا۔ اس ہفتہ میں جو ڈاک آئی اس سے جناب دادا صاحب قبلہ کے انتقال کی خبر سن کر انتہا سے زیادہ صدمہ ہوا۔ واقعی عجیب بات ہے کہ گویا پھوپھی صاحبہ کے انتقال ہی کے لئے زندہ تھے۔ اور یقیناً ان کو پھوپھی صاحبہ کی بیماری اور انتقال کا ایسا صدمہ ہوا ہوگا کہ اس ضعیفی کے عالم میں اس کے متحمل نہ ہو سکے۔ بہت بزرگ تھے اور صرف برکت ہی برکت تھے۔ درحقیقت مجھے ان کے انتقال سے بڑا سخت صدمہ ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

تمھاری بیماری کے حالات سن کے میں اور پریشان ہو جاتا ہوں۔ شاید مجھے خط لکھنے سے تمھاری طبیعت پر کچھ بار پڑتا ہو اور بیماری (ہیں) اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بعض اوقات ذرا سا کام کرنے میں بھی طبیعت بگڑ جاتی ہے۔ اگر ایسا اندیشہ ہو تو ہرگز نہ لکھو۔ میں ہفتہ وار جس طرح خط تمھارے نام روانہ کرتا ہوں برابر بھیجے جاؤں گا۔ سب سے مقدم تم کو اپنی طبیعت کا خیال کرنا چاہیے اور خصوص آنکھوں کے دُکھنے میں تو پڑھنا لکھنا دونوں کاموں سے احتراز کرنا چاہیے۔

فاروق کی شرارتوں کے متعلق یہاں سے میں اور کیا کر سکتا ہوں بجز اس کے کہ والد صاحب قبلہ کو لکھ بھیجا ہے کہ اس کو بھی سے جا کر اپنے ساتھ رکھیں، یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ عورتوں میں رہ کے لڑکے کیوں خراب ہو جاتے ہیں۔ یہاں لڑکے عورتوں کے پاس ایسے اچھے اور نیک رہتے ہیں کہ بیان نہیں ہو سکتا۔ مسز ٹالمز کے دونوں بچے صرف ماں اور نانی اور خالاؤں میں رہتے ہیں مگر ایسے اچھے اور نیک ہیں کہ تعریف نہیں ہو سکتی ایک ہمارے یہاں ہے کہ عورتوں کے ساتھ رہ سکے لڑکے ایسے خراب ہوتے ہیں کہ آخر ہر طرف سے ہائے ہائے مچ جاتی ہے۔

یہ سن کے اطمینان ہوا کہ تمھاری باجی بہت اچھی ہیں اور خیریت سے ہیں صفیہ بہت پیاری باتیں کرتی ہے۔ مگر تم نے اس کے کان تو نہیں چھید ڈالے۔ اگرچہ میں نے منع کر دیا تھا مگر کوئی میرے کہنے کا خیال کیوں کرنے لگا۔ خواہ مخواہ غریب کو تکلیف دی ہوگی میں حقیقت میں کانوں میں پچاس پچاس سوراخ کر دینے کے بالکل خلاف ہوں بہت سے بہت ہو تو اتنا کافی ہے کہ ایک سوراخ ناک میں اور ایک دونوں لوؤں میں۔ یقین ہے کہ یہ خط تم لکھنؤ میں آ کے پاؤ گی۔ اس لئے کہ ۲۵ صفر کو تم لکھنؤ میں آؤ گی۔ والدعا۔

راقم۔ محمد عبدالحلیم شرر

(۲)

Slough (England.)

۲۶ دسمبر ۱۸۹۵ء پنجشنبہ

عزیزہ ام فاطمہ و محسنہ زاد عمرہا

دعا۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ اب کی ہفتہ کو نہ تمھارا کوئی خط آیا اور نہ عزیز کا۔ حالانکہ مجھے ہر ہفتہ کی ڈاک میں تمھارے خطوں کا انتظار رہتا ہے اور اگر گھر کا کوئی خط نہیں ملتا تو نہایت ہی تکلیف ہوتی ہے۔

تم نے یہ بھی وعدہ کیا تھا کہ مکان کا نقشہ روانہ کرو گی۔ وہ نقشہ درکنار خط ہی غائب ہو گیا۔

یہاں الحمدللہ خیریت سے ہوں۔ کل یہاں انگریزوں کی کرسمس تھی جس کو تم لوگ "بڑا دن" کہتے ہو۔ ہر جگہ بڑی خوشی تھی۔ ایک دوسرے کو مبارکباد دیتا تھا۔ بچے کھلونے لئے ہوئے خوش خوش پھرتے تھے۔ دعوتیں تھیں اور بچہ کیا بوڑھے تک طرح طرح کے کھیل کھیل رہے تھے۔

کل رات سے برف پڑنا شروع ہو گئی۔ اس سے پہلے نہ کبھی برف میرے سامنے پڑی تھی اور نہ میں نے برف پڑتی کبھی دیکھی تھی۔ آج رات کو خوب برف پڑی۔ اس وقت تک جبکہ دن کے بارہ بجے ہیں برابر برف پڑ رہی ہے۔ آسمان سے سفید سفید روئی سی یا بھوسی سی گرتی ہے اور زمین پہ گرتی جاتی ہے۔ تمام در و دیوار چھتیں اور سڑکیں سفید ہو رہی ہیں اور ہر جگہ برف کا فرش بچھا ہوا ہے۔ اسی برف کی وجہ سے سردی بھی خوب زوروں پر ہے۔ میرے کمرے میں آگ روشن ہے۔ دروازے بند ہیں۔ مگر یہ عالم ہے کہ ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہوئے جاتے ہیں اور صرف ٹھنڈے نہیں بلکہ سردی کی شدت سے چہرے اور ہاتھوں پر چیونٹیاں سی کاٹ رہی ہیں۔ مگر آگ بڑی خوبصورت اور اچھی معلوم ہوتی ہے۔

صفیہ کے ٹیکے لگوائے یا نہیں، محسنہ! تم اپنی باجی سے پوچھ کے مجھے لکھو کہ ان کا مزاج کیسا ہے اور یہ بتائیں کہ آیا ہر مہینہ میں کتنا خرچ اُن کو بھیجا کرتے ہیں؟ میری تنخواہ جو وہاں ملتی ہے وہ کیا ہوتی ہے اور کیونکر صرف ہوتی ہے؟ لکھنؤ میں انہوں نے کوئی آدمی نوکر رکھا یا نہیں؟ ایک خدمت گار کی سخت ضرورت ہے۔ اگر نہ رکھا ہو تو اب رکھ لیں۔ اُن سے کہو کہ بیکار نہ تنخواہ تکلیف اُٹھانے سے کوئی فائدہ نہیں۔ اُن کو آرام سے رہنا چاہیے اور بچوں کی اچھی طرح خبرگیری کرتی رہیں۔ اور سب مقدم یہ امر ہے کہ بچوں کو پاک صاف رکھیں۔ روز نہلائیں، کپڑے روز بدلوائیں۔ اُن کو کوئی میلے کپڑے پہننے نہ دیجیے۔

ان باتوں کا بہت زیادہ خیال رکھنا چاہیے۔ اور اُن سے کہو کہ ہر ہفتہ میں اپنا اور بچوں کا حال لکھوا کر بھیج دیا کریں۔

یہ بھی بتائیں کہ گھر کا انتظام کیونکر ہے اور کون کرتا ہے۔

اماں کا حال بھی لکھو کہ کیا کرتی ہیں اور کیسی ہیں؟ والدعا۔

راقم۔ محمد عبدالحلیم شرر

(۳)

Slough (England)

۹ جنوری ۱۸۹۶ء پنجشنبہ

عزیزہ ام فاطمہ و محسنہ طول عمرہا

دعا۔ تمھارے خط مجھے دو مہینے سے نہیں ملے۔ جس کی وجہ سے بہت تعلق خاطر رہتا ہے۔ اپنے حالات سے

ہر ہفتہ میں اطلاع دے دیا کرو۔ میں ہر ہفتہ میں تم کو برابر خطوط روانہ کر دیا کرتا ہوں۔ شاید اس وقت تک کوئی ہفتہ میرے خطوں سے خالی نہ گیا ہوگا ماموں کا کوئی خط آیا؟ اور وہ اب کہاں ہیں؟ کچھ اُن کے حالات لکھو۔

میں اچھا ہوں کوئی شکایت نہیں۔ موسم یہاں روزانہ بدلتا رہتا ہے۔ کل کا دن گرم تھا۔ اور آج ایسی سردی ہے کہ آگ کے پاس بیٹھے ہیں اور ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہوئے جاتے ہیں۔ برف ایک دن گر کے موقوف ہو گئی۔ اُس کے بعد سے آج تک پھر نہیں گری۔ آج پندرہ بیس دن کے بعد آفتاب نکلا ہے۔ مگر عجیب بات ہے کہ جس روز آفتاب نکلتا ہے اُس روز سردی سب دنوں سے زیادہ ہوتی ہے۔

اماں کو۔ نانی اماں کو۔ خالہ کو۔ بھابھی کو۔ چچا کو اور سب کو آداب کہہ دینا۔

راقم۔ محمد عبدالحلیم شرر

(۴)

۳۰ رجب ۱۳۱۳ھ مطابق ۱۶ جنوری ۱۸۹۶ء
روز پنجشنبہ

2 Arnold Villas
Slough England

عزیزہ ام محسنہ طولعمرہا۔

دعا۔ تمہارا خط اس گذشتہ ڈاک میں ملا۔ اور سب حالات معلوم ہوئے۔ فاروق کے پڑھانے کے بارہ میں میں نے جو کچھ تم کو لکھا ہے اس پر حتی الامکان عمل ہونا چاہیئے میں اس امر میں بیشتر تم کو بہت تفصیل سے لکھ چکا ہوں۔ اس کی خوشی پر نہ چھوڑنا چاہیئے۔ اگر ایسا ہی ہوا تو کچھ نہ ہوگا اور کچھ نہیں تو اتنا کرو کہ کٹرہ کے سکول میں بھرتی کرا دو اور پنوجی اور طوطارام سے کہہ دو کہ نگرانی کرتے رہیں گے۔ اور گھر میں تم دیکھ لیا کرو۔ یا کسی انگریزی داں کو نوکر رکھ دو کہ وہ کچھ تھوڑا پڑھاتا رہے۔

مجھے یقین ہے کہ بیٹی سسرال جا چکی ہوں گی۔ اس کی کوئی شکایت نہیں اور نہ تم کو کسی بات پر ناراض ہونا چاہیئے۔ مگر عزیز کی یہ حماقت تھی کہ انھوں نے لکھا۔ یہ رشتہ بُرا ہوتا ہے۔ ایسی باتیں کبھی کبھی زبانی کہہ دی جایا کرتی ہیں۔ ایسے جیسے خطوط میں کہیں نہیں لکھے جاتے ہیں اور اس پہ اگر وہ بگڑے تو انہوں نے اور زیادہ حماقت کی۔ عزیز کے لکھنے پر ان کو بگڑنا نہ چاہیئے تھا۔ باقی رہا یہ کہ باہر سونے اور گھر میں جلد نہ دی ہوتی۔ یہی باتیں ہیں ان کا خیال بھی نہ کرنا چاہیئے۔ مگر افسوس کہ وہاں کے لوگوں میں ایسی ایسی ذرا سی باتوں پہ بیٹھے بگڑنے کا بہت مادّہ ہے۔ باقی رہا فاطمہ کا جانا۔ یہ ضروری تھا۔ اور اماں کو یا کسی اور کو اس میں کسی قسم کا عذر نہ ہونا چاہیئے تھا۔ اور اچھا کیا کہ کسی قسم کا عذر نہیں کیا۔ اور اب اس کی شکایت بھی نہ کرنا چاہیئے عزیز نے درحقیقت حماقت کی کہ خط کے ذریعہ سے یہ امر ظاہر کیا کہ مجھے کے روانہ کرنے میں یہاں لوگوں کو کسی قسم کا عذر ہے۔ علاوہ بریں جب طلبی کا خط ضیاءالدین نے بھیجا تھا تو اس کی شکایت ظہیرالدین سے کرنے کے کیا معنے۔ تمام معاملات ضیاءالدین کے ہاتھ میں ہیں اور خود ظہیرالدین کسی امر میں دخل نہیں دیتے تو تم ہی بتاؤ کہ ان کو خط لکھنے کا کیا نتیجہ تھا۔

ابا کو مکان کے بارہ میں میں نے لکھ بھیجا ہے۔ مگر اس میں شک نہیں کہ وہ ہزار روپیہ سے زیادہ رقم کہاں سے دیں گے۔

ماموں صاحب قبلہ کی بیماری اور سفر کا حال معلوم ہوا۔ جبیکم پور میں بھی عزیزی کی تحریر سے معلوم ہوا کہ بیکار ہیں اور عبدالشکور خاں صاحب سے ملتے بھی نہیں ہیں۔ اگر ایسا ہے تو مجھے خیال ہے کہ نوری کے لئے پریشان ہوں گی۔ مگر سب پر مقدم صحت ہے اور افسوس ہے کہ ان کی طبیعت کبھی اچھی نہیں رہتی۔

تمھارا خط اگر ہر ہفتہ میں مجھ کو ملتا رہے گا تو نہایت اطمینان رہے گا۔ اور اپنی باجی سے پوچھ کے جو باتیں وہ کہا کریں تم مجھے لکھ بھیجا کرو۔ یہ مجھے معلوم ہے کہ تم کو الحمدللہ کوئی فکر نہیں ہے اور بھائی اور ماموں تمھاری تکلیف کا کبھی مداوا نہ ہوں گے۔ مگر میں نے یہ خرچ اس لئے بھیج دیا کہ تم اگر مناسب دیکھو تو ٹکٹ سے کے رکھ لو۔ یا اپنے اور کسی کام میں لاؤ۔ میں جانتا ہوں کہ میرے بھیجنے میں اور تمھارے لینے میں کوئی مضائقہ نہ ہوگا۔ بڑی خرابی یہ ہے کہ تم بھی بیمار ہو۔ اور تم کو بھی دوران سر کی شکایت پیدا ہوئی۔ تم مجھے خط لکھنے میں اپنی صحت کا بھی خیال کر لیا کرو۔ اگر دوران سر کی زیادہ شکایت ہو تو تم ہرگز نہ لکھنا۔ اس لئے کہ دماغ کے لئے پڑھنے لکھنے سے زیادہ کوئی چیز مضر نہیں ہے۔ تعجب کی بات ہے کہ سات جلاب ہوئے اور طبیعت صاف نہیں ہے۔

میری طرف سے سب کی خدمت میں آداب کہہ دینا۔ صفیہ کیا کچھ باتیں کرتی ہے۔ نازوں کی تعلیم کا ضرور خیال رکھو۔

راقم۔ محمد عبدالحلیم شرر

(۵)

2 - Arnold Villas

Slough

۱۲؍رمضان ۱۳۱۳ھ

۲۷؍فروری ۱۸۹۶ء

عزیزہ ام سلمہا

دعا۔ اس ہفتہ میں ہندوستان کی ڈاک آئی ہی نہیں اور وجہ یہ ہوئی کہ نہر سویز جس میں سے ہو کے ہندوستان کے جہاز یہاں آتے ہیں اس میں دو جہاز لڑ گئے۔ اور ایک جہاز کنارے پہ ہٹ کے خشکی پہ جم گیا۔ اس کی وجہ سے راستہ رک گیا۔ اور وہ جہاز ابھی تک یہاں نہیں پہونچا جس میں ہندوستان کی ڈاک آتی ہے۔ غالباً پرسوں اگلے ہفتہ کے دن ڈاک آئے گی۔ مطلب یہ کہ تمھارا جو خط مجھے گذشتہ اتوار کو ملتا ابھی تک مجھے نہیں ملا۔ اور میں یہ خط کسی خط کے جواب میں نہیں لکھ رہا ہوں۔ بلکہ صرف ہفتہ میں ناغہ ہونے کے خیال سے تم کو مطلع کر دیتا ہوں کہ میں خیریت سے ہوں۔

فی الحال یہاں سات آٹھ روز سے بڑی قیامت کی سردی ہے ہاتھ پاؤں بالکل ٹھٹھرے جاتے ہیں۔ ہر وقت آگ کے پاس بیٹھا رہتا ہوں اور اس پر بھی کسی طرح چین نہیں آتا۔ رات تو رات۔ دن دوپہر کو پانی جم جاتا ہے۔ ابھی مسٹر ناکس کے برتنوں میں دوپہر کو پانی جم کے برف ہو گیا۔ راستوں میں اور سڑکوں پہ جہاں جہاں تھوڑا بہت پانی ہے سب جما ہوا ہے۔ اور گو آفتاب نکلتا ہے مگر اس کی گرمی گلانے کے لئے کافی نہیں ہوتی۔ ہر جگہ سڑکوں پہ خشک برف پڑی ہوئی ہے اور آٹھ آٹھ دن پڑی رہتی ہے۔ کسی طرح گھٹتی نہیں۔

کل رات کو میں ۹ بجے باہر سڑک پر نکلا۔ کوئی آدھ ہی گھنٹہ باہر رہا تھا کہ ہاتھوں کا یہ حال ہو گیا کہ بالکل سُن ہو گئے اور انگلیوں کے اندر ہڈی میں درد ہونے لگا۔ میں نے جب یہ حال دیکھا تو جلدی سے کمرے میں آ کے ہاتھ سینکنے لگا۔ مسز ٹامس دوڑی ہوئی آئیں اور کہا کہ ہاتھوں کو آگ میں نہ سینکو۔ اس سے انگلیوں میں درد رہ جائے گا۔ اور پھر کسی طرح نہ جائے گا۔ وہ دوڑ کے گرم پانی لائیں اور اس میں میں نے کچھ دیر ہاتھ رکھے تو جا کے تسکین ہوئی۔ اس سے تم اندازہ کر سکتی ہو کہ یہاں کیسی سردی ہوتی ہے۔ والدعا۔ باقی حال اور تمھارے خطوں کا جواب آئندہ ہفتہ کو لکھوں گا۔

راقم، محمد عبدالحلیم شرر

(۶)

2 Arnold villas.

۲۶ مارچ ۱۸۹۶ء

عزیزہ ام محسنہ

دعا یا۔ تمھارا خط مورخہ ۱۴ رمضان مجھے گذشتہ میل میں ۲۳ مارچ کو وصول ہُوا۔ حالات مندرجہ معلوم ہوئے میں اسلیے بہت خوش ہوں کہ تم ہفتہ وار خط بھیجتے رہتی ہو۔ اور کوئی ڈاک تمھارے خطوں سے خالی نہیں جاتی۔ جب تک تم لکھنؤ میں ہو اس وقت تو تم لکھتی ہی ہو۔ مگر تم جھونہ جا کے بھی برابر خط لکھتی رہنا۔ اور میں تم کو برابر وہاں جواب روانہ کیا کروں گا۔ صرف تمھاری وجہ سے مجھے اتنی دور ہونا ناگوار نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ میں ہفتہ وار تمھارے ذریعہ سے گھر کے سب لوگوں کو گویا دیکھ لیا کرتا ہوں۔ اور اگرچہ خط کا جواب قریب قریب دو مہینہ کے بعد آتا ہے مگر ہفتہ وار خطوں کا سلسلہ جاری رہنے سے یہ دُوری گراں نہیں گذرتی۔ بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا میں وہیں بیٹھا ہُوا ہوں۔ جھونہ جا کے خط لکھنا موقوف نہ کر دینا۔

چچا صاحب قبلہ کی دھڑکن کی شکایت سُن کے نہایت تشویش ہوئی۔ خدا کرے ان کو جلدی صحت ہو جائے۔ صفیہ کے ٹیکے لگانے کے لئے اسی سبب سے میں جلدی کرتا تھا۔ مگر غفلت اور سستی میں پڑے رہنے کی وجہ سے اتنی دیر ہو گئی۔ اور دیر کرنے اور ٹالنے کا حال بھی تمھاری باجی کو معلوم ہو گیا ہوگا۔ ٹیکہ لگانا ہمیشہ کمسنی میں اچھا ہوتا ہے۔ مٹی کھانے کی یہ بہت بری عادت ہے۔ اس کو چھڑانا چاہیئے۔

میرے امتحان کو کیا پوچھتی ہو۔ روپیہ داخل کیا جائے تو شروع ہو۔ اور شروع ہونے کے بعد سے پورے تین برس اُس میں محنت کرنے کی ضرورت ہے۔ اگرچہ کوئی سخت محنت نہیں ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ پورے تین سال تک شرکت کی جائے۔ جس کو اگر میں شروع کروں گا تو پھر تین سال تک رہنا ضروری ہو جائے گا۔ والد روپیہ کا بندوبست کر رہے ہیں۔ خیر یہ اچھا ہُوا کہ انھوں نے چھ سو روپیہ مکان کے لئے گھر روانہ کر دیئے یقین ہے کہ اتنے روپیہ میں مکان بن جائے گا۔

مکان کا نقشہ روانہ کرنے کی کچھ ضرورت نہیں ہے۔ عزیزہ فاطمہ نے ایک نقشہ بھیجا تھا جس سے اس کی صورت میری سمجھ میں آ گئی۔ اب کچھ ضرورت نہیں کہ تم نقشہ بنوا کے روانہ کرو۔

صدیق کے ہاتھ کا لکھا ہوا کوئی خط میرے پاس نہیں آیا۔ نہ انگریزی میں اور نہ اردو میں۔ بلکہ آپا نے مجھے لکھا تھا کہ صدیق خط لکھنے والے ہیں اور ایک جیبی گھڑی مانگتے ہیں۔ میں نے لکھا کہ میں گھڑی تو بھیج دوں گا۔ مگر جب ان کا خط آئے گا۔

فاروق کے بارہ میں میں نے لکھا ہے۔ خدا جانے انھوں نے کیا انتظام کیا۔ اس لئے کہ جب تک اس کے پڑھنے کی طرف خاص توجہ نہ کی جائے گی۔ مجھے اطمینان نہ ہوگا۔ یہ سن کے شاید تم کو تعجب ہوگا کہ یہاں انگلستان میں تمام شہروں اور چھوٹے چھوٹے گاؤں تک میں لڑکوں اور لڑکیوں دونوں کے لئے قانون کی رو سے لازمی ہے اگر کوئی اپنے لڑکوں کو نہ پڑھائے یا لڑکیوں کو اسکول میں نہ بھیجے تو ان کو حاکم اور عدالت کے وہاں سے سزا ہو جاتی ہے۔ اسکول کے ماسٹر اور لڑکیوں کے اسکولوں کی ماسٹرنیاں اپنے حلقہ میں اگر کسی لڑکے یا لڑکی کو دیکھتے ہیں کہ وہ اسکول میں نہیں آتے تو سرکار میں اطلاع کرتے ہیں۔ جہاں سے ماں باپ کو سزا ہو جاتی ہے۔ اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ آج یہاں کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ مزدور یا مزدورنی یا گھسیارا بھی نہیں ہے جو پڑھا لکھا نہ ہو۔ یہ ذرا اپنی باجی کو سنا دو اور کہو کہ ہندوستان میں بھی کوشش ہو رہی ہے کہ لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے جبریہ تعلیم ہو جائے۔ اگر جبر او رتشدد سے پہلے ہی وہ اپنے لڑکوں کی تعلیم کی فکر رکھیں تو اچھا ہو۔ والدعا۔

راقم محمد عبدالحلیم شرر

(۷)

۱۰ اپریل ۱۸۹۶ء جمعہ لندن

عزیزم محسنہ طولعمرہا۔

دعا۔ اس ہفتہ کو جو خط میں نے روانہ کیا تھا وہ یہاں ڈاک خانہ میں تعطیل ہونے کی وجہ سے ڈاک میں نہ جا سکا۔ اور شاید تم کو بڑا تعجب معلوم ہوا ہوگا کہ خلاف معمول تم کو ایک ہفتہ میں میرا خط نہیں ملا۔ تم کو پہلا اور یہ پچھلا دونوں خط ایک ساتھ ملیں گے۔

ان دنوں میں نے تین ہفتہ کے لیے سلو کو چھوڑ کے خاص شہر لندن میں قیام کیا ہے۔ ذرا تبدیلی آب و ہوا بھی ہو گئی اور لندن میں کچھ دنوں رہنے کی مجھے ضرورت بھی تھی۔ مگر تم اپنے خطوط اسی معمولی پتہ پر روانہ کرتی رہو۔

میرے پاس اس وقت گذشتہ ہفتہ کا تمھارا خط نہیں ہے۔ لہٰذا میں تمھارا جواب نہیں لکھتا ہوں۔ مجھے یاد نہیں کہ تمھارے خط میں کیا لکھا ہے جس کا جواب مجھے دینا چاہیئے۔ آئندہ ہفتہ میں مفصل خط روانہ کروں گا۔ والدعا۔

راقم، محمد عبدالحلیم شرر

(۸)

۲۴ اپریل ۹۶ء ۲۔ آرنلڈ ولا

عزیزہ ام محسنہ طولعمرہا

تمھارا خط گزشتہ ڈاک میں مجھے ملا اور مجھے افسوس ہے کہ اس سے پہلی ڈاک میں میں تم کو کوئی خط نہیں لکھ

سکا - وجہ یہ ہوئی کہ میں یہاں لندن میں تھا اور ایک دوست نے جو یہاں سے باہر سات آٹھ کوس پر رہتے ہیں انہوں نے میری دعوت کی تھی اور میں ان سے ملنے کے لیئے اور ان کے وہاں کھانا کھانے کے لیئے ڈاک کے روز چلا گیا - اور شام تک وہیں رہا آنے کے بعد خیال آیا کہ ڈاک کا وقت نکل گیا - آج تک مجھے کبھی ایسا اتفاق نہیں ہوا کہ ڈاک کے روز میں نے تم کو خط نہ لکھا ہو — ایک دفعہ اور ایسا ہوا تھا - مگر اس روز یہ نہیں ہوا بلکہ یہ ہوا تھا کہ میں نے خط لکھ بھیجے اور ڈاک خانہ میں معلوم ہوا کہ وقت گزر چکا اور اب ڈاک نہیں جا سکتی - لیکن گزشتہ ہفتہ میں مجھے خط لکھنے ہی کی نوبت نہیں آئی -

تم کو عزیزہ کے خطوں سے کیا تعلق - تم برابر ہفتہ وار خط لکھتی رہو - عزیزہ جب چاہیں اپنا خط لکھ سکتی ہیں - میں نے ان کے خطوں کا جواب بھی ہمیشہ دے دیا ہے پھر ان کو تمہیں خط لکھنے سے منع کرنے کی کیا وجہ ہے - تم جس طرح لکھتی ہو اسی طرح برابر لکھتی رہو -

ماموں صاحب قبلہ کے گھر آنے کی خبر سن کر بڑی خوشی ہوئی اگرچہ تم کھو گی انھیں کیا - مگر دو وجہیں ہیں - ایک تو یہ کہ تمھاری خوشی سے مجھ کو خوشی ہے - اور دوسری یہ کہ متن کے علاج کی طرف سے اطمینان ہو گیا - اگرچہ اسی ہفتہ میں متن نے مجھے جو خط لکھا ہے اس میں وہ لکھتی ہیں کہ ایک ہفتہ سے ان کی طبیعت اچھی ہے اور بخار نہیں ہے - مگر تاہم ماموں صاحب قبلہ کی توجہ سے ان کی طبیعت کی طرف سے پورا اطمینان ہو جائے گا - افسوس ہے کہ ماموں صاحب گھر میں زیادہ نہیں رہ سکتے -

ابا اس وقت وہاں نہ پہونچ سکے - یہ بھی افسوس کی بات ہے - اگر وہ بھی وہاں ہوتے تو بڑا اطمینان ہو جاتا - مکان تو شاید کہ اب کس قدر بننا تھا بن چکا ہو گا - یہ بتاؤ کہ اماں کا وہاں کب اٹھ کے جانے کا ارادہ ہے - میں نے عزیزہ کو لکھ دیا تھا کہ اس میں نل ملوا دیں - خدا جانے اس کا انہوں نے انتظام کیا یا نہیں -

میں لندن میں ابھی ایک ہفتہ اور ہوں - کل کا ہفتہ گذار کے دوسرے ہفتہ کو یعنی ۲ مئی کو ملو میں واپس جاؤں گا - یہاں کے رہنے سے یہ فائدہ ہوا کہ نواب ولی الدین خاں کو روز پڑھانے کا موقع ملتا ہے - اس لئے کہ آج کل وہ بھی یہاں ہیں اور ان کے سکول میں چھٹی ہونے کی وجہ سے وہ مسٹر لاڈر کے گھر میں رہتے ہیں - اگرچہ میرے مکان سے ان کا مکان کوئی تین چار میل ہے - میں خاص شہر کے صدر مقام میں رہتا ہوں اور وہ ایک کونہ پر ہیں - لیکن سواری یہاں اس قدر آسان ہے کہ صبح تڑکے سے بارہ بجے رات تک ہر وقت ہم جا سکتے ہیں - ایک تو ریل ہے جو مکانوں کے نیچے زمین کے اندر جاتی ہے اور ہر پانچ منٹ کے بعد ایک ٹرین چھوٹتی ہے - دوسری ایک اور گاڑی ہے جس کو یہاں "بس" کہتے ہیں - تین پیسہ میں وہاں تک پہونچا دیتا ہے - ہے تو گھوڑوں کی گاڑی اس پر چالیس آدمی تک بیٹھ سکتے ہیں

موسم یہاں اب اچھا ہے - جاڑا نکل گیا - گرمیاں یا بہار کا موسم ہے - آفتاب روز نکلتا ہے - دوسرے تیسرے بارش بھی ہو جاتی ہے - لیکن تاہم اتنی سردی ہے جتنی تمھارے وہاں جاڑوں میں ہوتی ہے - بلکہ اس سے کسی قدر زیادہ - اس لیئے کہ اب اس وقت تم کو خط لکھ رہا ہوں اور چونکہ آگ بجھ گئی ہے لہٰذا ہاتھ پاؤں ٹھنڈے برف ہو گئے ہیں - بغیر بڑا بھاری لبادہ (جس کو یہاں اوورکوٹ کہتے ہیں) اوڑھے گھر سے باہر نہیں نکلا جاتا - نہ دن کو نہ رات کو - آج کل اکثر رات کو میلی میلی چاندنی

ہوتی ہے۔ اس لیے کہ چاند ہر وقت دھوئیں میں ڈوبا نظر آتا ہے۔ مگر یہاں کے لوگ اس چاندنی کو بھی غنیمت سمجھتے ہیں۔ اور راتوں کو اسی چاندنی میں مرد عورت بوڑھے بچے شہر کے تمام لوگ سیر کرتے ہوئے کوسوں دور چلے جاتے ہیں۔ والدعا۔

راقم۔ محمد عبدالحلیم شررؔ

(۹)

مورخہ ۱۲ مئی ۱۸۹۶ء انگلستان

عزیزہ ام محسنہ فاطمہ طول عمرہا

دعا۔ آج کی ڈاک میں تمہارا کوئی خط نہیں آیا۔ یہاں خیریت ہے۔ مجھے ہر ہفتہ تمہارے خط کا انتظار رہتا ہے۔ لہٰذا حتی الامکان پابندی کے ساتھ خط لکھتی رہا کرو۔ اور شاید میرا خط تم کو ہر دوشنبہ یا اتوار کو مل جایا کرتا ہوگا۔ میں الحمدللہ کہ بہت اچھا ہوں کوئی شکایت نہیں۔ پہلے سردی بہت زیادہ چمک گئی تھی۔ چنانچہ دو دن تک برابر برف گری۔ مگر اس کے بعد پھر ویسے ہی گرم دن شروع ہو گئے۔ ادھر دو، ورزسے ایسا موسم ہے کہ یہاں کے لوگوں کو گرمی کی شکایت ہے۔

فاروق کے پڑھانے کا کچھ انتظام کیا گیا یا نہیں؟ آپا نے تھوڑا بہت پڑھایا تھا اگر تم لوگ بھی کچھ گھنٹہ دو گھنٹہ محنت کیا کرو تو اچھا ہو۔ مگر بچوں کے پڑھانے میں بڑی محنت پڑتی ہے۔

مجھے یہ سنکر بڑی خوشی ہوئی کہ صدیق امتحان میں پاس ہو گیا جس کی مجھے بالکل امید نہ تھی خصوصاً اس آخر زمانہ میں جب اس کا لکھنؤ جانے کا حال سنا تو بالکل مایوسی ہو گئی تھی۔ لیکن غنیمت ہے کہ وہ پاس ہو گیا اور آئندہ سال انشاءاللہ اب سے اچھا رہے گا۔ کیونکہ پورے برس تک اسے محنت کرنے کا موقع ملے گا۔

آج مجھے اس وقت لندن جانا ہے اور جلدی میں ہوں۔ لہٰذا خط کو ختم کرتا ہوں۔ انشاءاللہ آئندہ ہفتہ میں زیادہ مفصل حالات لکھوں گا۔ والدعا

راقم محمد عبدالحلیم شررؔ

(۱۰)

۱۴ مئی ۱۸۹۶ء

عزیزہ ام محسنہ زاد عمرہا۔

تمہارا ۷ ذی قعدہ کا خط مجھے گذشتہ ڈاک میں ملا۔ تمہارے اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ میرا خط تم کو ایک ڈاک میں نہیں ملا۔ یہ تو وہ ڈاک تھی جو میں نے روانہ کی مگر ڈاکخانہ میں تعطیل ہونے کی وجہ سے پڑی رہ گئی اور غالباً اسی وجہ سے ناغہ ہو گیا ہوگا۔ لیکن اس کے بعد کئی ہفتہ ناغہ گئے ہیں جن کے متعلق میں تم سے معذرت کر چکا ہوں۔

خرچ نہ بھیجنے کی وجہ غالباً یہ ہوگی کہ شاید وہاں حیدر آباد میں تنخواہ کے ملنے میں دیر ہوئی ہوگی۔ کبھی کبھی وہاں ایسا ہو جاتا ہے اور باقی یہ خواہ مخواہ کا وہم ہے کہ صدیق کے چیچک نکل آئی ہوگی۔ ایسے وہموں کے ایجاد کر لینے کا مادہ بھی عورتوں

میں خوب ہوتا ہے۔

تم جو کہتی ہو کہ وہاں کے مزدور پڑھ جائیں گے تو ان کے دماغ ہو جائیں گے اور پھر وہ زمین پہ قدم نہ رکھیں گے۔ حقیقت میں صرف اسی بات کی ہندوستان میں ضرورت ہے۔ اگر ہر شخص کو اپنی قدر معلوم ہو جائے تو پھر سارا ملک ترقی کرنے لگے۔ وہاں کی شامت تو یہی ہے کہ سوا چند خاص لوگوں کے جو اپنے آپ کو شریف خیال کرتے ہیں باقی سب لوگ پاجی سمجھے جاتے ہیں اور وہیں کے شریفوں نے ان کو یہاں تک ذلیل کیا کہ آخر وہ خود اپنی نظر میں ذلیل ہو گئے۔ اور رفتہ رفتہ جانوروں سے بدتر ہو گئے۔ یہاں تعلیم کا یہ نتیجہ ہو گیا ہے کہ درحقیقت خدمت گار اور آقا میں کوئی فرق نہیں رہا۔ خدمت گار روپیہ کے معاوضہ میں کام تو کر دیتا ہے مگر اپنی عزت اتنی ہی خیال کرتا ہے جتنی کہ آقا کے دل میں اپنی عزت ہوگی۔ اب ہمارے یہاں ایک پیش خدمت جس کا نام ہے "ابنی" یہ کوئی سولہ سترہ برس کی لڑکی ہے۔ اور تمام کام وہ جانے کہ کسی قسم کے ہوں اور کیسے ہی سخت ہوں بلاعذر کرتی ہے۔ لیکن یہ مجال نہیں کہ کسی کام کے لئے حکم کے ساتھ اور سختی سے کہا جائے۔ جب اس سے کسی کام کو کہا جاتا ہے خواہ میں کہوں یا مسز نائز کہیں۔ یوں کہیں گے کہ "مہربانی کر کے یہ کام کر لاؤ۔" فرض اور واجب ہے کہ "پلیز" کا لفظ کہا جائے جس کے معنے مہربانی کے ہیں۔ اور اگر نہ کہیں تو وہ اپنی یہ نوکری چھوڑ دے گی۔ یہ بات کچھ "ابنی" ہی کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ یہاں کے تمام نوکروں اور مزدوروں کا یہی خاصہ ہے۔ اور اسی کا نتیجہ ہے کہ ہر ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی یہ خیال کرتا ہے کہ سلطنت ہماری ہے اور بادشاہ تو صرف زبردستی کے لئے ایک بت بنا رکھا ہے۔ مگر یہاں بادشاہ کی یہ بھی تو مجال نہیں کہ کسی امر میں ذرا تامل کر سکے۔ ہندوستان کی اصلی ذلت کا سبب یہی ہے کہ وہاں کے لوگ خود آپس میں ایک دوسرے کو ذلیل سمجھتے ہیں اور ذلیل کرتے ہیں۔

سب سے زیادہ لطف کی یہ بات ہے کہ جو انگریز ہندوستان میں کچھ دنوں رہ گئے اور وہاں نوکری کر کے آتے ہیں۔ یہاں آ کے ان کو نہ تو کوئی خدمت گار کام کا ملتا ہے اور نہ کوئی اپنے گھر میں ان کا رکھنا پسند کرتا ہے اور وجہ یہ ہے کہ وہ سب کے سب ہندوستان کے خدمت گاروں پر حکومت اور سختی کرنے کے عادی ہو جاتے ہیں اور پھر یہاں کے خدمت گاروں سے بھی ویسا ہی برتاؤ کرتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہو جاتا ہے کہ راہ چلتا ان کو ذلیل کرتا ہے اور ہر ادنیٰ مزدور اور خدمت گار ان کو اپنے پاس نہیں آنے دیتا۔

والدعا

راقم۔ محمد عبدالحلیم شرر

جناب چچا صاحب کی بیماری کا حال سن کے بڑی فکر ہوئی۔ ان کو دستوں کا آنا بہت برا ہے۔ خدا ان کو جلدی صحت دے۔

راقم۔ محمد عبدالحلیم شرر

آج کوئی بارھواں دن ہے میں نے تمباکو کا استعمال بالکل چھوڑ دیا۔ یہ تو تم جانتی ہو کہ وہاں حقہ کا کس قدر عادی تھا۔ یہاں آنے کے بعد حقہ کی جگہ سب معمول چرٹ پینے لگا تھا۔ اور ادھر کچھ ایسا برا معلوم ہوا کہ بالکل چھوڑ دیا۔ اور آج بارھواں دن ہے کہ چرٹ کی صورت نہیں دیکھی ہے۔ زکام ہوا۔ کھانسی ہوئی۔ پیٹ میں درد ہوا۔ قبض ہوا۔ سب کچھ ہوا اور سب مرحلے طے ہو گئے۔ مگر ایک

خرابی باقی ہے اور وہ یہ کہ کوئی کام نہیں ہو سکتا۔ تمھیں خط لکھنے لکھنے اُکتا سا جاتا ہوں اور یہ حقیقت میں بڑی خرابی کی بات ہے۔ دیکھو کب تک یہ باتیں رہتی ہیں؟ مگر یہ تو عہد کر لیا ہے کہ اب نہ اکتاؤں گا: چھوڑوں گا۔ میں نہیں کہہ سکتا گذشتہ دس بارہ دن کیسے کٹے ہیں؟ گذشتہ ہفتہ کو میرا خط اسی وجہ سے بالکل مختصر اور خراب تھا۔

محمد عبدالحلیم شرر

(۱۱)

Slough · (England) ۱۲ر مئی سنہ ۱۸۹۰ء

عزیزہ ام محسنہ

دعا۔ تمھارا خط مورخہ ۱۴ ذی قعدہ سنہ ۱۳۱۳ھ ملا۔ حالات مندرجہ معلوم ہوئے۔ فاروق اور صفیہ کی صحت کا حال دریافت کر کے اطمینان ہوا۔ بہر غنیمت ہے۔ ... کے ذریعہ سے حیدر آباد کا حال معلوم ہوا اور صحت اور خیر و عافیت صدیق کی معلوم ہو گئی ورنہ شاید اور زیادہ تشویش ہوتی۔

یقین ہے کہ تم سب لوگ اب مھو نہ جا چکے ہو گے۔ اس لیے کہ تمھاری تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ تمھاری مومانی صاحبہ کا اصرار ہے کہ آم کھانے کے لیے مھو نہ چلو۔ اچھی بات ہے مھو نہ چلی جاؤ۔ مگر اپنی باجی سے کہہ دو کہ بچوں کو زیادہ آم نہ کھلاویں ورنہ وہ بیچارے بیمار ہو جائیں گے۔

ہاں مھو نہ سے تم مجھے یقین ہے کہ برابر خط لکھتی رہو گی۔ اور میں تو تمھارے لکھنے کے مطابق لکھنو ہی خط روانہ کیا کروں گا۔

راقم عبدالحلیم شرر

(۱۲)

Slough ENGLAND ۱۵ر جون سنہ ۱۸۹۶ء

عزیزہ ام محسنہ

دعا۔ تم سمجھ سکتی ہو کہ گذشتہ ڈاک میں تمھارا کوئی خط نہ ملنے کے بعد مجھے کیسی تشویش اور پریشانی ہوئی ہو گی۔ باوجود بڑی پابندیوں کے دو ڈاکیں بے شک خطوں سے خالی گئیں مگر ایسا اتفاق کبھی نہیں ہوا تھا۔ اگر کوئی خط کسی ڈاک میں رہ جاتا تو اور بالخصوص زیادہ تر اس خیال سے کہ تم نے چند روز ہوئے ایک خط میں لکھا تھا کہ جب تک تم کو کوئی ایسی ہی مجبوری نہ ہو یا کوئی سخت بیماری (خدانخواستہ) نہ ہو اس وقت تک تم خط لکھنے سے کبھی باز نہ رہو گی۔ اب اس مرتبہ خط کے نہ ملنے سے خیالات ہر طرف جاتے ہیں مگر کوئی خاص بات سمجھ میں نہیں آتی۔ امید ہے کہ آئندہ ڈاک میں تمھارا خط ضرور ملے گا۔ اور معلوم ہو جائے گا کہ اس خط نہ آنے کا باعث کوئی معمولی بات ہی تھی۔

میں اچھا ہوں اور یقین ہے کہ تمھارے وہاں سب لوگ خیریت سے ہیں۔ والدعا

راقم۔ محمد عبدالحلیم شرر

(۱۳)

۲۴ر جون ۱۸۹۶ء

2 - Arnold Villa
Slough
(England)

عزیزہ ام محسنہ طولعمرہا!

دعا! تمھارا خط مجھے تین ہفتہ کے بعد گزشتہ ڈاک میں ملا۔ پہلے ہفتہ میں برخلاف معمول کے خط نہ آنے کے خیال سے نہایت بڑی پریشانی رہی۔ اور زیادہ تر اس وجہ سے کہ خود تم نے کئی ہفتہ ہوئے لکھا تھا کہ جب تک خدانخواستہ تم کو کوئی سخت بیماری کا عذر نہ ہو اس وقت تک تم خط نہ ناغہ کرو گی۔ لیکن دوسرے ہفتہ میں جب منّن کا خط آیا تو اس سے معلوم ہوا کہ یکبارگی تمھارا میرٹھ جانا ہو گیا اور مجھے معلوم ہو گیا کہ اسی وجہ سے غالباً تم خط نہ بھیج سکی ہو گی۔

میں یہاں خیریت سے ہوں۔ گزشتہ ہفتہ میں میں خود کوئی خط نہ روانہ کر سکا اور وجہ یہ ہوئی کہ آج کل نواب وقارالامراء بہادر کے بڑے صاحبزادے یہاں لندن میں آئے ہوئے ہیں۔ ان کی وجہ سے مجھے بہت کم فرصت ملتی ہے۔ اکثر ان کے پاس لندن جانا پڑتا ہے۔

ڈاک کے روانہ ہونے میں تین دن تک ان کے پاس لندن ہی میں رہا۔ اور خود ان کے دو تین ضروری کام تھے جن کی وجہ سے انھوں نے آنے نہ دیا۔

آج کل یہاں موسم بہت اچھا ہے سردی نام کو نہیں۔ گرمیوں کا موسم ہے اور بہار کا زمانہ ہے۔ ہر جگہ پھول کھلے ہوئے ہیں۔ اور لوگ تفریح کے لیے مل کر چھوٹے چھوٹے گاؤں میں جاتے ہیں۔ یہاں ایک دریا ہے جس کا نام ہے ٹیمس۔ اس کے اندر ہر وقت ہزار ہا کشتیوں پر عورتیں سوار ہو کے خود ہی چلاتی ہوئی سیریں کرتی پھرتی ہیں۔

فاروق اور صفیہ کا آم کی فصل میں موہنہ میں رہنا تو بہت اچھا ہے۔ مگر ان سے کہہ دینا کہ زیادہ آم نہ کھائیں اور بچوں کو بھی زیادہ کھلانے سے بچائیں۔ یہ میرا کچھ لکھنا فضول ہے۔ میں کوئی بات کہوں وہ وقت پر تم کو معلوم ہی نہیں ہو سکتی۔ تم نے جب یہ خط لکھا ہے اس وقت تک آموں کی فصل تمام ہو چکی ہو گی۔ لہٰذا میرے کہنے کا کیا فائدہ۔ یہاں آموں کا نام تو لوگوں نے سنا ہے۔ لیکن صورت آج تک میں نے نہیں دیکھی۔ اور خربوزہ کا نام بھی کوئی نہیں جانتا۔ اس ملک میں ایک چھوٹا پھل ہوتا ہے جس کو "اسٹابری" کہتے ہیں۔ آج کل اسٹابری کی فصل ہے۔ لوگ اس کو شکر اور بالائی میں ملا کے کھاتے ہیں۔ حقیقت میں بڑے مزے کی ہوتی ہیں۔ میں تو یہاں سے تمھارے لیے بھیجنے کی کوشش کرتا۔ لیکن یہ اتنا نازک پھل ہے کہ آج کا ٹوٹا ہوا کل کام کا نہیں رہتا۔ وہاں تک کیا پہونچے گا۔

مومانی صاحبہ کی شکایت ہمیشہ چلی جاتی ہے اور ہمیشہ انتہا سے زیادہ دُبلی رہتی ہیں۔ افسوس کی بات ہے کہ حکیم عبدالحی صاحب کے علاج سے ان کو کوئی مستقل فائدہ نہیں ہوا۔

مجھے زکام ہو گیا تھا اور کھانسی بھی تھی۔ مگر اب بالکل اچھا ہوں۔ مجھے تو یہاں کی آب و ہوا ہر جگہ سے زیادہ موافق آئی۔ میں یہاں آ کر کسی قدر موٹا ہو گیا ہوں۔

ایسے دوست نہیں ہیں جن کی وجہ سے خط لکھنا چھوڑ دوں۔ تم کو خط برابر لکھتا رہوں گا۔
پھوپھی صاحبہ کے انتقال کا حال سن کر بڑا صدمہ ہوا۔ والدعا

راقم الحروف۔ محمد عبدالحلیم شرر

(۱۴)

۱ر جولائی سنہ ۱۸۹۶ء

2 Arnold Villas
Slough
England

عزیزہ ام محسنہ طول عمرہا

دعا۔ مہونہ سے تمھارے خط برابر مل رہے ہیں۔ مگر میں مجبوراً تم کو لکھنؤ ہی کے پتہ سے خط لکھے جاتا ہوں اور وجہ یہ ہے کہ تم محرم میں لکھنؤ واپس آنے کو کہتی ہو جس حساب سے یقین ہے کہ تم اب لکھنؤ میں آ چکی ہو گی۔ اس لئے کہ آج محرم کی ۲۲ ہے۔

تمھاری باجی کی بیماری کا حال معلوم ہوا۔ اگرچہ وہاں حکیم عبدالحی صاحب کی موجودگی کی وجہ سے فی الحال ان کا مہونہ میں ہونا بمقابلہ لکھنؤ میں ہونے کے زیادہ قابلِ اطمینان ہے مگر ہاں والدہ صاحبہ لکھنؤ میں زیادہ پریشان ہوں گی۔ اور خاصکر اس وجہ سے کہ فاطمہ بھی اناؤ چلی گئیں۔ بچے سب مہونہ چلے آئے وہ اکیلی وہاں بہت پریشان اور تنہائی میں گھبراتی ہوں گی۔ اور مجھے یقین ہے کہ اسی خیال سے سب لوگ اب تک لکھنؤ واپس آ چکے ہوں گے۔ آم تم سب نے اچھی طرح کھائے ہوں گے۔ یہاں آم کیا معنی وہاں کا کوئی پھل نہیں ہوتا۔ یہاں دو قسم کے میوے ہیں۔ ایک تو اسٹرابری اور ایک چیری۔ دونوں بہت اچھے ہیں۔ تم جانتی ہو میں تو کسی چیز کے کھانے کا زیادہ شائق نہیں ہوں۔ مگر یہاں مسز ناکس ہر کھانے کے ساتھ لا کے ضرور رکھ دیا کرتی ہیں۔ جس کی وجہ سے روز تھوڑے سے بہت کھا ہی لینا پڑتے ہیں۔

پیارے نے بڑا غضب کیا کہ غریب آدمی کو مار ڈالنے کے قریب پہونچا دیا۔ اسی وجہ سے تو مسلمان خراب ہیں۔ اگر وہ عدالت میں چلا جاتا اور خبر کر دیتا تو سب عزت و آبرو خاک میں مل جاتی۔ اپنے گھر میں ہر شخص آزاد ہے جو چاہے کہے کسی کو برا ماننے سے مطلب۔ اور اگر ایسا ہی ناگوار ہوا تھا تو دو چار تھپیڑ مار دیے ہوتے۔ مسلمانوں کی شامت یہ ہے کہ حکومت ہاتھ سے چلی گئی اور وہ آج تک ویسے ہی اکڑے ہوئے ہیں۔ اور اسی کا نتیجہ ہے کہ ہر جگہ اور ہر مرتبہ ذلیل ہوتے ہیں۔ یہاں انگلستان میں ایک ادنیٰ سے ادنیٰ فرد اپنی اور ملکہ وکٹوریہ کی عزت میں فرق نہیں سمجھتا۔ سارے لوگ ایک قوم اور عدالت کے سامنے برابر خیال کئے جاتے ہیں۔ اور صرف اسی وجہ سے ساری قوم ترقی کر رہی ہے اور اقبال روز بروز چمکتا جاتا ہے۔

مکان خوب بنا ہو گا۔ اس سے کہ ونند کے لکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ روپیہ دو ہزار سے زیادہ لگ گیا۔ اب خدا کرے اماں اس میں جا کے خوش ہوں۔ والدعا

راقم الحروف۔ محمد عبدالحلیم شرر

آج کل یہاں دن بہت بڑا ہوتا ہے۔ اب تم دیکھو کہ تین بجے آفتاب نکل آتا ہے اور رات کو ساڑھے نو بجے غروب ہوتا ہے۔ نو بجے تک اچھا خاصہ دن رہتا ہے۔ اٹھارہ گھنٹہ کا دن اور صرف چھ گھنٹہ کی رات ہوتی ہے۔

محمد عبدالحلیم شرر

(۱۵)

2 Arnol Villas
Slough
England

۹ر جولائی ۱۸۹۶ء

عزیزہ ام محمد طول عمرہا

دعا۔ تمہارا ۲۴ جون کا خط مجھے ۸ جولائی کو وصول ہوا۔ حالات مندرجہ معلوم ہوئے۔ تم نے بہت اچھا کیا کہ مہونہ چلی گئیں۔ اگرچہ اچھا ہوتا کہ جب انھوں نے بلایا اور جناب بھائی صاحب نے تم کو خوشی کے ساتھ رخصت کر دیا۔ تاہم میرا یہ خیال ہے کہ تم کو ان کے بلانے کی بھی پروا نہ کرنا چاہیے۔ تمہارا گھر ہے۔ اپنے گھر جانے میں کوئی کسی کے بلانے کا منتظر نہیں رہتا ہے۔ آخر ماجد علی کی بیوی تم سے کیوں خفا ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ان کو اس سے کیا تعلق۔ اور آخر ان کو خفا ہونے کا کیا حق ہے۔ اور میرے علاوہ تم کو اس کی ذرا بھی پروا نہ کرنا چاہیے۔ اگر خفا ہیں تو اپنے گھر خوش رہیں۔ تم اپنی پریشانیوں کے صاف صاف حال مجھے لکھو۔ اس سے پہلے خطوں میں تم نے کچھ لکھنے کا ارادہ کیا تھا مگر لکھا کچھ نہیں آخر تمہاری سسرال کے لوگ تم کو کیا ستاتے ہیں اور تم کو ان کی وجہ سے کیا پریشانی ہے۔ جناب والدہ صاحبہ قبلہ کی بیماری کا حال سن کے طبیعت بہت پریشان ہوئی۔ خدا جانے کیا ہے کہ وہ ہمیشہ بیمار رہتی ہیں اور ان کی صحت کبھی اچھی نہیں ہوتی۔ اللہ کرے اب کے لکھنؤ آنے پر بالکل اچھی ہو گئی ہوں۔

تمہاری مومانی کی بیماری کا حال سن کے بڑی تشویش ہوئی۔ خصوصاً جبکہ اکثر یہ گمان ہوتا ہے کہ اب دم نکل گیا۔ یہ مدت ضعف کی وجہ سے ہے۔ جس سے ان کو درد کی شکایت نہ تھی۔ مدینہ یا سے کیا طبیب ہے کہ ایسا سخت درد ہوتا ہے۔ علاج سے کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ میرے خیال میں اب بہتر ہوگا کہ چند روز کے لیے ان کو لکھنؤ لے جا کے ڈاکٹری علاج کیا جائے یا کسی دوسرے حکیم ہی کا علاج ہو۔ اتنے دنوں تک جب بیماری ٹھہری تو اب علاج کو بدلنے کی ضرورت ہے۔ اور اس میں یہ فائدہ ہوگا کہ تبدیل آب و ہوا بھی ہو جائے گی۔ یہاں تو سو علاجوں کا ایک علاج یہ سمجھا جاتا ہے کہ آب و ہوا بدل دی جاتی ہے اور اس سے میں نے ہمیشہ دیکھا کہ فوراً فائدہ ہوا۔

یہ سن کے بڑا اطمینان ہوا کہ تمہاری باجی کی طبیعت اب اچھی ہے اور فاروق اور صفیہ بھی اچھے ہیں۔ یہ مجھے نہیں معلوم ہوا کہ وہ لکھنؤ کب آ جائیں گی۔ اور کب سے نئے مکان میں رہنا شروع کریں گی۔ افسوس ہے کہ فاروق کے پڑھنے کا وہ کچھ انتظام نہیں کرتیں۔ تم نے لکھا تھا کہ تم اس کو پڑھا دیا کرتی ہو مگر یہ نہیں لکھا کہ اب وہ کیا پڑھتا ہے اور کچھ اردو پڑھنے لگا یا نہیں۔

میں نے تمہارا پتہ نہیں بدلا۔ اس خیال سے کہ تم جلد لکھنؤ واپس آ جاؤ گی میں برابر لکھنؤ ہی کے پتہ پر خط روانہ کیے جاتا ہوں۔ لکھنؤ میں کوئی لکھنے والا نہیں ہے ورنہ آسانی سے ہو سکتا ہے کہ میرے خطوط پر مہونہ کا پتہ لکھ کے ڈاک خانہ میں واپس کر دیے جایا کریں۔ دوسرے دن بغیر کسی زحمت کے تم کو مل جایا کریں۔ فی الحال یہ خرابی ہوتی ہے کہ تم کو کوئی لکھنؤ سے جا کے خط دے تو ہے۔

یہاں کا موسم آج کل بہت اچھا ہے۔ بلکہ اس ہفتہ بڑی گرمی رہی۔ مگر تمہارے وہاں کی سی گرمی نہیں۔ موسم اعتدال پر ہے جیسا

وہاں ہوتا ہے ایسا ان دنوں یہاں ہے۔ رات ذرا سی اور دن پہاڑ ہوتا ہے۔ کاٹے نہیں کٹتا۔ دن ہی ہوتا ہے جب سوتے ہیں اور دن ہی ہوتا ہے جب اٹھتے ہیں۔ خبر بھی نہیں ہوتی کہ رات کب ہوئی اور کب ہوئی تھی۔

تمہارا خط مجھے ٹھیک وقت پر مل گیا۔ اگرچہ تم کو شبہ تھا یہ ہو گئی تھی۔ مگر اسی دن کی ڈاک میں روانہ ہو گیا۔ افسوس کی بات ہے۔ اور وجہ یہ ہوگی کہ خط آنے ہی کم ہوں گے۔

تمہارے وہاں لوگ چاند دیکھا کرتے ہیں۔ یہاں بھی اس کی خبر نہیں ہوتی کہ کب چاند ہوا اور نہ یہ کہ کب سے تاریخ ورنہ یہاں ہندوستانی مہینوں کا بھی پتہ نہیں چلتا۔

گزشتہ ہفتہ میں ایک رات لندن میں کچھ ایسا بخار آیا کہ مجھے دوسرے دن پھر آیا دو تین دن تک طبیعت بہت خراب رہی تو میں نے مسٹر ٹامس کی رائے سے کونین لے لیا تین دن تک برابر صبح کو لیا اور تب درست آ گیا ہے۔ اب طبیعت بہت صاف ہو گئی اور بالکل اچھا ہوں۔ والدعا

راقم۔ محمد عبدالحلیم شررؔ

(۱۶)

Slough
ENGLAND

۱۷ جولائی ۱۸۹۶ء

عزیزہ ام محسنہ طال عمرہا

دعا۔ تعجب ہے کہ گذشتہ ہفتہ میں تمہارا کوئی خط نہیں آیا۔ ہفتہ بھر انتظار رہی۔ اور معلوم نہیں کہ اس ہفتہ کی ڈاک میں بھی تمہارا خط ہے یا نہیں؟

آج ڈاک میں دیر ہو گئی ہے۔ دیکھوں یہ خط تم کو پہنچتا ہے یا نہیں۔ یہاں ہر طرح خیریت ہے اور تمہاری اور وہاں سب لوگوں کی خیریت سننے کا مشتاق ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ اب تم اور سب لوگ لکھنؤ میں آ گئے ہو گے۔

نواب سلطان الملک بہادر کل لندن سے روانہ ہو گئے اور انہیں کی وجہ سے بالکل موقع نہیں ملا ہے میں تم کو وقت پر خط لکھ سکتا۔ جلدی ہے اور زیادہ لکھنے کا موقع نہیں ہے۔ لہٰذا اتنا ہی لکھنے پر اکتفا کرتا ہوں۔ والسلام

راقم محمد عبدالحلیم شررؔ

(۱۷)

Slough
(England)

۱۳ اگست ۱۸۹۶ء

عزیزہ ام محسنہ طال عمرہا۔

دعا۔ اس ہفتہ میں تمہارا کوئی خط نہیں آیا۔ جس کے متعلق تم مجھے پہلے ہی لکھ چکی تھیں مجھے یقین ہے کہ تمہاری آنکھیں اچھی ہو گئی ہوں گی اور آج کل صدیق اور والد صاحب قبلہ سب لکھنؤ میں ہوں گے۔ صدیق نے اگلے ہفتہ میں ایک خط حیدرآباد سے بھیجا تھا اور لکھا تھا کہ خط لکھنے کے دوسرے دن وہ آپا کے ساتھ لکھنؤ روانہ ہوں گے اور لکھنؤ پہنچ کے وہاں کے حالات لکھنے

کا وعدہ کیا تھا۔ ابا کو میں نے حیدرآباد میں لکھا ہے کہ فاروق کو اپنے ساتھ حیدرآباد ہی میں رکھیں۔ وہ خط حیدرآباد میں ہی پڑا رہے گا اور اُن کو نہ پہونچے گا۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ بہت مناسب ہو اگر فاروق کو لیتے جائیں۔

مجھے کل رات کو بڑی چوٹ آگئی۔ اور بات یہ ہوئی کہ رات کو بائیسکل پر سوار جاتا تھا ایک موڑ پر مجھے مڑنا تھا۔ میں اُدھر مڑا۔ اور اتفاق سے اُدھر سے اسی وقت ایک گاڑی آگئی میں نے ہزار روکا مگر بائسکل گاڑی پر جا پڑی۔ اور میرا منہ زور سے گاڑی سے جا لڑا۔ بائیں طرف کے کان میں ایک بہت گہرا زخم ہوگیا۔ میں اُسی وقت واپس آکر ڈاکٹر کے پاس گیا۔ ڈاکٹر نے یہ خیال کرکے کہ زخم کا منہ بڑا ہے اور ذرا بھی ٹھہرا تو ورم بہت پھیل جائے گا اور پھر اُس کا نشان کبھی نہ جائے گا۔ دو ٹانکے لگا کے باندھ دیا۔ اب تو بہت اچھا معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے کہ کسی قسم کی تکلیف نہیں ہے۔ ایک خفیف سی سوزش ہے اور ڈاکٹر کا بیان بھی یہی ہے۔ دو دن میں اچھا ہو جائے گا۔ بہرحال کوئی تشویش کی بات نہیں ہے۔ مگر خدا نے بڑا فضل کیا اگر بائیسکل ذرا بھی اور آگے بڑھتی تو ا گھوڑے کے نیچے اور پھر پہیوں کے نیچے جا پڑتا۔

باقی سب خیریت ہے انشاءاللہ آئندہ ہفتہ مفصل حالات لکھوں گا۔ والدعا۔

راقم۔ محمد عبدالحلیم شرر

(۱۸)

Slough (England) — ۱۸ ستمبر ۱۸۹۶ء

عزیزہ ام محسنہ طول عمرہا

دعا۔ گھر میں جانے کے لئے کسی خاص خوشی کی ضرورت بھی نہ تھی اور اچھا ہوا کہ یوں ہی اطمینان کے ساتھ اب بے فکری سے رہنے لگیں۔

ماموں نے بہت خون نکلوایا۔ تین پاؤ خون بہت ہوا۔ اور غضب یہ کہ اتنا خون نکلنے کے بعد بھی خون کا رنگ نہیں بدلا۔ بس طبیعت صاف نہیں ہوئی تھی تو چند روز لکھنؤ میں ٹھہرنا چاہئے تھا اُن کی طبیعت علی گڈھ کی اصطلاح میں کبھی صاف نہیں رہتی اور ایسی حالت میں ضرورت ہے کہ ہر سال کم از کم دو مہینہ گھر میں ٹھہر کے اپنی طبیعت کو درست کر لیا کریں۔

تعجب ہے کہ میرے خطوں سے ایک ہفتہ ناغہ ہوگیا۔ میں تو برابر ہر ہفتہ کو خط لکھ کے بھیج دیا کرتا ہوں۔ اور مجھے یاد نہیں کہ میں نے کوئی ہفتہ ناغہ کیا ہو۔ اکثر ایسا ہو جاتا ہے کہ اس ہفتہ کا خط دوسرے ہفتہ کی ڈاک میں چلا جاتا۔ اور اگر ایسا ہوا ہو تو یقین ہے کہ اس کے بعد کی ڈاک میں تم کو اکٹھے دو خط ملے ہوں گے۔

میاں لطیف الدین کے انتقال کی خبر سن کر مجھے بڑا افسوس ہوا۔ اور یقین ہے کہ ماموں رسول کو بڑا صدمہ ہوا ہوگا۔

میں اچھا ہوں لیکن آجکل موسم بدل رہا ہے۔ جاڑا شروع ہوتا ہے اور گرمیوں کا خاتمہ ہے پانی روز برستا ہے جس کی وجہ سے رطوبت بہت زیادہ رہتی ہے۔ انھیں تغیرات کی وجہ سے اس ہفتہ بھر طبیعت ٹھیک نہیں رہی۔ والدعا

اس خط میں تم نے اپنی باجی کا کچھ حال نہیں لکھا۔

راقم۔ محمد عبدالحلیم شرر

(۱۹)

۲۴ ستمبر ۱۸۹۶ء

عزیزہ ام محسنہ طول عمرہا!

دعاہا۔ تمھارا خط آیا جس میں تم نے اپنی اور تمام گھر کی اور والدہ صاحبہ کی پریشانی میرے منہ کے زخم کے متعلق ظاہر کی ہے۔ اب اُس کی کوئی شکایت نہیں۔ چونکہ فوراً چوٹ لگتے ہی ڈاکٹر صاحب سے مدد لی تھی۔ لہٰذا زخم دو ہفتے میں بالکل اچھا ہو گیا۔ مگر خرابی یہ ہے کہ اُس کا نشان باقی ہے اور اُمید نہیں کہ یہ نشان مٹے۔ اب میں بہت اچھا ہوں۔ اب جاڑا شروع ہو گیا ہے اور دو تین روز سے بڑے غضب کی سردی ہے۔

باقی سب خیریت ہے۔ لہٰذا خط کو یہیں پر ختم کیے دیتا ہوں۔ والدعا۔

راقم محمد عبد الحلیم شرر

(۲۰)

عزیزہ ام

یہ خط میں نے اگلے ہفتہ کو لکھا تھا۔ مگر افسوس کہ ڈاک میں دیر ہو جانے سے پڑا رہ گیا۔ تم کو شاید اور سارے گھر کو پے بہ پے دو ہفتہ خط نہ ملنے سے بڑی تشویش ہوئی ہوگی۔ اب ان شاء اللہ ہمیشہ کے انتظام رہے گا اور کسی ہفتہ میں خط ناغہ نہ ہوگا۔

محمد عبد الحلیم شرر

(۲۱)

۵ اکتوبر ۱۸۹۶ء

عزیزہ ام محسنہ طول عمرہا

دعاہا۔ تمھارا ۱۵ ستمبر کا خط مجھے گذشتہ ڈاک میں ملا۔ حالات مندرجہ معلوم ہوئے۔ اب تمھاری تحریر سے معلوم ہوا کہ آپا، فاروق اور صدیق دونوں کو حیدرآباد لے گئے۔ یہ اچھا ہوا۔ وہاں غالباً دونوں اچھے رہیں گے۔ مگر میرے خیال میں یہ اچھی تدبیر تھی کہ فاروق محسن کے پاس رہتا۔ جیسا کہ میں تم کو گذشتہ خط میں لکھ چکا ہوں۔

تمھاری باجی کی ایک آنکھ کا حال سن کے بڑی تشویش ہوئی۔ اُن سے کہو کہ جہاں تک بن پڑے علاج کی مستعدی سے کوشش کریں۔ غفلت میں ڈال دینے کا نتیجہ بہت خراب ہوتا ہے۔ اور آنکھوں کا معاملہ بہت نازک ہے۔ مجھے اُن کی اس بیماری کا حال سن کے بڑی فکر ہوئی۔ وہ دوا کاسٹک لوشن جو میں نے بتائی وہ صرف معمولی اوقات میں کام دینے کے

ے اس خط پر کوئی تاریخ لکھی ہوئی نہیں ہے لیکن یہ خط مولوی صاحب نے غالباً انگلینڈ سے ۱۸۹۶ء میں لکھا ہے۔

بیے اچھی ہے۔ لیکن جب معاملہ طول کھینچ جائے۔ تو بغیر ڈاکٹر کے مشورہ کے کوئی دوا استعمال نہ کرنا چاہیے۔ یہ مجھے یقین ہے کہ لکھنؤ میں اچھا علاج نہیں ہو سکے گا۔ اس لئے کہ کوئی شخص توجہ سے خبرگیری کرنے والا نہیں ہے۔ مگر بہتر ہو گا کہ چند روز کے لیے الٰہ آباد چلی جاؤ اور وہاں بھائی ظہیر الدین صاحب کی توجہ سے اچھا علاج ہو سکے گا۔ بہرحال غافل نہ رہنا چاہیے اور تم نے ایسا لکھا ہے کہ مجھے اُن کی آمد کی حالت سے بڑی فکر پیدا ہو گئی ہے۔ والدعا

راقم محمد عبدالحلیم شرر

(۲۲)

Slough.
ENGLAND

۱۵ اکتوبر ۱۸۹۶ء

عزیزہ ام محسنہ طول عمرہا

دعا۔ تمہارا خط اس ہفتہ میں آیا تھا جس سے تمام حالات وہاں کے معلوم ہوئے اور اطمینان ہوا۔ میں الحمد للہ خیریت سے ہوں اور کسی قسم کی تکلیف نہیں۔ موسم بدلتا جاتا ہے اب سردی زیادہ ہونے لگی ہے۔ بارش قریب روز ہوتی ہے۔ مگر اس پر بھی موسم کا تغیر جاری ہے۔ دن بھر میں دو دو حالتیں بدل جاتی ہیں۔ کسی وقت قیامت کی سردی اور وقت گرمی۔

آپا کا خط حیدرآباد سے آیا وہ لکھتی ہیں کہ تارا دق ان کے ساتھ بہت خوش ہے۔ اور ہر وقت اسی [illegible] ہے کہ وہاں اُس کا لڑکے کے مقابلہ میں زیادہ جی لگتا ہے۔ چونکہ زیادہ فرصت نہیں لہٰذا ختم کرتا ہوں والدعا۔

راقم محمد عبدالحلیم شرر

(۲۳)

23rd October 96

2 Arnold Villas
Slough
England

عزیزہ ام محسنہ طول عمرہا

دعا۔ تعجب ہے کہ گذشتہ ہفتہ میں تمہارا خط نہیں آیا۔ امید ہے کہ تم خیریت سے ہو گی۔ میں اچھا ہوں۔ اطلبی کے لئے حیدرآباد سے تار آ گیا۔ لہٰذا دو ایک ہفتہ میں یہاں سے روانہ ہوتا ہوں۔ اب اس خط کے دیکھ بعد تم مجھے کوئی خط نہ لکھو۔ اس لیے کہ مجھے نہیں ملے گا۔ میں تم کو حسب معمول برابر خط بھیجا کروں گا۔ ابھی میری روانگی نہیں ہوئی۔ اور نہ یہ معلوم ہوا ہے کہ کس جہاز پر چلوں گا۔ غالباً آئندہ ہفتہ تک معلوم ہو جائے گا۔

والدعا

محمد عبدالحلیم شرر

(۲۴)

۳۰ اکتوبر ۱۸۹۶ء

2 Arnold Villas
Slough.
ENGLAND

عزیزہ ام محسنہ

دعا۔ اب تمھیں کوئی خط یہاں لکھنے کی ضرورت نہیں۔ جب ۴ نومبر کو یعنی آج کے چوتھے دن یہاں سے ہندوستان کو روانہ ہوں گا۔ لہٰذا اس کے بعد تم میرے خط کا انتظار نہ کرنا اب میں اگر درمیان میں موقع نہ ملا تو حیدرآباد پہنچ کے خط لکھوں گا۔
باقی خیریت ہے۔

راقم۔ محمد عبدالحلیم شرر

(۲۵)

۲۰ نومبر ۹۶ء

از مقام جبرالٹر۔ ملک اسپین

عزیزہ ام محسنہ طول عمرہا

دعا۔ میں لندن سے ۲ تاریخ روانہ ہو کے لیورپول نام ایک شہر میں گیا اور وہاں سے جہاز پر سوار ہو کے آٹھویں تاریخ ہندوستان کو روانہ ہوا اور یقین ہے کہ دسمبر کی ۲۰ تاریخ کو بمبئی پہنچ جاؤں گا۔ گذشتہ دو دن جہاز بہت خراب حالت میں رہا اور سمندر میں غضب کا تلاطم تھا۔ لیکن اب آج صبح کو ہم جبرالٹر پہنچ گئے اور یہاں سے ۵ گھنٹے کے بعد روانہ ہوں گے۔ تم کو اطلاعاً لکھ دیا گیا کہ اطمینان رہے۔ والدعا

راقم محمد عبدالحلیم شرر

(۲۶)

حیدرآباد دکن۔ کینٹ
مکان مولوی محمد شبلی صاحب نعمانی

۷ جنوری ۱۹۰۲ء روز سہ شنبہ

عزیزہ ام محسنہ طول عمرہا دعا

تمھارا خط آیا۔ پرسوں وہ خط مجھے ملا تھا۔ مگر مجھے جواب لکھنے میں اس لیے دیر ہوئی کہ تین روز سے کئی صاحب میرے پاس مہمان ٹھہرے ہوئے ہیں اور ان کی وجہ سے مجھے خط لکھنے کا موقع نہیں ملا۔ میں اب بالکل اچھا ہوں۔ مگر پرسوں سے زکام ہو گیا ہے۔ جس کی وجہ سے حرارت بھی ہے باقی اور کسی قسم کی شکایت نہیں۔ مجھے افسوس اور بڑی فکر ہے کہ اب کی مرتبہ تمھاری تنخواہ ابھی تک روانہ نہیں ہو سکی۔ جیسا کہ میں پرسوں ایک کارڈ لکھ چکا ہوں۔ اس مہینے میں میری تنخواہ رکوا دی گئی جو غالباً اسی مہینے میں

ملے گی۔ اُس وقت خرچ روانہ کروں گا۔ مسرت و تکلیف سے جس طرح بسر ہو بسر کرو۔ اس لئے کہ میں بالکل مجبور ہوں۔ اگرچہ سب لوگ اطمینان دلاتے ہیں (مگر) مجھے اب اپنی نوکری رہتی نہیں معلوم ہوتی۔ جس کا یہ لازمی نتیجہ ہے کہ تلاشِ روزگار میں کہیں اور جاؤں گا۔ میں بھی اب حیدرآباد کے رہنے سے اُکتا گیا ہوں اور کوشش کروں گا کہ قریب ہی آ کے رہوں۔ لیکن ٹھکانا یہ ہو گا کہ تھوڑے میں ہم سب کو صبر و شکر کے ساتھ بسر کرنا ہو گا۔

میں نے اس زمانہ میں زکیہ و صفیہ کے خیال سے اور نیز اس سانحہ جانکاہ کی وجہ سے ارادہ کیا تھا کہ جس طرح بنے چلا آؤں۔ مگر کامیابی نہ ہوئی اور یہ جھگڑے پیدا ہو گئے۔ جن کی وجہ سے اب بغیر تصفیہ ہوئے واپس آنا غیر ممکن ہے۔

اس سانحہ کا تم لوگوں کو جس قدر صدمہ ہو کم ہے۔ درحقیقت میری زندگی بیکار ہو گئی اور اب مجھے کسی چیز میں لطف نہیں آتا۔ نوکری اور جو کچھ ذلتیں مارے مارے پھرنے کی اٹھائی جاتی ہیں سب بیکار ہیں۔ باقی رہا بے حیائی یا غیرت کا خیال جیسا کہ تم لکھتی ہو بالکل لغو ہے۔ کوئی اختیاری معاملہ نہیں اور نہ انسان کا ایسے امور میں کچھ بس چل سکتا ہے۔ جب تک خدا کو منظور ہے ہر شخص کو دنیا میں رہنا اور بری بھلی طرح جیسا اُسے منظور ہو زندگی بسر کرنا ضروری ہے۔

پرلیس وغیرہ جو بند ہو گیا جانے دو۔ میری واپسی کے بعد دیکھا جائے گا! والدعا

راقم الحروف

محمد عبدالحلیم شرر

(۲۷)

حام باغ۔ محبوب پورہ ۲۵ جون ۱۸ء

عزیزہ محسنہ سلمہا

دعا! مجھے خود اس کا افسوس ہے کہ حیدرآباد آتے وقت مجھ کو جانے کی نوبت نہ آئی۔ یہ تو میرا خیال کبھی نہ تھا کہ تم نے کسی قسم کی کمی کی۔ مجبوری کو کیا کروں۔ مگر اصل سبب یہ ہوا کہ اول تو مجھے فرصت ہی کم تھی۔ دوسرے مجھ میں چلنے کی طاقت کم ہو گئی ہے اور بہلی پر آنے سے مجھے پیدل آنا آسان معلوم ہوتا ہے۔ انھیں خیالات کی بنا پر نہ آ سکا۔ تمہاری مجبوریاں بھی ظاہر ہیں۔ خیر اگر زندگی باقی ہے تو آؤں گا اور ضرور ملاقات ہو گی۔ تھوڑے ہی دنوں کے لئے آیا ہوں۔ سلمیٰ سلمہا کے متعلق جو کچھ پوچھو گی اس میں اپنی سمجھ کے مطابق مشورہ دوں گا۔ بھوپال کے حالات سے بمقابل میرے تم زیادہ ہوشیار ہو اور واقف بھی ہو۔ مگر مجھے اپنی رائے بتانے میں کوئی عذر نہیں۔

یہاں سب اچھے ہیں اور خیریت سے ہیں۔ صدیق واپس گئے۔ دو چار روز بعد لکھنؤ پہونچیں گے۔ عذرا اچھی ہے۔ اماں بھی ویسی ہی ہیں۔ والدہ عذرا بھی اچھی ہیں۔ میں البتہ آتے ہی آدھے سر کے درد میں مبتلا ہو گیا تھا۔ جس کی بڑی تکلیف تھی۔ اب خدا خدا کر کے دماغ کام کرنے کے قابل ہوا ہے۔ اور اس وجہ سے تمہارے خط کا جواب دیر میں دے رہا ہوں۔ والدعا۔

خاکسار محمد عبدالحلیم شرر

(۲۸)

محبوب پورہ - جام باغ
حیدرآباد دکن

۱۱ جولائی ۰۸ء

برادر مکرم السلام علیکم

تمہارا کارڈ مورخہ ۶ جولائی اور تینوں عطر پہنچے۔ میں نے تو کہا تھا کہ وی۔ پی بھیجو مگر تم نے محبت و یک جہتی کے خیال سے پیڈ بھیج دیا۔ فی الحال یہاں پینے کے تمباکو کی سخت تکلیف ہے۔ مہینے میں دس سیر تمباکو دوسرا چھوٹی شاہزادی کے وہاں کا جو ذرا کڑوا ہو بھجوا دیا کرو تو بڑا آرام ہو۔ انتصار کی خیریت معلوم ہونے سے تسلی ہوئی مگر حکیمن کو پریشان نہ رہنا چاہیے۔ اُن کی پریشانی سے انتصار کو تکلیف ہوگی۔ یہاں سے دس روپے حکیمن کو بھیج دیے گئے ہیں۔ عزیز الدین کے فوت ہو جانے سے صدمہ ہوا۔ یہاں سب بخیریت ہے

تین ہی چار روز میں مکان بدل دوں گا۔ آج رات کو قصر شاہی میں ڈنر ہے۔ اور اس میں بھی بلایا گیا ہوں۔
یہاں ۲۹ کا چاند ہوا۔ منگل کی رویت باوجود ابر کے مانی گئی اور چہارشنبہ کو عید ہوئی۔

(محمد عبدالحلیم شرر)

(۲۹)

محبوب پورہ۔ جام باغ
حیدرآباد، دکن

۱۴ شوال ۲۶ھ
(جولائی ۱۹۰۸ء)

برادر عزیز سلمہ۔ السلام علیکم

۱۷ جولائی کا خط ملا اور تمباکو بھی وصول ہو گیا۔ یہاں تو عید بدھ کو ہوئی۔ محمد افضل صاحب کو میں کیسے بلا سکتا ہوں۔ بلکہ یہاں کوئی جگہ خالی نہیں موجود ہے۔ اگر آئندہ ضرورت پیش آئی تو انھیں لکھوں گا۔ اُن کا خط بہت اچھا ہے مگر زود نویس نہیں ہیں۔ اور یہاں عموماً ضرورت زود نویس کی ہے۔

اُنہوں نے جو قطعات لکھے ہیں۔ یہ بیشک اچھے ہوں گے۔ لیکن ابھی اس کا وقت نہیں آیا ہے کہ ان کو یہاں آنے کی زحمت دی جائے۔ یہاں کی حالت آج کل نہایت نازک اور تشویشناک ہو رہی ہے۔ میں ریاض حسن کو لکھ رہا ہوں کہ مطبع کو بند نہ رہنا چاہیے۔ والسلام۔

خاکسار محمد عبدالحلیم شرر

(۳۰)

از حیدرآباد ۱۶ اگست ۰۸ء

برادر عزیز سلمہ۔ السلام علیکم! اپنی خیریت سے اطلاع دو۔ اب تو پیٹ میں درد نہیں ہے۔ دو تین روز سے جبڑا بند

ہونے کی تکلیف سے۔ کچھ کھایا نہیں جاتا۔ وہ ایک روز میں جاتا رہے گا۔ مطبع کا کیا حال ہے۔ کوئی پریس مین ملا یا نہیں۔ مہدی کی حالت یہاں اچھی نہیں اور یہ صحیح ہے کہ ان کو لا کے میں بہت پچھتایا۔ اُن کو دفتر میں کسی جگہ پر مقرر کر دیا جس کی وجہ سے معقول روپیہ ماہوار تنخواہ ملتی ہے۔ مگر وہ ہر ایک کے سامنے یہی ذکر کرتے پھرتے ہیں کہ میں ٹر، شراب پیوں اور کبھی بے عزتی نہیں ہوتی اور روز جانے کی خبر اڑتی ہے۔ ان کی بیوی کی البتہ کوئی شکایت نہیں۔ اگر یہی حالت ہے تو اگر خود نہ گئے تو میں مجبور ہو کے نکال دوں گا۔ والسلام

خاکسار

محمد عبدالحلیم شرر

اور حالات صدیق کے خط سے معلوم ہوں گے۔

بنام حکیم عبدالحی صاحب

(۳۱)

۲۰ اگست سنہ

اسٹیشن روڈ۔ حیدرآباد دکن

السلام علیکم۔ میرے متعلق کل حکم ہو گیا کہ حسبِ معمول وظیفہ سارا ایک سو روپیہ ماہوار رہے میں اپنے وطن لکھنؤ میں بیٹھ کے تاریخ اسلام لکھوں۔ لہٰذا میں اگر جمعرات ۲۲ اگست کو نہ روانہ ہو سکا تو بروز شنبہ ۲۴ اگست کو ضرور یہاں سے روانہ ہوں گا۔ مولوی تو خوشی کی بات ہے کہ میں وہاں بیٹھ کے دونوں کام کر سکوں گا۔ اور مطبع کی حالت بھی شاید زیادہ سنبھل جائے۔ روانگی اور پہنچنے کے وقت سے تم کو پہلے وقت بذریعہ تار اطلاع دوں گا۔

بہتر ہوتا کہ تم حکیمن اور انتظار کو میرے پہنچنے سے پہلے لکھنؤ میں بلا لو۔

بوجہ مندرجہ حکیمو کی جانب سے یہاں نے بھیجنے کو لکھا تھا۔ اسے یقین ہے کہ تم نے روانہ کر دیا ہوگا اور اگر نہ بھیجا ہو تو فوراً بھیج دو۔ والسلام

خاکسار۔ محمد عبدالحلیم شرر

بنام محمد صدیق حسن

(۳۲)

اسٹیشن روڈ۔ حیدرآباد دکن
یکم ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ
(ستمبر ۱۹۱۸ء)
چہار شنبہ

برخوردار من سلمہ

دعا۔ کل میں نے جو خط تم کو بھیجا ہے وہ حضور کا حکم ملنے کے بعد بھیجا تھا۔ اس کے بعد کل شام کو باضابطہ فرمان پولیٹیکل سیکرٹری کے دفتر سے مل گیا۔ اس میں میری روانگی سے پہلے چند امور کے اجرا پانے کی ضرورت ہے۔ ان کی تکمیل ایک دو روز میں

نہیں ہو سکتی۔ فقط آج کا دن کارروائی کے لئے ملا ہے۔ اور آج چہارشنبہ ہے۔ کل پنجشنبہ ہے اور پرسوں جمعہ کی تعطیل ہے۔ لہذا جو کچھ ہو سکتا ہے ہفتہ کے روز ہو سکتا ہے۔ اس لئے میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ بجائے پنجشنبہ یا جمعہ کے اتوار کا دن گزار کے رات کو یعنی دوشنبہ کی شب کو یہاں سے روانہ ہوں گا۔ اس سے پیشتر روانگی غیر ممکن ہے۔

دوسرے بادی النظر میں یہاں سے لکھنؤ تک ریزرو کمپارٹمنٹ کا انتظام غیر ممکن ہے۔ ٹریفک منیجر کو بھی لکھا ہے۔ مگر کامیابی کی امید نہیں۔ اور ایسی صورت میں میں بجائے میل کے نمبر ۲ کلاس ایکسپریس میں جھانسی تک اور وہاں سے سکنڈ میں لکھنؤ تک آؤں گا۔

اس زمانے میں تم کو روزانہ یا دوسرے روز خطوط بھیجتا رہوں گا۔ ان سے تم کو میرے ہر دن کا حال معلوم ہوتا رہے گا۔ میرے لئے علاوہ وظیفہ کے دو سال کے لئے پانچ سو روپیہ ماہوار یعنی جملہ چھ ہزار روپیہ کی منظوری دو سال کے لئے ہوئی ہے۔ جیسا کہ پہلے میں دو سال کے لئے ملا کیا تھا۔ مگر کل کے فرمان میں لکھا گیا ہے کہ اس دو سال یکم ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ سے محسوب ہوں گے یعنی یکم ذی الحجہ سے دو سال تک مجھ کو چھ سو روپیہ ماہوار گھر بیٹھے ملتے رہیں گے۔ والدعا

خاکسار۔ محمد عبدالحلیم شرر

یکم ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

بنام محمد صدیق حسن۔ دفتر دلگداز۔ لکھنؤ

(۳۴)

بنام سید محمد جامع صاحب کانپور

دلگداز

کٹرہ بزن بیگ خاں، لکھنؤ ۲۹ اپریل ۱۹۲۱ء

برادر مکرم و محترم۔ تسلیم

رشید سلمہ اللہ تعالیٰ کے متعلق گو نہ مطمئن ہو گیا تھا کہ ہومیوپیتھک علاج سے فوری اور نمایاں افاقہ ہوا۔ اگرچہ آپ کی تحریر سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ مگر ان کی حالت ابھی تک قابل اطمینان اور خطرے سے باہر نہیں نظر آتی۔ دماغی حالت درست نہ ہونا اور فالج کا اندیشہ ایسی باتیں ہیں جو نہایت ہی پریشان کرتی ہیں۔ حکیم عبدالمجید صاحب مجھ سے بار بار کہتے تھے کہ "خدا کے لئے لکھیے کہ سر رو کی فصد لے لیں۔ فوراً نمایاں افاقہ شروع ہو جائے گا۔" مگر مجھے مناسب نہ معلوم ہوا کہ خود طبیب کے موجود ہونے کے ایسے خطرناک مرض کا علاج دور سے بتایا جائے۔ ارادہ ہوا تھا کہ ان کو ایک روز کے لئے لے آؤں مگر خیال کیا کہ سول سرجن اور مستند ڈاکٹروں کے سامنے ان کی کون سنے گا۔ مگر متعدد تجربوں کے باعث میری یہ رائے تھی کہ ابتدا میں اگر فصد لے لی جاتی تو یہ خطرناک صورت نہ پیدا ہوتی۔ اور اب تو معلوم ہوتا ہے کہ پیچیدگیاں بڑھ گئی ہیں۔ بہرحال خدا سے دعا ہے کہ ان کو صحت عطا کرے۔

میں نے تو خود دیکھا تھا کہ اگرچہ انتہائے سفر سخت مضر ہے مگر آپ مجبور ہیں۔ ایسی حالت میں کوئی جانے کا مشورہ نہ دیتا۔ بہرحال اب خدا کرے رشید سلمہٗ جلد تر اچھے ہوں اور مجھے آپ کے اور بچوں سلمہم اور ان کی والدہ سلمہا کے دیکھنے کا موقع ملے۔ رشید احمد سلمہٗ کے حالات صحت سے ضرور اطلاع دیتے رہیئے۔

میں بھی آج کل پریشان ہوں۔ داروغہ محفوظ علی صاحب ایک بچپن کے پرانے دوست تھے۔ کل بیچارے کا انتقال ہو گیا۔

والسلام۔

خاکسار۔ محمد عبدالحلیم شررؔ

(۳۴)

دلگداز پریس، کترہ بزن بیگ خاں،
لکھنؤ

۸۔ محرم ۱۳۴۱ھ دوشنبہ
(اگست ۱۹۲۲ء)

برخوردار ثمن سلمہ دعائے ترقی عمر و اقبال

مژدہ تازہ یہ ہے کہ رات کو ۲ بج کر ۲۰ منٹ پر اختر سلمہ کا بھائی پیدا ہوا ہے۔ اور صد شکر کہ کوئی زیادہ زحمت اور تردد کی نوبت نہیں آئی۔ ابھی تک کوئی تاریخی نام خیال میں نہیں آیا۔ ایک نام ہے "مظہر الاسلام" جو اختر الاسلام کی جوڑ کا ہے۔ مگر اُس میں کل ۱۳۲۸ھ آتے ہیں ۱۳ اور بڑھائے جائیں تو پورے ۱۳۴۱ھ ہوتے ہیں۔ اگر "آزاد" کا لقب بھی اس میں ست قرار دے دیا جائے تو یہ کمی پوری ہو سکتی ہے کیونکہ آزاد کے عدد ۱۳ ہیں۔ ایک اور نام ہے جس میں پورے ۱۳۴۱ھ آتے ہیں۔ وہ نام "محمد منظور احمد" ہے۔ تم کو ان میں سے جو نام پسند ہو رکھ دیا جائے۔ تاریخی نام رکھنے کے ساتھ یہ وضع نہیں نبھ سکتی کہ ناموں کا قافیہ بھی ملتا رہے میں تو محمد منظور احمد کو پسند کرتا ہوں۔

ایک دوسرا امر مشورہ طلب یہ ہے کہ عذرا کے متعلق قاضی صاحب اور خورشید —— کے یہاں تو ان کی بے پروائی سے قطع تعلق ہو گیا۔ ادھر اُدھر فکر کی جاتی ہے اور سخت تردد ہے۔

اختر کی والدہ کی طبیعت تمہارے جانے کے بعد اچھی نہیں رہی۔ قلب نہایت کمزور ہے اور ایک دورہ سا ہوتا ہے جس میں ٹھنڈا پسینہ اس قدر آتا ہے کہ پانی برسنے میں بھی سارا کپڑا پسینہ سے تر بتر ہو گیا۔ اور ہو جاتا ہے۔ ساتھ ہی کمزوری اور سستی یہاں تک بڑھتی ہے کہ غشی کی سی حالت طاری ہو جاتی ہے۔ کل میں نے حکیم عبدالمعید صاحب کو بلایا تھا انھوں نے ایک نسخہ لکھ دیا۔ جو کل سہ پہر سے پلایا گیا۔ مگر ابھی تک کوئی نمایاں افاقہ نہیں نظر آتا۔ یقین ہے کہ دو ایک روز میں ضرور فائدہ ہو گا۔ والدعا

خاکسار
محمد عبدالحلیم شررؔ

(۳۵)

دلگداز - کٹرہ بزن بیگ خاں
لکھنؤ

۱۱ محرم الحرام ۱۳۴۱ھ
(اگست ۱۹۲۲ء)

لخت جگرم سلمہ اللہ تعالیٰ

دعا - کارڈ مورخہ ۲۹ اگست ملا - پرسوں میں خیریت کا خط بھیج چکا ہوں - بیشک والدہ اختر پر ضعف قلب اور ناتوانی کا سخت حملہ تھا - مگر دو تین نسخوں میں شکایت جاتی رہی -

آجکل تو سب سے بڑی پریشانی حکیم سید حسن کی بیماری کی ہے - اس وقت تک حکیم سید عبدالمعید کا علاج تھا - آج مہونے سے ننھے آئے ہیں اور سنتا ہوں ڈاکٹر انصاری کے لانے کو گئے ہیں -

سید کا ورم تو اعضائے اسفل اور ٹانگ دونوں میں کم ہو گیا - مگر درد کی تکلیف بدستور رہے -

والدہ اختر سلمہا کی طرف سے اطمینان رکھو - اختر کو دعا - والدعا -

خاکسار محمد عبدالحلیم شرر

(۳۶)

دلگداز - کٹرہ بزن بیگ خاں
لکھنؤ

۲ ربیع الثانی ۴۹ھ چہارشنبہ
م - ۲۲ اکتوبر ۲۳ء

برخوردار من سلمہ اللہ تعالیٰ

تمہارا ۱۷ نومبر کا خط مجھے آج ۲۲ کو ملا - مولوی عبدالحق صاحب نے مجھے جو خط لکھا ہے اس میں بھی تمہارا ذکر کیا ہے نہ پوری امید دلائی ہے - آجائیں تو اچھا ہو - مدت سے ملاقات بھی نہیں ہوئی -

ابھی تک روپیہ مجھے ملا تو نہیں لیکن عنقریب ملنے کی امید ہے باقی اس طرف سے کارروائی مکمل کر دی ہے - نذیر حسین سلمہ نے فنانس کا مراسلہ موصولہ محاسبی کا نشان و تاریخ لکھا تھا - اسی کے حوالے سے میں نے محاسب صاحب کو لکھا ہے کہ رقم منظور شدہ بذریعہ بنگال بنک حسب معمول سابق ایصال کرائیں اور اس کا ... مولوی حبیب الرحمٰن صاحب کے دفتر فنانس دفتر معتمدی تصانیف دفتر نظامت تالیف و ترجمہ کو بھی دے دیا ہے -

احسن سلمہ مع ذکیہ اور بچوں کے دو نومبر کو یہاں آ گئے - اسی تاریخ میں وہ اور والدہ عذرا کان پور میں مولوی جامع صاحب کے یہاں کی تقریب میں شریک ہونے کو گئے تھے اور سولھویں کی شام کو واپس آئے -

ننھے کی والدہ اور بہنیں مہونے سے پرسوں شام کو آ گئیں - میں نے یہ انتظام کیا ہے کہ بیٹھکے کے مکان اور ... والے مکان میں راستہ کر کے ان کی صفائی کرا دی اور اس میں زنانہ کر دیا - یہ دونوں مکان زیادہ وسیع ... اور شاید کم تکلیف ہو - پنڈت لالتا پرشاد کا نیا مکان ننھے کے لئے لے لیا ہے - ان کی والدہ وغیرہ اسی میں آ رہی ہیں - یہ تو جی کے مکان

میں اور راؤ وسے نرائن کے مکان میں مہمانوں کے ٹھہرنے کا انتظام کیا ہے۔ تم یہاں آکر جو مناسب دیکھنا کرنا۔ خیال یہ ہے کہ اپنا زنانہ مکان خالی کرا کے اور خوب صاف کر کے اس میں محفل نکاح اور سامان دعوت ہو۔ آئندہ جو تمھاری رائے اور تجویز ہو۔ تم کو کم از کم پندرہ روز کے لئے آنا چاہیئے۔ بغیر اس کے نہ کام چلے گا۔ اور نہ اس سے پہلے تم کو فرصت ہو سکے گی۔

نتھے کی اچکن کے لئے ابھی تک انتظام نہیں ہوا۔ اب یہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کے جامہ وار کا ایک تھان جو مردانہ وضع کا نفیس ہو اپنے ساتھ لیتے آؤ۔ یہاں میں تم کو اس کی قیمت دے دوں گا۔ میں ۱ دسمبر کو تمھارا منتظر رہوں گا۔ اس سے پہلے آ جاؤ تو اچھا ہے۔ تاریخ عقد میں کوئی ردوبدل نہیں ہوا۔ ۱۹ ربیع الثانی ۹ دسمبر کو ٹھیک دس بجے صبح کے عقد ہوگا

والسلام۔

خاکسار

محمد عبدالحلیم شررؔ

(۳۷)

دفتر دلگداز ۱۲۵ [illegible] بیگ خاں

لکھنؤ

۱۵ جمادی الثانی ۱۳۴۲ھ

سہ شنبہ ([illegible] جنوری ۱۹۲۴ء)

برخوردار [illegible] سلمہٗ

کئی ہفتوں سے تمھارا خط نہیں آیا۔ بمبئی سے واپس آ کر تم نے کوئی اطلاع نہیں دی۔ وہ صاحب جو اورنگ آباد سے یہاں آئے اور واپس جانے والے ہیں آج تک نہیں آئے۔ اور نہ یہ معلوم ہے کہ کہاں ہیں اور کب جانے والے ہیں۔ تم نے جن چیزوں کو مانگا ہے تیار رکھی ہیں۔ مگر ان کا پتہ نہیں۔

یہ ابھی نہیں معلوم ہوا کہ مولوی عبدالحق صاحب کو کوئی باورچی ملا یا نہیں۔ جستجو سے مجھے اتنا معلوم ہوا کہ اگر کوشش کی جائے تو اچھا باورچی بھی ہفتہ عشرے کے اندر مل جائے گا۔ مگر یہ بتاؤ کہ تنخواہ کہاں تک دی جا سکتی ہے۔ اچھا باورچی تیس روپیہ سے کم پر مشکل سے ملے گا۔ معمولی درجے کا اور اوسط درجے کا بیس پچیس پر۔ جب وہ فرمائیں مجھے خبر دو کہ پوری کوشش کی جائے۔

فی الحال مقبول حسین صاحب وکیل مولوی محمد سبحان اللہ خاں صاحب کی نوکری چھوڑ کے بیٹھے ہیں۔ یہ یہاں دلگداز پریس میں آنے کو تیار ہیں۔ کام یہ کہ مطبع کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے کر اسے ترقی دیں گے۔ اور جب ترقی دیں گے بغیر کسی تنخواہ کے اور جتنی ترقی دیں اس کے مناسب ماہوار کے مستحق ہوں گے۔ میں نے کہا میرا پریس مردہ پریس ہے۔ اس پر اپنی زندگی کیوں خراب کیجئے۔ مگر وہ مستعد ہیں۔ لیکن یہ ایسی بات ہے جس کا وجود میں آنا امکان سے باہر معلوم ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ ان کی خواہش یہ ہے کہ میں تم کو اور مولوی محمد عبدالحق صاحب کو خطوط لکھ کر سفارش کروں کہ انجمن کے کام میں ان سے مدد لیں۔ میرے خیال میں وہ بڑے مستعد دوڑنے والے اور غیر معمولی درجے کے کارگزار آدمی ہیں۔ اگر مولوی صاحب ان سے کام لیں گے تو بے نتیجہ نہ رہے گا۔ اس کے علاوہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک وسیع و مستند لغت اردو دس سال کی محنت میں تیار کیا ہے جس میں ترتیب کا کام صرف باقی ہے مواد سب جمع ہو گیا ہے۔ اگر لغت کی ترتیب میں بھی ان سے کام لیا جائے

تو وہ نااہل نہ رہیں گے۔ بہرحال مولوی صاحب سے تذکرہ کرو۔ میں بھی انھیں بلاواسطہ لکھتا ہوں۔ اس میں شک نہیں کہ وہ بالاک اور ذہین بنے ہوئے ہیں اگر انسان ہوشیار ہے تو ان سے غیر معمولی فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ ناہموار نے بارے میں وہ کہتے ہیں کہ جب میں کام کو ترقی ہوئی ہے کہ فائدہ کرو تو پانے کا اسی نسبت سے دی جائے۔ غرض اس بارے میں تمہاری اور مولوی عبدالغنی صاحب کی جو رائے ہو اس سے اطلاع دو۔ فقط۔ والدعا

خاکسار محمد عبدالحلیم شرر

۳۸

دلگداز، کٹڑہ بزن بیگ خاں
لکھنؤ

۲ رجب ۱۳۴۲ھ سہ شنبہ
(فروری ۱۹۲۴ء)

دعا۔ بہت دنوں سے تمہارا کوئی خط نہیں آیا۔ خیریت معلوم ہوئی جن صاحب کو تم نے بھیجا تھا اور ان کے ہاتھ کچھ چیزیں منگوائی تھیں میں منتظر رہا اور وہ نہیں آئے پھر ... آئے اور کسی سے ملاقات نہ ہوئی۔ یادی نسخہ میں بہت دشوار معلوم ہوتا ہے۔ شاید وہ سہ پہر کو آئے ہوں یا مغرب کے وقت آئے ہوں۔ اور بغیر کسی سے کہے سنے ... اس کے بے خبر کیے چلے گئے ہوں۔ افسوس تمہاری منگائی ہوئی چیزیں نہ جا سکیں۔

اب میں نے کل ایک پارسل ڈاک خانہ کا جس میں ... کی حلوا سوہن ... تمہارے پاس روانہ کر دیا ہے۔ اور آج میں ... پارسل علیحدہ روانہ کیا ہے جس میں ... مچھلیاں ... بڑے بڑے جو ... تین ... اطلاع دینا۔

یقین ہے کہ انھوں سلمہ اچھا ہوگا۔ اب ... رہتے ہیں ... باقر علی صاحب کے جانے کے بعد سے ... تعلیم میں نے اپنے ہاتھ میں لے لی ہے۔ ... اچھا رہے گا۔ فارسی کی دوسری کتاب ختم ہو گئی۔ دو مہینے میں تیسری شروع کرے گا۔ ... ایک گونہ استعداد پیدا ہو گئی ہے اور ایک اور مولوی صاحب مولوی محمد ظہیر ... ہیں۔ وہ قرآن پڑھاتے ہیں۔ بائیسواں پارہ پڑھتا ہے۔ اور رمضان سے پہلے قرآن ختم ہو جائے گا۔ ساتھ ہی ساتھ مولوی ظہیر ... نے آگے میزان الصرف کی پوری کی آخر تک کی گردان زبانی یاد کرا دی ہے۔ اور اب منشعب کے ابواب شروع کر دیے ہیں۔

قرآن ختم ہونے پر میں عربی شروع کرا دوں گا جس کے لیے میں نے مصری مدارس کا کورس منگوا لیا ہے۔ اس کے علاوہ روز مدرسے میں جاتا ہے جہاں اردو پڑھتا ہے۔ مولوی صاحب یعنی وہاں کے ہیڈ ماسٹر کو پانچ روپیہ مہینہ دیتا ہوں۔ گھر پر آ کے حساب اور املا کی خاص طور پر تعلیم دیتے ہیں۔ چنانچہ اس کا خط بھی درست ہوتا جاتا ہے اور حساب جمع، تفریق، ضرب، تقسیم سکھا دیے۔ بیس تک پہاڑے یاد کرا دیے۔ اور اب جمع مرکب شروع کرائی ہے۔ یہ چیزیں تقریباً آٹھ ماہ سے خوب پابندی کے ساتھ چل رہی ہیں۔ اگر یہ تعلیم تین سال بھی جم کے چلی تو ... لکھنے کے قابل ہو جائے گا۔ انگلش کی نسبت ارادہ ہے کہ جب عمر نو سال کی پوری ہو جائے گی تو گھر میں خود شروع کرا دوں گا۔ اور اپنی مدد کے لیے کوئی ماسٹر مقرر کر دوں گا۔ ابھی اس کی عمر سات سال سہ مہینے کی ہے۔ ایک برس اور آٹھ ماہ میں

تو سال کا ہو جائیگا اس مدت میں اگر پرائیویٹ تعلیم اچھی اور مسلسل جاری رہے تو عام مدارس کے لڑکوں سے وہ اچھا ہو جائے گا
عذرا کل مہونے گئی ہیں اور نیھے نعلبل آباد میں ہیں۔ زاہد کا مقدمہ تو جوڈیشل میں ختم ہو گیا۔ مگر ابھی فیصلہ نہیں سنایا گیا۔
وزیر حسن اور ایک دوسرے انگریز جج کے متحدہ اجلاس پر تھا۔

مولوی محمد عبدالحق صاحب امید ہے کہ اچھے ہوں گے۔ دلگداز میں ایک مختصر سا ریویو "اردو" پر کر دیا ہے۔ اس سلسلے میں بہ کثرت مضامین منتشر رہا۔ جس سے یہ ہوا کہ دسمبر ۲۳ء تک کے پرچے مکمل ہو گئے۔ جنوری اور فروری ۲۴ء کے بھی اسی ہفتے میں لکھے گئے ہیں۔ ناول تو اب لکھنا شروع کروں گا۔ ابکے ارادہ ہے کہ روم کا عہد قدیم اور آغاز مسیحیت کا ایک تاریخی ناول لکھوں جس کا سراغ گبن وغیرہ سے لیا ہے۔

اپنی خیریت سے جلد اطلاع دو۔ سلیمن سلمہا اور بچوں کو دعا

(عبدالحلیم شررؔ)

(۳۹)

دلگداز پریس، مزہ بزن بیگ خاں
لکھنؤ

۱۷ شعبان ۱۳۴۲ھ روز چہار شنبہ
(مارچ ۱۹۲۴ء)

برخوردار محسن سلمہ

دعا۔ تمہارا خط آیا۔ ہسٹری آف میڈیسن کی قیمت تھیکر اسپنک نے بھی یہی ۱۸/۱۲ بتائی ہے۔ تارا پوروالا نے کوئی کمی یا تخفیف نہیں کی۔ ہمایوں نامہ آج ہی روانہ کرتا ہوں۔ ترجمہ کا ترجمہ ہو گیا اور اصل کتاب بھی آگئی۔ منشی فضل حسین صاحب پھر نہیں آئے۔ ورنہ میں نے ایک ان کے حوالے کر دیا ہوتا۔ دنیا کی رہ سے کہ میں کل جمعرات کو حکیم عبدالمعید صاحب کے ساتھ دہلی جانے والا ہوں۔ سات آٹھ روز میں واپسی ہوگی۔ اب اسی وقت آپ کے خطوط کا سلسلہ ملتوی رہے گا۔ مولوی عبدالحق صاحب نے بھی اس کتاب کے خاص اہتمام سے چھپوانے اور عمدہ عمدہ تصویریں داخل کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ ہندوستانی ہوں نے ان ڈراما کے متعلق تصویریں تو بہت بنائی ہیں مگر اصلیت سے سب دور ہو گئے ہیں۔ مولوی عبدالحق صاحب نے جو تجویزیں بتائیں وہ بہت بکار آمد ہیں۔ اگر ان پر عمل ہو سکا تو اردو ڈراما بلحاظ چھپائی کی نوعیت کا پہلا اور سب سے اعلیٰ ہوگا۔ ضرورت ہے کہ ہر سین کی تصویر جدا ہو۔

مولوی عبدالحق صاحب مجھ سے وعدے تو بہت کر لیتے ہیں اور یقیناً وہ ان وعدوں کے پورا کرنے کی کوشش بھی کرتے ہیں لیکن ان کا پورا ہونا ان کے اختیار کی چیز نہیں ہے۔

حامد صاحب کے اضطراب کا یہ حال ہے کہ علاج شروع کرتے آٹھ ہی دس روز بعد صرف ایک دست بند کھال پن پیدا ہونے سے گھبرا کے حکیم عبدالحبیب صاحب کا علاج شروع کر دیا۔ حکیم عبدالحبیب صاحب سل اور دق کی راہ سے ناظم رہ چکے تھے لہذا ان سے رجوع کرنے کا کوئی نتیجہ ہی نہ تھا۔ چنانچہ ان کا علاج شروع ہونے کے تیسرے دن اتفاقاً مجھ سے ان کی ملاقات ہو گئی۔ تو میں نے پوچھا کہ آپ نے تو سل تجویز کی ہے کہا ہاں میری رائے یہی ہے اور علاج میں صرف دفع الوقتی کرتا اور طبیعت

وقتی انتعاش حرارت کی کوشش کرتا ہوں۔ آٹھ روز ان کے علاج نے بالکل ناطاقت کر کے حالت ابتر کر دی، اب ایک ہومیوپیتھک بنگالی ڈاکٹر کا علاج ہو رہا ہے۔ وہ ڈاکٹر چیف کورٹ میں نوکر اور پرائیویٹ علاج کرتے ہیں۔ اور مولوی جامع صاحب کا بیان ہے کہ ان کے علاج سے دست صرف دو تین آجاتے ہیں اور اجابت متعین ہوتی ہے۔ حرارت ۹۸ - ۹۹ کے قریب رہتی ہے اور ۱۰۰ سے نہیں تجاوز کرتی --- کچھ قوت بھی نظر آتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب کا دعویٰ ہے کہ میں نے بہت سے تھائیس کے مریض اچھے کئے ہیں اور ہمارے یہاں سل لا علاج مرض نہیں ہے۔

اختر سے علم سے لئے کہہ دوں گا۔ وہ بتاتا تو ہیں نگار انتظار، اختر اور ضیائی لڑائیوں نے ناک میں دم کر دیا ہے۔ ایک استاد سے پڑھ ہی نہیں سکتے۔ زکیہ تینوں سے خفا ہو گئیں اور ماسٹر صاحب (کو) بلا کے کہا میرے لڑکے کو یہاں آ کے پڑھا جایا کیجئے۔ ماسٹر صاحب نے مجھ سے کہا اگر الگ وہاں پڑھاؤں تو ڈبل تنخواہ لوں گا۔ حالانکہ میں نے کہہ دیا تھا کہ آپ اس کو بھی پڑھائیے۔ چھ ماہ بعد جب پاس ہو جائے گا۔ تو [1] روپیہ ماہوار کے حساب سے آپ کو اکٹھا معاوضہ ادا کر دوں گا۔ لیکن تجربہ یہ ہے کہ ماسٹر صاحب تینوں کو مشکل سے دو گھنٹے ہی پڑھاتے ہیں۔ لہٰذا مناسب نظر آتا ہے کہ ہر لڑکے کے لئے جداگانہ ماسٹر مقرر کر دیا جائے۔ بلکہ اسکول بھی بدل دیا جائے، کیونکہ ایک ساتھ رہ کر سب خراب ہوتے ہیں۔

بہرحال دہلی سے واپس آ کر کوئی انتظام کر دوں گا۔ والدعا

خاکسار۔ محمد عبدالحلیم شرر

(۴۰)

دلگداز۔ کٹرہ بیزن بیگ خان
لکھنؤ

۲۹ ذی الحجہ ۱۳۴۲ھ
(۱ جولائی ۱۹۲۴ء)

برخوردار من سلمہٗ

دعا۔ تمہارا خط مورخہ ۳۰ جولائی ۲۹ اگست کو ملا۔ ان دنوں تمہارا کوئی خط نہ آنے سے سخت تردد تھا۔ یہ خط پا کر بخوبی اطمینان ہو گیا۔ میری حالت یہ ہے کہ روز بروز کمزوری بڑھتی جاتی ہے۔ جو پرہیز ضروری ہے ہو نہیں سکتا۔ مگر جب دو چار دانے نکل آتے ہیں اور خطرناک صورت پیدا کرتے ہیں تو سختی سے پرہیز کرنا پڑتا ہے اور وہ ضعف و ناطاقتی کو بڑھا دیتا ہے۔ ابھی حال میں غالباً آم کھانے سے چند دانے داڑھی کے اندر اور پیشانی پر نکل آئے تھے۔ جب کسی طرح نہ اچھے ہوئے تو مجبوراً ڈاکٹر عبدالحمید کے مشورے سے پرہیز شروع کیا۔ اس بارہ روز کے پرہیز میں ان دانوں میں صحت کے آثار نمایاں ہوئے اور جب خشک ہو گئے تو میں نے پھر دوبارہ آم کھائے۔ پیشانی پہ پھر ایک دانہ نکلا اور اس نے اس قدر زور کیا کہ داہنی طرف کا نصف چہرہ متورم ہو گیا۔ آنکھ کے پپوٹے اوپر اور نیچے کے بہت سوج گئے۔ آنکھ بند ہونے کے قریب پہونچ گئی۔ پھر وہی سختی

---

[1] یہاں اصل خط میں ایسا دھبہ پڑ گیا ہے کہ رقم پڑھی نہیں جاتی۔

پرہیز میں شروع کر دی - اب کل سے ورم اتنا اور وہ دانہ روبہ اصلاح ہوا ہے - داہنا ہاتھ شانے کے پاس سے اکڑا ہوا سا ہے - کوئی چیز ہاتھ بڑھا کے اٹھانی دشوار ہے - ہزار تدبیریں کیں لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا - غنیمت یہ ہے کہ لکھنے میں مطلق تکلیف نہیں ہوتی -

تمھارے دیکھنے کو جی چاہتا ہے اور تمھاری معذوریاں بڑھتی جاتی ہیں - کام کی یہی صورت ہے تو کسی برابر کے درجے کے مددگار کا ہونا ضروری ہے - خود پریس نے کام سے بیٹھے کہیں باہر جانے کی ضرورت پیش آئے گی تو کیا کرو گے - تم نہیں آتے تو میں ہی دو دن کے لیے چلا آتا بلکہ افسوس کہ میں نہیں آ سکتا - مولوی عبد الحق صاحب نے اس زمانے میں زور دار دعوے کے ساتھ مجھے وہاں جانے کا وعدہ کیا تھا - خدا جانے وہ کس زمانے پر محمول ہے - اور اگر اور نہیں وہ اتنی کوشش فرماتے کہ مجھے کبھی کبھی وہاں آ کے دو ایک ہفتہ رہنے اور خصوصاً خلد آباد کے کسی بنگلے میں قیام کی اجازت مل جاتی تو خوب ہوتا -

اب میں نے تاریخ اسلام کا آگے کا حصہ لکھنا شروع کر دیا - حضرت معاویہ کا عہد لکھ رہا ہوں - اور ارادہ ہے کہ ایک جلد مرتب ہونے کے بعد صاف کر کے بندگان خسروی کے ملاحظہ میں بھیج دوں - چاہیں لیں یا واپس کر دیں -

عذرا یہیں ہیں - ان کی ایک بہن پیدا ہوئی ہے - کوئی مانوس نام رکھا ملا - تو میں نے تاریخی نام "سعید عالم خاتون" رکھ دیا - جس سے ۱۳۴۳ھ نکلتے ہیں - ظفر الاسلام کی صحت سے اطلاع دو - ان دنوں یہاں بھی چیچک کا زور تھا - فیاض کو اور شہابی کو نکلی - مگر اچھے ہو گئے - والدعا

خاکسار - محمد عبد الحلیم شرر

اختر یقین ہے بالکل اچھا ہو گا -

(۱۴)

دلگداز پریس - لکھنؤ

۱۹ر شوال ۱۳۴۳ھ روز چہار شنبہ
(۱ اپریل ۱۹۲۵ء)

برخوردار من سلمہٗ

دعا - چھ پنیہری خربوزے آج روانہ کیے گئے ہیں - جو چار چھابوں میں ہیں - پرسوں میں نے تم کو اطلاع دے دی تھی - امید ہے کہ اس خط کے پہونچتے پر اور بلٹی ملتے ہی تم نے منگوا لیے ہوں گے - بلٹی اس خط میں ملفوف ہے -

آج نتھے نے مقدمہ کی پیشی ہے - سراج اور سب لوگ لڑکے اور بوڑھے عدالت مجسٹریٹی میں گئے ہوئے ہیں - کل بھی پیشی ہے اور اب اس کے بعد صفائی طلب ہو گی -

ابھی ابھی مولوی وحید الدین صاحب سلیم تشریف لائے تھے، جو تھوڑی دیر بیٹھ کے چلے گئے - اور میں ان کی کوئی خاطر مدارات نہ کر سکا کیونکہ گھر میں کوئی نہیں ہے - فقط دو ناول نذر کر دیئے - ایک طاہرہ اور دوسرا مینا بازار - وہ تم سے مل کے آئے ہیں - اور تمھاری مستعدی و کارگذاری کے بڑے مداح ہیں - کہتے تھے پہلے انھیں آپ کے پریس سے کبھی تعلق نہیں

رہا ہے۔ مگر اس کام کو انہوں نے ایسی خوبی سے انجام دے دیا ہے اور دے رہیں کہ جس قدر تعریف کی جائے کم ہے۔ والدعا

خاکسار۔ محمد عبدالحلیم شررؔ

(۴۲)

دفتر دلگداز۔ کٹرہ بزن بیگ خان
لکھنؤ

۳ ذی الحجہ ۱۳۴۳ھ
(جون ۱۹۲۵ء)

برخوردار محسن۔ دعا

میری حالت صحت اب اچھی نہیں رہتی، ہاتھ کے درد کے علاوہ ذیابیطس کا بھی ان دنوں زور ہو گیا ہے۔ کئی دانے چہرے پر نکل آئے جو اچھے ہونے کو نہیں آتے۔ میں نے آج سے پھر پوریا پرہیز شروع کیا ہے۔ روٹی اور چاول ترک کر دیئے۔ تمہارے لیئے کل یا پرسوں ۵۰ آم سفیدے اور ایک ڈھیری نمبری کی روانہ ہوگی۔ اور بلٹی بعد میں آئے گی۔ سٹیشن پر آدمی بھیج کر منگوا لینا۔ والدعا

خاکسار۔ محمد عبدالحلیم شررؔ

(۴۳)

دلگداز۔ کٹرہ بزن بیگ خان
لکھنؤ

۵ شوال ۱۳۴۴ھ
(اپریل ۱۹۲۶ء)

برخوردار محسن سلمہٗ

دعا۔ کل تمہیں کارڈ بھیج چکا ہوں۔ مگر رات کو تمہارا ایک کارڈ آیا جو اختر کے نام ہے اس میں تم نے لکھا ہے کہ دو ہم تھان سے میں اپنی شیروانی بنا لوں۔ اور لڑکوں کے لیے تم اور تھان روانہ کرو گے۔ اس کی مطلق ضرورت نہیں۔ لڑکوں کی شیروانیاں بن گئیں۔ اور گرمیوں کا موسم آ گیا۔ اب کسی تھان کے میرے لیے بھیجنے کی بالکل ضرورت نہیں ہے۔ میرے پاس بقدر ضرورت کافی شیروانیاں موجود ہیں لہٰذا تم اب اس کی مطلق کوشش نہ کرنا۔ فقط والدعا

خاکسار۔ محمد عبدالحلیم شررؔ

(۴۴)

دلگداز پریس۔ کٹرہ بزن بیگ خان
لکھنؤ

۱۵ شوال ۱۳۴۴ھ بروز چہارشنبہ اپریل ۱۹۲۶ء

لخت جگرم سلمہٗ

دعائے ترقی و عمر و اقبال۔ تمہارا خط پرسوں ملا تھا اور اسی دن مولوی عبدالحق صاحب کی رپورٹ و موازنہ انجمن ترقی اردو پہنچے۔ جن پر مختصر نوٹ لکھ کے اور دستخط کر کے میں نے کل واپس کر دیئے ہیں۔ مولوی صاحب مجھ سے وعدہ کر گئے تھے کہ جس روز حیدرآباد جائیں گے

تو مجھے تار دے دیں گے کہ میں تار پاتے ہی بارگاہ خسروی میں ایک عرضداشت صرف اس مضمون کی کہ مجھے حیدرآباد میں کبھی آ
اور ٹھہرنے کی اجازت عطا ہو، مولوی احمد حسین امین جنگ بہادر کی معرفت روانہ کر دوں - چنانچہ آج ہی میں نے وہ عرضداشت ر
کر دی - مولوی صاحب تشریف رکھتے ہوں یا جب آئیں ان سے کہہ دینا - انہوں نے وعدہ کیا تھا کہ کوشش کر کے منظور کرا دیں گے -
مجھے طبقات ابن سعد کا ترجمہ دلوانے کا بھی وعدہ کر گئے ہیں - اگر یہ وعدہ یاد رہا تو وہ بھی یاد ہوگا - میرا خیال ہے کہ اس عرض
کے ملاحظہ کرنے پر حضور کو میری کارروائی بھی یاد آ جائے گی - تم ایک قلم مجھے دے گئے تھے اور میں اس وقت تک اسی سے لکھتا
رہا - اب فاؤنٹین پن سے لکھنے کا عادی ہو گیا ہوں - مگر تمہارا والا قلم موٹا پڑ گیا ہے جس کا لکھا ہوا مجھے اچھا نہیں لگتا - تم نے جو
لڑکوں کے نام بھیجے ہیں ان میں سے افتخار اور ضیا کے قلم تو ہیں مگر اختر کا قلم آنے کے دوسرے ہی دن ٹوٹ گیا - وہ کہیں گیا تھا
نے خدا جانے کھولنے کے لیے کیا کیا کہ ٹوٹ گیا - ضیا کے قلم سے میں نے کل اور آج لکھا - تم تو اس کی تعریف کرتے ہو
بے شک اس کا نب میرے مذاق میں اچھا ہے مگر خرابی یہ ہے کہ بار بار اور جلد جلد روشنائی بھرنا پڑتی ہے - پرانے قلم میں ہفتہ
تین چار روز چلتی ہے مگر اس قلم میں چار ہی پانچ سطریں لکھنے سے روشنائی ختم ہو جاتی ہے - ارادہ ہے کہ کسی دن آپ
سے وہاں سے ایک نیا قلم لے آؤں - تم چونکہ اس کے مصر ہو کہ کسی کارخانے اور میکر کے قلم کا پرزہ نہیں زیادہ چلنے والا
ہوتا ہے اور گراں قیمت کے قلم لینے سے کیا فائدہ ہوتا ہے -

جلیل کا معاملہ نہایت نازک اور افسوسناک ہو گیا - جس کو اس کی بے عقلی اور بدمزاجی نے بڑھا دیا - یہاں کرچی علاج کرتے
تھے اور آخر تک علاج کرنے پر تیار تھے - اس میں کیا رہ انجکشنوں کے بعد میں کیا - وہ ٹھیک ہو گیا تھا - اختر گھر میں پڑھا تھا کہ خلا
کی لڑکی سن رہی تھی - اس نے خلیل سے جا کر کہہ دیا اور ان سے عزیز تک پہنچ گیا - عزیز آج کل ناراض ہیں اور یہاں نہیں آ
عذرا کی ماں سے خفا ہیں - انہوں نے شاید ان کی لگائی بجھائی کی عادت پر ان کو برا بھلا کہا - ان کو خبر ہو گئی اور خفا
بہر حال ایسی حالت میں جلیل کو وہاں ہرگز نہ رکھنا چاہیے - تم بندوبست کر کے اسے لکھنؤ پہنچا دو اور فوراً روانہ کر دو - اس لئے کہ
اس کا زیادہ قیام تمہارے اور تمہارے احباب اور ملازمین پر برا اثر ڈالے گا - اور وہاں اسے تکلیف بھی ہوگی - ماں سے لڑنا
کے لئے کوئی نئی بات نہیں - بارہا ایسی حرکتیں کر چکا ہے میں نے سنا ہے کہ عزیز کی بیوی اس کا حال سن کر بہت روئی اور واقعی ر
ہی کی بات ہے -

میری حالت یہ ہے کہ حکیم عبدالمعید کے علاج نے دماغ کو ایسا فائدہ پہنچایا کہ اب بالکل مشین کی طرح لکھتا پڑھتا ہوں
بجز اس کے کہ دماغ جلدی تھک جاتا ہے اور کوئی شکایت نہیں - مگر بہرا پن بڑھتا جاتا ہے جو یقیناً والد اور والدہ مرحومین کا
ہے - نظر کی خیرگی تو مرتضیٰ خاں کا سرمہ بالالتزام لگانے سے کم ہوتی معلوم ہوتی ہے - مگر ثقل سماعت دور ہونے کی کوئی تدبیر
نہیں پڑتی - ریاض اور محسن کے چیچک نکل آئی تھی اور اگرچہ بڑے دانے تھے مگر چونکہ روز مر گئے اور دونوں کھیلتے کھیلتے میں اچھے ہو
گئے - ابھی کچھ پپڑیاں باقی ہیں - اس لیے نہلائے نہیں گئے - افتخار، اختر اور ضیا اسی طرح سکول میں جاتے اور ماسٹر صاحب
سے پڑھتے ہیں - مگر تینوں میں ایسی رقابت ہے کہ بجائے نفع کے ضرر پہنچتا ہے - خصوصاً افتخار کی یہ حالت ہے کہ اپنی نند

طبیعت سے جب بگڑ جاتا ہے تو پھر دنیا کی کوئی طاقت اسے سیدھا نہیں کر سکتی۔ نہ ماسٹر صاحب کا زور چلتا ہے نہ میرا۔ سوچتا ہوں کہ ماسٹر کو علیحدہ کر دوں۔ اب امتحان کا زمانہ آیا ہے۔ اس کا نتیجہ دیکھنے کے بعد ارادہ ہے کہ تینوں لڑکوں کو سکولوں میں داخل کرا دوں اور انہی ماسٹر کو پرائیویٹ تعلیم پر رکھوں۔ باقی خیریت ہے۔ والدعا

محمد عبدالحلیم شرر

(۴۵)

دلگداز۔ لکھنؤ ——— ۴ مئی ۱۹۲۶ء سہ شنبہ

برخوردار حسن سلمہ

دعا۔ خربوزے اب کے جاتے رہے اور اچھے نہیں ہیں اور شاید فصل ہفتہ ہی بھر میں ختم ہو جائے۔ لہذا ۸ سیر خربوزے دو چھابوں میں احتیاط سے روانہ کئے جاتے ہیں۔ یہ کل چہارشنبہ ۵ مئی یا پرسوں پنجشنبہ ۶ مئی کو روانہ ہوں گے آدمی بھیج کر دریافت کرتے رہنا اور جیسے ہی پہنچیں منگوا لو۔ بلٹی شاید بعد کو پہنچے والدعا

محمد عبدالحلیم شرر

خدا کرے مولوی صاحب حیدرآباد سے واپس آ گئے ہوں۔

(۴۶)

دلگداز پریس، لکھنؤ ——— ۲۱ مئی ۱۹۲۶ء

برخوردار حسن سلمہ

دعائے ترقی عمر و اقبال۔ میں تمہارا تار ملا تھا۔ جس کا مختصر جواب کل ہی چلا گیا۔ آج ۷ کے لکھے ہوئے خط اور کارڈ ملے کارڈ کو جیسے کسی نے پانی میں دھو ڈالا ہے۔ غور سے دو چار الفاظ پڑھے۔

میں اس زمانے میں بہت اچھا ہو گیا تھا۔ دماغ پوری طرح کام دینے لگا تھا۔ چنانچہ دس بارہ روز کے اندر دلگداز کے دو پرچے طیار کر دیے اور بھی بہت کچھ لکھا گیا۔ یکایک دس بارہ روز ہوئے پھر پیٹ میں درد پیدا ہوا۔ ابتداءً اس کا تعلق صرف امعاء سے معلوم ہوتا تھا مگر بعد کو وہ موقع چھوڑ کر درد کبد میں ہونے لگا۔ اور وہاں سے بڑھ کر داہنے پہلو اور اسی جانب پشت پر ہوتا تھا۔ یہ درد ایسا شدید اور جان گداز تھا کہ کسی پہلو پر قرار نہ آتا تھا۔ دن تو یار احباب کی باتوں میں بھلا کٹ جاتا مگر رات کسی طرح کاٹے نہ کٹتی۔ نہ آنکھ لگتی اور نہ کسی پہلو پر قرار آتا۔ ابتداءً حکیم عبدالمعید صاحب کا علاج رہا۔ انھوں نے درد کبد ہی تجویز کیا اور جب تین راتیں اس حالت میں گذر گئیں ہر ایک ایک دوسرے سے سخت تر اور ناقابل برداشت تر ہوتیں تو انہوں نے اپنے بھائی (شفاء الملک) کو بھی شریک کر لیا۔ لیکن جب دو راتیں اسی حال میں پہلے سے زیادہ تکلیف دہ گذریں تو حکیم عبدالحفیظ صاحب کو دکھلا کر ان کا علاج شروع کیا گیا۔ دو دن ان کا علاج ہوا مگر حالت اور زیادہ ابتر ہوتی گئی اور ساعت بساعت درد کے ٹیس ہونے سے ناتوانی بڑھتی ہی جاتی تھی۔ آخر ایک صبح کو میں نے سید احمد حسین صاحب کو طلب کیا۔ جنہیں ابھی تک میری بیماری کی خبر

نہ تھی۔ وہ آئے اور اسی وقت جا کے ڈاکٹر عبدالمجید صاحب کو اپنے ساتھ لے آئے۔ انہوں نے اپنے نسخے پٹنے سینکنے کے لیے جن سے معلوم ہوا کہ درد کبد کے پاس سے ہٹ کر فم معدہ پر یعنی کوڑی کے نیچے ہونے لگا۔ یہ درد مکلف پہلے ہی سے تھا لیکن اتنی زیادتی کہ معلوم ہوتا کہ سارے پیٹ کے ریاح سمٹ کر فم معدہ پر جمع ہو گئے اور بیٹھنے کا نام نہیں لیتے۔ اس کی وجہ سے بڑی کلفت تھی اور بڑی خرابی یہ کہ پانی یا غذا کی قسم سے کوئی چیز بھی معدہ میں جاتی تو پہلے فم معدہ پر درد شدید ہوتا اور اس کے بعد وہ درد معدہ میں اتر کے دیر تک تکلیف دیتا۔ حکیم صاحب نے عمل تجویز کیا تھا مگر میں نے غیر عادی ہونے کی وجہ سے نہیں قبول کیا تھا۔ اس رات کو حکیم صاحب حسب معمول ۱۱ بجے رات تک بیٹھے رہے۔ جب تک وہ رہے تکلیف ہلکی رہی لیکن ان کے جاتے ہی ہجوم ریاح نے اس درجہ پریشان کیا کہ مجھے مجبوراً خود اپنے سے عمل لینا پڑا۔ اس سے بڑی تسکین ہوئی۔ اور بہت سے مادّے کے نکل جانے کے بعد چین پڑا اور آنکھ لگ گئی۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد آنکھ کھلی تو اس وقت درد تھا اور نہایت ہی تکلیف تھی جمعہ کو ڈاکٹر عبدالحی صاحب تشریف لائے اور ایک مسہل لکھا اور ایک پینے کی دوا۔ زیادہ سینکنے کی تاکید کی اور غذا مطلقاً ترک کر کے صرف اتنا بتایا کہ دودھ پھاڑ کے اس کا پانی پیو۔ اس کے بعد معلوم ہوا کہ خلوئے معدہ میں بھی درد ہونے لگتا ہے۔ لیکن آج اس کی بھی ضرورت نہیں ہو تاہم ابھی تک نان پاؤ بھر سینکے ہوئے توس کے اور کسی چیز کے کھانے کی اجازت نہیں ہے اور نہ کھانے کے قابل ہوں کیونکہ پیٹ بالکل صاف نہیں معلوم ہوتا۔ جا بجا کوئی چیز اٹکی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔

نواب امین جنگ بہادر کے الفاظ بہت امید افزا ہیں۔ ان کی اور میری کوشش چاہے اب بیکار بھی جائے مگر ان کے الفاظ مجھے سب سے زیادہ مسرت بخشنے والے اور مطمئن کرنے والے ہیں۔ اگر مولینا پھر کبھی ان کو خط لکھیں تو میری جانب سے ان کے اس حسن ظن اور دلی ہمدردی کا شکریہ ادا کر دیں۔

خاکسار۔ محمد عبدالحلیم شرر

(۱۷۴)

دلگداز پریس۔ کٹرہ بزن بیگ خاں
لکھنؤ

۱۷ ذی الحجہ ۱۳۴۴ھ شنبہ
(جون ۱۹۲۶ء)

برخوردار من سلمہٗ۔ دعا۔

تم یقین ہے کہ اب اورنگ آباد آ گئے ہو گے۔ تم نے یہ نہیں بتایا کہ اب کہ تم نے موٹر کتنے کو لی۔ کے سلنڈر اور کتنی سیٹ کی ہے۔ اس زمانے میں تو سنتا ہوں کہ اطراف میں بھی سخت مان سون ہے اس وجہ سے تم کو پہاڑوں کا سفر کرنے میں بڑی تکلیف ہوگی۔ اپنی خیریت سے جلد ہی اطلاع دو۔ اختر و انتصار و ریاض اچھے ہیں مگر عذرا کی لڑکی کوکب سخت بیمار ہو گئی۔ شدید پیچش۔ منٹ منٹ پہ دست آتے ہیں اور ڈھیروں آؤں اور خون گرتا ہے۔ بخار ۱۰۲ ڈگری ہے اور ساتھ ہی جو پیتی ہے گر جاتا۔ آج مرض میں کمی محسوس ہوئی ہے مگر حد سے زیادہ کمزور اور نڈھال ہو گئی ہے۔ خدا رحم کرے۔

خاکسار۔ محمد عبدالحلیم شرر

(۴۸)

۸۶

دلگداز پریس
کٹرہ بزن بیگ خاں

۷؍جولائی ۱۹۳۶ء[1]

برخوردار حسن سلمہٗ

دعا۔ پرسوں تمہیں خط لکھا تھا۔ لیکن کل مجھے پہلے ہی کا سا دماغی دورہ پھر ہوا جو قریباً دس بارہ منٹ میں ختم ہو گیا۔ لیکن کل دن کو اور رات بھر تمام قویٰ پر بے حد کمزوری رہی اور آج بھی دماغی کام کرنے کے قابل نہیں ہوں۔ سب سے زیادہ خرابی یہ ہے کہ اس دورے کے بعد سے نظر میں اور زیادہ خیرگی محسوس ہوتی ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ معذوری کب تک رہے گی؟ والدعا

خاکسار۔ محمد عبدالحلیم شررؔ

(۴۹)

دلگداز پریس۔ کٹرہ بزن بیگ خاں
لکھنؤ

۱۰؍محرم ۱۳۴۵ھ سہ شنبہ
(جولائی ۱۹۲۶ء)

برخوردار حسن سلمہٗ

دعا۔ ۱۱؍جولائی کا کارڈ ملا۔ اچھا ہوں۔ اس دورے کا اثر دو روز تک رہا۔ مگر اس کے بعد بھی دوبارہ بہت ہی خفیف دورے کا ویسا ہی دورہ ہوا۔

حکیم صاحب اور ڈاکٹر اور احباب سب منع کرتے ہیں کہ لکھنا پڑھنا بالکل چھوڑ دوں۔ لیکن آخر کیا کروں اور کس طرح زندگی گذاروں۔

اب کی اتنا غنیمت ہے کہ اگر لکھنا پڑھنا چاہوں تو ہو سکتا ہے۔ پہلی مرتبہ کی طرح کی معذوری نہیں ہے کہ کچھ کر ہی نہ سکوں۔

ابوالحسن کل پہنچ گئے۔ آج حکیم نے [illegible] فوراً انھیں آرٹ سکول کے ہیڈ ماسٹر صاحب (ـــ) سے ملوا دیا۔ ۱۳؍ کو سکول کھلے گا۔

میرے لئے خرابی یہ ہے کہ اب دلگداز نکالنا ہے جون تک کے پرچے نکل گئے تم بمبئی گئے مگر شاید تمہیں جو لکھا بھیجا بھول گیا۔

(۵۰)

دلگداز پریس۔ کٹرہ بزن بیگ خاں
لکھنؤ

۲۱؍صفر ۱۳۴۵ھ روز سہ شنبہ
(اگست ۱۹۲۶ء)

لخت جگرم سلمہٗ۔ تمہارے کارڈ جو اختر سلمہٗ کے نام آتے ہیں ان سے تمہاری خیریت اور تمہاری مصروفیت و عدیم الفرصتی

---

[1] اصل خط پر تاریخ ۷؍جولائی ۱۹۳۶ء پڑی ہوئی ہے۔ مگر یہ سہو ہے۔ کیونکہ مولوی عبدالحلیم شررؔ کا انتقال دسمبر ۱۹۲۶ء میں ہو گیا تھا۔ غالباً مولوی صاحب ۱۹۲۶ء لکھنا چاہتے ہوں گے مگر قلم سے ۱۹۳۶ء لکھا گیا اس لیے اس خط کو ۱۹۲۶ء ہی کے خطوط میں رکھا گیا ہے۔

کا حال معلوم ہوا۔ اور یہ بھی کہ میرے خط کا جواب تم (سنے) ابھی تک کیوں نہ دیا۔ ان دنوں انیٹھ میں ہیضہ کی اس قدر شدت ہوئی کہ مدرسے بند کر دیئے گئے۔ چنانچہ آٹھ روز ہوتے باجی صاحبہ بہو کو لیے ہوئے اپنا مدرسہ بند کر کے یہاں چلی آئیں۔ کل تک یہاں اچھی رہیں۔ مگر گذشتہ شب کو ۳ بجے ایک دست آیا۔ جس کے بعد پیہم دست آنے لگے۔ تین ہی دستوں میں پائخانے تک جانے کے قابل نہیں رہیں۔ صبح کو میں نے دیکھا تو آنکھیں گڑھے میں گھس گئی ہیں اور بے دم اطراف سے۔ بعدازاں ہاتھ پاؤں میں تشنج بھی شروع ہو گیا۔ حکیم عبدالمعید صاحب کا فوراً علاج شروع کر دیا گیا ہے۔ اور تدابیر مستعدی کے ساتھ ہو رہی ہیں۔ خدا جلد صحت دے۔ باقی حال کل لکھوں گا۔ فقط۔

خاکسار۔ محمد عبدالحلیم شرر

(۵۱)

دفتر دلگداز۔ لکھنؤ

۱۸ ربیع الثانی ۱۳۴۵ھ سہ شنبہ
(اکتوبر ۱۹۲۶ء)

لخت جگرم سلمہ دعا

تم نے میرا لکھا ہوا مسودہ "ابوالحسن اشعری" کی لائف (مجھ سے) لے کر کہیں رکھا تھا۔ اس کو تمہارے پاس ہو تو بھیج دو اور یہاں۔ کھا ہو تو بتاؤ۔ میں آج کل مسلم اکاڈمی کے لئے ایک بڑا دو سو صفحہ کا لکچر تیار کر رہا ہوں۔ جو فرقہ معتزلہ کی تاریخ اور اس کے عروج و زوال پر ہے۔ اس کے لیئے کتابوں کی ورق گردانی کرنے میں اس کے لیے تیار ہو گیا ہوں کہ اس لائف کو ایک ہفتہ میں تیار کر دوں۔ لہٰذا یاد کر کے اور کوشش کر کے اس کا پتہ دو تاکہ ایک اچھی سی کتاب تیار ہو جائے۔ والدعا

جواب فوراً دو!

خاکسار
محمد عبدالحلیم شرر

میرزا یگانہ

لکھنؤ

۸ جون سنہ ۴۹ء

پیارے عزیز سلامت رہو۔

بھئی اب تو میں پھر واپس چلا۔ اگرچہ ہاتھ پاؤں کمزور ہو چکے ہیں۔ بات یہ ہے کہ تمہاری والدہ پر بہت سختیاں گزر رہی ہیں۔ میری پنشن وہی پندرہ روپے۔ لڑکے نوکر تو ہیں مگر افسوس کی بات ہے کہ بہت کم توجہ کرتے ہیں۔ ۔۔۔

میرے واپس جانے کا بڑا سبب یہ ہے کہ کرایہ مکان دو سال Rs 240/- کا سخت تقاضا ہو رہا ہے۔ ۲۰ جولائی تک مہلت مانگی ہے۔ جا تو رہا ہوں مگر نہیں معلوم کہ وہاں یہ رقم کیوں کر فراہم کر سکوں گا۔ حالات بالکل بدل گئے ہیں۔

غالباً ۱۰ جون تک روانہ ہو جاؤں گا۔ تم بھی تو دعا میں۔

یگانہ

(۲)

(یگانہ)

جزائے خیر دے اللہ اس دیرینہ دشمن کو
بلائے زندگی لپٹی ہے اب تک نیم بسمل سے!

میرزا یگانہ چنگیزی
مالکان بہادر روڈ منصور نگر لکھنؤ
۲۴ مئی سنہ ۱۹۵۳ء

حضرت سیدی ذوالی دامت الطافکم

بعد ادائے مراسم تسلیم گزارش خدمت عالی یہ ہے کہ والا نامہ مورخہ ۳ فروری سنہ ۵۲ء جو مجھے کراچی میں ملا تھا ابھی سامنے ہے۔ خدا کا شکر ہے میں اس کا جواب دینے اور لکھنؤ تک پہونچنے کے لیے زندہ رہ سکا۔ کیا عرض کروں میں وہاں کس درماندگی میں مبتلا تھا کہ کہیں وہاں کی خاک دامن گیر نہ ہو جائے۔ وہاں اور یہاں بہتیرے اصحاب کو حیرت ہے کہ کیونکر گورنمنٹ آف انڈیا اور یوپی گورنمنٹ سے مجھے یہاں دوبارہ مستقل سکونت کی اجازت مل گئی۔ بات یہ ہے کہ عارضی پرمٹ لے کر چند دنوں کے لیے وہاں گیا تھا فقط اپنے لڑکوں کو دیکھنے کے لیے۔ درمیان میں ایسے واقعات پیش آ گئے کہ پرمٹ کی مدت گزر گئی اور اس طرح پاکستان سے واپس آنا بظاہر ناممکن نظر آتا تھا۔ مگر خدا بھلا کرے دو شریف النفس ہندوؤں کا جنھوں نے نہایت محنت اور ہمدردی کے ساتھ مجھے پرمٹ دلا کر تین گھنٹے کے اندر کراچی سے دلی پہونچا دیا اور وہاں سے پھر لکھنؤ آ گیا۔ اب میں بڑی خوشی سے مرنے کو تیار ہوں۔ حالات ہی ایسے ہیں۔ سینہ نہایت کمزور ہے۔ تنفس کا مرض تو برسوں سے تھا۔ مگر چھ سات مہینے پاکستان میں سختیاں اٹھا کر اور بڑھ گیا علاج تو کر رہا ہوں مگر طاقت

گھٹتی ہی جارہی ہے۔ اب زیادہ دنوں تک چل نہیں سکتا۔

(۳)

سلطان بہادر روڈ۔ منصور نگر لکھنؤ

۱۴ جون ۱۹۵۲ء

دوا کا پارسل پہونچا اور خط بھی ملا۔ افسوس ہے لالہ رتن پنڈت آپ کی ان بن ہوگئی۔

گ

بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے

یہ دیکھ کر رنج ہوتا ہے کہ تمہاری مالی حالت پریشانی کا باعث ہے۔ خیر زمانہ پر نہ سہی دل پر اختیار رہے۔

معلوم ہوا ہے کہ ریاست میں کوئی مضمون میرے متعلق شائع ہوا ہے۔ وہ پرچہ کسی طرح حاصل کرکے مجھے بھیج دو۔ خدا تمہیں خوش رکھے۔

میرزا یگانہ

بھائی میرے مسودات جو کچھ بھی ہیں منتشر پڑے ہیں مگر اب ان کا میرے پاس رہنا بیکار ہے۔ تم کہو تو ایک بکس میں بند کرکے بھیج دوں۔

(۴)

سلطان بہادر روڈ۔ منصور نگر۔ لکھنؤ

۲۹۔ اکتوبر ۱۹۵۲ء

پیارے عزیز۔ سلامت رہو۔

دوا کا پارسل مل گیا۔ اور خط بھی۔ امید ہے اب تمہارا مزاج بخیر ہوگا۔ بیمار پڑنا تو اب میرا کام ہے تمہیں بیمار پڑنے کی کیا ضرورت۔ مشاعرے میں میرا آنا مشتبہ ہے۔ اگر طبیعت بحال رہی تو چلا آؤں گا۔ زیادہ شوق دید۔

رباعی

اللہ کا سُسرا ہے کہ سالا تو کون؟ قرآن پہ حاشیہ چڑھانے والا تو کون؟

قرآن کو ہم سمجھیں گے خود قرآن سے ہٹ سامنے سے چھوڑ اجالا تو کون؟

حاشیہ چڑھا کر اندھیرا ڈال دیتا ہے کم بخت۔

میرزا یگانہ

(۵)

لکھنؤ

۲۵ فروری ۱۹۵۳ء

عزیزی خوش رہو۔

میں تو اپنی حالت کے سبب کیا کہوں کس حال میں ہوں۔ طاقت گھٹتی جارہی ہے کشمکش حیات جاری ہے۔

یگانہ

(۶)

سلطان بہادر روڈ۔ منصور نگر لکھنؤ

۱۲ مئی ۱۹۵۲ء

پیارے عزیز خوش رہو آباد رہو۔

دیکھو تو سہی میں اب تک بھی رہا ہوں۔ رنجیدہ تو نہیں ہوا نہیں۔ البتہ ناتوانی اور سخت بیماری کے ہاتھوں تکلیفیں اٹھا رہا ہوں۔ کہتے ہیں مصیبت کبھی تنہا نہیں آتی۔ اور سو مصیبتوں کی ایک مصیبت ہے وجہ معاش کی تنگی۔ خدا کی پناہ۔

MAIDACO سے مجھے کچھ یوں ہی سا سہارا تو ضرور دیا۔ مگر خوشبختی آپ نے بھیجی تھی وہ بھی کچھ دن کی تھی۔ کم سے کم ۳۲ دن کے لیے کچھ شیشیاں بھیج دو۔ تمہاری والدہ محترمہ اب آگئی ہیں تو اون کے لیے دو تولہ تیل کی بھیج دو۔ بچی نواور بچہ کو دعائیں۔ دریا دس سلمہٗ کو دعائیں۔

میرزا یگانہ

(۷)

لکھنؤ

۲۹ اگست ۵۳ء

پیارے عزیز سلامت رہو۔

آخر اہل محلہ نے مجھے گھر سے نکل جانے پر مجبور کیا۔ گرہستی کا سارا سامان اور اپنی بیش قیمت کتابیں۔ آیات وجدانی کی قریباً پچاس جلدیں۔ برتن باسن۔ الگ پلنگ، میز کرسیاں سب چھوڑ آیا۔ یاروں نے سب لوٹ لیا۔ نہایت قیمتی مسودات میرے رکھے ہوئے نہ معلوم کن ہاتھوں میں پڑیں گے۔

میں اپنی علالت سے سخت ایذا میں ہوں۔ تھوڑی دور چلتا ہوں تو ہانپنے لگتا ہوں نہایت غیر مستقل اور تکلیف کی حالت میں۔ مکان کوئی ملتا نہیں۔ خدا جانے کہاں جاؤں گا۔

(۸)

پیلا مکان۔ شاہ گنج لکھنؤ

۲۹ ستمبر ۵۳ء

عزیز من سلامت رہو۔

آپ کے کئی خط ملے۔ میرا مزاج ناساز ہے۔ گھر ہی میں تھوڑی دور چلتا ہوں تو سانس پھولنے لگتی ہے۔ میرے پاس اب نہ کوئی بیاض رہی نہ کوئی مجموعۂ کلام۔ تمام گرہستی کا سامان لوٹ لیا گیا۔ نہایت قیمتی کتابیں اور میرے قلمی مسودات لٹ گئے میرے پاس کوئی کتاب نہیں۔ دن رات لیٹا رہتا ہوں۔ کھانسی کی شدت رہتی ہے۔ سینہ کمزور ہے۔ پاؤں کمزور ہے۔ پاؤں روز بروز کمزور ہوتے جاتے ہیں۔

زیادہ کیا لکھوں۔ خدا تم کو خوش رکھے۔

میرزا یگانہ

(۹)

میرزا یگانہ چنگیزی۔ پہلا نشان شاہ گنج لکھنؤ
۱۰ دسمبر ۱۹۵۳ء

پیارے عزیز، خوش رہو۔ تمہارا خط پاکر ذرا سکون ہوا۔ خدا کرے جلد سے جلد تمہیں صحت نصیب ہو۔ تم نے آج حضرت کیفی کا ذکر کیا۔ کیا کہوں زندگی گزر گئی اور کبھی اتنا موقع نہ ملا کہ اون کے پاس بیٹھتا اور دل کھول کر باتیں کرتا۔ وہ خاصان ادب میں ہیں بڑے نکتہ شناس ہم سب کے محبوب لیڈر۔ افسوس تو یہ ہے کہ پارسال میں کشاں کشاں دہلی گیا اور مشاعرہ میں شریک بھی ہوا اور وہ بھی مشاعرہ میں تشریف لائے تھے مگر اپنی ناسازیٔ مزاج نے مجھے اتنا موقع نہ دیا کہ اون سے مل سکوں۔ اور تفصیل میری پنشن کے بارہ میں جو اطلاع ملی ہے وہ ایک حد تک صحیح ہے مگر لائف پنشن نہیں ہے فقط ایک سال کے لئے الاؤنس منظور ہوا ہے۔ سو روپیہ ماہوار۔ چونکہ یہ معمولی سی بات تھی اس لئے میں نے اب تک کسی سے اس کا ذکر نہیں کیا۔ حالانکہ گورنمنٹ کی یہ مہربانی یقیناً قابل تشکر ہے مگر یہ نہیں معلوم یہ الاؤنس ملے گا کب۔ الہ آباد کے اکاؤنٹنٹ جنرل صاحب تیاں چنیں کر رہے ہیں۔

مسٹر محروم کو میرا بہت بہت سلام کہو۔ میں اپنی طبیعت کا حال کیا لکھوں ع

جو دم غنیمت ہے کیا جانیے کل کیا ہو!

یگانہ

(۱۰)

لکھنؤ
۳ جولائی ۱۹۵۵ء

حضرت سیدی و مولائی دامت الطافکم

تسلیمات۔ والا نامہ مورخہ ۱۵ جون مجھے ۳۰ جون کو ملا۔ یہ امر میرے لئے کس قدر باعث تسکین ہے کہ آپ نے اس وقت تک مجھے یاد رکھا۔ میں کیا عرض کروں کس حال میں ہوں۔ گو ادھر دو ہفتہ سے کسی قدر بہتر حالت میں ہوں اور وہ یہ کہ پڑا رہتا ہوں تو غنیمت ہے مگر اٹھ کر جہاں دس پانچ قدم چلا ہانپنے لگتا ہوں۔ کئی سال سے دمہ کا مریض ہوں۔ کئی بار موت قریب آ کر پلٹ گئی۔ مر رہا ہوں مگر مر نہیں چکتا۔

جنوری کے ایک مشاعرے میں میں نے ایک شعر پڑھا تھا اور آپ سامنے ہی بیٹھے تھے غالباً یاد ہو گا۔

عمر گھٹنے کے لیے ہے وقت کٹنے کے لیے
مفت دن گننے کو ہم پڑ گئے بیکار میں

اب اپنا شعر فال مطابق حال یعنی جگ بیتی سے آپ بیتی بن گیا۔ اب معلوم ہوا کہ دن گننا کسے کہتے ہیں۔ صبح ہوتی ہے چلئے

پی لیتا ہوں اور دوپہر کو ایک روٹی کھا لیتا ہوں۔ صبح سے شام، شام سے صبح ہوتی ہے اور میں یوں ہی پڑا رہتا ہوں۔ کوئی کام نہیں کر سکتا۔ اب تو کوئی کتاب بھی پاس نہیں۔ سارا گھر، مکان بہادر روڈ والوں نے لوٹ لیا۔ افسوس ہے زندگی بھر کا سرمایہ یعنی میرے قلمی مسودات بھی لٹ گئے۔ زیادہ کیا لکھوں۔ دعا فرمائیں کہ اب جلد چھٹکارا ہو۔

یگانہ

(۱۱)

لکھنؤ
۹ر اگست ۵۴ء

پیارے حیدر بیگ سلامت رہو۔

تمہارا خط مورخہ یکم اگست سامنے ہے۔ میں کوئی پندرہ دن سے ناسازیٔ مزاج کے سبب بے چین ہوں۔ اور یہ تو ہونا ہی ہے، ہوتی بات ہے۔ تم ادھر ادھر کی فکر چھوڑو۔ اپنے کام کی طرف دھیان رکھو۔ خدا تمہیں کامیاب کرے۔

میں اپنا کام کر چکا۔ کبھی کبھی یگانہ صفت، سقراط صفت انسان بھی پیدا ہو جاتے ہیں جن سے قوم بھی اوب جاتی ہے۔ بات کا جواب دے نہیں سکتی تو تشدد پر اتر آتی ہے۔ یہی ہوتا رہے گا۔

رباعی

کرنا[1] جو کچھ تھا کر چکے اپنے حساب — بھرنا جو کچھ تھا بھر چکے اپنے حساب
اب دل ہی نہیں تو موت کا ڈر کیسا — مرنا برحق ہے مر چکے اپنے حساب

یہ رباعی پچیس تیس سال قبل کی ہے اور اب لفظاً بلفظ حسب حال ہے۔

یگانہ

(۱۲)

پیلا مکان، شاہ گنج، لکھنؤ
۱۹ر دسمبر ۵۴ء

پیارے عزیز سلامت رہو۔

کتنے دن ہو گئے۔ تمہارا کوئی خط نہیں آیا۔ عرش ملسیانی سے بھی تمہاری خیریت دریافت کی۔ وہاں سے بھی کوئی جواب نہ ملا۔ ایک مہینہ بیس دن سے دن نہایت سختیوں میں گزار رہا ہوں۔ ڈاکٹری علاج چھوڑ کر اب یونانی علاج کر رہا ہوں۔ فقط دل کی تسلی کے لیے۔ گھڑی بھر میں دل دماغ کی حالت کچھ سے کچھ ہو جایا کرتی ہے

---

[1] جو کہ کھینچ کر پڑھنا چاہیے۔

گورنمنٹ آف انڈیا میں میرے الاؤنس کی تجدید کی کارروائی پیش کی گئی۔ ذرا دریافت کرو کیا فیصلہ ہوا؟ خدا تمہیں خوش رکھے۔ جوشش کو گذشتہ تین مہینے میں کوئی تین خط لکھ چکا ہوں کچھ جواب نہیں ملا۔

یگانہ

(۱۳)

پیلا مکان۔ شاہ گنج لکھنؤ
۶ مئی ۱۹۵۵ء

عزیز من سلامت رہو۔

تمہارا کارڈ مورخہ ۸ مئی پہونچا۔ میں نے کون سی رباعی تمہیں بھیجی تھی کچھ یاد نہیں۔ اس کا مصرع لکھ بھیجو۔
ماہنامہ ساقی کراچی میں میرے خطوط کی پہلی قسط شائع ہونے کی مجھے کوئی اطلاع نہیں۔ قریباً اٹھارہ سال سے شاہد احمد صاحب سے کوئی خط و کتابت نہیں ہوئی۔ مگر یہ ان کی مہربانی ہے جو اس خاکسار کو یاد کیا۔

ساقی کے جس پرچے میں یہ خطوط شائع ہوئے ہیں وہ مجھے بھی بھیج دو۔ دیکھ کر واپس کر دوں گا۔

میرزا یگانہ

(۱۴)

پھر وہی

پیلا مکان شاہ گنج لکھنؤ
۹ ستمبر ۱۹۵۵ء

پیارے عزیز۔ سلامت رہو۔

وہاں پروفیسر مسعود حسن کے باغ میں خیمہ ڈال کر ایک مہینہ چوبیس دن رہا۔ مگر برسات کا زور بندھا تو پھر میں زمین پر پڑا تھا آبِ کل میں پڑا تھا اور مرض کی شدت نے اور زیادہ پریشان کیا۔ آخر مجبور ہو کر ۹ اگست کو پھر یہاں چلا آیا۔ کیا کہوں صبح سے شام اور شام سے صبح کیوں کر ہوتی ہے۔ دن میں کئی بار حالت خراب ہو جاتی ہے۔

وہ تو چالیس برس کا ساتھ چھوڑ کر ۲ جون کو کراچی روانہ ہو گئیں۔ اب میں ہوں اور تمہاری توجہ۔ جلد ایک نوکر مہیا کرو پچیس روپیہ ماہوار خشک۔ تیمار داری کرنے والا کوئی نہیں۔ دن کو تو خیر ایک آدھ آدمی خبرگیری کر لیتے ہیں مگر ہر وقت کون خبر لے؟ حالت نازک ہوتی جاری ہے۔

یگانہ

(۱۵)

پیلا مکان شاہ گنج لکھنؤ ۱۱ ستمبر ۱۹۵۵ء

آغا جان — سلامت رہو — کیا کہوں مر رہا ہوں۔ ہر نفس سے پہلے مرنے لگتا ہوں۔ مگر مر نہیں چکتا۔ کئی دن سے تمہارے خط کا انتظار کر رہا ہوں — کچھ نہ خبر؟

میرزا یگانہ

(۱۶)

پیلا مکان شاہ گنج لکھنؤ
۲۳ ستمبر ۱۹۵۵ء

جان پدر۔ سلامت رہو۔

تمہارا خط مورخہ ۱۵ ستمبر ملا اور اس سے پہلے بھی اک خط ملا شعور کی طرف خیال کرنا بیکار ہے۔ اور ان کی مالی حالت درست نہیں ایسے خط میں لکھتے ہیں

آپ کا خط ملا پڑھ کر کس درجہ صدمہ ہوا کیا کہوں۔ میری زندگی شرمندگی بن کر رہ گئی ہے۔ آپ مجھے باپ سے زیادہ قریب ہیں اور میری نافرماں برداری کی حد یہ ہے کہ مدتوں سے آپ کی پریشانیوں کو دیکھ رہا ہوں مگر ما شائی کی حیثیت سے کبھی کوئی خدمت نہیں کی۔ ہمدردی بھی ظاہر ہوئی تو زبانی۔ جو اور رہنے کے کام کی نہ بچانے کے۔ میں اپنی نظروں میں اس درجہ کبھی ذلیل نہ ہوا تھا جتنا اب ہوں ناقدر شناسی کی انتہا ہو چکی ہے۔ ہندوستان کا شاعر اعظم مفلوک الحالی میں جھونپڑی میں آخری وقت بسر کر رہا ہے۔ قوم تو خیر مجھ ایسے احسان ناشناس کو یقیناً شرم آنی چاہیے۔

جھونپڑی ڈال کر رہنے کا واقعہ یوں ہے کہ تمہاری اماں نے مجھے اتنا عاجز کیا کہ میں تنگ ہو کر پروفیسر مسعود حسن صاحب کے باغ میں اک حجرے میں جا کر چھپر ڈال کر جا کر ٹھہر گیا۔ ۱۴ جون کو حسن بانو یہاں سے روانہ ہوئیں اور ۱۵ جون کو میں مسعود صاحب کے ہاں چلا گیا۔ آخر جولائی سے بارش کی شدت ہونے لگی اور یہاں طبیعت کا یہ حال کہ دو قدم چل نہیں سکتا۔ پیٹ میں سانس نہیں سماتی۔ گھڑی گھڑی نڈھال ہو کر پلنگ پر گر پڑتا ہوں بدلتا رہتا ہوں۔ ایک بڈھا نوکر رکھ لیا تھا جو خبرگیری کرتا تھا۔ مگر جب وہ کھانے پینے کے لیے باہر چلا جاتا تو چھپر میں اکیلا رہ جاتا پھر خدا یاد آتا۔ آس پاس کوئی نہیں۔ جب حالت زیادہ خراب ہو گئی تو پھر میں یہیں پہلے مکان میں واپس آ گیا۔ نثار حسین صاحب نے مجھے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ خدا انھیں خوش رکھے۔ مگر تمہاری اماں میری اس چند روزہ زندگی سے اتنی بیزار ہیں کہ میرا ساتھ رہنا انھیں گوارا ہی نہیں تم یہاں کیوں آئے۔ میرے ٹھکانے پر کیوں آئے۔ جب جانتے تھے کہ میں یہاں رہتی ہوں تو کیوں آئے۔ کرایہ کے مکان سے ہٹ کر شہنشاہ حسین دلیل کے مکان میں مولانا ناصر حسین صاحب کے مکان کے سامنے رہتا تھا۔ وہاں سے دوبارہ مجھے اکیلا چھوڑ کر چلی آئیں۔

خیر اب شہنشاہ حسین سجاد حسین کی بیوی کراچی جانے لگیں تو تمہاری اماں بھی اٹھ کھڑی ہوئیں اور ہمیشہ کے لیے مجھے تنہا چھوڑ گئیں خدا معلوم ان پر کیا گزری۔ سرحد پر روک لی گئیں۔ قانون کی حدود میں جو کچھ بھی ہو۔

میرا خیال ہے نومبر میں تمہیں خود ایک سو روپیہ بھیج سکوں گا اور ایک سو ہاشم صاحب سے دلوا دوں گا۔

اس سن میں ایسے مریض کو اس طرح مارنا چاہا کہ پانی دینے والا بھی نہ ہو۔ بار بار فرماتی تھیں کہ اب مزہ مل جائے گا تنہائی کا۔

نہایت کرب و ایذا میں ہوں کیا لکھوں۔ • یگانہ

(۱۷)

پیلا مکان۔ شاہ گنج لکھنؤ۔ ۱۲ اکتوبر ۱۹۵۵ء ——— جان پدر۔ سلامت رہو ——— تمہارا خط دیکھا جو تم نے اپنے خالو جان کو بھیجا ہے

گھر سے اٹھنے کا تقاضا دیتے ہی نہیں
بیٹھے ہیں جو کھوئے ہوئے انجان بنے

میرزا یگانہ چنگیزی لکھنوی

عزیزی کی من موہن تلخ زاد لطف، ۱۰۵۔ نیو مارکیٹ
شنکر روڈ۔ راجندر نگر نیو دہلی

(۲۳)

[illegible]

رباعی

ناکامیوں سے حوصلہ ہوتا نہیں پست
بدنام سہی حال میں اپنے ہیں مست
لکھی تھی میرزا یگانہ کے لیے
باطن کی فتح اور ظاہر کی شکست

یگانہ

شاہ دگیر

بنام قمر زمانی بیگم

۱۵ر نومبر ۱۹۱۶ء

کیسی معصوم بن رہی ہیں آپ !
جان گویا کسی کی لی ہی نہیں

سرکار ! مجرا عرض ہے !

دوسرا محبت نامہ ملا ۔ شرمندہ ہوں ۔ کیا جواب دوں ، جس نے آپ کو ذلیل کیا ۔ خدا اسے ذلیل کرے ۔ آہ ! میں تو بے درد ہوں ۔ دردمند دل میرے پاس کہاں ؟ ہوتا تو آپ کو شکایت کیوں ہوتی ؟ ہاں ! سچ ہے

اس دل سے مجھے لاگ ہے بے مہر تو میں ہوں
تم شانِ وفا ، کانِ وفا ، جانِ وفا ہو

خدا آپ کو بایں مہر و محبت سلامت باکرامت رکھے کیا کروں اپنی کم بخت طبیعت سے مجبور ہوں ۔

نازک مزاغ ہیں بھی ہم گو نازنیں نہیں

آپ نے کس خلوص و محبت سے مجھے بلایا اور میں بدتمیز چلا آیا ، اس کے شایان وہ جواب نہ تھا جو دیا گیا ۔ آپ کو بے تکلف ہو کر ملنا تھا کیونکہ وہ ٹوٹے ہوئے دلوں میں کوئی بیگانگی اور پردہ نہیں ہوتا ۔ میں ایسا بد نظر بھی نہ تھا کہ کوئی گستاخی حسن کی سرکار میں مجھ سے سرزد ہوتی ، پھر !

مشتاق سے شرم ایسی ؟ عاشق سے حجاب ایسا ؟

اس سے پہلے میں نے آپ سے باادب عرض کیا تھا کہ یہ حجاب باقی نہ رکھیے جو میری بدقسمتی سے قبول نہ ہوا اور میری التجا شاہانہ لب و لہجہ میں نامنظور کر دی گئی ، ٹھکرا دی گئی ،

ہائے ؎

بات کی تم نے یوں کہ کی ہی نہیں
لطف کیا جب نظر ملی ہی نہیں

اس بیگانگی کی ادا کا مجھ پر فوری اثر ہوا اور میں نے سمجھا آپ کو مجھ پر اعتبار نہیں ، بس یہ خیال مجھ دیوانہ مرکب پہ تھا جس نے مجھے اس قدر جلد جدائی پر مجبور کر دیا ۔

تم سے قسمت میں مری صورتِ قفلِ ابجد
تھا لکھا بات کے بنتے ہی جدا ہو جانا

اس پہ آپ نے یہ قیامت کی کہ چلتے وقت نہ اپنے ہاتھ سے دوڑ کر پکڑا نہ زبان سے روکا ؏

گھونگھٹ پہ اک اور تازیانہ ہوا

ورنہ ممکن نہ تھا کہ ایک قدم بھی میں چل سکتا۔ میں تو مرنے کے ارادہ سے گیا تھا اور صبح تک زندہ نہ رہ سکتا، لیکن افسوس!

کبھی یاس ہوئی نہ اپنی امید
تغافل سے تیرے گھر ہو گئی

اور کیوں نہ ہوتی؟ جب دعوت نامہ کا زیب عنوان یہ ظالم شعر تھا ؎

میری تقدیر میں دلگیر رہنا ہی مقدر ہے
زندگی آج تک حسرت میں وہ حسرت بھرا دل ہے

اب تو خوش ہو گئیں!

لو وہ تمھارا آج کہا ہو گیا۔

آپ مہذب اور تعلیم یافتہ لوگوں کو برا کہیں اور میں شرم نہ آ کرے! لٹے اس ظالم سے خدا سمجھے! شرم ہو تیرا برا دونوں کا ارمان رہ گیا۔

آہ! شوقِ دل سنانے کا کس قدر ارمان تھا۔ لیکن اب معلوم ہوا یہ میری غلطی تھی ؎

شوقِ دل تم سے کب بیاں کرتا
کہنے سننے کی بات تھی ہی نہیں

آپ دیکھتیں تو میں دکھاتا!

کس قدر جلوے تڑپتے ہیں مرے سینے میں

اور اسی وقت آپ کو میرے دل دردمند کا حال معلوم ہو سکتا، اب میں تو بے دردِ دل۔

آپ باور کریں تو عرض کروں کہ شوقِ دل سنانے سے زیادہ آپ کے "دردِ دل" سننے کا اشتیاق مجھے کشاں کشاں وطن لے گیا اور پھر ایسے زمانہ میں جبکہ کوئی گھر سے نہیں نکلتا، لیکن آہ! اپنی شوریدہ طالعی کو کیا کوسوں؟

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ!

آپ کو نہیں معلوم کہ میں آپ کی صحبت سے کس طرح اٹھا اور اٹھنے کے بعد کیا گذر گئی؟

یہ کیفیت تھی:

درد کی طرح آئے، گر پڑے آنسو کی طرح!

وہ رات، آہ! وہ دلگیر رات۔ میرے لیے قیامت تھی، جس بے چینی اور الم سے ... صبح ہوئی ہے لوحِ دل پہ اس کا نقش ثبت ہے، نہیں

خیر . . . میں کیونکر زندہ رہا ؟ اور پھر صبح ہوتے ہی لوگوں نے دیکھا
کہ ایک زندہ جنازہ ریل میں سفر کر رہا ہے . . . .

کاش میں زندہ واپس نہ آتا !!

کیا کہوں کس قدر مجروح اور دلگیر واپس آیا ہوں ؟ آپ کبھی دیکھیں تو دکھاؤں تے

لاکھ زخموں پہ بھی اک گوشہ سلامت دل میں ہے
جگہ "کس" کے لیے "خالی" بھری محفل میں ہے

"کس" کے پیے کی "ضمیر" جس طرف راجع ہوتی ہے اس کا فیصلہ کرنا آپ ہی پر منحصر ہے !

تمھیں پہ فیصلہ چھوڑا تمھیں کہو خدا لگتی

میری طبیعت اور آپ کی طبیعت میں بس اتنا ہی تو فرق ہے کہ آپ ذہانت ہیں چند روز تلخ ہونے کے بعد طبیعت سنبھل جانے کی اور مجھ دنیا دوست کی طبیعت کا یہ حال ہے کہ اب حشر تک سنبھلنے والی نہیں۔

آندھی کی طرح آئی طبیعت جدھر آئی

خیر یہ تو ہذیانات تھے جو بے ساختہ زبان قلم سے نکل گئے - اب میں ایسی بے ادبی، دل شکنی اور گستاخی کی باادب آپ سے معافی چاہتا ہوں ، خدا کے لیے معاف کر دیجیے . . . ورنہ مرجاؤں گا !

چاہتا ہوں کہ جب تک حیات مستعار باقی ہے - آپ سے خط و کتابت ترک نہ ہو ، فرصت ہو اور جی چاہے تو کبھی کبھو یاد فرماتے رہیے -

آپ کا قصوروار
"دلگیر"

(۲)

ہوالقادر

۲۲ نومبر ۲۶ء

سرکار !

گرچہ تقدیر سے ہم آپ کے شامل نہ رہے
ایسے نظروں سے گرے خط کے بھی قابل نہ رہے

اللہ اللہ !! اس قدر تغافل ، آپ نے میرے ۱۵ نومبر کے خط کے جواب کو اب تک لاجواب رکھا !

کیا وہ اسی قابل تھا ؟

خدا کے لیے جواب فوراً دیجیے ورنہ مرجاؤں گا -
اتنا معلوم ہو جائے کہ وہ خط آپ تک پہونچ گیا ؟

بس تسلی ہو جائے گی ؎

یہ جانتا ہوں کہ تم اور پاسخِ مکتوب
مگر ستم زدہ ہوں ذوقِ خامہ فرسا کا

آپ کا دل گرفتہ

(۴۳)

مزارِ دل
۱۲ دسمبر ۱۶ء

اب جفا سے بھی ہیں محروم ہم اللہ اللہ
اس قدر دشمنِ اربابِ وفا ہو جانا

حضورِ اقدس! ہدیۂ محبت قبول ہو۔

اس سے قبل دو خط ارسالِ خدمت کر چکا ہوں، میری بدقسمتی کہ دونوں لاجواب رہے کس منہ سے شکایت کروں کہ خود قصوروار ہوں ؎

تم سے بے جا ہے مجھے اپنی تباہی کا گلہ
اس میں کچھ شائبۂ خوبیٔ تقدیر بھی تھا

ہاں! عفوِ قصور کا طالب ہوں ؎

لطف مجرم پہ یہ مانا کوئی دستور نہیں — ہاں تیری بندہ نوازی سے مگر دور نہیں
تم ہو منت کش مداوا کے، کہو یا نہ کہو — اپنے قابو میں تو اب یہ دلِ مہجور نہیں

خدا شاہد ہے، آپ کی خاموشی سے میری حالت تباہ ہے جس کے صرف دو ہی علاج ہیں ؎

دل دہی چارہ ہے یا ترکِ محبت، لیکن — اس پہ راضی نہیں تم، یہ مجھے منظور نہیں

از راہِ پابوسی:

ہائے اگر آپ کے تغافل و استغنا کی یہی شان قائم رہی تو یاد فرمائیے ع

جان دے دے کوئی الفت میں تو کچھ دور نہیں

خدا کے لئے، جواب دے کر میری حالت سنبھالو۔ اتنا ہی لکھ دو کہ خطوط مل گئے، جرمِ محبت معاف کر دیا گیا — اور — اور یہ بھی نہ کر سکو تو ؎

تمنا کو تم اپنی منع کر دو — ہماری جان کے پیچھے پڑی ہے

بس اب گریہ مجبور، آگے کچھ نہیں لکھنے دیتا، جبراً ختم کرتا ہوں، مگر نظرِ لطف و نگاہِ مرحمت کا امیدوار ہوں ؎

تری نگاہ کو اللہ دل نواز کرے

بدستور مہجور
و دلگرفتہ

(۴)

لکھنؤ ۲۶ر دسمبر ۱۶ء

سرکار

تحفۂ نیاز! آپ کا روح نامہ مجھے ۲۴ر دسمبر کو ملا تھا جس کا جواب اسی روز لکھ کر خود ڈاک میں ڈالا تھا۔ غالباً نظر کیمیا اثر سے گذرا ہوگا۔

میں کل ۲۵ر دسمبر کو لکھنؤ پہونچا، اور بڑے دن کی تعطیل ڈاک خانہ میں نہ ہوتی تو کل ہی یہ خط پوسٹ کر دیتا۔

آج سب سے پہلے یہ خط لکھ رہا ہوں اور اپنے خط کے جواب کا نہایت شوق اور بے صبری سے منتظر ہوں۔

خدا کے لیے جلد روانہ فرمایئے، میں یہاں ۳۱ر دسمبر تک جواب کے انتظار میں قیام کروں گا۔

اپنا پتہ میں نے پہلے خط میں لکھ دیا ہے، اب پھر لکھتا ہوں۔ ممکن ہے کہ میرا پہلا خط نہ ملا ہو۔ اس لیے مختصراً یہ لکھتا ہوں کہ میں پہلی اور دوسری جنوری کو صرف آستان بوسی کے لیے بریلی آنا چاہتا ہوں اور میں ضرور آؤں گا۔

اگر آپ چند منٹ کے لیے مجھ سے مل سکتی ہوں تو اس کی تدبیر بتایئے اور مجھے مفصل جلد لکھیئے، ورنہ میں یہ کروں گا کہ بریلی حاضر ہو کے کسی جگہ مقیم ہوں اور آپ کے بھائی صاحب سے ملنے کے لیے در دولت پر آؤں اور طواف خانہ کر کے ناکام و نامراد لوٹ آؤں۔

اب بلانا یا نہ بلانا صرف آپ کے اختیار میں ہے۔

اگر در دولت کی حاضری میں کچھ رسوائی کا اندیشہ غالب ہو تو فوراً مطلع فرمائیے۔ ورنہ میں ضرور چوکھٹ کو سلام کرنے آؤں گا۔

میرا پتہ :- دفتر دلگداز - کٹرہ بزن بیگ خان، لکھنؤ

معرفت مولانا مولوی محمد عبدالحلیم کا شرر

بجز اشتیاق قدمبوسی اور کیا لکھوں۔

منتظر جواب

آپ کا "دل"

(۵)

بریلی ۴ر جنوری ۱۷ء

ہائے!

کیا ہی دلگیر چلے ہیں دل مجبور سے ہم
گئے تھے تیری زیارت کو بہت دور سے ہم

آہ! بے تابی سے، تمام دن انتظار میں گذرا، پھر بھی آپ کا خط نہ ملا۔

تکتک تکتک کے گھڑی پڑی نگہ انتظار آج

ہو، مایوس جاتے ہیں، خدا حافظ! پھر نہ آئیں گے۔
اچھا، رخصت — اور — ہمیشہ کے لیے
چلتے وقت فقیروں کی یہ دعا قبول ہو جائے ؎

"سلامت رہے نوجوانی کسی کی
بلا سے نہ ہو زندگانی کسی کی"

دنیا سے جانے والا
"بدنصیب"

(۶)

بریلی ۱۰ر جنوری ۳۸ء

ل قمر

پچھتاتا ہوں، کہ کیوں کوئی ناک اس امید میں!
کوئی، ہنس دیتا مرا حال پریشاں دیکھ کر

حضور! وطن چھوڑا، لکھنؤ آیا، لکھنؤ سے ٹھوکریں کھاتے کھاتے یہاں تک پہونچ گیا ہوں ؏

آئے تقدیر کی رسائی ہے!

ہائے، یہ آپ نے کیا ستم کیا کہ میرے دونوں خطوں کو اب تک لاجواب رکھا! لیکن . . . . .

قیامت کی کشش ہے تیرے اندازِ تغافل میں
دل ناکام ہے محوِ ادائے بے رخی اب تک

آپ کی تلاش یہاں لے آئی ہے ؎

ملے گا کھوج نہ کب تک یہ دیکھنا ہے ہمیں   ہم اپنی جان لڑا دیں گے جستجو کے لیے

(اُدھر دیکھئے)

میرے حاضر ہونے کی کیا غرض ہے؟ آہ! بس یہ ؎

تمہیں دکھانے کو لایا ہوں چاک پیراہن   تمہارا تارِ نظر چاہیئے، رفو کے لیے

اگر ممکن ہو اور جی بھی چاہے تو صرف اتنی تمنا ہے ؎

کبھی تو سامنے آجاؤ نقشِ آرزو بن کر
کبھی تو امتحانِ خوبیٔ تقدیر ہو جائے

اگر ایسا کر سکو تو ؏

تصدق تم پہ جانِ عاشقِ دلگیر ہو جائے

میں اس خط کے جواب کے انتظار میں یہاں ۴ر جنوری تک ٹھہرا ہوا ہوں، اس پتہ سے فوراً جواب دیجئے :-
بریلی - عقب کوتوالی - بمکان سید واجد حسین صاحب انسپکٹر پولیس پنشنر

. . . .

آج دس بجے دن کو صادق حسن صاحب سے ملنے حاضر ہوں گا، خدا کرے میرے آنے کی اطلاع آپ کو فوراً ہو جائے اور میں آپ کے نازک ہاتھوں کا بنایا ہوا پان کھا سکوں۔

کل ۳ر جنوری کو ۔ دس بجے دن کے پھر حاضر ہوں گا اور اس وقت تک میرے آنے کی اطلاع آپ کو اس خط کے ذریعہ ہو چکی ہو گی، اپنے ہاتھوں، دلبر ہاتھوں کے بنائے ہوئے پان ضرور کھلا دیجئے گا . یاد رکھیے !

افسوس ۔ ۴ر جنوری کو بھی اسی وقت حاضری دوں گا اور خط کا جواب اس روز تک نہ ملا (خدا ایسا نہ کرے) تو دل شکستہ مایوس وطن واپس چلا جاؤں گا . . . . . . اتنا خیال رہے کہ وہاں جیسے ناکام و ناشاد جی رہا ہوں زندہ نہ رہ سکوں گا !

"ٹکڑے ہوں گے بس جگر کے تیرے کو دیکھ کر"

ہاں ، خوب یاد آیا، اگر ممکن ہو تو اس کا جواب کسی معتبر آدمی کے ہاتھ (دستی) بھیج دیجئے کہ جلد مل جائے ورنہ فوراً بذریعہ ڈاک ارسال فرما کر جلا لیجیے۔

کاش ! آنکھوں نے جو خواب دلی میں دیکھا تھا اس کی تعبیر بریلی میں ملے۔ آمین۔

دیکھیے آتی ہے وہ کون مبارک ساعت
آپ دیکھیں گی ہمیں آپ کو ہم دیکھیں گے

اس تمنا کے ساتھ آنے والا

آپ کا دل

(۷)

بریلی ۳۰ر جنوری ۱۷ء

خسرو غریب است و گدا افتادہ در شہر شما
باشد کہ از بہر خدا سوئے غریباں بنگری

بندہ نواز ! کل یہاں پہونچ کر مفصل خط لکھ چکا ہوں . یقین ہے کہ ملا ہوگا ۔ خط لکھنے کے بعد در دولت پر حاضر ہوا، آستان بوسی کے بعد واپس آیا ۔ آج بھی گیا تھا اور کئی گھنٹے بیٹھنے کے بعد ابھی جائے قیام پر واپس آیا ہوں، اس وقت جو دل کی حالت ہے کیا عرض کروں ؟

آئے ہوس کشش کھینچ کے تیری جلوہ گاہ سے
ہائے اس طرح سے تو نہ جاتے تو اچھا ہوتا

حضورِ یار گئے بھی تو کیا ہوا حسرت
سلام کر نہ سکے ہم سوال ہو نہ سکا

آج ، ہاں آج ، پورا یقین تھا کہ خط کا جواب مجھے مل جائے گا ، لیکن نہ ملا - اب کہ چار بج چکے ہیں اور تیسری ڈلیوری کا وقت بھی نکل گیا میں جواب ملنے سے مایوس ہوں ، آہ ! کیا شرط وفا یہی ہے ؟
براہ کرم اس خط کو ملاحظہ فرماتے ہی فوراً جواب بھیجئے کہ کل شام تک مجھ کو مل جائے اور دل پر جو کوفت اور صدمہ ہے وہ دور ہو - خدانخواستہ اگر کل بھی جواب اور خطوط کی رسید نہ ملی تو میں تباہ ہو جاؤں گا اور شاید میری تباہی ابھی آپ کو منظور نہ ہو -
بہر تقدیر پرسوں رات تک جواب کا انتظار کر کے واپس چلا جاؤں گا اور پھر کون کہہ سکتا ہے کہ گھر زندہ پہنچوں ؟
کل ، ۲۸ جنوری کو ، ۱۲ بجے دن کے ، آخری مرتبہ حاضر ہو کر اس چوکھٹے کو چوموں گا جس سے قسمت نے وابستہ کر دیا ہے
آہ ! آخری حسرت یہ ہے کہ آپ کا کوئی زبانی پیام بھی نہ ملا ، جس کی آپ سے (پوری) توقع تھی -
کیا جس کو "دل دے دیا کرتے ہیں" اس کو بھول جاتے ہیں ؟
ظالم ، یہ محبت کا تو دستور نہیں ہے
اور کیا لکھوں ؟ بخدا دل بھر آتا ہے . . . . -

تم پر فدا ہو جانے والا
حسرت نصیب "دل"

(۸)

ارض تاج ۱۲ فروری سنہ ۷۱ء

جانِ دلگیر !
میں یہ القاب لکھتے ہوئے ڈرتا تھا مگر اب آپ ہی نے تجویز فرما دیا تو آئندہ بھی لکھا کروں گا ، قربان جاؤں ، اس سے پیارا اور دلفریب القاب آپ کے لئے ہو نہیں سکتا ، یہ معلوم ہوتا ہے میری روح ان دو لفظوں میں کھنچ کر آ گئی ہے -
خدا کرے آپ ہی "جانِ دلگیر" ثابت ہوں -
وقت پر مسیحا نامہ ملا ، جی اٹھا ، ورنہ دو دن بعد کچھ نہ تھا ؟
زہر تک پیس کے رکھ چھوڑا تھا کھانے کے لئے
شکریہ ادا کر کے اس احسان کو بے وقعت نہیں کرنا چاہتا -
عاشق نواز ، دلگیر نواز ، میں ہوں یا تم ؟
تمہیں پہ فیصلہ ٹھہرا تمہیں کہہ دو خدا لگتی
آپ کا خط دیر سے پہونچنے یا نہ پہونچنے کی اب کبھی شکایت نہ کروں گا ، چاہے اس کے انتظار میں دم ہی کیوں نہ نکل جائے

جس میں تم خوش ہو جو تمہاری خوشی

کنیز نوازی کے ذکر میں آپ کے انڈر لائن کرنے نے مار ڈالا ، اُف !

یہ بے پناہ تیر !!

نہ کہو ، اچھا نہ کہو ، لیکن بدگمانی بھی نہ کرو — جان دلگیر کہنے والی کوئی ہستی دنیا میں ہوتی تو میں دلگیر نہ ہوتا ....

معاف کیجیے ، مجھے دہلی نہ بلوایئے ، وہاں کی دادو سے میں بہت ڈرا ہوا ہوں ، اس لئے دہلی نہ آؤں گا ۔

میں آپ کی خاطر سے دلی اور بریلی گیا تو کیا آپ میرے لئے آگرہ نہ آئیں گی ؟ آئیے جلد آگرہ آئیے ۔ شاید وصل یہیں مقدر رہا ہو ۔

ہائے اللہ یہ کیا لکھ گیا ع کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

اتنا اور بتا دیجئے کہ خیر آپ کے صبر بیٹھ کر دوں ؟ بقول ع

کچھ صبر کیے سے بن نہ آیا یوں بھی تو بہت دنوں بسر کی

خدا ناؤں کی داد دینے کا وقت جلد لائے ۔ کہیے آمین !

میں نے وہ خط قصداً بھیجا تھا جس سے یہ معلوم کرنا منظور تھا کہ آپ کو دخل غیر کہاں تک پسند ہے ؟ الحمد للہ کہ جواب حسب منشا ملا ، اس لڑاشت نامی پر مرحبا ! آئندہ ایسی غلطی نہ ہوگی ۔

اچھا ، یہ تو فرمایئے ، اگر آپ نقاد کی ادارت اپنے ہاتھ میں لیں تو میں مرحوم کو زندہ کرنے کا سامان کر دوں ؟ دیکھیے کسی عنوان انکار نہ کیجیے گا ۔ ورنہ ع

دل ٹوٹ جائے گا کسی امیدوار کا

صرف اس تمنا کے ساتھ رخصت ہوتا ہوں کہ جواب اور رسید فوراً ارسال فرمایئے اور زیادہ منتظر نہ رکھیے ۔

آپ کا حسرت نصیب

دلگیر

(۹)

اردو تاج ۸ / مارچ سنہ ۱۷ء

تمنائے دلگیر

افتخار دو مسیحا نامہ ملا ، کس زبان سے شکریہ ادا کروں ؟

اس قدر اضطراب کیوں ؟ ہائے انہیں اداؤں پر جان دیتا ہوں ع

وعدہ نہ وفا کرنا پھر اس پہ یہ تاکیدیں

تا حشر ٹھہر جاؤ کیوں جان نکلتی ہے

"اس انقلاب کا مستحق اب سوائے تیرے اور کون ہو سکتا ہے؟ ہائے اسی کا تو یقین نہیں۔ دل جلوں کا ایسا نصیب کہاں؟

آپ ڈریں نہیں، میری زندگی، اگر وہ زندگی کہی جا سکے پہلے سے خراب ہے خراب رہے گی اور اسے خراب ہی رہنا چاہیئے، خود میری تیرہ بختی کا اثر مجھے تباہ کرنے کے لئے کافی ہے۔ آہ میں کیا اور میری آئندہ زندگی کیا؟

مردہ دل خاک جیا کرتے ہیں

اس کا انصاف آپ کے ہاتھ ہے کہ میری پرشوق نگاہوں نے آپ کو ڈھونڈھا یا آپ نے مجھ کو تلاش کیا۔ میں ۹ش سے دلگیر ہوں، ۱۹ برس میں آج تک کسی پر نظر ڈالی ہو تو کافر! اگر تیر خود کلیجہ پر آ کر پڑے تو زخمی ہونا ہی چاہیے۔ آپ کے پہلودار نشتر کھا کر مجھے احساس ہوا کہ میں دلگیر ہوں، اچھا دلگیر رہوں گا۔

اور مجھے دلگیر ہی رہنا چاہیئے۔

آہ! پرحسرت نگاہیں، کبھی پرشوق نگاہیں نہیں بن سکیں!!

"آخر اس محبت میں دھرا کیا ہے؟" اسے پڑھ کر مجھے اپنی ذات سے نفرت ہو گئی۔ بے شک میں محبت کرنے کے قابل نہیں۔ مجھ کو جو تھا، میری ریاکاری تھی۔ فریب دہی تھی، معاف کیجیے آئندہ یہ خطا مجھ سے نہ ہو گی۔

خدا مجھے اس دن کو نہ رکھے کہ میں آپ کی مٹی خراب کروں، آہ! یہ مٹی خراب ہونے کے لیے نہیں خراب کرنے کے لئے اور اس نے خراب کر دیا۔

"آپ کو کیا ہے۔ اور کوئی سہی" آہ... اس نشتر کا زخم مدۃ العمر نہیں بھر سکتا۔ ہاں میں ایسا ہی ہرجائی ہوں، ایسا ہی نامعقول ہوں۔

میری غلطی تھی، مجھے دھوکا ہوا کہ اپنے ریاکار اور بدطینت دل کو آپ کی محبت کے لائق سمجھا اور یہ نہ سمجھا ع

کہ عنقا را بلند است آشیانہ

میں آپ سے اظہارِ محبت کر کے پشیمان ہوں، شرمندہ ہوں اور اب چاہتا ہوں کہ آپ اسے از راہِ عنایت واپس کر دیں کیونکہ آپ کو چاہنے کے لیے آپ ہی کا سا معصوم اور بے لوث دل چاہیئے۔

میرے جذبات جھوٹے ہیں، میری محبت جھوٹی ہے، میرا دل جھوٹا ہے اور ہرگز اس قابل نہیں کہ آپ سے محبت کر سکے اس بدنصیب کی نادانی تھی کہ چھوٹا ہو کے اتنا بڑا دعویٰ کر بیٹھا جس کا وہ کسی طرح اہل نہ تھا۔

اچھا..... آپ مطمئن رہیں، اب میں کچھ نہ چاہوں گا — نہ دل۔ نہ انعام!

ہائے

آپ کو کیا خبر کہ یہاں تک خط میں نے کس حالت سے لکھا ہے؟ بتانا فضول ہے۔ سچ کہتا ہوں، یاد کیجئے اب میں اس حالت میں نہیں ہوں کہ آپ کی معرفی، جیسا جی چاہتا ہے، ناظرینِ نقاد سے کرا سکوں۔ خدا جانے فرطِ محبت میں زبانِ قلم

سے کیا نکل جائے جو شاید آپ کو ناگوار ہو۔ اس لیے بہتر ہے کہ آپ میری طرف سے بھی افتتاحیہ لکھ کر فوراً ارسال کریں کہ دونوں ساتھ ساتھ شائع ہو جائیں۔

اسے کسرِ نفسی نہ خیال فرمائیے گا۔ بنفس الامر یہی ہے جو عرض کر رہا ہوں۔ میرا افتتاحیہ فوراً نہ آیا تو پرچہ اپریل کے پہلے ہفتہ میں شائع نہ ہو سکے گا۔ اس لیے بواپسی ڈاک مرحمت فرما کر ممنون کیجئے۔

افتتاحیہ کے متعلق میری خاموشی سے اس کی تعریف کا اندازہ کر لیجیے۔ کاش میں ایسا لکھ سکتا ع

ہر بات تری فسانۂ حسن!

پہلے نمبر کے لیے اپنا ایک مضمون جلد بھیج دیجئے۔ اور ہ

عکسِ رُخ موتیوں کے دانوں میں

دکھائیے تو سب سے پہلے جس کی طرف سے وابستے ہی۔

وہ ہیں جو ان آپ کا
دلدادۂ تحریر
دلگیر

(۱۰)

۱۴/ مارچ ۴۷ء

خط لکھیں گے گرچہ مطلب کچھ نہ ہو
ہم تو عاشق ہیں تمہارے نام کے

میری جان!

اپنی حالت کیا عرض کروں؟ ع

جب سے ہوئے ہیں تیرے بیگانہ ہیں جہاں سے
اپنے خیال سے بھی نا آشنا یاں ہیں

ہائے عجب حالت ہے!

آپ کے خیال کے سوا کوئی مونسِ تنہائی نہیں۔ حافظ نے گویا میری زبان سے کہا ہے ع

برآستین خیال تو میزنم بوسہ   برآستان وصال تو نیست دست نیاز

ذرا اس شعر کی حسرت دیکھئے گا۔!

آہ ————

آپ کی اور میری حالت کا اندازہ اس شعر سے بخوبی ہو سکتا ہے۔

منم آنکہ خدمتِ تو کنم و نمی توانم
توئی آں کہ چارۂ من نہ کنی توانی

سچ کہو، یہ شانِ بے نیازی کب تک دلگیر رکھے گی؟

نقاد کی اشاعت کے سامان کے بعد، تعویقِ جواب سخت دل شکن ہے، جلد جلد جواب لکھتی رہیے اور میری طرف سے افتتاحیہ لکھ کر بواپسی ڈاک بھیج دیجیے کہ کتابت میں ہرج نہ ہو اور نقاد مقررہ وقت پر شائع ہو جائے۔ آپ کا افتتاحیہ بلاک بنوا کر چھپوانے کا ارادہ ہے یقین کیجیے، مجھ میں لکھنے کی بالکل حالت نہیں ہے۔ کل سے حرارت زیادہ ہے۔

آپ کا

بیمار

(۱۱)

۱۷/ مارچ ۱۹۱۷ء

قمر دلگیر!

خوش رہو، میرے دونوں خطاب تک لاجواب رہے۔

میری طرف سے افتتاحیہ تو کیوں لکھتیں، مزاج پرسی تک نہ کی، اس ناخوشی کا کیا ٹھکانا ہے؟ خیر

گو نہیں پوچھتیں اپنا وہ مزاج
ہم تو کہتے ہیں دعا کرتے ہیں

تم سلامت رہو!

مرمر کے افتتاحیہ کی تقریب کی ہے گویا آپ کا منہ چڑایا ہے۔ بغرض حکت و اصلاح بجنسہ بھیجتا ہوں، نظرِ ثانی کی، دیکھ کر جلد واپس فرمایئے۔ ورنہ نہ ہو۔

پہلے نمبر کے لیے اپنا کوئی مضمون بھی فوراً عنایت ہو کہ ضرورت ہے۔ آپ کا افتتاحیہ بلاک بننے اور چھپنے کے لیے بمبئی گیا۔ نقاد دو جزو تک لکھا جا چکا، تیسرا جزو لکھنا باقی ہے۔ پرسوں سے چھپنا شروع ہو جائے گا۔ حیران ہوں اب سے خدا جانے کیا ہوگا؟

واللہ لوگ دیکھتے ہی مرحبا کہیں گے!

وہ، جن کی مسیحائی نے نقاد کو دوبارہ زندہ کیا ہے اس کی حیاتِ ثانیہ کو خدا جانے کس رنگ میں رنگ دیا ہے۔ دنیا علم و ادب میں یہ پہلی مثال ہے کہ ایک ادبی رسالہ کو ایسا قابل، ذہین اور غیر معمولی پاکیزہ مذاق ادب رکھنے والا نسوانی دماغ تہذیب و ترتیب کے لیے میسر آیا ہو۔

آپ ایک بار دیکھ تو لیں

انشاء اللہ تعالیٰ حسب وعدہ اپریل کے پہلے ہفتہ میں نقاد آپ کے دستِ ناز میں ہوگا اور یہی امتحانِ محنت ہے!
لیکن نقاد کے نظامِ ہستی کو برقرار رکھنے کے لیے ضرورت ہے کہ آپ جلد جلد لکھتی رہیں اور اپنے افکارِ جمیلہ سے محروم نہ رکھیں ورنہ اب میری موت میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔

مضمون بغیر اصلاح واپس کیا تو لڑوں گا، گو لڑنا نہیں آتا۔

صرف
آپ کا

(۱۲)

۱۸ مارچ (۱۹۱۷ء)

کیا لکھ دیا تھا خط میں ستمگر کہ پڑھتے ہی
بے چین کر دیا، دلِ خانہ خراب کو!

دلگیر قمر!

خدا خوش رکھے، مایوس ہو کر کل ۱۷ مارچ کو ایک لمبا خط اور بھیجا ہے۔ جس میں افتتاح افتتاحیہ بھی ملفوف ہے۔ نظر کیمیا اثر سے دیکھ کر جلد واپس فرمایئے۔ آج صبح سے بہت بے تاب و پریشان تھا، خدا جانے کیوں قلب کے ٹکڑے اُٹھے جاتے تھے کہ اسی حالت کرب و اضطراب میں محبت نامہ ملا۔ جس کو پڑھ کر رو دیا، اب تک رو رہا ہوں اور جب تک یہ خط پیشِ نظر رہے گا روتے جاؤں گا۔ الاماں!

میں اور تم سے روٹھ جاؤں، میں اور تم سے خفا ہو جاؤں، تمام دنیا ملنے پر بھی ممکن نہیں! ارے توبہ! یہ آپ نے معافی کیوں چاہی، تو بہ کیوں کی، جس سے میں تباہ ہو گیا، کھو گیا، کہیں کا نہ رہا۔۔۔ ہائے تم نے یہ فقرہ نہیں لکھا بلکہ ع

کاغذ پہ رکھ دیا ہے کلیجہ نکال کے

خدایا یہ مہر و محبت سلامت رکھے کہ دلگیر کی زندگی کا سہارا اب صرف تمھیں ہو۔

جانے دیجئے۔ مارچ کے لیے کچھ نہ لکھیے، اپریل ہی کے واسطے لکھئے۔ مگر جلد بھیج دیجئے کیونکہ دوسرے نمبر کی کتابت بھی اسی ماہ میں شروع ہو جائے گی۔

دو سطر کے ٹکڑے کو میں نے دل میں جگہ دی ہے۔ دیکھیے گا، کہاں رکھا ہے؟ اس دل کے ٹکڑے پر، جس سے آپ کے جذبات عیاں ہیں، دفتر کے دفتر نثار ہیں۔

چند سطریں گر عطرِ زندگی! ظالم، اس نے تو نے بڑے بڑے نازک سہاروں کا ست کھینچ لیا۔۔۔

نقاد کے پہلے نمبر میں بہت پاکیزہ مضامین ہیں بڑی پیاری نازک خیالیاں ہیں مگر سچ کہتا ہوں سارے نقاد میں اس چاند کے ٹکڑے کا جواب نہیں ع لوگ دیکھیں گے تو مر جائیں گے

اسے دیکھ کر میرا جی چاہتا ہے، اب کبھی قلم ہاتھ میں نہ لوں۔
"ایک کلی کو اپنی آغوش میں لے لیا اور تھک کر گر پڑی"
آہ! ــــــــــ اس خیال کی حسرت کوئی میرے کلیجے سے پوچھے یا ـــــ آپ کے ـــــ دل ـــــ
سے ـــــ!

پھر دل میں ہے کہ بریلی کی رنگین گلیوں کی خاک چھانوں، وہیں کہیں تھک کر گر پڑوں اور خاک ہو جاؤں۔ لوگ اس "غبارِ رنگین" کو اٹھائیں اور دریا تک پہونچا دیں۔ فہو المراد!

میں تو انجامِ محبت کے لیے تیار ہوں
کیا کروں ہے بارِ خاطر تم کو آسانی مری

خاکسار
جان نثار
دلگیر

(۱۴۳)

۲۴ر مارچ [illegible]

پیاری قمر

میری تباہی میں جو کسر رہ گئی تھی وہ اس خطاب نے پوری کر دی۔ اللہ تمہیں سلامت رکھے اور مجھے اس خطاب کا اہل ثابت کرے۔ کہو آمین!

میں شرمندہ ہوں کہ مجھ سے، آپ کی تعریف، آپ کی شان کے لائق نہ ہو سکی، اس پہ بھی آپ شرمندہ ہوں تو ظلم ہے کہ نہیں؟

اب جو کچھ ہو۔ یہ مجھے سوجھی خوب۔ اس پہ میں ناز کر سکتا ہوں۔ اپنی خوش خطی کا حال مجھ سے پوچھیے جس کی نوک پلک دل میں پیوست ہے۔ ۔ ۔ آہ!

بس آپ چپ ہی رہیے اور کرنے دیجیے جو میرا دل چاہے۔

کل ۲۳ کو بمبئی سے بلاک کا تخمینہ آیا تھا جو آپ کے ملاحظہ کے لیے ارسال ہے، کل ہی تار دے دیا گیا کہ فوراً بلاک بنا کر زیادہ سے زیادہ ۳۱ تک روانہ کر دیا جائے۔ خدا کرے وقت پر بلاک بن کر آ جائے ورنہ پرچہ کی اشاعت میں خواہ مخواہ دیر ہو گی جو مجھے کسی طرح منظور نہیں۔ نقاد پریس میں ہے اور چھپ رہا ہے انشاء اللہ تعالیٰ ۳۱ مارچ کو چھپ کر تیار ہو جائے گا۔ اس وقت تک بلاک بن کر آ گیا تو فوراً پرچہ روانہ ہو سکے گا۔ کہیے، آ جائے گا؟

اللہ کا شکر ہے کہ افتتاحِ افتتاحیہ آپ کو پسند آیا، یہ قدر دانی نہیں ہمت افزائی ہے۔ اور وہ بھی نااہل کی سیحی۔

ہے کہ آپ کے کلماتِ محبت اور جذباتِ قدر افزائی کا شکریہ ادا کرنا چاہوں بھی تو نہیں کر سکتا۔

تعریفِ محبت کا اہل بننے کی تدبیر مجھ سے پوچھی جاتی ہے، اسے سبحان اللہ! اس قدر ستم ظریفی!! اسے میں کیا بتاؤں؟ خود اپنے دل سے پوچھیے وہی سب بتا دے گا۔ اتنا میں بھی جانتا ہوں ؎

تم چاہو اگر ۔ ۔ ۔ ۔ کیا نہ ہو، ہو نہیں سکتا
یاں ہو نہیں سکتا کہ وہاں ہو نہیں سکتا

آپ کو یہ باتیں اچھی معلوم نہ ہوں گی لیکن دیکھیے کس قدر پتہ کی کہہ رہا ہوں!

یہ ارمان رہ گیا کہ میرے مختصر مضمون میں کسی جگہ آپ کا قلم نہ لگا۔ کاش ایسا ہوتا تو اس کی آبرو بڑھ جاتی مگر جب آپ کو میری آبرو بڑھانی منظور بھی ہو۔

اب بھی آرزو پوری کرنے کا موقع ہے۔

توبہ! میں آپ سے لڑ سکتا ہوں ؎

کہیں ایسا بھی ہو سکتا ہے ایسا ہو نہیں سکتا۔

مجھے حیرت ہے کہ نقاد کیا ہوگا؟ خدا نظرِ بد سے بچائے اور آپ کی آغوشِ محبت میں جوان کرے! اُف!! مجھ کو دیکھو راستے دیکھو، یہ تمنا دیکھو۔

اللہ آپ کے دل سے نکلی ہوئی دعائیں سن لے اور مجھے یقین ہے کہ وہ ضرور سنے گا۔

ہائے! تفصیل نہ لکھی کہ آپ نے بہت بے چین کر دیا۔ خدا کے لیے صاف صاف لکھیے، مفصل لکھیے۔ اور جلد لکھیے کہ اپنی داستانِ درد آپ کب سنائیں گی، کب سنیں گی۔ کہاں سنائیں گی، کہاں سنیں گی؟ سچ کہتا ہوں۔ اب مجھ سے صبر نہیں ہو سکتا۔ خدا جانے کس کس طرح اپنے غمگین اور وحشی دل کو سمجھا رہا ہوں، بہلا رہا ہوں، پھسلا رہا ہوں۔ لیکن یہی بیگانگی و لاعلمی قائم رہی تو چند مہینوں سے زیادہ نہیں جی سکتا۔ اس لیے چاہتا ہوں۔ او بس قدر چاہتا ہوں کہ اپنی زندگی ہی میں آپ کی داستانِ درد سن لوں، اپنی غم بھری کہانی آپ کو سنا دوں اور پھر

تم پہ، ہاں تم پہ، نثار ہو جاؤں، مر جاؤں!

آہ! کیا کوئی تدبیر ایسی نہیں کہ ہم ہمیشہ کے لیے، مدت العمر نہ چھوٹنے کے لیے کبھی نہ بچھڑنے کے لیے، ایک دوسرے سے مل جائیں ——؟

اس سوال کے جواب پر میری موت اور حیات منحصر ہے، خدا کے لیے سوچ سمجھ کر دینا، اور وہ بات لکھنا جو حقیقتاً تمھارے دل میں ہو۔

ہائے اللہ! کس قدر حسرت ہے کہ آپ کے سفر کے پروگرام (نظام) میں کبھی غریب و بے کس آگرہ شامل نہیں ہوتا!!

پیاری! کیا میں دریافت کر سکتا ہوں کہ دہلی میں وجہ بے اطمینانی کیا ہے؟ پیاری! کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ دہلی یا پھر

لکھنؤ جانے کا ارادہ کس لیے ہے؟

میں جواب اور مضمون کا بے صبری و شوق کے ساتھ منتظر ہوں۔ آپ نقاد کا انتظار کیجئے۔

جو ۱۰، ۱۱ تک انشاء اللہ شائع ہو جائے گا۔

پرچہ تیار ہے، صرف بمبئی سے بلاک چھپ کر آنے کا انتظار ہے۔ آج پھر تار دیا ہے۔

خدا کے لیے، مختصر خط نہ لکھا کیجئے، یہ مجھ پر ایسا ظلم ہے جو کسی طرح بھی برداشت نہیں ہو سکتا۔

آخر بہت شوق کی کچھ تو رعایت ہونی چاہیئے کہ

گل نہیں تو گل کی نکہت ہی سہی

آپ کی طرح لکھنا نہیں آتا۔ ورنہ خدا جانے کیا لکھتا۔

جان نثار

دلگیر

(۱۴)

۲۸ مارچ ۱۷ء

آپ کا محبت نامہ ۲۵ مارچ کا لکھا ہوا آج مجھے ملا ہے۔ اس سے قبل ۲۲ مارچ کو ایک خط اور لکھ چکا ہوں، خدا جانے آپ کو ملا یا نہیں؟

مگر آپ مل کے کیا ہو گا۔؟

اس خط کے آخری فقرے پڑھ کر دل پر بجلی گر پڑی اور میں اس قابل نہ رہ گیا کہ آپ کو کسی بات کا برا بھلا جواب سکوں۔

آپ کو میری قسم "انکار نہ کیجئے" خدا مبارک کرے۔

میں بدنصیب رہ کر کہیں زندگی کاٹ دوں گا۔ آپ اس کا غم نہ کریں۔ بے کس نقاد کے مر جانے کا البتہ افسوس ہو گا خیر اپنے ساتھ اس کا بھی صبر کر لوں گا۔

حسرت نصیب

دلگیر

(۱۵)

آگرہ ۱۴ اپریل ۱۹۱۷ء

پیاری

جذبِ محبت دیکھئے۔ آج آپ کا (چاند سا) خط ملا اور آج ہی آپ کو نامہ دلگیر (نقاد) مل گیا ہوگا۔ کل جس وقت آپ کا خط پوسٹ ہوا ہے (1-3 P.M.) ٹھیک اسی وقت نقاد بھی ڈاک میں ڈالا گیا تھا۔ دیکھئے کب ملا۔

میرے طویل خط کا مختصر و تشنہ جواب، میرے شوق کی یہ رعایت ملحوظ رکھی، داد قبول فرمائیے!

میرے سراپا آرزو و سوال کو آپ نے اب تک لاجواب رکھا، آپ کی مرضی، لاجواب ہی رکھیے۔ اس ادا پر بھی جان نثار ہے ؂

مطلب کی کہی نہ ایک ظالم　　کیا بات ہے تیری گفتگو کی

اب کسی طرح صبر نہیں ہو سکتا، ہائے اللہ! کہاں وہ "کلی" نے اور آگ لگا دی۔ "نقاد" کو تفصیلی رائے لکھیے جیسا لکھا، جو نقائص رہ گئے ہوں مطلع فرمائیے کہ دور کر دیے جائیں۔ میں چاہتا ہوں "نقاد" آپ کے خیالات کی تصویر بن کر نکلے۔ اس لیے ہمیشہ شوکتی رہیے۔

"حسن" کا منتظر ہوں — جلد آئیے۔

غزل اور کلی دیکھی، کیا بتاؤں اس افسردہ دل پر کیا گذر گئی؟ ایک گھنٹہ سے کم نہیں رو دیا۔ اب میں تمھیں ہی ان کی داد ہے۔

غزل سراسر جمال ہے، کس کس شعر کی داد دوں۔ خصوصاً مطلع اور ان اشعار نے تو کلیجہ نکال لیا ہے —

(۱) روح آتی ہے (۲) یہ نہ سمجھیں گے (۳) آنکھ ملتی تھی

"اے کلی"

اُف، اس دلگیر عنوان نے کہیں کا نہ رکھا۔ کلی کے پردہ میں مخاطب کون ہے؟

آہ! یہ میں نہیں جانتا مگر اتنا جانتا ہوں کہ جیسے کوئی مجھ پر گذری ہوئی تیرہ ساله کی کہہ رہا ہے اور اس شب دلگیر کی یاد دلا رہا ہے جب چاند نظر کے سامنے آتے ہی چھپ گیا تھا، اوجھل ہو گیا تھا۔

آہ! میں اس چاندنی رات کے خواب کو اب تک نہیں بھولا جسے میں نے بیداری میں دیکھا تھا۔

مضمون سرے سے پاک تخیل ہی تخیل ہے لیکن کن نزاکتوں کی داد دی جائے؟ اگر نوٹ انتخاب مجروح ہے تو میرا قصور نہیں۔ میں وہ زبان کہاں سے لاؤں جس سے لطافت جذبات کی داد دوں۔ تاہم جہاں آپ کی نازک خیالی میری آنکھ سے آنسو بن کر ٹپکی — اسے تو میں الگ کر کے ظاہر کرتا ہوں۔ آپ بھی ایک اچٹتی ہوئی نگاہ ڈال لیجیے:

۱۔ (اے گردِ راہ دلبر! اے عقدۂ بہار! اس خطاب پر شعراء کے ہزاروں دیوان نثار۔

۲۔ (اور تیری حس کی قائل ہوں کہ صبح تک تو میرے ہم نفس ہونے کا بھی بار نہ اٹھا سکی۔

آپ نے کس قیامت کی چٹکی لی ہے۔ دل کا اُڑا ہوا دامن یاد آ گیا۔ آہ کس قدر شرمندہ ہوں۔

۳۔ (جب چاند کی کرنیں۔۔۔۔۔ میری انگڑائیوں سے ایک مد و جزر کی کیفیت پیدا کر رہی تھی۔)

ہائے کتنی حسرت ہے۔ اس وقت جب یہ عالمِ کیف طاری تھا میں موجود نہ تھا ورنہ میری جان نثاری سے ان اداؤں میں جان پڑ جاتی۔ بتائیے!

کیا میری قسمت میں کوئی ایسی رات نہیں ؟!

۴ - (میری نیند میں تو اپنی آنکھیں کھول کر تباہ و برباد ہو جائے) کاش یہ موقعہ مجھے نصیب ہو۔

۵ - (تیرا تن نازنین .... تو ہمیشہ اسی خواب کے پاس رہے گی)

۶ - (میں تجھے مرقع میں .... خواب ہی دیکھ رہی ہوں)

۷ - (اے کلی .... میرے دامن میں رہے گی)

۸ - (اے میں تنہائے تصویر میں .... میری صورت کے لئے تڑپ رہا ہے، بے قرار ہے)

کیا ان جذباتِ لطیف و خیالاتِ نادرہ کی داد دی جا سکتی ہے؟ کیا ان دل کے ٹکڑوں کا کوئی مول ہو سکتا ہے جن

معاوضہ میں جان سی شے بھی حقیر ہے؟

سچ یہ ہے کہ نہ اس سے بہتر تمہید ہو سکتی ہے اور نہ خاتمہ، خاتمہ پر میں جس قدر ناز کروں کم ہے کہ اس کا مخاطب

ہاں دلگیر کے دل کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

" ایک ننھا سا مزار "

آپ کی پیاری زبان سے سنتے ہی دل اچھل پڑا، میں نے دیکھا کہ " وہ کلی " بھی اس کے ساتھ ہی ساتھ اچھل رہی

تھی اور زبانِ حال سے گویا تھی:

" میں وہاں پہونچ گئی جہاں مجھے پہونچ جانا چاہیے تھا "

کیا میں اس چاند سی صورت کو دیکھ سکتا ہوں جس کے پاکیزہ سینہ پر اس کلی نے ایک رات، ہاں صرف ایک چاندنی

بسر کی ہے؟ کیا مجھے بھی یہ شرف و افتخار حاصل ہو سکتا ہے کہ ایک رات مل کر بسر کر لینے کے بعد میری خاک آرزو، آپ کے

دامن رنگین میں رہے؟ خدا کے لئے ان سوالوں کا عملی جواب دیجئے ورنہ حسرت ہی میں تمام ہو جاؤں گا جو شاید آپ کو منظور

ایک جگہ آپ نے لکھا ہے " اسے پژمردہ کلی " " پژمردہ " کی جگہ " دلگیر " لکھ دیتیں تو میری آبرو یقیناً بڑھ جاتی۔ مگر

ایسی قسمت کہاں؟

آپ ہنسیں گی اگر میں یہ کہوں کہ اپنے مضمون و غزل کی تعریف کے لئے خود ہی نوٹس لکھ دیجئے کیونکہ میں اپنی تنہائی

کو اس فرض کی ادائیگی سے قاصر پاتا ہوں، کم از کم میری یہ خواہش تو پوری کرنی ہوگی۔

دیکھو! تمہیں ہماری قسم، انکار نہ کرنا۔

جواب فوراً آئے اور مفصل۔

کیونکر کہوں

آپ کا

دلگیر

(۱۶)

۱۶ اپریل ۱۹۱۷ء

نازِ التفات

روحی فداک۔ خدا جانے کیا بات ہے کہ آپ نے خط کا جواب ہزار کو لکھنے کے بعد خود بخود جی بھر آتا ہے، روتا ہوں مگر تسکین نہیں ہوتی۔ ہائے یہ مجھے کیا ہو گیا ہے۔ ع

جان برباد کرم ہے، دل تباہ التفات

کل کی رات جس کی صبح کو یہ خط لکھ رہا ہوں، آنکھوں میں کٹ گئی، تا دن کو دکھا گر جاتے۔

"چاند" یہاں بھی نظر نہ آیا!

اپنی حسرت کی داد کس سے لوں؟

نہ معلوم کیوں؟ رات نیند نہ آئی، مر مر کے صبح ہوئی، بس وہی" افسردہ گل" پیشِ نظر تھی جس نے آپ کے دھڑکتے ہوئے سینہ پر ایک رات بسر کی تھی۔ رہ رہ کے خیال آتا تھا۔

" مجھ سے تو وہ گل ہی اچھی

اس خیال سے کلیجہ میں ہوک اٹھی۔ دل کی بے تابی بڑھی اور یہ نالے خود بخود موزوں ہو گئے۔ افسوس جن کی داد دینے والا بھی یہاں موجود نہیں آپ کے پاس اصلاح کی غرض سے بھیجتا ہوں۔ خدا کے لئے کہیں ان پر اپنا نازک قلم لگا دینا۔ آبرو بڑھ جائیگی۔

آہِ دلگیر

مرنے والے! یہ تیرے دل میں خیال اچھا ہے ۔۔۔ جان جاتی ہے مگر کہتا ہے حال اچھا ہے!
اب ہے کیا ذکرِ شبِ ہجر جو دل پہ گذری ۔۔۔ پوچھنے والے سلامت رہیں، حال اچھا ہے
جی اٹھے گا ابھی یہ ہجر میں مرنے والا ۔۔۔ آپ پوچھیں تو سہی آن کہ حال اچھا ہے
آپ آزردہ نہ ہوں، روئیں نہ تربت پہ مری ۔۔۔ آپ کی جان سے دور، اب مرا حال اچھا ہے
ہائے اس حال سے سب عمر ہوئی اپنی بسر ۔۔۔ یہ نہ پوچھا کبھی تم نے "تیرا حال اچھا ہے"
سن لیا جب کہ بُرا حال ہے تم نے پوچھا ۔۔۔ چارہ گر پوچھتے ہیں مجھ سے کہ حال اچھا ہے
ان کے جلوہ سے ہیں محروم ہماری آنکھیں! ۔۔۔ آہ! دلگیر، یہ نیرنگِ جمال اچھا ہے

وہی اچھا ہے کہ ہو جس میں کسی کی مرضی
ہجر اچھا ہے نہ دلگیر وصال اچھا ہے

ہائے، یقین کرو، اب میری وحشت بڑھتی جاتی ہے، کسی طرح ضبط اور صبر نہیں ہو سکتا۔ دل، دو آئیں چاہتا ہے،

ایک روزانہ خط، دوسرے قدم بوسی۔

تمھیں میری جان کی قسم، سچ سچ بتاؤ، تمھارے قدموں میں جان دینے کے لیے کب تک صبر کروں؟ بس تاریخ مقرر کر دو نہیں تو مجھے خدا پر چھوڑ دو اور کرنے دو جو میرا دل چاہتا ہے۔ پیاری! جی چاہے تو اس کا ضرور کچھ انتظام کر دو کہ تمھارا خط مجھے روزانہ مل جایا کرے ورنہ میں اپنے حواس میں نہ رہوں گا۔ پاگل ہو جاؤں گا۔

آپ کے مراسلات نے ایک نیا لٹریچر پیدا کر دیا ہے، باور فرمائیے۔ آپ کا خط نہیں ملتا تو میں کھویا کھویا سا رہتا ہوں۔ ہائے کسی کام میں جی نہیں لگتا، خدا جانے یہ آپ نے کیا کر دیا ہے؟ سنو! اگر میری آرزوئیں پوری نہ کی گئیں اور صاف صاف جواب ہر بات کا نہ ملا تو بس پھر میں ہوں اور بریلی ہے اور در یار کے سجدے!

دیکھ لینا۔ نقاد کو چھوڑ کے بھاگ کھڑا ہوں گا۔ ان گلیوں کی خاک چھانوں گا جہاں "قمر منزل" ہے۔

اور اپنی قمر کی جان قرار پچوکھٹ پر جان دے کر دم لوں گا۔

پیاری! انھیں محض الفاظ نہ سمجھنا، دل کی حالت یوں ہی رہی تو یہ اک روز ہو کر رہے گا۔ خطوں کا جواب اور ان کی رسید، پیاری لکھ اور جلد لکھ۔

دیوان حسرت موہانی پر آپ ریویو کرنا چاہیں تو بھیج دوں۔ نقاد میں کچھ نقد کا سلسلہ بھی آپ کی طرف سے رہے تو نہار ہوگا۔ دنیا ویسے ہی حیران ہے۔ یہ دیکھ کر اور آئینہ بن جائے گی۔

بیگم حسرت نے مجھ سے پوچھا:۔

"نقاد ایک خاتون کے ہاتھ میں"

"کے عنوان سے جو اشتہار شائع ہو رہا ہے اور جس کی تعریف بے حد دیکھی وہ کون ہیں؟ اگر کوئی امر مانع نہ ہو تو مفصل کیفیت سے اطلاع دیجیے۔ قاعدہ کلیہ ہے کہ کسی چیز کی تعریف سن کر اس کے دیکھنے یا کم سے کم اس سے واقفیت بہم پہونچانے کی جستجو رہتی ہے۔"

میں نے ان کو لکھ دیا ہے ؎

"آہ نہیں رخصتِ افشائے راز ۔۔۔ قصہ تو معلوم ہے سارا مجھے

اگر آپ ان کو دیکھنا چاہتی ہیں تو نقاد میں دیکھیے جو عنقریب حاضر خدمت ہوگا۔ ہاں اتنا عرض کر سکتا ہوں کہ" وہ ایک دکھتا جی اور ایک جان ناتوان ہے جس کے نالے نقاد میں دیکھیے گا۔"

آپ ہی بتائیں اور کیا لکھتا؟

جی نہیں چاہتا ختم کروں مگر سمع خراشی آخر کہاں تک؟

لیجیے آداب، اب جاتے ہیں ہم۔

ہلاک آرزو

دلگیر

(۱۷)

۱۷ اپریل [illegible]

تمنا کو تم اپنی منع کر دو
ہماری جان کے پیچھے پڑی ہے

جانِ دلگیر

آج، ہاں آج غالب توقع تھی، پوری امید تھی کہ آپ کا بھیجا نامہ ملے گا، لیکن آہ نہ ملا۔ کیا بتاؤں غم نصیب جی پہ کیا گذر گئی۔ ہائے خدا کسی کو امیدوار نہ کرے!

جواب نہ سہی، کم سے کم نقد کی رسید فوراً دینی تھی۔

پرسوں رات سے بُرا حال ہے، خبر نہیں کیوں؟ کل کی رات بھی جیسی گذری۔ الاماں بیان کر کے آپ کو افسردہ کرنا نہیں چاہتا ع ہاتھوں پہ ساری رات دلِ ناصبور تھا

اضطرابِ شب میں یہ شعر ارشاد ہو گئے جو برائے اصلاح بھیجتا ہوں۔

بادِ ایام کہ مر کے کٹی ہجر کی شب　　جو گذر جائے کسی پر وہی حال اچھا ہے
گو نہ آئے مری بالیں پہ دمِ نزع یہاں　　خیر پوچھا تو سہی تم نے کہ حال اچھا ہے
نہ خوشی جینے کی مجھ کو نہ ہے مرجانے کا غم　　آپ جس حال میں رکھیں وہی حال اچھا ہے
— لکھی دلگیر نے خاطر سے قمر کی یہ غزل　　ان کو جو حال پسند آئے وہ حال اچھا ہے

پہلے مقطع میں صرف آپ کے لیے یہ ترمیم کر دی ہے۔

وہی اچھا ہے کہ ہو جس میں قمر کی مرضی　　ہجر اچھا ہے نہ دلگیر وصال اچھا ہے

رات تو یوں گذرتی ہے اور دن بھر وہ گل دیکھتا رہتا ہوں جسے کاغذی پیراہن دے کر حیاتِ ابدی بخش دی ہے۔ اس فریب کی دل گرفتگی و دلگیری دیکھ کر طبیعت بے تابو ہو جاتی ہے۔ بے اختیار رو دیتا ہوں۔ سارے آنسو "گل" پر گرتے ہیں۔ جن کی نمی شاید اسے کبھی شگفتہ و شاداب کر سکے۔

کیا کوئی صورت ایسی نہیں کہ میں بریلی حاضر ہو کر اک نظر آپ کو دیکھ لوں؟ خدا کے لئے صاف صاف لکھو۔ بے چین ہوں۔ آگرہ تو آپ کیوں آنے لگیں؟

کیا آپ کی کوئی تصویر ہے؟ ہو تو اسی کو بھیج دیجیے۔ غم غلط ہو جائے گا۔ اچھا یہ بھی نہ سہی، اپنا رومال ہی میرے آنسو پونچھنے کے لیے بھیج دیجیے (ابھی ابھی ایک ہچکی آئی، شاید آپ نے یاد کیا) ہائے ع

اتنا نہیں کوئی آنسو پونچھے　　کیا روؤں میں اپنی بے کسی کو

"حسن" کا بے صبری و شوق کے ساتھ منتظر ہوں۔ خدا جانے کس قیامت کا ہوگا؟

(کہہ دیجیئے "کسے خبر ہے") شاید میں اس آئینہ میں آپ کو دیکھ سکوں جس کی بڑی تمنا ہے۔ فرصت ہو اور جی بھی چاہے تو "مہندی" یا "اتری ہوئی مہندی" پر کچھ لکھ ڈالیئے کہ یہ آپ کا حصہ ہے۔ جان دینے کے لئے میں حاضر ہوں گا

تو مشق ناز کر خون دو عالم میری گردن پر

دل سے تمہارا

دلگیر

(۱۸)

۲۰ اپریل ۱۹۱۷ء

جان دلگیر

سلامت رہو۔ دعائے نیم شبی قبول ہوئی، وہ خط جس کے لیے بے تاب تھا، ملا، بوسہ دیا، آنکھوں سے لگایا، دل پر رکھا۔ لاحول ولا قوۃ۔ آپ بھی اسے سچ سمجھ گئیں — اب حضور! وہ تو (اڑا دی)

اپریل فول تھا۔

کیا میرے پریشان خطوں کا فائل رکھا جاتا ہے؟ للہ ان سب کو پھاڑ ڈالیے، جلا دیجیئے، وہ مجذوب کی بڑ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔ ان میں سے کتنے خط ایسے ہیں جن کا فائل رکھا جا سکے؟ قسم لو، ایک نہیں!

بے ہوش تو ضرور ہوں (اور خدا مجھے بے ہوش ہی رکھے) مگر اتنا ہوش ہے کہ میرے قلم سے آپ کی توہین نہیں ہوئی، یہ صرف کاتب نقاد کی عنایت ہے جس نے مجھے آپ سے شرمندہ کیا۔ میں نے اس طرح لکھا تھا:-

"لکھنے والی نے بڑے بڑے "نازک" خیالوں" کا ست کھینچ لیا"

کاتب نے علامات اوقاف اڑا کے ذم کا پہلو پیدا کر دیا۔ مجھے بھی صحت کے وقت اس کا خیال نہ رہا۔

میں سنا کرتا تھا "عاقلاں پیر و نقطہ نہ شوند"

یہ بات غلط ثابت ہوئی۔

بر تقدیر، میری نیت آپ کی توہین کی ہرگز نہ تھی، نادانستہ جو توہین ہو گئی ہے اس کی باادب معافی چاہتا ہوں اور اس غلطی کی تصحیح کرنے کے لیے حاضر ہوں۔ جلد لکھیے کہ کن الفاظ میں معذرت کروں؟

جاندارنی کو آپ مجھ سے جدا دیکھنا چاہتی تھیں مگر یہ مجھ سے کسی طرح ممکن نہ تھا کہ میں اسے اپنی آغوش سے علیحدہ رکھوں، دل میں جگہ دی اور کہاں رکھتا؟

بے شک وہ اشتہار معلوم ہوتا ہے مگر اشتہار محبت

ایک ادیب اور سخت کافر نقاد نے اس کی نسبت مجھے لکھا:

"جاندارنی اسی قورٹ اور اس جگہ کی مستحق تھی جو اس کو دی گئی۔ حقیقت میں نقاد نے، تمہارے انتخاب کا کیا کہنا"

منتخب ہو، اُف ایمان کر دیا۔"

آپ کا مضمون واقعی بلاک سے نہیں چھپا، اس بات غلطی کی داد قبول فرمائیے۔ جب بلاک بننے میں دیر ہوئی تو میں نے کہا کہ فوٹو زنکو سے چھاپ کے بھیج دیں۔ چنانچہ یہ اسی طریقہ سے چھپ کے آیا ہے۔ بلاک وقت پر بن جاتا تو اور چار چاند لگ جاتے، اس پر بھی پسند آیا، اپنے خلوص کی تعریف کیجیے۔

خوشی ہوئی کہ آپ نے مخلصانہ نقد و نظر سے مستفید فرمایا! اسی طرح آپ ٹوکتی رہیں تو نقاد ایک دن کچھ ہو جائے گا۔

مضامین کی نسبت آپ کی رائے درست ہے۔

نیاز کو آپ کی طرف سے مبارکباد لکھ دی۔

گلاب، آسکر وائلڈ کے مضمون کا ترجمہ ہے، خوب اندازہ کیا۔

گیتان جلی، لطیف سے لے کر اور شاعر کا انجام الہ آباد سے منگا کر روانہ کروں گا۔ صرف پبلشر صاحبان کی تحریک پر اپنی جانب سے اشتہار دے دیا ہے، کتابیں دونوں میرے پاس نہیں۔

نقاد کا سرورق لکھا چند ماہ کے لیے چھپ گیا ہے اس لیے مجبور ہوں، آئندہ سرورق پر نقاد عربی خط میں خوبصورت لکھواؤں گا۔

آپ "شاہ" کا لفظ نکلوا کر میری روحانیت مجھ سے چھیننا چاہتی ہیں۔ بہت اچھا میں اپنی روحانیت بھی، جسے جان سے زیادہ عزیز رکھتا ہوں، آپ پر قربان کر دوں گا۔ جب تک موجودہ سرورق باقی ہے "شاہ" پر چٹکی لگ جائے گی اور نئے سرورق پر صرف "دلگیر" ہو گا۔ آئندہ آپ کی خوشی ہوئی تو دلگیر بھی اڑا دو صرف نقاد ہی رہے۔ اعراب غلط ہے، صحت ہو جائے گی۔ اس محبت آمیز انتباہ کا دلی شکریہ!

مضمون اب تک نہیں آیا۔ جلد بھیجیے۔ غزل بھی بعد اصلاح جلد آنی چاہیے۔

خوشخبری سننے کے لیے تیار رہوں، آہ! ایسی تقدیر کہاں؟

کل کی ڈاک سے یہ خط اور مضمون ملا۔ جسے بھیج رہا ہوں، شائع کرنے کی رائے ہو تو اپنے نوٹ کے ساتھ واپس فرمائیے۔

میرے اور خط ابھی تک لاجواب ہیں۔ آہ۔

دلگیر

(۱۹)

۲۵ اپریل (۱۹۱۷ء)

خط تجھ کو وہ لکھے جو تری یاد چھوڑ کر
دل محوِ شکرِ واپسیِ نامہ بر کرے

پیاری

بہت ستاتی ہو، خطوں کے جواب میں اتنی دیر، کل نہ مرا تو آج مر جاؤں گا! آپ یہ سن کر ہنسیے اور میں روؤں کہ ۲۳ اپریل

کو جب آپ کا خط نہ ملا تو طبیعت میں الجھن پیدا ہوئی، دل کی وحشت بڑھی اور مجھ سے کسی عنوان ضبط نہ ہو سکا۔ سیدھا اسٹیشن پہونچا۔ ٹکٹ لیا اور روانہ ہو گیا۔ راستہ میں یہ معلوم ہوتا تھا کہ قلب میں پنکھے لگے ہوئے ہیں۔ خیر، دیارِ محبوب کے شوق میں رات کٹ گئی، صبح ہوتے ہی بریلی میں تھا (یعنی ۲۴ کو) دن بھر اس دیار سے شہر کی گلیوں کی خاک چھانتا پھرا۔ پہلے ذخیرہ گیا، پریس کے دروازہ کو بوسہ دیا۔ سجدہ کیا اور الٹے پاؤں واپس آیا۔ پھر اس تلاش میں ہر جگہ گیا کہ کسی طرح "قمر منزل" کا پتہ مل جائے تو وہیں پاؤں توڑ کے بیٹھ رہوں مگر تیرہ بختی ساتھ تھی، ناکامی ہوئی، آپ کا کھوج نہ لگا۔ آہ مجھے اس دل کی بیتابی نے مارا یہ دل جسے پسند کرتا ہے، کہاں سے لاؤں اس آرام جان کو۔ اپنی دیوانگی و شوریدہ سری کی داد نہیں چاہتا۔ یہ سمجھ کر خوش ہوں ؎

مری ناکامیوں پر تم کو رحم آجائے گا آخر ——— مری امید میری سعیِ لاحاصل سے نکلے گی

خیال تھا کہ وہاں پہونچ کر تسکین ہو جائے گی مگر کچھ سکون نہ ہوا۔ اختلاج اور بڑھا۔ اسی وحشت کا یہ نتیجہ اضطراری تھا کہ رات کی گاڑی سے واپس آیا۔ راستہ کی یادگار یہ شعر ہے جسے آپ بھی سن لیجئے ؎

پھر ترا تغافل جاں گسل نہ کرے کہیں تجھے منفعل ——— کہ بہت ہی زار و شکستہ دل ترے در سے اہلِ وفا گئے

آج یہاں آکر بھی کوئی خط نہ پایا۔ اپنی دل شکستگی کس سے کہوں؟ خدا احباب بخیر کرے "حسن" کب تک آتا ہے، غزل کی اصلاح کون کرتا؟ رسید تک ندارد "ناہید" کے مضمون کے متعلق کوئی رائے نہیں، نوٹ نہیں، رسید نہیں، اللہ رے استغنا!

آپ کے پوچھنے والوں نے تنگ کر رکھا ہے۔ کس کس کو جواب دوں؟ مسز سجاد حیدر کا خط آیا ہے جسے بجنسہ ارسال کرتا ہوں۔ ان کو خواہ براہ راست جواب دے دیجیے۔ یا میری معرفت۔

آپ کو کیونکر یقین دلاؤں کہ خط جلد نہ ملنے سے میری حالت تباہ ہو جاتی ہے، اپنے ہوش میں نہیں رہتا، نقاد کے کام میں بھی دل نہیں لگتا۔ اس لیے جس طرح ممکن ہو جلد جلد یاد فرماتی رہیے اور مفصل، ورنہ آپ کا صبر آزما سکوت کسی دن میری جان لے لے گا:

ہائے اللہ! اخیر مئی کب آئے گی!

بدستور دلگیر

(۲۰)

آہ

یہ بہ خانہ وہی ہے اور وہی سوزِ غمِ فرقت
مرے کس کام آیا آپ کا رشکِ قمر ہونا

آزردہ

۲۸ اپریل ([illegible])

دلگیر

(۲۱)

۱۲ مئی ۱۷ء

اے عیسیٰ بیماراں از ہجر تو رنجورم
شاید نہ خبر داری از حالتِ بیماری

آنکھوں میں بسنے والی، دل میں سمانے والی!

تجھ پر سلام!!

ہائے تمہارا جانے آپ کیسی ہیں، کس حال میں ہیں کہ اب تک سوادِ خط سے آنکھیں پُر نور نہیں ہوئیں ؎

گو تم مجبور پیام و چشم محروم جمال
اک دل تسکین بنا امیدواری ہائے ہائے

کم سے کم اپنی خیریت تو لکھیے۔
یہ بدنصیب آنکھیں جس طرح آپ کے خط کو روزانہ ڈھونڈھتی ہیں۔ انھیں آنکھوں سے پوچھیے۔

آہ! میری حالت کون دیکھے! ؎

وہ بے کسی ہے کہ پرسانِ حال کوئی نہیں
تھا ایک دل وہ تمھارا ہی جاں نثار ہوا

خیر پیاری، تم سلامت رہو، میں ایک ارادہ کر چکا ہوں اور وہ جلد پورا ہوگا۔

جب سے مرنے کی جی میں ٹھانی ہے
کس قدر ہم کو شادمانی ہے۔

جان سے بیزار
دلگیر

(۲۲)

۳ مئی (۱۷ء)

سرکار

عتاب نامہ ملا۔ پڑھ کر اپنے حال میں نہ رہا، غصہ وہ بھی بیمار کا کیونکر برداشت کروں: آپ کی علالت سے جی نڈھال ہوگیا۔ آہ تیمارداری اور مزاج پرسی کیسے کروں؛ صرف دعا کرتا ہوں، خدا قبول کرے۔

علالت کی تفصیل نہ معلوم ہونے سے اور وحشت ہے

ہیں! اور آپ کے مضمون میں کسی جگہ اصلاح دوں ع

یہ تاب یہ مجال یہ طاقت نہیں مجھے

دگیر صرف اظہار شوق کے لیے لکھ دیا تھا۔ آپ کا مضمون بجنسہ لکھا گیا۔ بیگم حسرت کو اچھا جواب نہ دے سکنے پر شرمندہ ہوں آئندہ احتیاط رکھوں گا۔ غزل پسند آئی، حسنِ نظر کی داد قبول فرمائیے۔ میں نے اپنی غزل روک لی۔ اجازت ہوئی تو دوسرے نمبر میں شائع کر دوں گا ورنہ نہیں۔

میں اپنی تاویلات منفعل پر سخت نادم و پشیمان ہوں اور گذشتہ بے ادبیوں کی باادب معافی چاہتا ہوں۔ اب ایسی تعلیاں نہ ہوں گی۔

میں رومانیت کا زبانی وعدہ واپس لیتا ہوں اور غلط اظہارِ خیال پر منفعل ہوں۔

آئندہ "شاد" نہ رہے گا۔

آہ میری شان، مجھ بے چارہ کی شان ہی کیا؟

ناہید کا خط اور مضمون واپس ملا۔ جواب اور فوٹ کی تعریف کرنے کی قابلیت مجھ میں نہیں ہے۔

نذر سجاد کو آپ نے جواب لکھ دیا؟

کیا ۱۷، ۲۵، ۲۸ اپریل اور ۲ مئی کے خطوط آپ کو نہیں ملے؟ ممکن ہو تو خیریت روزانہ لکھتی رہیے۔

معتوب و شرمسار
دگیر

(۲۳)

۱۱ مئی (۱۷ء)

مجھ سے خفا ہو جانے والی
کیا اب یہ خفگی دور نہ ہوگی؟

بے دل ہو تو آؤ مجھ سے دل لو
روٹھی ہو تو گلے لگاؤں مل لو

متواتر خطوں کا جواب نہیں، نہ سہی، خیریت تو لکھی ہوتی کہ صبر آتا۔ ۹ مئی کو گیتانجلی بذریعہ رجسٹری روانہ کی ہے جی چاہے تو رسید دیجیے۔ شاعر کا انجام ابھی الٰہ آباد سے نہیں آیا، جس وقت آئے گا اسی وقت روانہ کر دوں گا۔ دیوانِ حسرت بھی اس کے ساتھ ہوگا۔ علی گڈھ سے ایک خاص نسخہ آپ کے لئے منگایا ہے۔

تیسرے نمبر کی کتابت "حسن" کی وجہ سے رکی ہوئی ہے۔ آپ بھیجیں تو شروع ہو۔ میں "حسن" کو اس نمبر کا عنوانِ اولین چاہتا ہوں۔ جس طرح ممکن ہو فوراً ارسال فرمائیے اور کوئی غزل بھی۔

اس طرف دیکھیے۔

"گل" کی تقریب لکھی ہے لیکن جب مجھے ہی پسند نہیں تو آپ کو کیا پسند آئے گی؟ میں کیسا ہوں؟ نہ پوچھیے، ہائے

مٹنے والے ولولوں کی کارفرمائی نہ پوچھ
یاس اور اُمید کی ہنگامہ آرائی نہ پوچھ
ہجر میں کیا کیا ہوں وقفِ ناشکیبائی نہ پوچھ
"کاوکاوِ سخت جانی ہائے تنہائی نہ پوچھ
صبح کرنا شام کا، لانا ہے جوئے شیر کا"

اگر اس خط کا جواب اور محسن نہ آیا تو پھر تکلیف نہ دوں گا۔

اپنی زبان سے خفا
دل گیر

(۲۴)

آگرہ ۱۲ مئی ۱۹۱۷ء

پیاری قمر

ابھی ابھی تمہارا نامہ ملا۔ مگر یاد تھا بھلا دیا تم نے۔

کل ہی مایوس ہو کر ایک خط اور بریلی بھیجا تھا۔ خدا جانے اب اس کا کیا حشر ہوگا؟ اس خط سے قبل ۹ مئی کو گلستان بھی بذریعہ جیسٹری (رجسٹری) روانہ کر چکا ہوں کاہے کو ملی ہوگی۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ آپ بریلی سے نینی تال چلی اور میرا ۱۱ مئی کا خط منگا لیں اگر ایسا نہ ہوا تو مجھے افسوس ہوگا۔

افسوس ہے کہ آپ اُدھر مطمئن نہ رہ سکیں۔ خدا اب اطمینان دے۔ دوسرا نام نہ لیجیے۔ یہ نام سُن کر خدا جانے میں کیوں کانپ جاتا ہوں؟ آپ کی بیگانگی اس قدر بڑھ گئی تھی کہ نقاد کا کسی کا ذکر تو درکنار رہا۔ اب آپ کا خط آ جاتا ہے تو نقاد کا کام بھی ہوگا۔ پرچہ لکھا ہوا کب کا تیار رکھا تھا، اور آپ کا خط اس سے قبل مل جاتا تو اب تک چھپ کر آپ کے ہاتھ میں ہوتا۔

اس قدر پریشان تھا کہ نقاد چھپوانے کو جی نہ چاہا۔ جمعہ سے چھپنا شروع ہوگا اور ان شاء اللہ تعالیٰ ایک ہفتے کے اندر تیار ہو جائے گا۔ اس تعویق کا ذمہ دار کون ہے؟ یقیناً میں نہیں۔

محسن کو بہت جلد پورا کر کے بھیج دیجیے کہ تیسرے نمبر کی کتابت اسی کے انتظار کی وجہ سے رکی ہوئی ہے۔ میں محسن کو اس نمبر کا عنوانِ اولین بنانا چاہتا ہوں۔ اپنی محبت کا واسطہ جلد بھیج دیجیے۔ ورنہ یہی لکھ دیجیے کہ اس کے لیے نقاد کے کتنے صفحے محفوظ رکھے جائیں کہ اس کے آگے کتابت شروع کرا دوں۔

میں اور آپ سے خفا، تمام دنیا چھٹنے پر بھی ممکن نہیں —

ہم سے عبث ہے گمانِ رنجشِ خاطر
خاک میں عشاق کی غبار نہیں ہے

آہ - آخر مئی سے اب جون ہوگیا، یوں ہی آج کل میں قیامت نہ آجائے -" ہم ایک جگہ بیٹھ کر باتیں کریں گے" کیا سچ
کھاؤ تو قسم میسرت ہو گی!

آہ! خدا جانے کیوں باور نہیں آتا؟ خیر زندگی ہے تو یہ چند دن بھی گزر جائیں گے خدا اس خواب کی تعبیر پوری کرے
کہو آمین

ہائے اللہ! یہ انیس دن کیسے کٹیں گے؟

مختلف اخبارات و رسائل نقاد پہ ریویو کر رہے ہیں - اس وقت تک سب سے اچھا ریویو گچھیں نے کیا ہے - آج آپ
کے خط کے ساتھ ہی مجھے ملا ہے اور جسے حضرت ریاض نکالتے ہیں) جسے میں نقاد میں نقل کروں گا -

گچھیں نے آپ کی جانداریتی بھی اپنے دامن میں لی ہے یعنی ریویو کے ساتھ نقل کی ہے - اس کے بعد خطیب کا
دلکش ریویو ہے جسے آپ کی رائے لینے کے بعد نقاد میں نقل کرنے کا ارادہ ہے -

ستارۂ صبح نے اپنی تازہ اشاعت میں نقاد پر تفصیلی نگاہ ڈالی ہے اور آپ پر بھی نظر انتقاد ہے جس کا جواب آپ کے
کے ذریعہ سے دینا چاہیئے - اور جلد - ارشاد ہو تو ستارۂ صبح بھیج دوں - یہ بھی کہیے گا کہ بذریعہ رجسٹری روانہ کردوں یا معمولی طور پر

الناظر لکھنؤ نے آپ پر اور نقاد پر نہایت ناپاک نگاہ ڈالی ہے - مئی کے پرچے میں خوب زہر اُگلا ہے ، بے نقط کا بیانی
ہیں - جن کا میری رائے میں سوائے اس کے کچھ جواب نہیں ہو سکتا ؎

"مہ نوری فشاند و سگ بانگ می زند"

آپ کو دیکھنا بھی نہ چاہیے - اس لیے اسے بھیجنے کا خیال بھی نہیں -

ہاں آپ کے ، ملی گزٹ دہلی نے بہت کمینہ حملہ مجھ پر اور آپ پر کیا تھا جو ذاتیات کی حد تک پہونچا تھا مگر میں نے
بھونکنے والوں کی کچھ پرواہ نہیں کی - آپ بھی قطعاً نظر انداز کر دیجیے ؎

ہوتی آئی ہے کہ اچھوں کو بُرا کہتے ہیں

اور اخبارات نے جو ریویو کیے وہ قابل ذکر نہیں سب نے معمولی تعریف کی ہے -

عام طور پر آپ کی نسائیت میں شک کیا جاتا ہے اور لوگ باور نہیں کرتے کہ یہ مضامین کوئی عورت لکھ سکتی ہے - اس کے
علاوہ اکثر پڑھے لکھے لوگ آپ کا پتہ ، نشان اور صحیح نام دریافت کرنے کے لیے بے چین ہیں - زیادہ تر یہی خیالات آپ کی
نسبت ستارۂ صبح نے بھی ظاہر کیے ہیں - اس لیے میں چاہتا ہوں کہ ان تمام شکوک و شبہات کا تسکین بخش جواب آپ کی طرف
سے نقاد میں جلد شائع ہو جائے ورنہ آپ جانتی ہیں تمام دنیا دلگیر نہیں اور میں بدگمان طبیعتوں کو کس طرح یقین دلاؤں کہ
آپ مرد نہیں عورت ہیں اور عورت بھی کیسی ؟

مجھ کو مجھ سے چھین لینے والی

حامد حسن قادری نے نقاد میں آپ پر بہت پاکیزہ نگاہ ڈالی ہے - جسے پڑھ کر میں خوش ہوں اور نقاد میں درج کرنے

مجبور۔ آپ بھی اسے جلد دیکھ سکیں گی۔

انھوں نے آپ کی نسایت میں شک کیا ہے اور عورت سے یہ خیالات منسوب کرنے پر وہ بھی شامل ہیں لیکن نہایت شریفانہ اور مہذب پیرایہ اختیار کیا ہے جس سے آپ کی تنقیص نہیں توصیف نکلتی ہے۔ بہرحال میری رائے ہے کہ ستارۂ صبح اور خاور کی رائے دیکھ کر آپ کو ایک مضمون لکھ دینا چاہیے جس سے لوگوں کا اطمینان ہو جائے اور یہ بحث ہمیشہ کے لیے ختم۔

ہائے آپ کو خط لکھتا ہوں تو ختم کرنے کو جی نہیں چاہتا۔ باتیں نکلتی ہی آتی ہیں۔ ایک آپ ہیں کہ چند سطروں سے زیادہ ابھی مجھے نہیں لکھتیں۔ وہ بھی مدت بعد۔ اچھا یہ صحبت ختم پھر ملیں گے۔

خدا کرے یہ خط آپ کو مل جائے اور جواب حسب وعدہ جلد آئے کہ مجھے پھر اظہار آرزو پر مجبور ہونا پڑے۔

سراپا شوق

دلگیر

(۲۵)

۲۳ مئی ۱۹۱۷ء

خدا کا شکر ہے خط تو ملا یہاں اس کی بھی امید نہ رہی تھی۔

آپ نامراد نہ رہیں گی میں تو یقیناً نامراد ہوں اور نامراد رہوں گا۔ ایسا ہی نظر آتا ہے۔ خیر اللہ کی مرضی۔

آخر میں نوٹ کی تھی۔ اس کا کیا نتیجہ نکلا۔ شوال کا پہلا ہفتہ بھی ایک خواب ہے وہ بھی پریشان۔ میں اب بالکل مایوس ہوں اور کوئی امید نہیں رکھتا ؎

سب حسرتوں کا پاس نے جھگڑا مٹا دیا جن سے خلش تھی دل میں وہ کانٹے نکل گئے

مجھ گمنام فدائی اور رسوائے زمانہ کے حالات کیا کیا کہ آپ پوچھیں! آہ

میں تو سودائے جہاں آرزو ہوں یعنی حسرت ہوں

اور سوالات کا جواب زبانی دے سکتا ہوں لیکن اس زندگی میں آپ سے ملنے کی کوئی توقع اب مجھے نہیں ہے

کہ عنقا را بلند است آشیانہ

ایاز قدر خود بشناس کے مقولہ پر نظر ہوتی تو آج یہ صدمہ مجھے نہ ہوتا۔ الامان سے آپ کی محبت کے طلسم جہل کی سحر کاریاں! لیکن میں اس نامرادی میں بھی خوش ہوں۔ خدا آپ کو خوش رکھے۔

بدنصیب

دلگیر

۲۶

۱۱ جون (۱۹۱۷ء)

پیاری قمر

خدا کی قسم آپ کی محبت دیکھ لی۔ یاں جان پر بنی ہوئی ہے اور آپ ہیں کہ جواب تک نہیں دیتیں؟

ظالم یہ محبت کا تو دستور نہیں ہے

میں اب بھی شکایت نہ کرتا اگر آپ وعدہ نہ کرتیں کہ جلد جلد جواب دیتی رہوں گی۔ آہ! قلق اس کا ہے سد

ہنسے گی دیکھ کر دنیا یہ ظالم کیا طریقہ ہے   کہ سچے چاہنے والوں کو جھوٹا آسرا دینا!

۱۵ مئی گذر گیا، جون بھی گذرا جا رہا ہے۔ ہائے پھر کون سا وقت آئے گا کہ

"ایک جگہ بیٹھ کر باتیں کریں گے"

شوال کے پہلے ہفتہ میں؟ آہ! اس وقت تک کون زندہ رہے گا؟

سنتا ہوں رمضان المبارک میں مرنے والوں کو شہادت کا درجہ ملتا ہے۔

اچھا رمضان شریف کی ۲۶ تاریخ ابھی سے نوٹ کر لیجئے۔

دیکھنا ہے کون پا سکتا ہے۔

مجھ سے تو آپ خفا ہیں ہی لیکن غریب نقاد سے خفگی کا سبب تو بتائیے۔ کیا ہے؟ دوسرے نمبر کی رسید تک نہیں دی۔ اس پر اظہار رائے کیا؟

ن اب تک عنایت ہوتا ہے۔ منزل اب تک ملتی ہے اور مضامین کا کیا ذکر۔ آپ کی قسم تیسرے نمبر کی اشاعت محض آپ کے موعودہ مضمون کے انتظار کی وجہ سے رکی ہوئی ہے ورنہ اب تک وہ شائع ہو جاتا۔ تیسرا نمبر آپ سے خالی رہا تو کیا ہوگا! ۔ کو اتنا بھی خیال نہیں۔ اس سے میں یہ سمجھنے پر مجبور ہوں کہ مجھ بدنصیب کے ساتھ آپ نقاد سے بھی خفا ہیں۔ جواب میرا نہیں صرف آپ کا ہے۔

خدا کے لئے حسن یا ور کوئی مضمون جلد، بہت جلد بھیج دیجیے۔ ورنہ تمہاری جان کی قسم زہر کھا لوں گا پھر نہ رونا

دلگیر

(۲۷)

آگرہ ۴؍ جون ۱۷ء

سمجھا دے جا کے تو ہی انہیں اے نگاہِ یاس
اب کوسنے کا وقت نہیں ہے دعا کریں

میری جان

ترسنے والی آنکھوں کا شکریہ تو قبول ہو کہ ۳۱ مئی کا لکھا ہوا خط ۲ جون کو ملا۔ "پیارے دلگیر" سے "دلگیر صاحب" ہوا۔ کیوں نہ آپ کی خفگی کا احساس کروں! ہائے کیوں کر عرض کروں کہ اس خطاب سے مجھے کتنا صدمہ ہوا؟

آپ تو مجھے بدنصیب دلگیر لکھا کیجئے۔ میری روح خوش ہوگی۔ دعائیں دوں گا۔

آپ مجھے پاگل سمجھئے، سچ کہتا ہوں ۳۱ مئی کے بعد سے اپنے ہوش میں نہیں ہوں، خدا جانے مجھے کسی نے کیا کر ،

ہے؟ اکثر بہکی بہکی باتیں کرتا ہوں - لوگ دیوانہ سمجھتے ہیں - اور حق بجانب ان کے ہے - اپنے ہی شعر کا مصداق ہو رہا ہوں ؎

ہر بات پہ روتا ہے ہر بات پہ کڑھتا ہے
یہ دل بھی عجب دل ہے یہ جی بھی عجب جی ہے

سنو، پیاری قمر سنو، جوشِ دیوانگی میں وہ بات کہے دیتا ہوں جو شاید اور کسی حالت میں نہ کہہ سکتا - بات یہ ہے کہ آپ کا اس درجہ مہربان اور اس درجہ شفیق و غمگسار دیکھ کر مجھے کسی طرح یقین نہیں آتا کہ یہ خواب نہیں واقعہ ہے -

میں کم بخت، ازلی نامراد ہوں اور اچھی طرح جانتا ہوں کہ ہمیشہ دلگیر رہنے کے لیے پیدا کیا گیا ہوں - اس لیے امید بھی میرا دل توڑ دیتی ہے - ہائے کسی نے خود ہی کہا ہے اور بالکل سچ کہا ہے ؎

ٹوٹ جاتا ہے یہ امید سے آہ
نامرادوں کا جی بھی کیا جی ہے؟

خدا نہ کرے کہ کسی سے امید قائم ہو اور پھر ٹوٹ جائے - آہ!

آپ کی محبت دیکھ کر امید پیدا ہوئی اور اس کے پیدا ہوتے ہی سہم گیا ہوں کہ نامراد ہوں - نامرادی قسمت میں نہ ہوتی تو یہ امید کبھی پیدا نہ ہوتی - ہائے اپنے گذشتہ تجربے سے ڈرتا ہوں، اپنی قسمت سے خائف ہوں - اور آپ کی دلداریوں کے باوجود مایوس ہوں - سمجھتا ہوں اور اچھی طرح سمجھتا ہوں کہ اب سے بیزار دیوانہ بننے ہی کے لیے پیدا ہوا ہے اور میں جان دے دوں گا ؎

میں کبھی جان دینے کو تیار ہوں دل کہتا ہے
جان لیتا ہے اگر عشق طرحداروں کا

ہائے آپ بھی کہتی ہوں کس دیوانہ سے پالا پڑا ہے - لیکن یاد رکھیے ؎

ایسے دیوانے یہ آفت ہیں کہاں نازک طبع
وہ اگر پھول بھی ماریں تو فریاد کریں

سچ یہ ہے کہ آپ کی عدیم النظیر قابلیت و فقید المثال محبت اور میری مسلمہ بے کمالی و بدقسمتی ہی نے مجھے اس بات کا اب کامل یقین دلا دیا ہے کہ آپ تک میری رسائی (اُف! رسائی!) ناممکن ہی نہیں جنون ہے اور اس یقین کے بعد صرف ایک ارادہ ہی ہے کہ دیکھیے کب وقت پر پورا ہوگا یعنی مر جانا -

ہائے اس وقت کے تصور سے میری روح کس قدر مسرور ہے - آپ بھی دعا کریں - خدا وہ وقت جلد لائے اور میری مشکل آسان ہو -

میں خود تباہ ہوں کسی کو تباہ کیا کروں گا؟

جس کا دیوانہ ہوں، حیف کہ وہ خود سمجھانے نہ آئے ہیں کچھ نہیں سمجھ سکتا - آہ! زبانی کہانی سنانے کی عزت کسے حاصل ہوتی ہے؟ اسی حسرت میں جان نکلے گی ؎

کون جیتا ہے تری زلف کے سر ہونے تک؟!

ہائے اللہ! کیونکر اطمینان دلاؤں کہ میں مایوس نہیں ہوں، یہ اطمینان تو آپ ہی کے ہاتھ ہے، جس کی طرف سے خبر نہیں کیوں، مجھے مایوسی ہے۔ اتنی تمنا تھی کہ قدموں میں گر کر جان نکلتی لیکن آہ یہ تمنا بھی دل ہی میں رہتی معلوم ہوتی ہے: اچھا نہ نکلے، جان تو نکلے گی یا یہ بھی نہیں۔

"حسن" اب تک نہ آیا، تیسرا نمبر بغیر آپ کے حسن سے معرا رہے گا۔ خیر آپ کی مرضی! مرنے والا اب کس منہ سے شکایت کرے۔ خدا حافظ۔

جانبار
دلگیر

(۲۸)

۱۵ر جون سنہ ۱۷ء

جان دلگیر

اللہ کا شکر ہے آپ کا خط ملا۔ دل کا بار ہلکا ہوا۔

خدا آپ کا "صاحب" مجھے کرے۔ پھر کوئی شکایت نہ ہوگی۔ میں آپ کی طرف سے بے اعتباری کروں۔ قیامت تک ممکن نہیں۔ مجھ دیوانے کے پاس ہوشیاری و احتیاط کہاں؟

دے دیا دل ہائے نادانی مری

یہ صرف آپ کا خیال ہی خیال ہے۔

پھر آپ بھی یقین رکھیے کہ مجھ سے کبھی وہ بات نہیں ہو سکتی جو آپ کے نزدیک بری ہو۔

تم جس سے بدگمان ہو جس کا خیال ہے — وہ آرزو نہیں ہے دلِ بے قرار کی

استغفر اللہ! میرے وہم و گمان میں بھی وہ بات نہ تھی جس کا آپ کو خیال ہوا

کدھر خیال گیا، کیا خیال کر بیٹھیں؟

ہائے آپ اب تک نہیں جانتیں کہ دلگیر آپ سے کیا چاہتا ہے؟

جن وجوہ سے میں مایوس ہوں ان کو میری بدقسمتی کے سوا اور کوئی نہیں جانتا! پچ سچ ہے، خدا کی مرضی میں دخل کر سکتی ہیں؟

کیا قسمت کے نہیں ہیں ہوا خواہ اہلِ بزم — ہو غم ہی جاں گداز تو غم خوار کیا کریں

کیسے ممکن ہے کہ مجھے وہ منظور نہ ہو جو آپ کو منظور ہے۔ اب تو جان بھی آپ کی بغیر مرضی کے نہیں دے سکتا۔ خدا جانے کیوں، اس وقت میں نے ٹال دیا تھا۔ لیکن اس سے مقصود آپ کو خفا کرنا نہ تھا۔ خیر اب آپ معمولی غیر معمولی باتیں شوق سے پوچھیے۔ میں ہر ایک بات کا جواب دوں گا۔ اور پھر میری تقدیر!

نہیں یہ بات تو نہیں کہ التفاتِ عشق آپ کو حاصل نہیں، ہاں یہ ضرور ہے کہ میں التفاتِ حسن کے قابل نہیں ہوں۔

مایوسِ ازل دلگیر

(۲۹)

۲۲ جون (۱۹۱۷ء)

پیاری قمر

خوش رہو۔ ۱۷ جون کا خط پڑھ کر جی خوش ہو گیا۔ خدا تمہیں بایں مہر و محبت سلامت رکھے کہ مجھ مردہ دل کی تنہا آرزو اب تمہیں ہو۔

۱۵ جون کا خط مل گیا۔ جس کا جواب اسی روز آپ کو لکھ چکا ہوں۔ کیا وہ آپ کو نہیں ملا؟ غالباً بعد میں مل گیا ہوگا جو کچھ آپ نے اپنی نسبت لکھا۔ اس کی ضرورت تھی۔ خوشی ہے کہ آپ نے اسے میری خاطر سے لکھا۔ اور جیسا میں چاہتا تھا ویسا ہی لکھا۔

محسن کے لئے آپ زیادہ منتظر نہ رکھیے۔ جلد بھیج دیجیے کہ چوتھے نمبر کا عنوان بنا سکوں۔ جواب کے ساتھ ہی مل گیا تو میری شکر گذاری کی انتہا نہ ہوگی۔

میں فکر نہیں کرتا، اچھا کچھ حکم دیجیے؟

میں بہت خوشی سے حاضر ہوں گا۔ اور ہمیشہ کے لیے آپ کا بن سکا تو اس دلگیر ہستی پر ناز کروں گا۔

پہلی تحریروں کا جواب دے چکا ہوں اور اب آپ جو کچھ دریافت کرنا چاہیں شوق سے پوچھیے۔ ہر ایک بات کا جواب آپ پائیں گی۔

خوش ہوں کہ نقاد اور نوٹ پسند آیا۔

آئندہ تکلف سے کام نہ لوں گا۔ اس باضابطہ انتباہ کا شکریہ۔ ہاں ہمیشہ ٹوکتی رہیے۔ میں یہی بات آپ سے چاہتا ہوں۔

تیسرا پرچہ آپ کے مضمون کا منتظر تھا۔ اب یہ جلد شائع ہوگا۔ بخدا اگر اس میں آپ جلوہ گر نہ ہوتیں تو میرے ملال کی کوئی حد نہ تھی۔ بروقت دل نوازی نے بچا لیا۔

دیوان حسرت بھیجتا ہوں۔ رسید دیجیے اور تنقید لکھ ڈالیے۔ کوئی اور چیز بھی تنقید کے لیے جلد روانہ کروں گا۔

آپ جلد جلد لکھتی رہیے۔ پھر میں تعمیل ارشاد میں کوتاہی کروں تو مجرم۔ کیا گیتان جلی آپ کو نہیں ملی؟ اگر مل گئی ہو تو اس پر ریویو کر دیجیے۔ میں ممنون ہوں گا۔ اردو لٹریچر شکر گذار ہوگا۔

پوری کیفیت کا منتظر ہوں۔ دیکھیے یہ بے کلی کب دور ہوتی ہے؟

بیگم حسرت نے مجھے لکھا کہ میں قمر زمانی بیگم سے ملنے آگرہ آتی ہوں۔ میں نے انھیں (بیگم حسرت) لکھا کہ وہ آگرہ میں نہیں ہیں۔ آج ہی خط آیا جس میں پوچھا ہے کہ "وہ کب تک آگرہ تشریف لائیں گی؟ میں ان سے ملنے کی مشتاق ہوں۔"

آپ ہی فرمائیے کیا جواب لکھوں؟

آپ کا غلام

دلگیر

(۳۰)

۲۳ر جون ۱۷ء

پیاری قمر

مفصل خط لکھ چکا ہوں۔ نظر کیسا اثر سے گذرا ہوگا۔ محبت میں ڈوبا ہوا۔ جواب جلد چاہتا ہوں۔
آج دیوانِ حسرت بھیجتا ہوں۔ رسید فوراً دیجئے۔
حسن کا بے صبری سے منتظر ہوں۔ اگر جواب کے ساتھ نہ ملا تو مر جاؤں گا۔

تمہارا

دلگیر

(۳۱)

۸۶ء

جان کس بے قرار نے دی ہے — خون کی بوند بوند، بجلی ہے
وہ سلامت رہے قیامت تک! — جان جس نے ہماری لے لی ہے
ٹوٹ جاتا ہے یہ امید سے آہ! — نامرادوں کا بھی کیا جی ہے
اس طرف کیا ہے نالۂ شب یاد — اس طرف کیا ہے کس میری ہے
اپنا غم بھیج دو بہلنے کو! — دل میں حسرت مری اکیلی ہے
مدتوں میرے دل کی بے تابی — تیری شوخی کے ساتھ کھیلی ہے

طے ہوئے شکر سب منازلِ عشق — دل دیا پہلے جان اب دی ہے
ان کے پیکاں کو دی ہے دل میں جگہ — نوکِ نشتر جگر میں رکھ لی ہے
میرے ملنے کا اور ان کو خیال! — کیفیت ایک خواب کی سی ہے
قلبِ مضطر کا حال کیوں پوچھا — غمگساری نے جان لے لی ہے
یہ نہ آتا نہ جان یوں جاتی — خط کے آنے نے جان لے لی ہے
حال پوچھو گے تم تو رو دوں گا — کیا کروں میں دکھا ہوا جی ہے
تم بنا لو جو ہار کے قابل! — اک فسردہ کلی یہی دل کی ہے

اس کو سننا پڑے گا حرف بحرف — یہ فسانہ تو آپ کا ہی ہے

آئے دلگیر کو ہوا معلوم! دل گرفتوں کا دل بریلی ہے

دلگرفتہ ہے آگرہ دلگیر داستاں جاں ستاں بریلی ہے

ہے نا؟

دل چاہے تو اتنا بتا دیجئے کہ کون سا نالہ زیادہ پسند آیا

کیا جواب کا متوقع رہوں؟ آپ کا

"ناامیدِ زیست"

(۳۲)

ارضِ تاج

۲۳ر فروری ۵۱ء

"جانِ آرزو لکھوں یا آرزوئے جان"

آپ نے یہ لکھ کر خطاب کا خاتمہ کر دیا اب میں کیا لکھوں؟ اچھا یہ خطاب بنا ہی خدا آپ کی وارفتگی کو قائم رکھے جس سے میری دلگرفتگی و دلگیری وابستہ ہے۔

دیکھئے "جانِ قمر" لکھنے کی عزت کب حاصل ہوتی ہے؟

آشفتہ حالی کی "جان" دلگیر سے بڑھ کر اور کون ہو سکتا ہے۔ آپ ہی فرمائیے! اگر میں جانِ قمر بن سکوں تو اپنی جان تک دے دینے کے لیے تیار ہوں۔

آپ بھی لینے کے لئے راضی ہیں۔ ہائے یہ شعر

تو ہماری زندگی، پھر زندگی کی کیا امید تو ہماری جان لیکن کیا بھروسہ جان کا

آپ نے اس وقت لکھا جب میں ۱۹ر فروری کو خط لکھنے کے بعد سے اس شعر کی پیہم تکرار کر رہا تھا۔ اور آپ کو لکھنے والا تھا ؎

دلگیر جگر سوختہ کی جلد خبر لو
کیا ورنہ بھروسہ ہے چراغِ سحری کا

اس یکسانیِ خیال پہ مرمٹا! واللہ جذبِ محبت اتنا تو ہو۔

میں نے وہ فقرہ اور شعر (تاریخِ محبت الخ) لکھ کر اپنا رازِ محبت آشکارا کر دیا تھا۔ اچھا آپ کے جواب جلد نہ دینا، خاموش ہو رہنا اور پھر ہماری جان سے دور رہے

ہم دکھا دیں گے کہ یوں مرتے ہیں مرنے والے

بریلی کی شب ہائے دلگیر میں چند موزوں نالے دل سے نکل گئے تھے۔ دیکھنے کی فرصت ہو اور جی چاہے تو بھیج دوں؟

دو نالے: دل چاہے تو ابھی سن لو، آہ! ؎

ہر بات پہ روتا ہے، ہر بات پہ کڑھتا ہے
یہ دل بھی عجب دل ہے، یہ جی بھی عجب جی ہے

آجکل یہی حالت ہے باور نہ آئے تو آکے دیکھ لو،
دوسرا نالہ شاید نہ سنا جائے، خیر دل تھام کر عرض کرتا ہوں ؎

دم جس پہ نکلتا ہے، دل جس پہ تصدق ہے
وہ شکل بھی آنکھوں سے اب تک نہیں دیکھی ہے

کیا اس نالہ گیری کی داد آپ سے چاہوں؟

"دلگیرِ دلنواز کی دلگرفتہ"

ہائے، ترکیب الفاظ ہی تو ہے، یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی دل میں چٹکیاں سی لے رہا ہے۔ میں ان خوبصورت اچھے، نئے الفاظ کو اگر اس طرح ترکیب دے سکتا تو سچ کہتا ہوں تیس تولوں سے کم نشہ نہ ہوتا۔

ہے یہ کہ ؏ لکھ جاتی ہیں جو آپ، کوئی لکھ نہیں سکتا

آخر میں ان جذباتِ محبت کی بے ادبی معافی چاہتا ہوں اور تمنائے قدم بوسی کے ساتھ رخصت ہوتا ہوں۔ اچھا خدا حافظ فی امان اللہ!!

جلد یاد فرمائیگا اور مفصل! ورنہ یقین کیجیے مر جاؤں گا!

صرف تمھارا
دل گرفتہ
"دل"

(۳۳)

جانِ دلگیر

عالمِ خیال میں حدِ شرعی بھی جاری نہیں ہوتی ہے چونکہ وہ ایک خیالی اور فرضی بات تھی اس لیے اپنی گستاخی اور بے ادبی کی معافی بھی نہیں چاہتا ؎

گر من آلودہ دامنم چہ عجب؟
ہمہ عالم گواہِ عصمتِ اوست

مطمئن رہیے! آپ کی محبت کی یادگار "نقاد" اپریل کے پہلے ہفتہ میں آپ کے دستِ مبارک میں ہوگا۔ میں ہر قربانی کے تیار ہوں لیکن "امتحانِ محبت" میں پورا اترا تو انعام کیا ملے گا؟ ابھی سے فیصلہ فرما دیجئے۔

خوش ہوں کہ آپ نے اس کی ادارت منظور فرمائی۔ اب پہلے پرچے کے لیے "افتتاحیہ" جو ابھی مرحمت فرمائیے کہ آپ کے مبارک نام سے بسم اللہ کی جائے۔

ہائے اُس نامہ کی خوش عنوانیاں   ابتدا جس کی ہو تیرے نام سے

لوح پر آپ کا نام کس طرح اور کس عنوان سے ظاہر کروں؟ صاف صاف لکھیے اور جلد، میں تو یہ چاہتا ہوں اب نقاد صرف آپ ہی کے نام سے منسوب رہے کہ اُس میں چار چاند لگ جائیں۔ لیکن کیا ہو یا نام ظاہر کر دیا جائے؟ ہائے یہ مجھ سے نہ ہوگا۔

نقاد کے پرچے جواب سے پہلے پہنچیں گے۔ جو کل ۲۲ فروری کو آپ کا خط ملتے ہی بذریعہ رجسٹری ارسال خدمت کر دیے گئے۔ یہ تعداد میں ۲۳ ہیں۔ صرف چار پرچے کم ہیں جو تلاش کرنے سے بھی نہیں ملے۔ تلاش ہنوز جاری ہے۔ مل جانے پر وہ بھی بھیج دیئے جائیں گے۔

اس خط کا جواب اور رسید فوراً دیجیے۔ تمھیں اپنی محبت کی قسم!

غلام ق۔ ز

(غلام قمر زمانی)

(۴۳)

کسی نے کہا ہے ع   عشق است و ہزار بدگمانی

"ہائے اللہ! کتنے ارمان تھے!"

ارے معاذ اللہ!

آپ کی قسم کھاتے ہوئے ڈرتا ہوں ورنہ کہہ دیتا کہ آپ کی قسم، اس نشتر پر بے اختیار جان دینے کو جی چاہتا ہے۔

ہائے، رکھ رکھاؤ تو نا تو ہو۔ ایک چھوٹا سا فقرہ اور عطرِ زندگی۔

آپ نے سارے خط میں جوانی کا زور رکھا ہے! اللہ جانے آپ کی نزاکتِ خیال میری آنکھوں سے آنسو بن کر ٹپکی۔ خدا جانے کیا بات ہے؟ آپ کی تحریر سے دل پر چوٹ لگتی ہے، اور اس فقرہ میں تو آپ نے بڑے بڑے نازک خیالوں کا ست کھینچ لیا!

آپ کے نشتروں کا سوائے اس کے کہ دل میں رکھ لے اور کوئی جواب نہیں ہو سکتا۔ لیکن سوال یہ ہے:-

کیا یہ ارمان کبھی پورے ہوں گے؟

خود ہی جواب عرض کرتا ہوں۔

سہارا ڈھونڈتا ہوں زندگی کا   جو تم چاہو تو کچھ مشکل نہیں ہے

اپنے نشتروں کے زخم سے انکار ہو تو میرا چھلنی دل دیکھیے۔ اُف!

قادر اندازی اتنی تو ہو!

خدا کے لیے، اتنا نہ بنائیے کہ میں شرمندہ بھی نہ ہو سکوں، اس آشفتہ بیان کی آپ تعریف کرتی ہیں جسے ابھی تک قلم ہاتھ میں لینے کی بھی تمیز نہیں۔ ہاں آپ کے فیضِ قلم سے صرف اتنا سلیقہ آ جائے گا اور دل کے مذاقِ ادب کو تازہ کر لیتا ہوں اور بس۔

[illegible] سے پہلے آپ کا یہ لرزاں ہوا فقرہ :-

"آپ ہی کے سر کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ یہ اندازِ تحریر ہی تو تھا جس نے مجھے تباہ کر دیا۔" جب تک زندہ ہوں وجہ ناز و سبب افتخار رہے گا ۔

وہ اپنی خوبیٔ قسمت پہ کیوں نہ ناز کرے
تری نگاہ جسے آشنائے راز کرے

زندگی کی تصویر بذریعہ رجسٹری بھیجتا ہوں، غلامی میں قبول فرمایئے ۔ ع
یہ صورت سبب کی کہ ہاں بھی حیران تھا

"جانِ دلگیر کی قسم" اس ناز آفریں قسم پہ میری جان تک نثار، لیکن اب یہ گوارا نہیں ہو سکتا کہ آپ دلگیر کے مہ… نقاد کو دیکھیں ۔ میں اب نقاد سے بہت بدگماں ہو چلا ہوں، بہت کھٹکنے لگا ہوں، کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کمبخت پہ پیار آ جائے اور غریب دل بیچارہ دلگیر ناشاد و نامراد ہی رہے ۔ مگر آپ نے قسم اس قدر سخت دلائی ہے کہ اب مجبور ہوں ۔ فرمایئے کس پتہ سے بھیجوں؟

یہ اس لئے پوچھتا ہوں کہ پرچے احتیاطاً آپ تک پہونچ جائیں اور ضائع نہ ہوں ۔ کیا [illegible] ہو سکتے آگرہ میں ممکن نہیں ہے؟

پھر بھی کہوں گا ۔ ع
جو تم چاہو تو کچھ مشکل نہیں ہے

"جہاں ممکن ہوا آپ سے ہوں گی، لو اب تو من جاؤ" کیا عرض کروں، اس فقرہ نے مجھ پہ کیا ستم ڈھایا؟ ظالمہ!

ڈال کر باہیں گلے میں کہہ دیا پانی مجھے

سچ یہ ہے کہ آپ کا ہر فقرہ ریویو کے لیے مستقل عنوان چاہتا ہے اور یہی لطف کو قائم رکھنا چاہتا ہوں ۔ اس لیے جستہ جستہ داد دیتا رہوں گا ۔

تکلیف کی بھی ایک ہی کہی، میری ساری راحتیں اور تمام خوشیاں آپ کی اس آرزو پہ نثار کہ نقاد آپ کے مطالعہ میں رہے لیکن میں اس کی مطلا و مہذب جلدیں (جو خاص اہتمام سے آپ ہی کے لیے تیار کرائی گئی ہیں) بھیجوں گا نہیں، خود لے کانپتے ہوئے پرشوق ہاتھوں سے نذر کروں گا ۔ (خدا وہ دن جلد لائے، آمین)

یہ میری تمنا ہے اور مجھے یقین ہے کہ اسے آپ کو منظور کرنے میں عذر نہ ہوگا ہاں، ارشاد ہو تو اپنی زندگی کی تصویر اب کا غم غلط کرنے کے لیے بذریعہ رجسٹری بھیج دوں، شاید لطف دے ۔

یہاں تک تو آپ کے خط کا جواب ہوا، اب میری ایک بات کا آپ بھی تسکین بخش جواب دے کر چلا دیجئے اور وہ یہ ہے

کہ جب آپ کو میرے سب خطوط ۵ جنوری کو مل گئے تھے تو ان کا جواب ۱۰ جنوری کو کیوں لکھا؟ کیا یہ خیال نہ تھا کہ کوئی تنگ آکر جان دے دے گا؟ ہاں نہ تھا!

ہائے ہ

تاریخِ محبت کا فسانہ ہے یہ مصرعہ

دلگیر ہوا جب سے کہ میں دل نہیں رکھتا

صدقہ اس تخاطب کے! آپ مجھے "اپنا دلگیر" کہیے۔ ہزار بار کہیے ع

اللہ رے اس لائے اپنا سلام کہنا

ہائے یہ کیا کہا؟ "مگر میرے ہو کر رہنا۔ بے وفائی نہ کرنا" سچ کہتا ہوں۔ اس فقرہ نے مجھے بہت صدمہ دیا۔ کیا میری محبت کا یہی انعام ہے؟ بے وفائی ضمیر میں ہوتی تو آج دلگیر نہ ہوتے۔ خیر اس بے وفائی کا حال عنقریب آپ کو معلوم ہو جائے گا ع

یاد آئے گی تمہیں میری وفا میرے بعد

"ورنہ مر جاؤں گی۔ روٹھوں گی اور جان دے دوں گی" ہائے یہ مضمون نشتر دل میں اتر گئے۔ خدا ہی ہے جو اب جان بچے۔

میں اور آپ کو معاف کروں؟ اللہ اتنا گنہگار نہ بنائیے کہ بخشش نہ مانگوں۔ میں آپ سے اپنی خطاؤں کی یا ادب معافی چاہتا ہوں اپنی محبت کا صدقہ معاف کر دیجئے۔

آپ میرے دل سے نکلی ہوئی داد کو تحسینِ ناشناس سمجھ کر نہ قبول فرمائیے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپ کے زورِ قلم کا اندازہ مجھ ناتواں سے دشوار ہے۔ میں اکثر دفتر کے دفتر لکھتا ہوں۔ اشعار کی بھرتی بھی اس میں ہوتی ہے۔ لیکن سب بیکار۔ آپ کبھی کبھی لکھتی ہیں، وہ بھی مختصر اور شعر تو بہت ہی کم۔ مگر عبارت اتنی جامع، اتنی مؤثر اور اتنی دلنشین ہوتی ہے کہ ہر لفظ دل میں اتر جاتا ہے۔ بلا تصنع عرض کرتا ہوں کہ آپ کا ایک سادہ فقرہ بھی شعر ہوتا ہے جس کی داد دینے کے لیے آپ ہی کی زبان اور آپ ہی کا سحر آفریں قلم چاہیئے اور یہیں سے اپنا مرتبہ دیکھ لیجئے۔ اچھا خدا حافظ!

آپ کا دلگیر

قمر زمانی بیگم

بنام شاہ دلگیر (ایڈیٹر نقاد)

بمبئی - ۳۰ نومبر سنہ ۱۶ء

معاف فرمایئے گا آپ کی تحریروں کا جواب میں اس وقت تک نہیں دے سکی۔ میں اس زمانہ میں بہت بیمار ہوگئی تھی اور اب بھی بہت نقیہہ ہوں۔ میری اس بیماری کی وجہ خود اپنے دل سے پوچھ لیجئے۔ اس وقت اس سے زائد کچھ نہیں لکھ سکتی۔ آپ کی تحریریں مفصل جواب چاہتی ہیں انتظار کریں۔ اس سے زیادہ لکھنے کی تاب مجھ میں اس وقت نہیں۔

آپ کی

ق - ز

(۲)

بمبئی

۱ دسمبر سنہ ۱۶ء

کرتے ہیں جور و جفا مہر و وفا کہتے ہیں — یہ بھی کیا لوگ ہیں کیا کرتے ہیں کیا کہتے ہیں؟

دل گیر۔ اے سبحان اللہ۔ آپ دلگیر ہو کر بھی دل نواز بنتے ہیں۔ اور اس دل نوازی پر مجھ سے شرم و حجاب کی شکایت ہے۔ کاش آپ میری جگہ ہوتے اور میں آپ سے پوچھ سکتی۔ خیر

حد چاہیے سزا میں عقوبت کے واسطے

آخر گناہ گار ہوں کافر نہیں ہوں میں

چلیئے آپ سچے اور ہم جھوٹے۔ اقرار جرم اور پھر دلگیر کے سامنے۔ میں اس پر کیوں نہ ناز کروں۔ آپ کی بے مہری کی شکایت اور میرے لب سے۔ توبہ توبہ کیونکر ممکن ہے۔ خوب کیا جو کچھ کیا۔ اگر قسمت میں ملنا لکھا ہے تو پوچھوں گی اور پوچھ لوں گی کہ قصور کس کا تھا اور گنا ہگار کون تھا؟ اپنی مجبوریوں کو کوستی ہوں کہ اطمینان سے خط تک لکھنا نصیب نہیں ہوتا۔ اول تو مجھ دلگرفتہ کے لیے میری بے تابیاں ہی کچھ کم نہ تھیں اوس پر رسوائی کا خوف اور گھر بھر کا ڈر۔ کیونکر لکھوں۔ صبر کرتی ہوں کبھی تو اس صبر کی داد ملے گی۔ دیکھیے کوشش کر رہی ہوں کہ آپ سے اخیر دسمبر تک دلی میں ملاقات کی صورت نکل آئے۔ موقع اچھا ہے۔ کانفرنس میں ہمارے یہاں کے لوگ سبھی جاتے ہیں۔ اگرچہ آپ وہاں جانے سے محروم رہ جائیں گے۔ اور پھر مجھ سے شکایت ہوگی۔ مگر قیامت تو یہ ہے کہ سوائے اس کے اور تدبیر بھی تو سمجھ میں نہیں آتی۔ آپ تشریف لائیے گا تو کنیز پر اور احسان ہوگا۔ آخر عیادت بھی تو فرض ہے۔ دیکھیے میں نے کس یقین سے سمجھ لیا کہ آپ ضرور تشریف لائیں گے۔

تم یہاں آکر تو دیکھو ہجر میں کیا حال ہے   دل کے ہاتھوں آج سو سو حشر ہیں ٹوٹے ہوئے

ماشاء اللہ۔ خدا نظر بد سے بچائے۔ کیا پیاری تحریر ہے اور کیسا بے ساختہ انداز۔ میں کیوں نہ رشک کروں۔ مگر میں کیوں رشک کرنے لگی۔ آخر آپ کی قابلیت میری اپنی قابلیت سہی۔

مجھ میں اتنا سماکر تو نہ چُپ   اور پھر کوئی گفتگو نہ رہے

خیر۔ درد دل کے ظاہر کرنے کے لیے میری ناقابلیت بھی بری نہیں۔ ٹوٹے پھوٹے الفاظ ہیں۔ دیکھئے جو اثر ہو۔

فریاد کی کوئی لَے نہیں ہے   نالہ پابندِ نَے نہیں ہے

میں پھر کہتی ہوں۔ کہ اگر میری شرم نے آپ کو دلگیر بنا دیا ہے تو بلا سے مجھ پہ کچھ ہی گذرے میں حضور کے حکم کی تعمیل کروں گی اور ضرور کروں گی۔

خطاوار

ق۔ ز۔

یہاں تنہائی میں جی بہت گھبراتا ہے۔ کتابیں بھی ساتھ نہیں لاسکی۔ اگر زحمت نہ ہو تو نقاد کے سالنامے بہ پیکٹ بُک پوسٹ بھیج دیجئے۔ انھیں سے جی بہلاؤں گی۔ اور سچ پوچھیئے تو دہی آپ کی یاد تازہ کرنے کا اچھا ذریعہ ہوگا۔ اوس پہ پتہ صرف نقاد کا ہونا چاہیے۔ میرے نام کی ضرورت نہیں

(۳)

جنوری سنہ ۱۴ء

مجھ سے روٹھ جانے والے

اللہ اللہ اس خفگی کا کچھ ٹھکانہ ہے۔ مجھے کیا خبر تھی کہ آپ اس قدر حساس ہیں خیر میں معافی چاہتی ہوں۔ اور آئندہ کے لیے توبہ کرتی ہوں۔ بہتر یہی ہے کہ آپ اس مسئلہ کو زیادہ نہ بڑھائیں۔ خودداریاں تو آپ ہی کی ہیں۔ مجھ غریب کو کیا حوصلہ کہ میں ان میں عیبیں نکالسکوں۔ بگڑ جایئے۔ روٹھ جایئے۔ اچھا صاحب اپنی محبت کو، ایسی طلب کریئے۔ کون ہے جو پرائے درد دکھ کا شریک ہو۔ میری قسمت میں تو ہمیشہ برائی لکھی ہے۔ آپ کیا کریں مجبور ہیں۔ ہائے اللہ کوئی اپنی نازبرداری کرنے والا نہیں قسمت ہی ایسی ہے اس پر آپ کا یہ اور ظلم کہ مجھ سے جواب افتتاحیہ کی فرمائش ہے۔ کیوں بناتے ہیں۔ آہ جس وقت سے آپ کا نامہ عتاب آیا ہے۔ میں اپنی زندگی سے سخت بیزار ہوگئی ہوں۔ میں نے ایک مضمون شروع کیا تھا وہ بھی رہ گیا۔ خدا کے لیے اس قدر نہ ستائیے کہ پھر آپ کو بھی رنج ہو۔

مارچ کے لیے تو اب مجھ سے کچھ نہ لکھا جائے گا۔ اپریل کے لیے لکھوں گی اگر آپ نے اس قابل بنا دیا اور اگر ایسی ہی کوئی تحریر یاد آگئی تو بس خیر صلاّ ہے۔ دو سطر کا ایک ٹکڑا پیش ہے کہیں رکھ دیجیے۔

ق۔ ز۔

ایک جاندار پتی

ایک زرد رنگ کی خشک سی خزاں رسیدہ پتی ہوا سے اڑی اور اڑتی گئی۔ روشوں کا چکر لگاتی ہوئی گھاس پر سے گزرتی ہوئی ایک شاخ گل سے لپٹ گئی۔ ایک کلی کو اپنی آغوش میں لے لیا اور تھک کر گر پڑی۔ مجھے کتنی حیرت ہوئی جب قریب جاکر دیکھا کہ وہ تو ایک

قیمتی ہے۔

(۴)

۱۱ فروری سنہ ۵۱ء

میرے دونوں خط آپ کو مل گئے ہوں گے۔ صرف ایک کا جواب آپ نے دیا۔ یہ بھی غنیمت ہے۔ میں کیا کرتی اگر آپ ایک کا جواب بھی لطف نہ فرماتے۔ دل پہ کیا گزر گئی؟

مجھے معلوم مگر اس علم سے مجھے سوائے اس کے اور کوئی اندیشہ نہیں کہ کہیں آپ پھر عالم یاس و نامرادی میں تب ہی سکے آپ ان ما عدو کے اخلاق میں تنہا مالک فرماں روا ہیں کسی ایسے عزم کا اعلان مجھ پر نہ کر دیں جس کا جواب میرے پاس سکوت اور صرف سکوت ہو۔ کیسا بناتے ہو؟ اللہ اللہ جس شخص کے دل پر اس وقت تک کچھ نہ گزری ہو مگر ایک ناگفتنی وہ مجھے یقین دلاتا ہے کہ یہ سب کم و فریب ہے خیر میں اس کو تسلیم کرنے کے لئے آمادہ ہوں اگر آئندہ کے لیے آپ میری محبت آزمائی سے باز آجانے کا وعدہ فرمائیں۔ میں سچ عرض کرتی ہوں کہ دلگیر صاحب آپ کی طرف سے میرا دل شکایتوں سے بریز ہے اور یقیناً میں کسی نہ کسی دن اپنا دل اور ان سے بیان سے ہلکا کروں گی لیکن ابھی نہیں۔ ورنہ آپ کہیں گے کہ عجیب بداخلاق عورت ہے کہ خط و کتابت شروع ہوتے ہی بے تکلفی پر اتر آئی ——— میرے دوسرے خط میں شاید آپ نے کوئی بات ایسی نہیں پائی کہ جواب دینے کی تکلیف گوارا فرماتے۔ مارچ میں میرا بھوپال جانا یقینی ہے اور اگر آپ نے اجازت دی تو ایک وقت کے لیے آگرہ اتر کر تاج دیکھنا بھی ایسا ہی ہے۔

اور ہاں یہ کیا حرکت ہے کہ آپ نے دفتر نقاد کا چھپا ہوا فارم لے کر جیسا تیسا آثار دیا کیا آپ کوئی کاروباری خط لکھنے بیٹھے تھے

آخر نقاد کی اس بے رخی کا کیا سبب ہے؟ کیا آپ کی رنگینیاں اب اس سے بہتر کسی مصرف کی متلاشی ہیں؟ تو آپ نے مجھے کسی ایسے مشاہدہ میں راز دار بنایا ہے رہنمائیں گے۔ پھر میں غریب کیا کر سکتی ہوں اور کیا رائے دے سکتی ہوں۔ سوائے اس کے کہ نقاد اور صاحب نقاد کی خیر مانگوں۔

میں لیڈیز کانفرنس میں شرکت کی طیاریاں کر رہی ہوں اس لیے جلد مضمون بھیجنے کا وعدہ تو نہیں کرتی لیکن یہ ضرور یقین دلاتی ہوں کہ آپ چاہتے خفا ہو جائیں لیکن اب نقاد کو ناراض نہ کروں گی۔

چند صفحہ پر کچھ خیالات پریشان جمع کر کے پیش کیے جاتے ہیں خدا کرے پسند آ جائیں اور نقاد کے صفحات میں بار پا سکیں

آپ کی - ق - ب

(۵)

برلن - ۱۰ فروری سنہ ۵۱ء ——— کنیز نوازے - عذر گناہ اور پھر وہ بھی میری زبان سے - مجھے شرمندہ اور آپ کو زیادہ

بتا دے گا۔ آپ فرمائیں کہ معذرت کروں یا نہ اردو۔ نہ کروں گی اچھا نہ کروں گی صرف مجبوریوں کا اظہار کر دوں گی۔

مجھے درحقیقت آپ کے سب خط مل گئے ہیں۔ ایک آگرہ کا ڈاک والوں نے ترٹپا دیا۔ کیا بیان کیا کروں۔ اپنا نہیں میرا اقرار دل کیسے) دوسرا لکھنؤ کا اور تین وہ جو بریلی بھیجے گئے تھے۔ وہی بریلی جہاں میں نصیبوں جلی اپنی قسمت کو بیٹھی رو رہی ہوں کاش میں گرد راہ ہو کر قدموں سے لپٹتی۔ نشانِ مہوتی۔ آنکھوں کا نور کھاتی۔ خدا کے لیے خفا نہ ہو جانا۔ واقعہ یہ ہے کہ لکھنؤ اور آگرہ کے خط بھی مجھے اوس دن ملے جب آپ خیریت سے بریلی تشریف لا چکے تھے اور مجھ بدنصیب کو خبر نہ تھی۔ آپ کے باقی خط مجھے اوس وقت ملے جب آپ واپس جا چکے تھے یہی وجہ تھی رہیں اون تین خطوں کا فوراً جواب نہ دے سکی اور نہ ہی آپ سے ملنے کی کوئی تدبیر نکال سکی۔ آپ کے سر کی قسم جس وقت ۵ جنوری کو آپ کے تینوں خط ایک ساتھ ملے جو بریلی سے لکھے گئے تھے سر پیٹ لیا۔ جی چاہتا تھا کہ اپنے چاک کر باہر نکل جاؤں اور اپنے دل گرفتہ دل کو کسی طرح سے منا لاؤں۔ لیکن وقت نکل چکا تھا اور ہم سے روٹھ کر جانے والے جا چکے تھے

کام دورِ چرخ میں بگڑے ہوئے اکثر بنے   تم سے جب ان کر اٹھا ئے تو پھر کیونکر بنے

مگر نہیں میں مایوس نہیں۔ میں مناؤں گی اور آپ من جائیں گے۔ ہمیں منانا آتا ہے۔ حضور قصہ یہ ہے کہ جن صاحب کے ذریعے خط منگواتی ہوں وہ میرے بہت دور کے عزیز ہیں اور ان ماہ کاوش میں فاصلہ پر ہے۔ اون کو یقین دلا دیا گیا ہے کہ ق۔ ز کے خطوط دراصل ایک اور خاتون کے لیے ہوتے ہیں۔ مگر آپ نے تم کو اپنا ۔۔۔ آپ نے اون سے کیا کہا ہوتا اور دل کا بات سمجھے دل سے۔

انداز جنوں کون سا ہم میں نہیں مجنوں   پر تیری طرح عشق کو رسوا نہیں کرتے

مجھ سے ضبط و تحمل سیکھیئے۔ خیر یہ ہماری بدقسمتی ہے اس زمانے میں وہ دلی چلے گئے تھے اور خط لانے والا کوئی نہ تھا۔ ممکن تھا کہ وہ کسی طرح اون خطوط کو جھٹ آپ پہونچا دیتے تاکہ دن گئے۔ ورنہ میرے ایک عزیز کا انتقال ہو گیا تھا اس وجہ سے دن ان پریشانیوں میں مبتلا رہے۔ ورنہ مجھو اسکے۔ اب زمانے کہ اپنے کو سوں یا اپنی قسمت کو۔ دل یہ تم سچ سچ کہنا کیا آپ واقعی آئے تھے۔ یہ سب سچ سہی مگر خدا جانے کیوں یقین نہیں آتا۔ ہائے اللہ کتنے ارمان تھے۔ دیکھئے میں کوشش کر رہی ہوں۔ بنارس یا جہاں جہاں ممکن ہوا آپ سے ملوں گی۔ لو اب تو من جاؤ۔ ہاں اگر تکلیف نہ ہو تو لفافہ کے پتے مجھے بھجوا دیجئے۔ یہ نہ پوچھئے کیوں منگواتی ہوں۔

منتظرِ دل نوازی

دلفگار

ق۔ ز۔

(۶)

بریلی ۱۹ فروری ۱۹۳۰ء

جانِ آرزو لکھوں یا آرزوئے جاں۔ اچھا دونوں سہی۔ اس دار فنا کا برا ہو خدا جانے میں نے بے خودی میں آپ سے کیا خطاب کیا۔ جی چاہتا تھا۔ کہ آپ کو جان نہ لکھتی لیکن ڈرتی ہوں کہ آپ مجھ سے آشفتہ حال کی جان بن کر کیا کریں گے۔ آہ وہ جان جو ہر وقت مبتلائے رنج و ملال ہے۔

تو ہماری زندگی۔ پر زندگی کی کیا امید
تو ہماری جان۔ لیکن کیا بھروسہ جان کا؟

آپ تحریر فرماتے ہیں کہ "جان دلگیر کرنے والی کوئی ہستی دنیا میں ہوتی تو میں دلگیر نہ ہوتا" آپ کو میری قسم سچ کہیے کیا کوئی اور ہستی بھی ایسی ہی تھی جس کی طرف سے آپ یہ آرزو رکھتے ہیں۔ دیکھیے میں آپ کی طرف سے بدگمان ہو چلی ہوں۔ آپ ان ناحق باتوں ... صاف دیکھیے مدتوں میں بگڑ جاؤں گی واللہ نہ مانوں گی۔ جبھی تو میں نے لکھا تھا کہ بے کس ہو کر رہنا بے وفائی نہ کرنا۔

تحسین ناشناس نہیں تحسین قدرشناس سمجھ کر شکریہ ادا کرتی ہوں۔ مگر آپ کی تحسین میرے لئے شاید ہی کچھ معنی رکھتی ہو ... عیب بھی ہنر نظر آتے ہیں۔ ابھی تو نہیں لیکن امید کرتی ہوں کہ شاید آیندہ کمال ہم نشیں مجھ میں یہ خوبی پیدا کردے تصویر دلگیر ملی یہ نہ پوچھئے کہ اس ندر دلگیر سے جو خود دلگیر ہے میری کیا حالت ہوئی۔ یہ آپ نے کیا لکھا کہ "یہ تصویر جب کی ہے میں بھی جوان تھا" کیا اب آپ جوان نہیں جوانی نام ہے فقر دل میں سما جانے کا آنکھوں کی راہ سے کلیجہ میں اتر آنے کا سو یہ میرے دل اور کلیجہ سے پوچھیے دیکھیے صاحب نقاد جلد جلد دلنواز فرمائیں۔ ورنہ میں لڑ دوں گی۔ پتہ دبی ہے۔ مجھے یقیناً مل جائے گا۔

بہت اچھا دلی نہ آیئے (شکر رہیں) آگرہ کیونکر آسکتی ہوں۔ خیر سے آپ جوش انشاء پردازی میں ہرزہ سرائی پر بھی اتر آتے ہیں "شاید ... یہی مقدر ہو" چلو مجھی یہ باتیں اچھی نہیں معلوم ہوتیں۔ نقاد کی دوبارہ زندگی میری محبت کی یادگار ہے۔ اس لیے اوس یادگار کا واسطہ دلاتی ہوں کہ اوسے ضرور جاری فرمائیں۔ اپریل کے پہلے ہفتہ میں پرچہ میرے ہاتھوں میں ہونا چاہیے۔ اور یہی امتحان محبت ہے۔ اڈٹ کرنے میں آپ کے ساتھ ہوں۔ مجھے کچھ آئے یا نہ آئے لیکن آپ پر اعتماد ہے سنبھال لیجئے گا۔ آپ اگر مناسب سمجھیں تو اپنے نام کے ساتھ میرے نام کا بھی اعلان کر دیجئے۔ لیکن پتہ ظاہر نہ کر دیجئے گا۔ نقاد کے پرچے اس کے جواب کے ساتھ ساتھ آنے چاہئیں

کنیز
ف۔ ز۔

(۵)

بریلی ۳ مارچ (۱۹۱۷ء)

آرزوئی نیب ملان

جان پر بننے کے لیے اس قدر اضطراب۔ آخر کیوں؟ اس القاب کا مستحق اب سوائے آپ کے اور کون ہو سکتا ہے۔ لیکن ڈرتی ہوں کہ میری بدبختی کا اثر کہیں آپ کی آئندہ زندگی پر نہ پڑے۔ شکر ہے آج آپ نے اس محبت کا اقرار کر لیا جس کے کچھ نتیجے ہوں جذبات میرے اوپر صرف ہو رہے ہیں میں چل بسی تو آپ کی پُر شوق نگاہیں کس ادا کو ڈھونڈ لیں گی آخر اس محبت میں کیا دھرا ہے کیوں آپ میری مٹی خراب کرتے ہیں۔ آپ کو کیا ہے اور کوئی سہی۔ آہ۔

مجھے یہ سن کر نہایت مسرت ہوئی کہ آپ محض میری خاطر سے نقاد کی اشاعت کی زحمت گوارا فرما رہے ہیں۔ کس طرح شکریہ ادا کروں۔ آپ انعام طلب کرتے ہیں۔ مجھ غریب کے پاس کیا ہے۔ ایک دل تھا سو وہ بھی کب کا خون ہو کر آنکھوں سے بہہ گیا آپ افتتاحیہ مضمون مجھ سے مانگتے ہیں۔ لیجئے حاضر ہے۔ خدا معلوم آپ اپنے ناظرین سے میری معرفی کس طرح کریں

نقاد کے پرچے ملے ہیں شکریہ ادا نہیں کرتی۔ باقی پرچے بھی تلاش کیجیے۔ مضامین اور بھی لکھ رہی ہوں۔

آپ کی

ق۔ ز

نقاد کی زندگی کا دوسرا دور

اور

میں!!

جب کوئی عزیز یا محبوب اپنے سے جدا ہوتا ہے تو رنج اس بات کا نہیں ہوتا کہ وہ جدا ہو گیا بلکہ تکلیف کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ خدا جانے کب ملے؟ اگر انھیں یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ اس قدر مدت کے بعد وہ ضرور مل جائے گا تو یقیناً ہماری تکلیفیں بہت کچھ گھٹ جائیں۔

موت کا صدمہ اس خیال سے سخت صدمہ کہلاتا ہے کہ وہ ہمیشہ کے لئے پھر کبھی نہ ملنے کے لیے ہماری چیز کو ہم سے چھین لیتی ہے۔ ذرا تنہائی میں کبھی اس پر غور کیجیے کیسی سخت وحشت ہوتی ہے۔ چونکہ موت نام ہے ایک ابدی جدائی کا۔ ایسی مفارقت کا جس کی کوئی حد نہیں، ایسے قفلِ سکوت کا جو کبھی نہیں ٹوٹ سکتا۔ اس سبب آدمی جتنا بھی تڑپے کم ہے۔

ان عاشقوں سے پوچھیے: اگر ان کے محبوب کسی طرح پھر زندہ ہو کر دنیا میں آ جائیں تو وہ کیا کچھ نہ کریں۔ ماؤں سے دریافت کرو، اگر ان کے لال جن کو خونِ جگر پلا پلا کر پالا تھا، پھر ان کی خالی گود میں آ جائیں تو ان کی کیا حالت ہو۔ اس حالت کے سامنے دیوانگی تو ہوش میں داخل ہے۔

ہم کبھی ذرا فارغ ہو کر بیٹھتے ہیں تو سوچتے ہیں کہ کیوں نہ اگر فلاں شخص کسی طرح زندہ ہو کر پھر ہمیں مل جائے تو کیا ہو۔ یہ جانتے ہیں کہ نہیں ملے گا۔ یہ یقین ہے کہ وہ زندہ نہیں ہو سکتا۔ لیکن صرف اس خیال کا یہ اثر ہوتا ہے کہ تھوڑی دیر کے لیے ہم اپنی آہ، مسرتِ فکر سے مغلوب ہو جاتے ہیں اور ہماری تمنائیں یہاں تک فریب دینے لگتی ہیں کہ فوراً ذہن قدرتِ خداوندی کی طرف چلا جاتا ہے کہ اس کے اختیار میں تو سب کچھ ہے۔ ممکن ہے اس وقت کی دعا ہماری سن لے۔ لیکن سچ تو یہ ہے کہ خدا نے اپنے قانون کو کبھی نہیں توڑا اور نہ آیندہ کے لیے بھی یہی حکم لگا دیتی اگر نقاد کی زندگی کا معجزہ میرے سامنے نہ ہوتا

نقاد فنا ہو چکا تھا، مر چکا تھا، کون کہہ سکتا تھا کہ وہ پھر زندہ ہو جائے گا، کس کو یقین تھا کہ پھر اس کی صورت ہمیں نظر آئے گی۔ اس کی مسیحائی کی کس کو خبر تھی۔ لیکن نہیں۔

اے نقاد!

نہ تجھے کسی نے زندہ کیا اور نہ کسی کی مسیحائی نے اثر کیا۔ تو اپنی حیات کے لیے خود اپنی خاکستر کو کام میں لایا اور اب ہمارے سامنے اسی طرح نغمہ زن ہے۔

سچ بتا تو موسیقار تو نہیں؟

مجھ کو جس قدر محبت نقاد سے تھی اس کا علم صرف حضرت دلگیر کو ہوسکتا ہے یا پھر مجھے۔ اگر خود اپنی الفت کے اندازہ کرنے کا سلیقہ مجھ میں ہو اور اسی بنا پر اس صدمہ کا کرلیجیے جو نقاد کے بند ہونے سے مجھ کو پہونچ سکتا تھا؟

میں غالباً اس کے اظہار پر مجبور نہیں کی جاسکتی کہ مجھے نقاد سے کیوں محبت تھی؟ اور اس کے لیے کیوں اس قدر بیتاب تھی لیکن آپ بغیر وجہ سنے کیوں نہ یقین کرلیں کہ مجھے اس سے الفت تھی اور میں اس کے لیے بے قرار بھی تھی۔

اس دور مسافت میں کیا کیا ہوا اور کس طرح گزری۔ اس کو دلگیر سے سنیے۔ اگر وہ سنا سکیں اور مناسب سمجھیں۔ میں تو صرف حال کہتی ہوں کہ اب وہ پھر ہماری آغوش میں ہے۔ خدا کرے مآل بھی نیک ہو۔

ناظرین نقاد کو غالباً یہ معلوم کرکے سخت حیرت ہوگی کہ اب اس کی ترتیب و تہذیب میں میرا ہاتھ بھی شامل ہے۔ گو واقعہ نہیں لیکن کیا عرض کروں جناب دلگیر کے اصرار سے میرے انکار کو مغلوب ہونا ہی پڑا اور سچ تو یہ ہے کہ میں اس مغلوبی سے ناخوش بھی نہیں ہوں!

ہندوستان کے حلقہ علم و ادب میں اگر محض عورت ہونا ہی سنگین جرم نہ ہوتا تو شاید آپ مجھ سے اس قدر اجنبی نہ ہوتے اور اس وقت صرف میرے نام کا اظہار ہی کافی ہوتا۔ خیر اپنے ہاں کی سوسائٹی اور اصول معاشرت کی مخالفت کرنا تنہا ایک جان ناتواں کا کام نہ تھا۔ خاموش رہی لیکن اب جبکہ میں نسبتاً آزاد ہوں۔ ان بندشوں کو قطع کرتی ہوں اور آپ کے سامنے اس حیثیت سے آجاتی ہوں جس حیثیت سے مجھ کو اس سے قبل آجانا چاہیے تھا۔

میں سمجھتی ہوں کہ اس وقت قدرتاً آپ کے دل میں یہ سوال پیدا ہورہے ہوں گے کہ یہ کون ہے؟ کیا ہے؟ اور شاید موجب بشاشت ہوتی اگر مجھے یہ یقین ہوتا کہ سوسائٹی کی اخلاقی حالت اس قدر بلند ہوگئی ہے کہ وہ عورت کی ہر بات سننے کے لیے اندر کافی احساس ان تمدنی دردوں کا پاتے ہیں جن کا صرف احساس ہی ان دونوں طبقوں میں حد فاصل قائم کرسکتا ہے۔

میں اگر نقاد کی ترتیب میں حصہ لیتی ہوں تو اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ مجھے مردنما ہی پسند ہے۔ آپ کو اپنی جنس کی قدر ہو یا نہ ہو مگر میں تو اپنی نسائیت پر جان دیتی ہوں اور اس لیے اگر آپ کے سوالات کو تشنہ رکھتی ہوں تو یہ میری فطرت سے خواہ کی بے قراری میں اس سے اضافہ ہو یا سکون۔

اس قدر تمہید کے ساتھ اب میں اس باب کا افتتاح کرتی ہوں جو نقاد کی دوسری زندگی کا عنوان ہے اور یہ التجا کرتی ہوں کہ خدا کے لیے اب اس کو فنا نہ ہونے دیجیے گا کہ اب اس میں ایک نسوانی عزت بھی شامل ہے جس کی توہین شاید آپ کو گوارا نہ ہو۔ اس خطاب میں خریداران نقاد بھی شامل ہیں جن کی کوشش پر اس کی زندگی کا ایک حد تک انحصار ہے اور مضامین نگار بھی جن کی اعانت پر اس کا حسن منحصر ہے۔

ق۔ ز

(۹)

بریلی ۵ مارچ سنہ

قدر افزا۔ بڑی مصیبت یہ ہے کہ آپ کے خطوط مجھے بہت دیر میں ملتے ہیں۔ جن صاحب کے ذریعے سے خط و کتا-

ہیں وہ اکثر باہر رہتے ہیں اور یہ ممکن نہیں کہ بغیر ان کے مجھے مل جایا کریں اب آپ کا ۸ کا لفافہ مجھے آج ملا ہے اور ادھر قیامت یہ ہے کہ جہاں جواب میں ذرا دیر ہوئی آپ بدگمان ہوتے ہیں اور مجھے اتنی تکلیف ہوتی ہے کہ خط کیوں دیر سے ملا۔ آپ جواب کے منتظر ہوں گے۔ اس لیے آپ اپنی محبت کی بنا پر انتظار تو ضرور کیا کریں لیکن خدا کے لیے انتہائی شکایت نہ کیا کریں کہ میرا کلیجہ پھٹنے لگتا ہے اور علاج میرے بس کا نہیں۔

آپ کی یہ تحریر بالکل توقع نہیں اس لیے میرے سب [illegible] زیادہ خوشی کی بات بھی نہیں اگر آپ ایفائے محبت کا وعدہ کرتے ہیں تو کوئی بڑا کمال نہیں کیونکہ میرے نزدیک یہ لازمۂ شرافت ہے [illegible] دنیا میں عہد شکنی کا وجود [illegible] جس کو زمانہ عہد شکنی کہتا ہے وہ فی الاصل عہد ہی نہیں ہوتا [illegible] مصلحت عہد کہ عہد ان [illegible] ہیں جب اس پر قائم رہنے کی طرف سے اطمینان ہو جائے۔ اس لیے میں تو ان اقرار کو [illegible] ہوں لکھنے کی ضرورت کیا۔ انسان کے عادات و اطوار خود بتانے والے ہیں۔ دیکھئے آپ ہمیشہ خیال کو بلند رکھیے [illegible] آپ بہت [illegible] باتیں کرنے لگتے ہیں اور مجھے سخت ایذا ہوتی ہے۔ اول تو پہلے آپ کا مجھ پر غصہ۔ اور [illegible] میری تحریر پر آپ کا [illegible] نہیں [illegible] نہیں ہوں گا۔ اب میں ناراض نہ ہوں گا۔ خود ہی غور فرمائیے کہ یہ کیا ہے کیسا ناز [illegible] ہے آپ کے ذہن میں خیال کہاں سے پیدا ہوا۔ میں آپ کو بتاتی ہوں اور سمجھتی ہوں کہ فرض پورا کرتی ہوں۔ آپ مجھ سے [illegible] کرتے ہیں تو یقین کیجیے کہ یہ آپ کا ذہن تھا۔ پھر اس میں یہ نمائش کیسی [illegible] کا ناز اور کیسا نیاز۔ آپ کو معلوم ہے قوس قزح میں کتنے رنگ ہوتے ہیں [illegible] لیکن بھلا کوئی یہ تو بتا دے کہ کون رنگ کہاں سے شروع ہوا ہے۔ [illegible] فطرت سے پیچھے [illegible] دو جدا چیزیں [illegible] ہو گئے بعد دونوں کا مزہ الگ الگ معلوم ہو سکتا ہے۔ پھر اگر دودھ فخر کرے کہ لذت میری ہے یا شکر کہے کہ [illegible] ہوا [illegible] ہے۔ اصل تو یہ ہے [illegible] ہو جانے میں جو [illegible] ہے وہ [illegible] ہیں بھی نہیں۔ خیر یہ تو ایک فسانہ ہے [illegible] لیکن اس قدر [illegible] بڑی سمجھا کہ آپ کو میری نسبت کچھ اندازہ تو [illegible] آپ نے جس قدر تعریف کی ہے وہ [illegible] قابل نہ تھا لیکن اب آپ کی [illegible] وقعت البتہ بڑھا دی۔ خیریت پوچھتے ہیں اس زمانہ میں بہت پریشان رہی اور اب بھی ہوں۔ تاہم [illegible] خط میں بھی لکھ چکی ہوں اور اب پھر کہتی ہوں کہ میرا قیام یہاں بہت کم رہے گا اور یہ ایک بڑا [illegible] ہے اور یہاں میں زیادہ آزاد رہی ہوں دہلی یا لکھنؤ جا کر ہیں بہت پابند ہو جاؤں گی آج کل میرے متعلق ایک خاص مسئلہ پر غور ہو رہا ہے لیکن میں اب کسی طرح [illegible] نہیں ہو سکتی۔ آپ ہی فرمائیں کیا کروں؟ سچ ہے [illegible] انکار جتنا سہل [illegible] اسی قدر دشوار بھی ہے۔ آپ فکرمند نہ ہوں کیوں کہ دنیا میں کوئی کام میرے لیے اتنا سہل نہیں جتنا وہ جس سے میں زیادہ کر چکی ہوں۔

آپ کی

قمر

(۹)

بریلی۔ یکم اپریل ۱۹۱۶ء ———— پیارے دل گیر ۲۲ اور ۲۸ دونوں تاریخ کے نامہائے محبت وصول ہوئے

پہلے عذر تاخیر قبول کیجئے۔ اور پھر اس بات پر اظہار تاسف کہ آپ نے بھی کس قدر کمزور دل پایا ہے۔ دیکھئے خدا کے لیے ایسا نہ کیجیے ہمت ٹوٹ جائے آپ کو اس سے آخر بحث ہی کیا۔ میں اب پچھتاتی ہوں کہ کیوں لکھا۔ آپ اطمینان رکھیں کہ قمر سوائے آپ کے نہیں ہو سکتی۔ میں آپ کو یہ خبر خوش سناتی ہوں کہ وہ جھگڑا سطے ہو گیا اور بالکل میری مرضی پر چھوڑ دیا گیا۔ اب آپ خود غور فرمائیے کہ کیا ہو سکتی ہے۔ آپ ذرا سی بات میں مایوس ہو گئے۔ ابھی تو زندگی پڑی ہے اور خدا جانے کیا کیا برداشت کرنا ہے۔ ذرا مرد بنے رہئے تو آپ پر بڑا اعتماد ہے۔ اگلے خط میں مضمون کا انتظار کیجئے۔ نقاد کا سخت انتظار ہے۔

صرف آپ کی
قمر

(۱۰)

حافظ عزیز الدین نقشبندی — ۱۱ مئی ۳۸ء
ذریعہ پوسٹ ماسٹر — دہلی

پیارے دلگیر

خدا کی قسم اور آپ کے سر کی قسم کہ میں اس زمانہ میں سخت پریشان رہی۔ اپنی بیماری کی خبر پہلے دے چکی ہوں اور اب یہ سنیئے کہ ایک خاص ضرورت سے مجبور ہو کر بنارس گئی اور وہاں سے لکھنؤ ہوتی ہوئی اب دہلی آئی ہوں۔ ہاں وہی دہلی جہاں سب سے آزار مجھے ملا۔ خدا آپ کو خوش رکھے۔ مجھے نہیں معلوم کہ آپ کے کون کون سے خطوط مجھے ملے ہیں اور کون کون سے نہیں۔ بہر حال ہوں۔ اور آیندہ کے لیے وعدہ کرتی ہوں کہ بہت جلد جواب دیتی رہوں گی۔ میرا پتہ نوٹ کر لیجیے۔ بڑی مشکل سے یہ تدبیر کی ہے۔ لفافہ کے اوپر میرا نام نہ ہو۔ صرف حافظ عزیز الدین کا ہونا چاہیے۔ اس کے اندر جو دوسرا لفافہ ہو اس پر صرف ق۔ ر ہونا چاہیے۔ بعد میں اور زیادہ محفوظ طریقہ بتاؤں گی۔ اس وقت عجلت میں ہوں۔ اس لیے پوری کیفیت عرض نہیں کر سکتی۔ جس کو اب پورا کر دوں گی۔ کیوں دے دیا؟ آپ خفا تو نہیں ہو گئے؟ دیکھیے اس کا ضرور لحاظ رہے کہ بغیر میرے بلائے ہوئے آپ کبھی مجھے ملنے کی کوشش نہ فرمائیں ورنہ کیا خبر کہ کس طرح آپ سے یہ خط و کتابت بھی کر لیتی ہوں۔ آپ مطمئن رہیں۔ ہم جیسا ہیں ہر ایک جگہ بیٹھ کر باتیں کرنے کی کوشش جاری ہے اور اس میں بڑی حد تک کامیابی ہو چکی ہے۔ چند دن کی دیر اور ہے۔

نذر سجاد کو جواب میں نے دے دیا۔

آپ کی
قمر

(۱۱)

دہلی ۳ مئی ۳۸ء

دلگیر صاحب —— میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں آپ کو کیا خیال کروں کبھی تو آپ کی طرف سے

اس قدر بلند قائم ہو جاتی ہیں کہ مجھے اپنی قسمت پر خود رشک آنے لگتا ہے اور کبھی ایسا رنگ بدلتے ہیں کہ اپنی جان سے بیزار ہو جاتی ہوں۔
خدا کے لیے تباہ نہ کیجیے اور مجھے دنیا میں کچھ کرنے دیجیے۔
اس سے زیادہ کیا لکھوں۔ آپ کے ۲ ورقے خط نے تو مجھے بالکل بیکار کر دیا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیونکر آپ کو سمجھاؤں۔ بہتر ہے آپ خط میں نہیں لکھتے نہ لکھیے۔ مگر زبانی تو کہیے گا یا یہ بھی نہیں؟
خدا کے لیے اس کے جواب میں مجھے اطمینان دلائیے کہ آپ مایوس نہیں ہیں۔

آپ کی
ن م

(۱۲)

۷ جون ۱۹۱۶ء

وہ آئے بھی اور اٹھ کے چل بھی دیے
یہ مدت بھی کیا مختصر ہو گئی

آداب عرض کرتی ہوں۔
خوب قدر بڑھائی۔ اچھا ذلیل کیا آپ نے۔ درد مند دل والے ایسے ہی تو ہوتے ہیں۔ آخر کیوں تکلیف فرمانے کی کیا ضرورت ہے۔ ملازم کے ہاتھ ہی کہلوا دیا ہوتا کہ ہم نہیں آ سکتے۔ میں کیا کہوں مجھے کیسی شرم آئی اور میں نے کس قدر اپنے اوپر ملامت کی۔ کاش مجھے پہلے معلوم ہو جاتا کہ آپ ایسی رکھائی برتیں گے تو میں ہرگز کمرے سے باہر قدم نہ رکھتی۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ نے مجھے بزم اتارنے پر کیوں اس قدر مجبور کیا اور میرے اصرار پر آپ کیوں بگڑ گئے اور چل دیے۔
الٰہی توبہ! آج کل کے مہذب اور تعلیم یافتہ لوگ بھی کیسے بے درد ہوتے ہیں۔
خیر
طبیعت تو ہو گی قلق چند روز
سنبھلتے سنبھلتے سنبھل جائے گی
میں پرسوں بریلی جا رہی ہوں اور کچھ نہیں کہہ سکتی کہ کب تک وہاں رہوں گی۔ اگر آپ کی شان کے خلاف نہ ہو تو اس پتہ پر خط کا جواب دیجیے۔ مجھے یہ تو بتلائیے کہ آخر بات کیا تھی۔ پتہ یہ ہے:
بانس بریلی محلہ ذخیرہ
معرفت صادق حسین صاحب
لفافے کے اندر میرے نام کا خط دوسرے لفافہ میں بند کر کے رکھیے گا۔ میرے خط کے لفافہ پر صرف ق۔ ز۔ ہونا چاہیے۔
آپ کی خطاوار
ق۔ ز۔

(۱۳)

۱۳ جون ۱۹۴۵ء

"پیارے دستگیر" لیجیے اب تو آپ خوش ہوئے " صاحب " کہنے کا آنا رنج ۔

بت کہہ دیا تو منہ سے وہ اب بولتے نہیں
اتنی سی بات کا نہیں اتنا ملال ہے

کیا آپ میرے صاحب نہیں ؟ میں آپ کو کس طرح یقین دلاؤں کہ آپ کی تکلیف ملال اور رنج و نومیدی سے میرے اوپر بہت اثر پڑتا ہے ۔ میں تو لکھتے لکھتے تھک گئی ہوں ۔ آپ نے میری باتوں کا جواب ٹال دیا ۔ خیر میں جان گئی جو بات ہے ۔ لیکن صدمہ اس کا ہے کہ آپ کے انداز تحریر سے کچھ بے اعتنائی سی پیدا ہوتی جس کو میں اس وقت تک ٹالنے کی کوشش کر رہی ہوں ۔ خیر اگر آپ کی بے رخی کے قابو کی نہیں تو خدا کی مرضی میں کیا کر سکتی ہوں ۔ افسوس ہے کہ آپ کی محبت ... کی ہوشیاریاں ایک عورت کی سمجھ سے ... میں اس طرح ایک عورت کی شیفتگی معصوم مرد ، ہوشیار مرد کے نزدیک کوئی معنی نہیں رکھتیں ۔

یہ آپ یقین رکھیے کہ مجھ سے کبھی وہ بات نہیں ہو سکتی جو خود میرے نزدیک بری ہے ۔ آپ کی مایوسیوں کا علاج میرے پاس ... اس کے اور کوئی نہیں تھا جو ظاہر کر چکی ہوں ۔ اگر آپ کو وہ منظور نہیں تو جانے دیں ۔ جب آپ معمولی باتوں کا جواب دینے سے گریز ... جو لازمی طور سے پوچھی جاتی ہیں تو پھر تو معلوم ۔

جی ہاں حسن ہنوز نامکمل ہے اور شاید رہے گا کیونکہ تکمیل حسن کے لیے التفات عشق ضروری ہے اور وہ مجھے حاصل نہیں ۔

بد نصیب
ممتاز

(۱۴)

یکم جولائی ۱۹۴۵ء

حضرت دستگیر سلمہ ،

لیجیے پڑھنے کے لیے مضمون حاضر ہے ۔ اب تو کوئی شکایت نہ ہوگی ۔ آپ دیکھیں گے اس مضمون کا دوسرا رنگ ہے ۔ تیسرا مضمون کاروباری تھا ... دوسرا مضمون نزاکت تخیل کا نمونہ تھا اور یہ صرف جذبات کا ۔ ... دیکھتے جائیے کہ آپ کی پریشان ... تو ہوں ... پچھلے خطوں کا جواب ہنوز واجب ہے ۔

یکم جولائی

م

(اس کے ساتھ ایک مضمون بھیجا گیا)

(۱۵)

۹ ستمبر ۱۹۴۵ء ۔ مجھے یقین ہے کہ آپ بہت برہم ہوں گے اور ہونا بھی چاہیے ۔ لیکن جب آپ کو پورا حال ،

آپ معاف فرمادیں گے۔ میرا سارا رمضان قریب قریب سفر میں کٹا اور شوال کا آدھا حصہ دیگر تقریبات میں جو میرے خاندان میں ہوتی رہیں اور رہی ہیں۔ میں پورا انتظام ڈاک کا کرگئی تھی لیکن یہاں میرے بعد کسی کو کوئی ہوش نہ رہا۔ پھر جب واپس آکر معلوم ہوا کہ میرے نام کی ساری ڈاک تلف ہوگئی جس میں یقیناً آپ کے خطوط بھی ہوں گے۔ بعض خطوں کے چند پرزے ملے لیکن وہ آپ کے نہ تھے۔ قصہ یہ ہوا کہ جس خادمہ کے ذمہ یہ کام کر گئی تھی اس نے احتیاط نہیں کی اور اوروں کے بچے نے کچھ خط پھاڑ ڈالے اور کچھ جلا دیے۔ میں ہوتی اس کو درگزر کر سکتی تھی کہ ان کا سا گھونٹ پی کر رہ جاتی۔ خدا کے لیے دیگر صاحب معاف کر دیجئے۔ مجھے سخت الجھن رہے گی جب تک آپ معاف نہ کریں گے۔ میں نے ایک غزل روانہ کی تھی۔ معلوم نہیں پہنچی یا نہیں۔ آپ جلد ملاحظہ کیجیے کہ اس زمانہ میں کیا کیا ہوا تاکہ مجھے بھی تفصیل سے سارا جواب دینے کی ہمت ہو۔

جولائی کا پرچہ جلد شائع فرمائیے سخت انتظار ہے۔

دو پتہ وہی ہے۔

خطاوار

...

مولانا عبیداللہ سندھی

بنام ڈاکٹر چوئتھ رام پریزیڈنٹ کانگریس کمیٹی سندھ

از عبیداللہ سندھی۔

۲۰ رجب ۱۳۵۶ھ

بخدمت شریف جناب ڈاکٹر چوئتھ رام صاحب پریزیڈنٹ کانگریس کمیٹی سندھ

ڈاکٹر اشرف کا بیان اخبارات میں دیکھا۔ محترم المقام جناب پنڈت جی پریزیڈنٹ انڈین نیشنل کانگریس نے انہیں میری واپسی کے لیے کوشش کرنے کا حکم دیا۔ اور ان کی دعوت پر علماء دارالعلوم دیوبند اور جمعیت العلماء نے میری واپسی کی تجاویز منظور کیں۔ پھر میری محبوب علاقہ سندھ کی کمیٹی نے آپ کی ہدایت پر کام لیا۔ پھر آپ نے مجھے کونسل کے مباحثہ کی اطلاع دی سے یاد فرمایا۔ ان سب کوششوں کا میرے دل پر خاص اثر ہے۔ میری طرف سے سب بزرگ اور دوست اور بھائی بہت بہت شکریہ قبول فرمادیں۔

(الف) آپ کا ارشاد تھا کہ تار میں جلدی مختصر جواب بھیج دوں۔ اس کی تعمیل نہ کر سکا۔ معافی چاہتا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ اس قسم کے مختصر بیان میری طرف سے گورنمنٹ کو مطمئن نہیں کر سکتے۔ میرا دعویٰ ہے کہ کمیونسٹ ریولیوشن کو میں نے کبھی اپنا سیاسی عقیدہ (کریڈ) نہیں بنایا اور نہ آئندہ میرے جیسے لوگوں سے یہ ممکن ہے۔ گورنمنٹ اپنی معلومات پر احتیاط سے نظرثانی کرے گی تو وہ خود اس کی شہادت دے گی۔

(ب) میں نے کمیونسٹ تھرڈ انٹرنیشنل کی تھیوری اور پروگرام اور آرگنائزیشن کا ماسکو میں سات مہینے سرکاری مہمان رہ کر مطالعہ کیا ہے۔ باوجودیکہ میں کوئی یورپین زبان نہیں جانتا۔ اپنے رفیقوں کی مدد سے جس میں نیشنلسٹ اور کمیونسٹ دونوں فریق تھے صدہا صفحوں کا زبانی ترجمہ سنا۔ سینکڑوں صفحوں کا انہوں نے اردو میں ترجمہ لکھ دیا۔ تاکہ میں باربار مطالعہ کر سکوں۔ میں نے پروفیسروں کے لیکچر اپنے رفیقوں کی ترجمانی سے باقاعدہ سنے۔ میں نے اعلیٰ ذمہ داری کے مالک افسروں سے مباحثے کیے۔ مگر میں نے کمیونسٹ نظریہ (کریڈ) کو نہیں مانا۔ چونکہ ایک نادر موقع میسر آیا تھا۔ میں نے اس سے علمی فائدہ حاصل کرنے میں قصور نہیں کیا۔ چنانچہ ہمارا مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے رجسٹرار مجھے یورپ میں ملے تو چند سوالات کے بعد ان کی یہ رائے تھی کہ میں اس نظریہ کو ان سے بہت زیادہ جانتا ہوں۔

(ج) جو لوگ میری علمی زندگی سے واقف ہیں وہ کبھی مان نہیں سکتے کہ میں کمیونسٹ کریڈ قبول کر سکتا ہوں۔ میں ۱۶ سال کی عمر میں اسلام سے فارغ ہوا چار سال محنت کر کے دارالعلوم دیوبند سے سند فضیلت حاصل کی۔ سب کچھ پڑھنے کے بعد میرا اطمینان نہیں ہوا۔ استاد مولانا محمود حسن دیوبندی شیخ الہند نے مجھے شاہ ولی اللہ دہلوی کے فلسفہ کی طرف توجہ دلائی۔ سات سال کی مسلسل محنت

بعد مجھے شاہ ولی اللہ کی اسلامی تشریح پر اطمینان ہوا۔ اس کے بعد ہر ایک مسلمان عالم کی ہر ایک بات ماننے کا قائل نہیں رہا۔ سندھ میں ایک مدرسہ بنا کر سات سال تک اپنی تحقیقات پڑھاتا رہا۔ اس کے بعد میں نے ساری توجہ قرآن کریم شاہ ولی اللہ کی فلاسفی سے حل کرنے میں صرف کر دی۔ آخر میں شیخ الہند سے شاہ ولی اللہ کی فلاسفی سب سے اعلیٰ کتاب کا درس لیا۔

(۳) میری ننھیال کے پنجاب کے سکھ حکمرانوں سے دور کے تعلقات تھے۔ اس لیے پنجاب کی آزادی کے خواب میرے بچپن کے کھیل ہیں۔ اسلامی تعلیم جب مکمل کر چکا تو ان خیالات پر نظر ثانی کرنے سے دینی جذبہ ملک کی آزادی کی طرف متوجہ ہو گیا۔ شاہ ولی اللہ کی فلاسفی ایک خاص سیاسی اسکول کی رہنمائی کرتی ہے۔ ان کے سیاسی اسکول کے متبعین کی تاریخ سامنے رکھ کر میں نے اپنے لیے ایک پروگرام بھی بنا لیا۔ وہ اسلامی بھی تھا اور انقلابی بھی۔ مگر سوائے باہر کے مسلمانوں سے اس کو کوئی تعلق نہ تھا۔ کچھ عرصہ بعد میں نے شیخ الہند سے اس کا ذکر کیا۔ انہوں نے اس میں اصلاح کا مشورہ دے کر اسے اسلام کی ایک کڑی بنا دیا۔ اس کے بعد میں جس طرح علمی تحقیقات میں شیخ الہند سے خاص تعلق رکھتا تھا سیاسیات میں بھی ان کی اسکیم میں داخل ہو گیا۔ انہوں نے مجھ پر پورا اعتبار کر کے اپنی خاص جماعت میں شامل کر لیا۔

(۴) بارہ سال میں شیخ الہند کے حکم سے سندھ میں کام کرتا رہا ہوں۔ میرا درجہ بڑھا کر چند سال انہوں نے مجھے دیوبند اپنے پاس رکھا۔ اور اپنے لوگوں سے تعارف کرا دیا۔ دو سال دہلی میں نئی تعلیم یافتہ پارٹی سے ملنے کے لیے چھوڑا۔ میرے استاد نے میرا تعارف ڈاکٹر انصاری سے کرایا اور ڈاکٹر نے مولانا محمد علی سے ملا دیا۔ اور مولانا ابوالکلام آزاد سے تعارف کرایا۔ اس کے بعد مجھے کابل جانے کا حکم دیا۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضرت شیخ الہند نے ایک عرصہ سے مجھے اس کام کے لیے متعین کر لیا تھا جس قدر ضروری مجھے کابل میں نظر آئیں گی۔ ان امور کو وہ پہلے سے طیار کرتے رہے۔ فقط ایک نمبر میرے لیے خالی چھوڑ رکھا تھا جسے پر کرنے کے لیے مجھے حکم دیا۔ میں نے یہ حکم نہایت تنگ دل سے قبول کیا۔ میرے لیے اپنی طبیعت کے موافق ہندوستان میں کام کا بڑا میدان تھا۔ اور میں اپنے آپ کو کابل سے بالکل غیر مناسب پاتا تھا۔ مگر اب شکر کرتا ہوں کہ اللہ نے اپنے بزرگ کا حکم ماننے کی توفیق دی۔

(۵) میں کابل میں حکومت افغانیہ کے ساتھ کام کرتا رہا۔ امیر حبیب اللہ خاں نے مجھے حکم دیا کہ میں ہندوستانی کام ہندوؤں کے ساتھ مل کر کروں۔ اپنے ملک میں ایسے کام کی خود جرأت نہیں کر سکتا تھا مگر اس حکم نے مشکل حل کر دی۔ ایسے معاملات میں امیر المسلمین کا حکم ماننا اس کام کو اسلامی فرض بنا دیتا ہے۔ اس وقت سے میں نے کانگریس کی تائید شروع کی۔ ترکی لوگوں سے اس کا تعارف کرتا رہا کہ ہندوستانی حکومت کے لیے وہ پارلیمنٹ کا درجہ رکھتی ہے۔ میں سنہ ۱۹۰۱ء سے مسلسل اخبار پڑھنے والا ہوں۔ کانگریس کو اور تقسیم بنگال میں اس کی کامیابی کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ میرے دوست پروفیسر جیوت رام کرپلانی اچھی گواہی دے سکتے ہیں۔ میں اس رشتہ پر ترقی سے بڑھتا گیا۔ آخر امیر امان اللہ خاں کے زمانہ میں میں نے کابل میں کانگریس کمیٹی بنائی۔ جسے ڈاکٹر انصاری نے گیا سیشن میں کانگریس سے الحاق منظور کرا دیا۔ جہاں تک میرا علم ہے برٹش ایمپائر سے باہر یہ کانگریس کی پہلی کمیٹی ہے۔ اسی سال ہم روس پہنچے وہاں میرا تعارف کانگریس کمیٹی کابل کے پریزیڈنٹ کے نام سے ہوا۔ اس زمانہ میں ڈاکٹر نور محمد حیدرآبادی میرے سیکرٹری تھے۔ کیا کوئی عقلمند تجویز کر سکتا ہے کہ میں اپنی نیشنل تحریک سے غداری کر کے اس انٹرنیشنل جماعت سے عزت کی امید کروں گا۔ جہاں نیشنلسٹ ہندوستانیوں کی

کافی تعداد موجود ہے۔ اس لیے بھی میرے لئے ناممکن تھا کہ کمیونسٹ کریڈ قبول کروں۔

(ز) کابل تک صحیح معنوں میں میں پین اسلامسٹ تھا۔ اسلام کے فائدہ کے لیے انڈین نیشنل کانگریس میں داخل ہوا۔ لیکن ترکی کی شکست کے بعد اتحاد اسلام کا کوئی مرکز نظر نہیں آتا تھا اور نہ ہی مستقبل قریب میں کسی پورے آزاد مرکز کی توقع کی جا سکتی تھی۔ انقلاب کے عوض روس کا لادینی انٹرنیشنلزم ہمارے نوجوانوں کے دلوں کو لبھا لیتا تھا۔ اس سے میں سخت حیران ہو گیا۔

(ح) اس کے بعد ہم ترکی میں رہے۔ جب سے ترکی نے اپنا اسلام اپنی قومیت کا جزو بنا لیا۔ اس کا میں نے اچھی طرح مطالعہ کیا ہے۔ میرا یہ فیصلہ بھی قطعی ہو گیا ہے کہ مجھے اسلام کی حفاظت کے لیے ہندوستانی مسلمان کے اسلام کو نیشنل کانگریس کا جزو بنا دینا چاہیے۔ تحقیق میں ہندوستانی مسلمانوں کی اکثریت خصوصاً ادنے طبقہ کے لوگ میری طرح ہندوؤں کی اولاد ہیں۔ ان کا قدرتی وطن اور ملک ہندوستان کے سوا دوسرا ملک نہیں ہو سکتا اور جو بزرگ باہر سے آئے تھے انگریزوں کے ہو رہے ہیں۔ وہ بھی ہماری طرح ہند سے باہر اپنا کوئی ہمدرد نہیں رکھتے۔ انہیں بھی اپنی ملکی طاقت کے زور پر اپنا مذہب چلانا چاہیئے۔

(ط) اس کے لیے کافی وقت صرف کر کے میں نے شاہ ولی اللہ کے فلسفہ کی رہنمائی میں اسلامی تعلیمات پر نظر ثانی شروع کی۔ تو ایسا کر دیا کہ ہندوستانی قومیت کے ساتھ جمع ہو سکے۔ تاکہ تمام ہندوستانی قوموں سے مسلمانوں کی مذہبی جنگ ختم ہو جائے۔

میں نے اپنی قوم کی سائیکالوجی جانتے ہوئے اس پر اعتماد کیا ہے کہ جب ہم ہندوؤں پر ظلم کرنا چھوڑ دیں گے تو وہ بھی ہم پر ظلم نہ کریں گے۔ آج بھی مسلمانوں کے بعض بڑے بڑے لوگ ہندوؤں کے سیاسی غلبہ سے ڈر رہے ہیں۔ میرا جواب ان کے لیے یہ ہے کہ شاید پہلے ہندوؤں پر زیادتی کر چکے ہیں اور اب بھی اسی قسم کے کام مذہب کے نام سے جاری رکھنا چاہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو ضرور ڈرنا چاہیے۔ مگر جو مسلمان اس انقلاب سے پہلے کی تاریخ کی ذمہ داری اپنے اوپر نہیں لیتا۔ اس زمانہ کے کام اس زمانہ کے لوگوں کی ذمہ داری پر مخصوص کر دیتا ہے اور آئندہ ہمارے پروگرام پر چلتا ہے اسے کسی قسم کا اندیشہ نہیں ہو سکتا۔

(ی) اس قدر اصلاح کے بعد بھی ہندوستانی مسلمان کے لیے ایک زبردست خطرہ نمودار ہوتا ہے۔ ہماری کانگریس آزادی پسند ترقی کن جماعت ہے۔ آج اگر ہم قوم کی پرانی سائیکالوجی پر مطمئن ہیں جس میں سرمایہ داری بھی ہے، برہمنزم بھی ہے۔ اس صورت میں چھوٹے چھوٹے جھگڑے تو کافی دیر تک ہوتے رہیں گے مگر کسی بڑے انقلاب کا خوف نہیں۔ جو اسلام کو ختم کرنا چاہے۔ لیکن جب ہم میں کانگریس ترقی کرتی ہے اور سوشیاسٹ پارٹی یا بالآخر کمیونسٹ پارٹی غلبہ حاصل کر لیتی ہے تو اس وقت ہمارا اسلامی وجود قائم و محفوظ نہیں رہ سکتا۔

وہ مسلمانوں پر خاص ظلم نہ کرے بلکہ ہندو و مسلمان سے مساوی برتاؤ کرے اور ممکن ہے کہ ہندو اسے منظور بھی کر لے۔ لیکن جیسے مسلمان کے لیے اسلام کی یہ تخریب کسی طرح خوش آئند نہیں ہو سکتی۔ اس لیے ایک مفکر کا یہ خیال ہو سکتا ہے کہ اس وقت کانگریس کو چھوڑنے سے بہتر ہے کہ ابھی سے اپنا علیحدہ نظام قائم کریں۔

(ک) لیکن دوسرے ملکوں کے انقلاب کا مطالعہ کرنے کے بعد میری یہ رائے نہیں ہو سکتی۔ اس لیے کامل غور و خوض کے بعد شاہ ولی اللہ کے فلسفہ کی روشنی میں میں نے ہندوستانی مسلمان کے اقتصادی اور سیاسی پروگرام کو اس درجہ منظم کر دیا ہے کہ نہ کوئی سوشلسٹ

اور نہ کمیونسٹ پارٹی ہمارے اسلام کی اس پالیسی سے [illegible] کرنا ضروری سمجھے گی۔

اس پر اعتماد اس لیے کیا جا سکتا ہے کہ کمیونسٹ انٹرنیشنل ہماری سکیم ماننے والے مسلمانوں کے ساتھ دشمنی ضروری نہیں جانتا۔ بلکہ بعض پروفیسر تو جلسوں میں بحث کرتے رہتے کہ اگر ایسی مذہبی جماعت منظم ہو جو موجودہ موقع پر اس مذہب کو قبول کر لیتی اور یہ کانٹ کا روان کے ساتھ کوشش کرنے کے لیے بے حد مفید ہوتا۔

(۱) محترم پریذیڈنٹ: میں نے آپ کا بہت سا وقت لیا۔ گذشتہ [illegible] میں نے لیا۔ میرا خیال ہے کہ جب تک [illegible] افکار ہمارے خاص طور پر پھیلانے کی کوشش نہ کریں جو ہمارے جوابات پر مطمئن نہیں ہو گا۔ [illegible] ڈپلومیٹک مجموعہ کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔ اگر ہم اپنی مذہبی تعلیمات کے اثر سے ایسے فیصلوں پر [illegible] ہم [illegible] کا اظہار تو ضروری ہے جس قدر ایک منصف کے سامنے شہادت دیتے ہوئے [illegible] ہیں

(۲) اب میں آپ کے سوالات کا جواب ختم کرتا ہوں [illegible] دہلی کے فلسفے نے پیش کی ہے [illegible] اس سیاسی عقیدہ کو [illegible] تشدد وغیرہ کے [illegible] کانگریس کی ایک پارٹی بنا کر آخر تک چلا سکتا ہوں۔ اس لیے [illegible] کانگریس [illegible] ہو جاتی ہے۔

میرا یقین ہے کہ جس قدر حملے عام مذہبی تحریکوں پر یا خاص سندھی تحریک پر اس وقت ہو رہے ہیں وہ سب بے بنیاد ہیں۔

عبیداللہ سندھی

متفرق خطوط

مولانا حالی

علی گڑھ مدرسۃ العلوم

۵ اگست ۱۸۹۵ء

والا جناب

عنایت نامہ مع دو جلد تجویز تعلیم مذہبی کے پہنچا۔ اور میں نے کل اطمینان کی حالت میں اس کو پڑھا۔ سرکاری مدرسوں یا کالجوں میں تعلیم مذہبی شامل کرنے کا اس سے بہتر کوئی طریقہ بظاہر خیال میں نہیں آتا جو آپ نے تجویز فرمایا ہے اور جہاں تک کہ میں خیال کرتا ہوں گورنمنٹ کو اس کے منظور کرنے میں کچھ عذر نہ ہوگا۔ گورنمنٹ کو میرے نزدیک جب سے نیشنل کانگریس کا غلغلہ ہندوستان میں ہوا ہے، ہندوستانیوں کو مذہبی تعلیم دیئے جانے کا خیال ہو گیا ہے۔ اگر میرا یہ خیال صحیح ہے تو گورنمنٹ ایسی تجویز کو نہایت غنیمت سمجھے گی اور اس کو خوشی سے منظور کرے گی۔ لیکن جیسا کہ آپ نے خود آخر میں لکھا ہے مسلمانوں سے بہت ہی کم توقع ہے کہ وہ یہ دردسر گوارا فرماویں اور مذہبی تعلیم کے انتظام کے لیے کمیٹیاں مقرر کریں۔ اور ہر ایک کمیٹی اپنے فرائض پورے پورے ادا کریں۔ رہی یہ بات کہ اس قدر قلیل وقت میں جو مذہبی تعلیم دی جائے گی آیا وہ ان خرابیوں کا انسداد کر سکے گی یا نہیں جو انگریزی تعلیم سے منسوب ہیں۔ اس کی نسبت کچھ زیادہ امید نہیں۔ لیکن بہر حال اگر آپ کی کوشش سے یہ تدبیر چل نکلے تو نہ ہونے سے سو درجہ بہتر ہے اور تعلیم مذہبی سے اہم نماز روزہ کی پابندی کا انتظام کرنا بھی نہایت ضرور ہے بلکہ اگر میرا خیال غلط نہ ہو تو صرف پانچ وقت کا التزام اس محدود مذہبی تعلیم سے زیادہ مفید ہے اور محمڈن کالج نے بھی اب تک جو کچھ مذہب کے متعلق کوئی عمدہ انتظام کیا ہے وہ صرف یہی ہے کہ یہاں کے طالب علموں کو نماز کی پابندی پر مجبور کیا جاتا ہے۔

امید ہے آپ کے متعلقین بخیریت ہوں گے۔ زیادہ نیاز

نیازمند

الطاف حسین حالی

داغ دہلوی

مسافر نواز نواب مدار باختیار دام اقبالکم۔

تسلیم! میں کبھی رمضان مبارک میں اپنا وظیفہ ادا نہ کرتا مگر مجبور ہوں میں یہ خوب جانتا ہوں اور یقین رکھتا ہوں
کہ آپ کا وعدہ کبھی خلاف نہیں ہوتا۔ خط اسلام اور روزوں کی چھاپ نہیں ہے کیا۔ آن لوازمی ذرا بھی ... اب تک باریابی کی
نوبت نہیں آئی۔ ہر روز ذکر خیر آتا ہے۔ ہفتہ میں ایک لفافہ کلام تازہ کا بھیج دیا کرتا ہوں۔ مرزا صاحب نے کئی بار عرض
... حضوری اور پرورش کے باب میں کی۔ ارشاد ہوا بیشک مناسب۔ ناسازی صاحب بیچ آ گئے۔ پہلے وقت بہت تسلی
... بہت جلد کامیاب ہوں گے جس وقت میرزا صاحب کے واسطے ... ہوا تھا اس وقت ڈاکٹر میر احمد علی صاحب بھی
تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ آپ کی نسبت مطلب وار میرزا صاحب سے یہ ارشاد ہوا تھا۔ پہلے بیس دن سے زیادہ
رہ کر چھ ہزار کا زیر بار ہو کر چلا گیا تھا۔ اب تک لاتعلقی نظر آتا ہے۔ سب روپیہ کہاں ... حال ہے ... عرض کر چکا ہوں کہ
مجھ کو اہل کاری کی ہوس نہ مصاحبت کی خواہش۔ دعاگو ہوں ... صاحب نے جو روایت بیان کی ... جب
تک حضوری نہ ہوگی نواب مدار المہام بہادر نہ لیں گے۔ صاحب کیوں ... گے۔ ... ہرچند کہ ... چھوٹا ہوں
کہ پیشگاہ نواب صاحب بہادر میں کئی عرضیاں بھیجیں جواب ... ہوا۔ آپ کی خدمت میں کئی نیاز نامے روانہ کیے۔ البتہ
بالواسطہ جواب بصواب لاجس کی تعمیل کی گئی۔ اب فرمائیے کیا منظور ہے۔ کیا ہدایت ہے۔ مجھ سے ایک دوست نے یہ کہا
ہے کہ شاید بندگان عالی نواب مدار المہام بہادر کی گزارش کی راہ دیکھتے ہیں۔ کسی طرح ہو ... تو کو رہیے۔ انشاء اللہ
ماہ شوال میں ملاقات ہوگی مگر خیال ہرگز نہ ضرور ہے۔ والسلام مع الاکرام۔

راقم داغ دہلوی

۱۰ رمضان ۱۳۱[illegible] ہجری

(۲)

ھو المستعان

نواب صاحب۔ عالی مناصب۔ تسلیم

یہ تو میں جانتا ہوں کہ جب سلطنت کا کام ہو تو فرصت کہاں۔ مگر کیا کروں کہ آپ دریائے فیض اور میں تشنہ مراد۔ اگرچہ
آپ کی تشریف آوری میں میرا فخر و آبرو ہے۔ ہرج کار سرکار اور تضییع فرصت کا کیا علاج! مجھ کو حاضر ہونا اور عرض مطالب

ضرور تر، متفکر ہوں۔ کیا کروں۔ حیدرآباد داغ کا آنا اور جانا اور پھر آنا نہایت دشواری سے ہوا ہے جو مجبوری واپس لے گئی یعنی مبادا کہ حالی قیام میں پریشانی زیادہ تر ہو۔ ڈر رہا ہوں۔ اندیشہ مند اس سبب سے ہوں کہ ہنوز نابلد ہوں۔ اہل بلدہ کی طبائع سے مبادا کوئی امر خلافِ ہدایت سامی ہو کر مضر ہو۔ آپ کا خلوص مشفقانہ کشاں کشاں لایا ہے۔ ہدایت مربیانہ سے اب بھی محروم نہ ہوں۔ شرف الملاقات بھی اسی قدر مختصر عرض کرتا جو مختصر یہ بذاہں ادا کیا گیا۔ میری شہرت کثیرہ باعث ملامت کبیرہ و صغیرہ ملک نہ ہو کیا عرض کروں۔ دو برس سے سرکار عالی دربار کا امیدوار ہوں۔ کسی غرض سے نہیں رکھی اگرچہ کم و بیش رزق تو اکثر جگہ سے مقرر ہوتا تھا۔ چند اشخاص بلکہ میرے احباب کے واسطے جو زمانہ قلیل میں آپ کی وجہ سے دستگیری دائمی ہوئی۔ یہ آفتاب نیک نامی ابدالآباد ہر روشن رہنے کا۔

سپردم بتو مایۂ خویش را ‏   تو دانی حساب کم و بیش را

فقط: طالب

داغ دہلوی

تحریر ۱۵ شعبان ۱۳۰۰ھ ہجری

(۳)

چونکہ سال فصلی تمام ہوتا ہے۔ اس سے پہلے یہ رقم ملنی چاہیے۔ آپ کو نہ کار سرکار سے فرصت۔ نہ حمایت احباب سے نجات۔ واللہ کہ حال ناسازی مزاج سن کر سخت ملال ہوا۔ خدا آپ کو دیرگاہ زندہ و سلامت رکھے۔ آمین ثم آمین۔

طالب

داغ دہلوی

۱۰ صفر ۱۳۰۵ھ

(۴)

[illegible]

[illegible] بیمار ہوں۔

[illegible]

طالب

محبوب [illegible]

[illegible]

داغ دہلوی

مولانا محمد علی جوہر

رام پور۔ ۱۵ مارچ

جناب والا، تمام عنایت نامے اور تار ملے۔ بے حد ممنون بندہ پرور ہوں۔ [illegible] کے تار پر جو محبت بھری تحریر کا بہت اثر ہوا اور وہ خود ہی گزشتہ آکر آپ کا شکریہ ادا کرے گا۔

میں آج ہی چلا آیا ہوتا مگر سرکار عالی کا ارشاد ہے کہ آج لفٹننٹ گورنر صاحب کو ڈنر دیا جا رہا ہے [illegible] میں شریک ہوں۔ کل گارڈن پارٹی ہے۔ بہت ممکن ہے کہ علی گڑھ کے واقعات پر ہز آنر سے گفتگو ہو۔ اس لیے مناسب نہیں جانا کہ اتوار تک آنے میں التوا کیا جائے۔ اس روز چوتھا اجلاس کمیشن کا ہوگا اور [illegible] شہادت [illegible] اور [illegible] بھی ہو چکی ہوں گی۔ جن سے معلوم ہوگا کہ کن کن امور پر زیادہ زور دینا چاہیے۔

لیکن اگر حکم ہو تو میں کل صبح ہی کو علی گڑھ پہنچ جاؤں۔ کل ہی تار دیا تھا۔ اس کا جواب [illegible] ملا ہے۔ اگر ضرورت معلوم ہوئی اور آپ نے یا ہز کوئی بھی پریسیڈنٹ کمیشن ہو [illegible] تار دے دیا کہ ضروری ہے تو [illegible] چلا آؤں گا۔

شہادت کو قلمبند آج شام کو کر دوں گا۔ مگر معاملہ سب نیا ہے [illegible] میں یہاں بھی ایک جلسہ ہوا تھا جس کی رپورٹ خدمت عالی میں ارسال ہو چکی ہے۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس قدر عجلت اس کمیشن کے بیٹھنے میں کیوں ہوئی۔ اس کے فیصلہ پر تو طلبا کا آنا منحصر ہے نہیں کیونکہ سکریٹری صاحب اور پرنسپل صاحب کے خطوط سے ایسا نہیں معلوم ہوتا۔ اتنی جلدی [illegible] ہم نہ ہو سکے گا اور پبلک کا لوگ اس وقت ابھی نہ سنیں گے جو [illegible] رام پور کے جلسے نے دی ہے وہ قابل غور ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ کمیشن ایسٹر میں ضرور اجلاس کرے۔ خواہ کمیشن نیا ہی کیوں نہ بنانا پڑے۔

ع اے بادِ صبا ایں ہمہ آوردۂ تست

اس علی گڑھ نے اب تک اس قدر پریشان رکھا ہے کہ ایک کام بہت [illegible] ترجمہ [illegible] کر کے بھیجنے کو دے دیے گئے۔ امید کہ ایک ہفتہ میں [illegible] کاپیاں [illegible] تیار ہو جائیں گی۔ [illegible] صاحب نے اب تک ترجمہ کر کے نہیں دیا۔ انگریزی کاپیوں کی قیمت ٹیبلائٹ پریس نے ۱۰۰ روپیہ رکھی ہے [illegible] مطبع میں ۵۰۰ کاپیاں غالباً [illegible] میں تیار ہو جائیں اور شاید کانسٹی ٹیوشن [illegible] ہوں۔ [illegible] روئداد میں دیر کا باعث اور کانسٹی ٹیوشن کے متعلق رائے [illegible] ہی ہوگا۔ مسودہ کانسٹی ٹیوشن [illegible] بھیجنے کا وعدہ کیا جائے گا اور ممبران کمیٹی کو جلسہ سے تین دن قبل ملنا مناسب ہے تاکہ خود [illegible] سوچ کر آخری فیصلہ اپنا دے سکیں۔

یک من ذخیل آرزو دل یک مدعا دہم
تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم

صرف آپ کی توقع پر یہ سب کام ہو رہا ہے۔ خدا آپ کی عمر، عمرِ خضر سے کم نہ کرے۔ آمین ثم آمین

آپ کا عزیز نیاز مند

محمد علی

اکبر الہ آبادی

بنام آرزو لکھنوی

الہ آباد ۲۳ جون ۱۹ء

حبیبی و کرمی آرزو سلمہٗ

مدت سے آپ کا کلام شائع نہیں ہوا۔ گلدستہ میں دیکھ نہیں سکتا۔ اگر نو تصنیف غزلیں بھیج دیجئے تو ممنون ہوں گا۔ مجھ کو گلہ یہ ہے کہ آپ نے اپنے وعدے کیوں نہ کیا۔ ضرورتِ وقت نے مجبور کیا ہوگا۔ بہرکیف لکھنؤ آؤں گا تو ملاقات ہوگی۔ اہلِ کمال کی طرف دل کھنچتا ہے۔

اکبر

مولوی عبدالحق سیکریٹری انجمن ترقی اردو

اورنگ آباد دکن

۳ جنوری ۱۹۳۳ء

مخدومی و محترمی زاد لطفہ،

تسلیم! آپ کا عنایت نامہ پہنچا جس کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ مجھ سے بہت غلطی ہوئی۔ میں اپنے قصور کا اعتراف کرتا ہوں اور اس پر نادم ہوں۔ انشاء اللہ اب ارادہ آپ کی خدمت میں برابر حاضر ہوتا رہے گا۔ آپ نے اردو زبان کی جو خدمت کی ہے اس کی قدر نہ کرنا یا بھلا دینا ایک قسم کا کفرانِ نعمت ہے۔ امید ہے کہ آپ میری اس خطا کو معاف فرما دیں گے۔

میں آپ کی خدمت میں ایک مطبوعہ مسودہ اصطلاحاتِ علمیہ کا بھیجتا ہوں براہ کرم اسے بنظرِ تنقید و اصلاح ملاحظہ فرمائیے اور بلا تامل دل کھول کر اس پر نکتہ چینی کیجئے۔

میں نے اور چند احباب کی خدمت میں بھی یہ مسودہ بھیجا ہے۔ میرا مقصد یہ ہے کہ طبع سے پہلے اہلِ نظر اسے دیکھ لیں جو تنقیدیں وصول ہوں گی انہیں میں ایک مجلس میں فیصلہ کے لیے پیش کروں گا اور اس کے بعد طبع کا انتظام کیا جائے گا۔

آپ کو جو الفاظ قابلِ اعتراض معلوم ہوں ان کا اظہار فرما دیجئے۔ اور کوئی بہتر لفظ آپ بنا سکیں تو اسے بھی لکھ دیجئے میں بہت ممنون ہوں گا۔ اور جس کسی کو آپ اس قابل خیال فرمائیں تو ان سے بھی مشورہ کیجئے۔ یا جن صاحبوں کا آپ پتہ دیں گے ان کے پاس بھی یہ مسودہ بھیج دیا جائے گا۔

مجھے اس امر کا افسوس ہے کہ جن جن صاحبوں سے میں نے یہ استدعا کی انہوں نے بہت کم اس طرف توجہ کی۔ مجھے امید ہے کہ جناب ضرور اسے بنظرِ امعان و تنقید ملاحظہ فرمائیں گے۔

آپ سے ملنے کو بہت جی چاہتا ہے۔ اگر موقع ملا تو ضرور حاضر ہوں گا

نیاز مند عبدالحق

عماد الملک سید علی بلگرامی

پنجشنبہ (تاریخ نہیں لکھی۔) سوا نو بجے شب

مکرمی و معظمی۔

میں بہ دل آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے میرے شاکر علی صاحب کی مدد دہی فرمائی کہ ایک مدت کی مصیبت سے نجات دے دی۔ مجھے یہ مژدہ اس وقت معلوم ہوا اور میں آپ سے بڑی خوشی ظاہر کرتا ہوں کہ جو کچھ ملال مجھے اپنے شملہ جانے کا تھا۔ وہ بالکل رفع ہو گیا خدا آپ کو اس کا اجر دے گا۔ فقط

سید علی بلگرامی

سید حسین بلگرامی

۱۱ رمضان المبارک

مخدومی مکرمی:

عنایت نامہ پہنچا۔ الحمد للہ کہ لڑکوں نے فراغت پائی۔ سید ہاشم نے ڈرائنگ میں امتحان کی تاریخ میں آ رہا ہے۔
میں لڑکوں بالوں کو بنگلور لے جاتا ہوں۔ جمعہ کو انشاءاللہ روانہ ہوں گے۔ زین العابدین اور ہاشم مئی کے مہینے میں وہیں آن کر مل جائیں گے۔ میں تو فقط چار پانچ روز کے واسطے جاتا ہوں۔ واپس جلد آؤں گا۔ گرمی کے مہینے میں انشاءاللہ ایک مہینہ کی رخصت لوں گا۔ محمد احمد کا مطلق حال معلوم نہیں ہوتا۔ اس قدر معلوم ہے کہ بنگلور میں ہیں۔ وہاں کیسا چلتا ہے اور دیال کا کیا حال ہے کچھ نہیں معلوم۔

آپ کا مزاج کیسا رہتا ہے۔ سنا تھا کہ معدہ کی شکایت رہا کرتی ہے۔ سید حسین

(۲)

مخدومی مکرمی!

میں نے اس وقت سنا ہے کہ میرے بھائی سید علی صاحب کی رخصت کے واسطے عرضی دلائی گئی ہے یا انہوں

نے خود دی ہے۔ ان سے کچھ عجب نہیں ہے کہ عرضی دی ہو یا شاید ان سے دلائی گئی ہو۔ میں نے عرضی دینا مناسب نہیں سمجھا اور نہ مناسب سمجھتا ہوں۔ جناب نواب صاحب قبلہ اور اعلیٰ حضرت بندگان عالی جس کو مناسب سمجھیں گے مدد فرمائینگے اس پر بھی اگر نواب صاحب حکم فرمائیں کہ درخواست پیش کرو تو مجھے عذر نہیں۔ اگر مناسب معلوم ہو تو یہ رقعہ میرا جناب نواب صاحب قبلہ کے ملاحظہ میں لاسکتے ہیں۔

سید حسین

مولوی سید ممتاز علی

بنام سر سید احمد خاں

قبلۂ کعبۂ من

بعد لوازم عبودیت آنکہ کتاب خلاصۃ الفلاسفہ براہ عنایت ارسال فرمادیں۔ بہت جلد واپس کر دوں گا۔ انشاء اللہ اور انشاء اللہ کے وہ معنی نہیں جو مولوی صاحبان سمجھا کرتے ہیں۔

بہت عرصہ ہوا حضور کے واسطے مشکوٰۃ الانوار کی نقل کی تھی وہ بہت غلط تھی۔ اس کی تصحیح حتی المقدور کر لی گئی ہے۔ اگر اب تک حضور کو کہیں اور سے نہ ملی ہو تو میں بھیج دوں۔ والسلام مع الاکرام

بہتر ہو کہ حضور ایک رسالہ بشارات پر بھی تحریر فرمادیں۔

حضور کا خادم

ممتاز علی

(اس خط پر کوئی تاریخ نہیں ہے مگر اس کا جو جواب سر سید نے دیا ہے اس پر ۳۰ جون ۱۸۹۰ء کی تاریخ پڑی ہوئی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ خط جون ۱۸۹۰ء کے آخری ہفتہ کا لکھا ہوا ہے۔ اسماعیل)

(۲)

مولانا مرشد

بعد لوازم عبودیت آنکہ دفتر میں ۲۴ سے لغایت ۳۰ تعطیل ہے۔ اس واسطے میں نے درخواست ۲۰ مارچ سے رخصت کی دی تھی اور ۲۴ کو ارادہ روانگی کا تھا۔

افسوس کہ رجسٹرار صاحب نے رخصت تو منظور فرمائی مگر یکم اپریل سے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ بلحاظ خاص حالات دفتر ان کو چند در چند تغیر و تبدیل کرنے پڑتے ہیں جو بصورت یکم اپریل کی رخصت کے نہیں کرنے پڑیں گے۔

مجھے افسوس ہے کہ میں ہمرکاب خدمت عالی ہونے کی عزت حاصل نہ کر سکوں گا۔ مجھے خوف ہے کہ حضور نے ریل والوں سے کوئی انتظام نہ کر لیا ہو۔ اگر کر لیا ہو تو مجھے بذریعہ تار اطلاع فرمادیں کہ میں صاحب رجسٹرار سے دوبارہ عرض معروض کروں۔ ورنہ احقر ۳۰ تاریخ کو یہاں سے روانہ ہو کر حیدرآباد خدمت عالی میں پہنچے گا۔ زیادہ حد ادب

۱۱ مارچ سنہ ۱۸۹۱ء در لاہور

خاکسار ممتاز علی

انجمن خدام کعبہ

دفتر جمعیت اسلامیہ دہلی — نمبر ۲۰۰۷۴

تاریخ ۳ مارچ ۱۹۱۴ء

جناب قبلہ معظم دام مجدکم

بعد سلام نیاز التیام آنکہ خیریت نامہ شرف صدور لاکر باعث عزت ہوا۔ علالتِ مزاج والا کی خبر سے سخت صدمہ ہوا۔ خداوند کریم آپ کی ذات بابرکات کو سرہائے مسلماناں پر تا دیر قائم رکھے۔ ہر چند کہ حضور والا کو شرکت جلسہ کی نہ ضرورت ہے نہ حاجت بانیان انجمن کو حضور کی ذات برکات پر فخر و اعتماد ہے آپ کا اسم گرامی ہی انجمن کے اعتبار کے واسطے کافی ہے۔ اگر ارشاد عالی ہو تو گاہ گاہ ہی کارروائی انجمن کی خدمت مبارک میں عرض کر دی جایا کرے۔ یا جو رائے عالی ہو۔ بہر حال انجمن کو شرکت حضور کی دائمی حاجت ہے اور نظر عاطفت حضور چاہیے۔

یہ بھی عرض کر دوں گا کہ کیفیت مزاج سے مجھے معزز فرمایا جائے اور [illegible] کے واسطے مجھ کو اعتماد سمجھتا ہوں اور ساتھ اس کے یقین دلانے کی جرأت کرتا ہوں کہ انشاء اللہ کوئی کام [illegible] انجمن کی طرف سے ایسی نہ ہوئی نہ آئندہ ہوگی جس پر حضور کو تاسف ہو۔ انجمن کے متعلق جو خیالات لوگوں کے ہیں وہ حضور پر روشن ہیں۔ ایسے وقت میں حضور جیسے محترم کی سرپرستی کی اشد ضرورت ہے۔ [illegible] انجمن کے آئندہ بخوف عدم کامیابی [illegible] کیے جا سکتے ہیں۔ گو حضور کی علیحدگی کسی طرح گوارا نہیں ہو سکتی۔

رام پور میں آپ بہت بیمار ہیں۔ خدا رحم کرے۔ — شوکت علی

مولانا حسرت موہانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کانپور۔ مورخہ ۱۴ اگست سنہ

مکرمی۔ السلام علیکم:

کارڈ آپ کا ملا۔ یاد فرمائی کا شکریہ۔ بیشک میرا ارادہ اس سال بذریعہ ہوائی جہاز سفر حج کا ہے۔ اور اورینٹ ایئرویز کے جہاز سے براہ کراچی جانا طے پایا ہے۔ خاص کر اس لیے کہ پاکستانی سکے میں سفر حج کی میزان ہندوستانی سکے کے مقابلے میں کم ہو جاتی ہے۔

میرا قصد یہاں سے ستمبر کے پہلے ہفتے میں کراچی چلے جانے کا اور وہاں سے ۱۱-۱۲-۱۳ تک بذریعہ ہوائی جہاز حجاز کے سفر کا ہے۔ اطلاعاً عرض کیا۔

میں جب جاؤں گا اور جس راستہ سے جاؤں گا۔ حج کے زمانہ میں انشاء اللہ تعالیٰ آپ سے مکے میں ملاقات

ضرور ہوگی۔

نیازمند فقیر حسرت موہانی

نواب وقار الملک مولوی مشتاق حسین

مجھے خیال ہے کہ غالباً عزیز القدر مولوی صبغت اللہ صاحب نے اس کا تذکرہ کیا ہوگا اور آپ کی منظوری حاصل ہو گئی ہوگی اور مولوی صبغت اللہ صاحب اس وقت تین دن سے مراد آباد ہیں۔ ان سے زبانی دریافت کرنے کا اس عرصہ میں موقع نہیں ملا اور بہرحال جناب کی تحریری منظوری کی ضرورت ہے اور میں مشکور ہوں گا۔ اگر جناب اپنی منظوری اور رضامندی سے مجھ کو ممنون فرما دیں گے۔

مشتاق حسین (وقار الملک)

عبدالرحمٰن بجنوری (سہوارڈی)

بجواب عارض ہوں کہ مجھ کو برخوردار عزیز از جان مولوی مشتاق احمد سلمہ کی تعلیم کے متعلق مذکورہ صدر خدمات کا بجا لانا بدل سے منظور ہے۔

میں اپنے فرائض ایمان داری اور توجہ اور دلدہی سے انشاء اللہ تعالیٰ بجا لاؤں گا۔ لہذا اپنی رضامندی کی یہ تحریری اطلاع دیتا ہوں۔

کمترین غلام غلامان

عبدالرحمٰن بجنوری (سہوارڈی)

بیرسٹر ایٹ لاء۔ بقلم خود

مولوی حبیب الرحمٰن خاں شروانی

جناب والا

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ سابق میں ایک عریضہ بطلب خیریت ارسال خدمت عالی ہوا تھا۔ جواب سے مشرف نہ ہوا۔ اب تو میں اس امر کے خیال سے شرم محسوس کرتا ہوں کہ علی گڑھ سے تشریف بری کے بعد یہ پہلا عریضہ ہو گیا۔ مگر محض بجیاں نسبت گرامی مراسلت کو ملتوی رکھتا ہوں۔ جب زیادہ زمانہ ہو جاتا ہے تو تقاضائے قلبی مجبور کر دیتا ہے۔

جواباً اگر خیریت و کیفیت و مزاج عالی سے معزز کیا جاؤں تو عین شفقت بزرگانہ ہے۔

حبیب گنج ۲ مئی ۱۹۱۱ء

نیازمند حبیب

(سر) شیخ عبدالقادر

شملہ۔ ۱۳ ستمبر ۱۹۱۱ء ——— جناب کرمی و مخدومی نواب صاحب بہادر ——— السلام علیکم: آپ کے دونوں

عنایت نامہ پیہم شرف صدور لائے۔ تقریر آپ کی آبزرور میں چھپ گئی ہے۔ آخیر کے حصہ میں میں نے کسی قدر اختصار کر لیا ہے معاف فرمائیے۔ اگر آبزرور کی کاپیاں جس میں وہ تقریر درج ہے آپ کو نہیں ملیں تو عنقریب مل جائیں گی۔

میں نے نواب محمد حیات خاں صاحب کو آپ کے دونوں خطوط کے پیغام دے دیئے تھے وہ جواب میں سلام شوق عرض کرتے ہیں۔ اور یادآوری کے ممنون ہیں۔ مگر آپ نے جو [illegible] پنجاب میں کسی کے سیکرٹری ہونے کی نسبت تحریر فرمایا ہے۔ اگر نواب محسن الملک صاحب استعفیٰ پر مصر رہیں۔ اس کی توقع نہیں ہو سکتی۔ نواب محمد حیات خاں صاحب اپنے کاروبار میں اس قدر منہمک ہیں کہ ان کا چھٹکارا مشکل ہے۔ آپ کو معلوم ہے پنجاب کی کونسل کے ممبر ہیں۔ راولپنڈی میں آنریری ڈسٹرکٹ جج و ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ہیں۔ دونوں ضلعوں میں زمینداری رکھتے ہیں۔ اور اور کئی جھگڑے ہیں جو وہ اپنے ذمہ لیے ہوئے ہیں وہ جب تک ان سب کو خیرباد نہ کہہ دیں علی گڑھ میں نہیں آ سکتے۔ اور اس قدر ایثار اس زمانہ میں کس سے ممکن ہے۔

خان بہادر برکت علی خاں صاحب کی نسبت آپ خود ہی تحریر فرماتے ہیں کہ وہ بہت بوڑھے ہیں۔

نواب محمد حیات خاں صاحب نے محسن الملک بہادر کے استعفیٰ کا ذکر آنریبل مسٹر رولز سے جو گورنمنٹ انڈیا کے ہوم سیکرٹری ہیں کیا ہے۔ انہوں نے نہایت افسوس ظاہر کیا اور کہا کہ ہم ہرگز [illegible] ان سے یہ توقع نہیں رکھتے کہ وہ [illegible] کی مخالفت کی ناراضگی کا کالج پر کچھ اثر ہونے دیں۔ اور کہا کہ گورنمنٹ آف انڈیا کو نواب محسن الملک سے کوئی ناراضگی نہیں۔ انہیں اپنے کام پر بدستور رہنا چاہیے۔ اس لیے نواب محسن الملک صاحب کو یہاں سے زور کا [illegible] استعفیٰ واپس لینے کے لیے لکھا گیا ہے۔ زیادہ نیاز

بندہ عبدالقادر

(یہ خط غالباً نواب وقار الملک مولوی مشتاق حسین کے نام ہے۔)

(۲)

شملہ

۹ ستمبر سنہ ۱۹[illegible]ء — جناب مخدومی و مکرمی نواب صاحب بہادر دام اقبالہم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ جو تفصیل نواب محسن الملک بہادر کے استعفیٰ کی بابت آپ نے تحریر فرمائی اس کا شکریہ ہے۔ نواب صاحب بہادر کا [illegible] اس سے پہلے اس مضمون کا پہنچ چکا تھا کہ نواب محمد حیات خاں صاحب نے پھر زور سے ان کو تاکید واپسی استعفیٰ کی لکھی ہے۔ انہوں نے آنریبل مسٹر رولز ممبر کونسل سے اس باب میں مشورہ کیا تھا۔ اور صاحب موصوف نے جواب یہ کہا کہ جہاں تک میں جانتا ہوں گورنمنٹ آف انڈیا [illegible] کالج کی جانب سے بدستور مطمئن ہے۔ اور شاید سر انٹونی ویسے ہی سیکرٹری صاحب اردو ڈیفنس کی وجہ سے ناراض ہوں۔ مگر یہ ممکن نہیں کہ وہ اس سبب سے کالج کو نقصان پہنچائیں۔ نیز یہ کہا کہ ان کی رائے میں نواب محسن الملک کی تقریریں اور جو تجاویز ان میں پیش کی گئی ہیں معقول معلوم ہوتی ہیں۔ ان سب باتوں کی اطلاع نواب صاحب کو دے دی گئی ہے۔ اب یہ بھی قرار پایا ہے کہ آنریبل نواب محمد حیات خاں صاحب در سوال اردو کے متعلق [illegible] گورنر کی کونسل عالیہ میں کریں جس کا مضمون حسب ذیل ہو:-

نمبر ۱۔ کیا گورنمنٹ آف انڈیا کو اس اضطراب سے آگاہی ہے جو ممالک مغربی و شمالی کے مسلمانوں میں لوکل گورنمنٹ کے رزولیوشن ۱۸ / اپریل سنہ ۱۹۰۰ء کے نفاذ سے پیدا ہوا ہے جس کے ذریعہ سے ناگری کا رواج عدالتوں میں جائز کیا گیا ہے۔ اور جس کی ترمیم میں عدالتی عہدوں کے لیے ہندی زبان کا جاننا لازمی ٹھہرایا گیا ہے؟

نمبر ۲۔ کیا گورنمنٹ آف انڈیا الفاظ "عرضی و استغاثہ" کی تشریح کی بابت ہائی کورٹ الہ آباد اور عدالت جوڈیشل کمشنر اودھ میں اختلاف ہوا ہے۔ تاکہ اس تشریح سے ناگری حروف کے استعمال کی اجازت ایسے لوگوں تک محدود کر دی جائے جو سوائے ناگری حروف کے اور کوئی حروف نہیں جانتے اور جو اپنی عرضیاں بلاواسطہ اصحاب قانون پیشہ کے اپنے ہاتھ سے پیش کریں۔

میں چاہتا ہوں یہ سوالات عین آپ کی منشا کے مطابق ہو سکے۔

راقم نواب محسن الملک بہادر۔ واپس ارسال خدمت شریف ہے۔ از جانب آنریبل نواب صاحب سلام شوق۔

آپ کا لقب یہ ہے ترمیم کا مجھے کوئی منصب نہیں۔ آپ نہ صرف میرے بزرگ ہیں، بلکہ قوم کے بزرگ ہیں۔ وہ جتنا بھی اختصار ہو سکتا ہے یوں ہوا ہے کہ ایک ہی مطلب کا کسی قدر اعادہ تھا۔ اور وہ انگریزی میں شاید مستحسن نہ معلوم ہوتا۔ زیادہ نیاز

بندہ عبدالقادر

(یہ خط غالباً نواب وقار الملک مولوی مشتاق حسین کے نام ہے)

سر سالار جنگ

مقام حیدر آباد دکن ۲۰ جون ۱۸۸۲ء بنام سید احمد صاحب بہادر سی۔ ایس۔ آئی سیکرٹری کالج کمیٹی بنارس۔

جناب من!

چونکہ ہم کو معلوم ہے کہ آپ ریاست ہائے ہندوستانی کی بہتری پر زیادہ تر متوجہ ہوتے ہیں۔ ہم اس چٹھی کے مطلب کی بابت تکلیف دہی کی معذرت خواہی نہیں کرتے ہیں۔ ہم کو چند درست خدمات پسند نہایت عمدہ اور قابل امتحان ہندوستانی کی واسطے انجام دہی امور محکمہ جات مال گزاری و فوجداری و حساب کی ہے۔ ہم کو زیادہ تر اعتبار ان اسناد پر نہیں ہے جو ان کے پاس ہوں بلکہ آپ اپنی ذاتی واقفیت اور آزمودہ کاری نسبت ان سب موصوف کے اطمینان فرما کر انتخاب فرمائیں۔ یہ لوگ تجربہ کار نفیس مزاج۔ دیانت دار اور مستعد ہوں نہ کہ صرف اس قدر کہ وہ کام انجام دیں جس کے لیے حکم دیا جائے بلکہ ایسے تیز فہم ہوں کہ ترقی و بہبودی کی تدابیر نکال سکیں۔ یہ تنخواہ ماہواری ابتدا سے ہزار تک روپیہ سکہ شاہی دیں گے اور ان کی ترقی انہیں پر منحصر رہے گی۔ اگر امیدوار کو سلسلہ انگریزی میں مہارت حاصل ہو تو نہایت عمدہ بات ہے اور ہم کو بالکل اس بات پر اصرار نہیں ہے کہ در صورت مقرر ہونے امیدوار کے وہ کسی ذات کا ہو۔ کچھ مضائقہ نہیں۔ اگر آپ کو ایسے اشخاص دستیاب ہوں اور آپ ان پر اعتبار بھی فرماتے ہوں تو، براہ عنایت ہم کو ان کے متعلق حالات سے آگاہ فرمائیے تو ہم آپ کو اطلاع دیں گے کہ آیا ان کو یہاں خدمات ملنی ممکن ہیں یا نہیں۔ ہم نے ایک اور صاحب کی خدمت میں بھی اسی بارہ میں تحریر کیا ہے۔

راقم نیاز مند سالار جنگ

(۲)

منمقام حیدرآباد دکن ۸ اگست - بنام سید احمد صاحب بہادر سی - ایس - آئی مقام بنارس -

جناب من :

میں آپ کے عنایت نامہ مورخہ ۲ ماہ حال مشعر اس کے کہ چند صاحبان ہندوستانی کے نام جن پر آپ کو اعتماد ہے واسطے ملازمت اس سرکار کے سفارش فرمائی ہے موصول ہونے سے ممنون ہوا -

مولوی مہدی علی صاحب ڈپٹی کلکٹر مرزاپور آپ کی تحریرات سے لائق شخص معلوم ہوتے ہیں اور ہم بخوشی عمدہ مشاہرہ ماہانہ ۹۳ جو ہمارے سرکار نظام کے برابر ہے دیں گے اور بعد انجام دہی خدمت تین سال تا پانچ سال ہر مشاہرہ اضافہ کیا جائے گا - ہم قواعد پنشن مرتب کر رہے ہیں مگر ان کو موجب قواعد مروجہ سرکار انگریزی کے پنشن وغیرہ دی جائے گی - اور اس قدر راہ سواری دیے جانے سے جو کچھ حساب ہوگا وہ بھی پنشن میں محسوب کیا جائے گا -

دیگر صاحبان کی نسبت جو آپ نے ارقام فرمایا ان کے حالات موجودہ سے آگاہی نہیں بخشی ورنہ یہ تحریر فرمایا آیا وہ زبان انگریزی گفتگو کر سکتے ہیں یا نہیں -

میں خوش ہوں گا اگر آپ مجھ کو امور مندرجہ بالا کی نسبت اطلاع دیں -

(سالار جنگ)

(۳)

۲ ستمبر ۱۸۷۲ء

بنام سید احمد صاحب بہادر سی - ایس - آئی بنارس

جناب من !

ہمارے پاس آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۲۲ ماہ گذشتہ پہنچا - ہم آپ کے خیال نسبت اس امر کے کہ آپ نے پہلی مرتبہ ہندوستانی صاحبان کو اس سرکار کی ملازمت کے لیے اپنی جوابدہی پر سفارش کرنے میں بوجوہ تامل کیا - نہایت عمدہ سمجھتے ہیں - مگر آپ نے کسی قدر ہمارا مطلب نہیں سمجھا کیونکہ ہم نے بالکل یہ خیال نہیں کیا کہ آپ آئندہ کو ان کے طریق اوسط اعمال جیسے شخص کے ذمہ دار رہیں گے - بلکہ آپ ان لوگوں کی سفارش کریں کہ جن کی لیاقت سے آپ کو اطمینان ہو اور تا ہنوز ان کے طریق آپ عمدہ سمجھتے ہوں - ہم آپ کے ساتھ اس امر پر متفق نہیں ہیں کہ اشخاص معزز اور دل سوز طبیعت والے باتوقیر ریاست ہائے ہندوستانی میں بسر نہیں کر سکتے - ہماری رائے ہے کہ اس خاصیت کا شخص کہ جس کی آپ کو جستجو ہے - اگر وہ واقعی معزز ہے تو اس طرح پر ہر خراب سے خراب ملک میں بھی بعزت بسر کر سکتا ہے اور بجائے اس کے کہ خود قصوروار ہو اس ملک کو بے عیب کر دیتے ہیں - اور یہی ان پر واجب ہے - اور بسبب عام ریاست ہائے ہندوستانی اور خصوصاً اس ریاست کے آپ کو بآسانی معلوم ہوگا کہ اگر دیانت دار اور نیک آدمیوں کی ضرورت نہ ہوتی اور ان کی قدر و منزلت نہ کی جاتی تو ہم کیوں تکلیف اٹھاتے

اور آپ کو اور اور صاحبوں کو تکلیف دیتے کیونکہ صرف ---- لوگ آپ کو معلوم ہے کہ باآسانی مل سکتے ہیں۔ آپ کو منظوریان اشخاص کی لیاقت ہائے مطلوبہ کا حال جن کو میں چاہتا ہوں معلوم ہے۔ اور میں قبل اس سے تحریر کر چکا ہوں کہ میں نے اور لوگوں کو بھی لکھا ہے کہ چند دیگر اشخاص کی سفارش فرمادیں۔ اگر آپ مجھ کو ایک شخص کے حالات مفصل سے اطلاع دیویں تو کافی ہوگا۔

ہم آپ کو ایک لائق اہل کار سلیم مزاج بیدار مغز جانتے ہیں۔ لہذا ہم کو کچھ پس و پیش اس سوال کے پوچھنے میں نہیں ہے کہ اس کی کیا وجہ تھی کہ پہلی مرتبہ آپ نے ارقام فرمایا کہ ایسا کوئی شخص نہیں ہے جس کی سفارش ہم باعتبار اور بہ اطمینان کر سکیں۔

کیا ہمارا یہ خیال درست ہے کہ آپ نے اپنے ذمہ جواب دہی لینا پسند نہ فرمایا بلکہ آپ نے خیال کیا کہ لیاقت کامل انگریزی ---- ہم آپ کے وجوہ کے معلوم کرنے سے زیادہ خوش ہوں گے۔ کیونکہ انتخاب کرنے میں ان کے ذریعہ سے ہمارا بہت مدد ملے گی اور یہ رائے ایسے بیدار مغز منصف کی ہم کو ملے گی

شکرگزار آپ کی تکلیفات کا

آپ کا نیازمند

سالار جنگ

(۴)

حیدرآباد دکن

۱۰ فروری سنہ ۱۸۸۱ء بنام سید احمد صاحب سی ایس آئی۔

جناب من!

آپ کا شفقت نامہ مورخہ ۲۹ جنوری موصول ہوا۔ آپ مولوی مہدی علی صاحب کو مطلع فرمادیں کہ ہم کو ذرا بھی اعتراض منظور کرنے اس میعاد میں جو انھوں نے اپنا کام ختم کرنے کے لیے چاہی نہیں ہے۔ اور یہ بات مناسب ہے کہ قبل جانے کے سب کام باقی ماندہ طے ہو جاوے۔ منشی مشتاق حسین بھی مولوی صاحب کے ساتھ حیدرآباد کو آسکتے ہیں۔ چیچک رپورٹس صاحب ہم واپس کرتے ہیں۔ فقط

راقم۔ سالار جنگ

(۵)

حیدرآباد دکن

۷ اپریل سنہ ۱۸۸۰ء سید احمد صاحب بہادر سی ایس۔ آئی

ہم کو اس بات سے افسوس تھا کہ اس قسم کی رپورٹ ہوئی ہے کہ مولوی مہدی علی نے اس سرکار کی ملازمت کے ارادے کو فسخ کر دیا۔ یہ سمجھ کر کہ اگر رپورٹ صحیح ہے تو ضرور کوئی وجہ معقول اس کی ہوگی۔ ہماری خواہش یہ ہے کہ اس امر کی صداقت سے آپ مطلع فرماویں۔ گو کہ ہم کو بہت زیادہ خیال اس کے بے اصل ہونے کا ہے۔ راقم نیاز

سالار جنگ

(۶)

حیدرآباد ۲۸ اپریل ۷۴ء

بنام سید احمد خاں صاحب سی ایس آئی

جناب من!

عنایت نامہ مورخہ ۲۲ ماہ حال پہنچا۔ یہ خبر معلوم ہونے سے ہم کو خوشی حاصل ہوئی کہ مولوی مہدی علی سے اپنا وعدہ پورا آنے کا ملتوی نہیں کیا اور ہم کو ملاحظہ وجوہ سے نسبت منشائے مولوی صاحب کے تا اختتام سال ہم کو خوشی اور طمانیت دونوں حاصل ہوئے۔ ملازم وفادار پر شرط ہے کہ جو کام اس کے سپرد ہو اس کو احسن وجوہ انجام دے خصوصاً ایسی ضرورت کے وقت جیسی کہ اب ہے اور آپ کو معلوم ہے ہمارے اور سرکار انگریزی کے درمیان جیسا کچھ رابطہ اتحاد ہے تو جو خدمات کہ مولوی صاحب اس سرکار میں انجام دیں گے وہ باعث رضامندی ہماری کا ہوگا۔ جب مولوی صاحب اپنا کام مفوضہ ختم کر کے حیدرآباد میں پہنچیں گے تو ہم ان کی ملاقات سے خوش ہوں گے۔ ترقی منشی مشتاق حسین سے ہم خوش ہوئے اور ہم ان کے فوراً چلے آنے سے خوش ہوں گے۔

راقم۔ سالار جنگ

(۷)

حیدرآباد ۲۵ مئی ۷۴ء

بنام سید احمد صاحب بہادر سی ایس آئی علی گڑھ

نوازش نامہ مورخہ ۲۰ اپریل پہنچا۔ ہم کو یہ خبر سن کر خوشی حاصل ہوئی کہ مولوی مہدی علی جلد حیدرآباد کو تشریف لاویں گے۔

راقم۔ سالار جنگ

(۸)

حیدرآباد دکن

۲ نومبر ۱۸۷۴ء بنام سید احمد صاحب بہادر سی ایس آئی

جناب من!

قبل تحریر خط ہذا کے بوجہ عدم ترسیل جواب عنایت نامہ اکتوبر ۷۴ء کے ہم پر عذر خواہی لازم ہے۔ گو جب آپ کو یہ حال معلوم ہوگا کہ ایام گزشتہ میں ہم کو کیسے کیسے کارہائے عظیم کا انتظام کرنا پڑا تو آپ ہمارے عذر کو تسلیم فرماویں گے۔ ہم نے خوب غور اور لحاظ جملہ امور پر جو آپ نے نسبت مولوی مہدی علی و منشی مشتاق حسین کے بتفصیل ارقام فرمائے کیا۔ نسبت صاحب اول الذکر کے یہ بات آسان ہے کہ خدمات صاحب موصوف کا تبادلہ منظور ریذیڈنٹ صاحب ہو جاوے۔ مگر ہم کو امید ہے کہ آپ کی رائے بھی ہمارے ساتھ متفق ہو کر ملازم آقا کی خدمت عمدہ کرے گا اور آقا ملازم سے اس صورت میں زیادہ تر رضامند ہوگا کہ جب ان کے درمیان کوئی پردہ نہ ہو۔ لہذا ہم آپ کی تجویز نسبت حصول رخصت اور آنے حیدرآباد کے نسبت مولوی مہدی علی کے پسند کرتے ہیں۔ ہم کو یقین ہے کہ مولوی صاحب یہاں پہنچنے

سے نہایت رضامند ہوں گے۔ افسوس ہے کہ مولوی صاحب نے یہ بات ضرور عا بھی کہ چند شرائط تحریر کر دیے۔ خصوصاً جبکہ قبل اس سے انہوں نے خود اور اپنے متوسلان کے ذریعے سے اس سرکار میں ملازمت پسند کی تھی۔ اس وقت ہم نے انتظار سے فرصت نہ پائی تھی کہ ہم ان کو خدمت دے سکتے ہمارا مقصد حال یہ ہے کہ مولوی صاحب کو کسی عہدے پر جو مثل مہتمم بندوبست یا جج عدالت دیوانی کے ہو مقرر کریں۔ گو عہدہ آخر الذکر خواہ مخواہ نہ مان لینا چاہیے کیونکہ ان کے پہنچنے سے تین چار مہینے تک ہم مقرر نہ کر سکیں گے۔ اس عرصہ میں مولوی صاحب اس عدالت کا کام اور دیگر کارہائے رعایا انجام دیں گے۔ اگر مشتاق حسین بھی چند روز بعد مثل مولوی صاحب کے رخصت لے کر چلے آویں یا ان کے بعد آویں تو ہم ان کو ایسی جگہ دیں گے جو ان کی اصل جگہ کے مناسب حال ہو۔

راقم نیاز

سالار جنگ

(۹)

حیدرآباد ۱۸ دسمبر سنہ [illegible]ء

بنام سید احمد صاحب بہادر سی۔ ایس۔ آئی

جناب من!

آپ کا عنایت نامہ ۱۲ ماہ حال موصول ہوا۔ حال انتقال پسر مولوی مہدی علی صاحب کا سن کر بڑا رنج ہوا۔ مولوی صاحب اور مشتاق حسین کو اطلاع فرمایئے کہ اب وے زیادہ تر تہ نظر ہماری تحریر کے نہ رہیں۔ ان کو جب فرصت ہو تب حیدرآباد کی جانب روانہ ہو آویں۔

نسبت آپ کی اس تحریر کے کہ کچھ خرچ پیشگی ان کو حیدرآباد تک پہنچنے کے سبب ملنا چاہیے۔ ہم کو افسوس ہے کہ ایسا نہیں ہو سکتا ہے۔ کیونکہ پیشگی بھیجنے کا دستور نہیں ہے۔ مگر جب وے یہاں پہنچ جاویں اور ان کو ضرورت خرچ کی ہوگی تو اس کا انتظام کر دیا جاوے گا اور تنخواہ میں وہ رقم محسوب ہوئی۔

دریافت روانگی جانب جناب کا حال آج از رحم کو خوشی حاصل ہوئی۔ اور اگر آپ اپنا ارادہ پورا کریں اور دوسری تعطیل میں مدراس اور غالباً حیدرآباد کو تشریف لاویں تو ہم آپ کی مہمانداری سے نہایت خوش ہوں گے۔

راقم نیاز سالار جنگ۔

نواب مزمّل خان

بھیکم پور ۱۱ مئی سنہ ۱۹۰۳ء

جناب مخدوم و مکرم و محترم حضرت الحاج نواب صاحب قبلہ مدظلکم

سفر حج سے فراغت مع الخیر واپس آنے پر تہ دل سے عاجزانہ مبارکباد پیش کرتا ہوں ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست

تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

الحمد للہ علیٰ احسانہ کہ خدا تعالیٰ نے جناب کی آرزوئے دیرینہ بڑی خوبی پوری کی۔ اور خدا تعالیٰ سب مسلمانوں کو آپ کی طرح ہمت استقلال اور استقامت کی توفیق عطا کریں۔ امید ہے کہ جلد کیفیت مزاج و خیریت خاندان سے مطلع فرما کر اس احقر خلائق اور نیاز مند دیرینہ کو مفتخر فرماویں گے۔ والسلام۔

عریضہ نیاز مند آفتاب
مرقومہ

صاحبزادہ آفتاب احمد خاں

<u>بنام نواب وقار الملک</u>

از علی گڑھ
۳۱ مئی ۱۸۹۹ء

جناب مولوی صاحب قبلہ زید مجدہ

امید ہے کہ آپ بخیر ہوں گے۔ میں کالج کے معاملات کی نسبت آپ کا کچھ وقت لینا چاہتا ہوں۔ امید ہے کہ آپ معاف فرماویں گے۔ کالج کی موجودہ حالت کے لحاظ سے میری یہ رائے ہے کہ اس وقت کالج کا کام کرنے والوں کی سخت ضرورت ہے۔ سر سید کی زندگی میں بھی ضرورت تھی لیکن وہ خود ایسے زبردست شخص تھے کہ تمام کام ان کی قوت کے زور سے ٹھیک ٹھیک چل رہے تھے۔ لیکن اب مجموعی سعی کی از حد ضرورت ہے۔ کالج کا کام ٹرسٹیوں کے ساتھ جبھی ہو سکتا ہے کہ لائق اور آزاد ٹرسٹی اپنا پورا وقت اور اپنی پوری توجہ اس کی خدمت میں صرف کریں لیکن سوائے نواب محسن الملک کے اور کوئی بھی اس وقت کالج کی خدمت کی طرف توجہ نہیں کرتا۔ علی گڑھ میں اس وقت حسب ذیل ٹرسٹی موجود ہیں۔ نواب محسن الملک۔ حاجی محمد اسماعیل خاں صاحب۔ خان بہادر مولوی زین العابدین خاں صاحب اور میں۔ ان میں سے حاجی صاحب موصوف تو اکثر آگرہ رہتے ہیں اور جب یہاں بھی ہوتے ہیں تو وہ میرے علم میں کالج کے امور میں توجہ نہیں کرتے۔ اس کی وجہ غالباً یہی ہوگی کہ کالج کی خدمت کسی قسم کی بھی وہ ان کے مذاق کے موافق نہیں ہے۔

مولوی زین العابدین خاں صاحب کی حالت یہ ہے کہ نہ انھوں نے کالج کے عملی کام میں کبھی حصہ لیا اور نہ غالباً وہ کبھی لیں گے۔ رہا میں۔ اول تو مجھ کو پورے طور پر قابلیت نہیں اور اگر کچھ ہے بھی تو میں اپنی حالت کے لحاظ سے اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ کوئی سال تک اپنا پورا وقت اور اپنی پوری توجہ اپنے پیشے کے کام میں صرف کروں۔ اس لیے اس وقت سوائے محسن الملک کے اور کوئی بھی ٹرسٹی نہیں ہے جو کالج کی خدمت کرتا ہو یا محسن الملک کی مدد کرتا ہو۔ میں سب طرف نگاہ ڈالتا ہوں تو مجھ کو سوائے آپ کے اور کوئی ایسا نہیں معلوم ہوتا جو اس کام کے لیے زیادہ تر موزوں ہو۔ جب آپ حیدرآباد سے تشریف لائے تھے تو میرا خیال یہ تھا کہ جناب علی گڑھ میں قیام فرماویں گے اور کالج کے کام میں عملی طور پر حصہ لیں گے۔ جیسا کہ سر سید کی زندگی میں

صرف ٹرسٹی بلکہ سیکرٹری کالج بنانا چاہتے تھے۔ آپ کی اس رائے کے اکثر لوگ مخالف تھے خود میں بھی پورے طور پر مخالف تھا۔ خود مجھ کو اس امر پر ہمیشہ حیرت ہوئی ہے کہ آپ جیسے خیالات اور اصول کا شخص مولوی صاحب موصوف کی کالج کے معاملات میں اس قدر طرف داری کرے۔ بہر حال مجھ کو اسوقت اس امر پر بحث کرنا مقصود نہیں ہے کہ آیا آپ نے جو طرف داری مولوی صاحب موصوف کی کی وہ کالج کے لیے مفید تھی یا کیا۔ میں اس وقت صرف اس قدر عرض کرنا کافی سمجھتا ہوں کہ غالباً اب سب کچھ ہو سکنے کے بعد آپ بھی اس امر کو مناسب نہ سمجھتے ہوں گے کہ آئیندہ مولوی صاحب موصوف کا کالج سے کوئی تعلق ہو۔ اگر جناب کا ایسا خیال ہے تو پھر میں کوئی وجہ نہیں دیکھتا کہ جناب میں اور منتظمین کالج میں مخالفت کیوں ہو۔ اور آپ کی خدمات کے نفع سے کالج محروم کیوں رہے۔ بہرحال میری یہ رائے ہے یہ بھی سوال ہو سکتا ہے کہ آپ یہاں قیام کرنے کی حالت میں کالج کے عملی کام میں کس حیثیت سے حصہ لیں۔ اس کی نسبت میری عرض ہے کہ کام کرنے والوں کے لیے کسی عہدہ یا ضابطہ کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ جیسے لوگ عہدے کی وجہ سے کام نہیں کیا کرتے بلکہ عہدہ آپ کے کام کی وجہ سے پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کے ساتھ میں یہ بھی جناب کو لکھتا ہوں کہ جناب کو معلوم ہو گا کہ نواب محسن الملک نے بحیثیت سیکرٹری کالج مجھ کو جوائنٹ سیکرٹری کالج کے عہدے کے لیے نامزد کیا ہے۔ اور اس تجویز کو ٹرسٹیوں کے پاس بھی بھیج دیا ہے اور بجٹ میٹنگ میں جو ۱۰ رجون ۱۸۹۹ء کو ہونے والی ہے پیش بھی ہوگی۔ لیکن عرصہ سے میں خود یہ فیصلہ کر چکا ہوں کہ میں اس عہدے کو فی الحال قبول نہیں کر سکتا۔ اس کی خاص کر دو وجوہ ہیں:

اول تو مجھ کو فی الحال اس عہدے کے کام کی پورے طور پر قابلیت نہیں۔

دوسرے اگر قابلیت بھی ہو تو جیسا میں اوپر عرض کر چکا ہوں میں اپنی موجودہ حالت کے لحاظ سے اس کو اپنا سب سے بڑا فرض سمجھتا ہوں۔ کہ کئی سال تک اپنا پورا وقت اور اپنی پوری توجہ اپنے پیشے کے کام میں صرف کروں۔

ان وجوہ سے میرا ارادہ ہے کہ میں اس عہدہ کو قبول نہ کروں لیکن جب میں نے نواب محسن الملک یا مسٹر بیگ سے انکار کیا ہے تو ہمیشہ انہوں نے یہ کہا ہے کہ اگر تم نہ ہو تو پھر کون ہو؟ اور ان کے خیال میں حالت ایسی ہے کہ مجبوراً مجھ کو یہ عہدہ قبول کرنا چاہیے لیکن اگر آپ یہاں موجود ہوں تو جہاں تک میں خیال کر سکتا ہوں ان کو یہ اعتراض کرنے کی گنجائش نہ رہے گی کیونکہ میں اپنے خیال میں آپ کو اس کام کے لیے سب سے زیادہ لائق اور موزوں سمجھتا ہوں۔ میں نے اس معاملہ میں کل شام نواب محسن الملک سے گفتگو کی اور مجھ کو اندیشہ تھا کہ شاید وہ اس امر میں میرے پورے طور پر ہم خیال نہ ہوں۔ لیکن انہوں نے نہایت صداقت کے ساتھ مجھ سے اتفاق کیا اور مجھ سے فرمایا کہ میں ان کی طرف سے آپ کو لکھوں کہ ان کے خیال میں جس قدر آپ ان کی مدد کر سکتے ہیں اور کوئی نہیں کر سکتا۔

پس میری استدعا ہے کہ جناب اس امر پر غور فرمائیں اور ضرور اپنے وقت کو کالج کی نذر کریں اور قوم پر احسان فرمائیں۔

میں آپ کا اس قدر وقت لینے کی معافی چاہتا ہوں۔ جس امر کو کالج کی موجودہ حالت کے لحاظ سے میں نے ضروری سمجھا اس سے آپ کو اطلاع دی میرا اصول ہمیشہ سے یہی رہا ہے کہ جس چیز کو میں کالج کے لیے مفید سمجھتا ہوں اسی کے لیے میں اپنی ناچیز

حیثیت کے لحاظ سے کوشش کرتا ہوں۔ میں نہایت ممنون ہوں گا اگر جناب اس کا جواب جلد مرحمت فرما دیں گے۔

خاکسار آفتاب احمد

نواب فتح علی خاں قزلباش

مئی ۱۹۰۸ء

از لاہور۔ ایمپریس روڈ

نواب پیلیس

مشفق مہربان دوستان جناب مولوی مشتاق حسین صاحب زاد لطفہ

بعد سلام مسنون آں کہ یہ معلوم کر کے کہ جناب کو ہز اکسیلنسی نواب گورنر جنرل بہادر کشور ہند نے اپنی تشریف آوری علی گڈھ کے موقع پر خطاب نوابی عطا فرمایا ہے۔ نہایت خوشی ہوئی۔ خداوند تعالیٰ آپ کو یہ خطاب بہت مبارک فرماوے۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے اور گاہ بگاہ خیریت سے مطلع فرماتے رہیں گے۔ فقط والسلام۔

آپ کا مخلص

فتح علی قزلباش

آرزو لکھنوی

دوست مہربان من!

تسلیم! ذیل کے تینوں مصرعے یقیناً ناموزوں ہیں۔ بحر منسرح کا وزن مفتعلن فاعلات مفتعلن فع۔ صرف اتنا تغیر قبول کر سکتا ہے کہ آپ مفتعلن کے عین کو ساکن کر کے مفعولن کا ہم وزن بنا لیں۔ چاہے رکن اول میں۔ چاہے رکن سوم میں چاہے دونوں میں۔ مثلاً مفعولن فاعلات مفتعلن فع۔ یا مفتعلن فاعلات مفعولن فع یا مفعولن فاعلات مفعولن فع۔ اور دریافت طلب مصاریع میں ان میں کوئی صورت نہیں پائی جاتی۔ لہٰذا بحر منسرح میں تو یہ بے شک نہیں جا سکتے۔

اگر کسی دوسری بحر میں مداخلت زحافات سے ان کو جا کر وزن قرار بھی دے لیا جائے تو بحر منسرح کے یہ ناموزوں ہی سمجھے جائیں گے اس لیے کہ عروض میں خلط اوزان جائز نہیں۔ بس یہ ہے میری رائے۔

مدار زندگی کبھی کبھی پچھاڑ تو کیا ہے۔ مدار شعر کا زبان پر مدار نہیں ہے اور خود بھی شاعری سے سروکار نہیں ہے۔

ناچیز آرزو لکھنوی

یکم اکتوبر ۱۹۴۵ء

از محشر لکھنوی

محشر للصوی

قطعہ تاریخ وفات حسرت آیات
مالکِ ملکِ سخن والی حاکم شہر شیدا بیانی شاعرِ حسن شناس
جناب میر ذاکر حسین صاحب یاس
نور اللہ مرقدہ

شاعرِ شیریں زباں ذاکر حسین — مرثیہ خوانِ حسین ابن علی
کرد رحلت از جہانِ بے ثبات — شد میان گنج مدفن منزوی
در محرم بیست روزِ ہیجدہ — بہرِ ما آمد چو شامِ بیکسی
مرغِ روحش آشیاں در خلد ساخت — یافت آزادی ز دنیائے دنی

گفت محشرؔ مصرعِ سالِ وفات :
سوئے جنت رفت مداحِ نبی !

۱۳۲۴ ہجری

نذر سجاد حیدر

بنام "ممتاز بانی بیگم"

نمبر ۵ - چاپانگ روڈ لکھنؤ

۲۳ / اپریل ۱۹۱۷ء - پیاری جائنٹ ایڈیٹر صاحبہ نقاد

اب تک تو نقاد کے ناپید ہو جانے کا بے حد افسوس تھا لیکن آج دو سال بعد اس کو فرزانی مسیحا کے ہاتھوں دوبارہ زندگی پاتے ہوئے دیکھ کر بے انتہا خوشی نہ صرف اس امر کی کہ پیارا نقاد دوبارہ زندہ ہو گیا بلکہ اس کی کہ اب سے وہ ایک روح پرور جان بخش چھوٹے نازک نازک ہاتھوں میں پیدا ہوا اور پرورش پائے گا - اسی نقاد نے آپ کا ہم سے تعارف کرایا - ورنہ اب تک قرب مثال کی روشنی سے دنیا محروم تھی -

خود ہمیں ہی معلوم نہ تھا کہ ہمارے فرقہ میں بھی ایک چمکتا تارہ پوشیدہ ہے جس کی شعاعیں "نقاد" کے ذریعہ اب عالم کو منور کریں گی - لیکن بہن - میں تو ابھی آپ کے گول مول تعارف سے کچھ مطمئن نہیں ہوئی لیجیئے اب بھلا مجھ سے کیا پردہ ؟ گو آپ سے نہیں لیکن ہم میاں بیوی کے شاہ دلگیر صاحب سے پرانے مراسم ہیں - بس آئیے اور زیادہ نہیں تو میرے برقعہ ہی میں میرے نقاب ہی کے اندر قمر کا چہرہ کر دیجیے تاکہ اور کوئی نہ دیکھ سکے اور میں دیکھ لوں - اچھی طرح پہچان لوں اور رونمائی جو کچھ آپ طلب کریں "نقاد" کے دے دوں - کہو منظور ہے ؟ بیٹی ہم سے پوشیدہ نہ رہو - بے نقاب ہو کر میرے نقاب میں آؤ ۔

ہم سے پردہ نہ کرو قمر درخشاں ہوکر
آؤ مل جاؤ گلے اب تو مہرباں ہوکر

کیا یہ مناسب نہیں کہ ایڈیٹر نقاد پر حد درجہ کی مہربان کہ انہیں دنیا سے بے نیاز کردیا اور ہم سے بے پردہ ۔ کج ادائی و بے مروتی کہ قمر ہوکر جلی کی آرزو چاہتی ہو ۔ نہیں بہن! یہ نہ ہوگا ۔ اس کے جواب میں مفصل حالات کا خط لکھیں کہ آپ آگرہ میں کب سے قیام پذیر ہیں ؟ اور اس سے قبل کس اور زنانہ اخبار وغیرہ میں بھی اسی نام سے کچھ لکھتی رہی ہیں یا نہیں ؟

یہ نام تو پہلے بھی نظروں سے گزرا ہے مگر معلوم نہیں کہ وہ آپ ہی تھیں یا کوئی اور ۔ امید ہے اس کا جواب شاہ دلگیر صاحب سے لکھوا دیں گے تاکہ پھر مجھے کسی اور سوال کی ضرورت نہ رہے ۔ میاں آج کل بیمار ہیں ۔ آپ کا نقاد خود پڑھ بھی نہیں سکی ۔ سجاد صاحب سے پڑھوا کر سنا اور اب لیٹے لیٹے اپنی بہن سے یہ خط لکھوا کر بھیجتی ہوں ۔ جواب ذرا جلدی دینا ۔ والسلام

خاکسار

نذر سجاد حیدر ۔

576

٢

متفرق خطوط

عطیہ نادم سیتاپوری

بنام مختار شاہجہانپوری

(۱)

رام پور۔ ۴ جون ۱۹۰۰ء

مجتبیٰ سلام مسنون اخلاص و دعا مشحون

ایک لفافہ سربند اور ایک "نامہ سربانہ" جسے پوسٹ کارڈ کہتے ہیں۔ دونوں ساتھ پہنچے۔ مع اظہار وطن پہنچنے کی خبر تسلی بخش خاطر مسافر ہوئے۔

چاقو بڑے چھوٹے دونوں قسم کے مطلوب ہیں۔ چھوٹے ان چاقوؤں سے جن کی نوکیں ترشوانے کو دی تھیں کم نہ ہوں اور بڑے ان سے سوائے ڈیوڑھے ہوں۔ حتی الامکان خوش قطع بھی ہونا چاہیئے۔ دستے بھی موزوں اور خوش قطع ہوں — اور تاکید کر کے جلد بنوائیے تاکہ مجھے سفر سے پہلے ملیں۔ اور قیمت سے اطلاع دیجیئے۔ مولانا میاں محمد شاہ صاحب سے پیام پہنچا دیجیے گا۔ ہمیشہ اپنی خیریت مزاج سے مطمئن اور مسرور کیا کیجیے۔ سب عزیزان و احباب ما وجب گذار ہیں۔

امیر فقیر

از طرف جلیل حسن تسلیم اور یاد آوری کا بہت بہت شکریہ۔ سپاس نامہ جداگانہ لکھوں گا۔

کارڈ کا پتہ: شاہجہان پور — بہادر گنج
محب دلنواز حافظ سید مختار احمد صاحب زاد لطفہ[1]

SHAH JAMAN PUR

(۲)

۱۵ جون ۱۹۰۰ء رام پور   محب دلنواز۔ سلام مسنون اخلاص و دعا مشحون

محبت نامہ آکر مسرت افزا و کاشف ما فیہا ہوا۔ بالفعل چھ چاقو بنوائے جائیں۔ اگر پسند آئیں گے تو اور بنوائے

---

[1] حافظ سید مختار احمد مختار شاہجہانپوری امیر کے ایک ذی علم شاگرد ہیں۔ ایک مقطع میں فرماتے ہیں — ع

سر میں سودا نہ ہو کیونکر سخن آرائی کا   نام لیوا ہوں "امیر احمد مینائی" کا

ربوہ (پاکستان) میں قیام ہے۔   نادم سیتاپوری

کی تکلیف دی جائے گی۔ میرے سفر میں توقف جن اسباب سے ہے میں یقین کے ساتھ نہیں بتا سکتا کہ وہ موانع کتنے روز میں رفع ہوں گے۔ لہذا یہ امید ہے کہ اس ماہ سفر کی کسی تاریخ میں روانگی کا اتفاق ہو؟ ایک ہفتے سے میری طبیعت زیادہ ناچاق ہے اور میرے دو فرزندان کی طبیعت بھی جادۂ اعتدال سے منحرف ہوگئی ہے زیادہ تر یہی وجہ توقف ہے۔

آپ کی یادآوری اور مہربانی کا شکرگزار ہوں اور آپ کی خیریت و صحت کا خواستگار — سب عزیزان و احباب طالب دعا گزار ہیں۔

فقیر — امیر احمد امیر مینائی

پتہ: محب و دلنواز حافظ سید مختار احمد صاحب سلمہم اللہ .... (عبارت پڑھی نہیں گئی)

بہادر گنج ۔ شاہجہاں پور SHAH JAHANPUR

مہر شاہجہانپور 15-JUN-00

مہر رام پور 15-JUN.00

بنام اشہر لکھنوی

(۱)

محمود آباد ۸۸۹

مخلص صادق الوداد، گرامی نامہ پہونچا۔ حسب ارشاد گرامی چند نوٹ تحریر کرتا ہوں:

۱ - میری خالص اردو پر اعتراض ہے۔ میر تقی کی اردو بامحاورہ ہے، اس کو قصیدہ کے وادی میں دیکھیے:

فلک کے جور و جفا نے کیا ہے یوں ناچار — ہزار کوس پہ ہے جائے اک تپیدن وار

اس قصیدہ میں کہتا ہے:

بعشق دیر بطوف حرم بسعی تمام — بلوح مشہد عاشق بسوز شمع مزار

بدور گردی رنگ قبول و یاس دعا — باعتزاز اجابت بحلقۂ اذکار

بخیل خیال خرابی گسستۂ صحرا — بجوش سوادی شہر و بقریہ و دیار

بہ پوچ گوئی بیتابی و بہ سلسلے خرابی — بکم زبانی صبر و بدیدۂ بیدار

بسیل خانہ خراب و بوادی مجنوں — بجرگہ جگر غزالان بدیدۂ خونبار

بدیر و برہمن و کفر و بالصنم گوئی — بشیخ و مسجد و تسبیح و رشتۂ زنار

ذرا دریافت فرمایئے کہ دیر و برہمن و کفر و رشتۂ زنار وغیرہ کی قسمیں کھانے پر مولوی صاحب کا کیا فتویٰ ہے؟ اسی طرح تقریباً تیس شعر ہیں ملاحظہ ہو دیوان میر

۲ - معترض کو تشبیب و مدح میں کوئی امتیاز نہیں، نہ براعت استہلال سے کوئی واسطہ فقط اعتراض کرنا مقصود ہے

سمجھتے ہیں محلِ غیبت اپنا ازرہِ شوخی — وہ گہرا سا کسی کا زخمِ پنہاں دیکھنے والے

۳۔ ملی تفسیرِ بیضاوی میں شرحِ ملتِ بیضا — رخِ مہدیؑ کو دیکھیں مہرِ تاباں دیکھنے والے

اعتراض یہ ہے کہ دونوں مصرعے بے ربط ہیں۔ اس کے اوپر کے شعر حذف فرما دیے گئے

جہاں مہرِ عالم تاب پہونچا بحرِ ابیض تک — اٹھے آنکھوں کو ملتے روئے جاناں دیکھنے والے

قمیصِ یوسفِ خورشید لائے صبح ہوتے ہی — بیاضِ چشم ہائے پیرِ کنعاں دیکھنے والے

ملی تفسیرِ بیضاوی الخ

تفسیرِ بیضاوی استعارہ ہے۔ صبح یا خورشیدِ عالم تاب سے۔ شرحِ ملتِ بیضا سے مراد ذاتِ ممدوح جو کہ صبحِ ولادت ہے۔ اس لئے ان اشعار میں اسی واقعہ کی طرف اشارات ہیں۔

۴۔ وفورِ شوق میں بڑھ کر لگا لیتے ہیں سینے سے — جنابِ نرجس خاتون کو لرزاں دیکھنے والے

ان سے پہلے یہ شعر ہے:

بہت حیرت سے کرتے ہیں نظر نرجس کے چہرے پر — نظیرِ مادرِ روحیؑ عمراں دیکھنے والے

شعرِ بالا میں یہ تلمیح ہے

"حکیمہ ہمشیرہ امام علی نقیؑ روایت می کند کہ در آں شب آنحضرت مرا طلبیدہ و فرمود امشب نزد ما باش کہ ولادتِ صبح گفت از نرجس باش کہ حجتِ خدا ایں شب بظہور می رسد۔ من ماندم و اثرِ حمل نبود تا نزدیک بصبح من و نرجس مشغولِ نمازِ تہجد بودیم۔ ناگاہ نرجس مانند بید لرزید گرفت من او را بسینہ ضم کردہ سورۂ توحید و انا انزلنا و آیۃ الکرسی بوے می خواندم۔ ناگاہ نورے ظاہر شد۔"

روایت سے ثابت ہے کہ اس وقت کوئی نہ تھا سوا نرجس و حکیمہ کے۔ معترض اس سے مراد تماشائی لیتا ہے۔

۵۔ جنابِ عسکریؑ لیتے ہیں یوں رخسار کے بوسے — چلے آتے ہیں سب قرآں پہ قرآں دیکھنے والے

امام اپنے بچے کے رخسار پہ رخسار رکھے ہوئے بوسے دے رہے ہیں۔ اس طرح قرآن پہ قرآن بنایا گیا ہے۔
معترض کے نزدیک ایک شارح کی ضرورت ہے۔ تشبیہہ میں البتہ کوئی جدت نہیں۔ مگر طرزِ ادا نے لطفِ تشبیہہ کو دوبالا کر دیا معترض کے نزدیک تماشا ہے۔ اس سوقیانہ تہذیب کا کیا علاج۔

۶۔ اگر تو بِن ہلالِ عیدِ عرفاں دیکھنا چاہے — تو دل پہ نقش کر لے اُس عقیقہ کا خطِ ابرو

کیا خطِ ابرو کا تصور دل پہ نقش نہیں جما سکتا۔ بغیر دیکھے کسی کی صورت و سیرت کا اثر اخبار و تاریخ سے نہیں ہو سکتا؟ اکابرِ اسلاف کو آپ نے کب دیکھا ہے؟ پھر ان کے اثرات دلوں پہ کیوں ہیں؟

۷۔ اچھا ہے سرِ انگشتِ حنائی کا تصور الخ

حنا اور خون کے ساتھ تشبیہہ پرانی ہے۔ ہزاروں شعرا کے یہاں ملے گی۔ انداز و ادا میں فرق ہونا چاہیے۔ وہاں سرِ انگشت

حنائی سے لہو کی بوند ٹپکائی ہے۔ یہاں دستِ حنا بستہ سے جلوۂ خون پیدا ہوا ہے۔

۸۔ غالب۔ خندہ اوس کی ہے دماغ اوس کا ہے الخ

عزیز۔ شوخیاں اوس کی ہیں ناز اوس کے الخ

خدارا اس شعر سے اوس شعر کو کیا تعلق ہے۔ نہ مضمون سے تعلق نہ مفہوم سے، اگر انداز ادا میں پیروی ہے تو کیا قباحت؟

۹۔ ایک ایک قطرہ کا مجھے دینا پڑا حساب الخ

خونِ دل وقفِ مژگاں ہوا خلف اندیشہ شعرا نے کہا ہے۔ اس سے غالب کے شعر کو ادنیٰ منافات نہیں۔

قدیر — ابرو کی دیکھ بھال کے تصویر کھینچئے — مشکل ہے منہ پہ تیرے شمشیر کھینچنا

عزیز — ابرو نے کھینچ دی جو ہے شکل روا نہ تھا۔

چشمِ حق بیں میں تماشے شبِ یزداں ہوئیں

ابرو کی تشبیہ تیغ سے پرانی ہے۔ لیکن منہ پر کھینچنا کا محاورہ کے ساتھ دوسری بات ہے۔ یہاں صرف تشبیہ ہے۔

مرزا صاحب کے شعر کو جس کو آپ نے نظر انداز فرمایا ہے اصل تیر کا شعر ہے۔ اس کا نام توارد خیال ہے۔

کیونکر نقاشِ ازل نے نقش ابرو کا کیا — کام ہے اک تیرے منہ پر کھینچنا شمشیر کا

خدا جانے معترض کے نزدیک سرقہ اور توارد کی کیا تعریف ہے؟

علیؓ کی قوتوں کی انتہا کو کوئی کیسا جانے — نہ اہلِ شش جہات ان کے سمجھنے والے ہیں۔

رتبہ حیدرؓ کا کوئی کیا جانے — یا نبیؐ جانے یا خدا جانے

یہ سرقہ ہوگیا۔

۱۰۔ اسی طرح واقعات کا نظم کرنا بھی سرقہ ہے؟

مدد مانگ سے کہا سنئے ترجمانِ شعیر کا

حصیرِ فقر میں اور آرزو جو کے نوالے ہیں

یہ سب سرقات ہیں۔

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہوگئیں

تہ بتہ پردوں سے نکل کے سب نمایاں ہوگئیں

لالہ و گل کی تشبیہ جلوۂ رخسار سے ہوتی ہے۔ جس کو مختلف انداز سے شعرا نظم کرتے ہیں۔ اگر نقد اسی کا نام ہے۔ تو تمام شعرا کے دواوین مسروقہ ہیں۔ انجم زندہ غالب کے یہاں ہے میرے یہاں انجم تابندہ آگیا۔ اور تصادم ہوگیا؟ ملاحظہ کیجئے میرے شعر سے غالب کے شعر کو کیا تعلق ہے؟

۱۱۔ دانش کاتب کی غلطی ہے۔ اور سب شائقین قافیہ میں ایطا ہے۔ مگر جناب نقاد اس کو عروضی غلطی بتلاتے ہیں۔ آج کل

اون کو یہ نہیں معلوم کہ عروض کس کو کہتے ہیں - اور قافیہ کیا ہے - اگر اون زبان میں خلل ہوتا - تو عروضی غلطی فرماتے
پہلے اون کو یہ معلوم کرنا چاہیے - کہ عروض کو قافیہ سے کوئی علاقہ نہیں - یہ فن علیحدہ ہے -

داعی و معتدر و مذکر

امی و مزمل و مدثر

۱۲ - راکب - حامل - عاقب - امی - مقتدر وغیرہ یہ سب القاب حضرت کے ہیں - دیکھیے " جنات الخلود "
ہر قرآن پڑھنے والا جانتا ہے کہ مزمل - مدثر مشدد ہیں - مگر بربنائے تصرفات اہل ایران صحیح ہے -
ارکان، تحریک، زیادت، تخفیف و تشدید قلب و ابدال کی بحثیں - غم - ہم - زقوم - سجل - نیت - کیفیت - مناصب
مشاطہ وغیرہ اسی تحت میں ہیں - الفاظ قرآن میں بھی بہت کچھ تصرفات ایرانیوں کے ہیں اس وقت میرے پاس
"مصروفیت" نہیں - ورنہ اوس میں شاید امثلہ موجود ہوں - " مجمع البحرین " لغت حدیث میں بھی اس کا پتہ ا
برادرمن - میں معصوم نہیں - نہ مجکو دعوائی تبحر ہے - کہ جو کچھ ہوں وہ آیت و حدیث ہے - الغرض اگر واقعی لغزش
اوس کے تسلیم کرنے میں کسی کو انکار نہیں ہوسکتا - مگر اس شخص کو مجھ سے عداوت ہے - اس خاندان کی یہ عادت
کہ جو کچھ ہمارے منہ سے نکلے وہی صحیح ہے - ایک دن موجودہ راجہ صاحب کو پڑھا رہے تھے :

(قصیدہ عرفی)

از لذت دنیا الم آشوب نگردم   این باد پریشان نکنم زلف الم را

الم کو علم پڑھا رہے تھے - صرف اس بناپر کہ تکرار لفظ مخل فصاحت ہے - میں نے کہا کہ الم ہی ہونا چاہیے - اور
صاحب نے بھی بھائی صاحب کی تائید کی -

۱۳ -   یا علیؑ ہم کو شہ ارض وسما ہونا ہے الخ

اس پر اعتراض کہ حضرت کس زمانہ میں شہ ارض وسما نہ تھے - حقیقت و مجاز میں کوئی فرق ہوتا ہے یا نہیں - قطعہ
امیر المومنینؑ کے متعلق ہے - بچہ کی ولادت کہ اوس کے آثار سے آئندہ کا اخبار ہے -

۱۴ - مخلوط اردو کے عنوان میں جو افادات فرمائے گئے ہیں - اور جن ترکیبوں کو آپ مخصوص عرفی کی ترکیبیں فرماتے ہیں
تقریباً ہر فارسی گو شاعر کے یہاں موجود ہیں - عشوہ فروش وغیرہ غمزہ ستاں ان کی نظر سے نہیں گذرا
کتاب مظہر العجائب[1] - صفات حسن - غمزہ ستان - غمزہ ریز - غمزہ آذین وغیرہ
تنگ و تاز - صبر گداز - لعبت باز - یہ بھی عرفی کی خاص ترکیبیں اور مخصوص فقرے بتائے جاتے ہیں - ایسے قرآنی اگر
فارسی (جو عرفی سے مقدم ہیں) کے قصیدے آپ دیکھیں تو معلوم ہوجائے -

---

[1] اس کتاب کے حوالے کی ضرورت نہیں چونکہ مرزا قتیل کی ہے - میرے نزدیک فارسی کی کتب درسیہ میں ملے گی غالباً مخزن الشعراء میں

۱۵۔ "شبل" ابن الغیث کو جناب صحیح نہیں سمجھتے۔ کیونکہ "شبل" خود بچۂ شیر کو کہتے ہیں ابن اللیث نما فش (کذا) ہے عربی کے مستند ادیب مولوی محمد مہدی صاحب کی کرآپ دریافت فرما لیجیے جو ان کے بھائی صاحب کے استاد ہیں:

الفاضل الکامل العلیم العامل الوہاب ابن الغیث الشبل ابن اللیث

۱۶۔ یہی موئے مژہ جس سے پڑے ہیں اہل شیشہ دل میں جو گم ہو جائیں تو خنجر ہیں جو بڑھ جائیں تو بھالے ہیں

اس پر اعتراض یہ تھا کہ خنجر سے موئے مژہ کی تشبیہ نہایت غریب اور سراسر اختراع ہے۔ شاید اخبار حق میں جو جواب آپ کے اعتراضات کا شائع ہوا تھا۔ وہ نظر سے نہیں گزرا۔ خیر میں پھر لکھے دیتا ہوں کہ خنجر سے تشبیہ میرا اختراع نہیں ہے آپ کی کوتاہ نظری ہے۔

سلمان ساؤجی

چشمت بخنجر مژہ عالم خراب کرد   کس خنجر کشندہ بدستے چناں دہد

اس کے ضمن میں یہ فرمایا کہ کوئی نقطہ سہو کاتب ہے۔ ان اعتراضات پر معترض کو بہت ناز ہے کہ ہندوستان کے کسی گوشے سے آواز نہیں اٹھی۔ آتش کا شعر ہے:

موئے مژہ ادن آنکھوں نے دل کو جدا ہ   صیاد نے شکار چھری سے لٹا دیا

۱۷۔ رمد کے لیے سرخی لازم نہیں۔ اس کو کسی لغت بحر الجواہر میں ملاحظہ ہو۔

"الرمد بالتحریک قال العلامۃ اندہ (؟) یطلق عند الاقدمین علی الورم الحار الدموی الحادث فی الملتحم ومتی کان حاصلا من غیر مدۃ لمادۃ فانہ لا یسمی رمدا بل تکدرا۔ واما عند المتاخرین فانہ یطلق علی ورم یحدث للملتحم سواء کان سببہ مواد حارۃ وباردۃ"

بحر الجواہر

ظاہر ہے کہ اگر دموی مادہ ہوگا تو سرخی ہونا لازم ہے۔

۱۸۔ شراب کے متعلق جو کچھ ارشاد ہوا ہے۔ سبحان اللہ شراب سے شفوہ مراد لیجیے۔ مگر خمر نہیں ہو سکتا۔ ہر وہ چیز جو پی جائے اوس کو شراب کہتے ہیں۔ مگر عرب میں خصوصیت سے شراب خمر ہی کو کہتے ہیں۔ بحر الجواہر ——— "الشراب کل ما یشرب من المائعات والاطباء اذا اطلق الشراب ارادوا بہ الخمر اذا قالوا الشراب الممزوج ارادوا بہ ما یمزج بالماء"

خدا معلوم معترض صاحب سرقہ و توارد کی تعریف کیا سمجھے ہیں۔ ذرا اپنی طرف ملاحظہ فرمائیں۔ ابھی حال ہی میں سرفراز کے رجب نمبر میں سب سے پہلے آپ کی چند رباعیات چھپی ہیں۔

مرسل بلد علم و در بیش بود علیؑ   روشن شدہ معنی حدیث نبویؐ

ایمائے صریح کرد گشتہ حیدار   کعبہ شدہ مولد در علم نبیؐ!

(۱) مرسل کی تعمیم نے یہاں کیا فائدہ دیا؟ احمد ہونا چاہیئے۔

(۲) ملاحظہ ہو صحیفۂ ولا ص۴۰۶

باب شہرِ علم کی آمد خدا کے گھر میں ہے　　کیوں نہ ہو دیوار میں کعبے کے در کیونکر نہ ہو

اس کو سرقہ فرمائیے گا یا تصادم؟

حیدر کہ نبض حق امام دوسرا است　　گر مولد او بیت خدا گشت بجا است
عالم بگمان این کہ کعبہ قبلہ است　　تعلیم بیقین این کہ آن قبلہ نما است

صحیفۂ ولا ص۳۲۵

دلِ حیدر کا صدقہ کعبہ ہے قبلہ نما جس کا　　مجھے محسوب کر پایہ شناسانِ محمدؐ میں

از ہیبت خاص خود بہ مدح بسفت　　یعنی بزبانِ خامشی حرفے گفت
چون غنچہ لعش بہ بست وخندید چو گل　　بشگافت جدار کعبہ یعنی بشگفت

زبان کا تنافر محسوس نہیں ہوا؟ یا شاید انکی زبان میں مصرع ادا ہوا ہو؟

صحیفۂ ولا

غنچے کی طرح چٹکی دیوارِ حرم دیکھو　　اک نو گلِ وحدت کے آنے میں قدم دیکھو
جلوۂ گل سے بڑھی اور بہارِ کعبہ　　کھل گئی فرطِ مسرت سے جدارِ کعبہ
نو گلِ باغِ امامت کی تجلی تھی عزیز　　کھل کھلا کر جو ہنسی آج جدارِ کعبہ

اسی طرح اور بہت سے اشعار ہیں۔

بر غائب او انس و ملائک زدہ صف　　عالم بدرش گدائے کچکول بکف
بطحا بحریست از امانت ہمہ آن　　کعبہ صدفیست دُرِ او شاہِ نجف

ازامانت، مواج؟!

صحیفۂ ولا ص۲۵۰

صدفِ کعبہ کا وہ دُرِ یتیم　　حکمتِ شرعِ احمدی کا حکیم
ہے یہ اس کے گروہ کی عظمت　　ان من شیعتہ لابراہیم

پہلے مصرع کو چوتھا مصرع بنایا ہے۔

یکے از شعرائے ایران

بسوئے کعبہ رود شیخ و من بسوئے نجف　　برتبہ کعبہ کہ این جا مراست حق بطرف
تفاوت کہ میان من ست و او این ست　　کہ من بسوے گہر رفتم او بسوے صدف

یہاں ان تشبیہات کا لطف دیکھیے۔ مداحین میں یہ تشبیہات عامۃ الورود ہیں۔ مگر حضرت معترض کے نقطۂ خیال سے یہ سد

ہیں عا۔ آپ ناید ہیں۔

بے خبری کے ساتھ سخن پروری کی انتہا نہیں۔ آپ دیکھتے ہیں کہ تحریر میں کس قدر چالاکیاں دکھائی گئی ہیں۔

السیف والخنجر ریحاننا واف علی النرجس والاس

شرابنا ۔۔۔ الخ

کاس بھی شراب بھی ریحان بھی نرجس و آس بھی۔ پھر بھی شراب سے مراد شوربہ لیجیے خمر نہ لیجیے۔

اے سبحان اللہ!

کسی طرح ان کو بے نقاب کیجئے۔ تو ان کو ان لغویات کے لکھنے میں کچھ پس وپیش ہو۔ ذرا اپنی تحریریں دیکھئے اور مترجم صاحب کی بدتمیزیاں دیکھئے۔ اس طرح اگر لکھ دیجئے تو مناسب نہیں ہے۔ مجھے معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا ہے۔ کہ یہ تحریریں فلاں کی ہیں۔ اس وجہ سے ان الفاظ پر تعجب ہے یہاں اون کے نام نوٹ کر دیجیے جیسی آپ کی مصلحت۔

سرفراز نے یہ اعلان کر دیا ہے کہ اب سلسلہ مضامین ختم کر دیں گے میرے نزدیک اخبار حق میں شائع کرا دیجیے۔ یا جہاں بھی شائع ہوں سرفراز میں ایک نوٹ دے دینا ضروری ہے۔ چونکہ خواجہ صاحب سرفراز میں یہ سلسلہ بند کرنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا اس مقالہ کا جواب جو مورخہ ۵ نومبر شائع ہوا ہے۔ ان پرچہ میں درج ہوگا ناظرین جن کو دلچسپی ہے اوس کو ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

آخر میں آپ سے خواہش ہے کہ انصاف سے کام لیں۔ انصاف تو جب ہی ہے کہ اوس کے ہمنوا ہو جائیں، آپ نے دیکھا ہے کہ کسی اعتراض کو وہ ماننے کے لئے تیار نہیں؟

آپ پر جذبۂ ہم وطنی کا الزام ہے مگر خود جذبۂ عصبیت و عداوت میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

توضیحات یا صفت کاشفہ کے واسطے زیادہ تر مناسبت مقام کی قید بیکار ہے بعض مقامات پہ نہیں بھی ہے۔ مہرِ درخشاں، ماہِ تاباں، رود روشن، وغیرہ میں تو تاریکیں ہو گئیں۔ برقِ درخشاں، برقِ تاباں میں کیا بادل ہوگی۔ وہ تو زیر سحاب ہی چمکتی ہے۔ علاوہ اس کے ان اشعار میں کیا فرماتے ہیں:

ذرہ یک ہفتہ گفتی از خلاف   ۔۔۔ ہیں نادر بادۂ احمر

بنشیں و بیار خندۂ شیریں   برخیز و بیار بادۂ احمر

احمر کی مناسبت اور اقتضائے مقام کیا ہے۔ صرف بادہ سے بھی کام چل سکتا ہے ۔۔۔ اسی طرح صہبا سرخ شراب کو کہتے ہیں اوّل تو صفات میں اختلاف ہے ملاحظہ ہو "الاصہب بعیر لیس شدید البیاض کالصہابی والاسد والصہبا الخمر او المعصورۃ من عنب" (القاموس)

اسی طرح صاحب منتہی الادب نے رنگ کی تخصیص نہیں کی۔ صرف یہ لکھا ہے "می وفشارہ انگور سفید ولہا

... شمامہ عنبر در رہ اد ذیب اگر صہبا کا رنگ سرخ بیان میں تو صفت کاشفہ کے طور پر ظاہر کرنا کیا گناہ ہے؟ پھر جب کہ رند کا قرینہ موجود ہے۔ اب رند کے لئے سرخی لازم ہے یا نہیں اس کے متعلق بحر الجواہر کی عبارت لکھ چکا ہوں۔

تصادم خیال۔ شعرا میں بعض تشبیہات و خیالات عام طور سے مروج ہیں۔ جو تھوڑے تھوڑے سے فرق سے نظم ہوئے ہیں۔ حضرت ۔ ا لا کا کلام جس وقت شائع ہوگا۔ تو بتادیا جائے گا کہ کتنا سرقہ ہے۔ سردست ملاحظہ ہو سرفراز رجب نمبر میں ایک صاحب نظر صدیقی حسب عباسی ان کی چند رباعیاں شائع ہوئی ہیں۔ اس کے متعلق آپ کے نقطۂ خیال سے عرض کیا جاتا ہے۔ اس کا فیصلہ آپ فرمائیں کہ تصادم ہے یا توارد یا سرقہ یہاں وہ رباعیاں اگر مناسب ہو تو درج فرما دیجئے۔

تحریر فرماتے ہیں۔ جب رند کے معنوں میں جناب اشہر کی نگاہ والرند ہیجان العین پر پڑی تو دکل مایو لمھا سے کیو اچٹ گئی۔

پہلے تو جناب عبارت منجد کی غلطی تحریر فرمائیں۔ آپ کے مطلب کے خلاف اگر لغت شہادت دے۔ تو وہ غلط ہے۔ اس کے بعد وکل مایو لمھا کے ترک کر دینے سے معنی میں کیا نقصان ہوا۔ جس کی تصریح آپ نے خود فرما دی۔ اپنا مفید مطلب بیان کرنے کا اختیار ہے۔ مگر قرائن اور واقعات بھی کوئی چیز ہیں لگے ہاتھ یہ بھی تحریر فرما دیجیے کہ نگاہ اچٹ جانا بھی کوئی محاورہ ہے نیند اچٹ جانا تو سنا تھا۔ اگر ہو تو شاہد عنایت فرمائیے۔

امیر المومنین کاسہ سر میں خون اعدا پینے کی خواہش فرماتے ہیں۔ شراب اس دم اعدا تھا یہ خون تو ظاہر ہوگا۔ بھلا اس دھاندلی کی کوئی حد ہے۔

لالے کے متعلق آپ نے نقاد اول کا قول درج فرمایا کہ" اس مقام پر سرخ کا استعمال تحصیل حاصل ہے" تسنیم میں درج ہے کہ" لالے کی صفت سرخ پر وہی تحصیل حاصل ہے جو حشو کے مرادف اور عجز شاعری کی دلیل قوی ہے" امثلہ ملاحظہ کرنے کے بعد اور بہار عجم میں لالے کے اقسام دیکھنے کے بعد آپ نے اس عبارت کو کمزور کر دیا۔ آگے بڑھ کر نقاد بدایونی پر الزام رکھتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ" اگر وہ ہر مقام کے لئے لالہ کا سرخ لانا حشو سمجھتے ہیں۔ تو میں ان سے متفق نہیں"۔ تسنیم کی عبارت میں تعمیم ہے اور یہاں اس مقام کی تخصیص اور عبارت کا فرق اب عرض کرتا ہوں کہ ع شدہ دو نرگس شہلا وہ لالۂ احمر اور ع میانِ گلشن وحدت یہ دو وہ سرخ لالے ہیں۔ ان کا فرق بیان فرمائیے۔ وہاں کیوں درست ہے یہاں کیوں حشو۔ اگر مراعاۃ لفظی دیکھئے تو اس سے آپ قائل نہیں۔

یہ خوب ارشاد ہوا۔ سرخی چشم اس بات پر قرینہ قوی ہے کہ شاعر نے لالہ زرد یا لالہ سفید نہیں مراد لیا۔ مطلب یہ ہے کہ کسی طرح سرخ درست نہ ہو سکے۔ جہاں پہنچ چکا ہے کہ دیکھئے ایسے سخن پرور شاید ہی دنیا میں ہوں۔

مولوی عبد الشکور سے مناظرہ کرتے کرتے یہ مشق بہم پہنچائی ہے آپ کے رسالہ کا عنوان اس شعر سے شروع ہوتا ہے ۔ . . . . . . کہ دست غیر گرفت است پائے مادر او۔ یہ تہذیب ہے یہ سرسری طور پر چند نوٹ لکھ دیئے ہیں خدما

صفا دوغا کید ۔ اگر اخبار حق میں آپ بھیجیں تو اون کو لکھ دوں ۔ مگر سرفراز میں نوٹ ضرور ہونا چاہیئے ۔

مخلص عزیز

(۲)

ریاست محمود آباد ۱۳؍ جنوری ۳۳ء

محبی و مکرمی تسلیم ۔ خدا کرے آپ مع الخیر ہوں ۔ حضرت شاداں[۱] کا مضمون حسب فرمائش ان کے میں نے بھیج دیا تھا ۔ میرا بھی یہی خیال تھا کہ شائع نہ فرمائیں گے ۔ (کذا) ایک بات اور عرض کرنا ہے ۔ "مدثر" جہاں باب تفعل اور افعلال سے آیا ہے ۔ وہاں باب تفعیل سے بھی آیا ہے ۔ چنانچہ صاحب منجد لکھتے ہیں : "دثره : اهمله ، غطاه بالدثار" اسی طرح مذکر بھی جہاں از ابواب سے آیا ہے ۔ وہاں باب تفعیل سے بھی آیا ہے ۔ تذکیر (منجد) ذکره الشئ وذکره به ۔ اعاد ذکره والقوم وعظهم ۔

مزمل : مصدر ازمال وازدمال ، و تزمل و تزمیل و مزاملہ نے کہ "تزمیل" بھی مستعمل ہے "زمل الشئ بثوبه اولف ثوبه ای لفه المزمل ای الملتف بالثیاب" ملاحظہ ہو منجد ۔ اگر قرآن مجید میں اسی طرح مستعمل ہو مگر جب قاعدہ نحوی اور لغات اس کے جواز کی سند دیتے ہیں ۔ تو کچھ ناطق سے ۔ افہ زبس اور دانش ہیں اگر نون کو ردی قرار دیجیے تو نامناسب ہے ۔ مضمون کے شائع ہونے یا نہ کرنے کا آپ کو اختیار ہے ۔ سرفراز اور حق پر موقوف نہ کیجیے اور اخبار بھی ہیں ۔ مگر جیسی آپ کی رائے ۔ چونکہ حضرت کی حق اس لئے آپ کی ناخوشی مجھے اچھی نہیں معلوم ہوئی ۔ مشتاق صاحب ان باتوں میں نہ پڑیں گے ورنہ وہ کچھ ایسے ہی ۔ ۔ ۔ آدمی ہیں ۔ ... آپ کی عنایت جو ایک پرچہ بھیجا گیا تھا مجھے ابھی تک وہ پرچہ نہیں پہنچا ۔ حالانکہ میں نے آپ کو لکھ دیا تھا ۔ ۔ ۔ مگر پھر بھی نہیں ملا ۔

عزیز

بنام محمد یوسف قیصر

(۱)

الہ آباد ۔ ۱۴؍ نومبر ۱۵ء

مکرمی سلمہ اللہ تعالیٰ ۔ میں اچھا نہیں ہوں ۔ کام کاج میں دل نہیں لگتا ۔ حضرت اقبال[۲] تو اب پولیٹیکل حریت کی طرف متوجہ ہیں تصوف اور دنیا کی بے ثباتی کو وہ قوم کے حق میں مضر سمجھتے ہیں ۔ خدا ان کا بھلا کرے کہ زندگی کی فکر میں ہیں ۔ لیکن میں ہوں مگر افسوس میں تو مر چکا ہوں ۔

بے ثباتی اور کاہلی کا دلدادہ ہوں ۔ آپ ان مضامین کو بھیج دیجیے ۔ کچھ نہ سہی آپ کو داد ہی دوں گا ۔ ایسے

۱؎ علامہ شاداں بلگرامی ۔ ۲؎ ڈاکٹر اقبال مرحوم

مضامین میں حسن اور زباں سے زیادہ بحث ہونی چاہیے۔

دعاگوئے شما

اکبر

بنام پروفیسر اشہر لکھنوی

(۱)

کلکتہ۔ ۲۸ مارچ ۶۲ء

مکرمی۔ پرسش اور محبت نامہ کا دلی شکریہ قبول کیجیے۔ میری حالت میں تبدیلی آج کل "قابلِ اطمینان نہیں۔ دس دنوں سے تنگ آ کر میں نے دوا ترک کر دی اور اپنے خدا کے سوا کسی کا زیرِ علاج نہیں۔ کب تک یہ حالت رہے اور اسے برداشت کر سکوں گا۔ نہیں جانتا۔ خدا معلوم نقصان کے عوض فائدہ محسوس کر رہا ہوں۔ آگے اللہ مالک ہے۔ ملاقات سے میں جس درجہ خوش اور بالیدہ ہوا اسی نسبت سے مجھے آپ کی جدائی کا احساس ہوا۔ اور جب تک آپ پھر کلکتہ نہ آئیں اور مجھے توفیق بھیجنا ہوگی حشمت صاحب دو مہینے تیسرے ہفتے ہیں اور آپ کا ذکرِ خیر برابر رہتا ہے۔ ہاں پرسوں بھی وہ آئے تھے اور ہمارے یہاں ایک غزل انھوں نے سنائی۔ مطلع آپ بھی سماعت فرمائیں سخن ہی اسے کہتے ہیں ؎

گرگزر بے خوف گھر کرنے کا تیرے کام ہے

رد نہ کر اسے دل اسے، ہمت کا یہ پیغام ہے!

الحمدللہ اب ہمارا مذاقِ شاعری بدل رہا ہے !

بیحد خوش اور ممنون ہوا کہ آپ نے "جادو" کے پرچے طلب کئے۔ وہ مضمون۔ ۳ مخطوطات ساتھ ہی ۳ نمبروں میں ختم ہوا ہے۔ پہلے ہمارا نسخہ ہے پھر مولانا کا جواب۔ بعد کو جواب الجواب۔ یہ تینوں نمبر جب تک نظر سے نہ گذر جائیں کے متعلق حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ اس لئے آرزو تھی کہ آپ پورے مضمون کو ملاحظہ کر لیں۔ یہ چیز علیحدہ شائع کر دینے اور اگر آپ اس طرف متوجہ ہوں تو مذاقِ سلیم اور ادبِ اردو کے بخت جاگ جائیں۔

میں یہ خط پڑے پڑے اور تکلیف کے ساتھ لکھ رہا ہوں بہت کچھ تحریر کرنا چاہتا تھا مگر نہ دل بس میں نہ دماغ قابو میں۔ صلاحیت آئے تو آپ سے باتیں کروں اور تکلیف دوں۔ امیر نواب تسلیم عرض کرتے ہیں کہ آپ مجھے اسی طرح یاد اور سرفراز کرتے رہیں گے کیا بتاؤں بس مع الخیر ہوں۔ شہنشاہ حسین[1] صاحب کو خط لکھنے تو میرا سلام کر دیجئے گا۔ والسلام

خیالؔ

---

[1] سید شہنشاہ حسین رضوی مرحوم سابق ایڈیٹر ماہنامہ "خیابان" لکھنؤ۔

نادم سیتاپوری

45 . BANIAPUKHR RD

CALCUTTA

۷ ۔ محرم ۔ ۴۷ھ

آہ اسے دنیا کہیں یا ماتم کدہ جس میں آ گئے[1]

جس میں ہم سے پہلے اپنے آنسو خوں بہا گئے

مکرمی اشہر۔ عنایت نامہ کا کس زبان سے شکریہ ادا کروں۔ بہ آئین محبت یاد آوری کا خداوند عالم آپ کو خوش و مطمئن اور تا دیر سلامت رکھے۔ آمین۔ اشہر کی جس خبر کے سننے کا منتظر تھا وہ نسیم سحری طرح آج صبح اس کلبۂ احزاں تک پہنچ گئی ہے جو باعث مسرت و اطمینان ہوئی۔ یہ سچ ہے کہ ایام عزا میں ذہن و دماغ کسی بھی طرف نہیں جاتا۔ مگر حق یوں ہے کہ ؎

اب دیکھنا یہ ہے صبح کا خوش ہو کر ہی جب تم ہو

الحمد للہ۔۔ ایک بڑے کام سے فراغت ہوئی اور اب طبیعت کو یکسو کر کے کسی معقول بات کی طرف متوجہ ہونا اور اس میں مشغول رہ کر کچھ کرنا اور کر جانا چاہیے۔ میں نے اس فراغت کو بڑا کام اس لئے کہا کہ ہمارے ملک میں یہ دو حرف بہت بڑے اور جلی سمجھے جاتے ہیں۔ ورنہ ظاہر ہے کہ آپ جیسے حضرات کے لئے ایسی باتیں کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتی تھیں۔ اس سے قبل بھی وہی حاصل تھا جو اب اوروں کی نظر میں کچھ اور دکھائی دے گا۔ "معقول بات" کی طرف توجہ اس لئے دلائی گئی کہ اس موضوع کا جلد سے جلد اظہار ہو جائے ؎

غرض نالہ ہے احساس کی دنیا جگائے

نہ کہ سوتے ہوئے عالم کا پریشاں کرنا!

کچھ عرصہ ہوا کہ میں نے شروانی[2] صاحب کے "مکاتبات" (جو پانچویں پشت سے شبیر کی مدح میں ہیں) کے شائع کر دینے کی آپ پر فرمائش کی تھی۔ اب آپ کو قدرے فرصت ہے جلد متوجہ ہو جائیے! انیس کی شاعری اور مذاق صحیح کی یہ بہترین خدمت ہے۔ وہ مضمون نمبر ایڈیٹر صاحب رسالہ "جادو" محلہ رمنہ ڈھاکہ سے طلب کر لیجیے۔ میں اپنی حالت کیا عرض کروں! زندگی سے بیزار ہوں اس لئے کہ بیکار ہو گیا ہوں۔ یہ خط بھی ذرا تکلیف سے لکھا گیا اور اس سے زیادہ کیا نصیب ہو سکتی ہے۔ امید ہے اچھے ہیں۔ ان کی سیر قبول ہو۔ والسلام مع الاکرام۔

دعا گو ۔۔۔ خیال

لفافہ کا پتہ : جناب کرم آغا اشہر صاحب لکھنوی ملاحظہ فرمائیں ۔ محلہ شیخ سرائے ۔ سیتاپور   مہر کلکتہ 26.JUN - 28

مہر سیتاپور 28 JUN - 28   SITAPUR . U.P.(O.T.R) VIA - LUCKNOW

---

[1] نواب نصیر حسین خان خیال مرحوم آغا اشہر لکھنوی کو جب خط لکھتے تھے تو اکثر اشہر صاحب کے کسی نہ کسی شعر کو سرنامہ قرار دیتے تھے یہ مطلع بھی آغا اشہر لکھنوی کا۔

[2] صدر یار جنگ نواب حبیب الرحمن خان شروانی مرحوم۔

ناظم سیتاپوری

(۱)

بنام نادم سیتاپوری

عزیزی۔ آپ نے ۲۰ اگست تک مضمون مانگا۔ ۲۸ کو جواب لکھ رہا ہوں۔ اس سے زیادہ درستی ہوش و حواس
کیا ہو سکتی ہے منفعل ہوں معذرت خواہ ہوں۔

میرے پاس کوئی نظم نہیں اگر ہوتی بھی تو اس قابل نہ ہوتی۔

کبھی سیتاپور آیا تو آپ لوگوں سے ضرور ملوں گا۔

اشہر[1] صاحب سے ملاقات ہو تو سلام شوق کہیے گا۔

ریاض خیرآباد۔ ۲۰ اگست ۲۸ء

کارڈ کا پتہ۔ نادم سیتاپوری نبیرہ حضرت ناظر۔ قضیارہ۔ سیتاپور

بنام مولانا عبدالرزاق راشد حیدرآبادی

(۲)

آج ہی دونوں کارڈ ملے ؎

یہ کہانی جب ہوا ہو جائے گی   جان سے اپنی جوانی جائے گی

مجھے پیری نے کسی کام کا نہ رکھا۔ نظم پہلے بھی کم بلکہ کبھی لکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ شعر اب نہیں کہا جاتا۔
یاد فرمائی کا شکر گذار ہوں۔ دیوان چھپنے کا اہتمام کر رہا ہوں ابھی تو اس کی قیمت عے احباب نے تجویز
کیا آپ اشاعت میں کچھ مدد دیں گے؟ میں نے یونہی لکھ دیا بار خاطر نہ ہو۔ جواب کی بھی ضرورت نہیں۔

ریاض

خیرآباد اودھ ضلع سیتاپور ۶ اکتوبر ۲۸ء

اوروں کا کلام انتخاب کروں یہ زحمت گوارا نہ ہوگی۔ اپنا کلام انتخاب کروں میں اپنے ہر شعر کو منتخب سمجھتا ہوں۔
کلام ہوتا تو اس کے ساتھ کسی طرح کچھ بلا انتخاب بھیج دیتا۔ آپ ہی فرمائیں مہمل ذخیرے سے انتخاب ہو تو کیا ہو؟ دو ایک
یاد آئے بھیجتا ہوں۔

---

[1] پروفیسر آغا اشہر لکھنوی،

چشم و دل ہیں مقامِ خلوت کے — بنگئے جھلک کے سینۂ مینا

ہو پردے پڑے ہیں غفلت کے — راز ہوں کیسے وا حجت کے؟

عرصۂ حشر میں کہاں انسان — کچھ بگولے ہیں خاکِ تربت کے

شاعری ہے ریاضؔ کے دم تک — پھر کہاں لوگ اس طبیعت کے

کارڈ کا پتہ۔ جناب سید عبدالرزاق صاحب[1] ایم۔ سی۔ ایس۔ اسسٹنٹ اکاؤنٹنٹ جنرل۔ حیدرآباد دکن۔
نگری کا پل۔ ظفر جنگ کا باغ

بنام سید محمد وصی صاحب

(۳)

مکرمی بتسلیم

بن کے مہمان ایک رند روزہ دار آنیکو ہے — شام ہونیکو ہے میرے گھر افطار آنیکو ہے

میں تو روزے سے ہوں آپ بھی ضرور روزے سے ہوں گے۔ تین چار مہینے ہوئے آپ مجھے قیصر باغ سے امین آباد جاتے ہوئے چوراہہ پر ملے اور ارشاد فرمایا مینارڈر[2] آ گئی ہیں اُنکو چپراسی کو دے آیا ہوں آپ جاتے ہیں اسے لے لیجیے ۸ر(آٹھ آنے) کیوں ضائع ہوں۔ میں اس نوازش کا نہایت شکر گذار۔ دل ہی دل میں ہوا زبان سے شکریہ ادا کرنے کا موقع نہ ملا۔ یہاں تک کہ دسمبر کے مینارڈر نے پھر مہربانی یاد کو تازہ کیا مگر کاہلی نے اجازت نہ دی۔ جنوری کے مینارڈر کا بھی وہی اثر ہوا۔ قصد تھا کہ دو فروری کو جب حضور والا تشریف لائیں تو ہم بھی آپ کی خدمت میں پہنچ کر سپاس گذار ہوں۔ آج دو فروری ہے اور ہم خیرآباد میں ہیں۔ آپ کا تحریری شکریہ ادا کیا جاتا ہے جس کا بار مہینوں سے تھا حاضر ہو کر پھر شکریہ ادا کروں گا بھول جاؤں تو آپ یاد دلا دیں۔

میں زیادہ بیمار رہا اب بفضلہ اچھا ہوں۔ عنوان میں جو شعر اپنا منہیں ہے لکھا ہے وہ اس بنا پر کہ میں اس شعر کا اس وقت لطف اٹھا رہا تھا اور دعا کر رہا تھا کہ کوئی مہمان آ جائے۔ خدا جانے آپ کی یاد کیوں آئی۔ شعر مزے کا تھا عنوان میں لکھ دیا آپ کو لطف آئے یا نہ آئے اس سے غرض نہیں۔

---

[1] مولانا عبدالرزاق راشد حیدرآبادی۔ حیدرآباد کی ایک خاموش ادبی شخصیت۔ جنھوں نے سب سے پہلے کلیاتِ اقبال شائع کر کے ڈاکٹر اقبال کے فن سے اہلِ نظر کو روشناس کرایا۔ (نادم سیتاپوری)

[2] ریاض خیرآبادی کو سر مہاراجہ مرحوم محمودآباد ساٹھ روپیہ ماہوار پنشن دیتے تھے جو ایجنٹ لکھنؤ (قیصر باغ) کی معرفت بھیجی جاتی تھی۔ جون ۱۹۳۱ء مہاراجہ کی وفات تک یہ پنشن پابندی کے ساتھ جاری رہی۔ ٹرسٹ کے زمانے میں کچھ دنوں تک بند رہی۔ راجہ محمد امیر احمد خاں (راجہ آف محمودآباد) کے زمانے میں دوبارہ جاری ہوئی اور ریاض کی زندگی بھر جاری رہی۔ ریاض کا انتقال جولائی ۱۹۳۴ء میں ہوا۔ (نادم سیتاپوری)

یہ بھی جو کچھ ہے روزے کے اثر سے ہے اللہ روزہ قبول کرے اور آپ شکریہ قبول کریں۔

سید ریاض احمد ریاضؔ

خیرآباد ضلع سیتاپور۔ ۵ فروری ۳۳ء

(۴)

مکرمی۔ کل منی آرڈر ملا شکریہ گذار ہوں۔

ایک ہفتہ ہوا میں سرکار میں حاضر ہوا تھا آپ سے ملنے گیا مگر آپ کچہری گئے ہوئے تھے اب پھر کسی روز حاضر ہوں گا جناب محمود میاں[1] صاحب اور مکرمی صادق علی خاں صاحب[2] نے "حرم سرا" ہر دو جلد ناول کی فرمائش کی ہے آپ کی خدمت میں بھی ہدیۃً پیش کروں گا۔ قابل دید ہے نہایت دلچسپ! آپ دیکھ کر خوش ہوں گے۔ کارڈ کے جواب کی ضرورت نہیں۔ آشوب چشم میں مبتلا ہوں۔ والسلام سید ریاض احمد ریاض، خیرآباد ضلع سیتاپور

۲۷ اپریل ۳۳ء

(۵)

بنام وصی صاحب

چوتھا مہینہ بھی ختم ہوتا ہے تنخواہ اب تک نہیں آئی۔ کیا اپنی خیر و عافیت کے ساتھ دو حرف تنخواہ کے متعلق میری تسکین کو آپ لکھ سکتے ہیں۔ بعد عید انشاء اللہ سرکار[3] کے سلام کو حاضر ہوں گا آپ سے بھی ملنے کا شرف حاصل کروں گا۔

جوابی کارڈ اس لئے روانہ ہے کہ بواپسی ڈاک آپ خیر و عافیت اور تنخواہ میں تاخیر کا سبب لکھ دیں گے۔

زیادہ نیاز۔

ریاضؔ ۲۳ اپریل ۳۱ء

مسٹر غلام علی کو سلام

(۶)

بنام نادمؔ سیتاپوری

مکرمی۔ نوازش نامہ ملا۔ دلی شکریہ آپ کے لئے اور دلی دعائیں بچشم پرآب نور نگاہ عزیزہ بیگم صا

---

[1] سر مہاراجہ محمود آباد مرحوم کے بہنوئی۔ علاقہ کرسی کے تعلقدار تھے۔ [2] صادق علی خاں معتمد ریاست محمود آباد۔ [3] سر مہاراجہ مرحوم محمود آباد۔ [4] قاضی سید محمد وصی۔ ایجنٹ محمود آباد اسٹیٹ۔

میر احمد حسن[1] ہاتف مرحوم کے لئے۔

گو بہت معذور ہوں مگر بالضرور حاضر ہوں گا اتنا انتظام فرما دیجیے گا کہ میں بغیر پاؤں لٹکائے فرش مجلس پر بیٹھ نہیں سکتا اور قریب مجلس کسی بلند چیز پر پاؤں لٹکا کر بیٹھنا خلاف ادب ہے اس لئے ایسی جگہ بیٹھنے کا انتظام فرما دیجیے گا کہ میں راجہ صاحب بہادر کو سن سکوں[2] اور وہ بھی اچھی طرح۔

اسٹیشن پر سواری بھیجنے کی ضرورت نہیں میں بسر و چشم امام باڑے میں حاضری سے فخر حاصل کروں گا۔

دعا گو

بوڑھا ریاض

۱۹ جنوری ۳۴ء خیرآباد

بنام محمد یوسف قیصر

(۱)

نوازگنج، لکھنؤ ۱۱ اگست ۱۱ء

نظر نواز۔ تسلیم و نیاز

عنایت نامہ کا شکریہ! ادیب کو چھوڑنے کے بعد سے اب تک اتنا اطمینان نہیں ہوا کہ اردو علم و ادب کی کچھ خدمت کر سکوں۔ انشاء اللہ آپ کے مشاعرے کے لئے کچھ کہوں گا اگر حریفوں کی نیش زنی نے کچھ مہلت دی۔

"عالم خیال" کا جو خاکہ "ادیب" میں چھپا ہے سب رخ پورے ہو جائیں تو اس پر ایک تنقید لکھی جائے جو دنیائے ادب میں یادگار رہے گی۔

میں لکھنؤ سے کوئی رسالہ نکالنے کا ارادہ نہیں کر سکتا یہاں چھپائی کا انتظام آسان نہیں ہے اور تصاویر کا انتظام تو بالکل ہی نہیں ہو سکتا۔ "خدنگ نظر" کو بند ہوئے اتنی مدت ہو گئی کہ اب اس کا زندہ کرنا فضول ہے سرمائے کی کمی سے رسالہ نکالنے کا حوصلہ اور بھی پست ہو گیا۔ مجھے یاد ہے کہ آپ کی کوئی نظم مجھے الٰہ آباد میں ملی تھی لیکن بہ حریفوں کی چال بازیاں ہیں کہ میں اسے ہمراہ لیتا آیا۔ مجھے اس وقت اس کی کوئی ضرورت نہ تھی اور نہ اس طرح کا خیال پیدا ہوا۔ ضرورت ہو تو احباب

---

[1] میرے حقیقی پھوپھی زاد بھائی۔ اپنے عہد کے ایک مقبول و منصف ادیب! جن کے تعلقات اس دور کے اکثر ادیبوں اور شاعروں سے بہت ہی قریبی تھے۔ ریاض خیرآبادی نے ہاتف کی وفات پر ایک درد انگیز قطعہ لکھا تھا جو "ریاض رضوان" میں شامل ہے۔

[2] بڑا امام باڑہ سیتاپور میں ایک مجلس عزا منعقد ہوئی تھی جس میں راجہ محمد امیر احمد خان صاحب (آف محمود آباد) نے اپنا تصنیف مرثیہ پڑھا تھا۔ (نادم سیتاپوری)

اب بھی ویسی ہی عنایت کے لئے موجود ہیں۔ حضرت ارشد تھانوی سے میرا دست بستہ سلام کہئے اور یہ کہ میں بخیریت ہ آپ کی عنایتیں میرے دل پر ہمیشہ نقش رہیں گی۔

اخلاص مند
نوبت رائے نظرؔ

بنام محمد یوسف قیصرؔ بھوپالی

بھوپال کے باقیات الصالحات میں قیصرؔ کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ فروری ۱۸۸۰ء میں بمقام بھوپال پیدا ہوئے جوان ہو کر ریاست کے محکمہ مال میں ملازم ہو گئے۔ ۱۹۰۷ء میں عبدالمتین تجار ومی کے تعاون سے "مالوہ ریویو" جاری کیا اور ۱۹۰۸ء میں بھوپال ہی سے ماہنامہ "الحجاب" جاری کیا۔ ۱۹۱۰ء میں ریاست کے محکمہ تعلیم کے منظور کردہ نصاب تعلیم پر کڑی تنقید کرنے کے جرم میں ریاست بھوپال سے اخراج ہوا لکھنؤ پہنچے مولانا ظفر الملک علوی کے ماہنامہ "الناظر" (لکھنؤ) میں سب ایڈیٹر کی حیثیت سے کام کیا کچھ دنوں بعد نول کشور پریس میں ملازم ہو گئے اور مشنریوں کے "میتھوڈیسٹ پریس" میں بھی انجیل اور بائیبل کے اردو ایڈیشنوں کی عام فہم زبان سنوارنے کا کام کرتے رہے۔ مولانا شبلی نعمانی کی سفارش پر والیہ بھوپال نواب سلطان جہاں بیگم نے "اخراج" کا حکم منسوخ کر کے انھیں بھوپال واپس آنے کی اجازت دی۔

۱۹۱۲ء میں "درباری شاعر" کی حیثیت سے بھوپال واپس آئے کچھ دنوں بعد ریاست کے "دفتر تاریخ" میں مولوی محمد امین زبیری کے مددگار کی حیثیت سے کام شروع کیا اور اسی جگہ سے پنشن پائی۔ بقید حیات ہیں اور مستقل قیام بھوپال میں ہے۔ میرے ساتھ بہت ہی مشفقانہ اور عزیزانہ محبت فرماتے ہیں۔

نادم سیتاپوری

(۱)

رام پور اسٹیٹ۔ یوپی کوٹھی منشی واحد علی صاحب انڈر سیکرٹری
۱۰ رجون ۱۹۱۳ء

عنایت فرمائے من حضرت قیصرؔ صاحب زاد عنایتکم۔ سلام شوق

آپ کا پوسٹ کارڈ پا کے میں شکریہ ادا کرتا ہوں۔ آپ بے تامل اپنی نظمیں بھیج دیجیے اور ہمیشہ شائع کرنے بھیج دیا کیجیے۔ اصلاح سے کسی کا رنگ کبھی نہیں بدلتا ہے۔ اگر کوئی غلطی ہوتی ہے تو وہ نکال دی جاتی ہے۔ یا تو بجائے ایک لفظ کے جو نظم میں کہا گیا دوسرا لفظ ترقی دیتا ہوا نظر آ گیا، وہ بدل دیا جاتا ہے۔ گو ایسا کم ہوتا ہے بتہ کی یا محاورے کی صحت ہوتی ہے۔ مولوی مرحومی کی نظم میں جہاں رد و بدل کرتا ہوں۔ وہاں انھیں لکھ کے آگاہ بھ

یہ نقص تھا جو رفع کیا گیا تاکہ اس نقص سے وہ آئندہ خود بچتے رہیں۔ واللہ باللہ۔ جو بات آج آپ نے مجھے لکھی ہے اسی کو بجائے خود اور بھوپال کی موجودگی میں اکثر اپنے مرحوم دوست منشی شبیر حسن کو کہتا تھا کہ میرے دوست منشی ناظم علی کے بیٹے تیز طبع۔ ذی علم اور ہمیشہ سے ہوشیار۔ مگر ستم یہ ہے کہ وہ چوک جاتے ہیں اور تصحیح پر توجہ نہیں کرتے۔ میں خدا کا شکر کرتا ہوں کہ خود ہی آپ کو ایسا خیال ہوا اور جب میں آپ کی نظموں کو درست کر کے آپ کے پاس بھیجوں گا۔ اور ہر ایسی جگہ جہاں میں دخل دوں گا۔ وہاں دخل دینے کی وجہ میں لکھ دوں گا۔ تو چند ہی دنوں میں آپ خود اپنی غلطیاں کیا۔ دوسروں کی نظموں پر بھی تصحیح کی عمدہ نگاہ ڈال سکیں گے۔ جو محتاجانہ خیال مجھے آپ کی نظموں کی تصحیح پر ہمیشہ رہا۔ وہ اسی نظم پر ہوا تھا جو ابھی ابھی "قفل السلطان" میں چھپ رہی ہے۔ غلطی سے بچنے کا بڑا اصول یہ ہے کہ کسی لفظ یا محاورے کی صحت میں ذرا بھی شک ہو۔ اسے اوس وقت چھوڑ دیا۔ نہ کیا۔ جب تحقیقات کر لی۔ تب کیا۔ میری عمر کے کوئی ۴۰ سال اسی فن میں گزرے ہیں اور آج کتب خانۂ شکریہ کا اصلی ذخیرہ سامان میرے سامنے ہے جہاں تحقیق کے لئے تمام سامان میرے سامنے ہیں۔ مگر آپ یقین فرمائیے کہ بعض وقت ایک لفظ یا ایک محاورے کی تحقیق میں ایسے شک پیدا ہو جاتے ہیں کہ پوری تحقیق کے بعد پھر کہیں مذہب اختیار کرتا ہوں۔ زبان کی غلطیوں سے کوئی بڑا سے بڑا استاد بچ نہیں سکا۔ مگر استاد اور واقف کار چوک گیا ہے۔ مبتدی ناقص اور ساتھ ہی ناواقف متواتر غلطیاں کر بیٹھتا ہے۔ تو غلطی نظم میں بطرز جلی ہے جسے فارسی میں شایگان کہتے ہیں۔ اس کو میں ایک طویل خط میں کسی وقت آپ کو لکھوں گا۔ مولوی محوی کو میں نے بھوپال میں زبانی اس سے آگاہ کیا تھا۔ پھر بھی جب وہ چوٹے تب میں نے یہاں سے ایطائے جلی کے بارے میں لکھ کر سمجھایا۔ اب جا کے وہ بچنے لگے ہیں۔ کل ہی میں ایک لفظ کو زیر بحث لئے ہوئے تھا۔ جلال سے استاد نے تین مثالیں دی ہیں۔ صحیح ——— اور دو مثالوں میں وہ دھوکا کھا کے خود قافیے کی نازک بحث میں چوک گئے ہیں۔ ابھی ابھی ایک بحث میں مولانا نظم طباطبائی ایک مثال حضرت برق کے مصرع کی دے گئے تھے اور دھوکا کھا گئے تھے۔ بحث چونکہ شائع ہو رہی تھی، میں نے معیار میں صاف لکھ دیا کہ حضرت نظم اس مثال میں خود سہو فرما گئے ہیں مطلب یہ ہے کہ قافیہ نازک بحثیں اور نازک اغلاط رکھتا ہے۔ آپ ہوں۔ یا میں ہوں۔ سب چوک سکتے ہیں۔ بس وہی فرق ہے کہ واقف کہیں چوک جائے گا تو پھر سمجھ جائے گا۔ اور ناواقف سے وہی غلطی متواتر ہو گی۔ اگر آپ کی کسی نظم میں ایسی کوئی چوک نظر آئے گی تو میں آپ کو مفصل خط سے واقف کر دوں گا۔ اور قافیے کی ضروری باتیں سب لکھ دوں گا۔ اور رفتہ رفتہ لکھتا رہوں گا "تاکہ آپ خوب سمجھ لیں۔ جلال وغیرہ جہاں چوکے ہیں۔ اوس سے بھی واقف کر دوں گا۔ "تاکہ تحقیق بڑھتی جائے۔ معیار میں ایک بحث چھپے گی۔ ابھی میں نے حضرت امیر مینائی اور حضرت جلال دونوں سے ایک لفظ میں اور ترکیب محاورہ میں اختلاف کیا ہے اور لکھنؤ میں شائع کیا ہے "تاکہ محاورہ بچ جائے۔ وہ دونوں غلط کر گئے ہیں۔ بخدا میں دل سے خوش ہوا کہ ہمیشہ آپ کی نظمیں صحیح نکلیں گی اور عام شاعروں کی نظموں کی طرح انبار اغلاط نہ ہوں گی۔ ایوا ارشاد حضرت صفدر کا شکریہ

نہیں کر سکتے۔ صفدر اتنے تو نہیں جتنا کسی وقت غلطی سے اور نہیں کسی نے لکھ دیا تھا۔ مگر ابوالرشاد سے زیادہ پختہ ہیں یہ جواب مرزا پور کی ایک کمیٹی کا لکھا ہوا ہے۔ جہاں صفدر صاحب بھی شامل ہیں کہتا ہوں کہ تیسر (یعنی آپ) اصولی نقائص سخن سے وقت واقف ہو کے اپنی نظموں کو خود بچانے لگے۔ اس وقت آپ کا سا کوئی خوش فہم اہل ادب میں نہیں ہوا اگر ہوگا تو کم ہوگا۔ اس لئے کہ علمی قوت تحقیق کے ساتھ مل کے نظموں کو بہت بلند کر جائے گی۔ اور اس وقت آپ کو لطف آئے گا۔ اور معلوم ہوگا کہ تحقیق سے کیا چیز۔ صفدر صاحب نے آگے تحقیق پر جواب کو بہت مرتب کیا ہے۔ علم ادب کا ایک معقول ذخیرہ ہے۔ بھلا ابوالرشاد کیا اس کا جواب دے سکتے ہیں۔ آپ حسن تخیل پر قصد فرمائیں گے تو میں آپ کو غلطی سے واقف کر دوں گا۔ وہ ذخیرۂ اغلاط ہے۔

آپکا سچا خیر طلب

احمد علی۔ شوقؔ۔ قدوائی

(۲)

رام پور اسٹیٹ، یو پی۔ کوٹھی منشی واحد علی۔ اندر سیکرٹری

۲۸ مئی ۱۹۱۳ء

کرم فرمائے بندہ حضرت قبلہ صاحب زاد عنایتکم۔ سلام شوق

آپ کا پوسٹ کارڈ پا کر میں بیحد خوش ہوا۔ خدا آپ کو اپنے مقاصد میں کامیاب کرے تاکہ مزید خوشی مجھے حاصل ہو۔ ہر آپ کے مفصل خط کا منتظر ہوں۔ اپنے والد کو آپ میرا سلام ضرور ضرور فرما دیجیے گا۔ آپ میرے دوست ہیں۔ میں دوستوں کو کبھی نہیں بھولتا۔ یہ تو پاجیوں کا کام ہے کہ سامنے کی دوستی اور غائبانہ دشمنی۔ نیم سرکاری پرچہ وہاں ہونا بھی چاہئے۔ آزاد پرچہ عموماً وہیں یا شہر میں نہیں چل سکتا ہے۔ آپ خوب واقف ہیں کہ میں تنقیدی مضمون نگاروں کے حال سے خوب واقف ہوں مگر میں نے خود مولوی محوی صاحب اشتہار اور دوستوں کو جواب لکھنے سے قطعی روک دیا تھا۔ صفدر صاحب نے مجھے بھی خبر نہیں دی۔ مولوی محوی کو بھی خبر نہیں ہوئی۔ انتقاد کے نکلنے پر ہم سبھوں نے جواب کو دیکھا۔ حق یہ ہے کہ صفدر صاحب نے قابلیت کا حق ادا کیا ہے۔ بھوپال میں آپ یا مثل آپ کے ایک یا دو اصحاب ہوں گے جو پورے طور پر اسے سمجھیں ورنہ سودا اور میری باتوں کے غریب کے فلسفۂ عشق و حسن (یہ اجو کچھ لکھا ہے) اور ستے عامی کیا سمجھیں گے۔ اب تو دوسرے نمبر کا انتظار ہے کہ اس میں صفدر صاحب نے کیا کیا گل کھلائے ہیں۔ صفدر صاحب نے صحیح لکھا کہ ابوالرشاد و فرشی اور راحقؔ دونوں جاہل اور بے مذاق ہیں وہ جواب کی نزاکتوں کو ناک بھی نہ سمجھیں گے۔ صفدر صاحب نے قابل داد محنت کی ہے۔ میں تو کچھ انھیں لکھ نہیں سکتا۔ میرا ہی معاملہ ہے۔ آپ ہیں، مولوی محوی صاحب ہیں۔ صفدر صاحب کو خطوں سے داد دینی چاہیے۔ آپ کو اندرونی تفصیل نہیں معلوم ہیں۔ اگر سنئے تو حیرت ہو جائے۔ مگر یا گل پھر یا گل ہے۔ آپ جہاں جو کچھ لکھیں۔ دو کاپیاں منگا بھیجے گا تاکہ ایک کاپی مجھے مل سکے اور دیکھ سکوں۔ مجھے ایک دوست کی تحریر سے معلوم ہوا کہ تنقید کے جواب میں کچھ ظریف پرچے ہندوستان کے ابوالرشاد یا صاحب رسالہ کی خبر لینے والے ہیں۔ واللہ خوب ہے۔ مجھے اور کچھ نہیں معلوم ہے کہ ابوالرشاد کو جواب سے کیا

احساس ہوا ہو۔ بے غیرت اور بدسرشت کو احساس ہی کیا۔ یہ حصہ جو چھپا ہے اس میں زیادہ تر جذبات کا فلسفہ ہے۔ مگر صفدر صاحب کا قلم اصلی جواب پر ذرا تیز ہو چلا ہے۔ عجب نہیں کہ بقیہ بچتے ہیں انھوں نے ختم کیا اور کبھی شروع کیا ہو۔

آپ کا شکرگزار ——— احمد علی شوق قدوائی

(۳)

رام پور اسٹیٹ، یو۔پی، موتی مسجد
۱۹ رمئی ۱۹۱۴ء

کرم فرمائے بندہ حضرت قیصر صاحب سلام شوق

جس حکمت عملی پر نظم کہی گئی تھی، اس میں کچھ تغیر نہیں ہوا ہے، البتہ جذبات انسانی بہت بڑھ گئے ہیں۔ پہلے اوّل رُخ صرف ۵ شعروں کا تھا۔ اب ترمیم میں پانچ سات شعر نکل گئے اور نئے بہت بڑھے، اب پہلا رُخ ۱۷۸ شعروں کا ہے۔ اب یہ بہت سلجھا ہوا ہے۔ ایک ایک خیال کے قائم کرنے میں بعض وقت چار چار دن صرف ہوئے اور پانچ پانچ ترکیبوں سے کہہ کے پھر چاک کر کے ٹھیٹھ ترکیب سے خیال کو جمایا۔ اگر ایشیائی مذاق بدلا جاتا، تو یورپ میں قدر نہ ہوتی، یورپ ایشیائی مذاق ہی کو چاہتا ہے اور وہ جدت پسند ہے، اس نظم میں صرف ایک محاورہ ایسا ہے، جس کو میں نے انگریزی صرف و نحو پر لکھا ہے۔ اگر یہاں کی بول چال پر لکھتا، تو ترجمہ نہ ہو سکتا، اس میں صرف "میرے" اور "ان کے" کا باہم ردوبدل ہے، وہاں چند قابل ہندوستانی جو شاعر بھی ہیں، وہ ترجمے میں نوٹ دیں گے، یہ بھی ایسے شاعر ہیں کہ لندن سے اُن کی نظمیں میرے پاس اصلاح کے واسطے آتی ہیں، بہرحال اب یہ نظم دیکھنے کے قابل ہے۔ دوسرا اور تیسرا یہ دونوں رُخ البتہ اس قدر بدلے ہوئے ہیں کہ گویا نئے ہیں، مخاطب کی صورت ہی بدل گئی، دونوں خیال پر کھنچے ہیں اور ان میں بھی فطری جذبات بہت ہی بڑھے اور بدلے ہیں۔ میں پہلے رُخ کو ۲۰ رمئی ۱۹۱۴ء کی ڈاک میں لندن کو انشاء اللہ روانہ کر دوں گا۔ پھر آپ کی نظموں کو دیکھوں گا، کیا کروں وقت ہی نہیں ملتا ہے، لندن کی نظمیں آتی ہیں۔ رکھی ہیں، اور ڈھیر سے دیکھنے کو ایک کتاب آئی ہے، ہزار عذر پر ایک صاحب نہیں مانتے، گوارا ہے، دیکھنے کو ایک کتاب بھیج رہے ہیں، انکار پر بعض احباب کی سفارش بھجوائی، بالکل وقت نہیں ملتا ہے، ابھی چوتھا رُخ ترتیب کو پڑا ہے۔ بھوپال میں تو مجھے فرصت مل جاتی تھی، یہاں لوگوں نے مجھے گھیر لیا ہے، کسی طرح وقت نہیں ملتا

احمد علی شوق قدوائی

(۴)

موتی مسجد۔ رام پور اسٹیٹ۔ یو۔پی
۱۱ رجون ۱۹۱۵ء

کرم فرمائے بندہ حضرت قیصر صاحب — سلام شوق

کارڈ پہنچا۔ اور کوئی خط نہیں پہنچا۔ بات یہ ہے کہ میرے گھر میں دو حادثے موتوں کے ہوئے۔ ایک یہاں، ایک

وطن میں۔ یہاں پہنچنے سے حادثہ ہوا تھا۔ ہیضہ اور پلیگ دونوں پھیلے۔ میں اور سب اعزہ یہاں سے چلے گئے۔ کئی مہینے میں اورئی میں رہا۔ وہاں میرے بڑے بھتیجے اگزیکیوٹیو انجینیر ہیں۔ اب رام پور میں آیا ہوں۔ حقیقت میں نظموں میں دیر ہوئی۔ مگر کیا کروں۔ بے حد کم فرصت ہوں۔ اور افکار نجات نہیں دیتے۔ بھوپال میں تنہا تھا۔ کچھ غم نہ تھا۔ یہاں تمام اعزہ ہیں اور د بھی قریب ہے۔ اب میں آپ کی نظموں کو نکالوں گا۔ اور دیکھنے کا وقت نکالوں گا۔

جو نیا کام آپ نے اپنے ذمے لیا ہے یا یہ کہوں کہ آپ کے ذمے پڑا ہے۔ یہ بہت سخت ہے۔ آپ کا مذاق جس رنگ پر ہے۔ اور جس شے پر مذاق نظموں کا بالکل علیحدہ ہے۔ آپ نے اپنی طبیعت کو خود ایک ایسے رنگ کا خوگر کیا جس کا رواج بہت کم ہے۔ آج کا مذاق سلاست کا جویا ہے اور بچوں کی نظموں کے لئے سلاست اور سیدھی سادی روانی کی ضرورت ہے۔ سچ یہ ہے کہ نثر کو نظم کرنا بہت مشکل کام ہے۔ خدا آپ کو کامیاب کرے۔ میں اس قدر کم فرصت ہوں کہ مجھے اپنا ہی کرنا محال ہو رہا ہے۔ سرکاری کام ایسا نہیں ہے۔ بلکہ ذاتی کام بہت ہیں۔

انگریزی نظموں کے ترجمے اردو میں بہت لوگوں نے کئے۔ میں نے بھی دیکھے۔ مگر میری یاد میں اب تک کوئی صاحب پورے کامیاب نہیں ہوئے۔ شاید ہی کوئی ہوں۔ جو پورے اتر سکے ہوں۔ اردو کا مفہوم اردو میں دشوار ہے نہ کہ انگریزی کا مفہوم اردو میں۔ مگر ہر کام مذاق سے تعلق رکھتا ہے۔ کامیابی کچھ غیر ممکن نہیں ہے۔ البتہ دشوار ہے۔ مگر ہر دشواری محنت سے آسان ہو سکتی ہے۔ امید ہے کہ آپ آسان فرمالیں گے۔

سب سے سخت بات یہ ہے کہ شاعری اطمینان قلب و دماغ چاہتی ہے۔ جب دل متوجہ ہوا تب کہا۔ میں جب نظر میں دل اور دماغ کو متوجہ نہیں پاتا۔ تب مضمونوں کے لئے طاق نسیاں پر رکھ دیتا ہوں۔ اگر کوئی مجھے مجبور کرے تو کچھ کہہ سکوں۔

ایک مشکل اور بھی ہے یعنی جو نظمیں تعلیمی ضرورت سے کہی ہیں۔ اگر ذرا بھی محاورے سے تجاوز ہوا۔ یا غلطی ہوئی۔ فوراً پبلک کا اعتراض رکھا ہے۔ اس لئے کہ وہی نقص تعلیم پہ عائد ہوگا۔

بہرحال۔ خدا کرے یہ سب دشواریاں حل ہوں۔ آپ کو عذر کا موقع تھا کہ شاعری دماغ کی شے ہے اور دماغ مکدر ہے۔ بجائے اس کے کہ اتنی شکایتوں کے اسباب آپ کے دل اور دماغ کو پیش آتے ہیں۔ تو ایک عذر اچھا تھا۔ اب تو آپ کوشش فرما رہے ہیں۔ خدا کرے حضور سرکار عالیہ زاد اقبالہا آپ سے اور آپ کے کام سے خوش ہوں۔ میں ہی جانتا ہوں کہ شاعری کیا کام ہے۔ واللہ جب کسی مصرع پہ دماغ اٹک جاتا ہے تو دو دو تین تین دن تک مصرع نہیں ٹھیک آتا۔ مولوی محوی کا خط میرے نام بھی کم آتا ہے۔ میں لکھتا بھی کم ہوں۔ آپ پوسٹ کارڈ سے انہیں تنگ کیجئے۔ جواب دیں گے۔

اور خیریت ہے۔ بھوپال میں کس کو سلام لکھوں۔ کس کو پوچھوں۔ سب مجھے بھول گئے۔ تو مجبور ہو کے میں بھی بھلانے آمادہ ہوا۔ منشی صاحب کی خیریت کا جویا ضرور رہتا ہوں۔

احمد علی۔ شوق۔ قدوائی

(۱)

<u>بنام سید محمد یوسف قیصر</u>

تحصیل نارہ - الہ آباد ۱۵/۴/۲۴۰

پیارے جناب - یاد فرمائی کا شکریہ - آپ معاف فرمائیں گے آپ کے عنایت نامہ کا جواب جلد اس لئے نہ دے سکا کہ امتحان کے لئے لکھنؤ گیا ہوا تھا - براہ مہربانی پہلے یہ بتائیے کہ آپ انگریزی جانتے ہیں ؟ پھر تفصیل کے ساتھ تعمین ارشاد کروں گا - آپ پہلے شخص ہیں جو "براؤن" سے اس حد تک اظہار دلچسپی کر سکے - اسی سے اندازہ کر لیجئے کہ اس ملک میں ان کی تحقیقات کی گنجائش کہاں تک ہے ؟ نمونہ کی ایک آدھ جلد آجاتی ہے - میں قبل از وقت تاک میں رہتا ہوں مرحوم شبلی بھی اہتمام رکھتے تھے میری طرح استفادتاً نہیں بلکہ وہ اپنی تحقیقات کو "براؤن" سے ٹکرانا چاہتے تھے -

آپ نے بہت اچھا کیا براہ راست مجھے یاد فرمایا" مولانا رزاق[1] کے بوڑھے عمروں میں یقیناً ہرج کا رکھا -

آیندہ تفصیل سے لکھوں گا -

مہدی

(۲)

ملی حسن ہادس گورکھپور ۱۵/۵/۱۴

پیارے جناب - آپ کے عنایت نامہ کا جواب وطن سے لکھ رہا ہوں - پچھلے دنوں مصروفیت زیادہ رہی اس لئے آپ کو جلد نہ لکھ سکا - اب دو مہینے کی رخصت ہے اور آپ ہیں --- ذرا تفصیلی باتیں ہوں گی -

آپ صرف میرے ڈھب کی چیز نہیں بلکہ خیر سے میرے اچھے خاصے رقیب نکلے - ! آپ لکھتے ہیں " میں اچھی کتابوں پر جان دیتا ہوں - پاکیزہ لیٹریچر ہو لکھائی اچھی ہو - عمدہ جلد بندی ہو بس دیکھ کر بیقرار ہو جاتا ہوں "

یہ نئی آواز ہے جو میرے کانوں میں پڑی - لیکن اس سے آپ کے مذاق حسن پرستی کی ایک کافی حد تک غمازی ہوتی ہے -

مجھے آپ سے ابھی بے تکلف ہونا ہے ورنہ کہہ گذرتا کہ یہ خیال صرف اس کا حصہ ہے جس کی نگاہیں اودی اودی رگوں کے بیچ و خم یعنی عقبی کھینچ تان کے ساتھ قالب پر چڑھی ہوئی محرم کے جائزے کے لئے مدتوں وقف رہی ہوں - آپ کی کیا رائے ہے ؟ اپنی " قدیم عربیت " سے پوچھیے بڑی گنجائش کی چیز ہے !

شرافت علم دیکھئے - میں باوصف رقابت - آپ کو " عشق ناکام " سے لذت آشنا کرنا نہیں چاہتا - بلکہ آپ کو حصول مقاصد میں مدد دوں گا - کیا یہ آئین عشق کی خلاف ورزی نہیں ہے ؟

---

[1] مولانا عبدالرزاق مصنف البرامکہ و نظام الملک -   نادم سیتاپوری

"براؤن" کی جدید تصنیف بمبئی کے "تھیکر" سے منگوائیے۔ ۱۰/- قیمت ہے یہاں نہ ہوگی تو ۲ ہفتے میں ولایت سے آجائے گی اس میں اس کی تصنیف و تالیف کی آپ جامع تفصیل پائیں گے۔ اس کے بعد "انقلاب ایران" دیکھنے کی چیز ہے اور پھر ایران کی ادبی "تاریخ" دو جلدوں میں۔

آپ فرانس کے "پیرلوٹی" کو جانتے ہیں؟ کوئی تصنیف اس کی آپ کے منتخب کتب خانے میں ہے۔ آپ کی "نازنیان حرم" میں بعض نہایت ہی بیش قرار حسن صبیح کا اضافہ ہو سکتا ہے۔ لیکن میں آپ اور آپ کے گریجویٹ حلقہ احباب کے مذاق لٹریچر کا پہلے اندازہ کرنا چاہتا ہوں۔ کافر ادبی یعنی مؤلف[1] نظام الملک کو سلام۔

آپ کا مہدی

(۳)

علی حسن ہاؤس گورکھپور ۱۵/۶/۲۰

مکرمی۔ "پیرلوٹی" نے عرصہ ہوا ایک نہایت دلچسپ کتاب شائع کی تھی جس نے تمام یورپ میں ہلچل ڈال دی تھی۔ خاتونان ٹرکی طرف سے ان کے گھٹے ہوئے جذبات کا مگر زیر نقاب اظہار تھا۔ "مجسمۃ القصہ" یعنی ہیروئین کی حیثیت سے اس میں زینب اور ملک پیش پیش تھیں۔ یہ لیڈیاں خیالی نہیں بلکہ واقعی تھیں۔ کتاب کی اشاعت کے بعد دو حمیدیہ کی جاسوسی ان دونوں کو ان دونوں کا آبی کفن نہ بنانے پائی تھی کہ یہ دیسے پاؤں گھر سے نکل کھڑی ہوئی۔ ہفتہ کے بعد پیرس کا ایک ڈرائینگ روم ان جذبات مجسم کو۔ آزاد دنیا کے سامنے جلوہ گر کر رہا تھا۔

دورہ جدید کے ساتھ یہ پیمان جو "دطفیت" میں ڈوبی ہوئی تھیں ٹرکی واپس آئیں اور خوب صورت زینب نے اپنے خیالات کی پہلی قسط ایک کتاب کی صورت میں شائع کی جس میں مغربی تمدن پہ دلچسپ نوک جھونک تھی۔

اس کے بعد "ملک" نے ایک کتاب شائع کی جس میں "عہدِ عظمہ" کا ایک مرقع دکھایا گیا تھا جس کے دیکھنے کے بعد یہ تسلیم کرنا پڑا کہ "عظمت جنابی" اصل واقعات کو بدل نہیں سکتی! یہ دونوں کتابیں یورپ میں شائع ہوتے ہی ہر طرح ہاتھوں ہاتھ بکیں۔ ان کی شائع کرنے والی ایک انگریزی خاتون "مس گریسی ایلی سن" تھی جو "پیرلوٹی" کی طرح ترکوں پہ مٹی ہوئی ہے۔ اور اس قوم کو گئی گذری حالت میں بھی اخلاقی حیثیت سے مستجمع صفات کمال انسانی سمجھتی ہے۔ ۵ برس کے مسلسل قیام ترکی کے بعد اس نے خود ایک کتاب شائع کی جو پچھلے مہینے ہی میرے پاس ولایت سے آئی ہے۔

یہ تصریحات مختصراً آپ کی ضیافتِ طبع کے لئے ہیں۔ زیادہ تر اس لئے کہ تاخیر جواب کا آپ کو خیال ہی نہ کیجئے جس کی معذرت سے بھی مجھے شرم آتی ہے۔

---

[1] مولانا عبدالرزاق مصنف ابرامکہ و نظام الملک۔

آپ مجھ سے فیاضانہ توقعات رکھتے ہیں۔ یہاں ملک میں علمی زندگی کسی طرح ممکن نہیں۔ ایک آدھ کتاب اردو میں کبھی نظر آجاتی ہے تو اسے اہل قلم کا ایثار سمجھیے یا محرکات ہیں۔۔ اصل کچھ بھی نہیں ہے جسے دیکھیے بہرے سے اطمینان کئے ہوئے ہیں۔ فرد تر مشاغل املی زیادہ مصروفیت کا موقع نہیں دیتے۔ میں کبھی کچھ لکھ لیتا ہوں تو صرف تفریحاً۔

مجھے ایک طرح کا "ڈھولی" سمجھیے جو بار بار تمہارے دفتر انشا کو کوئی حرکت کرتا رہے۔

ہندوستان میں تصنیف و تالیف کا دور ختم ہو چکا۔ "نقاد"[1] میں اردو لٹریچر کے عناصر خمسہ کے عنوان سے میں نے ایک مرتبہ اظہار خیال کیا تھا۔ جو بات آپ چاہتے ہیں۔ وہ "خاتم المصنفین" شبلی پر ختم تھی اب یہ جنس گراں قیامت تک کے لئے ختم ہو گئی۔

میرا خیال ہے۔ آج کل کے "ابن الوقت" اہل قلم بھی نہیں ہو سکتے۔ لیکن ان کو دنیا کے سامنے آنے کے لئے لازماً "عبدالرزاق" ہونا پڑے گا۔ اور یہ آسان نہیں؟

میں تو حاشیہ نشینوں میں ہوں۔ صرف باتیں بنانی آتی ہیں۔ ہاں پڑھتا خوب ہوں کاغذات پٹواری سے فرصت ہوئی تو اپنے صحیفہ پر نظر ہوتی ہے لیکن ملک کا مذاق اس قدر گرا ہوا ہے کہ جو ترکیب آپ چاہتے ہیں ممکن نہیں۔ انسانیت کی پہلی شرط یہ ہے کہ بیوی کو خوش و خرم رکھے اور یہ جناب آپ مجھ سے سنیے کس قدر مشکل ہے۔

مہدی

"پکھی بہ یانی (رزاق)[2] کو آیا ہے آو مہدی[3] کا سدھ پہ مشرقی اور مغربی تمدن کی رعایت ہے۔

بنام محمد یوسف قیصر

(۱)

شفیق مکرم، وعلیکم السلام و التحیات

ذوق کے دیوان کی خصوصیت کیا ہے؟ ہر دیوان انتخاب محترم! یہ بات ہے کہ بندش میں روانی ایسی ہو جس سے ایک کیفیت سننے والے پر طاری ہو یعنی شعر دلکش ہو اور خوش آئند! اس کے بعد یہ دیکھنا چاہیے کہ اغراق سے پاک ہو، تصنع و تکلف نہ ہو۔ چھوٹی خورش آمد نہ ہو یا طرز بیان معمولی نہ ہو۔ کچھ امتیاز رکھتا ہو، مگر الفاظ اور ترکیبیں مغلق اور پیچیدہ نہ ہوں۔ شاعر کے مقصود میں اشتباہ نہ واقع ہو۔ یہ مطلب شاعر کا دو پہلو رکھتا ہو نہ جانے کون سا پہلو اس نے اختیار کیا اس کے کوئی کچھ معنی سمجھے

---

[1] ماہنامہ نقاد آگرہ جس میں مہدی الافادی کا مضمون "اردو لٹریچر کے عناصر خمسہ" پہلی بار شائع ہوا تھا۔ یہ مضمون "افادات مہدی" میں شامل ہے۔

[2] مولانا عبدالرزاق مصنف "البرامکہ" جو اس زمانے میں بھوپال ہی میں تھے۔

[3] خود مہدی الافادی۔ (ناظم سیتاپوری)

کوئی کچھ ——!

بعض اشعار گو دلکش نہوں لیکن اون کے طرزِ بیان میں ضرب المثل سے مشابہت پائی جائے، وراسی سبب سے درج کرنے کے قابل ہوں وہ بھی انتخاب میں سے لینا چاہیئے۔

قصیدوں میں ان شعرائے تشبیب میں سے کچھ اچھے شعر نکلیں گے۔ مدح تو سراسر پوچ ہوا کرتی ہے۔ یہ تعمیم میں نے خیال سے برکسی کے لحاظ سے کی ہے بعض بعض شعر مدح کے بھی انتخاب میں لینا چاہیئے۔ میں پھر اس بات کو لکھتا ہوں کہ دلکش ہو مگر دلکش ہونا کیا شے ہے؟ یہ ایک بڑا راز ہے اس کے حل کرنے کے لئے فہم چاہیئے بلاغت کی کتنی کتابیں تصنیف کی گئیں مگر کچھ زیادہ اون سے بصیرۃ نہ حاصل ہوئی۔ "خلیل ابن احمد" کی یہ بات البتہ میرے دل میں چبھ گئی کہ اول کلام آخر کلام دلالت کرے۔ اس کے معنی میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ قافیہ بوتا ہو اور ردیف محاورہ میں ڈوبی ہوئی ہو۔ اس کے ساتھ معنیٰ خوبی بھی میری رائے میں ضرور ہے جسن وجمال دلفریب ہو اور اوس کے ساتھ رذالت ہو تو کیا لطف رہا! بلکہ یہ دیکھنا چاہ کہ معنی شعر کے معمولی اور مبتذل اور پامال نہو گئے ہوں۔ وہ بات ہو جو اوروں نے نہ کہی ہو۔ وہ نزاکت ہو جو اور لوگوں نہ سوجھی ہو۔ اس میں شک نہیں کہ معنی کی یہ حیثیت اگر برجستہ بندش اور طرزِ بیان کی خوبی سے عاری ہے تو وہ بھی قابلِ داد نہیں ہو سکتی۔ آپ نے مشکل سوال کیا تھا میری سمجھ میں جو آیا وہ لکھ دیا۔ گو نہایت مختصر ہے مگر آپ سے صاحبِ ذوق و نکتہ رس کے لئے ایک اشارہ کافی ہے۔

موتیا پارک۔ ریاست بھوپال — نیازمند علی حیدر طباطبائی

بنام پروفیسر آغا اشہر لکھنوی

(۱)

تسلیم۔ آپ کا پہلا خط بھی وصول ہوا اور کل رجسٹری بھی ——

گورنمنٹ ہائی اسکول کے پرنسپل سے کی طرف سے کوئی اطلاع ایسی پنجاب یونیورسٹی سے نہیں آئی کہ انگلش والوں کے امتحان کا سنٹر کہاں ہے؟ اور کل کتنے فورم تھے اور وہ کل ہی روانہ ہو جاتا مگر اوس پر آپ نے ۱۵ر تاریخ لکھ دی ہے اس وجہ سے آج روانہ کیا جائے گا۔ بیگم آج شب کو انشاء اللہ روانہ ہوں گی۔ میں انشاء اللہ تعالےٰ ۲۰ر ماہ حال کو دہلی سے روانہ ہوں گا کلکتہ —— وہاں سے انشاء اللہ تعالےٰ تاریخ مشاعرہ تک لکھنؤ پہنچنے کا قصد ہے۔ محبوب میاں اور بیگم کی جانب سے تسلیم و دعا قبول کیجیے۔ اس وقت تک مصرع دوبارہ دیکھنے کی نوبت نہیں آئی شعر کی فکر تو درکنار؟ لکھنؤ مجھے غیر جگہ نہیں معلوم ہوتی۔

اُمید ہے آپ مع الخیر ہوں گے۔

آثم ابوالمعظم سراج الدین احمد خاں سائل

۱۵ر جنوری سنہ ۲۴ء

ل اصل خط میں ۱۵ر جنوری سنہ ۲۴ء ہی کی تاریخ ہے جو سہو معلوم ہوتی ہے کیونکہ ڈاکخانے کی مہر پر ۲۵ر جنوری ۱۹۲۵ء ہے۔ نادم سیتاپوری

(۲)

۶۸۹

مکرمی اشہر صاحب تسلیم - میرا قصد انشاء اللہ تعالیٰ ۵ سب تک لکھنؤ حاضر ہونے کا ہے - کیا آپ مجھے جواباً اس سے مطلع کریں گے کہ "چپ تعزیہ"[1] کس تاریخ نکلتا ہے - اس "ضریح مقدس" کی زیارت کا مجھے اشتیاق ہے - امید ہے کہ آپ بھی اوس تاریخ لکھنؤ تشریف فرما ہوں گے کیا اچھا ہو کہ بقیہ شاکش روز ان لکھنؤ ان کے دلوں سے اوس موقع پر دور ہو جائے - زیادہ سے زیادہ وہاں تین روز قیام کر سکوں گا نواب صاحب بہادر رام پور کا عنایت نامہ میری طلب میں آیا تھا اوس کا جواب میں نے مجملاً یہ دیا ہے کہ چپ تعزیہ کی زیارت سے فارغ ہوتا ہوا شرف قدم بوسی حاصل کروں گا چنانچہ لکھنؤ سے واپس ہو کر مجھے ڈیرہ دون جانا ہوگا کہ وہ وہاں تشریف فرما ہوں گے - باقی خیریت - مجھے گاہ گاہ اختلاج کی شکایت ہو جاتی ہے - گھر اور بچوں کو دعا کہہ دیجئے -

۱۵ - جولائی ۲۹ء　　　　آثم ابوالمعظم سراج الدین احمد خاں سائل

(۳)

۶۸۹

مخلصی و محبی اشہر صاحب سلامت رہیئے! سلام مسنون کے بعد مدعا ہے - ۱۰ ماہ حال کا عنایت نامہ آپ کا مجھے لاہور میں وصول ہوا تھا - وہاں میرے جانے کی وجہ یہ تھی کہ میرے برادر کلاں مرحوم کی دختر کے فرزند کی آنکھ کا اوپریشن ہوا تھا دو ہفتہ بعد وہاں سے آیا ہوں - واپس آئے مجھے دو روز سے زیادہ نہیں گذرے میری مراجعت اس قدر جلد بھی اس وجہ سے ہوئی کہ قدسیہ بیگم کے خاوند کی بدلی سیالکوٹ میں ہوئی ہے وہ ایک روز میں جانے والی ہے وہ چار ماہ سے یہاں مقیم تھی حکیم نابینا صاحب یعنی ڈاکٹر انصاری کے بڑے بھائی کا علاج تھا گو شفائے کلی تو نہیں ہوئی تاہم کچھ افاقہ ضرور ہے - میں نے آپ کے خط کا تذکرہ گھر میں کیا تھا - وہ بہت محجوب ہیں اور میں انفعال کے ساتھ پر غیظ اس معاملے میں ہوں کہ کیوں اتنی تاخیر ایک ایسی رقم کے ادا کرنے میں ہوئی جو میری آبرو ہی کے لئے کافی ہے - اونہوں نے یہ عذر کیا کہ چار ماہ سے جو کچھ رقم قدسیہ کے علاج میں اور مہمانوں کی آمد شد میں ہوئی اور اب اون کی روانگی اور اون کے ساتھ میرے جانے میں جو صرف ہوگا وہ کیا تم سے پوشیدہ ہے؟ میری طرف سے یا اپنی طرف سے دعا دے کر کہہ دو کہ ستمبر یا اکتوبر میں یونیورسٹی سے جو رقم وصول ہوگی وہ آپ کو براہ راست بھیج دی جائے گی - مطمئن رہیں - میں اس مرتبہ لکھنؤ گیا تھا آپ کو دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ آپ کا تبادلہ جھانسی میں ہو گیا ہے جو کافی دور لکھنؤ سے ہے - محجوب میاں نے کالج جوائنٹ کر لیا ہے - محمد میاں اپنی غیر حاضری کی کثرت سے جو بوجہ علالت ہوئی امتحان میں شریک نہیں ہو سکے رہ گئے نیز دو تعلیمی

---

[1] لکھنؤ کا آخری جلوس عزا جو شاہی سے "چپ تعزیہ" کے نام سے ہر سال ۸ ربیع الاول کو "ککر کنوئیں" سے اٹھتا ہے - ناظم سیتاپوری

اقبال سے کمزور ہی تھے ا س مرتبہ کچھ زور لگا رہے ہیں ۔ اگر اللہ کو منظور ہوا تو امتحان دیں گے ۔ (زیادہ) زیادہ والدعا۔

آثم ابوالمعظم سراج الدین احمد خان سائل

۳۱ - جولائی ۱۹۳۰ء

بنام نادم سیتاپوری

(۱)

۲۲ جولائی ۱۹۳۷ء بلگرام ضلع ہردوئی ۔ محلہ سید واڑہ ۔ یو ، پی

شاداں نواز تسلیم ۔

میں ۱۸ جولائی کو لاہور سے روانہ ہو کر ۱۹ کو لکھنؤ پہونچا اور ۲۰ جولائی (۲۲ جولائی) کو بلگرام آگیا ۔ اب ۱۸ ستمبر تک بلگرام میں رہوں گا ۔

گو آپ کا نام یاد نہ تھا مگر آپ کا لاہور میں میرے پاس تشریف لانا اور مجھے سرفراز کرنا یاد ہے جب کبھی آپ تشریف لائیں آپ کا گھر ہے اور آپ کی تشریف آوری میرے اعزاز کا باعث ہوگی ۔ یہاں بارش کم ہے ۔ حبس ہوا بھی ہو جاتا ہے دھوپ نکلنے پر سخت گرمی ہوتی ہے ۔ اب تک ایک مرتبہ بھی موسلا دھار پانی نہیں برسا ۔ دیگر مقامات پر بارش ہوئی ہیں ۔ والسلام

سید اولاد حسین شاداں بلگرامی

[علامہ شاداں بلگرامی مرحوم اورینٹل کالج لاہور میں پروفیسر تھے ۔ اپنے عہد کی ذی علم شخصیت ! مجھ سے کچھ دور کی قرابت بھی تھی ۱۹۳۲ء ۱۹۳۳ء میں جب میرا قیام لاہور میں تھا علامہ کی خدمت میں برابر حاضر ہوا کرتا تھا ۔ یہیں ڈاکٹر اقبال، محمود شیرانی ۔ تاجور نجیب آبادی اور پنجاب کی بہت سی عظیم ادبی شخصیتوں کی زیارت کا شرف حاصل ہوا تھا ۔ نادم سیتاپوری]

بنام آغا اشہر لکھنوی

(۲)

۴ ستمبر ۲۵ رمضان یوم دوشنبہ ۔ ریاست رامپور ۔ یو پی ۔ محلہ لال قبر

سلمہ اللہ ۔ دعا " پیر " میں اضافت کو سیر پڑھ کے یائے بطنی پیدا کی تو پیرے ہو کر وزن فعلن ہو گیا ۔ پوچھ کے پو کو سیر پڑھنے کے معنی میں نہ سمجھ سکا ۔ سیر پڑھ کے کیا وزن چاہتے ہیں ۔ واؤ اور یو ایک حیثیت نہیں رکھتے جو ایک کا قیاس دوسرے پر کیا جائے ۔ پیرِ بر وزن فَعَلُ مان کر مصرع کا وزن فعل مفعول فعلن فعولان ہوگا ۔ اور دوسرے مصرع استغفر اللہ کا وزن

فعلن فعولان فعلن فعولان ہوگا جبکہ ال نہ نہیں بلکہ ال لاہ پڑھیں - اور ال لہ سے وزن فعلن فعولن فعلن فعولن ہوتا ہے - لہذا دونوں مصرع موزون نہ ہے - پھر دیکھنا یہ ہوگا کہ اجتماع ان دونوں کا مانا ہے یا نہیں - اور یہ فعل فعولن (یا فاع فعولن) فعلن فعولان کوئی فرع مسلّمہ ہے یا نہیں - نہ تو اجتماع ہی جائز ہے اور نہ یہ فرع اب تک مانی گئی ہے -

پوچھو ہو سے جو وزن تم فعلن فعلن فعلن فعولان دو بار نکالنا چاہتے ہو تو بیشک یہ وزن اس شعر کا ہو تو سب مگر اسی غزل کے دوسرے شعر استغفر اللہ استغفر اللہ، کو اس وزن پر کیسے لاؤ گے - ایک غزل کے دو شعر دو وزنوں سے کیسے ہوں گے -

رباعی میں تو زحاف کو دخل دینے سے ایسے ہزار وزن نکلتے ہیں - اون میں سے صرف چوبیس رکھے باقی ترک کر دیئے - اس لئے کہ باقی میں ترنم - روانی - دلکشی نہ پائی - اچھا بائز طور سے زحافات کو دخل دے کر منزوک اور غیر مسلّم بحر نکالو مگر ایک غزل کے کل اشعار کو تو ایک وزن پر لاؤ - کوئی شعر یا مصرع کسی وزن میں ہو اور کوئی کسی وزن میں اسے تو تم بھی پسند نہ کرو گے اب حال اپنا ہے اس کے دوسرے شعر کا جو وزن ہے - استغفر اللہ استغفر اللہ کو بھی اسی وزن فعلن فعلن فعلن فعولان پہ اگر تم لا سکتے ہو تو ضرور اس غزل کا یہ وزن مان لیا جائے گا - اگر اس وزن پہ کل مصرع اس غزل کے نہ آ سکیں تو اس طور سے اس کا وزن فعلن فعولان (یا فعولن) فعلن فعولان ماننا ہوگا اور یہ وزن سے کیا پوچھتے ہو الحمد للہ کہ کابی ہوتا ہے نہ پوچھو ہو سے - جب پوچھتے ہو کے وزن سے اور مصاریع کے اوزان بھی موافقت کرتے ہیں - تو اس سے انکار کی کیا وجہ ہو سکتی ہے -

اگر تمہارے نکالے ہوئے وزن پہ اس غزل میر کے کل مصاریع اوتر جائیں تو تمہارا نکالا ہوا وزن بھی ضرور مانا جائے گا - کسی ایک بحر کے کسی رکن میں جائز طور پہ اگر کسی زحاف کو دخل دیا جائے تو کل مصاریع کے اوسی رکن میں اوس زحاف کا لانا ضروری ہوگا ورنہ یکسانی نہ رہے گی -

اگر متروک بحروں میں کوئی کہے تو کچھ ہرج نہیں یا نئی ترکیب الفاظ گڑھے - اس کا ہر شخص کو اختیار ہے - مگر رواج اوس کا جب ہی ہوگا جب بہت سے لوگ اوس کا تتبع کرنے لگیں - ورنہ بغیر رواج قابل اعتراض ہی رہے گا -

تسبیغ و اذالہ - حذف و ضرب میں غیر مسبغ و مذال غیر محذوف و مقصور کے ساتھ اس فن کے ماہرین کا مسلّمہ ہے تمہاری ایجاد بھی اگر رائج ہو جائے گی تو قابل پیروی ہو گی - ان چیزوں میں تقلید سے چارہ نہیں -

مجھے بنائے الایمان کی جگہ ربائع الاسلام نام یاد پڑتا ہے - جو مصنف جناب سید محمد حسین المعروف بہ جناب عین صاحب مجتہد ہے بڑے آغا مرحوم کا نام سید محمد تھا - جو اون کے پردادا کا نام ہے - اور ہلال تخلص تھا - مجتہدی کا اجارہ کربلا میں سے چلے تھے - ۱۹۱۰ء میں انتقال ہوا عمر نوے برس سال کی تھی - روضۂ امام حسینؑ کے ایک حجرے میں دفن ہیں -

ایسی باتوں میں میرا دل لگتا ہے - اگر کوئی اور بات اس میں تم نکالو تو اوسے بھی مجھ سے معلوم کر سکتے ہو - اس میں بھی عروض کے متعلق تقریباً وہی باتیں بعبارت دیگر ہیں جو میں لکھ چکا ہوں - زوجہ اور میری طرف سے تم کو، بہو اور بچوں کو دعا -

شاداں

(علامہ اولاد حسین شاداں بلگرامی پروفیسر اورینٹل کالج لاہور)

(۳)

۱۶؍ستمبر سنہ ۴۴ء
۲۷؍رمضان المبارک یوم شنبہ

سلمہ اللہ تعالیٰ۔ دعا

جوابی کارڈ ۱۲؍ستمبر کو پہنچا جو سات کا لکھا ہوا تھا۔ مگر ڈاکخانہ جھانسی کی مہر ۱۱؍ستمبر کی ہے۔ شاید ایک نشست میں تحریر ختم ہو اور دس کو بے وقت لیٹر بکس میں ڈالا گیا اس لئے ڈاکخانہ جھانسی کی مہر گیارہ کی ہے۔

ثلم کی تعریف یہ ہے کہ "جو رکن خماسی گزشتہ شروع بیت میں ہو اور اوس رکن میں وتد مجموع جزو اول ہو اوس وتد مجموع سے پہلا حرف متحرک نکال ڈالنا ثلم کہلاتا ہے پس فعولن سے عُولن بروزن فعلن ہوگا۔ یہ زحاف مخصوص فعولن سے پورا اپنی تعریف کے ہو گیا۔

خلیل اور محقق طوسی کہتے ہیں کہ یہ عمل مفاعیلن میں کیا جاسے تو خرم ہے اور اگر فعولن میں ہو تو ثلم ہے بتعریف ثلم میں انڈر لائن کئے ہوئے قیود قابلِ غور ہیں۔ میر شمس الدین فقیر دہلوی سے چونکہ بکثرت مسامحات ہوئے ہیں اس لئے اون کی تحریر قابلِ تمسک نہیں۔ جبکہ خلیل اور محقق سے مختلف ہو۔

جب میں خود لکھ چکا ہوں کہ تسبیغ کا تسبیغ کے ساتھ و اذالہ کا اذالہ کے ساتھ اجتماع ہوتا ہے۔ البتہ حذف وقطع وغیرہ کا اجتماع عروض و ضرب میں مسلمۂ ماہرینِ فن ہے۔ اور تسکین و تخنیق کی پیروی ضروری نہیں یعنی ایک مصراع مسکن مخنق ہو۔ اور دوسرا نہ ہو تو کوئی ہرج نہیں۔ یا رباعی کا ہر مصراع چوبیس اوزان میں سے کسی ایک وزن میں ہو اور دوسرا کسی وزن میں تو یہ مسلمات میں سے ہے۔ اور عروض و ضرب سے مخصوص زحافات کسی مصراع کے حشو میں لا تو سکتے ہیں جبکہ بحر مسمط چہار گوشہ ہو یعنی ثمن چار برابر کے حصوں پر تقسیم ہو سکتی ہو۔ تو پھر مصراع مبحوث عنہ میں ان کا ذکر اوس وقت کر سکتے ہیں جبکہ اوس مصراع میں ان چیزوں کو دخل دیا جا سکتا ہو۔ اس قسم کے اختلاف سے تو تم کام نہیں لے رہے ہو بلکہ مقید اختلاف سے استدلال مطلق اختلاف اور ان مصاریع یا بیت پر کر رہے ہو جو قیاس مع الفارق ہے۔

حرف بحر مسمط میں اساتذہ نے رکن دوم و ششم حشوی کو بمنزلہ عروض و ضرب مانا ہے۔ اس لئے رکن دوم و ششم میں زحافات مخصوص بعروض و ضرب آ سکتے ہیں۔

یہ مسائل پیچیدہ ہیں۔ بہت غور و فکر کے بعد حقیقتِ مسئلہ تک پہنچ سکتے ہیں۔ اس بات سے تمھارا اختلاف کہ "بیت کے دونوں مصرعے ہموزن ہونا چاہئیں" تعجب خیز ہے "اختلاف وزن" مصراع بیت کی خاص صورتیں ہیں جن کو میں نے بلاحصہ لکھا ہے۔ مصراع مبحوث عنہ ان کے تحت میں نہیں آتا۔

بہرطور اصل اصول یہی ہے کہ بیت کے دونوں مصرعے ہموزن ہوں۔ جن اختلافات کو جائز قرار دیا ہے اون کو حصہ کر دیا ہے۔ اون کے بعد اختلاف جائز نہیں۔ علاوہ اختلافات مصرحۂ اہلِ فن بیشک ساری مثنوی ایک وزن میں ہونی چا

یہ بھی میں لکھ چکا ہوں کہ ایجاد کو کوئی مانع نہیں مگر قابلِ تسلیم وہ ایجاد جبھی ہوگی جب لوگ اوسے قبول کر لیں اور تتبع کرنے لگیں ورنہ مردود اور قابلِ اعتراض رہے گی کیونکہ زبان ایک شخص کی ملک نہیں چاہے نظم ہو یا نثر۔

ہاں کوئی نقصان اصول میں ہو یا اوس سے بہتر کوئی قاعدہ ہاتھ لگے تو ترمیم اور ایجاد کرنا فن پر احسان کرنا ہے لیکن تم نے "پوچھو" کو "داؤد" پر قیاس کئے جو بالکل مغایر ہیں اوس کی بری شد لگا۔ ہے ہو۔ اچھا پ کو تو انسیا ما اگر پُو بناؤ۔ تو خیر بنا دو مگر لفظ پو کو پوچھو بنا کے واو کو متحرک کس قاعدہ سے کیا۔ اور "پو" کا متبع ایدہ جیسے ہوا۔ قانون تقطیع میں تو لفظ کے حروف اصلی ہیں اگر دو ساکن برابر برابر ہوں تو پہلے کو ساکن رکھتے ہیں اور دوسرے ساکن کو متحرک کر دیتے ہیں تم پوچھو کے واو اول کے بعد ایک اور واو بڑھاتے ہو اشباعاً اور پھر اوسے متحرک کرتے ہو تو کوئی قاعدہ تقطیع کا نہیں۔ "پو" کا تلفظ تو خود ہی سیر ہے۔ اس کو اشباعاً بسر کر کے کہاں سے جاؤ گے۔ اس طرح تو اس لفظ "پوچھو" نے عجیب صورت اختیار کر لی۔ زیادہ توضیح آئندہ دیکھو:

عربی میں ہمزہ (یعنی الف متحرک نہیں) کوئی چیز نہیں کبھی واو مضموم کی جگہ اور کبھی یائے مکسور کی جگہ ہمزہ لکھا کرتے ہیں لہذا داؤد گویا داوُود ہے۔ اشباع کو اس میں دخل نہیں۔ تم پوچھو کو داؤد کا مثل قرار دے رہے ہو حالانکہ ایسا نہیں۔ یہ صورت تقطیع میں تم کسی جگہ نہیں پاؤ گے۔ داؤد کا ہمزہ بدل واو ہے اور اشباع حرکت میں ہوتا ہے نہ حرف میں تو پھر داؤد میں اشباع کیسے ہو۔

تسبیغ کے لئے آخری رکن کا سبب خفیف اور ازالہ کے لئے آخری رکن کا وتد مجموع ہونا لازم ہے اور عروض و ضرب سے یہ دونوں زحاف مخصوص ہیں۔ لہذا مقید و مشروط کیوں نہ ہوں یہی حالت حذف و قصر وغیرہ کی بھی ہے اگر عروض و ضرب کو محذوف یا مقصور لائیں تو یہ نہیں ہو سکتا کہ کوئی مصراع اس کے ساتھ سالم بھی آئیں۔ مثلاً فعولن فعولن فعولن فعل یا فعول میں ایک مصراع ہو اور دوسرا فعولن فعولن فعولن فعولن کے وزن کا اوس کے ساتھ لائیں یہ نہیں ہو سکتا۔ ورنہ یہی اتحاد مصرعین لازم ہے علاوہ اختلاف مقرعہ کے۔

ہاں تسکین اور تخنیق ہی ایسے زحافات ہیں کہ ان کے لئے نہ کوئی محل معین ہے اور نہ ان کی مطابقت لازم ہے۔ تین متحرک متوالی کسی جگہ کسی طرح ہو جائیں تو ان زحافات کو لا سکتے ہیں۔ لانا ضروری نہیں۔ اور دوسرے مصراع میں ان کی مطابقت بھی لازم نہیں۔

بحر متقارب کو ہر نظم کے لئے اختیار کر لینا نہ بے اعتدالی ہے اور نہ بدعت۔ ایرانیوں کے تتبع میں اب ہندی بھی اس بحر میں اسے شانزدہ رکنی کر کے زیادہ تر استعمال کرتے ہیں۔

محققین کے نزدیک ہر دہ بحر سولہ رکن سے بڑھ جانا معیوب ہے کیونکہ وہ دائرے سے خارج ہو جاتی ہے مگر عمل ان کے خلاف ہے اکثروں سے سنبھلتی بھی نہیں۔ اور دھوکے کھاتے ہیں۔ تم بھی اگر ایرانیوں کے اشعار سے اپنی مجوزہ تقطیع کی مثال اور سند پیش کر دو گے تو پھر کس کی مجال ہے کہ اوس سے انحراف کر سکے کیونکہ اردو شاعری تتبع فارسی شاعری کی ہے۔

پہلے مستزاد کہنے کا یہ طریقہ تھا کہ کسی بحر میں اشعار کہتے تھے اور ہر مصراع کے بعد اوس بحر کے اول اور آخر رکن کے ہم وزن ایک ٹکڑا بڑھا دیتے تھے۔ اب ایرانی اصل بحر اور مستزاد ٹکڑے کے درمیان ایک ٹکڑا اور بڑھا دیتے ہیں۔ لہذا دس اقسام نظم کی جگہ گیارہ ہوگئے اور اس میں کیا ہرج ہے۔

یہ میں اوپر لکھ چکا کہ ایک مصراع بیت وزن میں کس طرح دوسرے مصراع بیت سے مختلف ہوتا ہے اور ان کے علاوہ اور اختلاف مسلّم نہیں۔ گو کل اختلافات میں نے بیان نہیں کیے مگر اہلِ فن نے بتایا ہے کہ فلاں زحاف کا فلاں زحاف کے ساتھ اجتماع جائز ہے۔

بعد عمل زحاف کسی رکن کا خفیف یا ثقیل ہو جانا یہ اور بات ہے[1]۔ یہاں تو بحث اس میں ہے کہ شاید تم اثلم کے ساتھ اثرم یعنی فَعْلُ کو ملاتے ہو۔ اگر تم نے ایسا ہی کیا ہے تو یہ دیکھنا ہے کہ اثلم کے ساتھ اثرم کا اجتماع جائز بھی ہے یا نہیں۔ چونکہ پہلے ہی خط پر تم نے جواب مانگا تھا اور میں نے اوسی خط پہ جواب لکھ کے بھیج دیا تھا۔ لہذا خطوط میں وہ خط نہ ملا۔ اس لئے اعتماد نہیں کر سکتا کہ "تمہارے زحاف" سے تمہاری مراد اثرم ہی ہے یا کچھ اور۔ اس کارڈ میں بھی نسیم نشتی کے اس مصراع

حرفِ بد و خوب ہر جا شنیدم

کی بھی تقطیع تم نے فعْلُ فعولن فعولن فعولان کی ہے جس پر آیندہ کچھ لکھوں گا۔ اشباع اور تسبیغ درمیانی سے تم نے کام نہ لیا۔ لہذا تمہاری تقطیع غیر حقیقی ہوگئی۔

تقطیع دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک حقیقی یعنی الفاظ کو ارکان کے ساتھ اس طرح برابر کیا جائے کہ اون ارکان سے کوئی بحر بنتی ہو جو مسلّم اور رائج بھی ہو۔ دوسری غیر حقیقی یعنی ایسے ارکان سے الفاظ بیت برابر ہو جائیں جن سے کوئی بحر مرکب یا مفرد مسلّم ہو اور نہ رائج۔ مثلاً ع

کردن حمد پروردگارِ قدیم

تقطیع حقیقی اس کی فعولن فعولن فعولن فعول ہے۔ اور غیر حقیقی کردحم فعولن قدیہ دِ پروردِ مفاعیلُ۔ گارے قدیم مستفعلان۔ ارکان تو بیٹھ گئے۔ مگر ان ارکان کی کوئی بحر نہیں ہے۔ تم بہار اور نسیم کے اشعار میں ایسی ہی تقطیع سے کام لے رہے ہو۔

غزل کے ہر شعر کا مفہوم جداگانہ ہوتا ہے (بیشک ہوتا ہے) مگر اس سے وزن کیوں مختلف ہو جانے لگا۔ غزل پہ کیا منحصر ہے ہر صنف نظم کے ابیات کے مضامین مختلف ہوتے ہیں۔ قصیدہ کے اشعار کو اس لئے متحد المضامین کہتے ہیں کہ مثلاً دس شعر ہیں اور دسوں میں ممدوح کی تعریف ہے۔ نہ اس لحاظ سے کہ دسوں میں بات بھی ایک ہے۔ تمہارا یہ استدلال اس بحث سے کوئی تعلق نہیں رکھتا ہے۔ اور نہ جدا استدلال میں ہے

بہار اور نسیم کے اشعار بھی اوسی وزن میں ہیں جو وزن مافی البحث ہے صرف ان مصرعوں کی تقطیع کرو

[1] بلکہ اہلِ فن کے نزدیک کوئی رکن چاہے سالم ہو چاہے مزاحف مگر رائج ہو تو کوئی ثقیل نہیں۔

جو مشتبہ ہو سکتے ہیں:

آسودہ شدہ مُلک اَلْمُلْکُ لِلّٰہ	آ اسو فعلن دشدہ مُلک فعولان۔ ال مُل فعلن کِ لِل لا ہ فعولان۔
کوسِ شہی کوفت بر رغم بدخواہ	کوسے فعلن۔ شہی کوف فعولان۔ بر رغ فعلن۔ م بدخاہ فعولان کوفت کی (ت) تیسرا ساکن ہونے کی وجہ سے ساقط ہے۔
شد صبح طالع۔ طے شد شبانگاہ	شد صبح فعلن۔ حِ طالع فعولن۔ طے شد فعلن شبانگاہ فعولان۔
چندے نہ بیداد۔ فرسودہ گشتیم	چندے فعلن نہ بیداد فعولان۔ فرسو فعلن۔ دِ گشتیم فعولان۔
چوں کہ خدا دید جو۔ شاہاں را	چو کے فعلن۔ خدا دید فعولان۔ جو رسے فعلن۔ شہاہا فعولن

یہ مصراع غلط چھپ گیا ہے اس طرح ہونا چاہئیے تھا

چونکہ خدا دید جورِ شہاں را

اس غلط مصراع کی بھی اگر تم نے کسی طرح تقطیع کی ہے تو ہو سکتا ہے کہ ان میں سے ایک حقیقی اور باقی غیر حقیقی ہوں ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ سب غیر حقیقی ہوں۔

اگر کہ خدا۔ اور شاں ہی پڑھیں تو "شاں" کا مرجع کون ہو گا۔ اور کہ خدا بچارہ شنار خان کو کیا اٹھا کر اصلاح کے لیئے کھڑا کر سکتا ہے۔ یہ خدا ہی کا فعل ہے اس تصحیح کو نہ ماننا اپنی بات کی پچ ہو گی۔

اسی طرح مصاریع جن کے دوسرے رکنوں میں دو حرف ساکن آتے ہیں ان کا وزن فعولان ہے۔ اور جس میں ساکن آتے ہیں تیسرا ساکن ساقط ہے اور اس کے بعد وزن فعولان ہے۔

از خونِ دشمن وز مغزِ بدخواہ	اس میں تسبیغ تو عروض ہی میں ہے پھر سے تم نے انڈر لائن کیوں کیا تسبیغ حشو کی کا البتہ تم کو علم نہیں۔ عروض و ضرب کی تسبیغ کو مان کے ہی تو تم خود تسبیغ حشوی پر اعتراض کر رہے

ہو۔

نسیم رتشتی

ہر چند بسیار زحمت کشیدیم	دِ بسیار بروزن فعولان ہے۔ اور تسبیغ ہے۔
حرف بد و خوب ہر دو شنیدیم	حرف میں یائے بطنی ہے اور بد و خوب میں تسبیغ۔ لہٰذا وزن وہی فعلن فعولان۔ فعلن فعولان ہو گا۔ اور حرف بد و خو فعلُ فعولن اب ہر جا۔ فعولن شنیدیم فعولان تقطیع غیر حقیقی ہے۔ حرف کی (ف) کے

کسرہ سے یائے بطنی پیدا کرنے کو تم خواہ مخواہ کہتے ہو۔ حالانکہ وزن
کی یکسانی اسی سے ہوتی ہے۔ اور تم اشباع فکر کے بگاڑنے کو خواہ
مخواہ نہیں کہتے۔ اور تسبیغ درمیانی کو بھول کے تیسرے رکن کا وزن
بعد اشباع (ف) در لفظ "حرف" بھی فعولن کہتے ہو۔ حالانکہ اشباع
اور تسبیغ کے بعد تقطیع یوں ہوتی ہے۔ حرفے فعلن۔ بد و خوب فعلا
ہر جا فعلن شنیدیم فعولان تیسرا رکن فعولن کہاں رہا۔

فضل اللہ نوری

آں خواب را شیخ۔ تعبیر کردہ ——— ۱۱ فاعلن۔ ب را شیخ فعولان۔ تعبی فعلن۔ رکردہ فعولن
چونکہ تم تسبیغ درمیانی سے واقف نہیں۔ اور ابیات کے مصاریع کا ہموزن ہونا (علاوہ اون مواقع کے جس کو عروضیوں
بتا دیا ہے) ابھی تم نے مانا نہیں۔ اس لئے تقطیع غیر حقیقی کی طرف تمہارا ذہن منتقل ہو جاتا ہے۔
یا زنگیے زنگ۔ یا رومیے روم ——— زنگیے میں ایک (ی) نسبت کی اور دوسری وحدت یا تنکیر کی۔
اور اس میں کیا ہرج ہے۔ جبکہ وزن دونوں مصرعوں کا یکساں ہو جاتا ہے۔ یہی صورت رومیے کی ہے۔
پوچھو ہو کرا دپر لکھ چکا ہوں۔ بصورت اشباع ابھی تک مسلّم نہیں۔ آئندہ رائج ہو جائے تو روک کون سکتا ہے
پو میں اشباع کرکے پو و بنانا پھر اس تصرف والے ساکن دوم کو بقاعدہ تقطیع متحرک کرنا بالکل نئی بات ہے
اور پو میں اشباع کو میں نہیں سمجھ سکتا۔ پو تو خود بصورت اشباع ہے۔ ہاں پُ مشبع ہو کے البتہ پو ہو سکتا ہے۔
کا پو فعلن۔ چنے ہو فعولن تو ہے۔ خواہ مخواہ "پوچھو ہوں" کے اور اوسے گھسیٹ گھساٹ کے بقاعدہ برد
فعولن لانے کی کیا ضرورت۔ جہاں میر کے زمانہ میں پوچھو ہو بولتے تھے تو پوچھتے ہو بھی بولتے تھے۔
اشباع کی تعریف یہ ہے کہ کسی حرکت کو اتنا بڑھانا کہ اوس سے ایک حرف اوس حرکت کے مناسب پیدا ہو
شاید تمہارے نزدیک بھی یہی تعریف ہو۔ مگر تم بجائے حرکت حرف کو بڑھا کے اوس کا مماثل حرف پیدا کرتے ہو اور
اوسے متحرک بھی کرتے ہو۔ یہ بالکل نئی بات ہے۔ اب بھی اگر اپنے عمل کو جو تم "پوچھو" کے ساتھ کر رہے ہو اس
نقصان کو نہ سمجھو تو میرے پاس اس مفہوم کے سمجھانے کے لئے آئندہ الفاظ نہیں۔ اور اپنی تحریر پر مجھے افسوس بھی ہوگا
جو حرف اشباع حرکت سے پیدا کیا جاتا ہے وہ ساکن ہوتا ہے۔
کوئی شعر (بیت) ہو اوس کے دونوں مصرعوں کا وزن یکساں ہونا چاہیئے (علاوہ اون مواقع کے جن کا ذکر
نے اپنے مصنفات میں کیا ہے[1]) اور تسبیغ و اذالہ وغیرہ کا حشو میں ہونے کو جب تک تم نہ سمجھو گے اوس وقت تک ا

---

[1] یکسانی و مطابقت وزن مصرعین تو لازم ہے اور اختلاف معینہ کی صرف اجازت ہے۔

دھوکوں میں مبتلا رہوگے۔

جناب قدر بلگرامی جو میرے نانہالی بزرگ کے عزیز ہیں وہ بھی تسبیغ و اذالہ درمیانی اور رکن رباعی میں اذالہ و تسبیغ وغیرہ کے لانے سے جس پر عمل اساتذہ جاری ہے بہت چڑتے ہیں اور جہاں تک ممکن ہوتا ہے ان کی تاویلیں کیا کرتے ہیں۔ مگر بعض جگہ مجبور ہو کے جب کوئی تاویل بنائے نہیں بنتی تو قبول ہی کر لیتے ہیں۔

رکن رباعی میں اذالہ و تسبیغ وغیرہ کو تو [illegible] دونوں معیوب سمجھتے ہیں مگر قدر نون غنہ کے ساتھ مناسب سمجھتے ہیں بوجہ خفت۔ حالانکہ محقق دائرہ سے متجاوز ہو جانے کی وجہ سے معیوب ہی مانتے ہیں۔ [illegible] رکن رباعی سے زیادہ کوئی رکن نہیں لہٰذا کوئی مثمن سالم کا مصراع اٹھائیس حروف سے زیادہ نہ ہوتا [illegible] اساتذہ نے اس کثرت سے استعمال کیا ہے کہ محتاج سند نہیں ؎

تلاش وصل [illegible] آخر کہ [illegible]   [illegible]

[illegible] اگر ساخت بھی پڑھیں [illegible] دیکھیے [illegible] آگئے [illegible] گی۔ اور یہ تسبیغ بلا نون غنہ ہے۔

[illegible] کہ در گلشن نوا [illegible][1]   [illegible] در مرغزار[2] [illegible]

دونوں مصرعوں میں تسبیغ بلا نون غنہ ہے [illegible] دیکھیے [illegible] رکن رباعی ہے اس مثمن سالم میں تسبیغ دیکھیے ؎

[illegible]   [illegible] در فراق [illegible]

[illegible] دائرہ سے متجاوز ہو گئی اگرچہ تسبیغ بہ نون غنہ ہے [illegible] تسبیغ بلا نون غنہ مخالف مسلک قدر دیکھیو

[illegible] رسوائے عالم عاشقان [illegible]   [illegible]

بحر رمل ہے جس میں رکن سالم اور عروض و ضرب مسبغ بلا نون غنہ۔ اردو میں تو رمل مثمن سالم بھی مستعمل نہیں ہو جائیکہ مسبغ۔

چونکہ یہ مسئلہ زیر بحث نہیں اس لئے اسے یہیں پر ختم کرتا ہوں۔

اذالہ و تسبیغ وغیرہ درمیانی (یعنی حشوی) سے استدلال کرتا ہے اس لئے اب اس سے پوچھتا ہوں کہ کیونکر جائز ہے۔ اور عمل اساتذہ اس پر کیوں جاری ہے۔

جناب قدر تسبیغ وغیرہ درمیانی سے منکر ہو کر تاویلیں کیا کرتے ہیں ان تاویلوں کو لکھ کر طول نہ دوں گا۔ صرف اس کے جواز اور مطرد ہونے سے بحث کروں گا۔

قافیہ اس حرف یا حروف کو کہتے ہیں جو اواخر مصاریع یا آخر مصراع بیت میں یا بمنزلہ آخر مصراع بیت (تاکہ ردیف بھی شامل ہو جائے) ملیں مکرر لاتے ہیں مگر لفظاً یا معنیاً مختلف ہونا ضروری ہے۔ بمنزلہ آخر کی قید عربی میں نہیں کیونکہ اس کے یہاں ردیف نہیں ہوتی ہے۔ ردیف ایجاد ایرانیوں کی ہے۔

---

[1] مرغزار۔ [2] سبزہ زار [3] (ی) بدل کرہ؛ اضافت اور دوسری یائے بطنی یعنی اشباعی

اگر نظر وقت سے دیکھا جائے تو صرف مطابقت حرف روی اور حرکت توجیہ کا نام قافیہ ہے اور یہی کیونکہ جیا قبل روی والے اور جیا بعد والے ضروری نہیں قافیہ ان سے خالی بھی ہوتا ہے مگر روی اور توجیہ سے خالی نہیں۔

قواعد زبان جیسے قافیہ سر بانظر اور استعمال کو دیکھ کے بنائے گئے ہیں۔ جب کسی قاعدہ سے نہیں ہٹتے تو نادر اور شاذ کہنا پڑتا ہے۔ چنانچہ حرکت توجیہ کی مطابقت لازم ہے مگر جب حرف روی متحرک ہو جائے تو حرکت توجیہ کی بھی لازمی نہیں رہتی۔ جیسے سعدی کا شعر لازم است ــــ اور ہیزم است ، یا قوافی عنصری ۔ لشکر ، شادن جائز ہیں۔ یہ مستثنیات میں ہیں۔ ان کو صحیح بوجہ استعمال مان کر قاعدہ بنا لیا کہ روی متحرک کے ساتھ اختلاف توجیہ جائز

جب بحر مثمن مسمط چہار گوشہ ہوتی ہے تو اساتذہ اوس کو چار برابر حصوں پہ تقسیم کر کے رکن اول و سوم و پنجم و ہفتم کو صدر و ابتدا۔ اور ارکان دوم و چہارم و ششم و ہشتم کو عروض و ضرب قرار دے کر زحافات مخصوص صدر ابتدا ارکان اول و سوم و پنجم و ہفتم میں لاتے ہیں۔ اور زحافات مخصوص عروض و ضرب ارکان دوم و چہارم و ششم و ہشتم کو بمنزلہ عروض و ضرب قرار دے کر لاتے ہیں اس میں حشو میں ہوئی۔ فخر الزمان بدر چاچی ے

آں شاہد تب لرزہ دارد بر طالعش چوں سازو نزار

آتش شود بر خاک و غبار از تف می ریختہ

اس شعر کا وزن مستفعلن مستفعلان مستفعلن مستفعلان ہے۔ دوسرے مصراع کا چوتھا رکن مذال نہیں باقی مثل اول

دیکھو ازالہ درمیانی بھی ہے۔ اور عروض میں ازالہ بغیر لونِ عنہ بھی ہے۔ اور تین قافیے لرزہ دار۔ نزار۔ غبار جو قافیہ اصلی قصیدہ کے ہیں اصلی قوافی قصیدہ کے حمی۔ سودا۔ یا وغیرہ ہیں

قافیہ بھی تو اور خصوصاً ربیع کے ساتھ مخصوص ہے اور اوسے درمیان مصراع میں لاتے ہیں۔ تو پھر عروض کے احکام ان پر کیوں جاری نہ کئے جائیں۔

ناسخ —— یہ سامنا دل کا ہے اوس کے عالم کہ جس نے دیکھا ہوا وہ بیدم

قوافی درمیانی —— نیام تیغ قضا ہے مرہم۔ لقب ہے قاتل کی آستیں کا

پہلے مصراع کے رکن دوم اور چہارم میں اور شعر کے لحاظ سے مصراع دوم کے رکن دوم میں یا بیت کے لحاظ سے رکن ششم میں قوافی موجود ہیں حالانکہ قافیہ کی جگہ آخر مصراع ہے۔

بعض جگہ جناب قدس نے ازالہ درمیانی کو کن تاویلوں سے رفع کرتے ہیں اون کے لکھنے کی اس محل پہ ضرورت نہیں۔ کیونکہ یہ اندازِ بحث ہیں۔

تم نے جو مثالیں مخمس اور مسدس سے اختلاف اور ان مصاریع کی اپنے نزدیک پیش کیں۔ ایک بھی خلاف قاعدہ نہ یہ تمہارے مطلب کے مفید ہیں۔ اگر اختلاف اوزان ان مثالوں سے ثابت ہو جاتا تو میں خواہ مخواہ تم پہ کیوں دباؤ ڈالتا کہ استاد شعر کے دونوں مصرعوں یا پوری نظم کو متحد الاوزان اب بھی ہونا چاہیئے۔ میں ایسا ہٹ دھرم نہیں۔ بلکہ میں اپنے مسا

سے ہٹ کر اپنی غلط فہمی کی اصلاح کر لیتا کہ بیشک ایک بیت یا ایک نظم کے مصاریع مختلف الاوزان ہوتے ہیں۔ لیکن میں نے استدلال کے ساتھ بتا دیا کہ اس مسدس اور مخمس کے بھی مصاریع متحدالاوزان ہیں۔

تقطیع کے قواعد منضبط اور کمی میں منتھا۔ اتر مدہ "پوچھو" والا کسی نے نہیں لکھا۔ جب "پوچھتے" ہو تقطیع قواعد معینہ کے موافق ہوتی ہے اور "پوچھو" سے نہیں تو صرف "پوچھو ہو" قابل اعتراض ہے۔ اور "پوچھو ہو" کی بے قاعدگی میں پورے طور سے اوپر ثابت کر چکا ہوں۔

میری اس تحریر کے سب الفاظ کو محنت غور اور فکر سے پڑھنا چاہیئے کہ یہ لفظ کس غرض سے صرف کیا گیا۔ تب امید ہو سکتی ہے کہ حقیقت مسئلہ واضح ہو جائے سرسری نظر سے کام نہ چلے گا۔ دو ایک جگہ بعض الفاظ کی تشریح میں نے خود پر انگٹ کے اندر والی عبارت میں کر دی ہے۔

مسٹر ہیریٹ کی نسبت میں نے نہیں سنا۔ البتہ سید محمود الحسن صاحب ڈپٹی کمشنر (کلکٹر) مرحوم کی نسبت سننے میں آتا ہے کہ وہ مسٹر ساوے صاحب ریونیو منسٹر موجود کی جگہ پر رہے ہیں (اکتوبر میں)

خان بہادر جناب ہاشمی صاحب یہاں تشریف لائے ہیں۔

تمھارا گھر ہے جب جی چاہے آؤ۔

متین میاں یہاں ہیں۔ اور بادی علی واثق لاہور میں ملازم ہیں چھٹیوں میں کبھی کبھی آتے ہیں اور اپنے بھائی کی امداد کرتے ہیں کیونکہ متین میاں آمدنی سے بہرہ ور نہیں۔

جناب قمر نے "کا۔ کی۔ کے کی طرح۔ نا۔ نی۔ نے" کو بھی حروف اضافت بتایا ہے میں نے بہت فکر کی مگر میں کوئی مثال نہ پیدا کر سکا۔ اگر تمھیں معلوم ہو یا کسی واقف سے معلوم ہو سکے تو مجھے بتاؤ۔ میں نے "را۔ ری" اور "ارا۔ اری" کو البتہ حروف اضافت پایا ہے جیسے ہمارا۔ ہماری۔ تمھارا۔ تمھاری۔ اور "را" اور "ری" جیسے میرا اور تیری۔

مجھے ضرورت محسوس نہ ہوئی کہ اخبار دبدبۂ سکندری کو تلاش کر کے منگانا اور تمھارے لکھے ہوئے اشعار کی مطابقت کرتا۔ تم نے خود ضرور صحیح نقل کئے ہوں گے۔ مگر مدعی کتابت کی طرف تم کیوں غور کرتے کیونکہ تم کو تو وزن سے کام لینا تھا۔ اور تمھارے موافق غلطی طباعت ہی ہو سکتی ہے نہ جب۔

چوں کہ خدا داد بد (غلط) — چونکہ خدا داد بد (صحیح) اشباع حرف کاف بیان محتاج سند نہیں

بازنگی زنگ۔ باردمی روم (غلط) — بازنگیہ زنگ باردمیہ (صحیح) ہے

بہو اور بچوں کو ہم دونوں کی دعا کہو۔ والدعا

اولاد حسین شاداں

زنگیہ اور رومیہ میں سے کسی میں کوئی ری الفی (اشباعی) نہیں ہے بلکہ پہلی (ی) نسبتی اور دوسری یا (ی) وحدت یا تنکیر کی ہے۔

وقت تقطیع ساکن اور متحرک کرنے کے قواعد منضبط ہیں اس لئے تو پوچھا کہ بجائے حرکت دو اشباع کرنا اور پھر اشباع سے پیدا کئے ہوئے ساکن کو متحرک کرنا کس قاعدہ کی بنا پر ہے۔ مثلاً حرکت دینا یہی قاعدہ ہے کہ جب ایک لفظ میں تین ساکن جمع ہو جائیں تو تیسرے ساکن کو ساقط اور دوسرے کو متحرک کر دیتے ہیں اور اول کو بحال رکھتے ہیں۔

مسبغ اور مذال ہرگز ایک بیت میں جمع نہیں ہو سکتے۔ اگر پہلا مصرع مسبغ ہے تو دوسرا بھی مسبغ ہوگا۔ اگر مذال ہے تو دوسرا بھی مذال ہوگا۔ تسبیغ و مذال جمع کیسے ہوں۔ تسبیغ سبب کا زحاف ہے اور اذالہ وتد وغیرہ بلکہ ایک بیت میں جمع ہو سکتے ہیں۔ اذالہ فاعلن اور مستفعلن وغیرہ میں ہوتا ہے اور تسبیغ مفاعیلن اور فعولن میں۔

لفظ مشبع اور غیر مشبع کے تلفظ میں فرق ہوتا ہے جو مشبع کے آگے (ر) اور غیر مشبع کے آگے (ر) کا ہو۔ دونوں کا تلفظ الگ الگ کیجئے کریں بھی پورے ہیں اور وہ بھی پورے۔ اس سے معلوم ہوا کہ "پورے" مشبع ہوا تو یہاں پورے کا مشبع پور رہتا ہے۔ اس لئے مشبع نہ ہوا کہ حرکت کو سیر پڑھنے سے اشباع ہوتا ہے اور یہاں حرف بڑھا دیا جاتا ہے تو کیجئے پورے میں پہلا واو حرف تو تھا مگر حرف علت تھا اس لئے تلفظ ایک ساکن اور پڑھا جاتا ہے۔ کسی طرح سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ پورے مشبع پور کا نہیں ہو سکتا۔

(علامہ شاداں بلگرامی)
پروفیسر اورینٹل کالج لاہور

بنام محمد یوسف قیصر

جونا گڑھ — ۲۸، اگست [illegible]

صدیقی الفاضل، تحیۂ مسنون

عرصہ سے آپ کی خیر و عافیت نہیں معلوم ہوئی۔ امید کہ مزاج عالی بخیر ہوگا۔

ملک حبیب احمد خان صاحب جو آپ کی گورنمنٹ کے پنشن یافتہ ہیں ہمارے ہاں بعہدہ جنرل سیکرٹری ... مقرر ہوئے ہیں۔ ان کی ملاقات کے سلسلے میں آپ یاد آ گئے۔ نجد (بھوپال)[1] کے ساتھ "یاران نجد" کی یادآوری ایک بات تھی تو اس عرصہ میں آپ کی یاد بھی حافظہ سے کبھی محو نہیں ہوئی۔ تاہم کچھ مدت کے ٹوٹے ہوئے رشتہ مودت جوڑنے کے خیال سے پھر مراسلت کا آغاز کر رہا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ وقتاً فوقتاً اس سلسلہ کو جاری رکھ کر یہ لطف

[1] سابق ریاست بھوپال

سے بہرہ اندوز فرماتے رہیں گے۔
ممکن ہو تو اپنے مشاغل علمی سے مطلع فرمائیے گا۔
مہدی صاحب سے ملاقات ہو تو میرا سلام نیاز ان کی خدمت میں پہونچا دیجیے۔

نیاز کیش
اختر

بنام آغا اشہر لکھنوی

(۱)

لکھنؤ ۵ ستمبر (۱۹۳۱ء)

حبیب کرم زاد لطفہٗ

تسلیم۔ مدت ہوئی آپ نے میری خبر نہ لی۔ آپ کا مضمون دہلی اور اردو کا مستقبل کل نظر سے گزرا۔ معلوم ہوا کہ آپ نظم کی طرح نثر کے بھی طبیب حاذق ہیں۔ خوب لکھا اور بہت خوب لکھا۔ اب شعبان کے جلسے میں کیوں نہ تشریف لائے مزہ کیسا تھا اور کیا تھا۔ آغا صاحب محشر۔ میرے قصائد کا مجموعہ ان شاء اللہ ۱۰ شوال تک بالکل چھپ کر تیار ہو جائے گا۔ بتائیے کہ آپ کے ذریعے سے بھی شیعان فرخ آباد کچھ نسخے خرید کریں جس کی قیمت صرف ۶ ہوگی کاغذ لکھائی چھپائی سب اعلیٰ درجے کی۔ آپ سے اس کا بھی خواہاں ہوں کہ جب میں آپ کو روانہ کر دوں آپ صرف اس پر اخبار میں ریویو کریں فقط۔

نیاز مند محشر عفی عنہ

(۲)

۱۰ اپریل ۱۹۳ء

کرمی بندہ تسلیم! آپ کو معلوم ہو کہ دیوان پریس میں گیا۔ تقدیر کی کاپی بھی لکھی جا چکی۔ آپ نے دیباچہ کا کام اپنے ذمہ لیا ہے جس میں میری تالیف بھی ہوگی۔ کیا آپ کا امتحان ۱۹ اپریل سے ہوگا۔ غالباً امتحان بعد آپ اس کام کو ضرور شروع کریں۔ فقط۔

نیاز مند محشر عفی عنہ

(۳)

۱۲ اپریل (۱۹۳ء)

حبیبی زاد لطفہٗ

تسلیم۔ "صاحب دیوان ہونا مبارک" آپ کے اس محبتانہ جملے (سے) دفعتاً جو دل پر اثر ہوا ہے اور کو نہ جاتا ہے —— یہ جملہ نہ تھا بلکہ صفائے باطنی کی اصلی تصویر تھا۔ خدا آپ کو بھی میری زندگی ہی میں یہی دن نصیب کرے۔ آمین —— دہلی سے امتحان دے کر جب لکھنؤ واپس آئیے گا تو جس طرح اور جس کوشش سے ممکن ہو سکے مجھ

سے ضرور بھیجے گا ورنہ دیوان کے متعلق اکثر ضروری امور رہ جائیں گے۔ نیاز مند۔
محشر عفی عنہ

نوٹ: محشر کا دیوان "خورشید محشر" ۱۹۱۱ء میں شائع ہوا تھا۔ اس کا دیباچہ پروفیسر آغا اشہر لکھنوی نے لکھا ہے۔ یہ خط اس کی اشاعت کے بعد کا ہے۔ ادم سیتاپوری

بنام محوی لکھنوی

(۱)

۷۸۶

حامداً و مصلیاً و مسلماً

نوازندۂ احقر! سر تسلیم خم!!

نوازش نامہ صادر ہو کر باعث توضیح حالات ہوا۔ سبحان اللہ۔ کیا عجیب اتفاق حذبات ہے کہ آپ مجھے ایک اپنے کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرمائش کرتے ہیں۔ جس پر کاربند رہنا میرا اصولی ملتہائے نظر ہے۔ اور میں ہمیشہ اپنے احباب کرام سے یہی کیا کرتا ہوں۔ کہ وہ میرے لئے دعا کیا کریں۔ میں ان کے لئے دعا کیا کروں گا۔ فلہذا میری پُر محبت و اخلاص دعائیں قبول فرمائیے۔ خصوصی اوقات کی دعاؤں میں مجھے یاد فرمایا کریں۔ جواب میں التوا کی وجہ صرف یہ ہوئی کہ وظیفہ ازدواجی کی پہلی کوشش کے نتیجہ کا وقت قریب تھا۔ اس لئے یہ خیال کرتے ہوئے کہ ممکن ہے۔ اگر "ریذلٹ" (Result) برخوردار کی شکل بن جائے۔ تو آپ کو خوشخبری کے ساتھ یہ اطلاع بھی عرض کروں گا۔ کہ آپ کے تابعداروں کی فہرست میں ایک تابعدار کا اضافہ ہو۔ لیکن ؎

"اے بسا آرزو کہ خاک شدہ"

نہ صرف یہ کہ برخوردار والی تمنا ہی پوری نہیں ہوئی۔ بلکہ بچی پیدا ہوتے ہی راہیٔ ملک عدم ہوگئی۔ یعنی ؎
آئے بھی نہ تھی اور اُٹھالی بھی گئی

انا للہ و انا الیہ راجعون ؕ

خداوند حکیم آپ کے عزائم و مقاصد میں آپ کو بامراد کامیابی نصیب فرمائے۔ "جنوبی ہند" میں آپ کا معض کی خدمت کے لئے مقیم ہونا "پنجابی" رسائل کی خدمت سے بدرجہا اولیٰ بہتر و مفید ہے۔ خدا آپ کا حامی و ناصر ہو۔ آمین!!
تجاہلِ عارفانہ نے غضب کر دیا۔ کہ "محب عزیز مولوی صبغۃ اللہ صاحب شہید (رشید) نے خدا جانے کیا کیا کہا ہوگا؟

خضرؑ کیونکر بتائے کیا بتائے
اگر ماہی کہے دریا کہاں ہے؟

مولانا موصوف نے نہ تو اظہارِ محبت میں مبالغہ سے کام لیا ہے (اگرچہ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کہ وہ سا

بیان کے مالک ہیں) اور نہ ہی کچھ اور ایسی ان ہونی بات کہی۔ بلکہ سیدھے سادے الفاظ میں وہی کچھ کہا۔ جو کہ وہاں دیکھا۔ سنا اور پیش آیا۔ مثلاً یہاں ان کو آپ کی مہمان نوازی۔ دوست پروری۔ احباب داری اور وسعت قلبی کا اعتراف ہے۔ وہاں وہ اس بارے میں شکوہ سنج بھی ہیں کہ آپ نے ان کا مسلسل تعاقب کیا۔ متواتر التجاؤں کے علاوہ مولوی صاحب عبدالرزاق[1] کی دلی سفارش کو بھی ٹھکراتے ہوئے انتہائی بخل سے کام لیا۔ اور گھر کا موجود ناشتہ اس سے چھپا لیا۔ اور اس خواہ مخواہ بے جا سے کو ہدایت کیا ہے بینات مولوی عبدالرزاق صاحب کی قیادت میں نصف رات تک در کی ٹھوکریں کھانا پڑیں۔ اگر آپ دیگر تعظیم اشارات فرمانیوں سے ساتھ اس ایک اور صرف ایک اشارہ کو نظر انداز کر دیتے۔ تو سونے پہ سہاگے کا کام کرتا۔ اور ان حضرت کو گلہ کا موقعہ بھی نہ ملتا کہ

تمہارا پردہ رہ جاتا نہیں دیدار ہو جاتا

حضرت محوی صاحب! واللہ جب اس قصہ کو دہراتے ہیں۔ تو بار بار آپ سے بالکل کم نہیں ہوتا۔ عام ہو آ جاتے ہیں کہ تو بہ ہی بھلی۔ اگر چند لفظوں نے ملے زبان پر تھوڑے لیے تو یہ نوبت پیدا ہوئی۔ اور ان شعروں کے انبار کے ساتھ ساتھ پہلے کیوں نہ لیے جاتے۔ اب کاش وہ تذکرہ میں ہوتا۔ تو یقیناً اس کو احسن طریقہ پہ سلجھا دیتا۔ لیکن اب بھی میں آپ کا دلی شاکی ہوں۔ کہ وہ دفعتاً یہ کیا ہو۔ بعد ایسے موقعوں کا جو ملتا ہے پر جانے پر تو ہوتا۔ اس وقت بھی نزدیک نہیں کچھ غور نہاں کر رہے ہیں۔ مگر پردہ [illegible] وہ بڑے رہیں گے۔ ہم سنتے رہ کرتے جائیں گے۔

میرے دل کی بات میں آپ کی تعریف تو جیسے مشغلہ آپ کا حسن ظن ہے وغیرہ وغیرہ [illegible] من آنم کہ من دانم اگر مکتوب نصف الملاقات شائع ہو چکا ہو گا یا ہونے والا ہو گا۔ خدا آپ کو اپنے مشن میں دلی تمنا کے مطابق پوری کامیابی نصیب فرمائے۔ اور دوستوں پر نوازشات کریمانہ کی اس سے بھی زیادہ توفیق عنایت فرمائے۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

آخر میں میں اپنی ساری تمنا اور قطعی طور پر امن کا یقین دلاتے ہوئے رخصت چاہتا ہوں۔ بیگم صاحبہ کے لیے بالا دو سلام

دربند باسنت اسپ ضلع جزیرہ ڈاکخانہ پریاں —— آپ کا

۲۲ اپریل ۱۹۳۷ء —— [illegible]

(۲)

فغاں از تن نعساں نے تصرف

زنو دیکھ بازیچہ شدہ سازند

مکرمی علامہ محوی صاحب قبلہ سلامت

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! مزاج گرامی۔ عرصہ سے کوائف سے آں عالی سے بے خبر رکھا ہوا ہوں۔ سخت افسوس ہے کہ

---

[1] مولانا عبدالرزاق مصنف البرامکہ

آپ جیسا دوست بال مہربان اتنے طویل عرصہ میں اپنے ایک تابعدار سے اس طرح لاپرواہی و خاموشی اختیار کرے۔ نیازمند نے نیاز نامہ عرض خدمت کیا تھا جس کا اس وقت تک کوئی جواب موصول نہیں۔ معلوم نہیں باعث خیر ہو ؟

آپ کا پتہ کاغذات میں ادل بدل ہو گیا تھا۔ آج دل پہ آپ کی یاد اس طرح تازہ ہوئی کہ جس کی بابت کیا عرض۔ تمام کاغذات کی تلاش کرتا رہا۔ قریباً دو ہفتہ کی مسلسل کوشش و تلاش سے آپ کا پتہ دستیاب ہوا جس پر رب العزت میں شکریہ ادا کیا گیا۔ لہٰذا نیاز نامہ ہذا دوسال خدمت اقدس کرکے متمنی ہوں کہ ازراہ نوازش اپنے اخلاق کریمانہ کے حالات خیریت و کاربار لائقہ سے مطلع فرما کر مشکور و ممنون فرما دیں۔ نیازمند کی طرح مولٰنا صبغتہ اللہ (شہیدا) بھی آر کل سندھ میں۔ خدا جانے آپ ان کے گلہ کو کس طرح ٹیکائیں گے۔ تمام موسم گرما حضور نواب صاحب بہادر والے امب شریف ہمراہ تقریباً سفر میں گذارا ہے۔ نیاز نامہ ہذا بھی آپ کو "کیمپ شیر گڈھ" (ریاست امب) سے لکھ رہا ہوں۔ ایک ہفتہ انشاء اللہ العزیز دربند چلے جاویں گے۔ اس لئے آپ مجھے دربند کے پتہ پر ہی نوازش نامہ عافیت و دیگر حالات تحریر سرفراز فرما دیں۔ والسلام و نیاز۔

(میرا مستقل پتہ یہ ہے) شاید آپ کو یاد بھی ہوگا : دربند۔ ریاست امب۔ ضلع ہزارہ ڈاکخانہ کربیاں۔ صوبہ سرحد۔

شیر گڈھ ۱۰ اکتوبر ۱۹۳۷ء — "آپ کا تابعدار" شیر جنگ

بنام نادم سیتاپوری

(۱)

راز یزدانی

محفوظ ولا۔ بازار ملا ظریف۔ رام پور۔ یو پی

معظمی و محترمی۔ آداب و نیاز

رام پور کے نیازمندان ادب اردو نے عرشی صاحب (مولانا امتیاز علی خاں) کی ساٹھویں سالگرہ کے مبارک موقع خدمت میں ایک یادگار کتاب پیش کرنا طے کیا ہے موضوعات حسب ذیل ہوں گے[1]:

۱۔ تنقید و تحقیق پر علمی مقالے۔
۲۔ عرشی صاحب کی شخصیت اور ان کا فن۔
۳۔ عرشی صاحب کے خطوط۔

ہم "نیازمندان رام پور" کی ذاتی خواہش ہے کہ اس کتاب کو آپ کا تعاون حاصل ہو تا کہ اس کی قدر و قیمت میں اضافہ

---

[1] اس کتاب کے لئے مضمون لکھ کر راز یزدانی کو بھیج دیا تھا اور مولانا عرشی کے اصل خطوط بھی۔ مگر راز یزدانی کی اچانک موت نے منصوبہ کو خاک میں ملا دیا۔ سنا ہے کہ اس کتاب کی تکمیل کے لئے جناب مالک رام کا تعاون حاصل کیا گیا ہے۔ نادم سیتاپوری۔

کیا آپ ہماری اس خواہش کا کوئی احترام کر کے ہمیں شکر گذاری کا موقع دیں گے۔

توقع ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہو گا۔ فقط   جواب کا منتظر

۱۸۔ ۹۔ ۶۲   راز یزدانی بقلمہ

(۲)

محفوظ، بازار ملا ظریف، رام پور۔ یو پی   ۲۵۔ ۹۔ ۶۲

جناب محترم تسلیم و نیاز۔ کل آپ کا جواب ملا۔ آپ کی درخواست[1] مجھ کو تائید ہوا۔ ذاکر صاحب کا نام جلسہ کو پریزائیڈ کرنے کے لیے اسٹ پر آچکا تھا۔ عرشی صاحب[2] کے خطوط اس دوران میں مجھے بھیج دیجیے کہ آپ کو واپس کر دیے جائیں گے یا زیادہ بہتر نقلیں ہوں گی جن کی واپسی کا سوال نہ ہو۔ مگر آپ کو زحمت زیادہ ہوگی ہاں یہ بھی بتلائیے کہ ذاکر صاحب آپ۔ ۴۳۳۸۵ ۷۸۷ کریں گے تو کامیابی کا کیا یقین آپ کے ساتھ ہو گا۔

توقع ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہو گا۔ والسلام

مقالے[3] کے لئے موضوع آپ کو ۴۔ ۵ دن کے بعد بھیجوں گا۔   نیاز مند

راز یزدانی بقلمہ

بنام قیصر بھوپالی

(۱)

چھاؤنی بھوپال   ۔ اکتوبر ۳۲ء

محترم بھائی مولوی یوسف قیصر مدیر و سرپرست جریدہ عالی "رہبر وطن" بھوپال

آپ نے جریدہ محترم "رہبر وطن" کی تازہ اشاعت میں مجھ ناچیز کے لئے جن گرامی پایہ اور حوصلہ افزا جذبات کا اظہار فرمایا ہے، وہ آپ کے اونچی لائق احترام و شکر جذبات کا ایک عکس ہے، جن کے اثر سے اب باشندگان بھوپال اور متعلقات بھوپال کی ذہنی و ضروری خدمات طویل عرصہ سے انجام دے رہے ہیں در حقیقت آپ کے پندار اور نتیجہ خیز خدمات میری ناچیز تحریروں سے بہت بلند اور نفع بخش ہیں اور آپ کی خدمات اور جذبات کی قدامت اور عالی ظرفی بھی ہے جو آپ نے مجھ ایسے ننگ وطن خادم کے لئے اتنے بلند الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ "جریدہ وطن" کے مالک و مخدوم حضرت عالی ڈاکٹر دوست محمد خاں صاحب کے

---

[1] ایک ادبی جلسہ کی صدارت کے لئے یزدانی مرحوم نے مشورہ طلب کیا تھا، میں نے ڈاکٹر ذاکر حسین خاں (نائب صدر جمہوریہ ہند) کا نام تجویز کیا تھا۔

[2] مولانا امتیاز علی خاں عرشی رام پوری۔

[3] مولانا عرشی کی "جوبلی" منانے کے سلسلے میں یزدانی مرحوم مولانا پر ایک کتاب ترتیب دے رہے تھے۔ اس سلسلے میں ایک مقالہ لکھنے کی خدمت میرے سپرد بھی کی۔   نادم سیتاپوری

لئے بھی سراپا سپاس ہوں جن کا جذبۂ قدر شناسی دوسروں سے بندگانِ خدا کی طرح میرے لئے بھی بے قید و شرط وقت و زمانہ ہے۔ فقط۔

ملّا رموزی

(۲)

بنام علّامہ محوی لکھنوی

بھوپال ۲۳ اگست ۱۹۴۱ء

قبلہ و کعبہ سلامت!

آپ کے مدراس میں اگر کوئی مسلمان نجومی یا جفّار ہو تو براہِ کرم اس کا پتہ عنایت فرمادیجئے شدید ضرورت ہے آپ کے حلقۂ احباب میں ضرور کوئی صاحب ایسے نجومی کا پتہ جانتے ہوں گے۔

خادم ملّا رموزی

بنام مولوی مفتی حافظ سید فخر الحسن صاحب خیرآبادی مرحوم

برخوردار نورِ چشم زاد عمرہٗ و فضلہٗ

بعد دعا آنکہ عرصہ ہوا میں نے برخوردار کو خط نہیں لکھا فرصت بہت کم رہی اور پریشانی کا ہجوم معلوم ہوا برخوردار نے قیام سیتاپور پسند کیا مقام کی ضرورت اس کی مقتضی ہوگی مگر خیرآباد ویران ہو گیا مدرسہ کی آبادی کا بھی خیال رکھنا ضروری ہے۔ برخوردار کی سعادت برخوردار کی محبت اقتضا کرتی رہتی ہے کہ برخوردار کی خیریت دریافت کرتا رہوں ورنہ خیرآباد میں کوئی سلسلہ ایسا نہیں کہ اس کا خیال بھی ہو میں ۱۳۳۳ہجری ربیع الثانی میں خیرآباد سے حیدرآباد آیا دو برس ہوگئے مصارف زائد ہے اور آمدنی کچھ نہیں اس وجہ سے زیر باری اور قرضداری بہت ہوگئی ۷ ماہ سے وظیفہ جاری ہے ۵۶ روپے وظیفہ ہوا پچھلی رقم جو ملی وہ قرضہ میں گئی ۵۶ روپے وظیفے مصارف کو کافی نہ تھے بعد اجرائے وظیفہ بھی مصارف کی تکمیل قرضہ سے کرنا پڑی ۴ ماہ سے علاوہ کہ درگیری میں منجانب سرکار وکیل مقرر ہو گیا ہوں خدا کا شکر ہے کہ ۱۱۶ وظیفے کے اور ماہانہ ۱۵۰ سرکاری وکالت کے جملہ ۲۱۰ روپے ملتے ہیں گذر کو کافی ہیں مگر ایک بڑا حصہ قرض میں دیا جاتا ہے اور بچوں کی تعلیم میں اس وجہ سے کسی قدر ضرورت سے قطع نظر کرلی جاتی ہے بہرحال خدا کا شکر ہے حسام و مبین زیرِ تعلیم ہیں دونوں بچوں کی فکر ہے کہ روپیہ کمانے کے قابل ہو جاویں برخوردار اپنی خیریت سے اطلاع دیں وہ کبھی کبھی اطلاع دیتے رہیں سب بچوں کو دعا حسام و مبین آداب عرض کرتے ہیں۔

محمد جعفر خیرآبادی

از حیدرآباد دکن افضل گنج قریب ڈاکخانہ انگریزی

وکیل سرکارِ عالی علاقہ کروڑ گیری

نواب بہادر یار جنگ

زیرِ نظر مکاتیب وہ ہیں، جو قائدِ ملت علیہ الرحمہ نے بلادِ اسلامیہ کے دوران سفر میں لکھے تھے اور جو مولوی سید یوسف صاحب تصور کے پاس محفوظ تھے۔ تصور صاحب کے تعلقات قائدِ ملت علیہ الرحمہ کے ساتھ بہت دیرینہ اور انتہائی مخلصانہ تھے اور اہم ترین معاملات میں قائدِ ملت آپ سے مشاورت میں دریغ نہ فرماتے تھے۔ ان مکتوبات میں بھی قائدِ ملت نے تصور صاحب کے ذریعے اپنے تمام احباب کو مخاطب فرمایا ہے۔ ان مکاتیب کے ذریعے قائدِ ملت نے اپنے مخصوص انداز میں اپنے احباب کے سامنے مختلف مقامات، حالات اور شخصیتوں کا ایک اچھا اور نہایت واضح خاکہ کھینچا ہے۔ اسی لئے ان خطوط کو ایک تاریخی حیثیت دی جا سکتی ہے۔

سید اللہ بخش (سکریٹری قائدِ ملت علیہ الرحمہ)
یکم آذر ۱۳۵۵ف

(۱)

بیت المقدس، روز پنجشنبہ - ۱۰ جون ۱۹۳۲ء

السلام علیکم و رحمۃ اللہ

الحمد اللہ خیریت سے ہوں۔ بواسیر نہیں ستا رہی ہے لیکن داد ابھی پریشان کر رہی ہے معلوم ہوتا ہے خون کچھ خراب ہو گیا ہے۔ بغل میں ایک دو چھوٹی پھنسیاں بھی ہو گئیں ہیں۔ میرا پروگرام جو بلدہ سے میں مرتب ہوا تھا وہ تو یہ تھا کہ حج و زیارت حرمین سے فارغ ہو کر مصر جاؤں گا اور وہاں سے بیت المقدس۔ یہی سیدھا راستہ بھی تھا۔ لیکن کچھ تو مشیت کو منظور نہ تھا اور کچھ مصریوں کی عجیب و غریب سیاست جس کا ذکر بعد واپسی تفصیل سے کروں گا اور لکھوں گا بھی۔ غرض مصری حکومت نے ایک قانون یہ بنا رکھا ہے کہ جو شخص حج کرے وہ حجاز سے براہِ راست مصر نہ آ جائے اور نہ مدد مصر میں داخل ہو۔ مجبوراً بیروت کا ٹکٹ لینا پڑا۔ جہاز بلاق تنے بھی بہت ستایا۔ جدہ پر ہم کو سوار کرنے کے بعد حاجیوں کے انتظار میں دو روز ٹھہرا رہا اور اس طرح ینبوع پر مدینہ سے واپس ہونے والے شامی حاجیوں کا دو روز انتظار رہا۔ طور کے قرنطینہ میں ڈاکٹر صاحب نے دو روز ڈھور ڈنگر اور مرغیوں کی طرح ایک ڈربے میں بند رکھا۔ سویز اور پورٹ سعید پر جہاز ٹھہرا لیکن جن سے ادائے فریضہ حج کا قصور سرزد ہوا تھا وہ اترنے کا خیال بھی دل میں نہیں لا سکتے تھے۔ بحرِ متوسط میں تموج تھا۔ جہاز رینگنے لگا اور جدے سے روانگی کے بارھویں روز بیروت پہنچے یہاں پر ہم کو نہلایا اور ہمارے سامان کو بھپارہ دیا گیا۔ ایک روز قرنطینہ میں بھی ٹھہرنا پڑا اور دوسرے روز آزادی نصیب ہوئی۔ بیروت میں لوکندہ (ہوٹل) القصر الملکی میں مقیم ہوتے۔ دو روز بیروت کی سیر کی۔ جو شام کی سب سے بڑی بندرگاہ ہے۔ مغربی تمدن سے پوری بہرہ اندوز چوڑی اور کشادہ سیمنٹ کی سڑکیں۔ اونچے اونچے مغربی وضع کے چار چار منزلہ مکان ہر قدم پر ہوٹل سجے ہوتے۔ دکان اخبارات کی کثرت وغیرہ وغیرہ جس کو

تفصیل بعد واپسی بیان ہوگی۔ قدرت نے بیروت بلکہ شام کو اپنی فیاضیوں سے مناظر و سرسبزی سے مالا مال کر دیا ہے۔ نہریں بہتی ہیں آبشار گرتے ہیں۔ میوے اُگتے ہیں اور صنوبر سے گھری ہوئی پہاڑیوں کو صرف دیکھ کر جسم میں خون بڑھنے لگتا ہے امریکن مشن کی عظیم الشان یونیورسٹی دیکھی جو ترقی کرنے والوں کا بہترین کارنامہ اور خواب غفلت کے متوالوں کے لئے تازیانۂ عبرت ہے۔ گزشتہ ہفتے کو موٹر پر بیروت سے بیت المقدس چلے۔ صبح نکلے تھے شام کو پہنچ گئے۔ درمیانی فاصلہ ۲۵۰ میل سے زیادہ ہے۔ سیمنٹ کی پختہ سڑک کھیتوں کے درمیان باغات کے کنارے سمندر کے سواحل، چٹیل میدان پہاڑوں کی چوٹیوں، دامنوں اور وادیوں اور یہودی نو آبادیوں کے قریب سے گزرتی ہے۔ مناظر قابل دید اور ناممکن البیان۔ انبیا کی اس سرزمین پر پہنچے آج پانچواں دن ہے۔ بوڑھے ابراہیمؑ کے وعظ داؤدؑ کے نغمے اور یعقوبؑ فرزند گم کردہ کی آہ و زاری کانوں میں گونجتی ہے۔ اشوریوں کا ظلم، مصریوں کا قتل عام، رومیوں کا جلال و جبروت، مسلمانوں کی رواداری اور حسن سلوک ہر قدم پر نظر آ رہا ہے۔ سلیمانؑ کی عظمت (CITY OF DAVID) داؤدؑ کے شہر کے ہر ایک پتھر سے ظاہر ہو رہی ہے۔ غرض آنکھیں دیکھ رہی ہیں۔ کان سن رہے ہیں۔ قلم سوچ رہا ہے اور ہاتھ لکھ رہے ہیں۔ بعد واپسی انشاء اللہ یہ سب واقعات سناؤں گا اور اگر آپ کے دل میں درد ہے تو اپنے ساتھ آپ کو بھی رلاؤں گا۔ یہ سن کر تعجب ہوگا کہ یہاں قدس میں جاتے گرمی کے ایسی سردی ہے جیسی ہمارے یہاں آزرودے میں ہوتی ہے۔ میرے ساتھ گرم کپڑے نہ تھے خریدنے پڑے۔ دو تین دن یہاں اور رہوں اور بیت المقدس کی خاک چھان رہا ہوں۔ حضرت ابراہیمؑ اسحاقؑ، یعقوبؑ، داؤدؑ، سیدہ اور یوسفؑ کی زیارت کا شرف حاصل ہو چکا ہے۔ آج حضرت موسیٰؑ اور دوسرے انبیا کی بارگاہ پر حاضر ہوں گا۔ اور اگر مل گئے جا با تو دو تین روز لا مصر کا قصد کروں گا۔ ممکن ہے مولانا سید شہاب الدین صاحب اور حاجی محمد علی خاں صاحب وغیرہ کا ساتھ یہاں سے چھوٹ جاتے اور وہ شام عراق کا قصد کریں۔ وہ میرے ساتھ مصر اور استانبول نہیں آنا چاہتے ہیں۔ والسلام۔

دور از وطن بہادر یار جنگ

(۲)

قسطنطنیہ ۱۹ جولائی ۱۹۳۱ء یکشنبہ

برادران عزیز و محبان مکرم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ غالباً مصر سے میں نے اپنا ایک عام خط لکھا تھا۔ جس سے بھائیوں کو میرے سفر کی مختصر معلومات ہوئی۔ مصر سے قدس واپس آیا۔ دو روز رہ کر لبنان کی پہاڑیوں پر چڑھ گیا اور وہاں قدرت کی گلکاریوں کے نظارے دیکھے۔ پھر دمشق آیا۔ سلاطین بنی امیہ کا پائے تخت انبیا علیہم السلام کا مسکن صحابائے رسول کا میدان جنگ، قتل حسینؓ کے منصوبوں کا مرکز وہ جگہ جہاں پہنچ کر خلافت رسول سلطنت سے بدل گئی۔ حضرت بلال حبشیؓ حضرت ابی ابن کعبؓ، حضرت زینب بنت فاطمہؓ، حضرت امیر معاویہؓ حضرت عبیداللہ ابن الجراح، حضرت سعد ابی وقاص، حضرت ام سلمہ و ام حبیبہؓ (ازواج رسول) حضرت صہیب رومیؓ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؓ حضرت محمد ابن حنفیہؓ وغیرہ وغیرہ کی زیارت اور ہز ہائینس امیر سعید بن علی الجزائری، شیخ تاج الدین رئیس الوزراء محمد علی بک ابن عابد پاشا مولانا بدر الدین محدث دمشق شیخ عبد الرحیم مشائخ سلسلہ شاذلیہ وغیرہ وغیرہ اکابر و علما کی ملاقات سے مستفید ہوا۔ دعوتیں کھائیں۔ دمشق کی نہروں کے کنارے شربت کے دور اڑا کر موفوے کے کنارے آب ارکن باد اور گلگشت مصلی کی ہنسی اڑائی۔ مسلمانوں کی تیرہ سو سالہ راجدھانی پر فرانسیسیوں کا غلبہ دیکھ کر دو آنسو بہاتے ہوئے سلا

صلاح الدین ایوبی کی قبر پر گئے اور رو رو کر پوچھا کہ کیا یہی زمین ہے جس کے لئے تم نے خون کی ندیاں بہائی تھیں؟ سارے یورپ کے متفقہ سیلاب کا انگلستان، فرانس، جرمنی اور اٹلی کی متحدہ فوجوں کا تن تنہا مقابلہ کیا تھا؟ کیا یہ اعتقاد غلط ہے کہ روحیں سنتی اور پہچانتی ہیں۔ اگر سنتی اور جانتی ہیں تو کیا بیت المقدس کو یہودیوں کا وطن اور شام کو فرانسیسیوں کی آماجگاہ دیکھ کر عرش کے کنگوروں سے وہ مل سکتی ہیں؟ کانوں نے کچھ سنا نہ، وسیع کیا قلب نے کچھ محسوس کیا، آواز شاید یہی تھی کہ ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتیٰ یغیروا ما بانفسھم

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی　　نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

بعلبک کے دو ہزار برس قبل والے رومی آثار دیکھے اور ان کھنڈروں میں اللہ سے ہو کر فانظروا کیف کان عاقبۃ الذین من قبلکم کی تعمیل کا اعلان کر دیا لیکن دل نے کیا حاصل کیا اور باہر آنے کے بعد کتنا باقی رہا اس کی کچھ نہ پوچھئے۔ "حمص" بہت قدیم شہر ہے۔ اس کے مسلمانوں کی دینداری دیکھ کر دل سے دعا نکلی کہ خدا ان کی چھاؤں ساری دنیا کے مسلمانوں پر ڈالے۔ ان کی عادت استعمال کیا ہے ہم حماد کے مسلمانوں نے دعوت بھی دی تھی لیکن نہ ٹھہر سکا۔ حلب جس کا نام ہندوستان اور خصوصاً حیدرآباد کی سلطان حلبی آئینہ (یہ شاید باہمی) کی نسبت سے جانتے ہیں عربی ممالک کے شمال میں مشرق و مغرب کا اتصالی مقام ہے۔ یہاں پہنچ کر ہندوستان کی گرمیوں کا لطف آنے لگا تین دن ٹھہرا۔ امیر مختم ایک زبردست شیخ قبائل عرب جو اپنے قبائل پر تیمور و چنگیز کے اختیارات آج بھی رکھتے ہیں۔ ہمارے ہم ہوٹل تھے۔ بنی بیک والی حلب عبدالجلیل الدار مدیر الاوقاف، ڈاکٹر عبدالرحمن الکیالی، عبدالغنا و الاسیس وغیرہ سے ملاقاتیں ہوئیں جب ۱۵ جولائی کو حلب سے چلے ہیں تو ان سب نے اسٹیشن پر پہنچایا۔ حلب سے قسطنطنیہ تک ہر دو سرے روز ریل چلتی ہے جو دو رات ایک دن مسلسل چل کر استنبول پہنچا دیتی ہے ہمارا پاس سیکنڈ کلاس ریل کا اور فرسٹ کلاس سلیپنگ کار کا اور صبح و شام دوپہر کے کھانے کا ٹکٹ یکدم تھا۔ ٹامس کوک کے پاس سے تقریباً ایک سو کلدار میں خریدا اور دو رات سونے اور ایک دن جاگتے، ایشیائے کوچک کے قدرتی مناظر کا لطف اٹھاتے پرانے ترکی کی نئی تہذیب کی بہاریں دیکھتے جمعہ کے دن ٹھیک اس وقت جب حیدرآباد میں پرانی حویلی کی توپ چلتی ہے قسطنطنیہ پہنچ گئے۔ اس استنبول میں پہنچ گئے جس کی فتح کے لئے دس دفعہ عربوں نے اور سات دفعہ ترکوں نے حملے کئے جس کی دیواروں کے نیچے صحابۂ رسولؐ حضرت ابو ایوب انصاریؓ دفن کر کے اپنے آئندہ قبضہ کرنے کا اعلان کر گئے تھے۔ جس کو قسطنطین اعظم نے ٹی والے روم کے مقابلے میں تعمیر کیا تھا اور جس کو محمد فاتح نے پندرھویں صدی عیسوی میں فتح کیا جس کے قصر یلدز اور باغیچہ میں بیٹھ کر عبدالحمید ثانی پان اسلامیزم کے منصوبے سوچا کرتا تھا۔ اور جس کے قصر یلدز سے جمہوریہ ترکیہ نے اعلان کیا کہ حکومت کا کوئی مذہب نہیں ہے اور جس کا تیسرا قصر سلاطین آل عثمان کے آثار و جواہر کی نمائش گاہ بنا ہوا ہے جس کی مسجد آیا صوفیہ مسلمانوں کی عظمت کی گواہ اور اس کے مینارے ان کی رفعت شان کے شاہد ہیں۔ معاف کیجئے آپ کا بہت وقت لے لیا۔ غرض استنبول کے یورپ والے جانب پیرا کے ایک سب سے بڑے ہوٹل پیرا پلاس میں ہوں۔ ماندو رخاں کل شاید یہاں پہنچیں گے اور مجھ سے ملیں گے کچھ دن میرے ساتھ رہیں گے انہوں نے مجھے بہت کچھ لکھا تھا کہ اس سفر میں یورپ بھی جاؤں لیکن میں نے انکار کر دیا تھا۔ کل شام کو دریائے باسفورس اور بحر مرمرہ کے مغربی کنارے پر کھڑے ہوتے خیال آیا کہ کس کی مجال سخن ہے کہ یہ کہے کہ میں نے یورپ کا سفر نہیں کیا۔ یا تو اسے قسطنطنیہ کو یورپ سے خارج کرنا پڑے گا یا ماننا پڑے گا کہ میں یورپ کا سیاح بھی ہوں اور سچ پوچھئے تو یورپ کے دوسرے شہروں سے قسطنطنیہ میں فرق بھی کیا ہے۔ اب تک میں نے سوائے مساجد کے بلند میناروں اور سلاطین آل عثمان کے کھنڈروں کے استنبول میں مشرقیت کی کوئی

علامت نہیں پائی ہے۔ میری ترکی ٹوپی ترکی کے دارالسلطنت میں ترکوں کی نگاہوں میں ایک تماشا بنی ہوتی ہے۔ ہر راستہ چلنے والا اور چلنے والوں کی بہ نسبت بازاروں میں کثرت ہے) حیرت کی نگاہوں سے دیکھنے یا دیکھتا ہے کہ یہ مجرم تعزیری استنبول کی گلیوں اور سڑکوں پر اس آزادی سے کیسے چلتا پھرتا ہے (کیونکہ سلطنت ترکیہ جمہوریہ میں ترکی ٹوپی پہننا تین ماہ کی قید کو اپنے اوپر لازمی کر لینا ہے) اب استنبول میں دو دن ہو تے ہیں کوشش کر رہا ہوں کہ ترکوں کے متعلق صحیح اور مفصل معلومات لے کر آؤں۔ انشاء اللہ مصطفیٰ کمال پاشا اور وزراء سے ملاقات کے اسباب پیدا ہو جائیں گے۔

نوٹ۔۔۔ یہ پرچہ تمام احباب و پرسان حال کی خدمت میں پہنچا دیا جاتے اور پھر دیکھنے والا جب میرے دوسرے عنایت فرما سے ملے تو میرا سلام پہنچا دے۔ اگر ربیع الاول کی مجالس میلاد کسی سے خالی نظر آئیں تو اس کی بصحت وعافیت واپسی کی دعا کر لیجئے۔ والسلام

بہادر یار جنگ۔

(۴)

استانبول یکم ستمبر ۱۹۳۱ء روز جمعہ

برادران عزیز محبان محترم دامت محبتکم و زادت مودتکم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ دو ہفتے سے خلفاء آل عثمان کے پایہ تخت[1] میں ہوں۔ جواب صرف استنبول ہے۔ مصر و شام کی مختصر کیفیت لکھ دی تھی۔ ترکی کی مجمل حالت بھی سن لیجئے اور تفصیل کے لئے میری واپسی کا انتظار فرمائیے۔ وہ سلطنت جس کے حدود مشرق میں خلیج فارس اور دریائے سندھ، شمال میں قفقاز و روس، جنوب میں بحر احمر و مصر اور شمال میں اسٹریا و فرانس ہوا کرتے تھے اب وہ دنیا کے نقشے پر صرف ایشیائے کوچک پر ترکی جمہوریہ کے نام سے باقی ہے۔ بیسویں صدی کی ابتدا اور انیسویں صدی کے اواخر میں ان نے کچھ تو اپنے لئے اور کچھ صرف دوسروں کی محبت میں جو لڑائیاں لڑیں اس نے دست و پا شل کر دیئے ہیں۔

اقتصادی، معاشی اور فوجی ہر حالت کمزور ہے لیکن طبیب اپنی کوششوں میں مشغول ہیں اور توقع ہے کہ تھوڑے دنوں میں ستیاناس کر کے جسم ترکی کو کچھ آراستہ کر دیں گے۔ آپ ترکی کے ذہنی انقلابات کے متعلق جو کچھ سنا کرتے تھے۔ اس کا بڑا حصہ صحیح اور کچھ غلط۔ موجودہ ترکی نسل کا بڑا حصہ مسلمان ہے لیکن آئندہ نسل کے اسلام کی کچھ زیادہ توقع نہیں کیونکہ حکومت نے مدارس سے دینی تعلیم اٹھا دی۔ قانون بدل دیا اور متروکہ و وراثت کی تقسیم تک میں سوئیزرلینڈ کے قانون کی اتباع شروع کر دی ہے۔ مذہبی کتب عربی و فارسی رسم الخط اور نوجوان ترکی اپنی زبان لاطینی حروف میں لکھ رہا ہے اور کوئی انتظام نہیں ہے کہ مذہبی کتب کو لاطینی خط میں تبدیل کیا جاتے۔ ترکی حکومت اعلان کر دیا ہے کہ اس کا کوئی مذہب نہیں ہے لیکن اس کے باوجود ابھی ترکی میں مذہب کو دوست رکھنے والوں کی کثرت ہے۔ میرے نوجوان عماد الدین نے کل بڑی مزے کی بات کہی کہ ترکی، انقلاب کے ایک طوفان میں بغیر سوچے سمجھے بہی چلی جا رہی ہے لیکن جب کبھی مخالف ایک جھونکا بھی چلے گا۔ اندیشہ ہے کہ رد عمل کہیں اس سے زیادہ خطرناک نہ ہو۔

قسطنطنیہ عجیب و غریب تاریخی مقام ہے۔ اپنے محل وقوع کے اعتبار سے بے نظیر خوبصورت مناظر اور فرحت بخش ہوا اس کو قدرت نے عطا کیں ہیں میں نے اس کو مخاطب کر کے چند شعر کہے ہیں ان میں سے تین چار نیچے لکھ دیتا ہوں۔

---

[1] کذا بجائے "پائے تخت"

میزبانی جس نے کی تھی سرورِ کونین کی — تیری دیواروں کے نیچے ہے وہ تیرا میہماں

اس شعر میں حضرت ابو ایوب انصاریؓ کی طرف اشارہ ہے جن کا مزارِ اقدس رومیوں کی قدیم دیوار کے قریب واقع ہے جو گولڈن ہارن سے بحرِ مارمورہ تک فصیل کے طور پر انہوں نے اٹھائی تھی۔

گود میں پل کر بڑھا تو شاہِ قسطنطین کے — تجھ میں پوشیدہ ہے بیزنطینیوں کی داستاں

تیری رفعت کا پتہ دیتے ہیں مینارے ترے — اور تیری مسجدیں ہیں تیری عظمت کا نشاں

وہ سبزہ ہے جن میں آدم آ کے جنت بھول جائے — اور وہ چشمے کہ ہو تسنیم و کوثر کا گماں

ہاں نہ بھولیں گے نہ بھولیں گے نہ بھولیں گے کبھی — وہ جبال سبز پوش اور گل بداماں وادیاں

موسم نہایت خوشگوار ہے گرمی ہے لیکن صرف دوپہر میں دن بہت بڑا ہے۔ صبح ساڑھے چار بجے آفتاب نکلتا ہے اور شام ساڑھے سات بجے غروب ہوتا ہے۔ اپنے لباس اور ٹوپی کی وجہ سے یورپ زدہ ترکیوں میں تماشا بنا ہوا ہوں۔

آج انگورہ جا رہا ہوں۔ صرف دو روز وہاں رہ کر انشاء اللہ بغداد تشریف جاؤں گا۔ تمام احباب کی خدمت میں آداب و تسلیمات اور استدعا کہ جب کسی عنایت فرما سے ملیں میرا سلام پہنچا دیں۔

آپ کا دور افتادہ :- بہادر یار جنگ

(۴)

بغداد ۔ واقع ۶ مہر ۱۳۴۰ف روز پنجشنبہ

برادرانِ محترم و عزیزانِ مکرم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ استنبول سے جس دن آپ کی خدمت میں عریضہ لکھا تھا اسی روز شام کو وہاں سے روانہ ہو کر دوسرے دن انگورہ پہنچا۔ اناطولیہ کے تقریباً وسط میں حدودِ یورپ سے بہت دور ہٹا ہوا، چٹیل اور غیر ذی ذرع میدان اور خشک پہاڑوں سے گھرا ہوا اور دور دور تک جدید عمارتوں سے پھیلا ہوا۔ جو شہر ملے وہ انقرہ (انگورا) ہے۔ قدیم شہر ایک پہاڑی پر یونانیوں کے زمانہ قبل مسیح کی ایک فصیل میں گھرا ہوا تنگ گلیوں غلیظ بازاروں، پست مکانوں اور میلے کچیلے کپڑوں پر پیوند لگائے ہوئے اناطولیوں کے ساتھ ملے گا۔ اور اسی کے دامن میں دور دور تک جدید وسیع سڑکیں سفراء و دول کی کوٹھیاں وزارتوں کے محکمے، وزراء و امراء کے مکانات ہوٹل، بینک، تھیٹر، پارلیمنٹ ہوز اور مدارس کی جدید مغربی طرز کی عمارتیں نظر آئیں گی۔ لیکن انگورہ ابھی بن رہا ہے اور اس کو قسطنطنیہ بننے کے لئے کئی صدیاں اور ترکیہ جمہوریہ کے شایانِ شان دار الحکومت بننے کے لئے کئی برس درکار ہیں۔ صرف دو روز انقرہ پیلاس ہوٹل میں ٹھہرا۔ تقریباً پچاس ترکی لیرے یعنی تقریباً پون سو روپے کلدار صرف ہوا۔ (یہ اس لئے لکھا کہ انگورا کی مہنگائی سمجھ میں آجاتے۔) دوشنبہ ۲۷ شہریور کو ۱۲ بجے ریل گاڑی مسنی شہر لے چلی وہاں سے استنبول سے حلب جانے والی گاڑی تبدیل کی۔ چہارشنبہ کی صبح کو چھ بجے اٹھ کر سامان درست کیا۔ اور خوش تھے کہ تقریباً بائیس (۲۲) روز بعد ترکیہ جمہوریہ کا سفر ختم کر کے حلب پہنچ جائیں گے۔ لیکن قسمت ہنس رہی تھی اور دہ جانتی تھی کہ ہم نے آرام کے سفر بہت کئے ہیں ایک سفر کا سقر بھی دیکھیں۔ حلب ایک اسٹیشن باقی تھا یا سیدرٹ کی تفتیش ہوئی

گو اس پر اس سے قبل دو دفعہ فرانس کونسل کے ویزے ہو چکے تھے لیکن یہ حدود شام میں ہمارا تیسرا داخلہ تھا جس کا ویزہ لینا ہم بھول گئے تھے حکم ملا کہ آپ حدود ترکیہ میں بیرنگ واپس جائیں۔ یا اپنے اس دو رات دو دن کے ریل کے سفر کو ایک دن ایک رات اور ناک کے راستے سیدھے بھاگیں اور بغیر کہیں دم لئے حدود عراق میں داخل ہو جائیں۔ ہم نے بہت کچھ چیخا چلایا (اور ہمارے چلانے آپ واقف ہیں) اردو فارسی، عربی اور انگریزی چاروں زبانوں کے جوہر دکھائے لیکن سب بے کار۔ آخر طے پایا کہ حلبی دیر گاڑی کے اسٹیشن پر ٹھہرتی ہے (تقریباً دو گھنٹہ) اس عرصے میں ہم اپنا وہ لبنتر مقدس جو اس تمام سفر میں اور اب تک ہمارے لئے وبال الفرہ خواہ مخواہ مرد بنا ہوا ہے جس کو ہم نے مصر جاتے ہوئے قدس میں زاویہ ہندی میں رکھ چھوڑا تھا۔ اور ترکی جاتے ہوئے حلب میں دوست حسینی بے ابراہیم پاشا کے یہاں رکھا دیا تھا حاصل کر لیں لیکن اس شرط سے کہ پاسپورٹ آفس کا ایک سپاہی اس تمام عرصے میں کی طرح ہماری گاڑی پر سوار رہے گا۔ تسلیم کیا لیکن حسین بے کا پتہ بھول گئے تھے۔ ڈاکٹر عبدالرحمان الکیالی اسٹیشن پر مل گئے۔ ان سے کر کے گئے لبنتر لیئے ایک ہوٹل میں دو دوست کے ساتھ ایک چار گی پیالی پی اور ریل میں سوار ہو گئے۔ خیال تھا کہ کھانے کا ڈبہ ساتھ بارہ بجیں گے تو جاکر مرغ و ماہی ہمیشہ کی طرح اڑائیں گے۔ لیکن دو سٹیشن جاکر ایک ترکی سٹیشن پر ہماری گاڑی نے پورے ایک گھنٹے وقفہ (اسے توبہ مراقبہ) کیا تو معلوم ہوا کہ نہ آج اس گاڑی میں سونے کے کمرے ہیں نہ کھانے کے اور پھر یہ کہ نصیبین تک گاڑی عالیشان اسٹیشنوں سے ہو کر گزرے گی جس کے اطراف صرف دو تین جھونپڑیاں ہوں گی اور تو وہاں کسی چیز کی کمی نہ رہے لیکن صرف کھانے کو کچھ نہ ملے گا۔ اب ہم نے اپنے گذشتہ پانچ ماہی سفر میں پہلی دفعہ "صبر جمیل" کہہ کر ایک ہوتے ہی لانبا ٹھنڈا سانس مرہ ہوائی کو منتزلزل کر دیا۔ اپنی سیٹ پر سنبھل کر بیٹھ گئے۔ ہینڈ بیگ سے ایک انگریزی ناول نکالا اور پورے سکون قلب باسم سکون خاطر (اور ان تمام اصطلاحوں کے ساتھ جو حضرات کرام کے پاس مستعمل ہیں) مطالعہ میں مشغول ہو گئے۔ گویا منزل پہنچنے تک روزہ اور مکمل روزہ رکھنے کی نیت کر لی ہے لیکن جب کبھی کوئی اسٹیشن آ جاتا نگاہیں چھپ چھپ کر اس کا دورہ کر لیتیں ہے بھی دو بجے ایک تربوز ملا جو فوراً ہضم کر دیا لیکن خالی پیٹ میں اس کی ہلکی ہلکی مٹھاس نے کچھ عجیب قسم کی گڑبڑ مچا دی۔ لیجئے وہ ایک آیا اور وہاں دو معلوم نہیں کتنے دنوں کی روٹیاں مل گئیں جو ایک سیب کے ساتھ چبا چبا کر کھائیں جیسے ہم نے نواب دوست صاحب کے یہاں اپنی دعوت میں ماش کی دال سے چپاتی کھائی تھی۔ بس جناب اس پر سارا دن گزر گیا۔ نہیں بھول گئے مغرب وقت ابلے ہوئے انڈے بھی ملے تھے جن میں سے ایک گندہ تھا۔ دوسرے روز صبح چھ بجے نصیبین پہنچے، موٹر پہ قائل گئے۔ یہاں ایک والے نے موصل لے جانے کا وعدہ کیا لیکن مسلسل تین گھنٹہ انتظار کروا کر دس بجے جواب دے دیا۔ کھانے کی تلاش یہاں بھی لیکن ایک سوکھی روٹی اور چھاچھ کے سوا جس کو آنکھیں بند کر کے اتار لیا کچھ نہ ملا۔ دس بجے قائل سے چلے تھے رات کو آٹھ موصل پہنچے۔ عراق کی گرمیاں گویا آفتاب سوا نیزے پر ہے ایسے چٹیل ریتلے میدان جس میں نہ چار انگل بلند کھیتی نظر آئی نہ بالشت اونچا کوئی درخت دکھائی دیا۔ لو کی وہ سختی کہ اللہ کی پناہ، مدینے کا سفر یاد آ گیا لیکن مدینے کے راستے میں قلب کی جو کیفیت تھی اللہ سے آئی۔ ! وہاں تو یہ تھا کہ لو آتی تھی اور جب خیال آتا کہ وہ راہ مدینہ کی ہے تو معلوم ہوتا کہ برف پر سے ہو کر آئی ہے۔ قسم لے جو کبھی زبان سے اس راستے کی شکایت نکلی ہو۔ دوسروں کو بے قرار دیکھ کر حیرت ہوئی لیکن قائل سے موصل پہنچنے تک مجھے ا

تھا کہ حضرت الحاج نواب مولانا مولوی بہادر خاں صاحب قبلہ و کعبہ، کہ مسجد چار مینار کا کہیں وصال شریف نہ ہو جائے۔ غرض جناب موصل پہنچے فوراً ہارون ہوٹل میں سرد پانی سے حمام کیا اور ٹھنڈی ہوا میں سو گئے۔ دو روز رہ کر نینوا کے کھنڈروں پر آنسو بہاتے۔ حضرت جرجیس، حضرت شیث، حضرت یونس، حضرت دانیال علیہم السلام کی بارگاہوں پر حاضری دی۔ حضرت اویس قرنی کا مکان دیکھا پٹرول کے کنوؤں کی نسبت معلوم ہوا کہ یہاں نہیں کرکوک میں ہیں ورنہ ارادہ تھا کم از کم اس کاغذ کو موصل کے پٹرول میں بھگو کر بھیج دیتا۔ آپ بھی اس کی بو سے مشرف ہو جاتے۔ موصل سے گزشتہ دوشنبے کو بغداد پہنچا حضرت غوث پاک قطب الاقطاب شیخ عبدالقادر جیلانی کی بارگاہ پر حاضری دی۔ حضرت جنید بغدادی، حضرت ابوبکر شبلی، حضرت امام ابو حنیفہ، امام اعظم حضرت معروف کرخی، حضرت عمر شہاب الدین سہروردی، حضرت بہلول دانا، حضرت امام موسیٰ کاظم، حضرت سری سقطی، حضرت امام ابو یوسف وغیرہ رحمہم اللہ اولیا و ائمہ عظام کی بارگاہوں پر حاضر ہوا۔ اشوریوں بابلیوں کلدانیوں کے کچھ آثار دیکھے۔ کل سامرہ گیا تھا۔ سلطان المعتصم باللہ کا ٹوٹا ہوا محل، مسجد جامعہ کا عجیب و غریب مینار دیکھا اور حضرت امام حسن عسکری و حضرت امام علی نقی علیہما السلام کی بارگاہ پر سلام عرض کیا وہ غار دیکھا جہاں امام محمد ابن حسن (جو باعتقاد برادران اہل تشیع مہدی آخر الزمان تھے) غائب ہوتے طاق کسریٰ کے پاس کھڑے ہو کر تھوڑی دیر مداین کے کھنڈروں کی سیر کی۔ حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ کی بارگاہ پر حاضر ہو کر آنکھیں بند کیں اور کسی کو ایران سے تلاش حق میں نکلتے اور مدینے میں منزل مقصود پاتے دیکھا۔

غرض وہ سب کچھ دیکھا اور دیکھ رہا ہوں جس کو دیکھ کر ایک صاحب عقل سلیم اپنا قلب روشن کر سکتا ہے لیکن آہ میں اور میرا قلب . . . دعا کیجئے کہ روشن ہو جائے۔ والسلام

آج شام کو کربلا جا رہا ہوں وہاں سے انشا اللہ نجف اور بصرہ جاؤں گا۔ واپسی میں بابل اور کیش کے کھنڈر دیکھوں گا اور تین چار روز میں بغداد واپس آکر انشا اللہ ایران کا قصد کروں گا۔ اگر فرصت ہو تو برٹش کونسل متعینہ طہران کے ذریعے ایک آدھ خط اپنی خیریت کا بھی لکھ دیجئے اور اگر کوئی عنایت فرما مل جائیں تو ان کو میرا اسلام پہنچانا نہ بھولیے خدا حافظ

بہادر یار جنگ

(۵)

خیابان لالہ زار (طہران) دارالسلطنت ایران

واقع ۲۱ مہر ۱۳۲۰ف روز یکشنبہ

برادران محترم و محبان مکرم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ مزاج شریف اس پوری سیاحت میں اگر کہیں میرا نظام العمل تبدیل ہوا ہے تو وہ عراق سے چلنے کے بعد غالباً آپ کو عراق سے سہ شنبہ کے روز خط لکھا تھا بہرحال اسی روز شام کو ۸ بجے کی گاڑی (ریل) سے خانقین روانہ ہوا۔ رات سیکنڈ کلاس کے ڈبے میں آرام سے گزری۔ صبح خانقین پہنچا۔ یہاں پٹرول کے کئی کارخانہ ہیں۔ یہ مقام پہلے حدود ایران میں تھا لیکن حرب عظیم کے بعد سے انگریزی تدبیر نے لکڑی بھی نہ توڑی اور سانپ کو بھی مار دیا۔ اب خانقین کے سارے کارخانے ان ہی کے ہاتھوں

میں ہیں۔ اب سنیئے یہاں سے ہندوستان کی سرحد دزداب چمن یا پشاور تک ایک سیاح کے لئے ریل گاڑی حدود ایران واقع میں عنقا ہے۔ اب سے دس سال قبل یہاں اونٹوں اور گھوڑوں، گدھوں کے قافلے چلتے تھے۔ اور عراق و بغداد سے طہران تک را ماہ میں طے ہوتا تھا لیکن اب سڑکیں تعمیر ہوگئی ہیں اور موٹریں اطراف ایران میں چلتی ہیں جس سے یہی راستہ ایک سیاح تین دن میں سکتا ہے۔ دیوہیکل لاریاں جن کا تصور آپ ہندوستان میں رہ کر نہیں کر سکتے۔ سامان تجارت بندرگاہوں اور روس و عراق کی سر سے ایران میں پہنچاتی ہیں۔ بس اور ہڈسن کی ٹورنگ اور لینڈ موٹریں مسافروں کو لے جاتی ہیں لیکن مصیبت یہ ہے کہ ان موٹر سروس کا کوئی باقاعدہ انتظام نہیں ہے۔ بعض شہروں میں صرف ایک گراج ہے جو من مانے کرایہ وصول کرتے ہیں۔ تو بعض چھو چھوٹے مقامات پر دس دس بیس بیس گراج ہیں۔ جہاں زیادہ گراج ہیں وہاں مسافر چو طرف بیٹھ جاتے ہیں اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لا بیس ٹورنگ کے پانچ و سات مسافروں کی تکمیل میں وقت ہوتی ہے۔ اب یا تو پوری موٹر ہم اپنے لئے حاصل کریں یا جب تک اس مسافر پورے نہ ہوں انتظار کریں۔ حجاز، شام و فلسطین تمام مقامات پر میری عادت رہی کہ میں نے کچھ زیادہ دے کر اچھی ٹورنگ م ڈرائیور کے بازو میں جگہ حاصل کی اور پیچھے چاہے وہ کسی کو بھی بٹھالیں مجھے کوئی مطلب نہ رہا۔ لیکن یہاں ایک دقت یہ پیش آئی کہ عراق

———— ڈرائیور کے بازو دو آدمی بٹھاتے ہیں اس لئے یہاں مجھے ہر جگہ کے لئے دوہرا کرایہ دینا پڑا۔ یہ تھی موٹر ر

کی مختصر و جامع کیفیت۔ اب آیئے سیاحت کے حالات سنیئے۔ خانقین میں اسی وجہ سے کہ میرے دوہرا کرایہ ادا کرنے کے باوجو یہاں مسافر نہ تھے مجھے ایک دن ضائع کرنا اور چہارشنبہ کو وہاں قیام کرنا پڑا۔ چھوٹا سا مقام و سخت گرمی بہت تکلیف ہوئی لیکن پر رات آرام سے گزری۔ پنجشنبہ کو صبح ۹ بجے خانقین سے چلے۔ عراق اور ایران کے حدود پر پاسپورٹ کی تنقیح اور سامان کی دیکھ بھ چنگی کی مصیبتوں سے آزاد ہو کر ۱۱ بجے قصر شہرین پہنچے۔ یہاں ایک مصیبت یہ پیش آئی کہ بصرے میں ہیضہ شروع ہو جانے سے حکومت ایران نے قصر شہرین میں عراق سے آنے والے ہر مسافر کے لئے پانچ روز قرنطینہ کی شرط لگا دی ہے ہم بھی اس قید م گئے۔ قصر شہرین عراق سے بھی کچھ زیادہ گرم نکلا اگر قرنطینہ سے متصل ایک نہر اور باغ نہ ہوتا تو پانچ دن گزارنا مشکل ہو جاتا۔ چھٹے وہاں سے چھوٹے اور کرمانشاہ پہنچے۔ طاق بستان میں قدیم ایرانی آثار اور رستم کے مجسمے کی سیر کی۔ آگے روانہ ہوتے کوہ بے ستو فرہادی نقوش کو دیکھا اور ہمدان پہنچے مسافروں کے نہ ملنے کے جھگڑے میں ہمدان میں ایک دن ضائع گیا۔ اور کل صبح ہمدان سے رات کو نو بجے طہران پایہ تخت ایران پہنچا اور گرانڈ ہوٹل میں مقیم ہوں۔ آج سے طہران کی سیر شروع ہوئی ہے۔ آئندہ خط میں اس تفصیل ہوگی۔ اب تک جو معلوم کیا اس کا خلاصہ یہ ہے:

ایران نے رضا شاہ پہلوی کی حکومت کے بعد سے نیا جنم لیا ہے۔ روس و برطانیہ کی رقابت نے اقتصادی حالت بہت کمزور کر رکھی ہے لیکن تدریجی ترقیات برابر جاری ہیں تعلیمی حالت نہایت ناقص ہے۔ اب تک بھی ایران نہ کوئی اپنی یونیورسٹی قائم کر سکا نہ ساری مملکت میں کوئی کالج ہے۔ اعلیٰ تعلیم میٹرک تک ہے۔ امریکن مشنیریز نے جنوب میں چند مدارس قائم کر رکھے ہیں۔ فوج د درست کی جا رہی ہے۔ ایران ایک طویل پہاڑی سلسلے میں گھرا ہوا ہے اور پہاڑوں سے بہنے والی نہروں نے اس کو سر عطا کر رکھی ہے۔ یہ موسم پھول کا نہیں بلکہ پھل کا ہے۔ میوے کی بہتات ہے۔ ایک آنہ کلدار (نیم قران) خرچ کر کے آپ

انار، سیب، خربوزہ، تربوز، ناشپاتی، زردالو اور جس میوے سے چاہیں اپنا پیٹ بھر سکتے ہیں۔

الحمد للہ بخیریت ہوں اور آپ کی خیریت کا امیدوار۔ فقط

بہادر یار جنگ۔

(۶)

مشہد مقدس ۱۵؍ آبان ۱۳۴۰ھ روز دوشنبہ

برادران عزیز و محبان محترم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ غالباً میں نے طہران پہنچ کر اپنا آخری عام خط لکھا تھا۔ طہران ایران کا دارالسلطنت اور خوش منظر مقام ہے۔ چونکہ سلاطین قاچار کا بسایا ہوا ہے اس لئے کوئی قدیم آثار یہاں نہیں ہیں البتہ اس کے جنوب میں خرابات رے کے قریب طغرل کا بنایا ہوا ایک برج قابل دید چیز ہے۔ مسجد سپہ سالار بھی اچھی عمارت ہے اور اس کے مدرسے کا کتب خانہ بعض نوادرات رکھتا ہے۔ سوء اتفاق سے میں طہران آیا اور حضرت بادشاہ سلامت رضا شاہ پہلوی اپنے ولی عہد کو یورپ روانہ کرنے کے لئے آذربائیجان کی طرف روانہ ہوئے۔ اور ان کے ساتھ وزراء و امرائے دولت کی ایک بڑی جماعت بھی روانہ ہو گئی اس لئے حکومت ایران خصوصاً دارالسلطنت کے متعلق معلومات حاصل کرنے میں دقت ہوئی محلات شاہی اور تخت طاؤس کی دید سے محرومی کا رنج ہے۔ پھر بھی آقائے فروغی وزیر خارجہ آقائے تقی زادہ وزیر مالیات اور آقائے میرزا قاسم خاں وزیر پوسٹ و ٹیلیگراف نے بہت آؤ بھگت کی۔ طہران سے دو روز کے لئے اصفہان گیا تھا۔ خاندان قاچار سے قبل شاہان صفویہ کے زمانے میں ایران کا دارالسلطنت تھا۔ سلاجقہ اور صفویہ کے زمانے کے بہترین آثار یہاں دیکھنے میں آئے۔ عالیشان مساجد پر عظمت محلات اور ایرانی مصوری کے بہترین نمونے دیکھے۔ شیراز میرے پروگرام میں تھا لیکن میرے راستے سے اتنی دور کہ ہمت نہ ہوئی اور "کنار آب رکن آباد" اور "گلگشت مصلیٰ" کی دید سے محروم رہا۔ ایرانی عموماً جھوٹے، بدعہد اور ناقدر شناس وقت ہیں خود آج کے کام کو کل پر بلکہ ایک مہینہ ادھر ڈالنے کے عادی ہیں اور دوسرے کے وقت کی بھی ان کے نزدیک کوئی قدر نہیں ہے۔ میں نے ایران کے سفر کے لئے جتنے دنوں کا اندازہ کیا تھا اس سے دگنی مدت اب تک صرف ہو چکی ہے۔ کامل ایک ماہ چار روز مجھے حدود ایران میں آئے ہو چکے ہیں۔

ارباب علما اور شعرا ایران نے بہت آؤ بھگت کی۔ علمی و ادبی مجلسوں میں شریک ہوا۔ ان کا کلام سنا اور ہندوستانی فارسی گو شعرا کا کلام سنایا۔ ممکن ہے کہ مستقبل قریب میں ایران و ہندوستان کے درمیان ایک رابطہ ادبی قائم کر سکوں۔ ایران اپنی قریب الموت نیند سے چونکا ہے اور آہستہ آہستہ لیکن مستقل رفتار سے منزل ترقی کی طرف چل رہا ہے۔ موجودہ حالت گو مایوس کن ہے لیکن میں اس کے مستقبل کو سیاسی و اقتصادی حیثیت سے تاریک نہیں پاتا۔

طہران سے گزشتہ پنجشنبہ کو بوقت دو ساعت ظہر چلا تھا دو راتیں راستے میں بسر کر کے پرسوں بروز شنبہ تقریباً اسی وقت مشہد مقدس پہنچا جس کا فاصلہ طہران سے نوسو کیلومیٹر یعنی تقریباً ساڑھے سات سو میل ہے۔ راستہ قدرے خراب تھا۔ موٹر میں بہت تکان ہوئی۔ لیکن الحمد للہ اچھا ہوں اور گزشتہ چھ ماہ کی سیاحت نے برداشت مصائب کی ایک قوت پیدا کر دی ہے۔ اور اگر یہ نہ ہوتا تو

میں اپنے سفر کو ناکام سمجھتا۔ راستے میں بسطام میں حضرت بایزید بسطامی کے لئے فاتحہ پڑھی اور نیشاپور میں عمر خیام کی قبر پر کھڑے ہو کر
کی ایک دو رباعیاں پڑھیں اور لطف اٹھایا۔

مشہد خراسان کا دارالسلطنت ہے۔ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کا روضہ اقدس ایران و خراسان کی سب سے
زیارت گاہ ہے۔ شان و شوکت کے لحاظ سے میرے دیکھے ہوئے تمام روضوں اور درگاہوں سے بڑھ کر تقریباً ایک کروڑ تومان سالا
کروڑ سکہ عثمانیہ) کی معاش درگاہ کے لئے وقف ہے یہیں نادر شاہ کی قبر بھی ہے۔ اور اس خط کو ختم کر کے طوس کے کھنڈر رو
ہوں کہ فردوسی کی قبر دیکھوں اور فاتحہ پڑھوں۔ سردی یہاں طہران کی بہ نسبت زیادہ اور ہمارے یہاں کے گلابی جاڑوں کے مساد
حالانکہ یہ ان کے نزدیک موسم گرما ہے۔ موسم سرما یہاں کا بہت سخت ہوتا ہے۔ برف باری کی وجہ سے کوئی گھر سے باہر نہیں نکا

کل قصد ہے کہ انشاءاللہ یہاں سے ہرات روانہ ہو جاؤں۔ موٹر پر دو روز کا راستہ ہے ہرات سے انشاءاللہ قرہ مبارک جا
اور حضرت ختم ولایت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس پر جبہ سائی کا شرف حاصل کروں گا۔ ایران کا سفر دوسرے مقامات کی نسبت
تھا۔ اور اب افغانستان اس سے زیادہ سخت معلوم ہوتا ہے۔ لیکن جس خدا نے یہ سب سفر صحت و عافیت سے پورے کرا
کا بھروسہ ہے

تمام احباب کی خدمت میں حسب مراتب آداب و تسلیمات اور دعائے صحت و عافیت کا امیدوار ہوں۔ آئندہ
سفیر برطانیہ متعینہ کابل کے توسط سے لکھے جائیں۔ فقط

دور افتادہ بہادر یار جنگ

(۷)

سبزہ وار (افغانستان کا ایک چھوٹا سا تعلقہ)
۲۹ آبان سنہ ۱۳۱۳ھ روز سہ شنبہ

برادران عزیز و احباب محترم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ برکاتہ۔ شاید مشہد سے میں نے اپنا تفصیلی خط لکھا تھا۔ یوں تو ایران کے ہر حصے میں بروقت م
ہو جانا دشوار ہے لیکن افغانستان کے لئے خصوصاً زیادہ مشکل تھا۔ مشہد میں افغانستان کی جانب نقل و حرکت کرنے والے صرف
ہیں۔ تین روز کی مسلسل تلاش کے بعد ایک موٹر مل گئی۔ اور پرسوں جمعہ کو بعد ظہر ہم وہاں سے روانہ ہوئے۔ اتفاق سے یہ موٹر
نقائص سے معمور تھی نہ اس میں روشنی تھی نہ بریک درست تھے نہ کاربوریٹر نہ پٹرول برابر کھینچتا تھا۔ مشہد اور ہرات کا درمیانی را
جو تقریباً چھ سو میل ہے اور عموماً اچھی موٹر ہو تو دو دن میں طے ہو سکتا ہے تین رات اور چار دنوں میں طے ہوا۔ راستہ میں حدو
پر "کاربز" کے چنگی کے محکمہ نے ہمارے ساتھ جتنی گنیاں تھیں سب ضبط کر لیں۔ ایران میں ایک انوکھا قانون یہ ہے کہ اپنے حدود
باہر سونے کا سکہ نہیں لے جانے دیتے اور اس کو ضبط کر کے اس کی قیمت کے مطابق جرمانہ بھی مسافر سے وصول کرتے ہیں۔ گنیاں
انہوں نے لے لی ہیں۔ جرمانے کا مطالبہ ہے اور میں نے ایران کے وزراء کو اس رقم کے استرداد کے لئے تار دیا ہے۔ ابھی

نہیں نکلا۔ گویا السفر کالسقر کی ابتدا ہوئی ہے خدا اس کو وسیلۂ ظفر بھی ثابت کرے۔ افغانستان کا سفر دس سال یا پانچ سال قبل کے سفر کی بہ نسبت بہت سہل اور آسان ہو گیا ہے لیکن اب بھی ایک یکہ و تنہا مسافر کے لئے جو دشواریاں ہیں ان کا تصور بھی سبکساران ساحل نہیں کر سکتے۔ مجھے آغا سید شیر احمد خاں سفیر کبیر افغانستان نے ہرات فراہ اور قندھار کے حکام عالی کے نام خطوط تعارف دے رکھے ہیں اور وہ نہایت اخلاق سے پیش بھی آ رہے ہیں۔ اور دوسرے خود افغانی مسافروں کی بہ نسبت میرے لئے بہت سی سہولتیں بہم پہنچائی گئی ہیں لیکن پھر بھی میں دعا کرتا ہوں کہ آپ میں سے کوئی اگر سفر کرے تو خدا اس کو ان مشکلات سے دوچار نہ کرے۔ میرا قصد ہرات میں صرف دو روز ٹھہرنے کا تھا لیکن موٹر کے انتظام کے لئے ایک ہفتہ ٹھہرنا پڑا اور الحمد للہ ایک موٹر میں ڈرائیور کے بازو کی سیٹ حاصل کر لی۔ اس ملک میں تنہا یا دو چار مسافروں کے ساتھ دشت و صحرا کا سفر خطرناک ہے اس لئے لاری میں جگہ حاصل کی جس میں تقریباً بیس مسافر ساتھ ہیں۔ یہ انتظام ہفتہ کے روز مکمل ہو گیا تھا لیکن ہفتہ اور اتوار دو روز بیس بائیس مسافروں نے صرف اس لئے زحمت انتظار برداشت کی اور اپنے بندھے ہوئے سامان کے ساتھ گاراج میں پڑے رہے کہ جناب مستوفی صاحب (تعلقدار ضلع) کو چند خط کابل روانہ کرنے تھے اور وہ تیار نہ ہوتے تھے۔ نہ صرف یہ بلکہ جب ہم سبزہ دار (وہ مقام جہاں سے میں خط لکھ رہا ہوں) پہنچے تو معلوم ہوا ان ہی حضرت مستوفی صاحب نے ٹیلیفون کیا ہے کہ موٹر سے بعض اور خطوط روانہ کئے جا رہے ہیں۔ چنانچہ چھ بجے سے موٹر دھوپ میں کھڑی ہے اور میں اسی میں بیٹھا خط لکھ رہا ہوں۔ ایران کے راستوں میں ہر منزل پر قہوہ خانے تھے جن میں روٹی (خواہ وہ کیسی ہی سخت جلی ہوئی سوکھی اور بدمزہ کیوں نہ ہو) اور انڈے وغیرہ مل جاتے تھے لیکن افغانستان کے راستوں میں سوا نہروں کے جو پروردگار عالم نے ہر چند قدم پر جاری کر رکھی ہیں کوئی چیز نہیں ملتی۔ کل صبح ہرات میں ناشتہ کیا تھا۔ باقی دونوں وقت صرف وہ بسکٹ چباتے جو ساتھ رکھ لئے ہیں اور پانی پی کر خدا کا شکر ادا کیا۔ رات "سبزہ دار" پہنچے معلوم ہوا کوئی مسافر خانہ گاراج یا مسجد نہیں ہے۔ ایک قبرستان کے صحن میں بستر بچھاتے سو رہے۔ سردی اس شدت کی تھی کہ میں حیران ہوں کہ کیوں اکڑ نہ گیا۔ اب بازار کو آدمی بھیجا ہے کہ ایک آدھ مرغ ملے تو لائے اور پکائے۔ ملازم کی ضرورت صرف افغانستان میں محسوس ہو رہی ہے۔

ہرات نہایت قدیم اور تاریخی مقام ہے۔ سکندر اعظم اسی راستے سے ہندوستان آیا تھا۔ چنگیز نے اس کو فتح کیا۔ تیمور کے بعد اس کے خاندان نے برسوں اس پر حکومت کی۔ اولیاء اللہ کے مزارات یہاں ان گنت و لاتعداد ہیں۔ حضرت امام فخر الدین رازی حضرت قاسم فرزند امام جعفر صادق حضرت ابن معاویہ عبداللہ بن جعفر طیار، حضرت امام عبداللہ الواحد بن مسلم ابن عقیل، حضرت خواجہ عبداللہ انصاری، حضرت سعید الدین کاشغری، حضرت عبدالرحمٰن جامیؒ وغیرہ ہم کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ میرا منزل مقصود فراہ مبارک ہرات و قندھار کے درمیان واقع ہے اور ہرات سے تقریباً دو سو میل کے فاصلے پر اور اب بوقت تحریر خط مجھ سے صرف تقریباً ایک سو میل۔ اگر ہم اب روانہ ہو جاتے تو شام تک پہنچ جاتے اور اب انشاء اللہ کل پہنچ جائیں گے اور ڈرائیور میرا خط قندھار لے جائے گا اور وہاں سے ڈاک کے حوالے کرے گا اور جس وقت یہ خط آپ کو ملے گا ایک گنہگار غلام اپنے عالی قدر آقا حضرت خاتم ولایت محمدی خلیفۃ الرحمٰن مہدی موعود آخر الزماں علیہ صلوٰۃ اللہ والسلام کثیراً کثیرا کی بارگاہ اقدس پر جبہ سائی کی عزت حاصل کر چکا ہوگا۔ دعا کیجئے کہ خدا اس حاضری کو شرف قبول بخشے۔ آمین،

سفر سے دل بیزار ہو گیا ہے اور اب ایک ایک منٹ ایک ایک سال کے برابر ہے لیکن اس زحمت کے بعد یہاں تک پہنچ کر اکے دوسرے شہروں کی سیاحت سے (جہاں غالبًا ہر وقت آنا نہ ہو سکے) محروم رہنے کو دل نہیں چاہتا اس لئے چاہتا ہوں کے راستہ کابل جاکر وہاں سے راست گھر آؤں۔ سب پرسانِ حال چھوٹوں بڑوں کو سلام محبت والسلام ۔

بہادر یار جنگ

———

مولانا ابُوالکلام آزاد

بنام نواب سیّد علی حسن خاں صاحب

صدیقی العزیز، السّلام علیکم۔ الہلال کے اجرا میں دفتر سے جو تاخیر ہوئی، اس کے لیے شرمندہ ہوں اور خواستگار معافی ہوں۔ واقعہ یہ ہے کہ جس دن آپ کا خط پہنچا اسی دن میں نے دفتر کو اطلاع دے دی کہ رسالہ جاری کر دیا جائے۔ افسوس ہے کہ منیجر صاحب کی علالت کی وجہ سے تمام کام جن لوگوں کے ہاتھ میں تھا انھوں نے غفلت کی اور مجھے آپ کے سامنے شرمندہ ہونا پڑا۔ آج میں نے پھر دریافت کیا اور معلوم ہوا کہ پرچہ جاری کر دیا گیا ہے اور گذشتہ نمبر بھی بھیج دیئے گئے ہیں۔

میں محسوس کرتا ہوں کہ آپ نے میرا یہ تساہل محسوس کیا ہوگا کہ میں نے خود الہلال آپ کی خدمت میں کیوں نہیں بھجوا دیا؟ لیکن واقعہ یہ ہے کہ میں نے نہ صرف آپ کو بلکہ احباب و اصدقاء میں سے کسی کو بھی بطور خود نہیں بھیجا۔ اس لیے نہیں کہ یہ تساہل و تغافل تھا بلکہ اس لیے کہ یہ ایک طرح کی دوستانہ جسارت تھی اور طبیعت پسند نہیں کرتی تھی کہ جسارت کی جائے۔ بطور خود اپنی کسی ایسی چیز کے بھیجنے کے دو ہی معنی لیے جا سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ قیمت کی طلبگاری ہے۔ دوسرے یہ کہ قیمت کی نہیں تو وقت و مطالعہ کی درخواست ہے۔ میرے لیے پہلی بات ایسا سوال ہے جس کے تحمّل کی طاقت نہیں رکھتا اور دوسری بات بھی ایسی نہیں ہے جسے خوشدلی کے ساتھ گوارا کیا جائے۔ یہ کیا ضروری ہے کہ ایک دوست و صدیق محض اس بنا پر کہ دوست ہے کسی رسالہ کے مطالعہ میں بھی ضرور ہی دلچسپی لے؟ ممکن ہے اسے دلچسپی نہ ہو۔ ممکن ہے وقت نہ نکال سکے۔ البتہ جن دوستان عزیز نے اپنے لطف و محبت سے مطالعہ کی خواہش ظاہر کی بلا تاخیر ان کی خدمت میں الہلال بھیج دیا گیا۔ میں آپ کی محبت و ذوق کا معترف ہوں کہ اس کی خواہش ظاہر کر کے مجھے مسرت کا موقعہ دیا۔ اُمید ہے مع الخیر عافیت ہوں گے۔

بہت مدت ہوگئی آپ سے ملاقات نہیں ہوئی۔ پہلے آپ تبدیلِ آب و ہوا کے لیے بمبئی جایا کرتے تھے کیوں نہ چند دنوں کے لیے کلکتہ آیئے؟ لکھنؤ کے موجودہ موسم سے تو یہاں کا موسم بہرحال زیادہ گوارا اور آرام دہ ہے۔ کیا اچھا ہو اگر آپ چند دنوں کے لیے آئیں اور یکجائی و ملاقات کا موقعہ میسر آسکے۔

ابوالکلام (کلکتہ)

(۲)

بنام سیّد افتخار عالم صاحب

از فقیر ابوالکلام۔ السّلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ تاخیر جواب کے لیے شرمندہ و خواستگار معافی۔ علالت، ہجوم افکار و عدم قیام کلکتہ! (۱) بلاشبہ نواب صاحب سے امیر خسرو کے ہندی کلام علی الخصوص مکرنیوں کے مجموعے کا ذکر کیا تھا مگر وہ نسخہ میرے پاس نہیں ہے۔ نواب سید محمد آزاد (اودھ پنچ والے) کے پاس تھا اور عرصہ ہوا میں نے دیکھا تھا۔ نواب صاحب کے اصرار پر میں نے